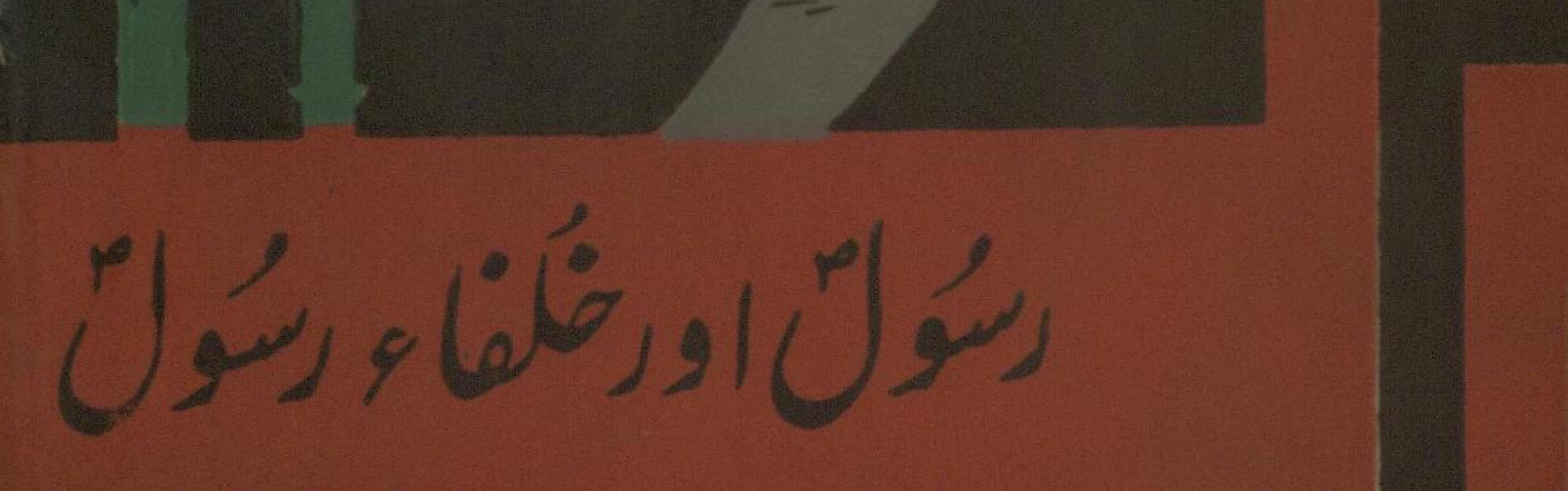
تاریخ ابنِ خلدون



حصّہ اوّل

رسولؐ اور خلفاءِ رسولؐ



ترجمہ
علامہ حکیم احمد حسین عثمانی

نفیس اکیڈمی - کراچی

تاریخ ابنِ خلدون

حصہ اوّل

رسولؐ اور خلفائے رسولؐ

قبل ولادت باسعادت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر ۴۰ھ تک کے

حوادث وواقعات، سیرتِ طیبہ کے مبارک حالات، خلفائے راشدین کی

تابناک زندگیاں، مسلمانوں کے حوصلہ مندانہ کارنامے اور اس عہدِ زرّیں کے تمام

واقعات پوری تفصیل وتوضیح کے ساتھ

تصنیف:- رئیس المورخین علامہ عبدالرحمٰن بن خلدون (۷۳۲-۸۰۸)

ترجمہ:- علامہ حکیم احمد حسین الہ آبادی ترتیب وتبویب:- شبیر حسین قریشی ایم اے

نفیس اکیڈمی

بلاسس اسٹریٹ، کراچی ۱

قیمت مجلد:- بیس روپیہ صرف

كتاب العبر وديوان المبتداء والخبر من احوال العرب والعجم والبربر ومن عاصرهم من ملوك التتر یعنی علامہ ابن خلدون کی کتاب التواریخ کا اردو ترجمہ

بہ اہتمام: ـــــــ خالد اقبال گاہندری

اشاعت اول: ـــــ نفیس اکیڈیمی کراچی ـــــ جون ۱۹۶۶ء

کتابت ـــــــ انوری بیگم دہلوی

ٹیلی فون: ـــــــ ۲۳۲۹۵۶

مطبوعہ
باہتمام مستفیض احمد صدیقی انٹرنیشنل پریس کراچی میں چھپا

نگاہِ اوّلین

(از: چوھدری محمد اقبال سلیم گاھندری)

تاریخ ایک ایسا فن ہے کہ اسے بطور فن مسلمانوں ہی نے مدون کیا ہے' اسلام سے پہلے کے واقعات اور افسانے تو کہے جا سکتے ہیں لیکن انھیں کسی طرح تاریخ نہیں کہا جا سکتا۔ ان قصوں اور افسانوں کی مدد سے جو تاریخیں بعد کو لکھی گئیں وہ خالص تاریخی اعتبار سے نہ مربوط نظر آتی ہیں اور نہ ان میں کوئی باقاعدہ تسلسل ملتا ہے۔

یہ فخر صرف مسلمانوں ہی کو حاصل ہے کہ انھوں نے حوادث عالم کو منطقی ترتیب اور تاریخی تسلسل کے ساتھ پیش کیا ان قابل فخر مورخین میں رئیس المورخین علامہ عبدالرحمٰن بن خلدون کو سب سے بلند امتیازی مقام حاصل ہے نہ صرف مسلمانوں کے نزدیک بلکہ ساری دنیا کی نظر میں وہ سب سے بڑے مورخ اور فلسفہ تاریخ کے سب سے بڑے ماہر مانے جاتے ہیں اور ہر وہ شخص جو ان کی معرکۃ الآراء تاریخ کا بہ نظر غائر مطالعہ کرتا ہے وہ اسی نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ علامہ ابن خلدون نہ صرف اپنے وقت کے سب سے بڑے مورخ تھے بلکہ وہ ایک امام المورخین ہیں کہ آئندہ پیدا ہونے والے مورخین چاہے وہ دنیا کے کسی ملک و ملت میں پیدا ہوئے ہوں' اس امام کے مقتدی اور اس استاد تاریخ کے شاگرد کا درجہ رکھتے ہیں علامہ ابن خلدون صرف واقعات کی کھتونی نہیں کرتے بلکہ انسانی اجتماع کے ہر رُخ پر ناقدانہ اور فلسفیانہ نظر ڈالتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تاریخ اور اس کے بے مثال مقدمہ تاریخ سے بہت سے اجتماعی علوم پیدا ہوئے۔ عمرانیات کو انھوں نے ایک فن بنا دیا سیاسات کے لئے کلیات وضع کئے۔ اقتصاد سیاسی کے جدید فن کی بنیاد رکھی۔ تعلیم و تربیت کے لئے بہترین نظریات پیش کئے۔ غرض یہ کہ اپنی وسیع تاریخ کے ذریعہ علامہ ابن خلدون نے سارے ہی اجتماعی علوم کی بے نظیر خدمت انجام دی' اور ایک لاجواب خزینہ علوم و فنون کا پیدا کر دیا۔ ابن خلدون کی یہ تاریخ عربی زبان میں اور متعدد ضخیم جلدوں میں ہے۔ اس تاریخ کا مقدمہ تاریخ اپنے گراں بہا مضامین کی بنا پر ایک مستقل کتاب شمار کیا جاتا ہے۔ بلکہ اپنی شہرت و مقبولیت کی وجہ سے یہ مقام رکھتا ہے کہ اگر کسی زبان میں صرف مقدمہ کہا جائے اور کوئی اضافت اس کے ساتھ نہ ہو تو ابن خلدون کی تاریخ کا مقدمہ ہی اس سے سمجھا جاتا ہے۔

اردو زبان میں اس مقدمہ کے متعدد ترجمے ضخیم جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں۔ اصل کتاب تاریخ کا ترجمہ بہت دن ہوئے کہ مرحوم حکیم احمد حسین الہ آبادی نے کیا تھا۔ ترجمہ پوری کتاب کا نہ ہو سکا تھا۔ آخری جلد کا ترجمہ باقی تھا کہ کام رُک گیا' اور رُکا تو گویا ہمیشہ ہی کے لئے بند ہو گیا۔ جو حصے چھپے تھے وہ بھی کمیاب' اور پھر نایاب ہو گئے۔ شائقین فن کے لئے ان کا حاصل کرنا ہی ممکن نہ رہا۔

دو تین سال ہوئے کہ لاہور سے جلد اول کا ترجمہ جناب ڈاکٹر عنایت اللہ صاحب کے نام سے شائع ہوا پھر

ایک بار امید بندھی کہ یہ کتاب اردو میں چھپ جائے گی اس کے بعد یہ ہوا کہ ڈاکٹر صاحب موصوف کی علمی مصروفیتوں نے اس کی اجازت نہ دی اور کام جلد اول سے آگے نہ بڑھ سکا۔

نفیس اکیڈمی علمی کتابوں کی اشاعت میں اپنا ایک خاص مقام رکھتی ہے اس کے لئے آپ ہماری مطبوعات کی فہرست پر ایک نظر ڈال کر ہماری خدمات کا اندازہ لگا سکتے ہیں ہم نے بڑی کاوش اور تلاش کے بعد حکیم احمد حسین صاحب الہ آبادی مرحوم کا ترجمہ حاصل کیا اور ارادہ کر لیا کہ اس کتاب کو شائع کیا جائے اس سلسلہ میں سب سے پہلا کام اردو ترجمہ کی نظر ثانی اس کی تبویب اور ذیلی عنوانات کی تحریر کا کام تھا۔ ہم شکر گزار ہیں جناب مولوی شبیر حسین صاحب قریشی ایم، اے لکچرار اردو کالج کراچی کے، انھوں نے بڑی محنت اور عالمانہ قابلیت کے ساتھ یہ خدمت انجام دی اور بڑے حسن و خوبی کے ساتھ انجام دی۔

اس اشاعت میں اس ترجمہ کو نو جلدوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔

تاریخ ابن خلدون قبل از اسلام:۔

تاریخ الانبیاء حصہ اول

تاریخ الانبیاء حصہ دوم

پہلا حصہ:۔ رسولؐ اور خلفائے رسولؐ

دوسرا حصہ:۔ خلافت معاویہؓ اور آل مروان

تیسرا حصہ:۔ خلافت بنو عباس

چوتھا حصہ:۔ خلافت بنو عباس

پانچواں حصہ:۔ امیران اندلس اور خلفائے مصر

چھٹا حصہ:۔ غزنوی اور غوری سلاطین

ساتواں حصہ:۔ سلجوقی اور خوارزم شاہی سلاطین

ان میں ساتویں حصہ یعنی "سلجوقی اور خوارزم شاہی سلاطین" تک کا ترجمہ تو حکیم احمد حسین الہ آبادی مرحوم کا موجود ہے۔ بقیہ حصے کے ترجمہ کی تکلیف جناب مولانا سید عبدالقدوس ہاشمی ندوی کو دی گئی جو نہ صرف مسلم قابلیت اور وسیع مطالعہ رکھتے ہیں بلکہ تاریخ اسلام کے بہت بڑے ماہر ہیں۔

ہم شکر ادا کرتے ہیں اس خدائے بے نیاز کا جو اپنے ایک ادنیٰ بندے سے بڑے سے بڑا کام لے سکتا ہے کہ اس نے اپنی توفیق و کرم سے ہمیں اس قابل بنایا کہ دنیا کی سب سے زیادہ مشہور و معروف کتاب تاریخ کو اعلیٰ درجہ کی کتابت اور طباعت کے بعد تمام صوری اور معنوی خوبیوں کے ساتھ اہل علم کی خدمت میں پیش کر سکیں۔

وما توفیقی الا باللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

از علامہ عبدالقدوس ہاشمی

نحمد اللہ الذی لا الٰہ الا ھو ونصلی علیٰ عبدہ و رسولہ الذی لا نبی بعدہ و علیٰ کل من اتبعہ من الصحابۃ ومن بعدھم الیٰ یوم القیامۃ

اس دنیا پر ذرا سا غور کیجئے تو صاف نظر آتا ہے کہ یہاں کی ہر چیز میں ہر لمحہ تغیر ہوتا رہتا ہے۔ چاہے وہ گلِ تر ہو یا خارِ خشک، چاہے وہ ریشم ہو یا فولاد، تغیر و تبدل سے آزادی کسے نصیب ہے۔ غرض یہ کہ:

ہر گھڑی منقلب زمانہ ہے
یہی دنیا کا کارخانہ ہے

ذرا اور زیادہ غور و فکر کریں تو یہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ تغیرات جو نہ صرف اجرام و اجسام میں رونما ہوتے ہیں بلکہ افکار میں، انسانی اجتماع میں، قوموں کے عروج و زوال میں، سب ہی جگہ ہوا کرتے ہیں، بڑی باقاعدگی کے ساتھ ایک کلی قانون کے ماتحت ہوتے رہتے ہیں۔ بڑی بڑی سلطنتیں قائم ہوتی ہیں۔ جاہ و جلال کے نقطۂ کمال پر پہنچ جاتی ہیں۔ اس کے بعد زوال آ جاتا ہے، اور رفتہ رفتہ بے نام و نشاں ہو جاتی ہیں۔ یہی حال صنایع، تجارت، اور علوم کے میدانوں میں دکھائی دیتا ہے۔ اور یہ بھی نظر آتا ہے کہ ہر عروج کے وقت ایک خاص صورت حال پیدا ہوتی ہے اور زوال کے وقت بالکل دوسری قسم کے حالات رونما ہوتے ہیں۔ تحریکات پیدا ہوتی ہیں اور بڑھتے بڑھتے ایک عظیم الشان قوت بن جاتی ہیں۔ پھر تغیر پیدا ہوتا ہے، اس تحریک کو چلانے والے سست پڑنے لگتے ہیں، انفرادی مفادات کو اجتماعی مفادات سے زیادہ اہمیت حاصل ہو جاتی ہے اور رفتہ رفتہ تحریک بے روح ہو جاتی ہے اور یہ سب

کچھ ایک کلی قانون کے بموجب ہوتا ہے۔

دنیا میں اسباب وعلل کا ایک باقاعدہ نظام قائم ہے۔ ہر حادثہ کسی پچھلے حادثہ کا اثر معلوم ہوتا ہے۔ اور ہر واقعہ آئندہ کے سلسلۂ واقعات پر اثر انداز دکھائی دیتا ہے۔

ان کلی قوانین کو جن کے بموجب حوادث وواقعات رونما ہوتے ہیں۔ اگر ہم سنت اللہ فی الارض کہیں تو یہ صحیح ترین تعبیر ہوگی۔ اسی سنۃ اللہ فی الارض کو حوادث وواقعات کی تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کا نام علم تاریخ ہے۔

تاریخ ہی ہمیں بتاتی ہے کہ کن وجوہ واسباب کی بنا پر ایک قوم ترقی کرتی ہے اور کس قسم کی کمزوریوں اور نقائص کے بعد کوئی قوم نکبت اور زبوں حالی میں گرفتار ہو جاتی ہے۔ ماضی پر گہری اور تفصیلی نظر ڈال کر ہم اپنے لئے آئندہ کا لائحہ عمل بنا سکتے ہیں۔ ان غلطیوں سے بچنے کی سعی کر سکتے ہیں جن کا نتیجہ تباہی وبربادی کی شکل میں ظاہر ہوتا رہا ہے اور اُن خوبیوں کے پیدا کرنے کی کوشش کر سکتے ہیں جن سے کسی قوم کو سربلندی حاصل ہوئی ہے۔

چونکہ تاریخ ہی کے ذریعہ ہمیں سنۃ اللہ فی الارض سے واقفیت حاصل ہوتی ہے اور یہ واقفیت ہمارے افکار واعمال پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اس لئے خدائے بزرگ و برتر اپنی مقدس کتاب قرآن حکیم میں لوگوں کو تاریخی واقعات کی طرف بار بار متوجہ کیا ہے۔ اور بار بار تاکید فرمائی ہے کہ حق کی تکذیب کرنے والوں کا کیا حال ہوا، اس پر غور کرو، اور حق کو قبول کرنے والوں کو کیسی کیسی سربلندیاں نصیب ہوئیں، ان کو سمجھو۔

تاریخ اسلام کے مطالعہ سے اور بہت سے فائدوں کے ساتھ ساتھ ایک عظیم الشان فائدہ ہمیں یہ بھی حاصل ہوتا ہے کہ تاریخ اسلام سے ہمارے ارادوں میں استواری اور ہمارے حوصلوں میں بلندی پیدا ہوتی ہے۔ ہم جب اپنی تاریخ کا کوئی ورق الٹتے ہیں تو مرحوم علامہ اقبالؔ کے یہ شعر ہمارے کانوں میں گونجنے لگتے ہیں۔

کبھی اے نوجواں مسلم تدبر بھی کیا تونے — وہ کیا تھا آسماں جس کا ہے تو ٹوٹا ہوا تارا
تجھے اس قوم نے پالا ہے آغوش محبت میں — کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاج سر دارا

اس سے انکار نہیں ہے کہ تاریخ اسلام میں غلط افکار اور غلط اعمال کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں، واماندگیوں اور کمزوریوں کے بہت نمونے بھی دکھائی دیتے ہیں، لیکن ان سب کے باوجود یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ یہ تمام خرابیاں ہمارے یہاں

دوسری قوموں سے بہت کم ہیں۔ اور اس کے برخلاف یہ صاف ظاہر ہے کہ ہم نے افکار انسانی کو بہت سی نعمتیں عطا کیں، انسانیت کو بحیثیت مجموعی بڑے عظیم الشان فائدے پہنچائے ہیں۔ علوم ہیں، صنائع ہیں، فلسفہ ہیں، عمرانیات ہیں اور خصوصیت کے ساتھ اجتماعی افکار میں مسلمانوں نے جو فائدہ بنی نوع انسان کو پہنچایا ہے وہ بے مثال ہے۔

ہم سے پہلے تھا عجب تیرے جہاں کا منظر
کہیں معبود تھے پتھر کہیں مسجود شجر

اور یہی نہیں معبود و مسجود میں غلط نگاہی قایم تھی، کہیں برگزیدہ نسل کا یہودی عقیدہ کام کر رہا تھا، اور کہیں نسلی امامت کا برہمنی ایمان، کہیں زردشتیوں کا نسلی دین تھا، اور کہیں مسیحیوں کا پیدائشی گنہگار اور کفارہ، بھلا اس طوفان غلط نگاہی میں مساوات نسلِ انسانی، اخوت عامہ اور انسان کے پیدائشی حقوق کا تصور پیدا ہی کیسے ہوتا۔ یہ احسان ہے اسلام کا کہ اس نے دنیا کو بہتر افکار مساوات اور اخوت کے عطا کئے اور بعد کے سیاسی و اجتماعی افکار کی عمارت ان ہی بنیادوں پر قایم کی جا سکی۔ اسی طرح عدل و انصاف میں تمام زرین اصول و افکار وہی ہیں جو اسلام نے دنیا کو عطا کئے ہیں۔

یہ صحیح ہے کہ اسلام کے زرین اصول سے سرتابی کی بنا پر خود مسلمانوں کو بُرے دن دیکھنے پڑے، اور یہی سنتہ اللہ فی الارض ہے، اللہ تعالیٰ ایسا صانع عالم نہیں ہے کہ اپنی مصنوعات سے بے واسطہ و بے خبر ہو کر بیٹھا رہے، وہ ہمیشہ اُن پر نظر رکھتا ہے، اور اپنی سنتہ جاریہ کے بموجب تغیر و تبدل کرتا رہتا ہے۔ اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے تاریخ اسلام کا بار بار گہری نظر سے مطالعہ ضروری ہے۔

یہ کتاب جو آپ کے سامنے ہے دنیا کے سب سے بڑے مورخ علامہ عبدالرحمٰن بن محمد بن خلدون المتولد ۷۳۲ھ والمتوفی ۸۰۸ھ کی معرکۃ الآرا، تاریخ عالم ہے۔ ابن خلدون دنیا میں وہ پہلا مورخ ہے جس نے فن عمرانیات کو ایک مستقل فن بنا دیا، جس نے فلسفۂ تاریخ کا ایک جدید فن پیدا کیا، جس نے تاریخ نویسی کے وہ بے مثال اصول وضع کئے جن پر آج تک دنیا کا ہر مورخ عمل پیرا ہے۔

یہ چند سطریں جو تاریخ ابن خلدون کے اُردو ترجمہ کے ساتھ شائع کی جا رہی ہیں یہ اس کتاب کا مقدمہ نہیں ہیں، مقدمہ تو خود علامہ ابن خلدون نے تقریباً چھ سو صفحات

کی ایک ضخیم جلد میں لکھا ہے، اس کا اُردو اور دوسری بہت سی زبانوں میں ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔ یہ مقدمہ خود اپنی جگہ پر ایک عدیم النظیر کتاب سمجھا جاتا ہے۔ یہ سطور محض پیش لفظ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اس پیش لفظ کے آخر میں علامہ ابن خلدون کا مختصر حال درج کر دیا جاتا ہے تاکہ ناظرین کتاب سے پہلے مصنف سے اچھی طرح واقف ہو جائیں۔

علامہ ابن خلدون

علامہ ابن خلدون کا نام عبدالرحمٰن بن محمد بن خلدون الحضرمی ہے۔ یہ تونس میں یکم رمضان المبارک ۷۳۲ھ مطابق ۲۷ مئی ۱۳۳۲ھ چہار شنبہ کے دن پیدا ہوا تھا۔ اس نے اپنی خود نوشت سوانح عمری میں لکھا ہے کہ اس کا نسب نامہ حضرت وائل الحضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے۔ حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں جب تونس کا علاقہ ممالک اسلامیہ میں شامل ہوا تو مجاہدین ایک جماعت کے ساتھ حضرت وائلؓ کے ایک پوتے حضرت خالد بن عثمان بھی بہ نیت جہاد تونس آئے اور یہیں رہ پڑے۔

اہل مغرب یعنی تونس و مراقش کے لوگ اپنے لب ولہجہ میں زید کو زیدون، اور بدر کو بدرون کر دیتے ہیں، اسی طرح انھوں نے خالد کو بھی خلدون کر دیا۔ ان ہی خالد بن عثمان کی اولاد ابن خلدون کے نام سے مشہور ہوئے۔ اور علم وسیاست میں اس خاندان نے بڑی شہرت حاصل کی۔ تونس، مراقش اور اندلس میں ابن زیدون، ابن بدرون، اور ابن حمدون کے خانوادوں سے زیادہ علمی شہرت ابن خلدون کے خاندان کے حصہ میں آئی۔

بیس سال کی عمر تک علامہ ابن خلدون نے اپنے وطن تونس ہی میں رہ کر علوم متداولہ میں کمال حاصل کیا، یہ زمانہ سلطان ابوالحسن کا ہے اور اس سلطان کی قدردانیوں نے اس زمانے میں بہت سے جلیل القدر علماء کو تونس میں جمع کر دیا تھا، جن سے علامہ ابن خلدون نے کسب کمال کیا، خوش قسمتی سے ابن خلدون کو محمد بن ابراہیم الابی اور قاضی عبدالمہیمن جیسے یگانہ روزگار سے استفادہ کا موقع مل گیا۔

ابن خلدون نہ صرف ایک بہت بڑا عالم تھا، ایک بہت ہی ذہین فقیہہ اور قانون داں تھا، بلکہ وہ ایک عظیم الشان سیاسی مبصر بھی تھا، اس کا تعلق تمام سلاطین کے ساتھ تھا، اور وہ سب بھی اس کے قدرداں تھے۔ اس نے کئی بار کامیاب سفارت

کی خدمت بھی انجام دی، مشیر سلطنت بھی رہا اور قاضی بھی، لیکن بالآخر وہ سیاسی زندگی سے اُکتا گیا۔ سلطان تلمسان کے پاس سے نکل کر قلعہ ابن سلامہ پہنچ گیا، یہ واقعہ ۷۷۵ھ کا ہے۔ جب کہ اس کی عمر ۴۲ سال ہو چکی تھی، اسی قلعہ میں بیٹھ کر اس نے اپنی یہ تاریخ اور اس کا بے مثال مقدمہ لکھا ہے۔

قلعۂ ابن سلامہ ایک صحرائی قلعہ ہے جو عریف کے شیوخ کی قیام گاہ تھا۔ شہر سے دور ایک پہاڑی پر واقع ہے۔ ویسے تو اس قلعہ کی کبھی کوئی اہمیت نہ تھی اور نہ آج ہے۔ لیکن اس قلعہ کو یہ فخر ضرور حاصل ہے کہ دنیا کے سب سے بڑے مورخ ابن خلدون نے یہیں رہ کر اپنی تاریخ لکھی ہے۔

قلعہ ابن سلامہ میں وہ بڑے سکون اور اطمینان کے ساتھ چار سال تک مقیم رہا اور اسی دوران میں اپنی مشہور تاریخ اور اس کا مقدمہ مرتب کیا۔ اپنی زندگی کی اس حالت کے بارے میں خود لکھتا ہے کہ

"میں نے تمام دنیا کے بکھیڑوں سے الگ ہو کر اس کتاب کی تالیف و تصنیف کا سلسلہ شروع کیا اور جس نئے اسلوب سے میں نے اس مقدمے کو تکمیل تک پہنچایا وہ اسی گوشہ نشین زندگی کی یادگار ہے"

کہا جاتا ہے کہ قلعہ ابن سلامہ میں ابن خلدون کا داخلہ دراصل اس کی سیاسی زندگی کا خاتمہ تھا۔ لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ سیاست کی جو خدمت اس نے اس قلعہ میں بیٹھ کر انجام دی تھی وہ دنیا بھر میں چل کر سیاسی مناصب کے حاصل کر لینے یا سیاسی تحریکات میں شریک و شامل رہنے سے زیادہ نتیجہ خیز ثابت ہوئی۔

۱۳۷۸ء میں ۲۶ برس کی جہاں گردی کے بعد جب ابن خلدون نے پھر اپنے وطن کو مراجعت کی تو اہل وطن نے اس کا پرجوش خیر مقدم کیا بادشاہ کی توجہ اور اس کے الطاف کی وجہ سے وہ پورے انہماک سے اپنی تاریخ مرتب کرنے میں مصروف ہو گیا۔

اس طرح ابن خلدون نے پھر چار سال اپنے وطن میں بسر کئے اور اسی عرصہ میں اپنی بے مثال تاریخ مکمل کی۔ اور درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ اب اس کی عمر ۵۰ سال کی ہو گئی تھی اس لئے فریضۂ حج ادا کرنے کے لئے مضطرب تھا۔

وہ تونس سے چلا لیکن مصر میں جہاں وہ صرف اسباب حج مہیا کرنے کے لئے ٹھہرا تھا۔

پورے ۲۴ برس گزر گئے۔ صورت یہ ہوئی کہ اس کی شہرت اس کے ورود سے پہلے ہی وہاں پہنچ چکی تھی۔ چنانچہ جیسے ہی وہ قاہرہ پہنچا طلبا اور ارباب علم نے اس کو گھیر لیا۔ تھوڑے ہی عرصے میں اس کے طریقۂ تدریس اور تفہیم کی سارے ملک میں دھوم مچ گئی۔ خود مصر کا سلطان ملک ظاہر بھی اس کی جانب متوجہ ہوا اور اس نیت سے کہ اس کا مستقل قیام مصر ہی میں رہے اس کے اہل و عیال کو تونس سے بلوایا۔ مگر ان کا جہاز سمندر میں غرق ہو گیا۔

ابن خلدون پر اس کا بہت اثر ہوا۔ لیکن اس کے اور زیادہ انہماک سے سلسلہ درس و تدریس جاری رکھا۔ سلطان ظاہر نے اسے قاضی القضاۃ مقرر کر دیا۔

مصر ہی کے قیام کے زمانے میں مختصر سے عرصے کے لئے بیت المقدس بیت الحم بیت الخلیل بھی گیا۔ ۱۴۰۰ء میں جب تیمور نے دمشق کا محاصرہ کیا تو سلطان مصر نے اپنے بیٹے کو ایک فوج دے کر مدافعت کے لئے بھیجا۔ ابن خلدون بھی اس کے ہمراہ دمشق گیا اور وہاں تیمور سے اس کی ملاقات ہوئی۔ ان تمام واقعات کو اس نے تفصیل کے ساتھ اپنی سوانح میں قلم بند کیا ہے۔ دمشق کے مرحلے کے بعد وہ قاہرہ آ گیا، اور یہیں رمضان ۸۰۸ھ مطابق فروری ۱۴۰۶ء اس کا انتقال ہو گیا۔

فہرست تاریخ ابن خلدون حصہ اول ۔ رسولؐ اور خلفائے رسولؐ

باب ۷
غزوہ خیبر ۷ھ

باب ۸
فتح مکہ ۸ھ

باب ۱۰

حجۃ الوداع اور وفات

باب ۱۱

حضرت ابوبکر صدیقؓ

۱۱ھ تا ۱۳ھ

باب ۱۳

باب ۱۹

دیباچہ

قبل اس کے معتبر و متستند تاریخ کتاب العبر و دیوان المبتدا و الخبر فی ایام العرب والعجم والبربر و من عاصرھم من ذوی السلطان الاکبر تالیف الشیخ الامام علامہ عبدالرحمٰن ابن خلدون مغربی (رحمۃ اللہ علیہ) کے ترجمہ کی دو جلدیں شائع ہو چکی ہیں اور یہ کتاب مذکور کے ترجمہ کی تیسری جلد ہے جس میں حالات و مذاہب عرب قبل از اسلام اور آنحضرت (صلعم) کی ولادت و تربیت و نبوت و معراج و ہجرت و بالترتیب سنہ وار غزوات کے تفصیلی حالات تا خلافت سیدنا ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) مندرج ہیں۔ اگرچہ علامہ مورخ نے اسلامی تاریخ کو بھی اور واقعات کی طرح کسی قدر اختصار کے ساتھ لکھا ہے۔ لیکن میں نے اُن کو بغرض انبساط قدردانان فن تاریخ نہایت بسط و تفصیل سے تحریر کیا ہے جس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ۴۸ صفحات کا ترجمہ ۲۵۲ صفحات میں کیا گیا ہے۔ زاد المعاد فی ہدی خیر العباد تالیف ابن قیم جوزی دمشقی، سیرۃ ابن ہشام، کامل ابن اثیر، ابوالفداء، فتوح البلدان وغیرہ سے میں نے اکثر مقامات پر مدد لی ہے۔

میں اس ترجمہ کو کسی رئیس یا امیر کی خدمت میں بہ نظر صلہ یا بخیال خوشامد نہیں پیش کرتا بلکہ نہایت ادب سے اپنے ذی علم و قدردانانِ فنِ تاریخ کے روبرو پیش کر کے امید رکھتا ہوں کہ محتشم الیہم میری حوصلہ افزائی کریں گے اور اللہ جل شانہ اس کو مقبولیت عامہ کا خلعت عنایت فرمائیگا وھو حسبی ونعم الوکیل۔

ماہ جمادی الثانی ۱۳۱۸ھ

احمد حسین غفر اللہ ذنوبہ وستر عیوبہ
الہ آباد

باب ۱

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم

زمانہ قبل از اسلام

اگرچہ قریش کو مکہ میں ایک گونہ حکومت حاصل ہوگئی اور قبایل مضر اطراف و جوانب ممالک شام و عراق میں اور کچھ حجاز میں بھی منتشر و متفرق ہو گئے اور بعض اُن میں سے بادیہ نشین وخانہ بدوش ہو گئے اور بعض اسباب عشرت اور سامان تمدن کے فراہمی میں مصروف ہوئے۔ کبھی یہ فارس و روم سے عراق و شام کے میدانوں میں لڑتے نظر آتے تھے اور گاہے اپنے حدود کی حفاظت کی غرض سے اپنی قوم کو جمع کر کے اہل عراق و شام سے برسر مقابلہ دکھائی دیتے تھے۔ ان لڑائیوں اور خون ریزی میں کبھی یہ مغلوب ہو کر خراج گذاری پر مجبور ہو جاتے تھے۔ لیکن جب کبھی پھر کوئی موقع ہاتھ آجاتا تھا تو خراج گزاری اور اطاعت شاہی سے منحرف ہو کر مخالفت کر بیٹھتے تھے الغرض ٹھنڈے کلیجے نہ یہ خود پانی پیتے تھے اور نہ پینے دیتے تھے، ہمیشہ شاہان عراق و شام کو استیصال فساد واطفاء نایرہ فتنہ میں مصروف رہنا پڑتا تھا ان کل امور میں قبایل مضر۔ ملوک کندہ۔ بنو حجر آکل المرار کی طرف رجوع کرتے تھے اُس زمانہ سے کہ تبع حسان نے ان کو اپنا گورنر مقرر کیا تھا۔

درحقیقت عرب میں کوئی خاص حکومت نہ تھی ہاں آل منذر شاہان فارس کی طرف سے حیرہ میں اور روم کی جانب سے شام میں آل جھینہ اور مضر و حجاز پر بنو حجر آکل المرار حکمرانی کر رہے تھے قبائل مضر بلکہ کل عرب (بلا استثناء کسی قوم کے) بت پرست۔ ملحد۔ قاطع الرحم۔ اللہ کے ذکر سے رو گردانی کرنے والے ٹوٹکے شگون کے لینے والے۔ ستاروں اور پتھروں کے پوجنے والے تھے۔ گوہ۔ بچھو۔ سانپ اور مُردہ جانوروں کو کھاتے تھے قحط و خشک سالی میں اونٹوں کو زخمی کر کے اُن کا خون پیا کرتے تھے۔ اونٹ کا گوشت عمدہ غذاؤں میں سے تھا اور بڑی عزت اُن کی اس میں تھی کہ وہ ملوک آل منذر، آل جھینہ، بنو جعفر کے پاس وفود ہو کر جاتے تھے تھوڑی تھوڑی باتوں پر لڑ جانا اور ایک مدت تک اُس لڑائی کا جاری رکھنا اُن کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ قتل و غارت رہزنی و غارت گری روزمرہ کی باتیں تھیں قماربازی

ان کا ہر دل عزیز کھیل تھا۔ بدکاری سے نفرت نہ تھی شراب نوشی وعرقیات نُکّشی پینے کا از حد شوق تھا پس جب اللہ جل شانہ نے اس جاہل اَن پڑھ قوم کے ظہور و غلبہ کا حکم صادر فرمایا اور اُن کے ایام نحس کو اچھے دِنوں سے بدلنا چاہا اور اُن میں بجائے بُت پرستی والحاد کے توحید و اسلام پھیلانے کا قصد کیا تو اُس مقلب القلوب فعّال لِمَا یرید نے اُن کو خیر و اصلاح کی طرف مائل کر دیا ان کے بُرے افعال کو عمدہ عادات سے، ذلّت کو عزت سے، شر کو خیر سے، گمراہی کو ہدایت سے، نافرمانی کو اطاعت سے، تنگی کو خوش حالی سے، مفلسی وگدائی کو حکومت و سرداری سے، قطع رحم و عداوت کو صلہ رحم و محبت سے بدل دیا۔ سچ ہے جب اللہ تعالیٰ کسی کام کے کرنے کا قصد کرتا ہے تو پہلے اُس کے اسباب مہیا کر دیتا ہے چنانچہ کسی قدر اُن میں تمدّنی حالت قبل از اسلام پیدا ہو چلی تھی اُن میں خودداری کا مادہ پیدا ہو گیا تھا۔ حق شناسی کی طرف مائل ہو چلے تھے۔ عرب کو فارس کے مقابلہ میں واقعہ مشہورہ ذیقار میں کامیابی حاصل ہو گئی تھی جس کی خبر آنحضرت صلعم نے اپنے اصحابؓ کو دی تھی اور یہ ارشاد فرمایا تھا "الیوم انتصفت العرب من العجم ولی نصروا" حاجب بن زرارہ (قبیلہ بنو تمیم سے) کسریٰ فارس کے پاس وفد کی شکل میں گیا اور اُس سے امداد کا خواستگار ہوا جب اُس نے حسب عادت قدیمہ استرہان سے کہا تو حاجب بن زرآرہ نے ازراہ نخوت و تکبر اپنے لڑکے کے استرہان سے روگردانی کی اور اپنی قوس (کمان) اُس کو دیدی۔

حلفِ فضول انھیں واقعات کے دوران عرب اپنی عزت و عظمت کے لئے لڑتے بھی جاتے تھے قریش کو ان سب باتوں میں اور اقوام عرب سے ایک مسلّم فضیلت حاصل ہو گئی تھی صلاحیت اور خلق اللہ کی آسائش کا زیادہ خیال پیدا ہو گیا تھا بنو ہاشم۔ بنو مطلب۔ بنو اسد بن عبدالعزیٰ۔ بنو زہرہ۔ بنو تمیم نے جمع ہو کر باہم یہ عہد و اقرار کیا کہ مکہ میں جو مظلوم آئے خواہ اُس کے خاندان والوں نے یا کسی غیر نے ظلم کیا ہو اُس کی مدد کی جائے اور ظالم کے مخالف ہو کر مظلوم کو اچھا بدلہ دلائیں قریش نے اس حلف کو حلفِ فضول کے نام سے موسوم کیا۔

بُت پرستی سے نفرت اقوام عرب کے دلوں میں دین کی تلاش کا شوق جاگزیں ہوا اور بت پرستی و الحاد سے ایک گونہ نفرت ہو چلی تا آنکہ ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ اور عثمان بن الحویرث بن اسد اور زید بن عمرو بن نفیل عم عمر بن الخطابؓ (بنو عدی بن کعب سے) اور عبید اللہ بن حجش (بنو اسد بن خزیمہ سے) ایک جلسہ میں جمع ہوئے اور پتھروں اور بتوں کی پرستش سے بیزاری ظاہر کر کے اقوام عرب کے سمجھانے اور ان کو دین ابراہیمیؑ کے سکھانے پر آمادہ ہوئے۔ اس

جستجو و فکر میں ورقہ بن نوفل نہایت استقلال سے نصرانی ہوگیا اور اہل کتاب سے ان کی کتابیں پڑھیں اور عبید اللہ بن جحش اپنے خیال پر قائم رہا تا آنکہ اسلام کا دور آیا اور یہ بھی مسلمان ہوا حبشہ کی طرف ہجرت کی لیکن وہاں جاکر نصرانی ہوگیا اور اسی حالت میں مرگیا۔ عثمان بن الحویرث اتفاق وقت سے قیصر روم کے پاس گیا۔ نصرانی ہوا۔ اس کی عزت وقدر کی گئی۔ زید بن عمرو کا یہ حال ہوا کہ اس نے نہ تو کسی دین کو قبول کیا اور نہ یہود و نصاریٰ کی کسی کتاب کا اتباع کیا، بت پرستی چھوڑ دی، مردہ جانوروں اور خون کو اپنے پر حرام کرلیا۔ قطع رحم اور خوں ریزی سے کنارہ کش ہوگیا جب کوئی اس سے کچھ پوچھتا تھا تو یہ کہتا تھا۔ "اعبدُ ربّ ابراھیم" (یعنی میں ابراہیم کے خدا کی پرستش کرتا ہوں) بتوں کی برائیاں بیان کرتا اور اپنی قوم کو نصیحت و ملامت کرتا تھا جوش میں آکر یہ کہہ اٹھتا تھا "اللھم لوانی اعلم ای الوجوہ احب الیک لعبدتک ولکن لا اعلم یعنی (اے خدا اگر میں اس طریقہ کو جانتا جو تیرے نزدیک محبوب تر ہے تو میں اسی طریقہ سے پرستش کرتا لیکن میں اس سے بے خبر ہوں)

نبیؐ کے ظہور کی پیشین گوئی

اس کے بعد کاہنوں اور منجموں نے قبل از نبوت یہ کہنا شروع کیا کہ عنقریب عرب میں ایک نبی ہونے والا ہے اور اس کی حکومت بہت جلد ظاہر ہوا چاہتی ہے اس طرح اہل کتاب یہود و نصاریٰ توریت و انجیل کی بشارتیں دیکھ دیکھ کر آنحضرتؐ کی نبوت کی خبر دینے لگے اور اللہ تعالیٰ بھی اپنی نشانیاں ظاہر کرنے لگا۔ اصحاب فیل کا شکست کھانا اور ان کا ہلاک ہونا منجملہ ارہاصات نبوت تھا۔ بعد ازاں حبشہ کی حکومت یمن سے سیف بن ذی یزن کے ہاتھوں ختم ہوگئی۔ اور سیف بن ذی یزن (یادگار ملوک تبابعہ) تخت حکومت یمن پر جانشین ہوا عبدالمطلب اور اکثر روسا مکہ وفد ہوکر سیف بن ذی یزن کو مبارکباد دینے آئے۔ سیف بن ذی یزن نے عرب میں نبیؐ کے ظاہر ہونے کی خبر دی اور عبدالمطلب کو بالخصوص یہ خوش خبری سنائی کہ وہ جلیل القدر نبیؐ تمہاری اولاد میں ہوگا یہ واقعہ سن کر اکثر روسا عرب کو یہ شبہ پیدا ہوا کہ وہ عظیم الشان نبیؐ ان میں سے ہوگا۔ چنانچہ بعض بعض شرفاء عرب اہل کتاب کے مشائخ اور علماء کے پاس گئے اور دریافت کیا۔ مثلاً امیہ بن ابی الصلت ابوسفیان بن حرب کے ساتھ شام کی طرف گئے تھے انھوں نے (یہ خیال کرکے کہ وہ نبی شاید میں ہی ہوں) کسی رہبان سے دریافت کیا تھا یا ان کو یہ خیال گزرا ہو کہ عجب نہیں نبوت بنو عبد مناف میں ہو لیکن ان کے خلاف امید جواب دیا گیا۔ انھیں ایام میں رجم شیاطین بھی ہوا اور وہ زمانہ آگیا کہ اظہار نبوت سے کفر کی ظلمت دور کی جائے۔

دور جہالت میں عرب میں مذاہب

(مترجم) اسلام سے پہلے عرب جاہلیت کے حالات پر غور کرنے

ولادت نبویؐ جمہور مورخین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ عبداللہ ابن عبدالمطلب کے انتقال کے چند

سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مختلف مذاہب اور اعتقاد کے تھے بعض اُن میں سے بُت پرست، بعض خدا پرست، بعض لامذہب اور بعض صابئی بعض یہودی، بعض عیسائی تھے۔ بُت پرستی، عرب کے قدیم باشندوں میں بھی پائی جاتی ہے عاد۔ ثمود۔ جدیس۔ جرہم اولیٰ۔ عملیق اول وغیرہ بتوں کی پرستش کرتے تھے۔ لیکن ان کے تفصیلی حالات بُعدِ زمانہ کی وجہ سے ہم کو نہیں مل سکتے۔ باقی رہے عرب عاربہ اور عرب مستعربہ ان کے بت دو قسم کے تھے ایک ملائک اور ارواح اور غیر محسوس طاقتوں سے نسبت رکھتے تھے اور یہ اُن کو مؤنث خیال کرتے تھے اور دوسری قسم کے وہ تھے جو نامی اشخاص نے اپنے عمدہ کاموں سے شہرت حاصل کر لی تھی یہ گروہ باوجود بُت پرستی کے ان کو معبودِ مطلق نہ جانتا تھا، بلکہ ان کا یہ اعتقاد تھا کہ دنیاوی اختیارات ان کو کل حاصل ہیں اور عقبیٰ کی نسبت ان کا یہ خیال تھا کہ وہ اصنام جن کی وہ پرستش کرتے تھے۔ خدائے تعالیٰ سے ان کے گناہوں کو معاف کرا دیں گے۔ وہ اصنام جن کی تمام عرب جاہلیت پرستش کر رہا تھا اُن کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) ہُبَل یہ بہت بڑا بُت تھا اور خانہ کعبہ پر رکھا ہوا تھا (۲) ودّ یہ بُت قبیلہ بنو کلب کا معبود تھا۔ (۳) سواع۔ قبیلہ بنو مذحج کا یہ بُت تھا (۴) یغوث یہ بت قبیلہ بنو مراد کا تھا۔ (۵) یعوق کی پرستش بنو ہمدان کرتے تھے (۶) نسر یعق کے قبیلہ بنو حمیر کا معبود تھا (۷) عزّیٰ قبیلہ بنو غطفان کا بُت تھا۔ (۸) لات (۹) منات ان دونوں بتوں کی پرستش تمام عرب کرتے تھے (۱۰) دوار یہ نوجوان عورتوں کا معبود تھا (۱۱) اساف یہ کوہ صفا پر تھا (۱۲) نائلہ کوہ مروہ پر تھا۔ ان دونوں بتوں پر قربانیاں کی جاتی تھیں (۱۳) عبعب اس پر اونٹوں کی قربانی کی جاتی تھی (۱۴) کعبہ کے اندر حضرت ابراہیمؑ کی تصویر تھی اور اُن کے ہاتھ میں استخارے کے تیر تھے جو ازلام کہلاتے تھے اور ایک بھیڑ کا بچہ اُن کے قریب کھڑا تھا اور حضرت اسمٰعیلؑ کی مورت خانہ کعبہ میں رکھی ہوئی تھی (۱۵) حضرت مریمؑ اور حضرت عیسٰیؑ کی بھی تصویریں اور مورتیں خانہ کعبہ میں موجود تھیں ودّ اور یغوث اور یعوق اور نسر ایام جاہلیت کے مشہور لوگوں میں سے تھے جن کی تصویریں پتھروں پر منقش کر کے بطور یادگار کعبہ کے اندر رکھ دیا تھا پھر ایک مدت کے بعد ان کو رتبہ معبودیت دے کر ان کی پرستش کرنے لگے۔

دین حنیف خدا پرستی بھی کسی قدر عرب جاہلیت میں تھی اور یہ دو قسم پر تھی۔ ایک تو ایک غیر معلوم اور پوشیدہ قدرت کو جس کو وہ اپنے وجود کا خالق قرار دیتے اور مانتے تھے لیکن اور باقی

مہینے ۱۲ ربیع الاول کو عام الفیل کے پہلے برس (یعنی ابرہہ کی چڑھائی کے پچپن روز بعد) ۵۷۰ء

خیالات ان کے لامذہبی کی طرف زیادہ مائل تھے اور دوسرا گروہ خدا کو برحق جانتا تھا۔ قیامت، نجات، حشر، بقائے روح اور اس کے جزا و سزا کا قائل تھا۔

لامذہب | عرب جاہلیت میں لامذہبی کا بھی زور و شور پایا جاتا تھا جو نہ تو بت پرست تھے اور نہ کسی کتاب اور الہامی مذہب کے پابند تھے وہ خدا اور حشر کے منکر تھے اسی وجہ سے جزا اور سزا کے بھی قایل نہ تھے وہ دنیا کو ازلی ابدی قرار دیتے تھے۔

صابئی مذہب | صابئی مذہب والے یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ ہمارا الہامی مذہب ہے اور ہم حضرت شیث اور حضرت اخنوخ یعنی ادریس کے پیرو ہیں ان کے یہاں سات وقتوں کی نمازیں اور ایک قمری مہینہ کا روزہ تھا یہ جنازہ کی نماز پڑھتے تھے ان حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید ان کا یہ دعویٰ صحیح ہو لیکن یہ عیب ان میں آگیا تھا کہ سبع سیارہ (ساتوں ستاروں) کی پرستش کرتے تھے باایں ہمہ خانہ کعبہ کی بڑی عظمت کرتے تھے۔

یہودی مذہب | یہودی مذہب عرب میں پنتیسویں صدی دنیوی (مطابق پانچویں صدی قبل مسیح) ہنگامہ بخت نصر میں آیا چند دنوں کے بعد یہودیوں کو ایک گونہ اطمینان حاصل ہو گیا تو انھوں نے اپنے مذہب کو پھیلانا شروع کر دیا۔ یہاں تک رفتہ رفتہ ۳۶۵۰ھ دنیوی مطابق ۳۵۴ھ قبل مسیح میں ذو نواس حمیری بادشاہ یمن یہودی ہو گیا اور اس سے عرب میں یہودیت کو بہت بڑی ترقی ہوئی۔

عیسوی مذہب | تیسری صدی عیسوی میں عیسوی مذہب نے عرب میں دخل پایا جبکہ مشرقی کلیسا میں خرابیاں اور بدعتیں رفتہ رفتہ رواج پذیر ہو گئی تھیں۔ عام مورخین کہتے ہیں کہ یہ زمانہ ذو نواس کا تھا لیکن میں اس سے اتفاق نہیں کرتا کیونکہ وہ تقریباً چھ سو برس پیشتر گزر چکا تھا اس مذہب کا شیوع زیادہ نجران میں ہوا اور عرب میں اس نے کچھ زیادہ رواج نہیں پایا البتہ بنو ربیعہ و غسان اور بعض قضاعہ میں عیسائیت پھیلی ہوئی تھی علاوہ ان کے بنو تمیم مجوسی اور اکثر قریش زندقہ تھے۔ واللہ اعلم۔ انتہیٰ کلام المترجم

ف **سنِ ولادت میں اختلاف** | مورخین میں اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ عام الفیل کس سنہ عیسوی میں واقع ہوا تھا۔ لیکن مابعد کے واقعات کے مطالعہ سے محقق امر یہی قرار پاتا ہے کہ عام الفیل ۵۷۰ء سے مطابق ہے کیونکہ جمہور مورخین بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے ۶۲۲ء میں مکہ سے مدینہ کو نزول وحی سے تیرہ برس بعد ہجرت کی تھی اور وحی چالیس برس کی عمر میں نازل ہوئی

جلوس کسریٰ انوشیروان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ عبدالمطلب بن ہاشم نے من جانب اللہ تعالیٰ آپ کی کفالت و پرورش کی قبیلہ سعد بنو ہوازن اور بنو نصر بن سعد میں آپ کا زمانہ رضاعت تمام ہوا حلیمہ بنت ابی ذویب عبداللہ ابن الحرث بن شحنہ بن زراح بن ناصرہ بن خصفہ بن قیس نے دودھ پلایا۔ جب آنحضرت صلعم کا سن مبارک چار سال کا ہوا، اس وقت آپ اپنے رضاعی بھائیوں کے ہمراہ بکریوں کے چرانے کے لئے جانے لگے۔ دو فرشتوں نے آکر آپ کا شکم مبارک چاک[۲] کر کے

(بقیہ نوٹ صد ۳۲) نازل ہوئی تھی۔ پس جب ان سنوں کو ہم جمع کریں گے تو ترپّن سال قمری برآمد ہوتے ہیں اور جب شمسی سال کی تطبیق کی غرض سے اس مدت میں سے ایک برس منہا کیا جائے گا تو باون برس باقی رہ جائیں گے اور پھر جب ان باون کو چھ سو باتیس میں سے منہا کر دیا جائے تو پانچ سو ستر باقی رہ جاتے ہیں۔ پس اس حساب سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کی ولادت ۵۷۰ء میں ہوئی تھی اور اسی سنہ میں عام الفیل بھی ہوا تھا کیونکہ مورخین کا اس امر میں اتفاق ہے کہ آپ عام الفیل کے پہلے برس میں پیدا ہوئے تھے واللہ اعلم۔

[۱] بچپن کا زمانہ | ابتدائً بعد ولادت چند روز تک ثویبہ نے آنحضرت صلعم کو دودھ پلایا جو ابولہب بن عبدالمطلب کی آزاد کی ہوئی لونڈی تھیں۔ آنحضرت صلعم کے چچا حمزہؓ کو بھی اسی ثویبہ نے دودھ پلایا تھا اس سبب سے حمزہؓ و مسروق ابن ثویبہ آنحضرتؐ کے رضاعی بھائی تھے عبدالمطلب نے آپ کا نام محمدؐ رکھا اور بی بی آمنہ نے احمدؐ کے نام سے موسوم کیا اس وجہ سے کہ بی بی آمنہ نے خواب میں ایک فرشتہ کو دیکھا تھا جس نے کہا تھا کہ آپ کا نام احمد رکھنا۔ ولادت کے ساتویں روز عبدالمطلب نے قربانی کی اور تمام قبائل قریش کی دعوت کی۔ آٹھویں روز حسب دستور شرفاء عرب، دودھ پلانے کی غرض سے آپ کو حلیمہ سعدیہ کے سپرد کر دیا وہ آپ کو اپنے گھر لے گئیں۔ ہر چھٹے چھینے آپ کو لاکر آپ کی والدہ اور دیگر اقربا کو دکھا جاتی تھیں۔ جب آپ دو برس کے ہوئے تو آپ کا دودھ چھڑایا گیا لیکن بی بی آمنہ نے بخیال مخالف آب و ہوا آپ کو پھر حلیمہ سعدیہ کے سپرد کر دیا تھا چار برس کی عمر تک آپ اُن کے پاس رہے۔ اس اثنا میں حلیمہ سعدیہ ہر چھٹے چھینے آپ کو آپ کی والدہ و اقربا سے ملا جاتی تھیں۔ اس کے بعد بی بی آمنہ نے آپ کو اپنے پاس رکھ لیا۔ جب آپ کی عمر چھ برس کی ہوئی تو بی بی آمنہ آپ کو لے کر مدینہ منورہ گئیں، واپسی کے وقت مقام ابواء میں بی بی آمنہ کا انتقال ہو گیا آنحضرت صلعم مکہ میں پہنچ کر اپنے دادا عبدالمطلب کے سایۂ عاطفت میں پرورش پانے لگے

[۲] شق صدر کا واقعہ | علماء سیر اس واقعہ کو شق صدر کے نام سے یاد کرتے ہیں اسباب میں بعض معتبر کتابوں میں بھی روایتیں نقل کی جاتی ہیں۔ لیکن وہ ایسی مختلف ہیں کہ جن کی مطابقت کسی قدر مشکل نظر آتی (صد ۳۴ پر)

قلب کو نکالا اور اُس سے ایک سیاہ نقطہ صاف کرکے قلب کو اور آنتوں کو برف سے دھویا جس وقت اس واقعہ کی اطلاع حلیمہ بنت ابی ذوئیب کو ہوئی تو وہ اس خوف سے کہ مبادا اور کوئی صدمہ

(بقیہ نوٹ صـ۳۳ سے آگے) آتی ہے قرآن مجید سے اس کی حقیقت اور اصلیت کا پتہ نہیں لگتا۔ البتہ شرح صدر کا قرآن مجید کے پارہ عم سورہ انشراح کی آیت اول الم نشرح لک صدرک (کیا ہم نے تیرے لئے سینہ کو نہیں کھول دیا ہے) سے ثابت ہو سکتا ہے۔ ممکن ہے کہ ایک مدت کے بعد لوگ "شرح صدر" کو "شق صدر" کہنے لگے ہوں، لیکن قرآن مجید سے اس کی اصلیت اور حقیقت کی تصدیق نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ واقعہ سراسر غلط ہے، کیونکہ قرآن مجید احکام الٰہی کی کتاب ہے نہ کہ آنحضرت صلعم کی بالکل سوانح عمری ہے۔ ہشامی نے ایک مقام پر حلیمہ سے واقعہ شق صدر کو اس طرح پر نقل کیا ہے کہ ایک روز آنحضرت صلعم اپنے رضاعی بھائی اور بہن کے ساتھ گھر کے قریب مویشی چراتے گئے تو وہ دونوں دفعتہً میرے پاس روتے دوڑتے ہوئے آئے اور یہ بیان کیا کہ دو سفید پوش آدمی ہمارے قریشی بھائی کو پکڑ کر لے گئے اور ان کا سینہ چاک کر ڈالا۔ میں اور میرے شوہر اس مقام پر گئے دیکھا کہ آنحضرت صلعم کا رنگ مارے خوف کے فق تھا۔ میں نے ان کو اپنے گلے سے لگا لیا اُن سے اضطرار کا باعث دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ دو سفید پوش آدمی میرے پاس آئے اور مجھکو چت لٹا کر میرا دل چیرا اور اُس میں سے کوئی چیز نکال لی۔ لیکن مجھے یہ معلوم نہیں کہ وہ کیا چیز تھی؛ مسلم میں حضرت انس ابن مالک سے روایت نقل ہے کہ ایک روز جب کہ آنحضرت صلعم لڑکوں کے ساتھ مکہ میں کھیل رہے تھے کہ حضرت جبرئیلؑ اُن کے پاس آئے اور اُن کا دل چیرا اور ایک قطرہ نکال کر کہا کہ یہ حصہ شیطان کا تھا۔ اس کے بعد اُس کو سونے کے طشت میں آب زمزم سے دھویا اور پھر اس کو بجنسہ وہ جہاں رکھا ہوا تھا رکھ دیا۔ لڑکے یہ واقعہ دیکھ کر زہیرہ آنحضرتؐ کی کھلائی کے پاس بھاگ کر آئے اور کہا کہ محمد (صلعم) کو ایک آدمی نے مار ڈالا۔ وہ فوراً آپ کے پاس آئیں تو حضور کا رنگ فق پایا (انس کہتے ہیں کہ) سیونُ کا نشان جو آپ کے سینہ پر تھا میں نے بچشم خود دیکھا ہے۔ ان دونوں روایتوں میں مطابقت نہیں معلوم ہوتی۔ پہلی روایت اس امر کو ثابت کرتی ہے کہ شق صدر مکہ کے باہر حلیمہ کے مکان کے قریب ہوا، اور دوسری روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ مکہ میں واقعہ ہوا ہے اور پھر ایک میں سونے کے طشت اور آب زمزم کا ذکر ہے اور ایک میں اس کا کچھ تذکرہ نہیں ہے۔ پھر انہیں حضرت انس بن مالک نے ایک دوسری روایت میں شق صدر (باقی صـ۳۵ پر)

یا واقعہ پیش نہ آئے آپ کو بی بی آمنہ کے پاس لائیں اور واقعہ شق صدر سے مطلع کیا۔ بی بی آمنہؓ نے کہا کہ تم ان کو واپس لے جاؤ یہاں کی آب و ہوا ان کے مزاج کے موافق نہ ہوگی۔ میں اس واقعہ سے مطلق ہراساں نہیں ہوتی۔ اللہ جل شانہ نے ان کو بہت سی کرامتیں مرحمت فرمائی ہیں۔

رسول اکرمؐ کی ابتدائی زندگی

بعدازاں جب آپ کی عمر چھ برس کی ہوئی تو بی بی آمنہؓ آپ کو مدینہ منورہ اپنے اعزہ اور اقربا سے ملانے کے لئے لے گئیں، واپسی میں مقام ابواء میں بی بی آمنہؓ کا انتقال ہو گیا اور جب آپ آٹھ برس کے ہوئے تو آپ کے دادا عبدالمطلب بن ہاشم فوت ہو گئے۔ بوقت وفات عبدالمطلب نے آپ کو پرورش و تربیت کی غرض سے اپنے لڑکے ابوطالب کے سپرد کیا۔ ابوطالب نے نہایت شفقت و محبت پدری کے ساتھ آپ کو پرورش کیا اور مثل مہربان پدر کے آپ کی خبر گیری کرتے رہے۔ زمانہ رضاعت و طفولیت سے ہی آپ کی حالت عجیب تھی عربوں کی جاہلیت سے آپ بالکل بیزار تھے۔ لڑکوں کے ساتھ نہیں کھیلتے تھے۔ خلوت کو زیادہ پسند کرتے تھے۔ اللہ جل شانہ نے آپ کو ہر خصائل رذیلہ و عادات خبیثہ سے اپنے حفظ و امان میں رکھا۔

شام کا سفر

جب آپ نے بارہ برس کے ہو کر تیرھویں سال میں قدم رکھا تو ابوطالب کے ہمراہ شام کی طرف سفر کیا۔ بصرے کے قریب بحیرہ راہب کے صومعہ کے پاس سے ہو کر گذرے بحیرہ راہب نے آپ میں آثار نبوت دیکھ کر اپنی قوم کو طلب کیا اور آپ کی نبوت سے ان کو مطلع کیا۔ جس کا قصہ کتب سیر میں موجود و مشہور ہے۔ پھر دوبارہ آپ حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰؓ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ کا تجارتی سامان لے کر ان کے غلام میسرہ کے ہمراہ شام تشریف لے گئے۔ نسطورا راہب کی طرف جس وقت آپ کا گذر ہوا اس نے آپ میں نشان نبوت دیکھ کر میسرہ کو آپ کے حالات سے آگاہ کیا۔ اس نے واپسی پر حضرت خدیجہؓ کو کل واقعات سے آگاہ کیا۔ حضرت خدیجہؓ نے یہ سن کر خود کو آپ کی زوجیت میں دینے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۴) کا واقعہ شب معراج میں بیان کیا ہے۔ یہ زمانہ اس زمانہ سے جو اس روایت میں ہے بالکل مختلف ہے۔ ممکن ہے کہ حضرت انس کے بعد کے راوی نے اس روایت میں سے جو انس کی معراج سے متعلق ہے۔ ایک ٹکڑا کاٹ کر علیحدہ بیان کر دیا ہو۔ علاوہ اس کے انس خود بوقت وقوع اس واقعہ کے موجود نہ تھے اور نہ انھوں نے ان راویوں کے نام بیان کئے جن کے ذریعہ سے ان کو یہ روایت پہنچی۔ بہر کیف علاوہ ان دو بزرگوں کے اور علماء نے بھی اپنی اپنی کتابوں میں اس واقعہ کو مختلف طریقوں سے لکھا ہے۔ فمن شاء فلیرجع الیہا۔

حضرت خدیجہؓ سے عقد

ابو طالب بن عبد المطلب حضرت خدیجہؓ کے باپ کے پاس آئے اور آپؐ کی منگنی بی بی خدیجہؓ سے کر کے رؤسا، قریش کی موجودگی میں عقد کی رسم ادا کر دی اور محفل عقد کی رسومات سے فارغ ہو کر حضرت ابو طالب نے ذیل کا خطبہ[1] پڑھا۔ "الحمد للہ الذی جعلنا من ذریۃ ابراھیم وزرع اسمٰعیل وضئضئ معد وعنصر مضر وجعل لنا بیتا محجوجا وحرما آمنا وجعلنا امناء بیتہ وسواس حرمہ وجعلنا الحکام علی الناس ان ابن اخی محمد بن عبد اللہ من قد علمتم قرابتہ وھو لا یوزن باحد الا رجح بہ فان کان فی المال قل فان المال ظل زائل

وقد خطب خدیجۃ بنت خویلد وبذل لھا من الصداق ما عاجلہ و آجلہ من مالی کذا وکذا وھو واللہ بعد ھذا لہ نبأ عظیم وخطر جلیل"۔ یعنی تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔ جس نے ہمارے لئے ایک گھر بنایا جس کا حج کیا جاتا ہے اور امن و احترام والا بنایا اور ہم کو اپنے گھر کا محافظ اور اپنے حرم کی خیر خبر لینے والا مقرر کیا اور ہمیں لوگوں پر حاکم بنایا۔ بلاشبہ تمھیں میرے بھتیجے محمدؐ بن عبد اللہ کی رشتے داری معلوم ہے۔ ان کا جس کے ساتھ مقابلہ کیا جائے گا اسی سے بازی لے جائیں گے۔ اگر ان کے پاس مال کم ہے تو کیا ہے۔ مال تو چلتی پھرتی چھاؤں ہے۔ محمدؐ نے خدیجہؓ بنت خویلد کو پیام دیا اور میرے مال سے اتنا مہر معجل اور مؤجل منظور کیا ہے۔ یقین ہے کہ چند دنوں کے بعد اُن کی حالت اچھی ہو جائے گی اور ان کا نام چمک اٹھے گا۔ آنحضرت (صلعم) کا سنِ مبارک اس وقت پچیس[۲۵] برس کا تھا اور عقد آپ کا فجار کے پندرہ[۲] برس بعد ہوا۔

تعمیر کعبہ

جب آپ پینتیس برس کے ہوئے تو قریش نے جمع ہو کر کعبہ کو منہدم کر کے از سر نو بنانا شروع کیا جس وقت حجر اسود کے رکھنے کی نوبت آئی تو آپس میں سب لڑنے لگے، ہر شخص یہ چاہتا تھا

---

[1] اس خطبہ کی نسبت نقادین فن تاریخ کا یہ خیال ہے کہ یہ خطبہ ابو طالب کا نہیں ہے بلکہ الحاقی ہے۔ کیونکہ اولاً عرب جاہلیت کا یہ دستور نہ تھا بلکہ وہ اکثر اور ہمیشہ یوں کہا کرتے تھے کہ ہم ایسے ہیں ہم ایسے ہیں۔ ہم میں یہ شرافت ہے یہ بزرگی ہے ثانیاً عرب میں سب سے پہلے کلام کو الحمد سے ابتدا کرنے کا طریقہ آنحضرت (صلعم) نے جاری فرمایا ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آنحضرت سے پہلے الحمد یا اللہ کا لفظ موجود نہ تھا بلکہ مقصود یہ ہے کہ یہ طریقہ جاری کیا ہوا آنحضرت صلعم کا ہے کہ سب سے پہلے خدا کی تعریف کی جائے اور اس کے احسانات کا ذکر کیا جائے ثالثاً عرب جاہلیت اور اس وقت تک عرب میں مہر مؤجل کا رواج نہیں ہے پھر اس کے کیا معنی کہ اس نے میرے مال سے اس قدر مہر معجل اور اس قدر مہر مؤجل ادا کیا ہے۔

کہ حجر اسود کو میں اپنے ہاتھ سے رکھوں۔ رفتہ رفتہ یہ جھگڑا اس قدر طول پکڑ گیا کہ بنو عبدالدار مرنے اور مارنے پر قسم کھا بیٹھے۔ پھر کچھ سوچ سمجھ کر قریش یک جا ہو کر مشورہ کرنے لگے ابو امیہ نے کہا "کہ بہتر ہوگا کہ پہلے جو شخص مسجد میں داخل ہو اُس کو تم لوگ اپنا حَکَم بنا لو"۔ قریش اس امر پر راضی ہو گئے۔

حجر اسود کا واقعہ

اس اثنا میں آنحضرت (صلعم) تشریف لائے لوگوں نے کہا کہ یہ امین ہیں یہ فیصلہ امانت داری سے کریں گے انھیں کو حَکَم بناؤ پس جس وقت آپ کے روبرو یہ قضیہ پیش کیا گیا آپ نے ایک کپڑے میں حجر اسود کو رکھ کر قریش سے فرمایا کہ اس کپڑے کے کنارے پکڑ لو کسی کو کسی پر کچھ فضیلت نہ ہوگی اور نہ کوئی جھگڑا باقی رہ جائے گا۔ چنانچہ قریش نے آپ کے کہنے سے کپڑے کے کنارے پکڑ لئے جس وقت حجر اسود اپنے مقام کے قریب پہنچا۔ آپ نے اپنے دست مبارک سے لے کر اس کو اُس کی جگہ پر رکھ دیا اس واقعہ میں یہ چار آدمی عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس، اسود بن مطلب بن اسد بن عبد العزیٰ ابو حذیفہ بن مغیرہ بن عمر بن مخزوم، قیس بن عدی السہمی سردار پیش پیش تھے۔

امین کا لقب

اس کے بعد آنحضرت (صلعم) طہارت و عبادت میں نہایت استقلال سے کوشش فرمانے لگے۔ آپ کی ذات بابرکات میں ایک اعلیٰ درجہ کا اخلاق اور صبر فصاحت و بلاغت و خوش بیانی اس طرح پر جمع ہو گئی تھی کہ عالم شباب ہی میں آپ نے امین کا لقب پالیا تھا۔

بعثت

وحی کے نازل ہونے سے پہلے آنحضرت (صلعم) نے رویاء صالحہ دیکھنا شروع کیا۔ کاہن اور آسمانی کتابوں کے عالم آپس میں ظہور شان و نبوت کے چرچے و تذکرے کرنے لگے۔ آنحضرت (صلعم) عبادت کے خیال سے تنہائی و خلوت کو زیادہ پسند فرمانے لگے۔ اکثر غار حرا میں تشریف لے جاتے اور وہیں دو دو چار چار راتیں متواتر عبادت الٰہی میں مصروف رہتے۔ یہاں تک کہ آپ کی ولادت کے چالیسویں سال اور بعض کہتے ہیں تینتالیسویں سال آپ پر وحی[1] نازل ہوئی۔ کبھی کبھی

---

[1] حدیث شریف میں حضرت عائشہؓ زوجہ مطہرہ آنحضرت صلعم سے روایت ہے کہ ابتداءً جو آپ پر از قسم وحی نازل ہوئی وہ رویاء صادقہ تھے، جو مثل سفیدی صبح نمایاں ہوتے تھے۔ ایک روز آپ غار حرا میں مصروف عبادت تھے کہ اس اثنا میں حضرت جبرئیلؑ آئے اور کہا۔ "یا محمدؐ انت رسول اللّٰہ" (اے محمدؐ تم خدا کے پیغمبر ہو) آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ میں اس آواز سے کسی قدر خائف ہو کر مکہ میں واپس آیا۔ دوسرے روز جب پھر آپ تشریف لے گئے تو جبرئیلؑ امین دوبارہ آئے اور وہی کلمہ ارشاد فرمایا۔ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ مجھ پر اس کلمہ سے ایسا خوف غالب ہوا اور جی میں آیا کہ میں اپنے کو پہاڑ کے نیچے گرا دوں، چنانچہ میں نے اس امر کی دبا فی مشاہدہ

فرشتہ کسی آدمی کے شکل میں آتا، اور آپ سے ہم کلام ہوتا تھا اور کبھی آپ پر القا ہوا کرتا تھا اور کسی وقت چادر یا اور کوئی چیز لپیٹ کر لیٹ جاتے تھے اور وحی سلسلہ جرس کی آواز کی طرح نازل ہوتی تھی۔ اس آخر صورت میں آپ کو سخت تکلیف ہوتی تھی جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے "وھو اشد علی" (یعنی اور وہ مجھ پر زیادہ سخت ہے) الغرض جو وحی ابتداءً آپ پر غار حرا میں نازل ہوئی وہ "اقرا باسم ربک الذی خلق ۝ خلق الانسان من علق ۝ اقرأ وربک الاکرم ۝ الذی علم بالقلم ۝ علم الانسان مالم یعلم ۝" یعنی (آپ اپنے پروردگار کے نام سے پڑھیے جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے بنایا۔ آپ پڑھیے آپ کا پروردگار بڑی عزت والا ہے جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا اور انسان کو وہ علوم سکھائے جس سے وہ ناآشنا تھا۔

معراج

بی بی خدیجہؓ نے آپ کی باتوں کی تصدیق کی اور آپ پر ایمان لائیں۔ اس کے بعد آنحضرت (صلعم) پر نمازؐ فرض کی گئی۔ حضرت جبریلؑ آئے اور وضو کر کے بجمیع ارکان وافعال نماز

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۷) کوشش کی لیکن حضرت جبریلؑ نے آ کر کہا "یا محمد انا جبریلؑ وانت رسول اللہ" یعنی (اے محمدؐ میں جبریلؑ ہوں اور تم خدا کے پیغمبر ہو) پھر جبریلؑ نے کہا اقرا (پڑھ) آپ نے فرمایا ما اقرا (کیا میں پڑھوں) حضرت جبریلؑ نے یہ سن کر آپ کو تین بار بغل میں دبایا یہاں تک کہ آپ کی قوت جاتی رہی پھر جبریلؑ نے "اقرا باسم ربک" الخ پڑھا بعدہ آپ کو پڑھایا اس کے بعد جب آپ مکہ میں واپس آئے تو پسینہ میں تر بتر تھے۔ چہرہ زرد تھا حضرت خدیجہؓ سے آپ نے فرمایا "زملونی زملونی فانی خشیت" یعنی (مجھ کو کچھ اڑھا دو اڑھا دو بے شک میں ڈر گیا ہوں) تھوڑی دیر کے بعد حضرت خدیجہؓ سے فرمایا کہ مجھ کو اپنی خیر نہیں معلوم ہوتی آج مجھ پر یہ واقعات گزرے ہیں حضرت خدیجہؓ نے تسکین دلائی اور آپ کو اپنے ہمراہ ورقہ بن نوفل اپنے چچا زاد بھائی کے پاس لے گئیں جو کتب آسمانی سے بخوبی واقف اور علماء نصاریٰ میں ایک سر برآوردہ شخص تھے۔ ورقہ بن نوفل نے ان واقعات کو آنحضرت صلعم کی زبان مبارک سے سن کر کہا "یہ وہی ناموس ہے جو موسیٰ بن عمرانؑ کے پاس آتا تھا اگر میں اس وقت تک زندہ رہتا جبکہ تمہاری قوم تم کو یہاں سے نکالے گی تو میں تمہاری خاطر خواہ مدد کرتا تم خائف نہ ہو تم کو خدا نے اپنی رسالت کے لیے برگزیدہ کیا ہے" آنحضرت (صلعم) کو ان کلمات سے تعجب سا ہوا آپ نے استفسار فرمایا کیا مجھ کو میری قوم یہاں سے نکالے گی؟ ورقہ نے کہا کہ بے شک آج تک تو ایسا ہی ہوا ہے کوئی آنے والا ایسا نہیں آیا جس کے ساتھ اس کی قوم نے دشمنی نہ کی ہو" ھکذا فی کتب السیر والتواریخ۔

[1] علماء تاریخ نے اس امر پر اتفاق کر لیا ہے کہ بعد اقرار و تعلیم توحید و برات اوثان شرعی احکام (باقی ص ۳۹ پر)

پڑھ کر آپ کو دکھائی۔ آپ نے ان کی پیروی کی۔ اس کے بعد شب معراج میں آپ مکہ سے بیت المقدس اور پھر وہاں سے ساتوں آسمان اور سدرۃ المنتہیٰ پر تشریف لے گئے۔ "فاوحی الیہ ما اوحیٰ" پس اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی بھیجی جو وحی بھیجی)

معراج کے متعلق مختلف آراء

(مترجم) علماء تاریخ و سیر نے جس طرح واقعہ معراج جسمانی میں اختلاف کیا ہے۔ ویسا ہی اوقات معراج اور مکان اسراء (یعنی جس مقام سے آنحضرت صلعم کو معراج ہوئی ہے) میں مختلف روایات ہوتی ہیں شفا میں قاضی عیاض لکھتا ہے "فذهب طائفة الى انه اسرى بالروح وانه رؤيا منام مع اتفاقهم ان رؤيا الانبياء حق ووحى والى هذا ذهب معاويه وحكى عن الحسن والمشهور عنه خلافه واليه اشار محمد ابن اسحاق"۔ یعنی علماء کی ایک جماعت کے نزدیک آپ کو روحانی معراج ہوئی جو خواب کا واقعہ تھا۔ بالاتفاق انبیاء کے خواب سچے اور وحی سے ہوتے ہیں۔ معاویہ کا یہی قول ہے اور حسن کا بھی۔ لیکن حسن کا مشہور قول اس کے خلاف ہے۔ جیسا کہ محمد بن اسحاق نے بتایا ہے" اور تفسیر کبیر میں لکھا ہے " وحكى عن محمد بن جرير الطبرى فى تفسيره عن حذيفة انه قال ذلك رؤيا وانه ما فقد جسد رسول الله صلعم وانما اسرى بروحه وحكى هذا القول ايضا عن عائشةؓ وعن معاويةؓ۔ یعنی (تفسیر ابن جریر میں حذیفہ کا بیان ہے کہ معراج کا واقعہ خواب کا واقعہ جسمانی معراج نہیں ہوئی بلکہ روحانی ہوئی (آگے ابن جریر فرماتے ہیں) یہی قول

(بقیہ نوٹ ص۳۸) سے جس کو اللہ جل شانہ نے آپ پر فرض کیا تھا وہ نماز تھی۔ پس جب بعد نزول وحی آپ پر نماز فرض کی گئی تو حضرت جبرئیلؑ آپ کی خدمت میں آئے اُس وقت آپ اعلیٰ مکہ میں تھے اُن کو وہ وادی کی طرف لائے اور ایک ٹھوکر زمین پر ماری جس سے ایک چشمہ پیدا ہو گیا حضرت جبرئیلؑ نے اس سے وضو کیا اور آپ دیکھتے رہے۔ بعد ازاں آنحضرت صلعم نے بھی اسی طرح وضو فرمایا جس طرح سے حضرت جبرئیلؑ نے کیا تھا۔ پھر حضرت جبرئیلؑ نے اٹھکر نماز پڑھی اور آپ نے اُن کے ساتھ انھیں کی پیروی میں نماز پڑھی۔ نماز وضو کی تعلیم سے فارغ ہو کر آپ مکہ میں تشریف لائے اور حضرت خدیجہؓ کو وضو و نماز کی تعلیم فرمائی واقدی کا بیان ہے کہ بالاتفاق علماء سیر و تواریخ حضرت خدیجہؓ اول اہل قبلہ ہیں جس نے آنحضرت صلعم کے دعوت اسلام قبول کی اور آپ کے ہمراہ نماز پڑھی۔ اور عبد کے معنی ہیں بندہ، جس میں روح و جسم دونوں ہوں، جسم بے روح، یا روح بے جسم کو عبد نہیں کہتے ہیں۔

حضرت صدیقہؓ اور حضرت معاویہؓ سے منقول ہے۔ جو علما جسمانی معراج کے قائل ہیں ان کے پاس بھی حدیثوں سے دلائل ہیں جو قتادہ اور انس سے منقول ہیں۔ علاوہ ازیں قرآن سے بھی جسمانی معراج معلوم ہوتی ہے۔ پندرھویں پارے میں حق تعالیٰ کا فرمان ہے۔"

"سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ لنریہ من ایتنا انہ ھو السمیع البصیر۔" یعنی "وہ پاک ہے جو اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ لے گیا جس کے چاروں طرف ہم نے برکت رکھی ہے تاکہ ہم اسے اپنی نشانیاں دکھائیں۔ بے شک اللہ خوب سننے والا اور خوب دیکھنے والا ہے۔"

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ معراج جسمانی ہوئی، کیونکہ اسریٰ کے معنی رات کے سفر کرنے کے ہیں نہ کہ حالت رویا میں ایک جگہ سے دوسری جگہ کے جانے کو کہتے ہوں۔ ہم کو اس کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ ہم اسریٰ کے معنی اس مقام پر رویا میں ایک جگہ سے دوسری جگہ کا جانا مراد لیں اگرچہ اس کے معنی اصلی (یعنی سفر شب) ہم مراد لے سکتے ہیں اس کے علاوہ لفظ "بعبدہ" صاف طور سے کہہ رہا ہے کہ معراج جسمانی ہوئی کیونکہ اس کے معنی ہیں "اپنے بندہ" کے اور اس کا اطلاق روح اور جسم دونوں پر ہوتا ہے۔ پس جب تک روح اور جسم دونوں کا جانا نہ ثابت ہو اس وقت تک "اسریٰ بعبدہ" کے معنی درست نہیں ہو سکتے۔ روحانی معراج کے قائل اس آیت کے مقابلہ میں سورۂ اسریٰ کی یہ دوسری آیت "وما جعلنا الرویا التی اریناک الا فتنۃ للناس" یعنی ہم نے جو خواب آپ کو دکھایا اسے لوگوں کی آزمائش ہی کے لئے دکھایا۔ معراج کو ماننے والے جسمانی کہتے ہیں کہ اگرچہ بالعموم رویا کے معنی خواب میں دیکھنے کے ہیں لیکن اس کا اطلاق آنکھ کے دیکھنے پر بھی ہو سکتا ہے۔ "لہٰذا "رویا" کا لفظ جو قرآن مجید میں آیا ہے اس کے معنی آنکھ سے دیکھنے کے ہیں اس دلیل سے کہ بخاری میں لکھا ہے۔

"عن ابن عباس فی قولہ تعالیٰ وما جعلنا الرویا التی اریناک الا فتنۃ قال ھی رویا عین اریھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ اسریٰ بہ الی بیت المقدس۔" یعنی "وما جعلنا الرویا" کی تفسیر میں ابن عباس کا بیان ہے کہ یہ آنکھوں کی رویت ہے (خواب نہیں) جو آپ کو اس وقت ہوئی جب راتوں رات آپ کو بیت المقدس لے جایا گیا۔

قتادہؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت (صلعم) شب معراج میں چت لیٹے ہوئے تھے۔ حسنؓ کی روایت شہادت دیتی ہے کہ آنحضرت (صلعم) معراج کی رات، مقام حجر میں سوئے ہوئے تھے۔ حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ مسجد حرام میں آرام فرما رہے تھے۔ ام ہانیؓ کی روایت میں ہے کہ معراج کی رات رسول اللہ (صلعم) نماز عشاء پڑھ کر ہم میں سو رہے تھے اور فجر کے پہلے ہم نے آپ کو جگایا۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ ہجرت سے تین برس پہلے معراج ہوئی اور بعض ایک برس پہلے بتلاتے ہیں۔ بہر کیف یہ ایک اختلافی واقعہ ہے روایات سے کوئی تسکین دہ فیصلہ نہیں ہو سکتا البتہ اگر اللہ جل شانہ کی قدرت کاملہ پر نظر کی جائے تو کچھ بعید نہیں معلوم ہوتا۔

معراج جسمانی

معراج جسمانی یا عالم رویا کے واقعات کو ہم اس مقام پر بوجہ شہرت ذکر کرنا نہیں چاہتے، باقی رہے وہ احکام۔ جو سورہ اسریٰ کو بغیر دیکھنے سے معلوم ہوتے ہیں اور یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ شاید یہی احکام آنحضرت (صلعم) کو شب معراج میں مرحمت ہوئے تھے وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱)	ولا تجعل مع اللہ الٰھا آخر فتقعد مذموما مخذولا	(ترجمہ) اللہ کے ساتھ دوسرا معبود مقرر نہ کرو ورنہ قابل ملامت و ذلت بن جاؤ گے۔
(۲)	وقضیٰ ربک الا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احسانا اما یبلغن عندک الکبر احدھما او کلاھما فلا تقل لھما اف ولا تنھرھما وقل لھما قولا کریما۔	آپ کے رب نے حکم فرمایا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو اگر تمھاری زندگی میں ان میں سے کوئی یا دونوں بوڑھے ہو جائیں تو خبردار انھیں ہوں بھی کرنا اور نہ انھیں ڈانٹنا بلکہ ان سے عزت والی بات کرنا اور ان کے آگے سر جھکا دینا۔
(۳)	واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ وقل رب ارحمھما کما ربیانی صغیرا	اور ان کے لئے یہ دعا مانگتے رہنا کہ اے پروردگار جیسے مجھے انھوں نے کم سنی میں محبت سے پالا ہے اسی طرح تو بھی ان پر رحم فرما۔
(۴)	وآت ذا القربیٰ حقہ والمسکین	عزیزوں کو ان کا حق ادا کرو اور محتاجوں کو بھی اور مسافروں کو بھی اور فضول خرچی نہ کرو۔

(۴) وابن السبیل ولا تبذر تبذیرا
ولا تجعل یدک مغلولۃ الی
عنقک ولا تبسطھا کل البسط
فتقعد ملوما محسورا۔

نہ تو اپنا ہاتھ گردن میں باندھ کر رکھو اور نہ اسے بالکل ہی کھول دو کہ قابل ملامت بن کر اور تھک کر بیٹھ جاؤ۔

(۵) ولا تقتلوا اولادکم خشیۃ
املاق نحن نرزقھم و
ایاکم ان قتلھم کان خطأ
کبیرا۔

غربت کے ڈر سے اپنی اولاد قتل نہ کرو ان کا اور تمہارا رزق ہمارے ذمہ ہے یاد رکھو اولاد کا قتل کرنا بڑا بھاری گناہ ہے۔

(۶) ولا تقربوا الزنا انہ کان
فاحشۃ وساء سبیلا۔ ولا
تقتلوا النفس التی حرم اللہ
الا بالحق۔

زناکاری کے قریب تک نہ جاؤ کیونکہ وہ بے حیائی اور بری راہ ہے۔ ناحق کسی کو قتل نہ کرو جس کا قتل اللہ نے حرام کر دیا ہے۔

(۷) ولا تقربوا مال الیتیم الا بالتی
ھی احسن حتی یبلغ اشدہ و
اوفوا بالعھد ان العھد کان
مسئولا۔

بجز قابل تعریف طریقے کے یتیم کے مال کے پاس کبھی نہ جاؤ جب تک وہ جوان نہ ہو جائیں اور عہد پورا کرو، کیونکہ عہد کے بارے میں باز پرس ہوگی۔

(۸) واوفوا الکیل اذا کلتم و زنوا
بالقسطاس المستقیم

جب ناپو تو پورا پورا ناپو اور صحیح ترازو سے تولو۔

(۹) ولا تقف ما لیس لک بہ علم
ان السمع والبصر والفؤاد کل
اولئک کان عنہ مسئولا۔

جس بات کا تمھیں علم نہیں اس کے پیچھے نہ پڑو، یاد رکھو کان، آنکھ اور دل ہر ایک سے باز پرس ہوگی۔

(۱۰) ولا تمش فی الارض مرحا
انک لن تخرق الارض ولن
تبلغ الجبال طولا۔

زمین پر اکڑ کر نہ چلو نہ تو تم زمین ہی پھاڑ سکتے ہو اور نہ پہاڑ کی برابر اونچے ہی ہو سکتے ہو۔

(باقی ص ۴۳ پر)

اسلام کی خفیہ تبلیغ

ایک مدت سے حضرت علیؓ ابن ابی طالب کی کفالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جعفرؓ کی کفالت، حضرت عباسؓ ابن عبدالمطلب کر رہے تھے یہ دونوں بزرگ مسلمان ہو گئے تھے اور حضرت ابو طالب سے چھپ کر پہاڑ کے دروں میں جاکر نماز پڑھتے تھے اتفاق سے ایک روز ابو طالب اس طرف آنکلے۔ آنحضرت (صلعم) نے اُن کو ایمان اوسلام کی دعوت دی۔ حضرت ابو طالب نے فرمایا "میں اپنا اور اپنے آباواجداد کا دین نہیں چھوڑ سکتا، البتہ تمھاری وجہ سے تمھاری مخالفت نہیں کروں گا" اس کے بعد علی ابن ابو طالبؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا "دیکھو محمدؐ کا ساتھ نہ چھوڑنا یہ تم کو بھلائی کے سوا اور کچھ نہ سکھائیں گے"۔

سابقین اولین

علماء سیر لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ ایمان لائیں۔ بعد ازاں حضرت ابوبکرؓ و حضرت علیؓ ابن ابو طالبؓ اور حضرت زید بن حارثہؓ (آنحضرت صلعم کے خادم) و حضرت بلالؓ بن حمامہ (حضرت ابوبکرؓ کے خادم) نے اسلام قبول کیا پھر حضرت عمر بن عبسہ سلمیؓ و حضرت خالد بن سعید بن العاصی بن امیہؓ مسلمان ہوئے۔ ان بزرگوں کے بعد قریش کے ایک گروہ نے دین اسلام قبول کیا۔ جن کو اللہ جل شانہ نے آنحضرت (صلعم) کی مصاحبت کے لئے کل قوم سے برگزیدہ کیا اور ان میں سے اکثر مشہود بالجنتہ ہوئے۔

در پردہ تبلیغ کے زمانہ کے مسلمان

حضرت ابو بکر صدیقؓ چونکہ رقیق القلب محبوب خلائق نرم مزاج

(بقیہ ص۴۲)

(۱۱) کل ذلک کان سیئہ عند ربک مکروھا۔

یہ تمام باتیں بُری ہیں اور اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں۔

(۱۲) ذلک مما اوحیٰ الیک ربک من الحکمۃ ولا تجعل مع اللہ الٰھا اٰخر فتلقی فی جھنم ملوما مدحورا۔

اللہ نے تمھیں یہ دین کی پکی باتیں وحی سے بتائیں۔ اللہ کے ساتھ دوسرا معبود شریک کرو ورنہ برے بن کر اور ذلیل ہو کر جہنم میں جھونک دیئے جاؤ گے۔

ان آیات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ جل شانہ نے ضروریات دین کے اعتقادی اور عملی احکام دونوں معراج میں مرحمت فرمائے ہمارے اس دعوے کی تائید گذشتہ آیت بخوبی کرتی ہے۔ علاوہ ان اعتقادی اور عملی احکام کے اللہ جل شانہ نے پانچ وقت کی نمازیں اور ماہ رمضان کے روزے فرض کئے ہم کو یقین کامل ہے کہ جو شخص اس سورہ مبارکہ کو بغور پڑھے گا وہ ضرور ہماری اس رائے سے اتفاق کرے گا۔ واللہ اعلم بالصواب انتہی کلام المترجم۔

تجارت پیشہ تھے تالیف قلوب کا مادہ ان میں زیادہ تھا قریش آپ سے زیادہ مانوس تھے اس وجہ سے ان کے ذریعہ بنو امیہ میں حضرت عثمانؓ بن عفان بن ابی العاص بن امیہ اور خاندان بنو عمرو بن کعب بن سعد ابن تیم سے طلحہؓ بن عبید اللہ بن عثمان بن عمرو اور بنو زہرہ بن قصی سے سعدؓ بن ابی وقاص (ان کا نام مالک بن وہیب بن عبد مناف بن زہرہ ہے) اور عبدالرحمٰن بن عوف بن عبد عوف بن الحرث بن زہرہ اور بنو اسد بن عبد العزیٰ سے زبیرؓ ابن العوام بن خویلد بن اسد (یہ آنحضرت صلعم کی پھوپی صفیہؓ کے لڑکے ہیں) رضی اللہ عنہم ایمان لائے بعد ازاں بنو حرث بن مہر سے ابو عبیدہ عامرؓ بن عبداللہ بن جراح بن ہلال بن اہیب بن ضبہ بن حرث اور بنو مخزوم بن یقظہ بن مرہ ابن کعب سے ابو سلمہ عبدالاسدؓ بن ہلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم اور بنو جمح بن عمرو ابن ہصیص بن کعب سے عثمانؓ بن مظعون بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح اور ان کے بھائی قدامہ بن مظعون اور بنو عدی سے سعید بن زید بن عمرو بن نفیل بن عبداللہ بن قرط بن ریاح بن عدی اور سعید کی بیوی فاطمہ ہمشیرہ عمر ابن الخطاب بن نفیل اور سعید کے باپ زید بن عمرو رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اسلام میں بطیب خاطر داخل ہوئے۔ یہ زید بن عمرو ہی ہیں جنھوں نے جاہلیت میں بت پرستی چھوڑ دی تھی توحید کی طرف مائل ہو گئے تھے پھر عمیرؓ سعد بن ابی وقاص کے بھائی اور عبداللہ بن مسعود ابن غافل بن حبیب بن شمخ ابن قار بن مخزوم بن صاہلہ بن کاہل بن حرث بن تمیم بن سعد بن ہذیل بن مدرکہ حلیف بنو زہرہ مسلمان ہوئے۔

معجزۂ رسول

عبداللہ بن مسعود۔ عقبہ بن معیط کی بکریاں چراتے تھے ایک روز آنحضرت (صلعم) ان کے بکریوں کے گلہ کی طرف سے ہو کر گزرے اور ان کی اجازت سے اس بکری کا دودھ آپ نے دوہا جس کا دودھ بند ہو گیا تھا۔ عبداللہ بن مسعود یہ معجزہ دیکھکر حیران ہو گئے اور اسی وقت ایمان لے آئے ان کے بعد جعفرؓ بن ابو طالب بن عبد المطلب اور ان کی بیوی اسماء بنت عمیس بن نعمان ابن کعب بن ملک بن قحافہ خثعمی۔ سائب بن عثمان بن مظعون۔ ابو حذیفہ بن عتبہ ابن ربیعہ بن عبد شمس (ان کا اصلی نام ہشیم تھا) اور عامر بن فہیرہ ازدی۔ عمار بن یاسر عنسی بن مذحج ابو مخزوم کے آزاد غلام اور صہیب بن سنان (بنو نمر بن قاسط حلیف بنو جلفان سے) سلام اللہ علیہم اجمعین اسلام لائے۔

علانیہ تبلیغ

ان بزرگوں کے اسلام لانے کے بعد مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی جماعت بن گئی۔ جس میں جوان۔ لڑکے۔ بوڑھے عورت سب شامل تھے۔ لیکن مشرکین کے خوف سے

جنگل اور پہاڑوں کی طرف چلے جاتے تھے۔ وہیں نمازیں پڑھتے تھے۔ لیکن قریش کا کوئی جلسہ ایسا نہ ہوتا تھا جس میں تبلیغ اسلام نہ ہو، وحی کے نازل ہونے کے تیسرے سال آنحضرت (صلعم) کو دعوت عامہ دینے اور اسلام کی طرف بلانے کا حکم صادر ہوا چنانچہ آپ نے کوہ صفا پر چڑھ کر اہل قریش کو بلا کر اُن سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ "لو اخبرتکم ان العدو مصبحکم او ممسیکم اما کنتم تصدقونی قالوا بلیٰ قال فانی نذیر لکم بین یدی عذاب شدید"۔ یعنی اگر میں خبر دوں کہ تم پر دشمن صبح و شام میں حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم مجھے سچا مانو گے، لوگ بولے ہاں ہم آپ کو سچا مانیں گے فرمایا۔ اچھا تو میں تمھیں سامنے والے (آنے والے) سخت عذاب سے ڈراتا ہوں) قریش اس اعلان کو سنتے ہی منتشر ہو گئے، ہئیت اجتماعی خالی رہی۔

بنی ہاشم کو دعوت اسلام

اس کے بعد آیۂ "وانذر عشیرتک الاقربین" نازل ہوئی اس کے بعد متواتر الہامات اور وحی نازل ہونے لگے، اس وقت آپ کے حکم سے حضرت علیؓ ابن ابو طالبؓ نے تھوڑا سا کھانا تیار کیا آپ نے اولاد عبدالمطلب[۲] کو جمع کر کے کھانا کھلایا، اسلام کی دعوت دی، بت پرستی سے منع فرمایا اور عذاب الہی سے ڈرایا۔ لیکن اولاد عبدالمطلب نے ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دیا۔ پھر جب قریش نے دیکھا کہ اُن کے بتوں کی برائیاں علی الاعلان کی جاتی ہیں اور ان کی پرستش سے روک ٹوک کی جاتی ہے تو ان کو یہ عمل ناگوار گزرا۔ وہ سب کے سب ایک مکان میں جمع ہوئے اور آنحضرت (صلعم) کی مدافعت پر کمربستہ ہو گئے۔ حضرت ابو طالبؓ نے ان کی اس رائے کی مخالفت کی اور اُن کو اس فعل سے روکنے لگے۔ بلکہ آنحضرت (صلعم) کی حمایت پر آمادہ ہو گئے۔ اہل قریش ابو طالبؓ کی مخالفت سے مجبور ہو کر عتبہ و شیبہ پسران ربیعہ بن عبد شمس۔ ابو البختری بن ہشام بن حرث بن اسد بن عبدالعزیٰ۔ اسود بن مطلب بن اسد بن عبدالعزیٰ۔ ولید بن المغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم۔ ابو جہل عمر بن ہشام بن مغیرہ برادر زادہ ولید عاصی بن وائل بن ہشام بن سعد بن سہم۔ نبیہ و منبہ پسران حجاج بن علی بن حذیفہ بن سعد بن سہم۔ اسود بن عبد یغوث بن وہب بن عبد مناف بن زہرہ کو انصاف کرنے کے لئے حضرت ابو طالبؓ

---

[۱] مورخین لکھتے ہیں کہ اس موقع پر ابو لہب بھی موجود تھا اس نے یہ اعلان سن کر "تبالک اما جمعتنا الا لھذا" یعنی (تجھ پر تلف ہو کیا ہم کو اسی کے لئے جمع کیا تھا) ابولہب کے اٹھتے ہی سورۃ تبت یدا ابی لہب نازل ہوئی۔

[۲] اس جلسہ میں تقریباً ۴۰ آدمی تھے جس میں آنحضرت (صلعم) کے خاص اعزہ و اقربا بھی تھے۔

کے پاس بلا لائے۔ ان اصحاب نے حضرت ابوطالبؓ سے آنحضرت (صلعم) کی تکلیف دہی کے بارے میں بحث ومباحثہ کیا۔ حضرت ابوطالبؓ نے ان کو نہایت معقول جواب دے کر خاموش کر دیا۔

ابوطالب اور وفد قریش

دوسرے دن پھر قریش مع ان اصحاب کے (جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے) حضرت ابوطالبؓ کے پاس آئے اور اس امر کی خواہش کی کہ آنحضرت (صلعم) کو ان کے مواجہہ میں بلا کر اس جدید فعل سے روکیں اور ان سے بحث کریں۔ چنانچہ آنحضرت (صلعم) حسب طلب ابوطالب اس مجمع میں تشریف لائے۔ قریش نے اپنے دلائل پیش کیے۔ آنحضرت (صلعم) نے قرآن مجید کی چند آیات پڑھ کر ارشاد فرمایا " یا عماہ لا اترک ھذا الامر حتی یظھرہ اللہ او اھلک فیہ" (یعنی چچا جان! میں یہ کام نہیں چھوڑ دوں گا جب تک اللہ اسے غالب نہ کر دے یا اس راہ میں ہلاک ہو جاؤں گا) حضرت ابوطالب یہ سن کر خاموش ہو رہے۔ قریش کا مجمع منتشر ہو گیا۔ اس وقت حضور نے پھر حضرت ابوطالبؓ سے مخاطب ہو کر دعوت اسلام دی۔ لیکن حضرت ابوطالب نے کہا " اے برادر زادے جو تمہارے جی میں آئے کہو اور کرو لیکن میں بخدا کبھی ایمان نہ لاؤں گا اور نہ اپنے آبائی دین کو ترک کروں گا۔"

مسلمانوں پر مظالم

ان واقعات کے بعد جب اہل قریش نے یہ دیکھا کہ آنحضرت (صلعم) دعوتِ اسلام سے باز نہیں آتے اور مسلمانوں کی جماعت روز بروز بڑھتی جا رہی ہے تو بنو ہاشم اور بنو مطلب نے جمع ہو کر آنحضرت (صلعم) اور کل مسلمانوں کو اذیتیں پہنچانے کا عہد و پیمان کیا۔ بظاہر اس عہد و پیمان میں بنو ہاشم اور بنو مطلب پیش پیش تھے، لیکن درحقیقت ہر قبیلہ عرب جو اس وقت مکہ اور اس کے قرب وجوار میں تھا اس عہد واقرار میں شامل تھا۔ یہاں تک کہ جہاں کہیں یہ لوگ غریب مسلمانوں کو پاتے پتھروں سے مارتے، طرح طرح کی تکلیفیں دیتے تھے۔ نماز نہ پڑھنے دیتے تھے۔ نماز کی حالت میں اونٹوں بکریوں کی آنتیں مزبلہ کی غلاظت لا لا کر نمازیوں پر ڈالتے تھے۔ جب ان کی یہ تکلیف دہی حد سے متجاوز ہو گئی تو آپ نے غریب مسلمانوں کو حبشہ کی جانب ہجرت کا حکم صادر فرمایا۔

ہجرت حبشہ

والئ حبشہ اور اہل قریش سے تجارت کا عہد نامہ تھا وہ اکثر والئ حبشہ کی تعریف کیا کرتے تھے۔ الغرض سب سے پہلے عثمانؓ ابن عفانؓ اور ان کی بیوی رقیہؓ بنت رسول اللہ (صلعم) اور ابو حذیفہؓ بن عتبہ بن ربیعہ اور ان کی بیوی سہلہؓ بنت سہیل بن عمرو بن عامر بن لوی۔ اور زبیر بن العوام، مصعبؓ بن عمیر بن عبد شمس و ابو سبرہ بن ابی رہم بن عبد العزیٰ عامری و سہل ابن بیضا (جو حرث بن فہر سے) عبد اللہؓ بن مسعود۔ عامرؓ بن ربیعہ عنزی حلیف بنو عدی ابن

غز بن وایل کی اولاد سے تھے نہ کہ غزہ سے) اور ان کی بیوی لیلےٰ بنت ابی خیثمہ رضی اللہ عنہم اجمعین' یہ گیارہ بزرگ حبشہ ہجرت فرما گئے۔ ان کے بعد پھر یکے بعد دیگرے مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کرنا شروع کر دی انھیں اصحاب کے ساتھ حضرت جعفرؓ بن ابی طالب بھی حبشہ ہجرت کر گئے۔ یہاں تک کہ حبشہ میں مہاجرین کی تعداد تین سو تک پہنچ گئی۔ مہاجرین اولین کا مشرکین مکہ نے دریا تک تعاقب کیا لیکن خائب و خاسر اپنا سا منہ لے کر چلے آئے۔

مسلمانوں کے خلاف سرگرمیاں

جب اہل قریش نے یہ دیکھا کہ آنحضرت (صلعم) کی تکلیف دہی وایذا رسانی سے آپ کے بعض اعزہ مانع ہوتے ہیں اور مخالفت کرتے ہیں تو انھوں نے یہ شیوہ اختیار کر لیا کہ جو مکہ میں آتا تھا اس سے آنحضرت (صلعم) کی ساحری' مجنونیت اور کہانت کا ذکر کرتے۔ نیز آپ کے پاس اُس کو آنے جانے سے روکتے تھے۔ اس کے بعد ایک گروہ نے آپ کی عداوت' تکلیف رسانی اور استہزا پر عہد و پیمان کرنے والوں کے منجملہ آپ کے چچا ابو لہب اور عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب اور ان کا چچازاد بھائی ابو سفیان بن الحرث بن عبدالمطلب اور عتبہ و شیبہ پسران ربیعہ و عقبہ بن ابی معیط اور ابوسفیان بن حرب اور حکم بن ابی العاصی بن امیہ اور نضر بن الحرث (بنو عبدالدار سے) اور اسود بن المطلب بن اسد بن عبد العزیٰ اور اس کا لڑکا زمعہ اور ابو البختری العاصی بن ہشام اور اسود بن عبدیغوث بن وہب بن عبد مناف بن زہرہ (آنحضرت صلعم کے ماموں کا لڑکا) اور ابو جہل بن ہشام اور اس کا بھائی عاصی اور ولید بن المغیرہ اور قیس بن الفاکہ بن المغیرہ اور زہیر بن امیہ بن المغیرہ اور عاصی بن وایل سہمی اور اس کے دونوں عم زاد نبیہ و منبہ اور امیہ و ابی پسران خلف ابن جمح وغیرہ تھے۔ ان لوگوں کا کام یہ تھا کہ یہ لوگ آنحضرت (صلعم) اور اُن اصحاب سے جو ایمان لا چکے تھے مسخرہ پن کرتے اور تکلیف دیتے تھے۔

حضرت حمزہؓ کا قبول اسلام

ایک روز آنحضرت (صلعم) کوہ صفا کی طرف تشریف لے گئے تھے اس روز اتفاق سے ابو جہل بھی اس طرف سے گزرا اور حسب عادت و دستور آنحضرت (صلعم) کو سخت و سست کہنے لگا۔ آپؐ کے دین (اسلام) کی توہین اور برائیاں بیان کرتے کرتے آپؐ کے نزدیک پہنچ گیا۔ لیکن آپؐ نہایت صبر و استقلال سے ابو جہل کے کلمات ناملایم سنتے رہے۔ یہاں تک کہ ابو جہل آپؐ کے صبر و تحمل سے تنگ آ کر کعبہ کی طرف چلا آیا۔ آپؐ بھی مسجد حرام میں تشریف لے آئے۔ یہ واقعہ عبداللہ بن جدعان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ کی ایک لونڈی دیکھ رہی تھی۔ اس واقعہ کے بعد ہی حضرت حمزہؓ ابن عبدالمطلب (آنحضرت صلعم) کے چچا) تیر و کمان

لئے ہوئے اس طرف سے گزرے۔ عبداللہ بن جدعان کی لونڈی نے یہ واقعہ حضرت حمزہؓ کو سنایا حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب سنتے ہی آگ بگولا ہو گئے چنانچہ اسی طیش کی حالت میں لوٹ کر ابوجہل کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے مسجد پہنچے۔ ابوجہل اُس وقت قریش کی ایک جماعت میں بیٹھا ہوا تھا۔

حضرت حمزہؓ ابن عبدالمطلب نے ابوجہل کے بال پکڑ کر گھسیٹا اور نہایت سختی سے پیش آئے، سخت وسست و ناملائم کلمات کہنے لگے اور یہ فرمایا کہ "کمبخت تو محمد (صلعم) کو سخت وسست کلمات سنایا کرتا ہے حالانکہ میں اُن کا چچا ہوں اور اُن کے مذہب پر ہوں" بعض حاضرین جلسہ نے چاہا کہ اُٹھ کر ابوجہل کی مدد کریں۔ لیکن ابوجہل نے اُن سے منع کیا اور یہ کہا کہ "تم لوگ اس سے پریشان خاطر نہ ہو میں نے اُن کے بھتیجے محمد (صلعم) کو آج ہی سخت وسست کلمات سنائے ہیں حمزہؓ کو اپنی حالت پر چھوڑ دو وہ اپنے دل کو ٹھنڈا کرلیں"۔ اس کے بعد حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب آنحضرت (صلعم) کے پاس آئے اور کہا اے میرے برادر زادے "کیا تم اس سے خوش نہیں ہوئے کہ میں نے تمہارے دشمن ابوجہل کو ابھی نہایت ذلیل کیا ہے" آنحضرت (صلعم) نے فرمایا کہ "اے چچا میں تو اس وقت خوش ہوں گا کہ جب آپ دین اسلام میں آجائیں گے"۔ حضرت حمزہؓ ابن عبدالمطلب نے عرض کیا کہ "میں نے دین اسلام قبول کرلیا اور اس مذہب پر تاحیات قائم رہوں گا انشاءاللہ تعالیٰ"۔ اہل قریش کو حمزہؓ ابن عبدالمطلب کے ایمان لانے سے بڑی تشویش پیدا ہوگئی اور انھوں نے یہ سمجھ لیا کہ اب مسلمانوں کو تکلیف دینا آسان نہیں ہے۔ اس کے بعد ان لوگوں نے عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ کو نجاشی والی حبشہ کے پاس اس غرض سے روانہ کیا کہ نجاشی سے وہ اُن مسلمانوں کو مانگ لائیں جو مکہ سے ہجرت کر کے چلے گئے ہیں۔ لیکن نجاشی نے ان دونوں کو بے نیل و مرام نہایت ذلت سے واپس کر دیا۔

حضرت عمرؓ کا قبول اسلام

حضرت حمزہؓ ابن عبدالمطلب کے بعد حضرت عمرؓ ابن الخطاب ایمان لائے۔ ان کے ایمان لانے کا یہ سبب ہوا کہ ان کے کانوں تک یہ

؎ حضرت عمر ابن الخطاب اُنتالیس مردوں اور تیئس عورتوں کے حبشہ ہجرت کرنے کے بعد اسلام لائے مسلمان اس وقت نہایت کمزور تھے۔ کعبہ میں نماز نہ پڑھنے پاتے تھے، مشرکین مکہ بے حد ایذا و تکلیف دیتے تھے، جب آپ اسلام لائے تو آنحضرت (صلعم) کعبہ میں نماز پڑھنے کی درخواست کی آنحضرت (صلعم) نے فرمایا کہ "ابھی مشرکین کا زور ہے اور مسلمان کم ہیں اور کمزور ہیں"۔ عمرؓ ابن الخطاب نے عرض کیا کہ "ہمارا

خبر پہنچی کہ ان کی بہن فاطمہ بنت الخطاب مع اپنے شوہر سعید ابن زید کے مسلمان ہو گئی ہیں اور خباب بن الارت اُن دونوں کو قرآن کی تعلیم دیتے ہیں۔ حضرت عمرؓ ابن الخطاب یہ سنتے ہی اپنی بہن کے پاس آئے اور ان کو اس قدر مارا کہ خون بہنے لگا اُس وقت فاطمہ بنت الخطاب نے کہا "قد اسلمنا وتابعنا محمد افافعل ما بدالک" یعنی ہم مسلمان ہو گئے ہیں اور اللہ کے رسولؐ کے حکم کی پیروی کرتے ہیں۔ اب جو کچھ تیرے دل میں آئے کر گذر۔

اس کلام کے سنتے ہی خباب بن الارت بھی گوشہ مکان سے نکل آئے اور نصیحتانہ باتیں کرنے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۴۸) دین (اسلام) سچا ہے یا اُن کا؟ آنحضرت (صلعم) نے فرمایا کہ ہمارا مذہب سچا ہے پھر حضرت عمرؓ ابن الخطاب نے دریافت کیا کہ خدا ہماری مدد کریگا یا اُن کی"؟ آنحضرتؐ نے جواب دیا کہ خدا ہماری مدد کرے گا۔ تب حضرت عمرؓ ابن الخطاب نے عرض کیا کہ "یا رسول اللہ (صلعم) وہ تو اپنے بتوں کی پرستش علانیہ کریں اور ہم خدا پرستی چھپ کر کریں اور پھر خدا ہماری مدد کرے گا۔ چلئے کعبہ میں نماز ادا کیجئے، جب تک عمرؓ کے تن میں جان ہے کوئی شخص آپ کو کعبہ میں نماز پڑھنے سے روک نہ سکے گا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ ابن الخطاب اور آنحضرت (صلعم) مع صحابہؓ کے کعبہ میں تشریف لائے اور نماز پڑھی۔ پہلے تو مشرکین مکہ میں سے کسی نے دم نہ مارا اور پھر جس نے سر اٹھایا اُس سے عمرؓ ابن الخطاب برسر جنگ ہوئے، لڑے، مارا یہاں تک کہ کعبہ میں بلا خوف و خطر نماز ہونے لگی۔ آپ کے ایمان لانے کی یہ روایت (جس کو مورخ ابن خلدون نے اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے) نہایت معروف و مشہور ہے۔ لیکن ابن اسحاق کا یہ بیان ہے کہ مجھ سے عبداللہ بن ابی نجیح نے (بروایت عطاء و مجاہد باسانید اُن لوگوں کے جنھوں نے اسلام عمرؓ کی روایت عمرؓ سے کی ہے) بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ ابن الخطاب کہا کرتے تھے کہ میں ابتدائے اسلام کا سخت مخالف تھا اور اس سے نفرت کرنے والا تھا۔ ایام جاہلیت میں ہمارے چند ہم سنوں کا جلسہ آل عمر بن عمران مخزومی کے مکان کے قریب رات کو ہوا کرتا تھا آپس میں سب لوگ بیٹھکر کھاتے پیتے تھے ایک روز میں اپنے مکان سے نکل کر جلسہ گاہ پر گیا۔ اتفاق سے اس وقت میرے رفقاء میں سے وہاں کوئی موجود نہ تھا مجبور ہو کر ایک شراب کی دوکان کی طرف گیا جہاں پر مجھکو اپنے دوستوں سے ملاقات ہو جانے کا خیال تھا۔ لیکن وہاں بھی کسی کو نہ پایا دوکان بند تھی۔ اس وقت میرے دل میں یہ بات آئی کہ چل کر کعبہ کا طواف ہی کریں۔ چنانچہ اس خیال سے کعبہ میں داخل ہوا اُس وقت جبکہ تقریباً نصف شب گذر چکی تھی میں نے آنحضرت (صلعم) کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اُن دنوں آنحضرت (صلعم) بیت المقدس کی طرف منہ کر کے اکثر رکن اسود اور رکن یمانی کے درمیان میں کھڑے ہو کر (بقیہ صفحہ ۵۰ پر)

گئے۔ حضرت عمرؓ ابن الخطاب نے کہا کہ "کچھ قرآن پڑھو"۔ خباب بن الارت نے سورۃ طٰہٰ پڑھ کر سنائی جس سے حضرت عمرؓ ابن الخطاب بخوف خدا کانپ اٹھے۔ اور بے تابانہ کہہ اٹھے "کیف تصنعون اذا اسلمتم الاسلام" یعنی اگر تم مسلمان ہونا چاہتے ہو تو پہلے کیا کرتے ہو؟ خباب بن الارت

(بقیہ نوٹ ۴۹) نماز پڑھتے تھے جب میں نے آپ کو دیکھا تو میرے دل میں آیا کہ میں چھپ کر آنحضرت (صلعم) کو دیکھوں کہ وہ کیا کرتے ہیں اور کیا پڑھتے ہیں اس خیال سے میں آہستہ آہستہ اس قدر آپ کے قریب جا پہنچا کہ آپ کے روبرو جا کر کھڑا ہو گیا میرے اور آپ کے درمیان میں صرف غلاف کعبہ حائل تھا پس جب میں نے قرآن سنا تو مجھے رقت طاری ہوئی 'میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے' میں جھک کر کھڑا ہوا قرآن سنتا رہا یہاں تک کہ آنحضرت (صلعم) نماز ختم کر کے اپنے مکان کو واپس ہوئے اور میں آپ کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ جس وقت آپ عباس و ابن ازہر کے مکان کے درمیان پہنچے اور میرے پاؤں کی آپ کو آہٹ معلوم ہوئی تو آپ نے مڑ کر دیکھا۔ لیکن شاید یہ خیال کر کے کہ آنے والا بغرض ایذا دہی آ رہا ہے۔ ارشاد فرمایا "ماجاء بک یا ابن الخطاب ھٰذہ الساعۃ" اے عمرؓ تم اس وقت کس لیے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا۔ "جئت لاومن باللّٰہ وبرسولہ وبما جاء من عند اللّٰہ" یعنی میں اللہ پر، اس کے رسول پر اور اللہ کے پاس سے آنے والی کتاب پر ایمان لانے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ آنحضرت (صلعم) یہ سن کر ٹھہر گئے اور خدا کی تعریف و ستایش فرمائی اور میرے سینہ پر آپ نے مسح کیا اور ایمان پر قایم رہنے کی دعا فرمائی۔ اس کے بعد میں آنحضرت (صلعم) سے رخصت ہو کر اپنے مکان پر چلا آیا اور آنحضرت (صلعم) بھی اپنے مکان میں تشریف لے گئے۔ ابن ہشام کا یہ بیان ہے کہ مجھ سے بعض اہل علم نے روایت کی ہے کہ عبداللہ ابن عمرؓ کے بعد اسلام حضرت عمر ابن الخطابؓ سے دریافت کیا تھا کہ "اے باپ جب آپ اسلام لائے تھے تو کس نے آپ کی قوم کو آپ سے متنفر کیا تھا اور کس نے ان کو آپ سے لڑنے پر آمادہ کیا تھا" حضرت عمر ابن الخطابؓ نے فرمایا کہ "وہ عاص ابن وایل تھا خدا اُسے سمجھے" اور ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ سے عبدالرحمٰن بن الحرث نے بعض آل عمرؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر ابن الخطابؓ فرماتے تھے۔ کہ جس شب کو میں ایمان لایا تھا اس رات کو مجھے یہ خیال پیدا ہوا کہ جو شخص رسول اللہ (صلعم) کا زیادہ دشمن ہو اس سے جا کر میں اپنے اسلام لانے کا حال کہہ کر اس کو جلاؤں۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ سب سے زیادہ دشمن ابوجہل ہے چنانچہ صبح ہوتے ہی میں نے اس کے دروازے پر جا کر دستک دی ابوجہل نے مکان سے نکلتے ہی مرحبا واہلاً کہہ کر آنے کی وجہ دریافت کی" میں نے کہا کہ میں تجھ کو یہ خبر دینے آیا ہوں کہ بحمد للہ میں مسلمان ہو گیا ہوں اور محمدؐ کو رسول اللہ سمجھتا ہوں ابوجہل یہ سنتے ہی جھلا کر اندر چلا گیا اور میں بھی واپس چلا آیا۔ واللہ اعلم۔

نے طہارت ظاہری کا طریقہ دکھلایا اور بتلایا۔ اس کے بعد عمرؓ ابن الخطاب نے آنحضرت (صلعم) کا مکان دریافت فرمایا اُدھر تو خباب ابن الارت ان کو اپنے ہمراہ لئے ہوئے درِ دولت پر حاضر ہوئے دوسری طرف آنحضرت (صلعم) بالہام الٰہی مکان سے باہر تشریف لائے اور حضرت عمر ابن الخطابؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا "اے ابن خطاب تجھ کو یہ کیا ہوا ہے۔ یعنی کیسے آیا ہے" حضرت عمر ابن الخطابؓ نے عرض کیا "یا رسولؐ اللہ میں مسلمان ہو کر آیا ہوں"۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ ابن الخطاب علانیہ کلمہ شہادت پڑھ کر سچے مسلمانوں میں داخل ہو گئے۔ حضرت عمرؓ ابن الخطاب کے کہنے سے آنحضرت (صلعم) کعبہ میں نماز پڑھنے کو تشریف لائے۔ مسلمانوں کو ان کے اسلام لانے سے بہت بڑی تقویت پہنچی - یہ وہی بزرگ ہیں جن کے اسلام لانے کی آنحضرت (صلعم) اکثر ان کلمات سے دعا فرماتے تھے "اَللّٰھُمَّ اَعِزَّ الاسلام باحد العمرین" یعنی اے اللہ عمر سے یا عمر بن ہشام سے اسلام کو عزت عطا فرما۔ آنحضرت (صلعم) کی دعا میں حضرت عمر ابن الخطابؓ اور عمر ابن ہشام یعنی ابو جہل -- دونوں عمر مراد تھے۔

بنی ہاشم کا معاشرتی مقاطعہ

پھر جب قریش نے یہ دیکھا کہ اکثر مسلمان نجاشی کے ملک میں چلے گئے ہیں جن پر ہمارا کچھ زور نہیں چل سکتا اور جو معدودے چند باقی ہیں اب اُن کو بھی حضرت حمزہ ابن عبدالمطلب، حضرت عمر ابن الخطاب (رضی اللہ عنہما) کے اسلام لانے سے ذرہ برابر بھی ایذا نہیں پہنچا سکتے اور یوماً فیوماً مسلمانوں کی جماعت بڑھتی جاتی ہے تب انھوں نے جمع ہو کر یہ عہد پیمان کیا کہ "کوئی شخص ہم میں سے بنو ہاشم و بنو عبدالمطلب سے خواہ مسلمان ہوں خواہ کافر ہوں نہ نکاح کرے اور نہ اُن کے ساتھ بیٹھے اٹھے اور نہ اُن کے ساتھ مجالست کرے اور نہ کوئی دنیاوی معاملہ کرے"۔ اس پر سب لوگوں نے قسمیں کھائیں اور ایک محضر لکھ کر دستخط کر کے کعبہ میں رکھ دیا۔ اس جماعت میں بنو ہاشم میں سے صرف ابو لہب عبدالعزیٰ ابن عبدالمطلب شریک تھے۔ باقی سب ابو طالب کے ہمراہ تھے۔ تین برس تک یہی عہد پیمان قائم رہا۔ بھائی سے بھائی چھوٹ گیا۔ باپ بیٹے کے دیکھنے کا روادار نہ ہوتا۔ بیع وشرا کا معاملہ بند ہو گیا، مسلمانوں کو سخت تکلیف ہونے لگی۔

عہد نامہ کا اتلاف

آخر اہل قریش میں سے چند آدمی اس عہد کے توڑنے پر آمادہ ہو گئے۔ منجملہ ان میں سے ایک (بنو حسل بن عامر بن لوی سے) ہشام بن عمرو بن الحرث تھے جنھوں نے نقض عہد میں بہت بڑی کوشش کی ایک روز ان سے اور زہیر بن ابی امیہ بن المغیرہ سے اثنائے راہ میں ملاقات ہوئی۔ (اس کی ماں عاتکہ بنت عبدالمطلب اپنے بھائیوں کے کہنے سے مسلمان ہو گئی تھیں) ہشام نے زہیر سے نقض صحیفہ (عہد نامہ) کے بارے میں گفتگو کی زہیر نے ہشام کی

رائے سے اتفاق کیا۔ اس کے بعد ہشام مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف کے پاس گیا۔ اور بنو ہاشم وبنو مطلب کی مجبوری کا حال کہہ کر اس کو بھی نقض عہد پر آمادہ کیا۔ اس کے بعد ابوالبختری بن ہشام اور زمعہ بن الاسود کے یہاں گیا۔ اُن لوگوں نے بھی ہشام کی رائے سے اتفاق کیا اور نقض عہد پر تُل گئے۔ انھیں معاملات کے دوران آنحضرت (صلعم) نے ان لوگوں کو یہ خبر دی کہ اس عہد نامہ کو باستثناء اسماء الٰہی کیڑوں نے کھا لیا ہے۔ قریش کو یہ سُن کر تعجب ہوا۔ لیکن جب انھوں نے کعبہ کو کھول کر دیکھا تو عہد نامہ کو کیڑوں نے باستثناء اسماء الٰہی کھا لیا تھا۔ ان چاروں آدمیوں نے تو پہلے ہی عہد شکنی پر قسم کھالی تھی عہد نامہ کے ضایع ہو جانے سے اور لوگوں نے بھی عہد نامہ کی پابندی چھوڑ دی۔

ہجرت حبشہ ثانی

اس واقعہ کے بعد حضرت ابوبکرؓ ہجرت کے قصد سے گھر سے نکلے۔ لیکن ابن الدغنہ ان کو واپس لے آئے۔ اس واقعہ کے بعد مہاجرین حبشہ کو یہ غلط خبر ملی کہ اہل قریش مسلمان ہو گئے ہیں۔ اس اطلاع پر عثمانؓ[1] ابن عفان اور ان کی بیویؓ[2]۔ ابوحذیفہ[3] اور اُن کی بیوی[4] عبداللہ[5] بن عتبہ بن غزوان۔ زبیر[6] بن العوام۔ عبدالرحمٰن[7] بن عوف۔ مصعب[8] بن عمیر اور ان کے بھائی[9]۔ مقداد[10] بن عمرو۔ عبداللہ[11] بن مسعود۔ ابوسلمہ[12] بن عبدالاسد اور ان کی بیوی[13]۔ سلمہ[14] بن ہشام بن المغیرہ۔ عمار[15] بن یاسر۔ عبداللہ[16] وقدامہ[17] وعثمان[18] پسران مظعون اور ان کے لڑکے سائب[19]۔ خنیس[20] بن حذافہ۔ ہشام[21] بن العاصی۔ عامر[22] بن ربیعہ اور ان کی بیوی[23]۔ عبداللہ[24] بن مخرمہ (بنو عامر بن لوی سے) عبداللہ[25] بن سہل بن السکران بن عمرو۔ سعد[26] بن خولہ۔ ابوعبیدہ[27] بن الجراح۔ سہیل[28] بن بیضا۔ عمرو[29] بن ابی سرح رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین مکہ واپس آگئے۔ بعض چھپ کر مکہ میں داخل ہوتے اور بعض کسی کے جوار میں جا کر مقیم ہوئے یہاں تک کہ ہجرت ثانیہ کا وقت آیا۔ اس کے بعد بعض بزرگ ان میں سے مکہ ہی میں جاں بحق ہو چکے تھے۔ لیکن جب یہ مکہ میں آئے تو انھوں نے مسلمانوں کو اُسی حالت پر پایا جس صورت پر ان کو چھوڑ گئے تھے۔ یعنی اہل قریش ان کو ایذا وتکلیف دیتے تھے اور غریب مسلمان صبر وتحمل سے کام لیتے تھے۔

حضرت خدیجہؓ اور ابوطالب کی وفات

ہجرت سے تین سال پہلے ام المومنین حضرت خدیجہؓ بنت خویلد کا وصال ہو گیا۔ ان سے پینتیس یا پچپن روز کے بعد حضرت ابوطالب[1] نے وفات پائی۔ ان دونوں کے انتقال سے آنحضرت (صلعم) کو سخت صدمہ ہوا۔

---

[1] ابوطالب کی حالت نزع میں آنحضرت (صلعم) تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا کہ "اے چچا اگر آپ (باقی ص ۵۳ پر)

درحقیقت حضرت ابوطالب کی وجہ سے آپ کو کوئی ایذا نہ پہنچا سکتا تھا۔ ہر کام میں وہ آپ کی اعانت کرتے تھے۔ مخالفین کو آپ کی مخالفت سے روکتے تھے اسی طرح ام المومنین حضرت خدیجہؓ سے بھی آپ کو بے حد اُنس تھا انھوں نے سب سے پہلے آپ کی نبوت کی تصدیق کی تھی۔ جب مشرکین مکہ آپ کو ایذائیں دیتے اور آپ مغموم و ملول ہوتے تھے تو حضرت خدیجہؓ آپ کو تسلی و تشفی دیتی تھیں۔

طائف میں تبلیغ اسلام

الغرض ام المومنین حضرت خدیجہؓ اور حضرت ابوطالب کے انتقال کے بعد اسفہار مشرکین مکہ آنحضرت (صلعم) کو زیادہ ایذا دینے اور تکلیف دہی پر آمادہ رہنے لگے۔ ایک روز آپ بغرض دعوت اسلام طائف کی طرف تشریف لے گئے، وہاں کے سرداران عبد یالیل بن عمر بن عمیر اور اس کے دونوں بھائیوں مسعود و حبیب کے پاس بیٹھ کر ان کو اسلام لانے کی دعوت دی اور اسلام و مسلمانوں کی مدد کرنے اور اُس پر قائم رہنے کی استدعا فرمائی۔ لیکن ان تینوں آدمیوں نے نہایت سختی اور درشتی سے آپ کو جواب[1] دیا۔

اہل طائف کی ایذا رسانی

جب آنحضرت (صلعم) ان کے ایمان لانے سے ناامید ہو گئے تو ان سے اس حال کے چھپانے کے لئے ارشاد فرمایا۔ لیکن ان لوگوں نے آپ کا یہ کہنا بھی نہ مانا بلکہ کمینے اور چھوٹے چھوٹے لڑکوں کو آپ کے پیچھے لگا دیا ان لوگوں نے ان کے پیچھے تالیاں بجائیں اور ڈھیلے مارنے شروع کئے۔ یہاں تک کہ آپ عتبہ و شیبہ ربیعہ کے لڑکوں کے باغ کی دیوار کی اوٹ میں بیٹھ گئے۔ اس طرح جب پیچھا کرنے والے لڑکے و عوام الناس لوٹ گئے

(بقیہ نوٹ ص۵۲) اپنی زبان سے ایک بار بھی کلمہ شہادت پڑھ دیں تو کل بروز قیامت میں خدا سے آپ کی شفاعت کراؤں گا" حضرت ابوطالب نے کچھ جواب نہ دیا بلکہ منہ پھیر لیا۔ دوبارہ ارشاد فرمایا تو حضرت ابوطالبؓ نے کہا "اخترت النار علی العار" یعنی میں نے آتش دوزخ شرم کی وجہ سے اختیار کر لی، آنحضرت (صلعم) یہ سن کر ملول خاطر ہو کر اٹھ آئے اس کے بعد جس روز حضرت ابوطالب کا انتقال ہوا تو اثنائے راہ میں حضرت علی ابن ابی طالبؓ آنحضرت صلعم سے ملے اور عرض کیا یا رسول اللہ "مات عمک الضال" یعنی اے رسول اللہ آپ کا گمراہ چچا مر گیا) آپ نے اُن کو تسکین دی اور دفن کرنے کی ہدایت دی لیکن نہ تو آپ جنازہ کے ساتھ تشریف لے گئے اور نہ اُن کے جنازے کی نماز پڑھی گئی۔

[1] سیرۃ ابن ہشام میں لکھا ہے کہ ان میں سے ایک نے یہ جواب دیا تھا کہ اگر تجھکو خدا اپنا رسولؐ کر کے بھیجتا تو کیا تو یوں ہی پاؤں گھسیٹتا ہوا چلتا۔ دوسرے نے کہا کیا خدا نے کسی اور کو نہیں پایا جو تجھکو رسول بنایا ہے تیسرے نے کہا بخدا میں تجھ سے ایک بات بھی نہ کروں گا۔ کیونکہ تو خود کو رسولؐ کہتا ہے، تو نہایت خوفناک و قابل احتراز ہے واللہ اعلم

اور آپؐ کو ان کے شور و غل سے ایک گونہ اطمینان حاصل ہو گیا تو آپ نے سرِ مبارک آسمان کی جانب اُٹھا کر یہ دعا فرمائی "اللھم الیك اشکو ضعف قوتی وقلة حیلتی وھوانی علی الناس انت ارحم الراحمین انت رب المستضعفین انت ربی الی من تکلنی الی بعید یتجھمنی او الی عدو ملکته امری ان لم یکن بك علی غضب فلا ابالی ولکن عافیتك اوسع لی اعوذ بنور وجھك الذی اشرقت له الظلمات وصلح علیه امر الدنیا والاخرة من ان ینزل بی غضبك او یحل علی سخطك لك العتبی حتی ترضی ولا حول ولا قوة الا بك" یعنی اے اللہ میں تجھ سے اپنی کمزوری کا قلت تدبیر کا اور ذلت کا شکوہ کرتا ہوں تو سب سے زیادہ مہربان اور کمزوروں کا پروردگار ہے اور میرا بھی تو ہی رب ہے۔ اے اللہ مجھے کس کے حوالہ کر رہا ہے کیا ایسے حاسد کے جو مجھ سے ترش روئی سے پیش آتے یا ایسے دشمن کے جسے تو نے مجھ پر حاوی بنا دیا ہے۔ اگر تو مجھ سے ناراض نہیں تو پھر مجھے کسی بات کی پرواہ نہیں۔ لیکن تیری عافیت میرے لئے زیادہ گنجائش والی ہے۔ میں تیرے رخِ اقدس کے نور سے جس کی تاریکیاں بھی کافور ہو جاتی ہیں اور جس پر دنیا اور آخرت کی اصلاح موقوف ہے۔ تیری ناراضگی اور غصہ سے پناہ مانگتا ہوں۔ اے اللہ مجھ سے راضی ہو جا اور مجھے طاقت و قوت عطا فرما۔

جب آنحضرت (صلعم) طایف سے ناامید ہو کر واپس ہوئے تو شب کو ایک کھجور کے باغ میں ٹھہر گئے۔ نصف شب میں جس وقت آپ نماز پڑھنے کو کھڑے ہوتے تو چند جن اس طرف سے گذرے انھوں نے اس مقام پر توقف کر کے قرآن شریف سُنا۔ اس کے بعد آنحضرت (صلعم) مکہ میں داخل ہوتے اہلِ مکہ بدستور آپ کی عداوت اور مذہب اسلام کی بیخ کنی پر تلے ہوئے تھے رؤسائے قریش میں سے کسی نے آپ کو اپنی ہمسائیگی میں نہ لیا، آخر کار مطعم ابن عدی کے پڑوس میں آپ ٹھہرے طفیل بن عمرو الدوسیؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نہ صرف خود ایمان لائے بلکہ اپنی قوم کو اسلام کی طرف بلایا۔ ان میں سے بعض ایمان لائے۔ آنحضرت (صلعم) نے ان کے حق میں دعا فرمائی۔

ابن حزم کا یہ بیان ہے کہ اس کے بعد واقعہ معراج ہوا۔ پہلے آپ مکہ سے بیت المقدس تشریف لے گئے۔ پھر وہاں سے آسمانوں پر گئے اور انبیاء کرام سے ملاقات کی جنت اور سدرۃ المنتہٰی کو چھٹے آسمان پر دیکھا اسی شب میں نماز فرض کی گئی۔ طبری کے نزدیک اسرار (واقعہ معراج) اور نماز کی فرضیت ابتدائی وحی تھی واللہ اعلم۔

ایام حج میں دعوت اسلام ان واقعات کے بعد آنحضرت (صلعم) مشرکین مکہ کے ایمان لانے

سے کسی قدر نا امید ہو گئے تو حج کے موقع پر جو لوگ اطراف وجوانب سے آتے تھے ان کے قیام کی جگہ پر تشریف لے جاتے، ان کو اسلام کی دعوت دیتے، قرآن پڑھ کر سناتے، نیز اسلام اور مسلمانوں کی امداد کے لئے ان سے فرماتے تھے، لیکن اہل قریش اس کام میں بھی مزاحمت کرتے اور آپ کی مذمت کرتے تھے ابولہب کو اس کام میں بطور خاص دلچسپی تھی وہ اپنے کل کاموں کو چھوڑ کر آپ کے پیچھے پڑ گیا تھا۔ جن لوگوں کو آپ نے حج کے ایام میں دعوت اسلام دی ان میں بنو عامر بن صعصعہ (مضر سے) اور بنو شیبان وبنو حنیفہ (ربیعہ سے) اور کندہ (قحطان سے) اور کلب (قضاعہ سے) وغیرہ قبائل عرب شامل تھے۔ ان سے بعض بات سن کر سہولت سے جواب دیتے تھے اور بعض بچتے اور بعض ایذا وتکلیف پر آمادہ ہو جاتے تھے اور بعض[1] کہتے تھے کہ "ہم اس شرط پر ایمان لائیں گے کہ تم ہم کو ملک وحکومت دلاؤ" آنحضرت صلعم جواب میں ارشاد فرماتے تھے کہ "بھائی یہ کام اللہ جل شانہ کا ہے میں اس کا وعدہ نہیں کرسکتا"۔

قبائل کی مخالفت

ان سب میں سے بنو حنیفہ نے نہایت درشتگی سے جواب دیا تھا اور بے حد سختی سے پیش آئے تھے۔ اس کے بعد آنحضرت (صلعم) سوید بن الصامت برادر بنو عمرو بن عوف بن اوس کے پاس تشریف لے گئے، ان کو دعوت اسلام دی۔ سوید بن الصامت نے اگرچہ اسلام قبول نہیں کیا۔ لیکن سختی و درشتگی سے جواب بھی نہیں دیا۔ اور جب مدینہ واپس آیا تو کسی لڑائی میں مارا گیا یہ واقعہ یوم بعاث کے پہلے کا ہے۔ اس کے بعد مکہ میں ابوالحیسر انس ابن رافع اپنی قوم بنو عبدالاشہل کے ایک گروہ کے ساتھ خزرج کے مقابلے میں اہل قریش سے حلف لینے آیا۔ آنحضرت (صلعم) اس گروہ کے پاس بھی دعوت اسلام کی غرض سے تشریف لائے اس گروہ میں سے ایک نوجوان ایاس بن معاذ نامی نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر کہا۔ "واللہ جس کام کے لئے ہم لوگ آئے ہیں اس سے یہ اچھا ہے" ابوالحیسر نے یہ سن کر ایاس بن معاذ کو ایک ڈانٹ بتلائی ایاس بن معاذ خاموش ہو گئے اور یہ سب بے نیل مرام مدینہ کو واپس آئے۔ تھوڑے دنوں کے بعد ایاس بن معاذ کا انتقال ہو گیا۔ علماء سیر کہتے ہیں کہ ایاس

---

[1] علامہ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ جس وقت آپ نے بنو عامر کو دعوت اسلام دی تھی اس وقت ان میں سے ایک شخص نے کہا تھا کہ "اگر ہم تمہاری متابعت کریں اور اللہ تعالیٰ تم کو تمہارے مخالفین پر فتح یاب کرے تو کیا تم ہم کو اپنے بعد اپنا خلیفہ بناؤ گے؟" آپ نے فرمایا کہ "یہ کام اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے جیسا وہ چاہے گا کرے گا۔" اس شخص نے کہا کیا خوب اس وقت تو ہم تمہارے لئے اپنی گردنیں عرب کے سامنے کردیں اور جب تم کامیاب ہو جاؤ تو دوسرے لوگ صاحب حکومت ہوں، جاؤ ہم کو تمہاری ضرورت نہیں۔

بن معاذؓ نے بہ حالت اسلام انتقال کیا۔

بیعت عقبہ

ان واقعات کے بعد جب حج کا زمانہ آیا تو پھر آپ ہر کس و ناکس کے پاس حسب دستور تشریف لے جاتے اور ان کو دعوتِ اسلام دیتے تھے۔ ایک روز جب کہ آپ عقبہ کے قریب رونق افروز تھے، بنو خزرج کے حسب ذیل چھ آدمیوں سے ملاقات ہوگئی۔

(۱) ابو امامہ اسعدؓ بن زرارہ بن عدس بن عبید بن ثعلبہ بن غنم بن مالک ابن النجار (۲) عوفؓ بن الحرث بن رفاعہ بن سواد بن مالک بن غنم (یہی ابن عفراء ہیں) (۳) رافعؓ ابن مالک بن العجلان بن عمرو بن عامر بن زید بن مالک بن غضب بن جشم بن الخزرج (۴) قطبہؓ بن عامر بن حدیدہ بن عمرو بن سواد بن غنم بن کعب بن سلمہ بن سعد بن علی بن اسد ابن مراد بن یزید بن جشم (۵) عقبہ بن عامر بن نابی بن زید بن حرام بن کعب بن غنم بن سلمہ (۶) جابرؓ بن عبداللہ بن لغمان بن سلمہ بن عبید بن عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ۔

آنحضرت (صلعم) نے ان لوگوں کو دعوت اسلام دی قرآن پڑھ کر سنایا۔ چونکہ یہ لوگ یہود کے پڑوس میں رہتے تھے اس وجہ سے ان کے کان اس آواز سے آشنا تھے کہ عنقریب عرب میں ایک نبی پیدا ہونے والا ہے جو کفر و الحاد کی ظلمت مٹائے گا۔ پس جب ان لوگوں نے قرآن سنا اور توحید کی باتیں ان کے کانوں تک پہنچیں تو آپس میں ایک دوسرے سے مخاطب ہو کر کہنے لگے "واللہ یہ وہی نبی ہیں جس کا یہود تذکرہ کیا کرتے ہیں آؤ اس پر ایمان لائیں ایسا نہ ہو کہ یہود ہم سے پہلے مومن ہو جائیں" اسی قدر باتیں آپس میں کرکے آنحضرت (صلعم) سے مخاطب ہو کر عرض کیا کہ "ہم آپ کی رسالت کی تصدیق کرتے ہیں اور آپ پر ایمان لاتے ہیں یہود سے اور ہم سے اکثر جھگڑا ہوا کرتا ہے اگر آپ اجازت دیں تو ہم اُن کو اس کی دعوت دیں جس کی دعوت آپ نے ہم کو دی ہے شاید اللہ جل شانہٗ اس کے ذریعہ سے ہم میں اور ان میں اتفاق پیدا کردے پس اُس وقت ہمیں آپ سے زیادہ کوئی عزیز نہیں ہوگا۔"

یثرب میں اسلام

آنحضرت (صلعم) نے اُن کو نہایت مہربانی سے جواب دیا۔ وہ لوگ رخصت ہو کر جب مدینہ واپس آئے تو جہاں اور جس جلسہ میں بیٹھتے تھے اسلام ہی کا ذکر کرتے تھے رفتہ رفتہ یہ نوبت آگئی کہ انصارؓ کا کوئی جلسہ اور کوئی مکان آنحضرت (صلعم) کے تذکرہ سے خالی نہ رہا یہاں تک کہ آئندہ سال مکہ میں انصارؓ کے بارہ بزرگ تشریف لائے ان میں سے پانچ اشخاص تو انھیں چھ میں سے تھے جو سال گذشتہ ایمان لائے تھے باقی سات نئے

آنے والے حسب ذیل تھے۔

(۱) معاذ بن الحرث برادر عوف بن الحرث (جو گذشتہ سال آئے تھے (۲) ذکوان بن عبد قیس بن امرم بن فہد بن ثعلبہ بن صرامہ بن اصرم بن عمو ابن عبادہ بن عصیبہ (بنو جبیب سے) (۵) عباس بن عبادہ بن نضلہ بن مالک بن عجلان بن زید بن غنم بن سالم بن عوف بن عمرو بن عوف (یہ دس بزرگ تو قبیلہ خزرج کے تھے) اور قبیلہ اوس سے یہ دو بزرگ تھے (۶) ابوالہیثم مالک بن التیہان۔ (یہ بنو عبدالاشہل بن جشم بن الحرث بن الخزرج بن عمرابن مالک ابن اوس میں ہیں) (۷) عویم بن ساعدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین (یہ بنو عمرو بن عوف بن مالک میں ہیں)

بیعت النساء ان مذکرہ بزرگوں نے قریب عقبہ کے آنحضرت (صلعم) کے دست مبارک پر اس امر کی بیعت فرمائی کہ "وہ کسی کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ کریں گے، چوری اور زنا نہ کریں گے، اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گے اور نہ کسی پر تہمت لگائیں گے۔ (اس بیعت کو بیعت النساء کہتے ہیں یہ بیعت جہاد فرض ہونے سے پہلے ہوئی تھی)، جب ان لوگوں کی واپسی کا وقت آیا تو آنحضرت (صلعم) نے ابن ام کلثومؓ و مصعبؓ بن عمیرؓ کو قرآن پڑھانے اور احکام شریعت کے سکھانے کے لئے ان کے ہمراہ کر دیا ابن ام مکتومؓ اور مصعب بن عمیرؓ مدینہ پہنچ کر اسعد بن زرارہ کے مکان پر اُترے۔ مصعب بن عمیرؓ مسلمانان مدینہ کے امام تھے اور ابن ام مکتومؓ ان کو قرآن پڑھاتے تھے سعد بن معاذ اور اسعد بن زرارہؓ دونوں خالہ زاد بھائی تھے۔

مدینہ میں اشاعت اسلام ایک روز اتفاق سے سعد بن معاذؓ و اسید بن الحضیر، اسعد بن زرارہ کے پاس آئے اور مسلمان ہو جانے سے اسعدؓ بن زرارہ کو نصیحت و ملامت

ؔ **حضرت اسید بن الحضیر کا قبول اسلام** سعد بن معاذ و اسید بن الحضیر کے اسلام کی مفصل کیفیت یہ ہے کہ جس وقت مصعبؓ ابن عمیر اور اسعدؓ بن زرارہ بنو عبدالاشہل و بنو ظفر (کعب ابن الحرثؓ) کو ایک کنوئیں کے چبوترے پر بیٹھے ہوئے دعوت اسلام دے رہے تھے۔ اُن کے پاس وہ لوگ بیٹھے ہوئے تھے جو اسلام لا چکے تھے۔ سعد بن معاذ نے یہ واقعہ دیکھ کر اسید بن الحضیر سے کہا کہ "تم ان لوگوں کے پاس جاؤ اور ان کے مجمع کو منتشر کر دو یہ لوگ ہماری قوم کے ضعفاء اور عورتوں کو بے دینی (اسلام) سکھاتے ہیں اگر اسعد بن زرارہ میرا خالہ زاد بھائی نہ ہوتا تو میں ان کے دفعیہ کو کافی ہوتا میں اس کے مقابلہ پر نہیں جا سکتا ہوں"۔ اسید بن الحضیر یہ سُن کر اٹھے اور اپنی تلوار لئے ہوئے اسعد بن زرارہ کے پاس آئے۔ مصعبؓ بن عمیر نے کہا کہ بھائی تم کیوں کھڑے ہو آؤ بیٹھ جاؤ (باقی صفحہ ۵۸ پر)

کرنے لگے۔ لیکن اللہ جل شانہ نے خود ان دونوں کو راہ اسلام کی ہدایت کی اور یہ مسلمان ہو گئے چونکہ یہ بنو عبدالاشہل کے سردار تھے۔ اس لیے ان کے مسلمان ہو جانے سے ایک ہی دن میں کل بنو عبدالاشہل

(بقیہ نوٹ ص۵۷) جاؤ میں تم سے کچھ گفتگو کروں گا" اسید بن الحضیر نے جواب دیا کہ تم لوگ ہمارے یہاں اس غرض سے آئے ہو کہ کمزور عقیدے والوں کو بہکاؤ؟ لہٰذا میں تم سے کہتا ہوں کہ اگر تمھاری کوئی ضرورت ہو تو بیان کرو ورنہ یہاں سے فوراً چلے جاؤ۔ مصعب نے کہا کہ "تم بیٹھ تو جاؤ میں تم سے گفتگو کروں گا اگر تمھاری خاطر میں آئے تو جان لینا۔ ورنہ جس سے تم کو نفرت ہو گی ہم اس کو تمھارے یہاں نہ بیان کریں گے" اسید بن الحضیر یہ کہہ کر کہ "یہ بات تم نے انصاف کی کہی" بیٹھ گئے اور مصعبؓ اسلام کے فضائل بیان کر کے قرآن سنانے لگے۔ اسید بن الحضیر بار بار کہتے جاتے تھے: "ما احسن هذا الكلام" یعنی یہ کلام کتنا اچھا ہے۔ جب مصعفؓ قرآن پڑھ چکے تو اسید نے پوچھا کہ بھائی اس دین میں داخل ہونے کا طریقہ تو بتاؤ مصعبؓ نے کہا کہ "تم اپنے جسم و کپڑوں کو پاک کرو اور اس طرح سے (ترکیب بتا کر) دو رکعتیں نماز پڑھو اور سچے دل سے کلمہ شہادت پڑھو" اسید بن الحضیرؓ نے نہایت صداقت اور خوشی سے جسم و کپڑے پاک کر کے نماز پڑھی اور کلمہ شہادت علی الاعلان پڑھ کر مصعب سے مخاطب ہو کر کہا کہ "میرے سوا ایک شخص اور ہے اگر وہ مسلمان ہو گیا تو پھر کوئی شخص تمھارا مخالف نظر نہ آئے گا میں جاتا ہوں اور اس کو تمھارے پاس بھیجتا ہوں" سعد بن معاذ نے اسید کو آتے ہوئے دیکھ کر اپنی قوم سے کہا "واللہ اسید ابن الحضیر جس حالت سے تمھارے پاس سے گیا تھا اس حالت پر نہیں آتا۔ جب اسید، سعد کے قریب پہنچے تو سعد نے کہا "ما فعلت" یعنی (تو نے کیا کیا) اسید نے جواب دیا کہ میں نے ان دونوں شخصوں سے باتیں کیں وہ اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے میں نے ان کو منع بھی کیا تو انھوں نے کہا کہ جو ہمارے نزدیک بہتر ہے ہم کرتے ہیں اور کریں گے"۔

حضرت سعدؓ بن معاذ اور اسعد بن زرارہ علاوہ اس کے بنو حارثہ نے یہ سن کر کہ اسعد بن زرارہؓ تمھارا خالہ زاد بھائی ہے اس کے قتل کو آرہے ہیں سعد بن معاذ یہ سنتے ہی اپنی تلوار لے کر اٹھ کھڑے ہوئے اور نہایت تیزی سے اسعد بن زراہ کے پاس آپہنچے اور نہایت غضبناک ہو کر اسعد بن زرارہ سے کہا واللہ اگر میرے اور تیرے قرابت نہ ہوتی تو تجھ کو اسی تلوار سے قتل کر ڈالتا تم لوگ ہمارے ہی محلات میں آکر ہماری ہی قوم کو بہکاتے ہو" اسعد بن زرارہؓ تو یہ سن کر خاموش ہو رہے۔ البتہ مصعبؓ نے ان کو نرمی سے ٹھایا بعد میں یہ بھی اسید کی طرح ایمان لے آئے۔ اور جب لوٹ کر اپنے جلسہ میں آئے تو اپنی قوم سے مخاطب ہو کر کہا "كيف تعلمون امری فیکم" "تم اپنے مجمع میں میرا حکم کیسا جانتے ہو؟ سب نے متفق ہو کر کہا "سيدنا وافضلنا (باقی ص۵۹ پر)

چھوٹے بڑے عورت و مرد سب کے سب مسلمان ہو گئے تھوڑے ہی دنوں میں مدینہ کا کوئی ایسا گھر نہ تھا جس میں کوئی عورت یا مرد مسلمان نہ ہو گیا ہو الا بنو امیہ بن زید اور حطمہ اور وائل اور واقف (بطون اوس) بدستور اپنی قدیم حالت پر قایم رہے۔ یہ لوگ اعلیٰ مدینہ میں رہتے تھے ان کے ایمان نہ لانے کا باعث ابو قیس صیفی بن الاسلت شاعر تھا۔ یہ لوگ سب اس کے مطیع تھے۔ لیکن غزوہ خندق کا وقت آیا کہ یہ سب لوگ بھی مسلمان ہو گئے۔

بیعت عقبہ ثانی

مصعبؓ ابن عمیر تقریباً سال بھر مدینہ منورہ میں رہے۔ اس اثنا میں انصار کا کثیر گروہ اسلام میں داخل ہو گیا۔ اور جب حج کا زمانہ آیا تو مصعبؓ ابن عمیر مع ان لوگوں کے جو ایمان لا چکے تھے حج ادا کرنے کی غرض سے مکہ روانہ ہوئے تو اس قافلہ میں ان کے ہمراہ وہ لوگ بھی تھے جو ہنوز اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے مسلمانوں کی تعداد ان لوگوں کی بہ نسبت بہت کم تھی جو اس وقت تک مشرف بہ اسلام نہ ہوئے تھے۔ مسلمانان مدینہ نے مکہ پہنچ کر آنحضرت (صلعم) کی زیارت کی اور آپ سے اوسط ایام تشریق میں عقبہ کے قریب ملنے کا وعدہ کیا اس وعدہ کے ایفاء کی غرض سے اپنی قوم سے چھپ کر عقبہ کے قریب آئے اُن کے ہمراہ عبداللہؓ بن عمرو بن حرام اور ابو جابرؓ اور چند لوگ بھی چلے آئے تھے۔

انصار کا عہد و پیمان

چنانچہ اسی شب میں انھوں نے آنحضرت (صلعم) کے دست مبارک پر بیعت کی اور اسلام میں داخل ہوتے اور اس امر کا اقرار کیا کہ ہم اُن سب چیزوں سے بچیں گے جن سے ہم اپنی عورتوں، اپنے بچوں اور اپنی عزت کو بچاتے ہیں۔ آپ ضرور مع اپنے اصحاب کبار کے ہمارے شہر میں آ جیے۔ ہم آپ کے احباب و اصحاب کے مددگار اور آپ کے مخالفین کے مخالف ہوں گے۔ اس جلسہ میں عباس ابن عبدالمطلبؓ بھی آنحضرت (صلعم) کے ہمراہ آئے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۵۸) رأیا و یمینًا" یعنی تم کو اپنا سردار صاحب الرائے اور قول کا پکا سمجھتے ہیں) اس کے جواب میں سعد بن معاذؓ نے کہا "واللہ تم میں سے کسی سے میں اس وقت تک کلام نہ کروں گا جب تک تم سب لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان نہ لاؤ گے۔ اسید بن الحضیر نے بھی اس کلام کی تائید کی اور اسعد مصعبؓ کے ہمراہ اسعد بن زرارہؓ کے مکان پر چلے آئے۔ اس کلام کے سنتے ہی کل بنو عبدالاشہل اُن کے پیچھے پیچھے اسعد کے مکان پر آ گئے اور جو اِدھر اُدھر کسی ضرورت سے گئے تھے وہ بھی سُن سُنا کر آتے جاتے تھے ایک ہی دن میں ایک قوم کی قوم ایمان لائی حق تو یہ ہے کہ یہ شرافت سعد و اسید رضی اللہ عنہما کے حصہ میں تھی واللہ اعلم۔

تھے، اگرچہ اس وقت تک وہ اپنے قومی مذہب پر قائم تھے لیکن آنحضرت (صلعم) کا ساتھ دینے اور آپ کی مدد کرنے کو محبوب و عزیز رکھتے تھے۔ اس بیعت میں سب سے پہلے برآر بن معرورؓ نے سبقت کی۔ ان کے بعد اور لوگوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔

بارہ نقیب

اس شب اسلام قبول کرنے والے اہل مدینہ میں سے سب تہتّر مرد اور دو عورتیں تھیں پھر آنحضرت (صلعم) نے ان میں سے بارہؔ نقیب (حکام) منتخب فرمائے جن میں نو آدمی قبیلہ خزرج کے اور تین اوس کے تھے۔ حضورؐ نے ان بارہ آدمیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا "کہ تم لوگ اپنی قوم کی تعلیم و تعلّم کے ذمہ دار ہو جیسا کہ عیسیٰ ابن مریم کے حواری ذمہ دار تھے اور میں تم سب لوگوں کا ذمہ دار ہوں۔ جن کو آنحضرت (صلعم) نے نقیب مقرر فرمایا ان کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:۔

نوُ بنو خزرج کے تھے جس میں سے یہ تینؔ بزرگ اسعدؔ بن زرارہؔ و رافعؔ بن مالک و عبادہؔ ابن الصامتؓ شریک عقبہ اولیٰ میں تھے ان کے علاوہ سعدؔ بن الربیع بن عمرو بن ابی زہیر بن مالک بن امری القیس ابن مالک بن ثعلبہ ابن کعب ابن الخزرج۔ عبدؔ اللہ بن رواحہ بن امری القیس۔ برآؔ بن معرور بن صخر بن خنسا بن سنان بن عبید بن عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ۔ ابوؔ جابر عبداللہ بن عمرو بن حرام۔ سعدؔ بن عبادہ بن دلیم بن حارثہ۔ منذرؔ بن عمرو ابن خنیس بن لوذان بن عبدود بن یزید بن ثعلب بن الخزرج بن ساعدہ بن کعب بن الخزرج اور تین قبیلہ اوس کے اسیدؔ بن حضیر بن سماک بن عتیک بن رافع بن امری القیس بن زید بن عبدالاشہل۔ سعدؔ بن خیثمہ بن حارث بن مالک بن اوس۔ رفاعہؔ بن المنذر بن زید بن امیہ بن زید بن مالک بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) تھے۔ لیکن اہل علم بجائے رفاعہ بن المنذر کے ابوالہیثم بن التیہان کو شمار کرتے ہیں واللہ اعلم۔

عقبہ ثانیہ کا قریش میں ردّ عمل

جب یہ بیعت تمام ہو گئی اور یہ لوگ آنحضرت (صلعم) سے رخصت ہو کر اپنی اپنی قیام گاہوں کو واپس ہوئے۔ اُس وقت اہل قریش کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی۔ بعض نے اس واقعہ کی تصدیق کی اور بعض نے اس کو جھٹلایا۔ صبح ہوتے ہی اہل قریش کا ایک گروہ انصارؓ کی قیام گاہوں پر آیا اور اُن کو اسلام لانے اور بیعت کرنے پر سخت و سست کہنے لگا۔ انصارؓ نے بھی اُن کو ترکی بہ ترکی جواب دیا تب قریش وہاں سے اُٹھ کر آئے اور آپس میں دوبارہ مسلمانوں کی تکلیف دہی پر قسمیں کھائیں عبداللہ بن ابی سلول نے کہا "کہ افسوس کی بات ہے کہ ہماری قوم ایک طرح اتفاق نہیں کرتی" مقام منیٰ سے لوگوں کے متفرق ہونے کے بعد اہل قریش کو اس بیعت کی خبر کی تصدیق ہو گئی۔ چنانچہ اہل قریش کے چند لوگ انصارؓ کے گرفتار کرنے کو روانہ ہوئے لیکن انھوں نے کسی

کو نہ پایا البتہ سعد بن عبادہ کو اثنائے راہ سے گرفتار کر لائے اور طرح طرح کی ایذائیں دینے لگے۔ تا آنکہ جبیر ابن مطعم و حرث بن امیہ نے سعد بن عبادہ کو اُن کے جور و ستم کے ہاتھوں سے چھڑایا یہ دونوں مدینہ میں سعد بن عبادہ کے پڑوس میں رہتے تھے۔

باب ۲

ہجرت

ہجرت کا حکم

اس بیعت کے بعد مدینہ میں اسلام کا زیادہ زور ہو گیا اور اہل مدینہ کے مسلمان ہو جانے سے مسلمانوں کو ایک گونہ قوت حاصل ہو گئی۔ مشرکین مکہ اس واقعہ سے بہت برہم ہوئے۔ انھوں نے ایک بار پھر سختی سے مسلمانوں کے ستانے پر عہد و پیمان استوار کیا جس سے مسلمانوں کی تکلیف بڑھ گئی۔ اس وقت جو سب سے پہلے جہاد کی آیت اللہ جل شانہ نے نازل فرمائی یہ تھی "وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین کلہ للہ" یعنی مسلمانو! مشرکوں سے لڑتے رہو۔ جب تک شرک ختم نہ ہو جائے اور اللہ کی توحید نہ پھیل جائے، اس کے بعد آنحضرت (صلعم) نے بحکم الٰہی اپنے اصحاب (رضی اللہ عنہم) کو مکہ سے مدینہ ہجرت کر جانے کا ارشاد فرمایا۔

مسلمانوں کی ہجرت

سب سے پہلے ابو سلمہؓ بن عبد الاسد مکہ سے ہجرت کر کے قبا میں جا کر ٹھہرے۔ ان کے بعد عامرؓ بن ربیعہ (حلیف بنو عدی) معہ اپنی بی بی لیلیٰؓ بنت ابی خیثمہ بن غانم کے پھر کل بنو جحش (بنو اسد بن خزیمہ سے) ہجرت کر کے قبا میں جا کر مقیم ہوئے۔ ان کے بعد عکاشہؓ بن محصن اور ایک گروہ بنو اسد (خلفاء بنو امیہ) جن میں زینب بنت جحش ام المومنین بھی تھیں اور ان کی دونوں بہنیں حمنہ و ام حبیبہ نے ہجرت کی۔ بعدہ حضرت عمر ابن الخطابؓ و عیاشؓ بن ابی ربیعہؓ بیس سواروں کے ساتھ مدینہ ہجرت کر گئے یہ لوگ عوالی مدینہ بنو امیہ بن زید میں جا کر مقیم ہوئے لیکن ابو جہل ابن ہشام عیاش بن ربیعہ کو دھوکا[1] دے کر مکہ کو لوٹا لایا اور ایک مدت تک قید کر رکھا۔ پھر زیدؓ و سعیدؓ و خنیسؓ بن حذافہ بھی

---

[1] ابو جہل نے عیاش بن ربیعہ سے مدینہ پہنچ کر یہ کہا تھا کہ تیری ماں نے قسم کھائی ہے کہ بغیر تیرے نہ وہ کھانا کھائے گی اور نہ آرام سے سوئے گی۔ چل تجھ کو تیری ماں نے بلایا ہے اس نے مجھ کو اسی غرض سے بھیجا ہے۔ عیاش بن ربیعہ اس کے فریب میں آ گئے اور اس کے ہمراہ مکہ واپس چلے آئے۔

اور ایک گروہ خلفاء بنو عدی ہجرت کر کے مدینہ چلا آیا۔ یہ سب قبا میں رفاعہ بن عبدالمنذر (بنو عوف بن عمرو) کے مکان پر مقیم ہوئے۔ ان کے بعد طلحہ بن عبیداللہ اور صہیب بن سنان نے ہجرت کی اور بنو حرث بن خزرج بن حبیب بن اساف کے پاس قیام پذیر ہوئے لیکن بعض کہتے ہیں کہ طلحہ اسعد بن زرارہ کے مکان پر مقیم ہوئے تھے۔ پھر حمزہؓ بن عبدالمطلب مع زیدؓ بن حارثہ (آنحضرت صلعم کے آزاد غلام) اور ان کے حلیف ابو مرثد کناز بن حصن غنوی نے ہجرت کی اور قبا میں بنو عمرو بن عوف میں کلثوم بن الہدم کے یہاں مقیم ہوئے۔

ان کے بعد مکہ سے بنو مطلب بن عبد مناف کی ایک جماعت جن میں مسطحؓ بن اثاثہ و خباب بن الارتؓ (مولیٰ عتبہ بن غزوان) تھے قبا میں بنو مسلمان کے پاس اور عبدالرحمٰن بن عوف ایک گروہ مہاجرین کا لئے ہوئے بنو حرث بن الخزرج میں سعد بن الربیع کے مکان پر اور زبیرؓ بن العوام و ابو سبرہ بن ابی رہم بن عبد العزیٰ۔ منذر بن محمد بن عقبہ بن احیحہ کے مکان میں اور مصعب ابن عمیر بنو عبدالاشہل میں سعد بن معاذ کے پاس اور ابو حذیفہ بن عقبہ اور ان کے دونوں موالی سالم و عتبہ ابن غزوان مازنی بنو عبدالاشہل میں عباد بن بشر کے پاس آ کر مقیم ہوئے۔

سالم۔ ابو حذیفہ کے آزاد کئے ہوئے نہ تھے بلکہ ان کو قبیلہ اوس کی ایک عورت نے آزاد کیا تھا جو ابو حذیفہ کے ساتھ بیاہی ہوئی تھی عثمان بن عفان بنو نجار میں اوس برادر حسان بن ثابت کے مکان پر مقیم ہوئے تھے الغرض رفتہ رفتہ مکہ سے کل صحابیؓ مدینہ چلے آئے تھے۔ آنحضرت (صلعم) کے پاس مکہ میں سوائے حضرت ابو بکر صدیق و حضرت علیؓ ابن ابو طالبؓ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے اور کوئی باقی نہ رہا تھا۔ یہ دونوں بزرگ آنحضرت (صلعم) کے حکم سے مکہ میں رہ گئے تھے ورنہ یہ بھی کب کے مدینہ ہجرت کر گئے ہوتے۔ خود آنحضرت (صلعم) جناب باری عز اسمہ کے حکم کے منتظر تھے۔

حضرت محمدؐ کے خلاف قریش کا منصوبہ

جب اہل قریش نے ان بزرگوں کے ہجرت کر جانے اور اہل مدینہ کے اسلام لانے سے یہ سمجھ لیا اور دیکھ لیا کہ یہ سب لوگ رفتہ رفتہ مدینہ چلے گئے اور حسب خواہش ان کے عنقریب محمد (صلعم) بھی چلے جائیں گے۔ تب اہل قریش کے مشائخین جو اس وقت شریک مشورہ تھے۔ وہ حسب ذیل تھے:۔

بنو امیہ سے عتبہ و شیبہ و ابو سفیان اور بنو نوفل سے طعیمہ بن عدی و جبیر بن مطعم و حارث بن عامر اور بنو عبدالدار سے نضر بن الحارث اور بنو مخزوم سے ابو جہل اور بنو سہم سے نبیہ و منبہ پسران حجاج اور بنو جمح سے امیہ بن خلف۔

اس جلسہ میں علاوہ قریش کے اور قبائل کے لوگ بھی موجود تھے بعض یہ کہتے تھے کہ آنحضرت (صلعم) کو ایک تنگ و تاریک مکان میں قید کر دو اور بعضوں کی یہ رائے ہوئی کہ جلا وطن کر دو۔ لیکن ابو جہل کی یہ رائے ہوئی کہ نہ تو ان کو قید کرو اور نہ شہر بدر کرو بلکہ ہر قبیلہ سے ایک ایک جوان منتخب کیا جائے اور وہ مل کر دفعۃً آنحضرت (صلعم) کو مار ڈالیں (عیاذاً باللہ) اس صورت میں کسی فرد واحد پر قتل کا جرم عائد ہو گا اور نہ بنو عبد مناف ان سب سے لڑ سکیں گے۔ زیادہ برایں نیست کہ خوں بہا دیدیا جائے گا۔

کاشانہ نبویؐ کا محاصرہ

حاضرین جلسہ نے اس رائے کو پسند کیا اور رات ہی سے اس امر کی انجام دہی پر مستعد ہو گئے آنحضرت (صلعم) کا دروازہ و مکان گھیر لیا۔ اللہ جل شانہ نے بذریعہ وحی آنحضرت (صلعم) کو مطلع فرما دیا۔ چنانچہ جناب موصوف حسب حکم باری، حضرت علی ابن ابی طالب کو اپنے بستر پر سلا کر خود مکان کے باہر آئے۔ اللہ جل شانہ نے دشمن کی آنکھوں پر اس وقت پردے ڈال دیئے۔ آنحضرت (صلعم) نے یک مشت خاک پر سورہ یٰسین دم کی۔ اول آیات "فھم لا یبصرون" تک پڑھ کر ان کے سروں پر ڈال دی پھر آپ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے مسکونہ مکان سے باہر تشریف لائے۔ بنو بکر بن عبد مناة سے عبد اللہ بن اریقط الدولی کو راہبری کی غرض سے اجرت پر مقرر کر لیا اور ان سے یہ کہہ دیا کہ معروف راستہ چھوڑ کر غیر معروف راہ سے مدینہ لے چلیں۔ اگرچہ عبد اللہ بن اریقط کافر اور عاصی بن وائل کے حلیف تھے۔ لیکن ان دونوں بزرگوں نے ان پر اعتماد کر لیا تھا۔

غار ثور

الغرض آنحضرت (صلعم) اور حضرت ابو بکر صدیقؓ مکان سے نکل کر رات ہی کو ایک غار میں چھپ کر بیٹھ رہے جو اسفل مکہ جبل ثور میں تھا۔ عبد اللہ بن ابی بکرؓ روزانہ غار پر آتے اور اہل مکہ کے مشوروں اور حالات سے آگاہ کر جاتے تھے۔ عامر بن فہیرہ (حضرت ابو بکر صدیقؓ کے غلام) ان کی بکریوں کو عبد اللہ بن ابی بکرؓ کے پیچھے پیچھے نشان پا مٹانے کو چراتے ہوئے لاتے اور شب کو وہیں رہ جاتے تھے اس غرض سے کہ بقدر حاجت دودھ وغیرہ آپ کو دیدیا جائے۔ اسماء بنت ابی بکر روزانہ مکہ سے کھانا لا کر کھلا جاتی تھیں باوجود کمال احتیاط کے قریش بھی ڈھونڈتے ہوئے غار تک پہنچ گئے چونکہ غار کے منہ پر مکڑیوں نے پہلے ہی سے جالا تن رکھا تھا اس وجہ سے مطمئن ہو کر واپس آئے اور واپس آکر آنحضرت (صلعم) اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کو گرفتار کر کے لانے والے کے لئے سو اونٹوں کے انعام کا اعلان کر دیا۔

اسماء بنت ابی بکر ذات النطاقین

جب غار ثور میں تین روز آنحضرت (صلعم) وابو بکر صدیقؓ کو گزر گئے اور اہل قریش کا زور و شور تجسس کم ہو گیا۔ تب

عبداللہ بن اریقط (جن کو اجرت پر رہبری کے لئے مقرر کر لیا تھا) ان دونوں بزرگوں کے لئے سواری لے کر آئے جن میں ایک اونٹنی اپنے لئے بھی لائے اور اسماء بنت ابی بکرؓ سفرہ (ناشتہ یا زادِ راہ از قسم طعام) پکا کر لائیں لیکن عجلت میں رسی لانا بھول آئیں جس سے باندھکر ناشتہ لٹکا دیا جاتا اسماء بنت ابی بکرؓ نے اپنا "نطاق"[1] (کمربند) پھاڑ کر ناشتہ کو باندھکر لٹکا دیا اسی روز سے اسماء بنت[2] ابی بکرؓ ذات النطاقین کے نام سے موسوم ہو گئیں۔

مدینہ کا سفر

آنحضرت (صلعم) ایک ناقہ پر سوار ہوئے اور دوسرے پر حضرت ابوبکر صدیقؓ اور اُن کے پیچھے عامرؓ بن فہیرہ سوار ہوئے اور عبداللہ بن اریقط ایک تیسرے اونٹ پر سوار ہوا شاہراہ معروف و متعارف کو چھوڑ کر ایک غیر مشہور راستہ اختیار کر لیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے وقت روانگی اپنا کل مال (جو تخمیناً چھ ہزار درہم کا تھا) اپنے ہمراہ لے لیا۔ اول شب سے دوسرے دن ظہر تک برابر سفر کرتے رہے۔ ظہر کے وقت ایک میدان میں تھوڑی دیر کے لئے قیام کیا۔ اسی اثنار میں سراقہ بن مالک بن جشم (جو اہل قریش سے آپ کے گرفتار کرنے کا وعدہ کر چکا تھا) آپہنچا آنحضرت (صلعم) نے اس کے حق میں بددعا کی اُسی وقت اس کے گھوڑے کے چاروں پاؤں زمین میں دھنس گئے سراقہ مجبور ہو کر آنحضرت (صلعم) سے امان کا خواستگار ہوا آنحضرت (صلعم) نے اس کو امان دی اور اس کے کہنے سے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حسب اجازت آنحضرت (صلعم) اس کو امان نامہ لکھ کر دیدیا۔ سراقہ تو اس مقام سے واپس ہوا پھر جو جو آنحضرت (صلعم) کے تعاقب میں اُس کو ملتے جاتے تھے اُن کو وہ واپس کرتا جاتا تھا اور عبداللہ بن اریقط آنحضرت (صلعم) اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ہمراہ لئے ہوئے اسفل مکہ سے نکل کر ساحل کی طرف بڑھا اسفل عسفان سے گزرتا ہوا امج میں پہنچا۔ پھر وہاں سے اُس کے اسفل کو طے کرتا ہوا قدید میں آیا پھر قدید سے نکل کر عرج ہوتے ہوئے عوالی مدینہ سے قبا میں داخل ہوا

---

[1] النطاق کتاب نطاق بروزن کتاب ہے پہلے عرب کی عورتیں اس کو پہنا کرتی تھیں یہ ایک کپڑا ہوتا تھا جس کا وسط باندھا جاتا تھا اور اوپر کا حصہ نیچے کی طرف زمین تک لٹکا دیا جاتا تھا اور نیچے کا حصہ زمین پر لوٹتا رہتا تھا اس میں پائجامہ کی طرح پائینچے نہیں ہوتے تھے۔ (اقرب الموارد) شمس اللغات میں نطاق کے معنی کمربند لکھے ہیں۔ بہرکیف اسماء بنت ابی بکرؓ نے اپنے نطاق کو طول میں پھاڑ کر ایک حصہ میں ناشتہ باندھ دیا تھا اور ایک حصہ پہن لیا تھا۔

[2] اسماء بنت ابی بکرؓ کہتی ہیں کہ جب آنحضرت (صلعم) کی روانگی کے بعد چند نفر قریش کے میرے باپ کے گھر آئے جن میں ابوجہل بھی تھا اس نے مجھ سے کہا "این ابوک" یعنی (تیرا باپ کہاں ہے) میں نے کہا "لا ادری" (میں نہیں جانتی) ابوجہل نے یہ سنتے ہی میرے ایک طمانچہ مارا میں رو کر اندر چلی گئی اور وہ بھی اپنا سا منہ لے کر چلا گیا۔

اہل مدینہ کا استقبال

آنحضرت (صلعم) مورخہ بارہ (۱۲) ربیع الاول بروز پیر[1] غروب آفتاب کے قریب مدینہ میں رونق افروز ہوئے تھے۔ اہل مدینہ تشریف آوری کی خبر سن کر بغرض استقبال آئے ہوئے تھے لیکن آفتاب کے غروب ہوجانے کی وجہ سے اپنے اپنے مکان کو واپس ہو رہے تھے اس اثناء میں آنحضرت (صلعم) کو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ ایک کھجور کی باغ کی طرف سے تشریف لاتے ہوئے دیکھ کر اسی طرف دوڑ پڑے۔ آنحضرت (صلعم) مدینہ میں پہنچ کر قبا میں سعدؓ بن خیثمہ کے مکان پر یا بروایت بعض کلثومؓ بن الہدم کے یہاں رونق افروز ہوئے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ سخ میں بنوالحرث بن الخزرج میں حبیب بن اسافؓ بعض کے خیال میں خارجہ بن زیدؓ کے مکان پر مقیم ہوئے۔

حضرت علیؓ کی ہجرت

حضرت علی (کرم اللہ وجہ) نے آنحضرت (صلعم) کی روانگی کے بعد آنحضرت صلعم کی حسب ہدایت لوگوں کی امانتیں ان اصحاب کو پہنچا کر خود مدینہ منورہ روانہ ہوئے پوری رات اور آدھا دن قریب دوپہر تک سفر کرتے تھے۔ دوپہر سے کسی محفوظ مقام میں روپوش ہو جاتے تھے رفتہ رفتہ چند دن بعد آنحضرت صلعم کے پاس قبا پہنچ گئے۔

مسجد قبا کی تاسیس

پیر سے جمعرات تک آنحضرت صلعم قبا میں مقیم رہے۔ اس اثنا میں اہل قبا کی مسجد تیار کرائی لیکن جمعہ کی نماز آپ نے بنو سالم بن عوف میں ادا فرمائی۔ یہ مدینہ کا پہلا جمعہ تھا جس کو آپ نے بطن وادی میں ادا فرمایا۔ بنو سالم بن عوف نے آپ کو ٹھہرانا چاہا لوگوں میں اس بات کی بحث ہونے لگی تب آپ نے فرمایا کہ "میرے ناقہ کو نہ روکو جہاں وہ بیٹھ جائے، وہیں میں ٹھہروں گا کیونکہ وہ منجانب اللہ مامور ہے"۔

ناقۂ رسولؐ

چنانچہ آپ ناقہ پر سوار ہو کر چلے اور انصار (رضی اللہ عنہم) آپ کے آگے، پیچھے، داہنے، بائیں چلے ہر شخص کے دل میں یہی آرہا تھا کہ کاش ناقہ ہمارے قبیلہ میں ہمارے ہی مکان پر بیٹھ جاتے۔ ہر متنفس امید کی آنکھوں سے ناقہ کو دیکھ رہا تھا اور ناقہ آہستہ آہستہ چلا جا رہا تھا تاآنکہ ناقہ بنو بیاضہ کے محلہ میں پہنچا اور ان لوگوں نے ناقہ کی مہار پکڑنا چاہی۔ آپ نے فرمایا "دعوھا فانھا ماموراۃ" (اس کو چھوڑ دو بے شک یہ منجانب اللہ مامور ہے) پھر آپ کا بنو ساعدہ کے محلہ میں گزر ہوا۔ ان لوگوں نے بھی ناقہ کی مہار پکڑنے کا قصد کیا ان میں سعد بن عبادہؓ و منذر بن عمروؓ بھی تھے آپ نے ان لوگوں سے

---

[1] ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت (صلعم) پیر کے دن پیدا ہوئے اور حجر اسود کو پیر کے دن اٹھا کر رکھا ہجرت بھی پیر کے دن فرمائی اور وصال بھی پیر ہی کے دن ہوا۔

بھی یہی فرمایا اور یہ لوگ بھی خاموشی اور امید کی نظروں سے ناقہ کو دیکھنے لگے۔ اس کے بعد بنو حارثہ بن الخزرج کی طرف گزر ہوا، یہاں سعد بن الربیعؓ و خارجہ بن زیدؓ و عبداللہؓ بن رواحہ نے نیاز حاصل کیا، پھر ناقہ بنو حارثہ بن الخزرج سے نکل کر بنو عدی بن النجار (عبدالمطلب کے ننھیال) میں پہنچا ان لوگوں سے بھی آپ نے وہی کلمات ارشاد فرمائے یہ لوگ بھی خاموش ہو رہے۔ یہاں تک کہ ناقہ بنو مالک بن النجار کے محلہ میں بیٹھ گیا جہاں اس وقت مسجد نبوی کا دروازہ ہے اس کے مالک وہ دونوں دو لڑکے سہل و سہیل تھے جو معاذ بن عفراءؓ کے رشتہ داروں میں سے تھے۔ یہ کوئی آباد مقام نہیں بلکہ کچھ کھنڈر سا تھا البتہ کھجور کے درخت یا مشرکین کی قبریں اور مربد (چارپاؤں کے قید کرنے کا مکان) تھا۔ آپ ناقہ پر سے نہ اترے۔ تھوڑی دیر کے بعد ناقہ اٹھا اور تھوڑی دور چل کر لوٹا اور اسی مقام پر آ کر پھر بیٹھ گیا جہاں پہلے بیٹھا تھا۔

مسجد نبوی کی تعمیر

آنحضرت (صلعم) ناقہ سے اترے، حضرت ابوایوبؓ آپ کا اسباب اپنے گھر اٹھا لے گئے۔ چنانچہ آنحضرت (صلعم) بھی انہیں کے مکان پر مقیم ہوئے اس زمین کو مالکان مربد زمین نے آپ کو ہبہ کرنا چاہا لیکن آپ نے قبول نہ فرمایا اور اس کو بہ قیمت خرید فرما لیا اس کے بعد آپ نے مشرکوں کی قبریں اور کھجور کے درختوں اور کھنڈروں کے صاف کرنے کا حکم دیا اور بہ نفس نفیس مسجد بنانے میں مصروف ہوئے۔ انصار و مہاجرین رضی اللہ عنہم بھی بنانے میں شریک ہو گئے۔ مسجد کی دیواریں پتھروں کے ٹکڑوں اور کھگل سے بنائی گئیں اور چھت کھجور کی لکڑی اور پتوں سے پاٹی گئی۔

میثاق مدینہ

اس کے بعد آپ نے یہود سے معاہدہ کیا اور ایک عہد نامہ لکھ کر دیدیا جس میں انصار و مہاجرین اور یہود کے حقوق کے شرائط تحریر کئے گئے تھے۔

(مترجم) اس مقام پر مضامین کی دلچسپی کے پیش نظر ہم اس عہد نامہ کو جس کو آپ نے انصار اور مہاجرین نیز یہود کی موجودگی میں مرتب فرمایا تھا سیرۃ ابن ہشام سے نقل کرتے ہیں وھو ہذا۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هٰذَا كِتَابٌ مِنْ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قُرَيْشٍ وَيَثْرِبَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ وَلَحِقَ بِهِمْ وَجَاهَدَ مَعَهُمْ اَنَّهُمْ اُمَّةٌ وَاحِدَةٌ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ الْمُهَاجِرُوْنَ مِنْ قُرَيْشٍ عَلٰى رَبْعَتِهِمْ يَتَعَاقَلُوْنَ بَيْنَهُمْ وَهُمْ يَفْدُوْنَ عَانِيَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَالْقِسْطِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَبَنُوْ عَوْفٍ عَلٰى رَبْعَتِهِمْ يَتَعَاقَلُوْنَ مَعَاقِلَهُمُ الْاُوْلٰى وَكُلُّ طَائِفَةٍ تَفْدِيْ عَانِيَهَا بِالْمَعْرُوْفِ وَالْقِسْطِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَبَنُوْ سَاعِدَةَ عَلٰى رَبْعَتِهِمْ يَتَعَاقَلُوْنَ مَعَاقِلَهُمُ الْاُوْلٰى وَكُلُّ طَائِفَةٍ مِنْهُمْ تَفْدِيْ عَانِيَهَا بِالْمَعْرُوْفِ وَالْقِسْطِ

بين المؤمنين وبنو الحرث على ربعتهم يتعاقلون معاقلهم الاولى وكل
طائفة تفدى عانيها بالمعروف والقسط بين المؤمنين وبنو الجشم على ربعتهم
يتعاقلون معاقلهم الاولى وكل طائفة منهم تفدى عانيها بالمعروف
والقسط بين المؤمنين وبنو النجار على ربعتهم يتعاقلون معاقلهم الاولى
وكل طائفة منهم تفدى عانيها بالمعروف والقسط بين المؤمنين وبنو
عمرو بن عوف على ربعتهم يتعاقلون معاقلهم الاولى وكل طائفة تفدى
عانيها بالمعروف والقسط بين المؤمنين وبنو النبيت على ربعتهم يتعاقلون
معاقلهم الاولى وكل طائفة تفدى عانيها بالمعروف والقسط بالمؤمنين و
بنو الاوس على ربعتهم يتعاقلون معاقلهم الاولى وكل طائفة منهم تفدى
عانيها بالمعروف والقسط بين المؤمنين وان المؤمنين لا يتركون مفرجا
بينهم وان يعطوه بالمعروف في فداء او عقل ولا يحالف مؤمن مولى
مؤمن دونه وان المؤمنين المتقين على من بغى منهم او ابتغى وسيلة ظلم
او اثم او عدوان او فساد بين المؤمنين وان ايديهم عليه جميعا ولو كان
ولد احدهم ولا يقتل مؤمن مؤمنا في كافر ولا ينصر كافرا على مؤمن وان
ذمة الله واحدة يجير عليهم ادناهم وان المؤمنين بعضهم موالي بعض دون
الناس وانه من تبعنا من يهود فان له النصر والاسوة غير مظلومين ولا
متناصر عليهم وان سلم المؤمنين واحدة لا يسالم مؤمن دون مؤمن
في قتال في سبيل الله الا على سواء وعدل بينهم وان كل غازية غزت
معنا تعقب بعضها بعضا وان المؤمنين يبئ بعضهم على بعض بما نال دماءهم
في سبيل الله وان المؤمنين المتقين على احسن هدى واقومه وانه لا يجير
مشرك مالا لقريش ولا نفسا ولا يحول دونه على مؤمن وانه من اعتبط
مؤمنا قتلا عن بينة فانه قود به الا ان يرضى ولي المقتول وان المؤمنين عليه
كافة ولا يحل لهم الا قيام عليه وانه لا يحل لمؤمن اقر بما في هذه الصحيفة
وآمن بالله واليوم الآخر ان ينصر محدثا ولا يؤويه وانه من نصره
او آواه فان عليه لعنة الله وغضبه يوم القيامة ولا يؤخذ منه صرف

وَلَا عَدْلٌ وَاَنَّكُمْ مَهْمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ مَرَدَّهُ اِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَ
جَلَّ وَاِلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاَنَّ الْيَهُوْدَ يُنْفِقُوْنَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ
مَا دَامُوْا مُحَارِبِيْنَ وَاَنَّ يَهُوْدَ بَنِيْ عَوْفٍ اُمَّةٌ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ لِلْيَهُوْدِ دِيْنُهُمْ
وَلِلْمُسْلِمِيْنَ دِيْنُهُمْ مَوَالِيْهِمْ وَاَنْفُسُهُمْ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ وَاَثِمَ فَاِنَّهُ لَا يُوْبِقُ
اِلَّا نَفْسَهُ وَاَهْلَ بَيْتِهِ وَاَنَّ لِيَهُوْدِ بَنِي النَّجَّارِ مِثْلَ مَا لِيَهُوْدِ بَنِيْ عَوْفٍ وَاَنَّ
لِيَهُوْدِ بَنِي الْحٰرِثِ مِثْلَ مَا لِيَهُوْدِ بَنِيْ عَوْفٍ وَاَنَّ لِيَهُوْدِ بَنِيْ سَاعِدَةَ
مِثْلَ مَا لِيَهُوْدِ بَنِيْ عَوْفٍ وَاَنَّ لِيَهُوْدِ بَنِيْ جُشَمٍ مِثْلَ مَا لِيَهُوْدِ بَنِيْ عَوْفٍ
وَاَنَّ لِيَهُوْدِ بَنِي الْاَوْسِ مِثْلَ مَا لِيَهُوْدِ بَنِيْ عَوْفٍ وَاَنَّ لِيَهُوْدِ بَنِيْ ثَعْلَبَةَ
مِثْلَ مَا لِيَهُوْدِ بَنِيْ عَوْفٍ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ وَاَثِمَ فَاِنَّهُ لَا يُوْبِقُ اِلَّا نَفْسَهُ وَاَهْلَ
بَيْتِهِ وَاَنَّ جَفْنَةَ بَطْنٌ مِنْ ثَعْلَبَةَ كَاَنْفُسِهِمْ وَاَنَّ لِبَنِي الشَّطْنَةِ مِثْلَ مَا
لِيَهُوْدِ بَنِيْ عَوْفٍ وَاَنَّ الْبِرَّ دُوْنَ الْاِثْمِ وَاَنَّ مَوَالِيْ ثَعْلَبَةَ كَاَنْفُسِهِمْ وَ
اَنَّهُ لَا يَخْرُجُ مِنْهُمْ اَحَدٌ اِلَّا بِاِذْنِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاَنَّهُ
لَا يَنْحَجِزُ عَلٰى ثَارِ جُرْحٍ وَاَنَّهُ مَنْ فَتَكَ فَبِنَفْسِهِ فَتَكَ وَاَهْلَ بَيْتِهِ اِلَّا
مَنْ ظَلَمَ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلٰى اَبَرِّ هٰذَا وَاَنَّ عَلَى الْيَهُوْدِ نَفَقَتَهُمْ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ
نَفَقَتَهُمْ وَاَنَّ بَيْنَهُمُ النَّصْرَ عَلٰى مَنْ حَارَبَ اَهْلَ هٰذِهِ الصَّحِيْفَةِ وَاَنَّ
بَيْنَهُمُ النُّصْحَ وَالنَّصِيْحَةَ وَالْبِرَّ دُوْنَ الْاِثْمِ وَاَنَّهُ لَا يَاْثَمُ امْرُءٌ بِحَلِيْفِهِ
وَاَنَّ النَّصْرَ لِلْمَظْلُوْمِ وَاَنَّ الْيَهُوْدَ يُنْفِقُوْنَ مَا دَامُوْا مُحَارِبِيْنَ وَاَنَّ يَثْرِبَ
حَرَامٌ جَوْفُهَا لِاَهْلِ هٰذِهِ الصَّحِيْفَةِ وَاَنَّ الْجَارَ كَالنَّفْسِ غَيْرُ مُضَارٍّ وَلَا
اٰثِمٍ وَاَنَّهُ لَا تُجَارُ حُرْمَةٌ اِلَّا بِاِذْنِ اَهْلِهَا وَاَنَّهُ مَا كَانَ بَيْنَ اَهْلِ هٰذِهِ
الصَّحِيْفَةِ مِنْ حَدَثٍ اَوِ اشْتِجَارٍ يُخَافُ فَسَادُهُ فَاِنَّ مَرَدَّهُ اِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَ
جَلَّ وَاِلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاَنَّ اللّٰهَ عَلٰى اَتْقٰى مَا فِيْ هٰذِهِ
الصَّحِيْفَةِ وَاَبَرِّهِ وَاَنَّهُ لَا تُجَارُ قُرَيْشٌ وَلَا مَنْ نَصَرَهَا وَاَنَّ بَيْنَهُمُ النَّصْرَ
عَلٰى مَنْ دَهَمَ يَثْرِبَ وَاِذَا دُعُوْا اِلٰى صُلْحٍ يُصَالِحُوْنَهُ وَيَلْبَسُوْنَهُ فَاِنَّهُمْ
يُصَالِحُوْنَهُ وَيَلْبَسُوْنَهُ وَاَنَّهُمْ اِذَا دَعَوْا اِلٰى مِثْلِ ذٰلِكَ فَاِنَّهُ لَهُمْ مَا عَلَى
الْمُؤْمِنِيْنَ اِلَّا مَنْ حَارَبَ فِي الدِّيْنِ عَلٰى كُلِّ اُنَاسٍ حِصَّتُهُمْ مِنْ جَانِبِهِمُ الَّذِيْ

قَبْلَهُمْ وَاَنَّ یَهُوْدَ الْاَوْسِ مَوَالِیْهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلٰی مِثْلِ مَا لِاَهْلِ هٰذِهِ الصَّحِیْفَةِ مَعَ الْبِرِّ الْمَحْضِ مِنْ اَهْلِ هٰذِهِ الصَّحِیْفَةِ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلٰی اَصْدَقِ مَا فِیْ هٰذِهِ الصَّحِیْفَةِ وَاَبَرِّهٖ وَاَنَّهٗ لَا یَحُوْلُ هٰذَا الْکِتَابُ دُوْنَ ظَالِمٍ وَاٰثِمٍ وَاَنَّهٗ مَنْ خَرَجَ اٰمِنٌ وَمَنْ قَعَدَ اٰمِنٌ بِالْمَدِیْنَةِ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ اَوْ اَثِمَ وَاَنَّ اللّٰهَ جَارٌ لِمَنْ بَرَّ وَاتَّقٰی وَمُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

یعنی۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ محمد رسول اللہ صلعم کا قریشی و یثربی مسلمانوں کے لئے۔ اور ان کے ماتحتوں کے لئے اور ان کے ساتھ مل کر جہاد کرنے والوں کے لئے ایک فرمان ہے کہ مسلمان دوسرے لوگوں کو چھوڑ کر سب ایک قوم ہیں۔ قریشی مہاجر اپنی خوش حالی پر رہیں گے آپس میں ایک دوسرے کی دیت دیں گے اور دستور کے مطابق اپنے قیدیوں کا فدیہ دیں گے اور مسلمانوں میں عدل سے کام لیا جائے گا! اسی طرح بنو عوف اپنی خوش حالی پر رہیں گے آپس میں ایک دوسرے کی دیت دیں گے، ان میں عہد جاہلیت والی دیتیں قائم رہیں گی اور ہر جماعت دستور کے مطابق اپنے اپنے قیدیوں کا فدیہ دے گی اور مسلمانوں میں انصاف ہوگا۔ بنو ساعدہ بھی اپنی خوش حالی پر رہیں گے اور ان میں عہد جاہلیت کی دیتیں برقرار رہیں گی۔ اور ان میں کی ہر جماعت دستور کے مطابق اپنے قیدیوں کا فدیہ دے گی اور مسلمانوں میں انصاف ہوگا۔ بنو جشم بھی اپنی خوش حالی پر رہیں گے اور ان میں عہد جاہلیت کی دیتیں برقرار رہیں گی اور ان میں کی ہر جماعت دستور کے مطابق اپنے قیدیوں کا فدیہ دے گی اور مسلمانوں میں انصاف ہوگا۔ بنو النجار بھی اپنی خوش حالی پر رہیں گے اور ان میں عہد جاہلیت کی دیتیں برقرار رہیں گی اور ان میں ہر جماعت دستور کے مطابق اپنے قیدیوں کا فدیہ دے گی اور مسلمانوں میں انصاف ہوگا۔ بنو عمرو بن عوف بھی اپنی خوش حالی پر رہیں گے اور ان میں عہد جاہلیت کی دیتیں برقرار رہیں گی اور ان میں کی ہر جماعت دستور کے مطابق اپنے قیدیوں کا فدیہ دے گی اور مسلمانوں میں انصاف ہوگا۔ بنو نبیت بھی اپنی خوش حالی پر رہیں گی اور ان میں عہد جاہلیت کی دیتیں برقرار رہیں گی اور ان میں کی ہر جماعت دستور کے مطابق اپنے قیدیوں کا فدیہ دے گی اور مسلمانوں میں انصاف ہوگا اور بنو الاوس بھی اپنی خوش حالی پر رہیں گے اور ان میں عہد جاہلیت کی دیتیں برقرار رہیں گی اور ان میں کی ہر جماعت دستور کے مطابق اپنے قیدیوں کا فدیہ دے گی اور مسلمانوں میں انصاف ہوگا اور مومن ان میں ایسی کشادگی نہ چھوڑیں گے جسے وہ براہ نیکی دیت میں دیں۔ اور مومن کا آزاد کردہ مومن غلام اپنے آقا کے سوا دوسرے کا حلیف نہ ہوگا اور پرہیزگار مومنوں کو باغیوں پر اور طاقت ور علی پر ترجیح دی جائے گی اور ان پر بھی جو ظلم یا فساد یا گناہ یا دشمنی کی طرف مائل ہوں اور اُن میں سے ہر ایک پر ہر طرح سے انھیں قدرت و اختیار حاصل

ہوگا اگرچہ وہ ان میں سے کسی کا لڑکا ہی کیوں نہ ہو اور کوئی مسلمان کسی مسلمان کو کافر کے بدلہ قتل نہیں کرے گا اور نہ مسلمان کے مقابلہ میں کسی کافر کی مدد کی جائے گی یاد رکھو اللہ کی ذمہ داری ایک ہے۔ ادنیٰ مسلمان کی بھی کافر کے مقابلہ میں مدد کی جائے گی مسلمان دوسرے لوگوں کے علاوہ باہم دوست ہیں۔ جو یہودی مسلمانوں کے ماتحت ہوں گے ان کی مدد کی جائے گی اور غیر مظلوم ہونے کی حالت میں انہیں تنبیہ کی جائے گی اور ان کے خلاف دوسروں کی مدد نہیں کی جائے گی اور اگر کسی نے کسی کو پناہ دیدی تو جہاد میں برابری کے ساتھ مسلمان مسلمان ہی کی اطاعت کرے گا اور لڑنے والے مجاہد ایک دوسرے کے جانشین ہوں گے اور ایک دوسرے کی مدد کریں گے کیونکہ ان کا خون اللہ کی راہ میں گرا ہے اور متقی مومن بہترین اور انتہائی سیدھی راہ پر ہیں کوئی مشرک قریشی کے مال کو پناہ نہیں دے سکتا اور نہ اس کی جان کو اور نہ کسی مسلمان کے خلاف اس کی مدد کی جائے گی۔ اگر کسی نے کسی مسلمان کو دلیل کی رو سے ناحق قتل کر دیا تو اگر مقتول کے ولی راضی ہو جائیں تو اس سے فدیہ قبول کر لیا جائے گا اور تمام مسلمان اس سے بیزار ہوں گے اور سب کو اس کی مخالفت حلال ہے اور جو مسلمان اللہ پر، قرآن پر اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے اُسے کسی بدعتی کی مدد کرنی جائز نہیں اور اگر کسی نے اس کی مدد یا اعانت کی تو اس پر قیامت کے دن اللہ کا غصہ ہوگا اور اس کی توبہ بھی ناقابلِ قبول ہے اور فدیہ بھی۔

اختلافات کی صورت میں قرآن وحدیث کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ یہودی مومنوں کے ساتھ خرچ کریں گے جب تک وہ حربی ہیں۔ بنو عوف کے یہودی مسلمانوں کے ساتھ ایک جماعت ہیں۔ یہودی اپنے دین پر ہیں اور مسلمان اپنے دین پر۔ مسلمان ان کے غلاموں کے اور جانوں کے محافظ ہیں۔ لیکن جو ظلم یا گناہ کرے تو بجز اس کی ذات کے یا خاندان کے کوئی دوسرا نہیں پکڑا جائے گا۔ بنو نجار کے یہودیوں کے وہی حقوق ہیں جو بنو عوف کے یہودیوں کے ہیں اسی طرح بنو الحارث کے یہودیوں کے، بنو ساعدہ کے یہودیوں کے، بنو جشم کے یہودیوں کے، بنو اوس کے یہودیوں کے اور بنو ثعلبہ کے یہودیوں کے وہی حقوق ہیں جو بنو عوف کے یہودیوں کے ہیں مگر ظالم و خطا کار کو بجز اس کے نفس و اہل بیت کے کسی اور کو ہلاک نہیں کیا جائے گا۔ جفنہ ثعلبہ کا ان کی ذاتوں کی طرح ایک خاندان ہے اور بنو شطنہ کے حقوق بھی بنو عوف کے یہودیوں کے حقوق کی مانند ہیں۔ یاد رکھو نیکی گناہ کی ضد ہے اور ثعلبہ کے آزاد کردہ غلام ان کی ذاتوں کی طرح ہیں اور یہودیوں کے احباب انہیں کی طرح ہیں ان میں سے اللہ کے رسول کی اجازت کے بغیر کوئی نہ نکل سکے گا اور اپنے غالب مخالف سے کوئی شخص نہیں روکا جائے گا اور جس نے کسی کو قتل کیا اس نے اپنے آپ کو اور اپنے خاندان کو قتل کیا ہاں اگر مظلوم ہو تو اور بات ہے اور اللہ کی اس پر حجت ہے۔ یہودیوں پر اپنا خرچہ ہے اور مسلمانوں پر اپنا۔ اور آپس میں اُس کے خلاف باہمی مدد کرنے کا عہد ہے جو اس عہد والے سے لڑنا چاہے اور ان میں باہمی خیر خواہی اور پند و موعظت

ہے اور نیکی گناہ کے خلاف ہے کوئی شخص اپنے حلیف پر زیادتی نہ کرے، مظلوم کی مدد کی جائے گی۔ جب تک مسلمان لڑتے رہیں گے، ان کا خرچہ یہودیوں کے ذمہ ہوگا، اس عہد والوں کے لئے یثرب کا اندرونی حصہ حرام ہے۔ پڑوسی کو اپنی ذات کی طرح نہ نقصان پہنچایا جائے اور نہ اس کے گھر والوں کی اجازت کے بغیر اس کی حرمت میں خلل ڈالا جائے اگر اس عہدوالوں سے کوئی ایسا نیا کام سرزد ہو جس سے فساد کا ڈر ہو تو کتاب وسنت کی طرف رجوع کیا جائے اس عہد نامہ کی تقوی اور نیکی والی باتوں پر اللہ گواہ ہے۔ اہل قریش کی اور ان کے مددگاروں کی مدد نہیں کی جائے گی اور ان پر باہمی امداد کا عہد ہے جب کوئی یثرب پر غالب آنا چاہے اور اگر مسلمان کسی مصالحت وفیصلہ کے لئے بلائے جائیں تاکہ لوگوں میں صلح کرادیں اور انہیں ملادیں تو وہ ان میں صلح کراکر ملاپ کرا دیں اور اگر یہودی صلح کرانے کے لئے بلائے جائیں تو ان پر بھی وہی ہے جو مسلمانوں پر ہے۔ یعنی ملاپ کرادیں (لیکن جو دین کے بارے میں جنگ کرے اس میں صلح وملاپ نہیں) ہر شخص کے لئے اس کا وہی حصہ ہے جو اس کی طرف سے ہے، اوس یہودیوں ان کے غلاموں اور ان کی جانوں کے عدل وانصاف سے وہی حقوق ہیں جو اس عہد نامہ والو کے ہیں۔ اس عہدنامہ کی سچی اور نیک باتوں پر اللہ گواہ ہے۔ اس عہد نامہ کے حکم میں ظالم وخطا کار داخل نہیں۔ مدینہ سے جو نکل گیا اسے امن ہے اور جو مدینہ میں بیٹھ گیا اسے بھی امن ہے مگر یہ کہ ظالم وخطاکار ہو۔ اللہ نیک ومتقی کا دوست ہے اور محمد اللہ کے رسول ہیں آپ پر اللہ کی رحمتیں اور سلامتیاں ہوں۔

حضرت اسعدؓ کی وفات

اسعدؓ بن زرارہ بنو النجار کے نقیب تھے جب ان معاملات کے دوران اُن کا انتقال ہو گیا تو بنو النجار آنحضرت صلعم کی خدمت میں آئے اور بجائے السعد رضی اللہ عنہ کے کسی دوسرے نقیب کے مقرر کئے جانے کی درخواست کی۔ آنحضرت صلعم نے ان میں سے کسی کو نقیب بنانے کے لئے منتخب نہ فرمایا اور یہ ارشاد کیا: "انا نقیبکم" (میں تمہارا نقیب ہوں) یہ امر بنو النجار کے مناقب میں ہے اور اکثر یہ لوگ اس پر فخر کیا کرتے تھے۔

حضرت عائشہؓ کی مدینہ میں آمد

عبداللہ بن اریقط (جو آنحضرت صلعم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہمراہ بغرض رہبری گئے تھے) مدینہ سے واپس ہو کر مکہ واپس آکر ان دونوں بزرگوں کے بخیریت مدینہ پہنچ جانے کی عبداللہؓ بن ابی بکر کو اطلاع دی اس خبر کے بعد عبداللہؓ بن ابی بکر مع اپنی بہن عائشہؓ اور ان کی ماں ام رومانؓ اور طلحہ بن عبداللہؓ کے مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچے۔ آنحضرت صلعم نے ام المومنین حضرت عائشہؓ

؎ آنحضرت صلعم نے ہجرت سے تین سال قبل ام المومنین حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد ام المومنین حضرت عائشہؓ کے ساتھ اپنا عقد کیا اس وقت ان کی عمر چھ برس کی تھی اور بعض کہتے ہیں کہ سات برس کی تھی۔

(رضی اللہ عنہا) کے ساتھ عقد کیا اور جنابہ موصوفہ سے ۲ھ میں ابو بکرؓ کے مکان پر خلوت[1] فرمائی اس کے بعد آپ کے حکم سے ابو رافعؓ مکہ تشریف لے گئے اور آپ کی بی بی (ام المومنین) سودہ بنت زمعہؓ اور آپ کی لڑکیوں کو مدینہ لے آئے انھیں دنوں رؤسا اہل قریش ابو احیحہ اور ولید بن المغیرہ اور عاصی بن وایل کا انتقال ہو گیا ان کے مرنے کی اطلاع آنحضرت (صلعم) کو ہوئی۔

مواخات (بھائی بندی)

پھر آپ نے بہ الہام الٰہی مہاجرین وانصار میں (مواخات: بھائی بندی) کرائی اس طرح پر کہ حضرت جعفر بن ابی طالب (حبشہ میں تھے) وحضرت معاذ بن جبل میں اور حضرت ابو بکر صدیق وخارجہ بن زید میں اور عمر ابن الخطاب وعثمان بن مالک (بنو سالم) میں اور ابو عبیدۃ بن الجراح وحضرت سعد بن معاذ میں اور عبدالرحمٰن بن عوف وسعد بن الربیع میں اور زبیر بن العوام وسلمہ بن سلامہ بن وقش میں اور طلحہ بن عبید اللہ وکعب بن مالک میں اور عثمان بن عفان واُوس بن ثابت (برادر حسان) میں اور سعید بن زید وابی بن کعب میں اور مصعب بن عمیر وابو ایوب میں اور ابو حذیفہ بن عتبہ وعباد بن بشر بن وقش عبد اشہلی میں اور عمار بن یاسر وحذیفہ بن الیمان عنسی حلیف عبد الاشہل میں (بعض کہتے ہیں کہ ثابت بن قیس ابن شماس میں) اور ابوذر غفاری ومنذر بن عمرو ساعدی میں اور حاطب بن ابی بلتعہ (حلیف بنو اسد بن عبد العزیٰ) وعویم بن ساعدہ (بنو عمرو بن عوف) میں اور سلمان فارسی وابو الدرداء عمیر بن ثعلبہ (بنو الحرث بن الخزرج) میں اور بلال ابن حمامہ (موذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) وابو رویحہ خثعمی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) میں رشتہ داریاں قائم کرائیں اور جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ایک دوسرے کے قرابت دار بنائے گئے۔

زکوٰۃ واذان

جس وقت آنحضرت (صلعم) کو مدینہ میں جمعیت واطمینان حاصل ہو گیا اور آپ کے پاس مہاجرین وانصار (رضی اللہ عنہم) جمع ہوئے اور اسلام کو ایک گونہ استحکام حاصل ہو گیا تو اُس وقت زکوٰۃ فرض کی گئی اور مُقیم کی نماز[2] میں دو رکعتیں بڑھائی گئیں جس سے چار رکعتیں پوری ہوئیں اس سے بیشتر دو ہی رکعتیں نماز

---

[1] مدینہ میں پہنچنے کے آٹھ مہینے بعد ماہ ذیقعدہ میں لیکن بعض کہتے ہیں کہ سات مہینہ بعد قدوم مدینہ شوال میں جس وقت عائشہؓ کی عمر نو برس کی تھی آنحضرت (صلعم) نے خلوت فرمائی۔ واللہ اعلم۔

[2] اگرچہ نماز مکہ ہی میں فرض ہوئی تھی لیکن باستثناء مغرب اُس کی تین رکعتیں تھیں اور باقی سب نمازیں دو دو رکعت پڑھی جاتی تھیں۔ مدینہ ہجرت کے ایک مہینہ بعد ظہر وعصر وعشا میں دو رکعتیں بڑھائی گئیں جب نماز کے اوقات مقرر کیے گئے تو آپ کو یہ خیال پیدا ہوا کہ کوئی علامت ایسی مقرر کرنی چاہیے کہ جس سے مسلمان بغیر (باقی ص۷۴ پر)

مسافر و مقیم کے لئے تھیں۔

عبداللہ بن سلام کا قبولِ اسلام

عبداللہؓ[1] بن سلام اسلام لائے تو یہودیوں نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا اور اوس وخزرج کے چند لوگوں کو بہکا کر منافق بنا لیا جن کا یہ کام تھا کہ وہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ) بلائے ہوئے نماز کو مسجد میں آیا کریں پہلے خیال گذرا کہ یہودیوں کی طرح ایک بوق (تیز مہیب آواز والا آلہ) رکھ دیا جائے جو نماز کے وقت بجا دیا جائے لیکن آپ کو یہ امر پسند نہ آیا اس کے بعد آپ نے ناقوس رکھنے کے لئے ارشاد فرمایا مگر یہ بھی کچھ مرغوب طبعِ اقدس نہ ہوا اسی اثنا میں عبداللہ بن زید بن ثعلبہ بن عبداللہ برادر بنو الحرث بن الخزرج نے شب کو یہ خواب دیکھا کہ ایک شخص سبز پوش ہاتھ میں ناقوس لئے ہوئے میری طرف سے گزرا عبداللہ بن زید نے اس سے کہا کہ کیا تم اس ناقوس کو فروخت کرو گے؟ اس سبز پوش نے کہا کہ تم اس کو خرید کر کے کیا کرو گے؟ عبداللہ بن زید نے جواب دیا کہ میں اس کو مسجد میں رکھ دوں گا۔ نماز کے وقت نماز پڑھنے کے لئے یہ بجایا جائے گا اس سبز پوش نے کہا کہ میں تم کو نماز کے بلانے کے واسطے اس سے اچھی تدبیر بتلائے دیتا ہوں۔ اس شخص نے یہ کہکر کلمات اذان کے بتلائے صبح ہوتے ہی عبداللہ بن زیدؓ آنحضرت (صلعم) کے خدمت میں آئے اور یہ خواب بیان کیا آنحضرت (صلعم) بہت خوش ہوئے اور یہ ارشاد فرمایا کہ یہ خواب تمہارا سچا ہے اور بلال کی چونکہ آواز بلند تھی اُن کو اس کام کے لئے منتخب فرمایا۔ الغرض جب بلال نے اذان دی۔ حضرت عمر بن الخطابؓ سُن کر حاضر خدمت ہوئے اور یہ گزارش کی کہ اے نبی اللہ بخدا میں نے ایسا ہی خواب دیکھا ہے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا "للہ الحمد علی ذالک"۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ اس حدیث کی محمد بن ابراہیم بن الحرث نے محمد بن عبداللہ بن زید بن ثعلبہ بن عبد ربہ سے روایت کی ہے۔ امام نوذی کہتے ہیں کہ اذان بحکم حدیدالٰہی یا باجتہاد آنحضرت (صلعم) شروع ہوئی ہے محض عبداللہ بن زید کے خواب دیکھنے پر عمل درآمد نہیں ہوا اس میں کوئی شک اور کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

[1] ابن اسحاق بعض اہلِ علم سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن سلام یہود کے بہت بڑے عالم تھے ان کا خود یہ بیان ہے کہ جب میں نے آنحضرت (صلعم) کا تذکرہ اور آپ کی صفت ونام وزمانہ بعثت کو دریافت کیا اُس وقت سے آپ سے ملنے کا اشتیاق ہوا۔ یہاں تک کہ آپ تشریف لائے اور قبا میں بنو عمرو بن عوف میں مقیم ہوئے۔ ایک روز میں باغ میں کھجور کے درخت پر چڑھا ہوا تھا اور میری پھوپی خالدہ بنت الحرث نیچے بیٹھی ہوئی تھیں اتنے میں ایک شخص آیا اور اُس نے آپ کی تشریف آوری کی خبر سُنائی میں نے سُنتے ہی تکبیر کہی میری پھوپھی نے سُن کر کہا "خدا تجھکو بدنصیب کرے واللہ اگر میں موسٰی بن عمرانؑ کے آنے کی خبر سُنتی تو بھی میں کوئی بات جدید نہ کرتی" میں نے جواب دیا: "اے پھوپھی یہ اللہ موسٰی بن عمرانؑ کا بھائی ہے اور اُسی کے دین پر مبعوث ہوا ہے" میری پھوپھی (باقی صفحہ پر)

مسلمانوں سے لڑتے تھے اور کفر و کفریات پر اصرار کئے ہوتے تھے ان منافقین کے سردار بنو الخزرج سے عبداللہ بن ابی ابن سلول وجد بن قیس اور قبیلہ اوس سے حرث بن سہیل بن الصامت وعباد بن خیف و مربع ابن قیظی اور اس کا بھائی اوس (از اہل مسجد ضرار) تھے اور یہودیوں میں سے جو بظاہر اسلام لے آئے تھے۔ لیکن خفیہ طور سے کفر و کفریات میں ڈوبے ہوئے تھے سعد بن حنیف و زید بن اللصیت ورافع بن خزیمہ ورفاعہ ابن زید بن التابوت وکنانہ بن حیورا وغیرہ تھے۔

غزوہ الجواء ۲ھ آنحضرت (صلعم) کی مدینہ تشریف آوری کے بعد صفر[1] کے مہینہ میں آپ بحکم الٰہی جہاد پر کمر بستہ ہو گئے تو دو[2] سو اصحاب کو اپنے ہمراہ لے کر اور قریش و بنو ضمرہ پر حملہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ) نے کہا "اے میرے بھتیجے کیا یہ وہی نبی ہیں جن کے مبعوث ہونے کا انتظار ہم کرتے تھے" میں نے کہا ہاں اس کے بعد میں آنحضرت (صلعم) کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایمان لایا۔ پھر لوٹ کر اپنے مکان پر آیا، میرے کل متعلقین میرے کہنے سے مسلمان ہو گئے۔ میں نے مصلحتاً اپنے اسلام کو اپنی قوم سے چھپایا لیکن آنحضرت سے عرض کیا کہ "قوم یہود نہایت حاسد ہے میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ مجھے کسی گوشہ مکان میں چھپا دیں اور یہود کو جمع کر کے ان سے میری کیفیت دریافت فرمائیں اس سے قبل کہ وہ میرے اسلام لانے سے واقف ہوں کیونکہ اسلام کے بعد وہ مجھ پر بہتان لگائیں گے اور میرے عیب بیان کریں گے آنحضرت (صلعم) نے میرے کہنے سے ایسا ہی کیا اور یہود کو جمع کر کے فرمایا "ای رجل الحصین بن سلام فیسکم" یعنی حصین (عبداللہ) بن سلام تم میں کیسا شخص ہے؟" یہود نے کہا "سیدنا وابن سیدنا وحبرنا وعالمنا" (یعنی ہمارا سردار اور ہمارے سردار کا بیٹا ہے اور ہمارا علامہ اور ہمارا عالم ہے) عبداللہ بن سلام یہ سنتے ہی نکل آئے اور یہود سے مخاطب ہو کر کہا "یا معشر الیہود اتقوا اللہ واقبلوا ما جاءکم بہ فو اللہ انکم لتعلمون انہ لرسول اللہ تجدونہ مکتوبا عندکم فی التوراۃ باسمہ وصفتہ فانی اشہد انہ رسول اللہ و اومن بہ واصدقہ واعرفہ" یعنی اے یہودیو! اللہ سے ڈر جاؤ اور جو کچھ اللہ کے نبی تمہارے پاس لائے ہیں اسے مان لو کیونکہ تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں توریت میں جو تمہارے پاس ہے آپ کا نام مع آپ کے اوصاف کے لکھا ہوا ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ میرا آپ پر ایمان ہے اور میں آپ کو پہچانتا اور مانتا ہوں۔ یہود یہ سنتے ہی یک زبان ہو کر چلا اٹھے "کذبت" (یعنی تو نے جھٹلایا) اور عبداللہ بن سلام کو سخت و سست کہہ کر چلے گئے۔ میں نے آنحضرت (صلعم) سے عرض کیا کہ کیا میں نے آپ کو اس قوم کی غداری اور فجور اور کذابی کی خبر نہ دی تھی؟ اس کے بعد میں نے اپنا اور اپنے اہل بیت کا اسلام ظاہر کر دیا اور میرے اہل بیت کے ساتھ میری پھوپھی خالدہ بنت الحرث بھی مسلمان ہو گئیں۔ (سیرۃ ابن ہشام)

[1] اسی مہینہ میں آنحضرت (صلعم) نے اپنی لڑکی حضرت فاطمہؓ کا عقد حضرت علی بن ابی طالب سے کیا۔ (ابو الفداء صفحہ ۱۲۶)

کرنے کو نکلے۔ مدینہ میں سعد بن عبادہؓ کو اپنا نائب مقرر فرما گئے۔ جس وقت آپ ودّان و ابواء میں پہنچے اہلِ قریش تو نہ ملے۔ البتہ مخشی بن عمرو سردار بنو ضمرہ بن عبد مناۃ بن کنانہ سے مڈبھیڑ ہوگئی آپ نے اُس سے اُس کی قوم کی طرف سے عہد کرنے کے لئے فرمایا اُس نے بموجب ارشاد والا آپ سے عہد و اقرار کیا اس کے بعد آپ مدینہ واپس تشریف لے آئے۔ لڑائی نہیں ہوئی۔ یہ پہلا غزوہ تھا۔ جس میں حضور بہ نفس نفیس شریک ہوئے تھے۔ یہ لڑائی غزوہ ودّان و ابواء کے نام سے موسوم ہے ودّان و ابواء مقام کا نام ہے جہاں تک آپ اس مرتبہ پہنچے تھے یہ دونوں مقامات ایک دوسرے سے ملے ہوئے چھ میل کے فاصلہ پر واقع ہیں اس غزوہ میں اسلامی جھنڈا حمزہ ابن عبد المطلبؓ کے ہاتھ میں تھا۔

غزوہ بواط

ایک بار پھر آپ کو یہ الہام الٰہی ہوا کہ تقریباً ڈھائی ہزار اہلِ قریش کا قافلہ جس میں امیہ بن خلف اور سو آدمی اہل قریش کے ہیں مکہ کی طرف جا رہا ہے۔ لہٰذا آنحضرت (صلعم) بحکم باری عزاسمہ اس قافلے کے روکنے اور اس سے مقابلہ کرنے کے لئے ماہ ربیع الثانی میں مدینہ سے نکلے اس مرتبہ مدینہ میں سائب بن عثمان بن مظعونؓ کو قائم مقام حکمران بنایا۔ اگرچہ طبری نے لکھا ہے کہ سعد بن معاذ کو آپ نے اس غزوہ میں مدینہ کا قائم مقام حاکم مقرر فرمایا تھا۔ بہرکیف آپ مقام بواط تک پہنچ گئے۔ آپ کے پہنچنے سے پہلے اہل قریش کا قافلہ نکل گیا تھا اس وجہ سے آپ جنگ کے بغیر مدینہ واپس آ گئے۔

غزوہ عشیرہ

ماہ جمادی الاولیٰ میں پھر آپ اہل قریش سے جہاد کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔ مدینہ میں ابو سلمہ بن عبد الاسد کو اپنا قایم مقام مقرر کیا۔ مدینہ سے آپ نکل کر عام راستہ کو ایک طرف چھوڑ کر

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۵) حضرت علیؓ نے مہر کی ادائیگی کے لئے اپنی زرہ فروخت کر دی جس کو حضرت عثمان ابن عفانؓ نے ساڑھے چار سو درم کو خرید کر پھر انھیں کو واپس دیدی۔ علی بن ابی طالبؓ ان درہموں کو ایک چادر میں باندھ کر آنحضرت (صلعم) کے پاس لائے آنحضرت (صلعم) نے اپنی عزیز بیٹی کا یہی مہر مقرر فرمایا اور اس سے خوشبو کی چیزیں اور کپڑے خرید کر انصار و مہاجرین کو بلا کر نکاح کر دیا۔

۱؎ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ آپ مدینہ سے نکل کر بنو دینار کے عقب سے گزر کرتے ہوئے فیفاء الخبار پہنچے اور بطحاء ابن ازہر میں ایک درخت کے نیچے اُترے۔ وہیں آپ نے نماز ادا فرمائی۔ آپ کے لئے کھانا پکایا گیا آپ نے اور کل ہمراہیوں نے کھایا۔ یہاں سے پھر کوچ فرمایا۔ اور علم راسعہ کو بائیں بازو چھوڑ کر شعبہ عبد اللہ پر چلے شاد دلیل کو طے کرتے ہوئے مجتمع الضبوعہ میں جا اُترے۔ چاہ ضبوعہ سے آپ نے پانی پیا۔ پھر اس مقام سے چل کر ضیرات یمام میں عام اور مشہور راستہ کو پایا یہاں سے آپ اسی راستہ سے روانہ ہوئے یہاں تک کہ بطن ینبع سے نکل کر مقام عشیرہ میں قیام فرمایا۔ یہاں پر بقیہ ماہ جمادی الاولیٰ اور چند راتیں جمادی الثانی تک مقیم رہے۔ بنو مدلج اور اُن کے حلفاء بنو ضمرہ سے عہد و پیمان لے کر بلا لڑائی مدینہ واپس ہوئے اسی غزوہ میں آپ نے علی بن ابی طالبؓ کو ابو تراب کنیت سے یاد فرمایا۔ واللہ اعلم۔

روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ اُس راستہ کو بطن ینبع سے گزر کر مخیرات یمام میں عشیرہ پر پایا اور وہاں پر بقیہ جمادی الاول اور چند راتیں جمادی الثانی تک مقیم رہے۔ اس مرتبہ آپ نے بنو مدلج سے عہد و پیمان لیا اور بلا جنگ کئے ہوئے مدینہ کی طرف مراجعت فرمائی۔

مدینہ پر شب خون غزوہ عشیرہ کے بعد مدینہ میں آنحضرت (صلعم) نے تقریباً دس راتیں قیام فرمایا ہوگا کہ کرز بن جابر فہری نے مضافات مدینہ پر شب خون مارا۔ اس خبر کے سنتے ہی آپ مدینہ سے اُس کے تعاقب میں نکلے۔ یہاں تک کہ اطراف بدر (یعنی مقام سفوان) پہنچے چونکہ اس مقام پر آپ کے پہنچنے سے پہلے کرز بن جابر یہاں سے کوچ کر گیا تھا۔ اس وجہ سے مدینہ کی طرف مراجعت فرمائی۔

اس مرتبہ بروایت ابن ہشام مدینہ میں زید بن حارثہ کو قائم مقام مقرر فرمایا تھا۔ واپسی کے بعد بقیہ ماہ جمادی الآخر و رجب و شعبان تک آپ مدینہ ہی میں مقیم رہے انتہی۔ (مترجم)

دفاعی تدابیر ان متذکرہ غزوات میں آپ بہ نفس نفیس شریک رہے اس دوران آپ نے جو دفاعی تدابیر اختیار فرمائیں۔ اب ہم ان کا ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ حضرت حمزہ رضؓ کی سیف البحر کو روانگی غزوہ ابواءؓ کے بعد آنحضرت (صلعم) نے مہاجرین رضی اللہ عنہم کے تیسؓ سواروں کی جمعیت کے ساتھ حمزہ ابن عبد المطلبؓ کو سیف البحر کی طرف روانہ فرمایا۔ تین سو سواران مکہ کے ساتھ ابو جہل عمر ابن ہشام سے سامنا ہوا۔ لڑائی نہیں چھڑنے پائی تھی کہ مجدی بن عمرو الجہنی درمیان میں آگئے۔

۲۔ معرکہ ثنیۃ المرار پھر عبیدہ ابن الحرث بن المطلبؓ کو ساٹھ یا اسیؓ سواران مہاجرین رضی اللہ عنہم کے ساتھ روانہ فرمایا۔ یہاں تک کہ مہاجر مجاہدوں کا یہ گروہ ثنیۃ المرار میں پہنچا، قریش کی ایک بہت بڑی جماعت سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ عکرمہ بن ابی جہل اس کا افسر تھا اور بعض مورخ کہتے ہیں کہ مکرز بن حفص ابن الاخیف تھا اس دفعہ میں بھی کچھ ایسا اتفاق ہوا کہ لڑائیؓ کی نوبت نہ آئی لیکن

لہ بعض علماء کا گمان ہے کہ آنحضرت (صلعم) نے غزوہ ابواء سے واپسی کے وقت مدینہ میں ورود سے قبل اثنا راہ میں حمزہ بن عبد المطلب رضؓ کو سیف البحر کی طرف عیص کی جانب روانہ فرمایا تھا ان میں مہاجرین کے سوا انصار میں سے کوئی نہ تھا ابو جہل ابن ہشام سے ساحل پر سامنا ہوا تھا مجدی بن عمرو الجہنی نے (جو فریقین کے معاہدہ میں شریک تھا) بیچ بچاؤ کرا دیا لڑائی نہیں ہوئی ان کے جھنڈے کا رنگ سفید تھا اور اس کو ابو مرثد لئے ہوئے تھے (سیرۃ ابن ہشام و ابن اثیر)

لہ کتب سیر و تواریخ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سریہ میں لڑائی نہ ہونے پر مورخین و علماء سیر باتی صفحہ ۷۸ پر)

اتنی بات مذکور ہوتی کہ مقدادؓ بن عمروؓ اور عتبہ بن غزوانؓ کفار کے گروہ سے نکل کر مسلمانوں کی جماعت میں آملے جو کہ اسی غرض کے لئے مکہ سے کفار کے ساتھ چلے تھے۔ چونکہ حمزہ ابن عبد المطلبؓ اور عبیدہ ابن حارث کی روانگی نہایت قریب قریب واقع ہوتی تھی اس وجہ سے علماء نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے بعض حمزہ ابن عبد المطلبؓ کی روانگی کو مقدم بتلاتے ہیں اور بعض اس کے برعکس۔ لیکن اصلیت یہ ہے کہ یہ پہلا لشکر تھا جس کو آنحضرت (صلعم) نے اسلام کے لئے قایم فرمایا تھا۔ طبری نے لکھا ہے کہ حضرت حمزہؓ کی روانگی غزوہ ودان سے قبل۔ یعنی ہجرت سے سات مہینہ بعد ماہ شوال میں ہوتی تھی۔ واللہ اعلم۔

۳ کرز بن جابر کا تعاقب

حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کو آٹھ مہاجرین کے ہمراہ کرز بن جابر کے تعاقب میں روانہ فرمایا۔ جس وقت اس نے اطراف مدینہ پر شبخون مارا تھا حضرت سعد ابی وقاص نے فرار تک اس کا تعاقب فرمایا تھا۔ لیکن اس کے نہ ملنے پر واپس آگئے۔

۴ حضرت عبداللہ بن جحش اور فرمان نبویؐ

شب خون مارنے والے گروہ کے تعاقب سے واپسی کے بعد ماہ رجب میں عبداللہؓ بن جحشؓ بن رباب اسدیؓ کی بسر گردہی میں آٹھ مہاجرین ابو حذیفہ بن عتبہ۔ عکاشہ بن محصن بن اسدی بن خزیمہ۔ عتبہ بن غزوان بن منصور۔ سعدؓ بن ابی وقاص۔ عامر بن ربیعہ عنزی (حلیف بنو عدی) واقد بن عبد اللہ بن زید مناۃ بن تمیم۔ خالد بن البکیر از سعد بن لیث۔ سہیلؓ بن بیضا فہری (رضی اللہ عنہم اجمعین) کو روانہ فرمایا اور ایک خط لکھ کر عنایت فرمایا اور یہ ہدایت فرمائی کہ جب تک دو دن کا راستہ طے نہ کر لو اس تحریر کو ہرگز نہ دیکھنا، دو دن کے راستہ طے کرنے کے بعد اس تحریر کو دیکھ کر جو کچھ اس میں لکھا ہو اس پر عمل کرنا اور کسی اپنے ہمراہی کو بجبر و اکراہ اپنے ہمراہ نہ لے جانا۔ پس جب حضرت عبداللہ بن جحشؓ دو دن کا راستہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ) اتفاق کرتے ہیں لیکن بعض معتبر کتب میں لکھا ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے ایک تیر مارا تھا اسی وجہ سے یہ مشہور ہے کہ سب سے پہلے اسلام میں براہ خدا حضرت سعدؓ ہی نے تیر اندازی کی تھی۔

۱ مقدادؓ بن عمرو بہرانی بنو زہرہ کے اور عتبہؓ بن غزوان بن جابر مازنی بنو نوفل کے حلیف تھے۔ یہ دونوں بیچارے مسلمان تھے لیکن مجبوری سے ہجرت نہ کر سکتے تھے۔ اس مرتبہ جب کفار مکہ مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کو چلے تو یہ بھی یہ سوچ کر چلے کہ بوقت جنگ مسلمانوں سے جا ملیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔

۲ ابن اسحاق کا یہ بیان ہے کہ آنحضرت (صلعم) نے غزوہ عشیرہ ہی کے دوران حضرت سعدؓ کو روانہ فرمایا تھا اور یہ خرار (ارض حجاز) تک چلے گئے تھے اور مدینہ پہنچ کر خود بھی دوسری طرف روانہ ہو گئے تھے واللہ اعلم۔

طے کر چکے۔ حسب ارشاد رسول اللہ صلعم) اس تحریر کو دیکھا تو اس میں حسب ذیل مضمون پایا:۔

"تم کو چاہیے کہ تم برابر چلے جاؤ۔ یہاں تک کہ مکہ و طایف کے مابین نخلہ میں پہنچ کر مقیم ہو اور قریش کے منتظر رہو اور ہم کو حالات سے مطلع کرتے رہو۔"

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن جحش کا نخلہ میں قیام

عبداللہ بن جحشؓ نے اس مضمون کو غور سے پڑھ کر بسر و چشم قبول کیا اور اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا: "اے بھائیو مجھکو آنحضرت (صلعم) نے حکم دیا تھا کہ دو روز کا راستہ طے کر کے اس تحریر کو دیکھنا اور کسی اپنے ہمراہی کو بجبر و اکراہ اپنے ہمراہ نہ لے جانا۔ چنانچہ اب میں نے دو دن کا راستہ طے کر کے رسول اللہ (صلعم) کی تحریر کو پڑھا۔ اب اس تحریر کے بموجب میں برابر سفر کرتا چلا جاؤں گا۔ یہاں تک کہ مابین مکہ و طائف نخلہ میں پہنچ جاؤں پس جس شخص کو شہادت عزیز ہو وہ میرے ساتھ آتے ہیں کسی کو بجبر و اکراہ اپنے ہمراہ نہیں لے جانا چاہتا" حضرت عبداللہ بن جحشؓ کے ہمراہیوں میں سے کسی نے جانے سے انکار نہیں کیا بلکہ بطیب خاطر ان کے ہمراہ چلے جا رہے تھے اتفاق سے اثناء راہ میں حضرت سعدؓ بن ابی وقاصؓ و عتبہ بن غزوانؓ کا اونٹ راستہ بھول کر کسی طرف چلا گیا جس کی تلاش میں یہ دونوں بزرگ اپنے ہمراہیوں سے علیحدہ ہو گئے اور بقیہ اصحاب نخلہ میں جا کر ٹھہر گئے۔

سریۂ عبداللہ بن جحش

قریش کا ایک چھوٹا سا قافلہ اس طرف سے گزرا جس میں تجارتی سامان تھا اور اس میں عمرو بن الحضرمی و عثمان بن عبداللہ بن المغیرہ اور اس کا بھائی نوفل اور حکم بن کیسان تھا یہ واقعہ رجب کے آخری دن کا ہے مسلمانوں نے آپس میں مشورہ کرنا شروع کیا۔ بعض کہنے لگے کہ شہر الحرام میں جنگ ممنوع ہے۔ بعضوں نے کہا کہ یہ موقع مناسب ہے حملہ کر دو۔ بحث و تکرار کے بعد اسی آخر الذکر رائے پر سب نے اتفاق کیا۔ واقد بن عبداللہ نے عمرو بن الحضرمی کے ایک تیر مارا جس سے وہ مر گیا اس کے مرتے ہی قافلے والے پریشان و مضطرب ہو گئے مسلمانوں نے پہنچ کر عثمان بن عبداللہ و حکم بن کیسان کو گرفتار کر لیا اور اس کے مال و اسباب پر قبضہ کر لیا۔ نوفل اور چند لوگ بھاگ گئے اس کے بعد حضرت عبداللہ بن جحشؓ اور ان کے ہمراہیوں نے پانچواں حصہ آنحضرت (صلعم) کے لیے علیحدہ کر کے بقیہ جو کچھ تھا آپس میں تقسیم کر لیا۔

مال غنیمت کی تقسیم

اس واقعہ سے واپسی کے بعد آنحضرت (صلعم) کو اطلاع ہوئی کہ شہر حرام میں قتال کیا گیا۔ یہ سن کر آپ آزردہ خاطر ہوئے۔ قیدیوں اور خمس (پانچواں حصہ) کو وحی آنے تک روک رکھا۔ اس واقعہ سے حضرت عبداللہ بن جحشؓ اور اُن کے ہمراہیوں

کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے اس وقت ان لوگوں کی تسکین خاطر کے لئے اللہ جل شانہٗ نے یہ آیۃ نازل فرمائی۔ "یسئلونک عن الشھر الحرام قتال فیہ حتی یردوکم عن دینکم ان استطاعوا۔"

(یعنی لوگ آپ سے حرمت والے مہینوں میں جنگ کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ ان میں لڑنا بڑا گناہ ہے۔ اللہ کو نہ ماننا اور لوگوں کو اللہ کی راہ سے اور مسجد حرام سے روکنا اور اس کے باشندوں کو جلاوطن کرنا

لہ اس آیت کے شان نزول میں لکھا ہے کہ جس وقت حضرت عبداللہ بن جحشؓ مال غنیمت اور قیدیوں کو لے کر مدینہ تشریف لائے تو آنحضرت (صلعم) نے فرمایا کہ میں نے تم کو شہر حرام میں قتال کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ خیر قیدیوں اور مال غنیمت کو حفاظت سے رکھو۔ لیکن یہود و مشرکین مکہ نے کہنا شروع کیا کہ محمد (صلعم) اور اُن کے اصحابؓ شہر حرام میں لڑائی اور خونریزی کی، مال کو لوٹ کر قافلہ والوں کو قید کر لیا۔ لیکن جو مسلمان مکہ سے آتے تھے وہ کہتے تھے کہ یہ واقعات ماہ شعبان کے ہیں جب لوگوں نے زیادہ چھیڑ چھاڑ شروع کی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ یسئلونک عن الشھر الحرام قتال فیہ قل قتال فیہ کبیر وصد عن سبیل اللہ وکفر بہ والمسجد الحرام و اخراج اھلہ منہ اکبر عند اللہ والفتنۃ اکبر من القتل ولا یزالون یقاتلونکم حتی یردوکم عن دینکم ان استطاعوا" آنحضرت (صلعم) نے خمس لے لیا اور مال غنیمت تقسیم کر دیا اہل مکہ نے عثمان بن عبداللہ و حکم بن کیسان کا فدیہ بھیجا لیکن آپ نے فرمایا کہ میں اُن دونوں کو فدیہ لے کر نہ چھوڑوں گا جب تک میرے اصحاب سعدؓ و عتبہؓ نہ آ جائیں گے مجھکو اندیشہ ہے کہ تم اُن کو قتل کر ڈالو گے پس اگر تم نے ایسا ہی کیا تو میں تمہارے ان دونوں آدمیوں کو قتل کروں گا اس اثناء میں سعدؓ و عتبہؓ آ گئے۔ آپ نے عثمان و حکم کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا۔ عثمان تو مکہ چلا گیا۔ لیکن حکمؓ مسلمان ہو گئے اور مدینہ ہی میں رہے۔ یہاں تک کہ واقعہ بیر معونہ میں شہید ہوئے۔ بعد نزول آیت مذکورہ عبداللہ بن جحشؓ اور ان کے ہمراہیوں نے آنحضرت (صلعم) سے عرض کیا کہ کیا ہم کو اس واقعہ میں مجاہدین کا ثواب ملے گا؟ آنحضرت (صلعم) جواب دینے کو تھے کہ ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔

"ان الذین امنوا والذین ھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ اولئک یرجون رحمۃ اللہ واللہ غفور الرحیم۔"

(یعنی ایمان لانے والے، ہجرت کرنے والے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہی اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اللہ بڑا ہی بخشنے والا اور انتہائی مہربان ہے)

اس واقعہ کے حدیث کی روایت زہری و یزید بن رومان نے عروۃ بن الزبیر سے کی ہے۔

واللہ اعلم۔

اور شرک قتل سے بھی بڑا گناہ ہے مشرک تم سے لڑتے رہیں گے جب تک تمھیں تمھارے دین سے نہ لوٹا دیں بشرطیکہ ان کے بس میں ہو)

عبداللہ بن جحشؓ اور ان کے ہمراہی اس آیت کو سن کر خوش ہوگئے اور آنحضرت صلعم نے خمس لے لیا اور باقی مال غنیمت کو تقسیم کر دیا اور دونوں قیدیوں کو زر فدیہ لے کر چھوڑ دیا۔ عثمان بن عبداللہ تو رہا ہوتے ہی مکہ چلا گیا اور حکم بن کیسان مسلمان ہوگئے (رضی اللہ عنہ) اور حضرت سعدؓ و عتبہؓ بخیریت مدینہ واپس آگئے۔ یہ پہلا مال غنیمت تھا جو مسلمانوں کے ہاتھ آیا اور یہ پہلا خمس بھی تھا جو مال غنیمت سے اسلام میں نکالا گیا۔ اور عمرو بن حضرمی پہلا مقتول ہے جو مسلمانوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اسی سے جنگ بدر کبریٰ کی بنیاد پڑی (واللہ اعلم)

قبلہ کی تبدیلی

ہجرت مدینہ کے سترھویں مہینہ کے شروع میں بیت المقدس کے بجائے کعبہ کی طرف قبلہ تبدیل ہوا۔ آنحضرت صلعم نے منبر پر چڑھ کر اس بارے میں خطبہ پڑھا اور دو رکعت نماز کعبہ کی طرف رخ کر کے ادا فرمائی۔ یہ روایت ابن حزم کی ہے۔ لیکن بعض تحویل قبلہ ہجرت سے اٹھارہ مہینہ کے شروع میں بتلاتے ہیں۔ اس کے سوا اور کسی نے کچھ روایت نہیں کی۔

صوم رمضان

(مترجم) قبلہ کی تبدیلی شعبان کے نصف مہینہ میں ہوئی، اس سے پیشتر آنحضرت (صلعم) بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ آیہ تحویل قبلہ (یعنی قبلہ کی تبدیلی) نماز کی حالت میں نازل ہوئی تھی۔ جب کہ آپ دو رکعت پڑھ چکے تیسری رکعت میں یہ آیت نازل ہوئی تو آپ کعبہ کی طرف پھر گئے۔ صحابہؓ بھی آپ کے ساتھ پھر گئے تھے۔ واللہ اعلم وہ آیت جس سے تحویل قبلہ ہوا تھا یہ ہے "قد نریٰ تقلب وجھک فی السماء فلنولینک قبلۃً ترضٰھا فول وجھک شطر المسجد الحرام وحیث ما کنتم فولوا وجوھکم شطرہ" یعنی (ہم آسمان کی طرف آپ کے چہرے کا بار بار پھرنا دیکھ رہے ہیں۔ اس لئے آپ کو آپ کے پسندیدہ قبلہ کی طرف پھیر دیں گے۔ آپ مسجد حرام کی طرف منہ پھیر لیں۔ مسلمانو! تم جہاں بھی ہو اسی کی طرف اپنے منہ پھیر لو) جب شعبان کا مہینہ گزرنے لگا تو صوم (روزہ) فرض کیا گیا اور یہ آیت نازل ہوئی "شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ھدیً للناس وبینٰت من الھدیٰ والفرقان فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ" یعنی (رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کے لئے راہنما ہے اور جس میں ہدایت کے مضبوط دلائل ہیں اور صحیح و غلط میں فرق کرنے والا ہے۔ لہٰذا جو یہ مہینہ پائے اسے اس کے روزے رکھنے چاہئیں)

باب ۳

غزوۂ بدر سنہ ۲ھ

جنگ بدر کی وجوہات

ماہ رمضان کے شروع میں آنحضرت (صلعم) کو یہ خبر پہنچی کہ اہل قریش کا تجارتی مال و اسباب سے بھرا ہوا قافلہ شام سے مکہ آرہا ہے۔ اُس کے ساتھ تیس یا چالیس آدمی خاص اہل قریش کے ہیں جن کا سردار ابوسفیان ہے اور اس کے ہمراہیوں میں عمرو بن العاص و مخرمۃ بن نوفل ہیں۔ آپ نے مسلمانان مہاجرینؓ و انصارؓ کو جمع کرکے اس قافلہ کی طرف پیش قدمی کرنے کا حکم صادر فرمایا چونکہ آپ کو جنگ کا خیال غالب نہ تھا اس وجہ سے روانگی کے وقت کچھ زیادہ اہتمام نہ کیا۔ اتفاق سے یہ خبر رفتہ رفتہ ابوسفیان تک پہنچ گئی۔ اس نے مسلمانوں سے ڈر کر ضمضم بن عمرو غفاری کو اجرت دے کر مکہ کی طرف روانہ کیا اور یہ کہلا بھیجا کہ تمہارا قافلہ محمد (صلعم) اور اُن کے تابعین کی وجہ سے معرض زوال میں ہے دوڑو اور اپنے قافلہ کو بچاؤ۔ چنانچہ اہلِ مکہ یہ سنتے ہی سب کے سب نکل کھڑے ہوئے الا شاذ و نادر کسی وجہ سے نہ گئے۔ منجملہ اوروں کے ابولہب بھی تھا۔ آٹھ رمضان کے بعد جناب رسول اللہ (صلعم) مدینہ سے روانہ ہوئے حضرت عمرو ابن ام مکتومؓ کو اپنے بجائے نماز پڑھانے کے لئے چھوڑ گئے پھر مقام روحاء میں پہنچ کر ابو لبابہؓ کو مدینہ کا حاکم مقرر کرکے واپس کیا۔ اس لشکر میں تین علم تھے۔ ایک حضرت مصعبؓ بن عمیر کے دوسرا حضرت علی ابن ابی طالبؓ کے تیسرا کسی انصاریؓ کے ہاتھ میں تھا۔ ان آخری دو کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ سیاہ رنگ کے تھے واللہ اعلم۔

مجاہدین کی روانگی

صحابہؓ کے ساتھ اس معرکہ میں صرف ستر[۱] اونٹ تھے جس پر باری باری سوار ہوتے

۱؎ اونٹ ستر تھے اور آدمی تین سو دس یا بارہ تھے اس وجہ سے آنحضرت (صلعم) و علی ابن ابی طالبؓ و مرثد بن ابی مرثد غنویؓ کے درمیان ایک اونٹ تھا اور ابوبکرؓ و عمرؓ و عبد الرحمٰنؓ بن عوف میں ایک اونٹ تھا غرض اسی طرح تین تین چار چار آدمیوں میں ایک ایک اونٹ تھا۔

تھے۔ ساقہ پر قیس بن ابی صعصعہ بخاری کو مقرر فرمایا ان کے ساتھ انصارؓ کا نشان تھا جو حضرت سعدؓ بن معاذؓ لئے ہوئے تھے (آنحضرت صلعم) مدینہ کے پشت سے نکل کر ذی الحلیفہ کی طرف گئے۔ مغیرات یمام تک پہنچ کر بیر روحا کی طرف بڑھے پھر عام ومشہور راستہ کو داہنے ہاتھ چھوڑ کر صفرا پہنچے۔ اس مقام پر پہنچنے سے پہلے آنحضرت (صلعم) نے بسبس بن عمرو الجہنیؓ حلیف بنو ساعدہ اور عدیؓ بن ابی الزغبا الجہنی حلیف بنو نجار کو بدر کی طرف ابوسفیان کے تجسس حال کے لئے روانہ کر دیا اور خود اپنے ہمراہیوں کے ساتھ صفرا کے داہنی جانب سے وادی ذفران پہنچے۔ اس مقام پر آپ کو مکہ سے قریش کے نکلنے کی اطلاع ہوئی۔

حضرت محمدؐ کا انصار و مہاجرین سے مشورہ آپ نے مہاجرینؓ و انصارؓ کو جمع کر کے مشورہ کیا پہلے مہاجرینؓ نے نہایت خوبصورتی سے بسر و چشم ہر حکم کے بجا لانے کا اقرار کیا۔ اس کے بعد آپؐ نے انصارؓ کی طرف رُخ کیا اُن میں سے حضرت سعدؓ بن معاذؓ نے نکل کر عرض کیا۔

"اے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی ہے اگر آپ دریا میں جانے کو فرمائیں گے تو ہم اس میں بھی غوطہ لگائیں گے آپؐ اللہ کے نام پر ہمارے ساتھ چلئے۔ ہم ساتھ چھوڑنے والوں میں نہیں ہیں"۔ آنحضرت (صلعم) یہ سُن کر خوش ہو گئے اور یہ ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں کو بشارت ہو اللہ جل شانہٗ نے مجھ سے فتح و نصرت کا وعدہ فرمایا ہے۔

اسلم و عریض کی گرفتاری اس کے بعد وادی ذفران سے روانہ ہوئے۔ بدر کے قریب پہنچ کر حضرت علیؓ بن ابی طالب و حضرت زبیرؓ و حضرت سعدؓ کو چند آدمیوں کے ہمراہ تجسس احوال کی غرض سے روانہ کیا اتفاق سے اہل قریش کے دو کم سن لڑکے ان لوگوں کے ہاتھ آ گئے یہ لوگ ان کو

ؔ ان میں ایک کا نام اسلم تھا جو بنو حجاج سے تھا اور دوسرے کا نام عریض ابویسار تھا یہ بنو عاص بن سعید سے تھا۔ جب ان سے پہلے دریافت کیا گیا تو انھوں نے کہا کہ ہم اہل قریش کے لئے پانی لانے کو نکلے ہیں جب مارا گیا تو کہنے لگے کہ ہم ابوسفیان کے ہمراہیوں میں سے ہیں یہ سن کر اُن لوگوں نے مارنا چھوڑ دیا۔ آنحضرت صلعم (جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ جب انھوں نے سچ کہا تو تم نے مارا اور جب جھوٹ کہا تو چھوڑ دیا واللہ یہ اہل قریش سے ہیں آؤ لڑکو تم مجھے بتلاؤ کہ قریش کہاں ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ یہ ٹیلہ جو دکھائی دیتا ہے اس کے پیچھے ہیں پھر آپ نے دریافت کیا کتنے لوگ ہیں لڑکوں نے جواب دیا کہ کثیر التعداد ہیں جن کا شمار ہم کو نہیں معلوم تب آپ نے استفسار کیا روزانہ کس قدر اونٹ کھانے کے لئے ذبح کئے جاتے ہیں لڑکوں نے کہا کبھی دس کبھی نو۔ آنحضرت (صلعم) نے فرمایا کہ غالباً ان کی تعداد نو سو یا ہزار ہے۔ پھر آپ نے سرداران قریش کی بابت دریافت فرمایا۔ لڑکوں نے عتبہ و شیبہ پسران ربیعہ۔ ابوالبختری بن ہشام۔ حکیم بن حزام۔ نوفل بن خویلد۔ حرث بن عامر بن نوفل۔ طعیمہ بن عدی بن نوفل۔ نضر بن الحرث۔ زمعہ بن الاسود۔ ابوجہل۔ امیہ بن خلف۔ نبیہ و منبہ پسران حجاج۔ سہیل بن عمرو۔ عمرو بن عبدود وغیرہم کو بتلایا۔ سیرة ابن ہشام۔

پکڑ لائے۔ آنحضرت (صلعم) اس وقت نماز پڑھ رہے تھے۔ استفسار پر ان لڑکوں نے ظاہر کیا کہ ہم اہلِ قریش کے سقے (پانی بھرنے والے) ہیں۔ ان لوگوں نے ان کے کہنے کو سچ نہ جان کر مارنا شروع کیا اس امید سے کہ شاید مار پیٹ کے خوف سے ابوسفیان کے حالات بتلا دیں دو چار ہاتھ مار کھانے کے بعد اُن دونوں نے کہنا شروع کیا ہم اہل قریش کے قافلہ والوں میں سے ہیں اس اثناء میں آنحضرت (صلعم) نے سلام پھیر اور نماز سے فارغ ہو کر ان لوگوں کو مارنے سے منع فرمایا اور لڑکوں سے ارشاد فرمایا تم مجھ سے سچ بتلا دو کہ اہل قریش کہاں ہیں؟ لڑکوں نے جواب دیا کہ اس ٹیلہ کے اُس طرف ہیں ایک روز دس اونٹ اور دوسرے روز نو اونٹ ذبح کرتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ مشرکین کی تعداد ہزار اور نو سو کے درمیان ہے۔

حضرت لبیسؓ اور حضرت عدیؓ کی مخبری

لبیسؓ و عدیؓ کا (جو جاسوسی کی غرض سے صفراء میں پہنچنے سے پہلے روانہ کیے گئے تھے) اس وقت تک کچھ پتہ نہ تھا اور نہ یہ معلوم تھا کہ وہ کہاں ہیں اور کس طرف جا رہے ہیں، لیکن تھوڑی دیر کے بعد بدر کے قریب ایک ٹیلہ کے نیچے پانی کے چشمہ کی طرف دو شخص اونٹ پر سوار آتے ہوئے نظر آئے رفتہ رفتہ جب وہ پانی کے قریب آگئے اور اپنے اونٹوں کو ایک طرف میں پانی پلانے لگے۔ مجدیؔ بن عمرو (جہینہ سے) اُن دونوں کے قریب بیٹھا ہوا تھا۔ اس اثناء میں دو عورتیں آپس میں باتیں کرتی ہوئی دکھائی دیں۔ ان میں سے ایک نے دوسری سے مخاطب ہو کر کہا "کہ کل یا پرسوں اہل قریش کا قافلہ شام سے واپس ہوگا ان کے لئے کچھ کھانا وغیرہ تیار کر رکھنا چاہیئے۔ دوسری نے جواب دیا ضرور! میں تیرا حق تجھکو دوں گی۔ اس کے بعد وہ مجدیؔ کے پاس آئیں اور اس سے اس خبر کی تصدیق کی۔ ان دونوں عورتوں کی باتیں وہ دونوں شتر سوار بھی سنتے ہی اپنے اپنے اونٹوں پر سوار ہو کر مسکراتے ہوئے چلے گئے! اس قرینہ سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں شتر سوار وہی لبیسؓ اور عدیؓ ہیں جو جاسوسی کے لئے گئے ہوئے تھے۔

مشرکین مکہ کی آمد

ان لوگوں کے چلے جانے کے بعد ابوسفیانؔ آنحضرت (صلعم) کی نقل و حرکت کی جستجو میں آیا اور مجدیؔ سے کہا "ہل احسست احدًا" (یعنی کیا تو نے کسی کو آتے جاتے دیکھا ہے)۔ مجدیؔ نے کہا "راکبین اناخا میلان لہذا التل فاستقیا الماء ونھضا" یعنی (دو سوار اس ٹیلہ کی طرف سے آئے اور اونٹوں کو بٹھا کر پانی پلایا اور چلے گئے) ابوسفیانؔ یہ سنتے ہی اس مقام پر آیا جہاں پر انھوں نے اونٹوں کو بٹھایا تھا اور ایک مینگنی اٹھا کر توڑ کر کہنے لگا واللہ یہ یثرب والے تھے! اس کے بعد اس نے اونٹوں کے نشانِ قدم سے ان کے جانے کا سُراغ لیا اور نہایت تیزی سے لوٹ کر قافلہ کو براہ ساحل لے چلا۔ اتنے میں اہل مکہ بھی آگئے اُن سے اس نے خوش ہو کر کہا چلو واپس چلو ہمارا قافلہ صحیح و سالم بچ آیا" ابوجہل نے کہا "واللہ جب تک

ہم اب بدر تک نہ پہنچ جائیں گے اور تین دن تک وہاں ٹھہر کر کھا پی کر مزے نہ اڑا لیں گے ہرگز ہرگز واپس نہ ہوں گے"۔ اخنس بن شریق نے کہا کہ تم لوگ اپنے قافلہ کے بچانے کو آئے تھے چنانچہ وہ محفوظ رہا۔ اب واپس چلنا چاہیئے میں یہاں اب ایک ساعت نہ ٹھہروں گا۔

ابو جہل کا جنگ پر اصرار ابو جہل نے اس کا جواب ترش روئی سے دیا جس سے اخنس مع کل بنو زہرہ اور ان کے حلیف کے لوٹ کھڑا ہوا۔ بنو عدی پہلے ہی سے اہل مکہ کے ساتھ نہیں گئے تھے اسی وجہ سے واقعہ بدر میں نہ کوئی زہری قریش تھا اور نہ کوئی عدوی قریش تھا۔ قریش سے پہلے آنحضرت (صلعم) نے بدر پہنچ کر ایک چھوٹے سے کنوئیں پر قیام فرمایا حباب بن المنذر بن عمرو بن الجموحؓ نے عرض کیا "کہ اللہ جل شانہ نے ایسی منزل پر پہنچا دیا ہے اگر لڑائی کا قصد ہے تو ہرگز اس مقام کو نہ چھوڑیئے ہم آپ کے لئے کھجور کے پتوں اور لکڑیوں سے ایک مکان بنائے دیتے ہیں اور ایک حوض کھود کر پانی بھرے لیتے ہیں تاکہ دوران جنگ پانی کھینچنے اور لانے سے بے فکر رہیں"۔ آپ نے یہ تجویز پسند فرمائی۔ اصحابؓ نے تھوڑی دیر میں ایک حوض کھود کر پانی بھر لیا اور مشکیزوں کو بھی پر کر کے پورے کنوئیں پر قبضہ کر لیا۔ جب قریش کا گروہ آیا اور بدر کے قریب ٹھہرا تو انھوں نے عمیر بن وہب حجمی کو مسلمانوں کو دیکھنے اور ان کو شمار کرنے کے لئے بھیجا۔ عمیر بن وہب لشکر اسلام کے ارد گرد پھر کر واپس گیا اور مشرکین مکہ سے بیان کیا کہ اصحاب محمد (صلعم) تین سو دس یا کچھ کم و بیش ہیں۔ ان کے منجملہ دو شخص (زبیرؓ و مقدادؓ) سواروں میں ہیں۔ حکیم بن حزام و عتبہ بن ربیعہ نے مسلمانوں کو قلیل المقدار اور حقیر سمجھ کر مع قریش کے بلا جنگ لوٹنے کا قصد کیا لیکن ابو جہل نے اس رائے سے اختلاف کیا۔ مشرکین مکہ نے ابو جہل کی موافقت کی دونوں گروہ آمادہ جنگ ہو گئے۔

فتح کی بشارت آنحضرت (صلعم) لشکر اسلام کی صفیں درست و مرتب کر کے اپنی قیام گاہ پر صرف حضرت ابو بکرؓ کو اپنے ہمراہ لے کر واپس ہوئے اور اللہ جل شانہ سے دعا کرنے لگے۔

"اللھم ان تھلک ھذہ العصابۃ لا تعبد فی الارض اللھم انجزلی ما وعدتنی"۔ یعنی (اے اللہ اگر تو مسلمانوں کی یہ چھوٹی سی جماعت ختم کر دے گا تو دنیا میں کوئی تیری عبادت کرنے والا نہ رہے گا۔ اے اللہ اپنا وعدہ پورا فرما) حضرت ابو بکرؓ آمین ثم آمین کہتے جاتے اور کسی وقت انھیں کلمات کو دوہرا دیتے تھے اور حضرت سعد بن معاذؓ مکان کے دروازے پر انصارؓ کے دو چار نوجوان کو لئے ہوئے حفاظت کر رہے تھے۔ آنحضرت (صلعم) دعا مانگتے مانگتے تھوڑی دیر کے لئے خاموش سے ہو گئے پھر دفعۃً چونک کر فرمایا "ابشر یا ابا بکر فقد اتی نصر اللہ" یعنی ابو بکر خوش ہو جاؤ اللہ کی مدد آگئی۔ اس کے بعد آپ باہر تشریف لائے اور لوگوں کو لڑائی کی ترغیب دی اور ایک مٹھی کنکری اٹھا کر شاہت الوجوہ

بڑھ کر مشرکین کے منہ پھاری مشرکین کے گروہ سے عتبہ و شیبہ پسران ربیعہ اور ولید ابن عتبہ نکل کر میدان میں آئے اور للکار کر اپنے مقابل لڑنے والے کو طلب کیا اس طرف سے عبیدہ[۱] بن الحرث و حمزہ بن عبد المطلب و علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم نکلے حضرت حمزہؓ نے اپنے مقابل شیبہ کو اور حضرت علیؓ نے ولید کو ایک ہی ایک وار سے قتل کر دیا لیکن عتبہ نے حضرت عبیدہؓ پر وار کیا جس سے ان کے پاؤں کٹ گئے اتنے میں حضرت حمزہؓ و علیؓ عتبہ پر ٹوٹ پڑے اور اس کو بھی قتل کر ڈالا۔ میدان جنگ میں ان بزرگوں کے نکلنے سے پہلے نوجوانان انصار عوف و معوذ پسران عفراء اور عبداللہ بن رواحہ لڑنے کو آئے تھے لیکن غیر قوم ہونے کی وجہ سے عتبہ و شیبہ و ولید نے ان لوگوں سے لڑنے سے انکار کیا تب حضرت عبیدہ و حضرت حمزہؓ و حضرت علیؓ آئے تھے اس کے بعد قوم نے مجموعی حالت سے حملہ کیا مشرکین کو شکست ہوئی۔

مقتولین اور اسیران جنگ

اس لڑائی میں مشرکین میں سے ستر آدمی مارے گئے۔ اُن کے مشاہیر مکہ عتبہ و شیبہ پسران ربیعہ۔ ولید بن عتبہ۔ حنظلہ بن ابی سفیان بن حرب۔ عبیدہ و عاصی پسران سعید بن العاصی۔ حرث بن عامر بن نوفل اور اس کا چچا زاد بھائی طعیمہ بن عدی۔ زمعہ بن الاسود اور اس کا بیٹا حرث اور اس کا بھائی عقیل بن الاسود اور اس کا چچا زاد بھائی ابو البختری بن ہشام نوفل بن خویلد بن اسد۔ ابو جہل بن ہشام۔ اس کو معاذ و معوذ پسران عفراء نے مل کر قتل کیا تھا لیکن اس میں تھوڑا سا دم باقی تھا تو عبداللہ بن مسعود نے اس کا سر کاٹ لیا۔ اور اُس کا بھائی عاصی بن ہشام

---

[۱] ان لوگوں سے پہلے جیسا کہ آگے چل کر خود علامہ لکھتا ہے۔ انصار کے تین شخص عوف و معوذ پسران عفراء اور عبداللہ بن رواحہ مشرکین مکہ کے مقابلہ پر آئے تھے مشرکین مکہ نے کہا "من انلتم" (تم لوگ کون ہو) ان لوگوں نے جواب دیا۔ "رھط من الانصار" (ہم انصار کے گروہ سے ہیں) یہ سن کر مشرکین نے چلا کر کہا "مالنا بکم من حاجۃ" (تم سے لڑنے کی ہم کو کوئی ضرورت نہیں ہے) یہ سن کر انصار خاموش ہو گئے اور مشرکین کی طرف سے ایک شخص نے آواز بلند کہا۔ "یا محمد اخرج الینا اکفاءنا من قومنا" (اے محمد (صلعم) ہماری طرف یعنی ہم سے لڑنے کو ہماری قوم سے ہماری ذات والوں کو بھیج) تب آنحضرت (صلعم) نے حضرت عبیدہؓ بن الحرث و حضرت حمزہؓ و حضرت علیؓ کو نام بنام اٹھا کر میدان میں بھیجا۔ جب یہ لوگ میدان جنگ میں آئے تو پھر مشرکین نے دریافت کیا حضرت عبیدہ نے کہا میں عبیدہ ہوں اور حضرت حمزہؓ نے کہا میں حمزہؓ ہوں اور حضرت علیؓ نے کہا میں علیؓ ہوں مشرکین نے کہا ہاں تم لوگ ہماری قوم و برادری کے ہو اس کے بعد باہم لڑائی شروع ہو گئی۔

اور ان دونوں کا ابن العم مسعود ابن امیہ - ابو قیس بن ابو الولیدؓ بن المغیرہ اور اس کا ابن عم - ابو قیس بن الفاکہ نبیہ و منبہ پسران حجاج - عاصی بن منبہ - امیہ بن خلف اور اس کا لڑکا علی - عمیر بن عثمان (طلحہؓ کا چچا) وغیرہ اس لڑائی میں کام آئے اور عباس بن عبدالمطلبؓ و عقیل بن ابی طالبؓ و نوفل بن الحرث بن عبدالمطلب و سائب بن عبد یزید (بنو مطلب سے) و عمرو بن ابی سفیان بن حرب و ابو العاصی بن الربیع و خالد بن اسید بن ابی العیص و عدی بن الخیار (بنو نوفل سے) و عثمان بن عبد شمس (برادر عم زاد عتبہ بن غزوان) و ابو عزیز (برادر مصعب بن عمیرؓ) و خالد بن ہشام بن المغیرہ اور اس کا ابن العم رفاعہ بن ابی رفاعہ و امیہ بن ابی حذیفہ بن المغیرہ و ولید بن ولید (برادر خالدؓ) و عبداللہ و عمر پسران ابی بن خلف و سہیل بن عمرو وغیرہ قید کر لئے گئے۔

شہداء جنگ بدر

مسلمانوں کی طرف سے اس معرکہ میں مہاجرین میں سے چھ صحابی حضرت عبیدہؓ بن الحارث بن المطلب، حضرت عمیرؓ بن ابی وقاص و ذو الشمالین بن عبد عمرو بن نضلہ خزاعی (حلیف بنو زہرہ) و صفوانؓ بن بیضاء (بنو حرث ابن فہر سے) و مہجعؓ خادم حضرت عمرؓ بن الخطاب (یہ تیر کے زخم سے شہید ہوئے) و عاقل بن البکیر لیثی (حلیف بنو عدی) اور انصار سے آٹھ صحابی قبیلہ اوس کے سعدؓ بن خثیمہ و مبشرؓ بن عبدالمنذر اور قبیلہ خزرج کے یزیدؓ بن الحارث بن الخزرج و عمیرؓ بن الحمام (بنو سلمہ سے)، و رافعؓ بن معلی (بنو حبیب بن عبد حارثہ سے) و حارثہؓ بن سراقہ بخاری و عوفؓ و معوذؓ، پسران عفراء (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) جملہ چودہؓ صحابی شہید ہوئے۔

مجاہدین کی مدینہ کو واپسی

لڑائی ختم ہونے کے بعد آنحضرت (صلعم) نے مشرکین کو ایک کنوئیں میں ڈال کر مٹی ڈلوادی اور شہداء صحابہ (رضی اللہ عنہم) کو علیحدہ دفن کرادیا۔ مال غنیمت کو عبد بن کعب بن مبذول بن عمرو ابن غنم بن مازن بن بخار کے سپرد کر دیا پھر بوقت مراجعت

ؔ صفوں میں ترتیب کے بعد آنحضرت (صلعم) جس وقت اپنی قیام گاہ پر آ گئے اُس وقت مسلمانوں کو حملہ کرنے سے منع فرما آئے تھے لیکن مشرکین تیر پر تیر مار رہے تھے اور صحابہؓ اپنے کو بچاتے جاتے تھے لیکن ایک تیر مہجع مولیٰ حضرت عمر ابن الخطابؓ کے لگا جس سے یہ شہید ہو گئے ان کے بعد حارثہ بن سراقہ بخاری کے تیر لگا اور یہ بھی شہید ہو گئے اس اثنا میں آنحضرت (صلعم) مکان سے باہر آئے اور لوگوں کو لڑائی پر آمادہ کر کے فرمایا جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے اس کی قسم ہے کہ جو شخص آج مشرکین سے لڑے گا اور صبر و تحمل سے سینہ سپر ہو کر مارا جائے گا تو اس کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کرے گا عمیر ابن الحمام اُس وقت ہاتھ میں دو چار کھجوریں لئے ہوئے کھا رہے تھے یہ سنتے ہی بول اُٹھے واللہ ہم نے اور جنت سے اب دوری کیا رہ گئی۔ بس نہ کہ یہ لوگ مجھکو قتل کر ڈالیں۔ یہ کہکر کھجوروں کو پھینک دیا اور تلوار لے کر میدان میں چلے گئے اور لڑ کر شہید ہوئے (رضی اللہ عنہ) سیرۃ ابن ہشام۔

جس وقت صفرآء میں پہنچے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اُسی طرح مال غنیمت کو تقسیم فرمایا۔ اور نضر بن الحارث بن کلدہ (از بنو عبدالدار) کی گردن مارنے کا حکم دیا۔ پھر یہاں سے روانہ ہو کر عرق الظبیہ میں پہنچے اس مقام پر عقبہ بن ابی معیط بن ابی عمرو بن امیہ کی گردن ماری گئی۔ یہ دونوں بھی قیدیان بدر کے ساتھ قید ہو کر آئے اور آنحضرت (صلعم) سے نہایت دشمنی رکھتے تھے الغرض آنحضرت (صلعم) اور صحابیؓ مع قیدیوں و مالِ غنیمت کے منزل بمنزل سفر کرتے ہوئے مدینہ منورہ پہنچ گئے جب کہ رمضان کے ختم ہونے کے لئے آٹھ دن باقی تھے

(مترجم)

مال غنیمت کی تقسیم میں اختلاف رائے

آنحضرت (صلعم) نے جس وقت جنگ بدر سے مظفر و منصور ہو کر مدینہ واپس ہوئے اس وقت تک مال غنیمت تقسیم کرنے کی نوبت نہیں آنے پائی تھی کہ اصحابؓ بدر مال غنیمت کی تقسیم پر مختلف الرائے ہو گئے جن لوگوں نے مال و اسباب جمع کیا تھا وہ یہ کہہ رہے تھے کہ یہ مال و اسباب اُن کا ہے جنھوں نے جمع کیا ہے دوسرے وہ اصحاب تھے جو دشمنان خدا سے لڑے اور ان سے مقابلہ کیا تھا وہ کہتے تھے کہ اگر ہم نہ ہوتے تو تم کو یہ مال و اسباب نہ ملتا بے شک ہم نے مشرکین کو تمھاری طرف متوجہ نہیں ہونے دیا یہاں تک کہ تم لوگ بھاگ گئے جو کچھ تم نے پایا (یعنی مال و اسباب جمع کر لیا لوٹ لیا) اور جو لوگ آنحضرت (صلعم) کی حفاظت کر رہے تھے اُن کا دعویٰ یہ تھا کہ تم لوگوں سے ہم زیادہ مستحق ہیں ہم بخوبی لڑ بھی سکتے تھے اور مال اسباب بھی جمع کر سکتے تھے کیونکہ اللہ جل شانہ نے ہماری فتح و نصرت کا وعدہ فرمایا تھا لیکن ہم نے دشمنان دین کے آنحضرت (صلعم) پر حملے کے خوف سے ان کی حفاظت کی اس لئے تم لوگ ہم سے زیادہ مستحق نہیں ہو۔

حضرت عبادہ بن الصامت

ابن اسحاق بچند سلسلہ عبادہ بن الصامتؓ سے روایت کرتا ہے کہ عبادہ ابن الصامتؓ کہتے ہیں کہ سورہ انفال ہم لوگوں کے حق میں نازل ہوئی تھی جب کہ ہم لوگوں نے انفال (مال غنیمت) کی تقسیم میں اختلاف کیا تھا اور ہمارے اخلاق میں کسی قدر فرق آچلا تھا۔ پس اللہ جل شانہ نے اس کو ہمارے قبضہ سے لے کر رسول اللہؐ کے اختیار میں دیدیا۔ چنانچہ آپ نے سب مسلمانوں میں بحصہ مساوی تقسیم کر دیا۔ ابن اثیر تحریر کرتا ہے کہ مال غنیمت کے تقسیم کرتے وقت آنحضرت (صلعم) نے حسب ذیل ان آٹھ اصحاب کو بھی حصہ دیا تھا جو واقعہ بدر میں حاضر نہ تھے۔

(۱) عثمان بن عفانؓ (ان کو آنحضرت (صلعم) ان کی بی بی رقیہ بنت رسول اللہ (صلعم) کی علالت کی وجہ سے مدینہ میں چھوڑ گئے تھے) (۲) طلحہ بن عبید اللہ (۳) سعید بن زید (ان دونوں صاحبوں کو مدینے قافلہ کی جستجو کے لئے بھیج دیا تھا) (۴) ابولبابہ (ان کو آنحضرت (صلعم) مدینہ ہی میں بغرض انتظام چھوڑ گئے

غزوہ کدر[۱] واقعہ بدر سے واپسی کے بعد آنحضرت (صلعم) تک یہ خبر پہنچی کہ غطفان اسلام کی مخالفت میں کدر پر جمع ہو رہے ہیں اس وجہ سے واپسی کی سات راتوں کے بعد مدینہ سے جنگ کے

تھے)، (۵) عاصم بن عدی (ان کو عالیہ مدینہ میں چھوڑ گئے تھے) (۶) حرث بن حاطب (ان کو بنو عمر بن عوف کی طرف کسی وجہ سے لوٹا دیا تھا) (۷) حرث بن الصمۃ (۸) خوات ابن جبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) یہ اصحاب اگرچہ واقعہ بدر میں شریک نہیں ہوئے لیکن آنحضرت (صلعم) نے ان کو مال غنیمت سے حصہ دے کر بدریوں میں شامل کر لیا واللہ اعلم

مرتدین کا انجام مشرکین مکہ کے ساتھ دین کے پانچ آدمی بھی بدر میں لڑنے آئے تھے جن کو مسلمانوں کی تلواروں نے موت کا مزہ چکھا دیا، انھیں مقتولین مشرکین میں شمار کیجئے بنو اسد بن عبد العزیٰ بن قصی سے حرث بن زمعہ۔ بنو مخزوم سے ابو قیس ابن الفاکہ بن المغیرہ و ابو قیس بن الولید بن المغیرہ۔ بنو جمح سے علی بن امیہ بن خلف۔ بنو سہم سے عاصی بن منبہ۔

یہ لوگ قبل ہجرت جس وقت آنحضرت (صلعم) مکہ میں تھے ایمان لا چکے تھے لیکن جب حکم ہجرت صادر ہوا اور آنحضرت (صلعم) مدینہ ہجرت فرما گئے ان لوگوں کو ان کے اعزہ و خاص خاص اقارب نے مکہ میں روک لیا آخر ان لوگوں نے ان کے سمجھانے سے اسلام چھوڑ دیا۔ واقعہ بدر میں اپنی قوم کے ساتھ آئے اور انھیں کے ساتھ مارے گئے۔

اہل مدینہ کو نوید فتح بدر میں کامیابی کے بعد آنحضرت (صلعم) نے عبد اللہ بن رواحہ کو اہل عالیہ مدینہ کی خوش خبری سنانے کے لئے اور اہل قافلہ مدینہ کی بشارت کے لئے زید بن حارثہؓ کو روانہ کیا اسامہ بن زیدؓ کہتے ہیں کہ فتح جنگ بدر کی خبر ہمارے کانوں تک اس وقت پہنچی جس وقت کہ رقیہ بنت رسول اللہ (صلعم) کو ہم لوگ مٹی دے رہے تھے۔ میں زید بن حارثہ کے پاس آیا اور وہ مصلے پر کھڑے ہوئے کہہ رہے تھے "مارا گیا عتبہ بن ربیعہ و شیبہ بن ربیعہ و ابو جہل بن ہشام و زمعہ بن الاسود و ابو البختری عاص بن ہشام و امیہ خلف و نبیہ و منبہ پسران حجاج" انتہا۔ کلام میں میں بول اٹھا اے والد کیا یہ سچ ہے؟ جواب دیا کہ ہاں واللہ یہ سب مارے گئے۔

---

[۱] یہ غزوہ ماہ شوال ۲ھ میں ہوا ہے علی ابن ابی طالب کے ہاتھ میں لواء اسلام تھا دس راتیں شوال کی گذر چکی تھیں تب آپ اس غزوہ سے واپس ہوئے تھے۔

قصد سے بنو سلیم کی طرف روانہ ہوئے۔ مدینہ میں اپنے بجائے سباغ بن عرفطہؓ غفاری یا ابن ام مکتومؓ کو مقرر فرما گئے۔ اس سے پہلے کہ آپ کُدر تک پہنچیں دشمنان اسلام آپ کی تشریف آوری کی خبر سن کر

اسیران جنگ سے حسن سلوک اس کے بعد آنحضرت (صلعم) تشریف لائے اور آپ کے ہمراہ بدر کے قیدیوں کا قافلہ تھا آپ نے ان کو اپنے اصحابؓ میں تقسیم کر دیا اور فرمایا " استوصوا بالاسارے خیرًا " یعنی قیدیوں کے ساتھ از راہ مہر نیکی کرو، عباسؓ بن عبد المطلبؓ مشکیں باندھ کر دولت سرا رکھے گئے چونکہ اس کا ہاتھ سختی سے باندھا گیا تھا ان کے کراہنے سے تمام شب آنحضرت (صلعم) کو نیند نہ آئی۔ صحابہؓ نے نیند نہ آنے کا سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ عباسؓ کے کراہنے نے مجھے سونے نہیں دیا یہ سنتے ہی ایک بزرگ نے اٹھ کر اُن کی مشکیں ڈھیلی کر دیں۔ الغرض قیدیوں کے ساتھ صحابہؓ (رضی اللہ عنہم) کا برتاؤ نہایت نرمی کا تھا جو کچھ ان کو میسر ہوتا تھا آپ بھی کھاتے تھے اور ان کو بھی کھلاتے تھے ابو عزیز بن عمیر بن ہاشم (برادر مصعبؓ بن عمیر) کا یہ بیان ہے کہ جب ہم لوگ قید ہو کر بدر سے آئے تو میں انصارؓ کے ایک گروہ کی حفاظت میں رکھا گیا دونوں وقت مجھے خرما اور روٹیاں کھانے کو ملتی تھیں علاوہ اس کے جو شخص اس طرف سے گذرتا اور اس کے ہاتھ کوئی چیز کھانے کی ہوتی تو وہ ضرور اس میں سے کچھ حصہ مجھکو دیدیتا تھا۔

اسیران جنگ کی رہائی چند روز کے بعد آپ نے اپنے اصحاب کرامؓ سے قیدیاں بدر کی بابت مشورہ طلب فرمایا کسی نے کچھ رائے دی اور کوئی اور ہی کہہ رہا تھا اتنے میں حضرت عمر ابن الخطابؓ بول اٹھے نہیں! یا رسول اللہ (صلعم) مصلحت تو یہ ہے کہ ان قیدیوں میں سے جو جس کا عزیز ہو وہی اس کو قتل کرے تاکہ دوسرے مشرکین کو معلوم ہو جائے کہ ہمارے دلوں میں ان کی عزیز داری و قرابت کے لحاظ سے اللہ و رسولؐ کی محبت بہت زیادہ ہے۔ آنحضرت (صلعم) نے یہ سن کر حضرت ابو بکر صدیقؓ کی طرف توجہ فرمائی انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلعم) یہ سب ہمارے اور آپ کے اعزہ ہیں کوئی چچا ہے۔ کوئی چچا کا لڑکا ہے اب چونکہ اللہ جل شانہ نے ان پر ہم کو فتح و نصرت دی ہے بہتر ہوگا کہ ان لوگوں سے فدیہ لے کر ان کو آزاد کر دیں عجب نہیں کہ آئندہ ایمان لائیں " آنحضرت (صلعم) کو یہ رائے پسند آئی آپ نے فدیہ لے کر آزاد کر دیا اور جو ادائے فدیہ پر قادر نہ ہو سکا اُس کو آنحضرت (صلعم) نے از راہ احسان خود آزاد کر دیا۔

منتشر ہو گئے تھے، تین روز تک آپ وہیں مقیم رہ کر بلا جنگ واپس آ گئے۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ نے یہاں سے ایک سریہ[1] روانہ کیا تھا جس میں غالب بن عبداللہ لیثی کو سردار بنایا تھا چنانچہ یہ بنو غطفان و سلیم سے مقابل

حضرت عباسؓ کا قبول اسلام

بدر کے مشرکین قریش کا فدیہ چار ہزار درہم سے، ہزار درہم فی کس تک مقرر کیا گیا۔ حضرت عباسؓ ابن عبدالمطلب نے کہا کہ اے محمد کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تمہارا چچا ادائے فدیہ کے لئے گداگری کرے" آنحضرت (صلعم) نے بہ الہام الٰہی فرمایا کہ اُن درہموں میں سے دیدیجئے جو آپ بوقت روانگی ام فضل کے پاس رکھ آئے تھے حضرت عباسؓ نے یہ سن کر تعجب سے دریافت کیا تم کو کیسے معلوم ہوا؟ آپ نے فرمایا میرے اللہ نے مجھے بتایا اس پر حضرت عباسؓ کا دل بھر آیا اُسی وقت مسلمان ہو گئے اور فدیہ بھی ادا کر دیا۔

حضرت خدیجہؓ کا ہار بطور فدیہ

انھیں قیدیوں میں ابوالعاصؓ بھی تھے جب وقت اہل مکہ اپنے اعزہ کا فدیہ روانہ کر رہے تھے اُن کی بی بی زینبؓ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی) نے اپنے گلے کا ہار ابوالعاصؓ کے فدیہ میں روانہ کیا۔ یہ ہار حضرت خدیجہؓ کا تھا انھوں نے اپنی لڑکی زینبؓ کو جہیز میں دیا تھا، جب یہ ہار آنحضرت (صلعم) کے روبرو آیا تو آپ کو بے حد رقت ہوئی اور آپ نے صحابہؓ سے فرمایا اگر تم مناسب سمجھو تو اس قیدی کو چھوڑ دو اور اس کا فدیہ بھی اس کو دیدو۔ صحابہؓ نے بخوشی خاطر اس بات کو منظور کر لیا۔

حضرت زینبؓ کی مدینہ میں آمد

علماء سیر لکھتے ہیں کہ حضرت ابوالعاصؓ سے آنحضرت (صلعم) نے اقرار لے لیا تھا یا کہ ابوالعاصؓ نے خود وعدہ کیا تھا کہ بعد رہائی زینبؓ بنت رسول اللہ (صلعم) کو مدینہ پہنچا دے گا بہرکیف جو کچھ واقعہ ہوا ہو کسی کو کچھ معلوم نہیں ہوا جس وقت ابوالعاصؓ مکہ جانے لگے تو آنحضرت (صلعم) نے زیدؓ بن حارثہ اور ایک انصاری کو ابوالعاصؓ کے ہمراہ کر دیا اور یہ فرمایا "یاکہ تم لوگ بطن یاجج میں رہنا اور جب حضرت زینبؓ آ جائیں تو اُن کے ہمراہ آنا چنانچہ ابوالعاصؓ نے مکہ میں پہنچ کر زینبؓ کو اپنے بھائی کنانہ بن الربیع کے اونٹ پر سوار کرا کے روانہ کر دیا بطن یاجج تک زینبؓ کو اُن کا دیور (شوہر کا بھائی) کنانہ پہنچانے آیا اور بطن یاجج سے زید بن حارثہ کے ہمراہ روانہ ہوئیں۔ ایک مہینہ بعد واقعہ بدر مدینہ میں پہنچیں۔ یہ تو آنحضرت (صلعم) کے پاس رہنے لگیں اور ابوالعاصؓ مکہ میں رہے۔

---

[1] اس مقابلہ میں مسلمانوں کے تین آدمی شہید ہوئے تھے اور نصف شوال میں یہ سریہ واپس ہوا تھا۔

ہوئے اور مال غنیمت لے کر واپس ہوئے ماہ ذی الحجہ تک آپ مدینہ میں مقیم رہے۔ اس دوران بدر کے قیدیوں سے فدیہ لے کر ان کو چھوڑ دیا۔

غزوہ سویق

جس وقت بدنصیب اور نقصان اٹھانے والے مشرکین مکہ کچھ لوگوں کو بدر میں پیوند زمین کر کے اور کچھ کو مسلمانوں کی قید میں چھوڑ کر واپس ہو رہے تھے اُس وقت ابوسفیان نے یہ نذر کی تھی یا قسم کھائی تھی کہ میں مدینہ پر حملہ ضرور کروں گا اس وجہ سے ماہ ذی الحجہ میں دو سو سواروں کی جمیت سے مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ رفتہ رفتہ شب کے وقت بنو نضیر تک پہنچا اور چھپ کر حی ابن اخطب کے پاس گیا۔ سلام بن مشکم سے ملا اور اُس سے آنحضرت (صلعم) اور مسلمانوں کا حال دریافت کر کے واپس ہوا اتفاق سے اطراف مدینہ میں ایک کھجور کے باغ میں دو شخصوں کو جو اپنی کاشت کاری کے کاموں میں مصروف تھے قتل[1] کر کے واپس ہوا۔ آنحضرت (صلعم) نیز مسلمانان مدینہ کو ابوسفیان کا یہ فعل شاق گذرا آپ نے مدینہ میں ابولبابہ بن عبدالمنذر کو اپنا خلیفہ مقرر کر کے کدر تک ابوسفیان کا تعاقب کیا چونکہ ابوسفیان اور مشرکین مکہ لشکر اسلام کے پہنچنے سے پہلے ہی اس مقام سے روانہ ہو گئے تھے اور روانگی کے وقت اپنے زادِ راہ سے سویق (ستو) کو چھوڑ گئے مسلمانوں نے اس کو غنیمت جان کر لے لیا اسی اعتبار سے اس غزوہ کا نام غزوہ[2] سویق رکھا گیا۔

یہاں تک کہ فتح مکہ سے قبل ابوالعاصؓ تجارت کی غرض سے شام گئے، وہاں سے تجارت کا مال و اسباب لئے ہوئے مکہ آ رہے تھے اثنائے راہ میں آنحضرت (صلعم) کا سریہ مل گیا اُس نے قافلے والوں کے مال و اسباب پہ قبضہ کر لیا کچھ لوگ بھاگ گئے کچھ لوگ گرفتار ہو گئے ان کے منجملہ ابوالعاصؓ بھی تھے۔ اس واقعہ کے بعد یہ مسلمان ہو گئے جس کی تفصیل آئندہ مناسب موقع پر بیان کی جائے گی۔

مشرکین و مجاہدین کا موازنہ

بدر میں مسلمانوں کے لشکر میں ستر اونٹ اور دو گھوڑے تھے ایک مقداد بن عمرو کا غرجہ نامی اور دوسرا مرثد ابن مرثد کا موسوم بہ سیل تھا۔ غازیوں کی تعداد تین سو دس سے کم نہ تھی اور نہ تین سو اٹھارہ سے زیادہ تھی منجملہ ان کے چھیاسی یا تراسی مہاجر اور باقی سب انصارؓ (رضی اللہ عنہم) تھے تلواریں معدودے چند تھیں مشرکین کی تعداد نو سو یا ہزار کے مابین تھی سو گھوڑے تھے جن میں سے ستر زیح کر کے پہنچے تھیں کو مسلمانوں نے غنیمت میں لیا۔ اونٹ سات سو تھے آٹھویں رمضان کو آپ مدینہ سے روانہ ہوئے تھے اور سترھویں رمضان یوم جمعہ صبح کے وقت لڑائی چھڑی تھی۔ واللہ اعلم۔

---

[1] یہ واقعہ عریض میں ہوا تھا اُن دو شخصوں میں سے ایک معبد بن عمروؓ انصاری تھے اور دوسرا اُن کا حلیف تھا۔

[2] یہی غزوہ ۲ھ کو ختم ہوتا ہے اسی سنہ کے آخری مہینہ میں عثمان بن مظعونؓ کا انتقال ہوا بقیع میں دفن کئے گئے اور ان کی قبر کے سامنے ایک پتھر علامت کے لئے کھڑا کر دیا گیا بعض کہتے ہیں کہ حسنؓ ابن علیؓ اسی مہینہ میں پیدا ہوئے اور بعض کہتے ہیں کہ (باقی ص ۹۳ پر)

غزوہ بحران

غزوہ سویق سے واپس آکر ذی الحجہ کے باقی ایام آپ نے مدینہ میں بسر کیے۔ ماہ محرم ۳ھ میں پھر غطفان پر چڑھائی کی اس مرتبہ مدینہ میں عثمان ابن عفانؓ کو اپنا نائب مقرر فرما گئے تھے۔ ماہ صفر تک نجد میں ٹھہرے رہے جب مشرکین میں سے کوئی متنفس بر سر مقابلہ نہ آیا تب آپ بلا جنگ مدینہ واپس آگئے۔ پھر اواخر ماہ ربیع الاول میں بخیال قریش مدینہ سے روانہ ہوئے "ابن مکتومؓ کو اپنا قائم مقام بنایا بحران (معدن حجاز) تک بڑھ گئے۔ جمادی الثانی تک وہیں مقیم رہے لیکن کفار قریش میں سے کوئی شخص مقابلہ پر نہ آیا اس وجہ سے اس مرتبہ بھی بلا جنگ وجدال واپس تشریف لائے۔

کعب بن اشرف کی فتنہ انگیزیاں

کعب ابن اشرف طے کا ایک یہودی تھا اس کی ماں یہود بنو نضیر سے تھی جس وقت سے آپ مدینہ میں تشریف لائے تھے اسی وقت سے اس کو ایک ذاتی خصومت تھی لیکن واقعہ بدر کے بعد سے یہ آنحضرت (صلعم) کے تصور ذکر سے اور زیادہ جلنے لگا چنانچہ زید بن حارثہؓ و عبد اللہ بن رواحہؓ (رضی اللہ عنہما) جب مدینہ میں فتح بدر کی خوش خبری لے کر آئے اور اس نے بھی سنا تو بے ساختہ یہ کہہ اٹھا۔ ویلکم احق هذا و هؤلاء اشراف العرب و ملوك الناس وان كان محمد اصاب هؤلاء فبطن الارض خير من ظهرها۔ "یعنی تف ہو تم پر کیا یہ بات سچی ہے۔ قرقی تو عرب کے شرفا۔ اور عوام کے بادشاہ تھے۔ اگر انھیں محمد نے ختم کر دیا ہے تو پھر زندگی سے موت بہتر ہے۔) جب اس کو اس واقعہ کا یقین ہو گیا تو وہ مکہ چلا آیا اور مطلب بن ابی وداعہ سہمی کے پاس جا کر اترا (اس کی زوجیت میں عاتکہ بنت اسید بن ابی العیص بن امیہ تھی) اور لوگوں کو آنحضرت (صلعم) کی مخالفت پر ابھارنے لگا۔ اشعار پڑھتا اور مقتولین مشرکین بدر پر روتا تھا۔ چند دنوں کے بعد مدینہ لوٹ آیا۔ پہلے عاتکہ بنت اسید کی نسبت عشقیہ مضامین لکھے۔ بعد ازاں مسلمانوں کی عورتوں کا اپنی غزلیات وقصائد میں ذکر کرتا اور ان کے ساتھ تشبیب کرنے لگا۔

کعب بن اشرف کا قتل

آنحضرت (صلعم) کو اس کا یہ فعل ناگوار گذرا آپ نے فرمایا۔ "من لي بكعب ابن الاشرف" (کون شخص ہے جو کعب ابن اشرف کو مارے گا)

(بقیہ حاشیہ ۹۲) ہجرت کے بائیسویں مہینہ علیؓ ابن ابی طالب کا فاطمہؓ بنت رسول اللہ (صلعم) کے ساتھ عقد ہوا۔ پس اگر یہ صحیح ہے تو پہلی بات یقیناً باطل ہے۔ واللہ اعلم۔

لہ اسی سنہ کے ماہ ربیع الاول میں عثمان ابن عفانؓ کا عقد ام کلثومؓ بنت رسول اللہ (صلعم) کے ساتھ ہوا اور ماہ جمادی الثانی میں ان کی رخصتی ہوئی۔

محمدؓ بن مسلمہ و ملکان بن سلامہ بن وقش یعنی ابو نائلہ (کعب کے رضاعی بھائی بنو عبدالاشہل سے) و عباد بن بشر و قش و حرث بن بشر بن معاذ و ابو عبس بن جبر (حارثی) نے عرض کیا ہم لوگ اس کو ماریں گے۔ آپ نے ان لوگوں کو اجازت دی اور ان کے حق میں دعائے خیر کی۔ ان میں سے ملکان بن سلامہ پہلے اس کے پاس گئے اور بہ اجازت آنحضرت (صلعم) آپ سے انحراف و بیزاری ظاہر کر کے اپنی تنگی معیشت کی شکایت کی اور یہ کہا کہ "تم ہم کو اور ہمارے ساتھیوں کو کھلاؤ اور ان کے ہاتھ غلہ کھانا فروخت کرو۔ تمھارے اطمینان کے لئے بعوض اس کے تا ادائے قیمت ہم اپنے ہتھیار تمھارے پاس رہن کئے دیتے ہیں" کعب ابن اشرف اس امر پر راضی ہو گیا۔ ملکان بن سلامہ نے کہا "کیا اچھا ہو تا کہ چاندنی رات ہے تم ہمارے ساتھ باتیں کرتے ہوئے چلتے اور تمھارے مکان سے باہر اس ٹیلہ پر ہمارے اور احباب ہیں اُن سے بھی باتیں کر لیتے" کعب بن اشرف یہ سنتے ہی اٹھ کھڑا ہوا، اور ان کے ساتھ ساتھ چلنے لگا، اپنے مکان سے کچھ زیادہ دور نہ گیا ہو گا کہ محمد بن مسلمہ وغیرہ بھی آملے۔ آپس میں اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے جا رہے تھے اور کعب بن اشرف مسلمانوں کی ہجو اور اُن کے تذکرے عشق و حُسن کے کرتا جا رہا تھا، اس اثناء میں محمد بن مسلمہ نے موقع دیکھ کر ایک وار کر دیا ان کے ہاتھ کے چھوڑتے ہی اور لوگوں نے بھی تلواریں چلائیں۔ کعب ابن اشرف ایک چیخ مار کر مر گیا اس کے اردگرد کے اہل حصون نے سنتے ہی آگ روشن کر دی لیکن یہ لوگ دوسرے راستہ سے بچ کر نکل آئے۔

یہود کا مدینہ میں خوف وہراس تھوڑی دور چل کر حرثؓ عُریض کے انتظار میں ٹھہرے۔ جب یہ آگئے تو پچھلی شب میں آنحضرت (صلعم) کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے ان لوگوں نے کعب بن اشرف کے مارے جانے کی اطلاع دی۔ کعب کو مارتے وقت حرث آپس ہی کی تلوار سے زخمی ہو گئے تھے۔ اسی وجہ سے وہ تیزی سے چل نہ سکتے تھے۔ اور ان کے ساتھی ان کا انتظار کرتے ہوئے چل رہے تھے۔ آنحضرت (صلعم) نے ان کے زخم پر اپنا لب لگا دیا جس سے بحکم الٰہی وہ اچھا ہو گیا۔ یہودیوں پر اس واقعہ سے خوف طاری ہو گیا۔ ہر یہودی مسلمانوں سے ڈرنے لگا۔ آپ نے بھی بالہام الٰہی یہودیوں کو قتل کرنے کا حکم دیدیا اسی زمانہ میں حویصہؓ بن مسعود مسلمان ہو گئے۔

ؔ حویصہ بن مسعود کے اسلام لانے کا ماجرا یہ ہے کہ قتل کے بعد کعب بن اشرف یہودی کے آپ نے اپنے اصحاب کو حکم دیدیا کہ تم لوگ جہاں کہیں یہودیوں پر قابو پاؤ قتل کر دو۔ اتفاق سے ایک روز محیصہ ابن مسعود (حویصہ کے بھائی نے) ابن شبینہ یہودی پر حملہ کر کے اس کو قتل کر ڈالا (ابن شبینہ تجارت پیشہ آدمی تھا حویصہ و محیصہ اور اہل مدینہ اس کے یہاں سے داد و ستد کیا کرتے تھے) حویصہ اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے اور محیصہ (باقی ص۹۵ پر)

اور ان سے پہلے ان کے بھائی محیصہ بعض یہودیوں کے قتل کی وجہ سے اسلام لا چکے تھے۔

یہودیوں کی عہد شکنی

بدر میں فتح یابی کے بعد وہاں سے واپسی پر ایک روز آنحضرت (صلعم) بنو قینقاع کے بازار میں تشریف لے گئے اور اُن کو انھیں کی کتابوں سے سمجھانے لگے۔ اثنائے وعظ میں آپؐ نے فرمایا کہ اگر تم لوگ اپنی بے دینی اور تمرد سے باز نہ آؤ گے تو اللہ جل شانہ کا تم پر اس طرح

سے بڑے تھے انھوں نے محیصہ کو پکڑ کر مارنا شروع کیا اور کہنے لگے کہ اے دشمن خدا تو نے اس کو قتل کیا ہے جس کے مال سے تو شکم سیر ہوتا رہا ہے) محیصہ نے کہا واللہ مجھکو اس کے قتل کا ایسے شخص نے حکم دیا ہے کہ اگر وہ تیرے قتل کا حکم دیتا تو بے شک میں تجھکو بھی قتل کرتا۔ حویصہ نے کہا کیا تو سچ کہتا ہے کہ اگر محمد (صلعم) میرے قتل کا حکم دیتے تو مجھکو قتل کر دیتا؟ محیصہ نے کہا واللہ اگر مجھکو تیری گردن مارنے کا حکم دیا جاتا تو بے شک میں تیری گردن مارتا اور ذرا بھی بھائی ہونے کا خیال نہ کرتا۔ حویصہ یہ سن کر متعجب ہو گیا اور بے ساختہ کہہ اٹھا کہ جس دین کی محبت دلوں پر اس درجہ ہو جائے وہ بلاشک حق ہے اس کے بعد حویصہ آنحضرت (صلعم) کے پاس آئے اور سچے دل سے مسلمان ہو گئے۔

لہ ابن اسحاق بچند سلسلہ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آیہ کریمہ "قل للذین کفروا ستغلبون وتحشرون الی جہنم وبئس المہاد قد کان لکم آیۃ فی فئتین التقتا فئۃ تقاتل فی سبیل اللہ واخریٰ کافرۃ یرونہم مثلیہم رای العین واللہ یؤید بنصرہ من یشاء ان فی ذلک لعبرۃ لاولی الابصار" یعنی آپ کافروں سے کہدیں جلدی ہی تم شکست کھا جاؤ گے اور جہنم کی طرف جمع کیے جاؤ گے اور وہ بدترین بچھونا ہے تمہارے لئے دو بھڑ جانے والی جماعتوں میں نشانی ہے ایک جماعت تو اللہ کی راہ میں لڑتی ہے اور دوسری کافر ہے مسلمان اپنی آنکھوں سے کافروں کو دوگنا دیکھ رہے تھے اور اللہ جس کی چاہتا ہے اپنی مدد سے تائید فرما دیتا ہے۔ بلاشبہ اس میں آنکھوں والوں کے لئے بڑی عبرت ہے) بنو قینقاع کی بابت نازل ہوئی ہے یہی فاضل بروایت عاصم بن عمر بن قتادہ بیان کرتے ہیں کہ سب سے پہلے یہود بنو قینقاع نے عہد شکنی کی اور اثنائے بدر و احد میں لڑے ابن ہشام کہتے ہیں کہ عبداللہ بن جعفر بن المسور بن مخرمہ نے ابو عون سے روایت کی ہے کہ دشمن دین اسلام سے اس وجہ سے جنگ کی گئی کہ ایک مسلمان عورت بنو قینقاع کے بازار میں گئی اور جو کچھ اس کو بیچنا تھا اس کو فروخت کر کے زرگر کی دکان پر جا کر بیٹھی یہودیوں نے اس کے چہرہ کو کھولنا چاہا عورت نے اس سے انکار کیا زرگر نے اٹھ کر چپکے سے اس کے کپڑے کے دونوں کنارے اس کی پشت کی طرف باندھ دیئے جب وہ غریب کھڑی ہوئی تو اس کا ستر کھل گیا یہ لوگ ہنسنے لگے عورت نے شور مچایا چنانچہ ایک مسلمان مرد نے پہنچ کر اس زرگر کو مار ڈالا باقی صفحہ ۹۶ پر

غضب نازل ہو گا جیسا کہ قریش پر بدر میں نازل ہوا اور ٹھیک اسی طرح تم لوگ بھی ذلیل و خوار ہو گے جیسا کہ وہ لوگ ہوئے" یہود بنو قینقاع یہ سن کر برہم ہو گئے اور کہنے لگے "تم اس غرہ میں نہ رہنا، تمہارا ایسی قوم سے مقابلہ ہوا تھا جو لڑائی سے واقف ہی نہ تھی اس وجہ سے تم کو جو ملنا تھا وہ مل گیا (یعنی فتح ہوئی) واللہ اگر تم ہم کو آزماؤ گے تو تم کو معلوم ہو جائے گا کہ ہم لوگ مرد ہیں" یہود بنو قینقاع کو اس جواب پر تسکین نہیں ہوئی بلکہ بوجہ شامت اعمال نہایت درشتی سے آپ کو انہوں نے واپس کیا اور اس صلح نامہ سے منحرف ہو گئے جو آنحضرت (صلعم) نے ہجرت مکہ سے ہجرت کے بعد مدینہ میں ورود کے وقت تحریر فرمایا تھا۔ اللہ جل شانہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ "واما تخافن من قوم خیانۃ فانبذ الیھم علیٰ سواء ان اللہ لا یحب الخائنین ولا یحسبن الذین کفروا سبقوا انھم لا یعجزون واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل ترھبون بہ عدواللہ وعدوکم واخرین من دونھم لا تعلمونھم اللہ یعلمھم وما تنفقوا من شیء فی سبیل اللہ یوف الیکم وانتم لا تظلمون"

یعنی (اور اگر ڈرے تو کسی قوم کے خیانت سے پس پھینک دے ان کی طرف ان کے عہد کو اس طرح پر کہ برابر ہو جائیں (یعنی عہد شکنی کا الزام تم پر عاید نہ ہو گا) بے شک اللہ خیانت کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا اور نہ گمان کریں وہ لوگ جو کافر ہوتے ہیں کہ انہوں نے پیش دستی کی ہے۔ بے شک وہ لوگ عاجز نہ کر سکیں گے اور اے مسلمانو! مہیا کرو جو کچھ کر سکو قوت سے اور آمادہ رکھنے گھوڑوں سے۔ اس سے ڈراؤ دشمنان خدا اور اپنے دشمنوں کو اور ان کے سوا اوروں کو تم نہیں جانتے ہو اللہ ان کو جانتا ہے اور جو کچھ جو چیز خرچ کرو گے اللہ کی راہ میں پورا کیا جائے گا تمہاری طرف (یعنی ثواب دیا جائے گا) اور تم پر ظلم نہ کیا جائے گا)

غزوہ بنو قینقاع

بعض غزوہ[۱] بنو قینقاع کا سبب یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ایک مسلمان نے کسی یہودی کو کسی مظلمہ کی وجہ سے ان کے بازار میں قتل کیا چونکہ یہود ازراہ حسد واقعہ بدر سے بھرے ہوئے تھے اس غریب مسلمان پر ٹوٹ پڑے اور عہد شکنی کی۔ الغرض جب آیہ مرقومہ بالا نازل ہوئی تو آنحضرت (صلعم) نے ان پر حملہ کی تیاری کی۔ مدینہ میں بشیر بن عبدالمنذرؓ اور بروایت بعض ابولبابہؓ کو بجائے اپنے مقرر فرما کر

(بقیہ حاشیہ ص ۹۵) یہودیوں نے اس غریب مسلمان کو تنہا پا کر پکڑ کر قتل کر دیا جب اس کی اطلاع مسلمانان مدینہ کو ہوئی تو وہ سخت برہم ہوئے اور آنحضرت (صلعم) نے یہود کے نقض عہد کی وجہ سے ان سے غزا (مذہبی لڑائی) کا اعلان کر دیا۔ واللہ اعلم۔

[۱] اس غزوہ میں آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کا لوا مبارک حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب کے ہاتھ میں تھا۔

بنو قینقاع کی طرف بڑھے۔ بنو قینقاع مضافات مدینہ میں رہتے تھے، ان کے نہ تو باغات تھے اور نہ کاشتکاری تھی، بلکہ یہ لوگ عام طور سے تجارت و حرفت پیشہ تھے۔ ان میں سات سو آدمی لڑنے والے تھے جن میں سے تین سو آدمی زرہ پوش تھے۔ یہ سب عبداللہ بن سلام کی قوم کے تھے۔ پندرہ روز تک آپ نے ان کو بلا جنگ محاصرہ میں رکھا سولھویں روز آپ کے حکم سے اصحابؓ، بنو قینقاع میں داخل ہوئے اور ان کی مشکیں باندھ کر قتل کرنے کو لائے۔

بنو قینقاع کی جلاوطنی

عبداللہ بن ابی ابن سلول نے ان کی سفارش کی اور آنحضرت (صلعم) سے نہائی منت سماجت سے ان کی جان بخشی کرائی۔ آپ نے عبداللہ بن ابی ابن سلول کے کہنے سے قتل تو نہ کیا لیکن اسباب و تھیار لے کر جلا وطنی کا حکم دیدیا چنانچہ عبادہ ابن الصامتؓ نے ان کو خیبر تک نکال دیا اور آنحضرت (صلعم) مال غنیمت لے کر مدینہ واپس آئے۔ یہ پہلا خمس ہے جس کو آنحضرت (صلعم) نے اپنے دست مبارک سے لیا۔ اس کے بعد عید الضحیٰ کا دن آیا آپ نے اپنے اصحابؓ کو ہمراہ لے کر صحرا میں جا کر نماز ادا فرمائی اور دست مبارک سے دو بکریاں قربانی فرمائیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آنحضرت (صلعم) نے یہ پہلی قربانی کی تھی۔ واللہ اعلم۔

سریہ زید بن حارثہؓ

واقعہ بدر کے بعد سے قریش پر مسلمانوں کا خوف کچھ ایسا غالب ہو گیا تھا کہ وہ ان کی چھیڑ چھاڑ کے خوف سے عام راستہ پر چلنا گوارا نہ کرتے تھے۔ اگرچہ تجارت کی وجہ سے سفر کرنا ان کے لئے ضروری تھا۔ لیکن بمجبوری اُن لوگوں نے شام کا راستہ چھوڑ کر عراق کا راستہ اختیار کیا۔ راستہ نہ جاننے کی وجہ سے فرات بن حیان کو (قبیلہ بکر بن وائل سے) رہبری کے لئے اجرت پر مقرر کیا۔ اس کے بعد تاجروں کا ایک قافلہ مکہ سے عراق ہوتا ہوا موسم سرما میں روانہ ہوا جس میں ابو سفیان ابن حرب و صفوان بن امیہ بھی تھے۔ جب آنحضرت (صلعم) کو اس قافلہ کی روانگی اور اس کے مال و اسباب کی اطلاع ہوئی تو آپ نے زید بن حارثہ کو چند صحابیوںؓ کے ہمراہ روانہ کیا۔ زید بن حارثہؓ نے نہایت تیزی و عجلت سے شبانہ روز سفر کر کے قافلہ قریش سے مقابلہ کیا اور کامیاب ہوئے ابو سفیان و صفوان اور اُس کے ہمراہی بھاگ گئے۔ صرف فرات بن حسان عجلی گرفتار ہو سکے وہ بھی مدینہ پہنچ کر مسلمان ہو گئے۔ اس واقعہ میں مال غنیمت کا اندازہ اس سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ اس مال غنیمت میں سے جو خمس نکالا گیا تھا اُس کی تعداد بیس ہزار تھی۔

ابن ابی حقیق کی ریشہ دوانیاں

کعب بن اشرف یہودی کے مارے جانے کے بعد سلام بن ابی حقیق یہودی نے سر اٹھایا۔ یہ خیبر کا رہنے والا تھا اس کی کنیت

ابو رافع تھی یہ اکثر بلکہ ہمیشہ آنحضرت (صلعم) اور آپ کے اصحابؓ کو طرح طرح کے نا ملائم کلمات سے ایذائیں دیتا تھا علی الاعلان سخت و سُست کہتا پھرتا تھا۔ آپ کے مقابلہ پر لوگوں کو ابھارتا اور گروہ بندی کرتا رہتا تھا۔ چونکہ اوس و خزرج مدینہ کے سر برآوردہ قبیلے تھے جو ایک دوسرے پر آنحضرت (صلعم) کی اطاعت و امداد میں فوقیت کے خواہاں تھے یہ بالکل ناممکن تھا کوئی ایک کام بھی ایسا نہ تھا جو اسلام اور آنحضرت (صلعم) کی ذات خاص سے متعلق اس کو ایک قبیلہ کرے اور دوسرا اس کے جواب میں نہ کرے۔ بنو اوس کعب بن اشرف یہودی کو قتل کر چکے تھے لیکن بنو خزرج اس جیسا کوئی کام انجام نہیں دے سکے تھے۔ حالانکہ وہ اسی قسم کی جستجو و فکر میں تھے جب ان کو ابن ابی حقیق یہودی کی بد ذاتیوں اور شرارتوں کی اطلاع ہوئی تو بنو خزرج آنحضرت (صلعم) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے اُس کے قتل کی اجازت چاہی کیونکہ ابن حقیق بھی کعب ابن اشرف کی طرح اسلام اور اسلامیوں کا مخالف اور آنحضرت (صلعم) کا جانی دشمن تھا۔ اس لئے آپ نے اُن کو اجازت دیدی۔

ابن ابی حقیق کا خاتمہ

چنانچہ قبیلہ خزرج خاندان بنو سلمہ سے آٹھ آدمی روانہ ہوئے۔ منجملہ ان کے عبداللہ بن عتیک و مسعود بن سنان و ابو قتادہ و حرث بن ربعی رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ ان سب کے سردار عبداللہ بن عتیک مقرر ہوئے۔ روانگی کے وقت آنحضرت (صلعم) نے ان لوگوں کو یہودیوں کے لڑکوں اور عورتوں کے قتل کرنے کو منع فرما دیا۔ نصف جمادی الثانی ۳ھ ہجری میں یہ لوگ مدینہ سے نکل کر خیبر پہنچے اور ابن ابی حقیق کے مکان کے قریب قیام کیا۔ رات کو جب وہ اپنے مکان کے دروازے بند کر کے سو رہا تھا اس کو آواز دی ابن ابی حقیق نے جیسے ہی دروازہ کھولا یہ لوگ شمشیر برہنہ لئے ہوئے گھس پڑے اور اس کو مار کر مکان سے باہر آ کر ایک مقام پر ٹھہر گئے۔ لیکن جب ناعی (خبر دہندہ موت) نے قصر کی فصیل پر کھڑے ہو کر ابن ابی حقیق کے مارے جانے کا اعلان کر دیا تب یہ لوگ اس کے مارے جانے کا یقین کر کے واپس ہوئے اور آنحضرت (صلعم) کی خدمت میں اُس کے قتل کی اطلاع دی۔ ابن ابی حقیق کے مکان سے نکلتے وقت ان لوگوں میں سے ایک شخص کی پنڈلی میں چوٹ آ گئی تھی، آپ سے اس کی شکایت کی گئی آپ نے اس پر ہاتھ پھیر دیا وہ اچھا ہو گیا۔

باب ۴

غزوہ احد ۳ھ

قریش مکہ کی جنگی تیاریاں

ان سابقہ واقعات اور معرکہ بدر کے بعد اہل قریش کو آنحضرت (صلعم) کی مخالفت کا خیال ترقی پذیر ہو گیا۔ اہل قافلہ سے مالی امداد کے خواستگار ہوئے جب قابل اطمینان وبقدر کفایت مال جمع ہو گیا تب اہل قریش اپنے حلیفوں اور دوستوں کے ساتھ شوال ۳ھ میں آنحضرت (صلعم) سے لڑنے کے لیے روانہ ہوئے۔ وسط میں پیادوں کی جماعت تھی اردگرد نیزہ بردار اور تیرانداز سواروں کا گروہ تھا میدان جنگ سے نہ بھاگنے اور سینہ سپر ہو کر لڑنے کا حلف اٹھا لیا گیا تھا۔ چوتھی شوال کو مدینہ کے مقابل ایک وادی کے کنارے اُحد کے قریب مقام ذوالحلیفہ (بطن سنجہ) میں آ کر پڑاؤ ڈالا۔ تین ہزار کی ان کی جمعیت تھی سات سو ان میں زرہ پوش جنگ آزمودہ لوگ تھے۔ ان کے علاوہ دو سو گھوڑے تھے۔ اس لشکر کا سپہ سالار ابو سفیان تھا۔ ان لوگوں کے ساتھ پندرہ عورتیں بھی دف لیے ہوئے تھیں جو مقتولین بدر پر روتی اور ان کو لڑائی پر ابھارتی اور غیرت دلاتی تھیں۔

طریقہ جنگ کے بارے میں صحابہ میں اختلاف رائے

ان حالات کی اطلاع جب آنحضرت (صلعم) کو ہوئی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ مدینہ کی قلعہ بندی کر لو اور باہر کوئی نہ نکلے۔ اس صورت میں اگر مشرکین مکہ ہم پر حملہ کریں گے تو ہم اُن سے لڑیں گے ورنہ خیر۔ اس رائے پر عبداللہ بن ابی بن سلول نے بھی اپنی پرزور تائید کی۔ لیکن اُن چند صحابیوںؓ نے اس رائے سے اختلاف کیا اور جنگ کے لیے پیش قدمی پر بمنت وزاری آنحضرت (صلعم) کو آمادہ کیا جو اس واقعہ میں شہید ہوئے علاوہ ان کے اس میں وہ لوگ بھی شریک تھے جو بدر میں شامل نہیں ہو سکتے تھے۔ آنحضرت (صلعم) ان لوگوں کے اصرار پر اندر تشریف لے گئے اور مسلح ہو کر بکراہت باہر آئے اس وقت ان لوگوں نے اپنے اصرار کو خلاف مرضی سمجھ کر عرض کیا ”یا رسول اللہ ان شئت فاقعد“ یعنی اے رسول اللہ

(صلعم) اگر آپ کی رائے ہو تو بیٹھ جائے یعنی باہر نکل کر لڑائی نہ کیجیے) آپ نے جواب دیا کہ "کسی نبی کو جائز نہیں ہے جب کہ وہ مسلح ہو جائے یہ کہ قبل لڑائی کے وہ اپنے ہتھیار کو رکھے یا بلا جنگ کئے ہوئے واپس آئے۔"

مجاہدین کی روانگی ایک ہزار صحابیوںؓ کو لے کر آپ مدینہ سے نکلے اور ابن ام مکتومؓ کو بقیہ مسلمانان مدینہ کے نماز پڑھانے کے لئے چھوڑ گئے جس وقت آپ مدینہ و اُحد کے وسط میں پہنچے عبداللہ بن ابی ایک ثلث آدمیوں کو اپنے ہمراہ لے کر آپ سے اس وجہ سے علیحدہ ہو گیا کیونکہ یہ جنگ اس کی مرضی کے خلاف تھی اور مدینہ سے نکل کر مقابلہ کی تیاری کی گئی تھی آنحضرت (صلعم) حرہ بنو حارثہ ہوتے ہوئے اُحد کی ایک گھاٹی میں جا اُترے۔ آپ کے ہمراہ سات سو آدمیوں کا گروہ تھا جس میں پچاس سوار اور پچاس تیر انداز شامل تھے۔ آپ نے بنو عمرو بن عوف سے عبداللہ بن جبیرؓ برادر خوات بن جبیرؓ کو تیر اندازوں کا سردار مقرر کر کے لشکر کے پیچھے جبل اُحد پر بٹھا دیا تاکہ مشرکین مسلمانوں پر پشت سے حملہ نہ کر سکیں اور لوا منظفر کو مصعب بن عمیرؓ (بنو عبدالدار) کے سپرد فرمایا۔

کم سن مجاہدین کی واپسی سمرہ بن جندب الفزاریؓ و رافع بن خدیج حارثیؓ اس وقت پندرہ پندرہ برس کے تھے پہلے آپ نے ان کو واپس کیا۔ لیکن جب اصحابؓ نے عرض کیا کہ یہ تیر اندازی جانتے ہیں تو آپ نے ان کو تیر اندازوں میں شامل فرما دیا۔ لیکن حضرت اسامہ بن زیدؓ و حضرت عبداللہؓ بن حضرت عمرؓ بن الخطابؓ و حضرت زیدؓ بن ثابت بخاری و حضرت عمرو بن حرام و براء بن عازب حارثیؓ و اسید بن ظہیرؓ و عرابہؓ بن اوسؓ و زید بن ارقمؓ و ابو سعید خدری کو میدانِ جنگ سے اس بنا پر لوٹا دیا کیونکہ اس وقت ان لوگوں کی عمریں چودہ چودہ برس کی ہوں گی۔

جنگ اُحد قریش کے سواران میمنہ پر خالد بن ولید اور میسرہ پر عکرمہ بن ابو جہل مامور تھے۔ آپ نے اپنی سیف ابو دجانہ سماک بن خرشہ ساعدیؓ کو مرحمت فرمائی۔ یہ بہت بڑے شجاع اور جوانمرد

ل؎ ابن ہشام نے اس واقعہ کو یوں بیان کیا ہے کہ جس وقت فریقین کی صفیں مرتب ہو گئیں تو آنحضرت (صلعم) نے اپنی تلوار کو ہاتھ میں لے کر فرمایا "من یاخذ ھذا السیف بحقہ"۔ یعنی رہے کوئی جو یہ تلوار لے کر اس کا حق ادا کرے) یہ سن کر کئی صحابیوںؓ نے استدعا کی لیکن آپ نے کسی کو نہ دی اسی اثنا میں ابو دجانہ سماک بن خرشہؓ نے عرض کیا "وما حقہ یا رسول اللہ" یعنی (اے رسول اللہ اس کا کیا حق ہے؟) آپ نے فرمایا "ان تضرب بہ العدو حتی ینحنی"۔ یعنی اس کا حق یہ ہے کہ تم اس سے دشمنوں کو مارتے جاؤ یہاں تک کہ یہ خم ہو جائے۔ ابو دجانہ نے (باقی صفحہ پر)

نیز فنون جنگ کے بخوبی ماہر تھے۔ قریش کے ہمراہ اس لڑائی میں ابو عامر عبد عمرو بن صیفی بن مالک بن نعمان (حنظلہؓ غسیل ملائکہ) کا باپ طلیعہ میں تھا یہ ایام جاہلیت میں راہب ہوگیا تھا جب اسلام کی روشنی پھیلی تو اس پر بدبختی سوار ہوگئی، مسلمانوں کی ترقی نہ دیکھ سکا اس وجہ سے مکہ چلا گیا۔ کفار مکہ معرکہ اُحد میں اس کو اس خیال سے لائے تھے کہ بنو اوس جس کا یہ سردار تھا اس کو دیکھ کر آنحضرت (صلعم) کا ساتھ چھوڑ دیں گے لیکن ان کا یہ خیال بالکل غلط نکلا۔ چنانچہ ابو عامر اسی خیال سے سب سے پہلے میدان جنگ میں لڑنے کو آیا اور بنو اوس کو آواز دی ان لوگوں نے اس کی آواز پہچان کر کہا "لا انعم اللّٰہ بک عینا یا فاسق" یعنی (اے فاسق تیری آنکھ کو نعمت نصیب نہ ہو)

آغاز جنگ

اس کے بعد لڑائی شروع ہوگئی۔ مسلمانوں نے جی کھول کر مقابلہ کیا اس میں حضرت حمزہ و حضرت طلحہ و حضرت شیبہ و حضرت ابو دجانہ و حضرت نضر بن انس رضی اللہ عنہم بڑی بڑی مشکلات میں مبتلا ہوئے۔ ان کے علاوہ انصارؓ کی ایک جماعت سینہ سپر ہو کر شہید ہوئی لڑائی کا آغاز نہایت دشوار اور سخت ہوگیا پہلے تو قریش کے پاؤں میدانِ جنگ سے اکھڑ گئے مسلمانوں کے حملہ سے منہ چھپا کر بھاگے۔ لیکن اس کے بعد جونہی تیراندازان اسلام اپنا مرکز قیام چھوڑ کر آگے بڑھے، مشرکین نے پلٹ کر تیراندازوں کو پیچھے سے مارنا شروع کر دیا۔ مسلمانوں کی صفیں درہم و برہم ہوگئیں۔

حضرت مصعب بن عمیرؓ کی شہادت

دشمنانِ خدا رسول اللہ (صلعم) تک پہنچ گئے۔ لیکن حضرت مصعبؓ بن عمیر علم بردار جو آپ کے پاس ہی تھے کفار کا مقابلہ کیا یہاں تک کہ شہید ہوگئے۔ آنحضرت (صلعم) کے چہرۂ مبارک پر چوٹ آئی۔ دائیں جانب کے نیچے کا دانت شہید ہوگیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ سب ایذائیں عتبہ بن ابی وقاص و عمرو بن قمیہ لیثی نے پہنچائی تھیں اور یہی اس امر کے بانی مبانی ہوئے تھے۔

(بقیہ حاشیہ ص۱۰۰) یہ سُن کر عرض کیا "انا اخذہ یا رسول اللہ بحقہ" یعنی (میں اس کو اس کا حق ادا کرنے کے لئے لیتا ہوں) آنحضرت (صلعم) نے یہ سنتے ہی تلوار ابو دجانہؓ کو دیدی ابو دجانہؓ نے تلوار آپ کے ہاتھ سے لے کر اپنا سرخ عمامہ نکالا (جس کو وہ لڑائیوں میں باندھا کرتے تھے) اور سر پر باندھ کر لشکر کی صفوں میں اکڑ کر ٹہلتے ہوئے یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔ انا الذی عاھدنی خلیلی ؛ ونحن بالسفح لدی النخیل ؛ ان لا اقوم الدھر فی الکبول ؛ اضرب بسیف اللّٰہ والرسول ؛ یعنی میں وہی ہوں جس سے میرے دوست نے جبکہ ہم باغ کھجور کے میدان میں تھے اس بات کا پکا اقرار کرالیا ہے کہ میں کسی حال میں بھی پچھلی صف میں نہ رہونگا اور اللہ اور اس کے رسول کی تلوار سے دشمنوں کو مارتا رہوں گا، آنحضرت (صلعم) نے ابو دجانہ کو اکڑتے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس رفتار کو نہیں پسند کرتا مگر ایسے وقت میں۔ واللہ اعلم

حضرت حنظلہ کی شہادت

ابوسفیان پر حنظلہؓ نے جیسے ہی دوڑ کر وار کرنا چاہا شداد بن اسود لیثی نے ایک گڑھے سے نکل کر روک کر وار کر دیا جس سے حضرت حنظلہؓ شہید ہو گئے یہ اس وقت جنبی تھے (یعنی ان پر غسل جنابت فرض تھا) آنحضرت (صلعم) نے فرمایا ہے کہ ان کو ملائکہ نے غسل دیا ہے)

رسولِ اکرم پر کفار کی یورش

مشرکین نے آپ پر پتھراؤ شروع کیا تو آپ ایک گڑھے میں گر نے لگے، حضرت علیؓ نے پہنچ کر فوراً ہاتھ پکڑ لیا۔ اور حضرت طلحہؓ نے کمر میں ہاتھ ڈال کر اٹھا لیا، چہرہ مبارک کے زخم کو مالک بن سنان خدری (والد ابو سعید خدری) نے خون سے صاف کیا مغفر (لوہے کا خود) کے دو حلقے چہرہ تک اتر آئے تھے جن کو حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح نے نکالا مشرکین لڑتے ہوئے آپؐ کے پاس تک پہنچ گئے کئی صحابیؓ اس مقام پر شہید ہو گئے۔ آخری صحابی عمار بن یزید بن السکن تھے جو آنحضرت (صلعم) کے بچانے کی غرض سے مشرکین کے مقابلے پر آئے اور شہید ہوئے۔ ان کے بعد حضرت طلحہؓ نے مشرکین کا مقابلہ کیا۔ یہاں تک کہ مشرکین آپؐ کے پاس سے دور ہو گئے ابودجانہؓ آپ کو چھپائے ہوئے کھڑے تھے تیر پر تیر ان کے پشت پر لگتے جاتے مگر حرکت تک نہ کرتے تھے۔ یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ قتادہ بن النعمانؓ کی آنکھ پر ایک تیر آکر لگا جس سے ان کی آنکھ نکل کر رخسار پر آ گئی تھی آپ نے اپنے دست مبارک سے آنکھ کو اس کی جگہ پر رکھ دیا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے اچھی ہو گئی۔

شہادت رسول کی افواہ

نضر بن النسؓ لڑتے ہوئے صحابہؓ کی اس جماعت تک پہنچے جو متحیر کھڑے ہوئے تھے نضر ابن النسؓ نے ان سے کہا "تم لوگ کیا دیکھتے ہو" اُن لوگوں نے کہا کہ "آنحضرت (صلعم) تو شہید ہو گئے اب کیا کریں" نضر بن النسؓ نے کہا "چلو لڑو جو کام آنحضرت (صلعم) کے حالتِ حیات میں کرتے، وہی اب کرو اور اسی حال میں جان دو جس حالت میں آنحضرت (صلعم) شہید ہوئے ہیں" یہ کہہ کر آگے بڑھے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ ان کے جسم پر ستر زخم لگ چکے تھے اکثر دیں زخم سے شہید ہوئے۔ عبدالرحمٰن بن عوف کے ۲۰ زخم لگے تھے زیادہ چوٹ پاؤں میں آئی تھی۔ اسی وجہ سے وہ لنگڑا کر چلتے تھے۔ اسی لڑائی میں حضرت حمزہ ابن عبدالمطلبؓ آنحضرت (صلعم) کے چچا شہید ہوئے اُن کو وحشی غلام

لہ وحشی بن حرب قوم کا حبشی جبیر بن مطعم کا غلام تھا جس وقت قریش مکہ جنگ کے ارادے سے مدینہ کو روانہ ہونے لگے جبیر ابن مطعم نے وحشی کو بلایا اور کہا کہ اگر تو حمزہؓ عم محمد (صلعم) کو بعوض میرے چچا طعیمہ بن عدی کے قتل کر ڈالے گا تو تجھ کو میں آزاد کر دوں گا (جبیر کا چچا طعیمہ بن عدی جنگ بدر میں مارا گیا تھا) وحشی اس اقرار و وعدہ پر روانہ ہوا (باقی صفحہ ۱۰۳ پر)

بن مطعم بن عدی نے شہید کیا۔ عمرو بن قمیہ[1] نے اسی اثناء میں مصعبؓ بن عمیرؓ علم بردار لشکر اسلام کو آنحضرت (صلعم) کے پاس شہید کیا اور اس خیال سے کہ آنحضرت (صلعم) شہید ہو گئے ہیں کمبخت نے ایک بلند مقام پر چڑھ کر چلا کر کہہ دیا۔ "الا ان محمداً قد قتل" یعنی (کان کھول کر سن لو محمد قتل کر دیے گئے) اس آواز کے سنتے ہی اصحاب کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے ہوش و حواس جاتے رہے تحیر کے عالم میں کھڑے ہو گئے۔ کسی سے کچھ بن نہ پڑتا تھا حیرت زدہ ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے، کہ کعب بن

(بقیہ حاشیہ ص۱۰۲) جس وقت فریقین میں لڑائی ہو رہی تھی۔ حضرت حمزہ بن عبد المطلبؓ کفار کی صفیں چیرتے ہوئے ارطاۃ بن عبد شرجیل بن ہاشم بن عبد مناف بن عبد الدار علم بردار مشرکین تک پہنچ گئے اور اس کو قتل کر کے سباع بن عبد العزیٰ غبشانی کی طرف "ھلم الیّ یا ابن مقطعۃ البظور" یعنی (اے ختنہ کرنے والی عورت کے بیٹے ادھر آ) کہہ کر بڑھے وحشی آپؓ کو آتے ہوئے دیکھ کر ایک پتھر کی آڑ میں چھپ گیا۔ جب حضرت حمزہؓ جوش میں آگے بڑھ گئے اور اس کو ایک وار میں مار ڈالا تب وحشی نے تیر مارا۔ حضرت حمزہؓ اس کی طرف لوٹ پڑے لیکن زخم کاری لگنے سے وحشی تک نہ پہنچ سکے۔ وحشی نے دوبارہ ایک تیر اور مارا حضرت حمزہؓ تو شہید ہو گئے اور وحشی نے آ کر ہند بنت عتبہ سے یہ ماجرا بتایا اور ایک گوشہ میں جا کر بیٹھ گیا کیونکہ یہ محض اسی کام کے لیے آیا تھا ہند بنت عتبہ مع چند عورتوں کے آئی اور ان کی ناک و کان کاٹے۔ ابو سفیان نے شہادت کے بعد نیزہ سے کئی مزید زخم کیے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

[1] عتبہ بن ابی وقاص و ابن قمیہ لیثی اور می و ابی بن خلف جمحی و عبد اللہ بن حمید اسدی و عبد اللہ بن شہاب زہری نے آنحضرت صلعم کے قتل کا باہم عہد و پیمان کیا تھا۔ چنانچہ ابن شہاب نے آنحضرت (صلعم) کے چہرہ مبارک کو زخمی کیا اور عتبہ نے پتھروں سے مارا جس کی زد سے آپ کے دانت ٹوٹ گئے لب پھٹ گئے اور ابن قمیہ نے اس زور سے حملہ کیا کہ لوہے کے دو حلقے چہرہ میں گھس گئے۔ آپ زمین پر گر پڑے۔ گھٹنوں میں چوٹ آئی اتنے میں ابی بن خلف آپ کی طرف دوڑا آپ نے اس کا نیزہ یا زبیرؓ یا حرثؓ بن الصمۃ کا لے کر ابی کو مارا اور ابو دجانہؓ نے عبد اللہ بن حمید کو قتل کیا آنحضرت (صلعم) چہرہ مبارک پر سے خون پونچھتے جاتے تھے اور فرماتے تھے "کیف یفلح القوم خضبوا وجہ نبیھم الدم وھو یدعوھم الی اللہ" (وہ قوم کیسے فلاح پا سکتی ہے جس نے اپنے نبیؐ کے چہرہ کو خون سے رنگا ہے اور وہ ان کو اللہ کی طرف بلاتا ہے) اس کے بعد ابن قمیہ نے مصعب بن عمیرؓ علم بردار اسلام پر حملہ کیا دونوں میں لڑائی ہوئی جب حضرت مصعب بن عمیرؓ شہید ہو گئے تو ابن قمیہ اپنے گروہ میں آ کر چلا اٹھا "قد قتلت محمداً" یعنی (بے شک میں نے محمدؐ کو مار ڈالا) نعوذ باللہ۔ یہ سن کر کفار کا دل بڑھ گیا اور صحابہؓ پریشانی کی حالت میں متحیر ہو کر لڑائی سے رک گئے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے صحابہؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا واللہ یہ خبر غلط ہے رسول اللہ (صلعم) اشاعت دین کے لیے آئے تھے اور ابھی دین اسلام کہاں پھیلا ہے؟ ڈھونڈو انھیں میں آنحضرت (صلعم) ہوں گے اور لڑو یہاں تک کہ کفار کو پیچھے ہٹا دو حضرت ابو بکرؓ کے کہنے پر صحابہؓ کے دل میں یہ بات آ گئی اور آنحضرت (صلعم) کو ڈھونڈنے اور لڑنے لگے۔ یہاں تک کہ کعب ابن مالکؓ نے آپ کو سب سے پہلے پہچانا جیسا کہ مورخ ابن خلدون نے لکھا ہے۔

مالک شاعر (از بنو سلمہ) نے آنحضرت (صلعم) کو پہچان کر باواز بلند کہا "خوش ہو جاؤ رسول اللہ (صلعم) یہ ہیں" آپ نے اس کو دوبارہ کہنے سے روک دیا۔

مجاہدین کا پہاڑی پر اجتماع

صحابہؓ اس آواز کے سنتے ہی آپ کے پاس آکر جمع ہو گئے اور آپ کے ہمراہ پہاڑ کی گھاٹی کی طرف چلے گئے۔ جن میں حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ و علیؓ و زبیرؓ و حرثؓ ابن الصمۃ انصاری رضی اللہ عنہم شامل تھے۔ اتنے میں ابی بن خلف آپہنچا آنحضرت (صلعم) نے حرثؓ بن الصمۃ کے ہاتھ سے نیزہ لیکر اس کے گلے پر مارا جس کی چوٹ سے منہ پھیر کر بھاگا مشرکین نے آواز دے کر کہا کہ ایک خفیف چوٹ کھا کر بھاگ نکلا دوڑو اور محمد (صلعم) کو پکڑو۔ ابی نے کہا۔ واللہ اس زخم سے میں جاں بر نہ ہوں گا۔ یہ نیزہ محمد (صلعم) نے مارا ہے۔ اگر کسی اور نے مارا ہوتا تو مجھکو مطلق خیال نہ ہوتا چنانچہ واپسی کے وقت اثنا راہ میں مر گیا۔

وحی کا نزول

لڑائی ختم ہونے پر علی ابن ابی طالبؓ پانی لائے۔ آپ نے منہ دھو کر وضو کیا اور پہاڑ کی چٹان پر چندے توقف کر کے بیٹھ کر اپنے اصحابؓ کے ساتھ نماز ظہر ادا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ سے شکست خوردہ مسلمانوں کے لئے دعا مغفرت کی اُس وقت اللہ جل شانہ نے یہ آیت نازل فرمائی "ان الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعان انما استزلھم الشیطٰن ببعض ما کسبوا و لقد عفا اللہ عنھم ان اللہ غفور حلیم"۔ بے شک تمھارے جو آدمی اس دن جس دن دو جماعتوں کا مقابلہ ہوا تھا بھاگ کھڑے ہوتے تھے انھیں ان کے گناہوں کی وجہ سے شیطان نے ڈگمگا دیا تھا۔ اللہ نے ان کا قصور معاف فرمادیا سو واقعی اللہ انتہائی بخشش والا اور نہایت بردبار ہے۔

شہدائے جنگ احد

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا اس لڑائی میں مسلمانوں کی طرف سے حضرت حمزہ ابن عبدالمطلبؓ اور حضرت عبداللہ بن جحشؓ و حضرت مصعب بن عمیرؓ اور چنیسٹھ ۶۵ سرداران انصارؓ شہید ہوئے۔ آنحضرت (صلعم) کے حکم سے انھیں خون آلودہ کپڑوں میں جو وہ پہنے ہوئے تھے بلا غسل و نماز دفن کیا گیا اور مشرکین کی جانب کے بائیس۲۲ نفر مارے گئے۔ ان میں ولید بن العاصی بن ہشام و ابو امیہ بن ابی حذیفہ بن المغیرہ و ہشام بن ابی حذیفہ بن المغیرہ و ابو عزہ عمرو بن عبداللہ بن جمح شامل تھا۔ آخرالذکر شخص جنگ بدر میں قید ہو کر آیا تھا، آنحضرت (صلعم) نے اس کے غریب اور کثیر العیال ہونے کی وجہ سے بلا فدیہ اس شرط سے چھوڑ دیا تھا کہ آئندہ مسلمانوں کے مقابلہ پر نہ آئے گا۔ لیکن جب اس لڑائی میں دوبارہ گرفتار ہوا تو آپ نے اس کی گردن زنی کا حکم دیا۔ البتہ ابی بن خلف کو آنحضرت (صلعم) نے اپنے دست مبارک سے قتل کیا۔

ابو سفیان کی دعوت جنگ

ابو سفیان نے پہاڑ پر چڑھ کر بہ آواز بلند کہا "الحرب سجال یوم احد

بیوم بدر الحرب سجال" یعنی (لڑائی ختم ہوگئی یوم اُحد یوم بدر کے برابر ہوگیا ہبل اپنا دین ظاہر کر) اور "موعد کم العام القابل" یعنی (آئندہ سال پھر تمہاری لڑائی کا وعدہ ہے) کہتا ہوا لوٹا تا آنحضرت (صلعم) کے حکم سے (ادھر) صحابہؓ نے جواب دیا۔ "ھو بیننا وبینکم" یعنی (ہماری اور تمہاری یہی میعاد ہے) یہ سُن کر مشرکین مکہ واپس ہو گئے۔

حضرت حمزہؓ کی لاش کا مثلہ لڑائی کے بعد آنحضرت (صلعم) حضرت حمزہ بن عبد المطلبؓ کے لاشہ پر کھڑے ہوئے افسوس کرتے رہے ہند اور اس کی ساتھی عورتوں نے ان کا جگر نکال کر چبایا تھا کان اور ناک اور اعضائے تناسل کاٹ ڈالے تھے (عرب اسی کو مثلہ کرنا کہتے ہیں) جب آنحضرت (صلعم) نے یہ امور ملاحظہ فرمائے تو آپ نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھکو قریش پر فتح یاب کرے گا تو میں ان میں تیس آدمیوں کو مثلہ کروں گا۔ اس کے بعد آپؐ اپنے اصحابؓ کے ساتھ مدینہ واپس تشریف لے آئے۔

(مترجم) **جنگ اُحد کے اسباب** جنگ اُحد پر قریش کو ابھارنے والا واقعہ بدر ہے جس میں ان کو شکست فاش اور بہت بے طرح ہزیمت ہوئی تھی اس واقعہ میں عبد اللہ بن ابی ربیعہ و عکرمہ بن ابی جہل و صفوان بن امیہ اور ابو سفیان وغیرہ پیش پیش تھے۔ قبائل کنانہ و تہامہ مع اپنے اپنے حلفاء کے شریک تھے ابو سفیان اپنی زوجہ ہند بنت عتبہ کو عکرمہ بن ابی جہل اپنی زوجہ ام حکیم بنت الحرث کو حرث بن المغیرہ فاطمہ بنت الولید بن المغیرہ (ہمشیرہ خالد) کو صفوان بن امیہ بر برہ بنت مسعود (ہمشیرہ عروہ بن مسعود) کو عمرو بن العاص بریطہ بنت منبہ بن الحجاج کو طلحہ بن ابی طلحہ سلافہ بنت سعد اپنی زوجہ کو ہمراہ لے گیا تھا علاوہ ان کے اور روسائے قریش کی عورتیں اور خناس بنت مالک بن المضرب (قبیلہ بنو مالک بن حسل سے) اپنے لڑکے ابو عزیز بن عمیر کے ہمراہ اور عمرہ بنت علقمہ (بنو حرث بن عبد مناۃ ابن کنانہ سے) شریک معرکہ اُحد تھی۔ یہ عورتیں دف بجاتی اور یہ اشعار پڑھتی تھیں۔

ان تقبلوا نعانق　　ونفرش النمارق
او تدبروا نفارق　　فراق غیر وامق

اگر تم لڑائی میں پیش قدمی کرو گے تو ہم تمہیں گلے لگالیں گی اور تمہارے لئے بستر بچھادیں گی اور اگر لڑائی سے بھاگو گے تو ہم متنفر ہو کر تم سے جدا ہو جائیں گی۔

اس لشکر کے علم بردار بنو عبد الدار تھے اور سردار ابو سفیان بن حرب تھا بدھ کو کفار قریش جبل اُحد کے سامنے ایک وادی میں پہنچے جمعرات اور جمعہ ٹھہرے رہے۔

غزوہ حمراء الاسد جنگ اُحد سے واپسی پر دوسرے دن ۱۶ ؍ شوال ۳ھ بروز اتوار آنحضرت (صلعم) دشمنانِ خدا کے مقابلے کے قصد سے پھر تیار ہوئے اور حکم دیا کہ اس غزوہ میں

جبل احد کے تیر اندازوں کو ہدایت آنحضرت (صلعم) بروز جمعہ بعد نماز جمعہ ۱۴ ؍ شوال ۳ھ (مطابق ۶۲۴ء) کو مدینہ سے بغرض مقابلہ نکلے اور پندرہ تاریخ ماہ مذکور بروز پیر میدان میں صف آرائی کی سات سو آدمیوں میں سے پچاس تیر اندازوں کو جبل اُحد پر بٹھا دیا اور یہ حکم دیا کہ تم لوگ یہاں سے حرکت نہ کرنا خواہ ہماری فتح ہو یا شکست ہو اس غرض سے کہ کفار کا لشکر درہ سے نکل کر لشکر اسلام پر پیچھے سے حملہ نہ کر سکے۔ باقی ساڑھے چھ سو آدمیوں کو لے کر آگے بڑھے۔

رسولِ اکرمؐ جنگی لباس میں اس دن آنحضرت (صلعم) دو زرہ پہنے ہوئے تھے، لواءاسلام حضرت مصعب بن عمیرؓ کے ہاتھ میں تھا، حضرت زبیر میمنہ کے حضرت مقداد میسرہ کے سواروں کے سردار اور حضرت حمزہ بن عبدالمطلبؓ مقدمہ کے افسر تھے۔ سب سے پہلے انھوں نے اپنے مقدمہ کو آگے بڑھایا خالد و عکرمہ نے زبیر و مقداد پر اور آنحضرت (صلعم) نے قلب پر حملہ کیا۔ طلحہ بن ابی طلحہ مشرکین کا علم بردار لشکر کی صفوں سے نکل کر میدان میں آیا اور ڈانٹ کر بولا "یا معشر اصحاب محمد انکم تزعمون ان اللہ یعجلنا بسیوفکم الی النار و یعجلکم بسیوفنا الی الجنۃ فھل احد منکم یعجلہ سیفی الی الجنۃ" یعنی (اے محمدؐ کے ماننے والو تمہارا خیال ہے کہ اللہ ہمیں تمہاری تلواروں سے جہنم اور تمھیں ہماری تلواروں سے جنت عطا فرما دے گا تو کیا تم میں سے کوئی میری تلوار سے جنت میں جانے کا مشتاق ہے؟) علی ابن ابی طالبؓ یہ سنتے ہی نکل کر مقابلہ پر آئے اور اس پر ایسی تلوار چلائی کہ اُس کے شانہ سے بازو اور پاؤں تک کاٹتی چلی گئی۔ وہ اوندھا ہو کر ایسا گرا کہ اُس کا ستر کھل گیا۔ علی ابن ابی طالبؓ شرما کر واپس ہوئے آنحضرت (صلعم) نے کہا تم کو کس چیز نے اس کے وارا نیارا کرنے سے روکا۔ علی ابن ابی طالبؓ نے عرض کیا اس کے بے ستر ہو جانے سے مجھے حیا آگئی۔

مشرکین کی پسپائی اس کے بعد آنحضرت (صلعم) نے اپنی تلوار ابودجانہؓ کو مرحمت فرمائی جیسا کہ اوپر مذکور ہوا یہ اور حضرت علی ابن ابی طالبؓ حضرت حمزہ اور اصحاب کبار (رضی اللہ عنہم) کا ایک گروہ لڑتا ہوا لشکر کفار میں گھس گیا اور اللہ جل شانہ نے اپنی عنایت سے مسلمانوں کی مدد فرمائی اور لشکر کفار کو شکست ہوئی۔ عورتیں بھاگ کر ٹیلوں پر جا پہنچیں۔ ابو سعد بن ابی طلحہ

جابر بن عبداللہؓ کے علاوہ صرف وہی لوگ شرکت کریں جو جنگِ اُحد میں شریک تھے چنانچہ رسول اللہ (صلعم) اور وہ تمام صحابہ کرامؓ جو جنگ احد میں شریک تھے مع زخمیوں کے روانہ ہوئے اور مدینہ سے آٹھ میل پر مقام

کو سعد بن ابی وقاصؓ نے عاصم ابن ثابتؓ نے مسافع وجلاس پسران طلحہ کو عثمانؓ بن ابی طلحہ و ارطاۃؓ بن شرجیل کو حمزہ بن عبدالمطلبؓ نے ایک ہی ایک وار میں قتل کر دیا علاوہ ان کے سترہ رؤسا، قریش وسرداران لشکر کفار اور مارے گئے۔ ان کا علم بنو عبدالدار چھوڑ کر بھاگ گئے۔ بنو ابی طلحہ کا ایک غلام حبشی اس کو لے کر لڑنے لگا جب اس کے ہاتھ کٹ کر گر گئے تو اس نے بیٹھ کر سینہ و گردن کے زور سے علم کو سنبھالا جب اس کی گردن بھی تن سے جدا ہو گئی تو کفار کا علم زمین پر گر پڑا۔ تھوڑی دیر تک زمین پر پڑا رہا اور دلاوران اسلام بڑھ بڑھ کر کفار کو مارنے لگے۔

مجاہد تیراندازوں کی حکم عدولی اس اثناء میں تیراندازان اسلام میں سے تیس آدمی اپنی فتح اور کفار کی غارت گری' نیز ان کی شکست و ہزیمت دیکھ کر نبیؐ اور اپنے افسر عبداللہ بن جبیر کے حکم کے خلاف اپنی جگہ چھوڑ کر لڑنے والی جماعت سے آ ملے' چنانچہ اس خلاف ورزی کے نتیجہ میں تھوڑی دیر کے بعد مسلمانوں کی فتح شکست سے بدل گئی اور جس امر کا خوف آنحضرت (صلعم) کو پہلے سے تھا وہی پیش آ گیا۔

خالد بن ولید کا حملہ لشکر کفار کے سواران میمنہ کے سردار خالد بن ولید نے میدان خالی دیکھ کر ایک میل کا چکر کاٹ کر درہ سے نکل کر پیچھے اُن بقیہ بیس (۲۰) تیراندازوں پر حملہ کیا جو جبل اُحد پر حسب حکم آنحضرت (صلعم) بیٹھے تھے۔ اُدھر عکرمہ نے مسلم تیراندازوں کو خالد بن ولید سے مصروف جنگ دیکھ کر دوسری طرف سے لشکر اسلام پر یعنی پیچھے سے حملہ کر دیا اسی وقت

۱؎ ابن اسحاق لکھتا ہے کہ جس وقت آنحضرت (صلعم) کے منادی نے یہ حکم سنایا کہ سوائے اُن لوگوں کے جو شریک معرکہ اُحد ہوئے ہیں اور کوئی شخص شرکت نہ کرے جابر بن عبداللہ بن عمرو بن حرام خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور یہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلعم) میں شریک اُحد نہیں ہوا لیکن میرے باپ اُحد میں شریک ہوئے تھے اور مجھے گھر میں اس وجہ سے چھوڑ گئے تھے کہ گھر میں میں اور میری سات بہنوں کے سوا اور کوئی نہ تھا اور انھوں نے یہ بھی کہا تھا کہ ابھی تجھ پر جہاد فرض نہیں ہے میں رسول اللہ (صلعم) کے ہمراہ جاتا ہوں' چنانچہ وہ گئے اور شہادت پائی۔ میں اپنے مکان پر اپنی بہنوں کے پاس رہ گیا۔ آنحضرت (صلعم) نے یہ سُن کر ان کو اس غزوہ میں شرکت کی اجازت مرحمت فرمائی۔

حمراء اسد میں پہنچ کر قیام کیا۔ تین روز تک آپ اس مقام پر مقیم رہے۔ اس دوران معبد بن ابی معبد خزاعی اس طرف سے ہو کر مکہ جا رہا تھا کہ اثنائے راہ روحاء میں ابوسفیان سے ملا۔ اس وقت

لڑائی کا نقشہ بدل گیا۔ مشرکین کے سواران میمنہ اُن بیس تیراندازوں کو اسی جگہ پر شہید کر کے عکرمہ سے آ ملے اور اس فوری تغیر و تبدل میں عمرہ بنت علقمہ نے دوڑ کر مشرکین کا علم اٹھا کر کھڑا کر دیا۔ ابوسفیان نے جب یہ بدلا ہوا رنگ دیکھا تو قدم جما کر دوبارہ حملہ کر دیا۔ مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور اُن کو جن مصائب میں مبتلا ہونا تھا مبتلا ہو گئے۔

رسولِ اکرم پر کفار کی یلغار ابن اسحاق نے بہ اسانید محمود بن عمرو سے روایت کی ہے کہ جس وقت فریقین ایک دوسرے سے دست بدست لڑنے لگے اور کفار کا لشکر آنحضرت (صلعم) کے قریب پہنچ گیا آپ نے اس وقت فرمایا "من رجل یشتری لنا نفسہ" (یعنی رہے کوئی جو ہمارے لئے اپنی جان قربان کر دے؟) زیاد بن السکن ؓ یہ سن کر کھڑے ہو گئے ان کے علاوہ پانچ انصار ؓ اور آپ کے پاس شہید ہو گئے آخری شہید ہونے والے عمارہ تھے جب یہ بھی زخمی ہو کر گرے تو اور مسلمانوں نے پہنچ کر مجمع کفار کو منتشر کیا۔ آپ نے عمارہ کی نسبت ارشاد کیا "ادنوہ منی" (اُن کو مجھ سے قریب کرو) لوگوں نے آنحضرت (صلعم) کا قدم مبارک اپنے رخسار سے لگا لیا اور اسی حالت میں جاں بحق ہو گئے۔ اسی دار و گیر و پریشانی میں حمزہ ابن عبدالمطلب ؓ شہید ہوئے آنحضرت (صلعم) کے چہرہ مبارک پر زخم آیا جس کی تفصیل اوپر بیان کی گئی۔

حضرت ام عمارہ بنت کعب ابن ہشام تحریر کرتے ہیں کہ اس لڑائی میں مسلمانوں کی جانب سے صرف ایک عورت شریک جنگ ہوئیں جن کا نام ام عمارہ نسیبہ بنت کعب مازینہ تھا یہ آنحضرت (صلعم) کی روانگی کے بعد پیچھے پیچھے لڑائی دیکھنے کی غرض سے گئی تھیں جب تک مسلمانوں کی بازی چڑھی رہی یہ تماشا دیکھتی رہیں لیکن جس وقت مسلمانوں کو شکست ہوئی اور آنحضرت (صلعم) کفار کے گھیرے میں آ گئے تب یہ بھی آنحضرت (صلعم) تک پہنچ کر لڑنے لگیں۔ ان کے مونڈھے پر بھی ایک زخم لگا تھا یہ کہتی ہیں کہ میں نے ابن قمئہ پر کئی وار کئے تھے مگر وہ عدو اللہ دو زرہ پہنے ہوئے تھا۔

مجاہدین کا پہاڑ کے ٹیلے پر اجتماع لڑائی ختم ہونے کے بعد آنحضرت (صلعم) مع اپنے اصحاب ؓ کے پہاڑ کے ایک ٹیلہ پر جا ٹھہرے۔ اتنے میں خالد بن ولید عالیہ جبل پر چڑھتے ہوئے دکھائی دیے آنحضرت (صلعم) نے فرمایا کہ "یہ مناسب نہیں ہے کہ کوئی شخص ہم سے بلند ہو حضرت عمر ابن الخطاب ؓ

یہ لوگ (نعوذ باللہ) اسلام کے استیصال سے مدینہ کی طرف لوٹنے پر آمادہ ہو رہے تھے۔ معبد خزاعی نے ان کو آنحضرت (صلعم) کی پیش قدمی سے مطلع کیا۔ ابوسفیان اس خبر کے سنتے ہی اس خیال سے

یہ سنتے ہی چند مہاجرین کو اپنے ہمراہ لے کر ان سے مقابل ہوئے اور اُن کو لڑ کر پہاڑ کے نیچے اُتار دیا (یہ روایت ابن ہشام کی ہے اور ابن اثیر کے نزدیک خالد بن ولید نہ تھے بلکہ ابوسفیان تھا)

ابوسفیان کی لاف زنی اس کے بعد ابوسفیان اپنے ہمراہیوں کو ایک مقام پر جمع کر کے لشکر اسلام سے مخاطب ہو کر کہنے لگا "انی القوم محمد" (کیا تم لوگوں میں محمد ہیں؟) تین بار دریافت کرنے پر بھی جب اس سوال کا جواب حسب ارشاد آنحضرت (صلعم) کچھ نہ دیا گیا تو کچھ دیر سکوت کر کے پھر پکارنے لگا: "انی القوم ابی قحافہ" (کیا تم لوگوں میں ابوقحافہ یعنی ابوبکرؓ ہیں؟) تین بار اس فقرہ کی بھی اس نے تکرار کی لیکن اس طرف سے خاموشی اختیار کی گئی۔ پھر کچھ دیر سوچ کر بہ آواز بلند دریافت کیا" انی القوم عمر ابن الخطابؓ (کیا تم لوگوں میں عمر ابن الخطابؓ ہیں؟) جب اس سوال کا جواب بھی سوائے سکوت کے کچھ نہ دیا گیا تو اس وقت وہ خوش ہو کر اپنے ہمراہیوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگا: "اما ھولاء فقد قتلوا"۔ یعنی معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب مارے گئے۔

---

[1] ابن اثیر و ابن ہشام لکھتے ہیں کہ ابوسفیان مع اپنے ہمراہیوں کے جس وقت مدینہ کو واپس ہونے کو تھا اُس وقت معبد خزاعی مدینہ کی طرف سے آتا ہوا دکھائی دیا خود ابوسفیان نے معبد خزاعی سے آنحضرت (صلعم) کا حال دریافت کیا تب معبد خزاعی نے کہا کہ محمد (صلعم) تمہارے تعاقب میں ایسی جمعیت کے ساتھ نکلے ہیں کہ اس سے پیشتر میں نے نہیں دیکھی تھی اور اس مرتبہ انھوں نے ان لوگوں کو بھی ہمراہ لیا ہے جو اُحد میں چھوٹ گئے تھے ابوسفیان نے کہا "ویحک ماتقول فواللہ قد اجمعنا الرجعۃ لنستاصل بقیتھم" (تف ہو تجھ پر تو کیا کہتا ہے خدا کی قسم ہم نے لوٹنے پر اُن کے بقیہ آدمیوں کی بیخ کنی پر اتفاق کر لیا تھا) معبد نے کہا میں تجھکو اس فعل سے منع کرتا ہوں اگر کیا تو اُسی وقت یہاں سے روانہ ہو گا جب ان کے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنے گا۔ ابوسفیان یہ سُن کر اپنے ارادے سے باز آیا اور عبدالقیس کے سواروں سے جو مدینہ کو جا رہے تھے یہ کہلا بھیجا کہ ہمارا قصد تمہارے استیصال کا تھا لیکن ہم قوم ہونے کی وجہ سے درگذر کرتے ہیں۔ آنحضرت (صلعم) کو یہ پیغام حمراء الاسد میں پہنچا۔ آپ نے سُن کر "حسبنا اللہ و نعم الوکیل" فرمایا اور مدینہ واپس ہوئے۔ اثناء راہ میں ابوعزہ عمرو بن عبداللہ جمحی مل گیا' (باقی صفحہ ۱۱۱ پر)

کہ مبادا انجام دگرگوں نہ ہو جائے فوراً مکہ کی طرف روانہ ہوگیا۔

رجیع کا واقعہ ۴ھ ماہ صفر ۴ھ میں چند آدمی بطون عضل وقارہ (جو ہون قبیلہ خزیمیہ برادر بنو اسد) کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور ظاہر کیا کہ ہماری قوم مشرف بہ اسلام

حضرت عمرؓ اور ابوسفیان حضرت عمر ابن الخطابؓ اس بات کے سننے کی تاب نہ رہی چلاکر غصہ سے بول اٹھے۔ "کذبت ای عدو اللہ قد ابقی اللہ ما یخزیک" یعنی اے اللہ کے دشمن تو جھوٹا ہے ابھی تجھے ذلیل کرنے والے موجود ہیں"۔ ابوسفیانؓ کو یہ سن کر کسی قدر تعجب ہوا پھر ازراہ فخر کہنے لگا "اعل ھبل اعل ھبل" یعنی (اے ہبل (دیوتا) تیری جے ہو اور تیرا بول بالا ہو) آنحضرت (صلعم) نے حضرت عمر ابن الخطابؓ سے فرمایا تم یہ کہو "اللہ اعلی واجل" یعنی اللہ ہی سب سے برتر اور سب سے بڑا ہے"۔ بعدہ ابوسفیان و حضرت عمر ابن الخطابؓ میں مکالمہ ہونے لگا۔ آنحضرت (صلعم) نے حضرت عمر ابن الخطابؓ کو ابوسفیان کے ہر سوال کا جواب بتایا۔

ابوسفیان :۔ "ان لنا العزی ولا عزی لکم"۔ یعنی عزّیٰ (دیوی) ہماری ہی ہے تمہاری نہیں۔

عمر ابن الخطابؓ :۔ "اللہ مولانا لا مولیٰ لکم"۔ یعنی ہمارا ہی مددگار ہے تمہارا نہیں۔

ابوسفیان :۔ "ھذا بیوم بدر"۔ یعنی جنگ احد جنگ بدر کا بدلہ ہے اور اب ہم اور تم دونوں برابر ہیں۔

(بقیہ حاشیہ ص۱۰۹) مسلمانوں نے گرفتار کرلیا۔ مشرکین قریش اس کو حمراء الاسد میں سوتا ہوا چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ یہ وہی شخص ہے جو قیدیان جنگ بدر میں تھا اور غریب و کثیر العیال ہونے کی وجہ سے آنحضرت (صلعم) نے اس کو بلا فدیہ چھوڑ دیا تھا۔ اور یہ اقرار لیا تھا کہ آئندہ مسلمانوں کے خلاف ہتھیار نہ اٹھائے گا، لیکن اس نے خلاف عہد جنگ احد میں لوگوں کو لڑائی پر ابھارا اور خود بھی لڑنے آیا۔ جب اس مرتبہ گرفتار ہوکر آنحضرت (صلعم) کی خدمت میں حاضر کیا گیا تو پھر خوشامد و منتیں کرنے لگا لیکن آپ نے اس کے قتل کا حکم دیدیا اور فرمایا "کہ مومن دو مرتبہ دھوکا نہیں کھا سکتا"۔ معاویہ بن المغیرہ بن ابی العاص بھی مشرکین مکہ کے ساتھ لڑنے کو آیا تھا۔ لیکن روانگی کے وقت عجلت میں راستہ بھول کر اپنے گروہ سے علیحدہ ہوگیا۔ مجبور ہوکر مدینہ میں حضرت عثمان بن عفانؓ کے مکان پر آکر روپوش ہوگیا۔ صبح کو عثمان بن عفانؓ نے اس کو دیکھ کر کہا "تو نے مجھکو اور اپنے کو بھی ہلاک کیا" معاویہ نے کہا میں تمہارے پاس اس وجہ سے آیا ہوں کہ تم بہ نسبت اوروں کے میرے زیادہ عزیز و قریب ہو۔ تم مجھکو اپنی پناہ میں لے لو حضرت عثمان بن عفانؓ چونکہ رحیم اور کنبہ پرور تھے۔ لہذا اس کو اپنے گھر میں بٹھا کر آنحضرت (صلعم) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ لیکن (باقی ص۱۱۱ پر)

ہو چکی ہے۔ ہم اور ہماری قوم قرآن پڑھنے اور احکام شرعیہ کے سیکھنے کے شائق ہیں۔ لہٰذا آپ ایسے چند لوگ ہمارے ساتھ کر دیجئے جو ہمیں مذہبی باتیں سکھائیں آپؐ نے ان کے کہنے سے اپنے اصحابؓ میں سے حسبِ ذیل

عمر ابن الخطابؓ "لا سواء قتلانا فی الجنۃ و قتلاکم فی النار" یعنی برابری نہیں ہے کیونکہ ہمارے آدمی جنت میں اور تمہارے جہنم میں ہیں۔

اس مکالمے کے ختم ہونے کے بعد ابو سفیان نے حضرت عمر ابن الخطابؓ کو اپنے قریب بلایا حضرت عمرؓ بحکمِ رسول اللہ (صلعم) ابو سفیان کے قریب گئے۔

ابو سفیان:۔ "انشدک یا عمر اقتلنا محمدًا" یعنی اے عمر! میں تم سے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا ہم نے محمدؐ کو قتل کر دیا ہے؟

عمرؓ:۔ "اللھم لا وانہ لیسمع کلامک الآن" یعنی نہیں ہرگز نہیں اس وقت آپ کی باتیں سن رہے ہیں۔

ابو سفیان:۔ "انت اصدق و ابر من ابن قمیئہ" یعنی تم ابن قمیہ سے زیادہ سچے اور نیک ہو۔

عمرؓ:۔ "نعم اللہ اصدق و ابر" یعنی ہاں اللہ سب سے زیادہ سچا اور صداقت پسند ہے۔

ابو سفیان: اما انکم ستجدون فی قتلاکم مثلۃ واللہ ما رضیت ولا سخطت

(بقیہ حاشیہ ص۱۱۰) اُن کے پہنچنے سے پہلے آپؐ کو اس کی اطلاع ہو گئی تھی اور آپؐ فرما رہے تھے کہ معاویہ بن المغیرہ مدینہ میں عثمانؓ کے گھر پر ہے اُس کو گرفتار کر لاؤ۔ حضرت عثمان بن عفانؓ نے عرض کیا کہ مجھے اُس کی قسم ہے جس نے آپ کو مبعوث کیا ہے میں اُس کے لئے امان طلب کرنے کو آیا ہوں آپ اُسے مجھے دیدیجئے آپؐ نے اُن کے کہنے سے تین دن کی امان دی اور یہ فرمایا "کہ اگر اس کے بعد مدینہ کے قرب میں بھی کہیں دکھائی دیا تو قتل کر دیا جائے گا" حضرت عثمان بن عفانؓ اپنے مکان پر تشریف لائے اور اُس کو کچھ کھانا وغیرہ دے کر رخصت کر دیا۔ مگر معاویہ شامت اعمال سے آنحضرت (صلعم) کے حالات دریافت کرنے کی غرض سے مدینہ میں روپوش رہا۔ چوتھے روز آپؐ نے زیدؓ بن حارثہ و عمارؓ بن یاسر کو حکم دیا کہ معاویہ مدینہ کے قرب و جوار میں ہے۔ جاؤ قتل کر ڈالو یا گرفتار کر لاؤ۔ زیدؓ و عمارؓ حکم ملتے ہی روانہ ہوئے اور اُس کو حماۃ میں گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ اسی معاویہ نے حضرت حمزہ بن عبدالمطلبؓ کے لاش کو پامال کیا تھا اور اُن کی ناک کاٹی تھی۔ یہ عبدالملک بن الحکم کے دادا کا سوتیلا بھائی وہ تھا۔ جن کی ماں ایک تھی اور باپ مختلف تھے)

بیان کیا جاتا ہے کہ اسی سال نصف رمضان میں حضرت حسنؓ بن حضرت علیؓ پیدا ہوئے۔ اُن کی ولادت کے پچاس دن کے بعد حضرت فاطمہؓ بنتِ رسول اللہ پھر حاملہ ہوئیں اور بعد انقضاء مدت حمل حضرت حسینؓ ابن حضرت علیؓ پیدا ہوئے۔ واللہ اعلم۔

چھ آدمی روانہ فرمائے :۔

(۱) مرثد بن ابی مرثد غنوی (۲) خالد بن البکیر لیثی (۳) بنو عمرو بن عوف کے عاصم بن ثابت بن ابی الافلح

ما نھیت وما امرت"۔ یعنی دیکھو تم اپنے شہیدوں کے ناک کان کٹے ہوئے پاؤ گے نہ تو میں اس سے خوش ہوا اور نہ برہم ہی ہوا نہ میں نے مثلہ کرنے کا حکم دیا اور نہ منع کیا۔

مشرکین کی مکہ کو مراجعت ابو سفیان اس گفتگو کے بعد لوٹ گیا اور اپنے ساتھیوں سے بآواز بلند کہا۔" موعدکم بدر للعام القابل"۔ یعنی آئندہ سال بدر میں تم سے لڑائی کا وعدہ ہے۔ ادھر سے صحابہؓ نے آنحضرت (صلعم) کی اجازت سے جواب دیا۔" نعم ھو بیننا وبینک موعدًا"۔ یعنی اچھا وہی ہمارا اور تیرا وعدہ ہے، اس کے بعد آنحضرت (صلعم) نے علی ابن ابی طالبؓ کو ابو سفیان کے پیچھے روانہ کیا اور فرمایا۔" کہ اگر یہ قوم گھوڑوں کو چھوڑ کر اونٹوں پر سوار ہو تو سمجھنا کہ یہ لوگ مکہ جا رہے ہیں، اور اگر گھوڑوں پر سوار ہوں اور اونٹوں کو خالی رکھیں تو ان کا قصد مدینہ پر حملہ کرنے کا ہوگا" اس وقت مجھکو تم بہت جلد اطلاع دینا، قسم ہے اس پروردگار کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر قریش نے مدینہ کا قصد کیا تو میں ابھی ان پر حملہ آور ہوں گا۔ اور اُن سے بہت اچھی طرح سے بدلہ لوں گا۔ علی ابن ابی طالبؓ ابو سفیان کے پیچھے گئے اور ایک ٹیلہ پر کھڑے ہو کر دیکھا اور واپس آئے، اور عرض کیا کہ" قریش مکہ کی طرف روانہ ہو گئے"۔

حضرت سعد بن الربیع کی شہادت قریش کی روانگی کے بعد آپؐ نے سعد بن الربیع انصاریؓ کو تلاش کیا۔ وہ ایک گڑھے میں زخمی پائے گئے۔ ان میں اتنا دم نہ تھا کہ اٹھا کر آپ تک لائے جا سکتے انصاری صاحبؓ نے اپنے متلاشی سے آخری کلام یہ کیا" کہ میرا سلام رسول اللہ (صلعم) سے کہنا، اور کہنا کہ آپ نے میرے ساتھ وہ سلوک واحسان کئے ہیں جو نبی اپنی امت کے ساتھ کرتا ہے۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے، اور میری قوم سے سلام کے بعد کہنا کہ اگر آنحضرت (صلعم) کو میرے بعد کچھ تکلیف ہوئی یا ان کو کسی نے کچھ تکلیف پہنچائی تو

اگر تم میں سے کوئی ایک بھی زندہ ہو تو میں کل اللہ جل شانہٗ کے روبرو تم سے دامن گیر ہوں گا اور تمہارا کوئی حیلہ وعذر نہ سنوں گا"۔ یہ کلام ختم کرتے ہی خود بھی ختم ہو گئے۔

بحکم الٰہی مثلہ کی ممانعت حضرت حمزہ ابن عبد المطلبؓ مثلہ (ناک کان کاٹے ہوئے) کئے ہوئے بطن وادی میں پائے گئے آنحضرت (صلعم) کو سخت صدمہ ہوا اور آپ نے فرمایا کہ اگر اللہ جل شانہٗ

(۴) بنو جحجب بن کلفہ کے خبیب بن عدی (۵) زید بن الدثنہ بن بیاضہ بن عامر (۶) عبداللہ بن طارق حلیف بنو ظفر (رضی اللہ عنہم) اور مرثد بن ابی مرثد کو افسر مقرر فرمایا۔ جب یہ لوگ رجیع پر پہنچے تو

مجھے قریش پر غلبہ مرحمت فرمائے گا تو میں ان کے بیس آدمیوں کا مثلہ کروں گا۔ صحابہؓ نے بھی یہ سن کر ایسا ہی کہا۔ پس اللہ جل شانہ نے یہ آیت نازل فرمائی: "وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم بہ ولئن صبرتم ھو خیر للصابرین" (یعنی اگر تم بدلہ لو تو اپنی ایذا کی برابر بدلہ لو اور اگر صبر کرلو تو صبر کرنے والوں کے لئے صبر سب سے اچھا ہے) اس آیت کے نازل ہونے سے آپ نے صبر کیا اور آیندہ لڑائیوں میں مثلہ کرنے سے منع فرما دیا۔

شہدا کی تدفین ابن اسحاق کا بیان ہے کہ بعض لوگوں نے اپنے مقتول عزیزوں کو مدینہ لاکر دفن کرنا چاہا لیکن آنحضرت (صلعم) نے شہدا کو مدینہ میں لاکر دفن کرنے سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا "کہ جہاں یہ شہید ہوئے ہیں وہیں دفن کئے جائیں" چنانچہ دو دو تین تین شہید ایک ایک قبر میں دفن کئے جانے لگے۔ البتہ پہلے وہ شخص دفن کیا جاتا تھا جو قرآن کو زیادہ جانتا تھا۔

قزمان کی خودکشی اُحد کے زخمیوں میں قزمان نامی ایک شخص پایا گیا جس کی نسبت آنحضرت (صلعم) اکثر فرمایا کرتے تھے "کہ قزمان دوزخیوں میں سے ہے" لیکن اس نے جنگ اُحد میں آٹھ یا نو مشرکوں کو قتل کیا اور آخر میں خود زخمی ہوا جب اس کو گھر اٹھا کر لائے تو بعض صحابیوں نے اس سے کہا "اے قزمان ہم تجھکو مبارکباد دیتے ہیں" قزمان نے جواب دیا تم مجھکو کس بات کی مبارکباد دیتے ہو میں محمد (صلعم) کی وجہ سے تو نہیں۔ بلکہ اپنی قوم کے خیال اور ان کو بچانے کی غرض سے لڑا تھا۔ اس کہنے کے بعد جب زخم کی تکلیف زیادہ ہوئی تو اس نے خودکشی کرلی۔ جب آنحضرت (صلعم) کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی آپ نے فرمایا "صدق اللہ رسولہ" (اللہ نے اپنے رسول کو سچا کیا)

مخیریق کو بہترین یہود کا خطاب اس لڑائی میں علاوہ مسلمانوں کے ایک یہودی مخیریق نامی بھی قتل ہوا اس کا یہ ماجرا ہوا کہ جب اس کو آنحضرت (صلعم) کی پیش قدمی کی خبر پہنچی تو اس نے اپنی قوم سے کہا اے گروہ یہود تم جانتے ہو کہ محمد (صلعم) کی مدد تم پر فرض ہے۔ یہودیوں نے کہا آج ہفتہ کا دن ہے مخیریق نے یہ کہہ کر کہ "ہفتہ اس میں مانع نہیں ہوسکتا نبیؐ اعدِ کفار کا مقابلہ ہے" اپنی تلوار اٹھائی اور میدان میں جاکر قتل ہوگیا۔ چونکہ اس نے روانگی کے وقت یہ کہہ دیا تھا کہ اگر

عضل وقارہ والوں نے ان کے ساتھ غداری کی۔ بنو ہذیل نے آ کر گھیر لیا۔ مرثد اپنے ہمراہیوں کو لے کر پہاڑ پر چڑھ گئے اور وہیں سے لڑائی پر آمادہ ہوئے۔ مشرکین نبی عضل وقارہ نے کہا کہ آؤ ہم تم کو امان دیتے ہیں۔ ہمارا مقصود یہ نہ تھا کہ تم سے لڑیں بلکہ ہم تم کو آزماتے تھے اور ہم یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ اگر اہل مکہ کا مقابلہ ہو جائے تو تم ان کے مقابلہ میں ٹھہر سکو گے یا نہیں؟ لیکن مرثد و خالد و عاصم (رضی اللہ عنہم) نے مشرکین کے عہد و پیمان نیز اقرار و امان پر اطمینان نہ کیا لڑے اور لڑ کر شہید ہو گئے۔

میں مارا جاؤں تو محمد (صلعم) سے کچھ مطالبہ نہ کرنا اس وجہ سے یہود خاموش ہو رہے۔ آنحضرت (صلعم) نے اس کا واقعہ سن کر مخیریق کو بہترین یہود فرمایا۔

حرث بن سوید منافق کا انجام | اسی لڑائی میں حرث بن سوید بن الصامت منافق مسلمانوں کے ہمراہ مدینہ سے لڑنے کے لئے نکلا۔ جب مقابلہ کا وقت آیا تو یہ مجذر بن زیاد و قیس بن زید کو شہید کر کے مکہ بھاگ گیا۔ حضرت عمر ابن الخطابؓ نے اس کا تعاقب کیا۔ لیکن یہ دور نکل گیا تھا اس وجہ سے واپس تشریف لے آئے۔ پھر اس نے اپنے بھائی کے ذریعے آنحضرت (صلعم) سے معافی چاہی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (صلعم) کو اس کو معافی دینے سے منع فرمادیا۔ لیکن چند روز بعد خفیہ طور سے مدینہ آ گیا۔ ایک روز اتفاق سے گرفتار ہو گیا اور آنحضرت (صلعم) کے حکم سے عثمان ابن عفانؓ نے اس کو قتل کر دیا۔ ابن ہشام بیان کرتے ہیں کہ حرث بن سوید نے قیس بن زید کو قتل نہیں کیا تھا بلکہ صرف مجذر بن زیاد کو قتل کر کے بھاگ گیا تھا اس دلیل سے کہ ابن اسحاق نے قیس بن زید کو شہدائے احد میں ذکر نہیں کیا۔ مجذر کو اس نے اس وجہ سے قتل کیا تھا کیونکہ مجذر نے اُس کے باپ سوید کو قتل کیا تھا۔ سوید کا قتل اوس و خزرج کے درمیان جھگڑے کے وقت ہوا تھا۔

سورہ آل عمران | ان واقعات کے دیکھنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے صبر و تحمل و ثابت قدمی اور منافقوں کے لئے یہ لڑائی ایک محک کا حکم رکھتی تھی اللہ تبارک و تعالیٰ نے ۶۰ آیتیں سورہ آل عمران کی اس کے حق میں نازل فرمائیں۔ جس کی تفصیل کے لئے ایک جداگانہ کتاب لکھنے کی ضرورت ہے۔ میرے نزدیک لڑائی کا عنوان بدل جانے کا اور کوئی ظاہری یا واقعی سبب اس کے سوائے نہ تھا جس کا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے۔ اگرچہ کتب تواریخ میں بے شک مورخوں نے لکھ دیا ہے۔

واللہ اعلم۔ انتہی کلام المترجم۔

شہادت صحابہ

ان لوگوں کے شہید ہونے کے بعد ہذیل کو یہ طمع دامن گیر ہوئی کہ عاصمؓ کا سر کاٹ کر سلافہ بنت سعد بن شہید کے پاس لے جانا چاہتے اس سے خاطر خواہ قیمت وصول ہوگی۔ یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ سلافہ نے جنگ اُحد میں یہ نذر کی تھی کہ عاصمؓ کے کاسہ سر میں شراب نوشی کروں گی کیونکہ انھوں نے اس کے دو لڑکوں کو معرکۂ اُحد میں قتل کیا تھا مگر ہذیل کا مقصد حاصل نہ ہوا۔ اللہ جل شانہ نے ان کی لاش کے اردگرد زنبور (بھڑ) کو بھیج دیا جس کے سبب سے کفار ہذیل عاصمؓ کا سر نہ کاٹ سکے۔ رات کو پانی کا ریلا آیا اور اُن کی لاش کو بہا لے گیا۔ ان کے باقی تین ہمراہیوں کو گرفتار کر کے مکہ کو لے چلے جس وقت مر الظہران میں پہنچے عبداللہ بن طارق نے تلوار کھینچ لی اکیلا آدمی کیا کر سکتے تھے۔ کفار نے دور سے اُن پر تیر برسانے شروع کر دیئے یہاں تک کہ یہ غریب بھی شہید ہو گئے۔ خبیب و زید باقی رہے وہ مکہ میں لائے گئے قریش نے ان کو خرید[1] کر کے بے جرم و قصور شہید کیا (رضی اللہ عنہم)

بیر معونہ کا واقعہ

ماہ صفر ۴ھ میں ملاعب الاسنہ ابو براء عامر نو مسلمان ہی ہوا اور نہ اس نے اسلام کو نفرت کی نگاہوں سے دیکھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے عرض کیا کہ اے محمد (صلعم)

---

[1] ابن ہشام نے لکھا ہے کہ قریش نے مکہ کے قیدی خبیب و زید کو ہذیل کے عوض خرید کیا۔ خبیب کو حجیر ابن ابی اہاب تمیمی حلیف بنو نوفل نے اور زید کو صفوان بن امیہ نے لیا چونکہ صفوان کا باپ امیہ بن خلف واقعہ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھ سے مارا گیا تھا اس نے باپ کے خون کے بدلے میں زید کو قتل کرنے کی غرض سے غلام نسطاس کے حوالہ کیا وہ ان کو حدود حرم سے باہر تنعیم میں لے گیا۔ قتل کے وقت قریش کے اکثر لوگ موجود تھے۔ اُن میں سے ابو سفیان نے کہا۔ اے زید کیا تم اس کو پسند نہ کرو گے کہ بجائے تمھارے اس وقت محمد (صلعم) ہوتے اور ہم اُن کی گردن مارتے اور تم اپنے اہل و عیال میں ہوتے؟ زید نے ترش روئی سے جواب دیا "واللہ ہم اس کو ہرگز پسند نہ کریں گے کہ اُن کو کسی قسم کی اذیت پہنچے اور ہم اپنے اہل و عیال میں ہوں"۔ ابو سفیان نے یہ سُن کر کہا "میں نے آج تک کسی کا ایسا دوست نہیں دیکھا جیسے کہ محمد (صلعم) کے دوست محمد (صلعم) کو دوست رکھتے ہیں" اس کلام کے ختم ہونے کے بعد نسطاس نے ان کو شہید کیا (رضی اللہ عنہ) خبیبؓ تا انقضاء ماہ حرام حجیر کے قیدخانہ میں رہے جب ان کو تنعیم میں قتل کرنے کو لائے تو انھوں نے مشرکین سے کہا کہ اگر تم مناسب سمجھو تو مجھکو اس قدر مہلت دو کہ میں دو رکعتیں نماز پڑھ لوں۔ مشرکین نے جواب دیا "اچھا تھوڑی دیر تک تم اپنی جان اور بچالو" خبیب نے باطمینان تمام وضو کر کے دو رکعتیں نماز ادا کر کے مشرکین سے مخاطب ہو کر کہا "بخدا اگر مجھکو تمھاری بدگمانی کا خیال نہ ہوتا تو میں بہت طویل نماز پڑھتا" اس کے بعد خبیبؓ سولی پر لٹکائے گئے اسی وقت سے یہ طریقہ جاری ہوا کہ مسلمان قتل کے وقت دو رکعتیں نماز پڑھا کرتے ہیں۔

اگر تم اپنے چند اصحابؓ کو اہل نجد کی طرف بغرض دعوت اسلام روانہ کرو تو مجھے امید ہے کہ وہ لوگ اسے قبول کر لیں گے آپ نے فرمایا "مجھے اُن لوگوں سے اطمینان نہیں ہے" ابو براء نے کہا: "میں تمھارے اصحابؓ کا معین و مددگار ہوں" آنحضرت (صلعم) نے اطمینان کے بعد منذر بن عمرو ساعدی کو چالیسؓ اور بعض کہتے ہیں ستر صحابیوںؓ کے ہمراہ روانہ کیا۔ انھیں لوگوں میں حرث بن الصمۃ و حرام بن ملحان (انس کے ماموں) و عامر بن فہیرہ و نافع بن بدیل بن ورقاء (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) بھی شامل تھے جس وقت یہ لوگ بیر معونہ پر (جو کہ ارض بنو عامر و حرہ بنو سلیم کے درمیان واقع ہے) پہنچے تو انھوں نے آنحضرت (صلعم) کا نامہ حرام بن ملحانؓ کی معرفت عامر بن الطفیل کے پاس روانہ کیا۔

صحابہ کی شہادت

عامر بن الطفیل نے اس نامہ نامی کو دیکھا تک نہیں اور اُن کو شہید کر کے بنو عامر کو بقیہ اصحابؓ کے قتل پر ابھارا۔ جب انھوں نے ان کی امداد سے انکار کیا تو اس نے بنو سلیم سے کہا چنانچہ ان میں سے عصیہ و رعل و ذکوان اٹھ کھڑے ہوئے اور ان چالیسوںؓ[1] آدمیوں کو بلا جرم و قصور شہید کر ڈالا انھیں لوگوں کے پیچھے پیچھے منذرؓ[2] بن احیحہ جلاحی اور عمرو بن امیہ ضمری آ رہے تھے دور سے لشکر اسلام پر پرندوں کو اڑتے ہوئے دیکھ کر گھبرا گئے جب قریب آئے تو اُن کو بستر شہادت پر سوتا ہوا پایا منذر بن احیحہؓ تو لڑ کر اسی جگہ شہید ہو گئے اور عمرو بن امیہ ضمری کو دشمنانِ خدا گرفتار کر کے لے گئے عامر بن الطفیل نے ان کو بنو مضر کا سمجھ کر داڑھی تراش کر چھوڑ دیا۔ یہ واقعہ رجیع کے قریب ۴ھ کو رونما ہوا۔

حلیف مقتولین کا خوں بہا

عمرو بن امیہ ضمری جس وقت بیر معونہ سے مدینہ کو واپس آ رہے تھے اثنائے راہ میں ان کو دو شخص ملے جو بنو کلاب یا بنو سلیم کے تھے یہ دونوں آدمی عمرو بن امیہ کے ساتھ ایک باغ میں ٹھہرے جب یہ سو گئے تو عمرو بن امیہ ضمری نے ان کو بنو عامر یا بنو سلیم

---

[1] ان چالیس آدمیوں میں سے صرف کعب بن زید برادر بنو دینار بن نجار میں کچھ دم باقی تھا جو اس معرکہ سے جانبر ہوئے اور جنگ خندق میں شہید ہوئے۔

[2] ابن ہشام نے لکھا ہے کہ منذرؓ کے باپ کا نام محمد تھا اور وہ عقبہ بن احیحہ بن جلاح کے بیٹے تھے انھوں نے جب اپنے ہمراہیوں کو بستر شہادت پر سوتا ہوا پایا تو عمروؓ بن امیہ سے کہا تمھاری کیا رائے ہے؟ عمروؓ بن امیہ نے جواب دیا کہ ہمارے نزدیک مناسب یہ ہے کہ آنحضرت (صلعم) سے چل کر اس کی اطلاع دیں۔ منذرؓ نے کہا میری طبیعت اس کو پسند نہیں کرتی کہ میں اس مقام کو چھوڑ کر چلا جاؤں جہاں پر کہ منذر بن عمرو خاک و خون پر لیٹا ہو میں تو اسی جگہ پر لڑ کر شہید ہونا چاہتا ہوں تم جا کر اس واقعہ کی اطلاع کر دینا منذر نے یہ کہہ کر قاتلین کو للکارا اور لڑ کر شہید ہو گئے۔ (رضی اللہ عنہ)

کا سمجھ کر قتل کر ڈالا۔ حالانکہ ان کے ساتھ آنحضرت (صلعم) کا عہد و پیمان تھا لیکن عمرو بن امیہ ضمری کو اس کی اطلاع نہ تھی۔ عمرو بن امیہ نے مدینہ میں پہنچ کر آنحضرت (صلعم) کو کل واقعات اور نیز ان کے قتل سے مطلع کیا آپؐ نے فرمایا کہ "تم نے ایسے دو شخصوں کو قتل کیا ہے جن کا خوں بہا ضروری ہے"۔

رسول اکرمؐ کے قتل کی سازش

اس واقعہ کے بعد آنحضرت (صلعم) بنو نضیر کے مقتولوں کا خوں بہا دینے کی غرض سے ان کے پاس گئے آپ کے ہمراہ حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ و علیؓ (رضی اللہ عنہم) بھی تھے بنو نضیر نے بظاہر خوشی سے قبول کر لیا۔ آپ ایک دیوار کے سایہ میں بیٹھ گئے لیکن درحقیقت مشرکین نے آپ کی اور آپ کے اصحابؓ کے قتل کی پوری پوری تدبیر کر لی۔ انھوں نے ایک شخص عمرو بن محاسن بن کعب نامی کو دیوار پر اس ہدایت کے ساتھ چڑھا دیا کہ وہ اوپر سے آپ پر اور آپ کے اصحاب پر پتھر گرا دے۔ جس سے یہ لوگ دب کر مر جائیں۔ اللہ جل شانہ نے بذریعہ وحی اپنے نبیؐ برحق کو اس سازش سے مطلع کر دیا آپ اس مقام سے اٹھ کر مدینہ چلے آئے۔ صحابہؓ وہیں بیٹھے رہے۔ جب کچھ تاخیر ہوئی تو آپ کو تلاش کرتے ہوئے آپ کے پاس تک پہنچ گئے۔ آپ نے اللہ جل شانہ کی وحی اور اُن کے صلاح و مشورہ سے ان کو مطلع فرمایا اور بنو نضیر پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔

غزوہ بنو نضیر

چنانچہ ابن ام مکتومؓ کو اپنے بجائے مدینہ میں مقرر فرما کر ماہ ربیع الاول میں بنو نضیر کا محاصرہ کر لیا۔ ان لوگوں نے بھی چاروں طرف سے قلعہ بندی کر لی۔ چھ روز تک آپ ان کا محاصرہ کئے رہے۔ اُن کے کھجوروں کے باغات کاٹ ڈالنے اور درختوں کو جلا دینے کا حکم دیدیا۔ عبداللہ بن ابی اور چند منافقوں نے بنو نضیر سے یہ کہلا بھیجا کہ ہم تمھارے ساتھ ہیں۔ البتہ نکل کر لڑو تو ہم بھی لڑیں گے اور اگر جلاوطن ہوئے تب بھی ہم سب ہوں گے۔ اس پر بنو نضیر کچھ مغرور سے ہو گئے آخر کار ذلیل اور محروم ہو کر امن کے خواستگار ہوئے۔ عبداللہ بن ابی بن سلول بنو نضیر کی طرف سے آنحضرت (صلعم) کی خدمت میں یہ پیام لایا کہ بنو نضیر اپنی جانوں کی امان اور اس قدر مال و اسباب کی حفاظت چاہتے ہیں جس قدر اونٹ اُٹھا کر لے جا سکے۔

بنو نضیر کی جلاوطنی

آنحضرت (صلعم) نے ہتھیاروں کو مستثنیٰ کر کے اس کی اجازت دیدی۔ ان میں سے بعض مثلاً حی بن اخطب اور ابن ابی حقیق کے خاندان والے خیبر میں جا ٹھہرے اور بعض شام کی طرف چلے گئے۔ آپ نے اُن کا کل مال و اسباب مہاجرین اولین میں بالتخصیص تقسیم کر دیا اور اسی مال غنیمت سے بوجہ فقر ابودجانہ و سہل بن حنیف کو بھی مرحمت فرمایا۔ گو یہ مہاجرین اولین میں سے نہ تھے۔ اسی غزوہ میں بنو نضیر کے یہودیوں میں سے یامین بن عمیر بن محاشؓ اور سعید بن وہب مسلمان ہو گئے۔ ان کے مال و

اسباب اور ہتھیاروں میں سے کچھ بھی طلب نہیں کیا گیا۔ علماء لکھتے ہیں کہ سورہ حشر اسی غزوہ میں نازل ہوئی ہے واللہ اعلم۔

غزوہ ذات الرقاع

غزوہ بنو نضیر کے بعد آنحضرت (صلعم) شروع جمادی الاول سنہ ۴ھ تک مدینہ میں مقیم رہے۔ اس کے بعد نجد کی طرف بنو محارب و بنو ثعلبہ (غطفان) میں اعلاء کلمۃ اللہ کی غرض سے روانہ ہوئے۔ مدینہ میں حضرت ابوذر غفاریؓ اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفانؓ کو اپنا نائب مقرر فرمایا۔ نجد میں پہنچ کر غطفان کی ایک جماعت سے سامنا ہوا لڑائی کی نوبت نہیں آئی۔ فریقین ایک دوسرے سے ڈر گئے۔ آنحضرت (صلعم) نے مسلمانوں کے ساتھ صلوٰۃ الخوف پڑھی اس غزوہ کا نام ذات الرقاع ہے اس وجہ سے کہ پہاڑی راستوں میں چلتے چلتے غازیان اسلام کے پاؤں پھٹ گئے تھے۔ اور انھوں نے رفع تکلیف کے خیال سے پاؤں میں کپڑے لپیٹ لئے تھے۔ واقدی نے لکھا ہے کہ اس غزوہ میں آنحضرت (صلعم) جس پہاڑ پر اترے تھے اس کا نام ذات الرقاع ہے کیونکہ اس میں سیاہی سفیدی اور سرخی کے نشانات پائے جاتے ہیں اسی اعتبار سے اس غزوہ کا نام ذات الرقاع رکھا گیا۔ اس مورخ کا یہ خیال ہے کہ یہ غزوہ محرم میں ہوا تھا۔

غزوہ بدر موعد

شعبان سنہ ۴ھ میں آنحضرت (صلعم) نے مدینہ میں اپنے بجائے عبداللہ بن ابی ابن سلول کو مقرر فرما کر خود بدر کی طرف اس وعدہ کے ایفا کی غرض سے روانہ ہوئے جو کہ جنگ اُحد میں فریقین کے درمیان ہوا تھا، جس کا ذکر اس سے پیشتر کیا جا چکا ہے کہ جنگ اُحد میں بعد اختتام لڑائی ابو سفیان نے کہا تھا کہ آئندہ سال لڑائی بدر میں ہوگی مسلمانوں کی طرف سے بحکم رسول اللہ (صلعم) جواب دیا گیا اور اس کا اقرار کیا گیا تھا" ابو سفیان بھی اہل مکہ کو لے کر حسب وعدہ آیا۔ ظہران یا عسفان میں اترا۔ لیکن گرانی اور قحط کا عذر کر کے بلا جنگ واپس گیا اور آنحضرت (صلعم) آٹھ روز کے بعد بدر سے واپس ہو گئے۔ سنہ ۴ھ کے یہی واقعات تھے اس کے بعد سنہ ۵ھ شروع ہوتا ہے۔

ؔ اسی سنہ ۴ھ میں آنحضرت (صلعم) نے ام سلمہؓ ام المومنین سے اپنا عقد کیا اور اسی سنہ میں زید بن ثابت کو کتب یہود کے پڑھنے کا حکم دیا اور اسی سنہ کے ماہ جمادی الاول میں عبداللہ بن عثمان بن عفانؓ چھ سال کی عمر میں اور ان کی والدہ رقیہؓ بنت رسول اللہؐ کا انتقال ہوا آنحضرت (صلعم) نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ بعضوں کا خیال ہے کہ اسی سنہ میں حسینؓ بن علیؓ بن ابی طالبؓ پیدا ہوئے تھے واللہ اعلم۔

غزوہ دومۃ الجندل

چند مہینوں کے بعد آخر ماہ ربیع الاول ۵ھ (مطابق ۶۲۶ء) میں استیصال و منتشر کرنے کی غرض سے آپ کو جو کہ مسلمانوں کے خلاف دومۃ الجندل میں جمع ہونے والے گروہ کے مدینہ سے نقل و حرکت کی ضرورت ہوئی۔ اس مرتبہ آپ نے سباع بن عرفطہ غفاری کو اپنا نائب مقرر کر کے ماہ ربیع الاول ۵ھ کو مدینہ سے پیش قدمی فرمائی چونکہ آپ کے پہنچنے سے پہلے مخالفین کا گروہ منتشر ہو گیا تھا۔ لہٰذا بلا جنگ[1] دغزا آپ واپس تشریف لے آئے اسی غزوہ میں عیینہ بن حصن کو اراضی مدینہ میں مویشیوں کے چرانے کی اجازت دی گئی کیونکہ اس کے ملک میں خشک سالی کی وجہ سے سبزی کا وجود برائے نام تھا اور مدینہ میں بارش کی وجہ سے باغات اور کھیت ہرے بھرے تھے۔

---

[1] ابن اثیر بھی اس غزوہ میں لڑائی نہ ہونے پر اتفاق کرتا ہے۔ لیکن لکھتا ہے کہ مسلمانوں نے کفار کے کچھ اونٹ اور بکریوں پر قبضہ کر لیا تھا۔

باب ۵

غزوۂ احزاب ۴ھ

غزوۂ خندق

اس کو غزوۃ الاحزاب بھی کہتے ہیں یہ شوال ۵ھ میں ہوا تھا اور صحیح یہ ہے کہ یہ غزوہ ۴ھ میں ہوا ہے اس بیان کی تائید عبداللہؓ ابن عمرؓ کا یہ قول کرتا ہے: "ردنی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یوم اُحد وانا ابن اربع عشرۃ سنۃ ثم اجازنی یوم الخندق وانا ابن خمس عشرۃ سنۃ"۔ یعنی (مجھے رسول اکرمؐ نے احد کے دن لوٹا دیا جب میں ۱۴ سال کا تھا پھر خندق کی لڑائی میں اجازت دیدی جب کہ میں ۱۵ سال کا تھا) پس اس قول سے معلوم ہوا کہ جنگ احد اور جنگ خندق میں صرف ایک برس کا وقفہ ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ یہ غزوہ۔ غزوہ دومۃ الجندل سے بلا شبہ پہلے ہوا ہے۔

جنگ کی وجوہات

اس غزوہ کا باعث اور سبب یہ ہوا کہ جب بنونضیر جلا۔ وطن ہو کر خیبر کے طرف چلے گئے تو اُن میں سے چند لوگ من جملہ ان کے سلام بن ابی الحقیق وکنانہ بن الربیع بن ابی الحقیق وسلام بن مشکم وحی ابن اخطب بنونضیر سے اور ہودہ بن قیس وابو عمارہ بنو وایل سے تھے) مکہ چلے گئے وہاں انھوں نے مکہ والوں کو آنحضرت (صلعم) کی مخالفت اور لڑائی پر اُبھارا۔ جو لوگ قابلِ جنگ نہ تھے اُن سے مالی امداد حاصل کی۔ اس کے بعد بنو غطفان پہنچے اور اُن کو بھی لڑائی پر آمادہ کیا چنانچہ ابو سفیان بن حرث سردار قریش اور عتبہ بن حصن نے دس ہزار کی جمعیت کے ساتھ مدینہ کا رخ کیا۔

خندق کی کھدائی

آنحضرت (صلعم) نے ان کی روانگی کی خبر سُن کر مدینہ کے اردگرد خندق کھودنے کا حکم دیا اور خود بھی خندق کھودنے میں مصروف ہو گئے۔ بعض کہتے ہیں کہ سلمان فارسیؓ نے خندق کھودنے کی رائے دی تھی۔ خندق کی تیاری کے بعد کفار کا لشکر پہنچا اور مدینہ کے باہر احد کی جانب ٹھہرا۔ آنحضرت (صلعم) مدینہ میں ابن ام مکتومؓ کو اپنا نائب مقرر فرما کر تین ہزار مسلمانوں کے

ہمراہ کفار کے مقابلہ پر آئے اور سلع کے میدان میں قیام کیا مسلمانوں اور کفار کے درمیان خندق حائل تھی۔

بنو قریظہ کی بدعہدی

مشرکین مکہ و بنو غطفان کی دیکھا دیکھی مسلمانوں سے عہد و پیمان کے باوجود بنو قریظہ بھی مسلمانوں کی مخالفت پر آمادہ ہو کر اسی گروہ سے مل گئے۔ اس خبر کے سنتے ہی رسول اللہ (صلعم) نے سعد بن معاذ و سعد ابن عبادہ و خوات بن جبیر و عبداللہ بن رواحہ (رضی اللہ عنہم) کو بنو قریظہ کا حال معلوم کرنے کی غرض سے روانہ کیا۔ ان لوگوں نے بنو قریظہ کو جیسا کہ سنا تھا ویسا ہی پایا۔ حضرت سعد بن معاذ نے چونکہ وہ ان کے حلیف تھے بہت کچھ سمجھایا، نصیحت و فضیحت کی لیکن ان لوگوں کے دماغ سے یہ تعفن ہوا نہ نکلی، مجبور ہو کر حضرت سعد بن معاذ مع اپنے ہمراہیوں کے واپس آ گئے اور آنحضرت (صلعم) سے کل واقعہ عرض کر دیا۔

مدینہ کا محاصرہ

آپ کو بنو قریظہ کی غداری اور عہد شکنی سے صدمہ ہوا۔ مسلمانوں کا چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا گیا۔ بنو حارثہ و بنو سلمہ نے لڑائی سے اس بہانہ سے جی چرایا کہ ہمارے مکانات مدینہ کے باہر اور کھلے ہوئے ہیں۔ تقریباً ایک مہینہ تک بلا کسی لڑائی کے محاصرہ قایم رہا۔ اس کے بعد آنحضرت (صلعم) کا قصد ہوا کہ عینیہ بن حصن و حرث بن عوف سے ثلث اثمار مدینہ (مدینہ کے باغوں کے تہائی پھل) دے کر مصالحت کر لی جائے اور اس طویل محاصرہ سے نجات حاصل کی جائے اس بارے میں آپ نے حضرت سعد بن معاذؓ اور حضرت سعد بن عبادہؓ سے مشورہ فرمایا۔ ان دونوں بزرگوں نے اس رائے سے اختلاف کیا اور عرض کیا۔ "یا رسول اللہ کیا اللہ جل شانہ نے آپ کو اس طرح صلح کرنے کا حکم دیا ہے؟" اگر ایسا ہے تو ضرور آپ ایسا کر لیجئے یا اگر آپ کو خود یہ صلح کا طریقہ مرغوب اور محبوب ہے تو بھی آپ کر سکتے ہیں۔ یا یہ کہ آپ نے اس میں ہماری بہتری تصور کی ہے اور ہمارے فائدہ کے لئے یہ صلح فرما رہے ہیں؟" آنحضرت (صلعم) نے فرمایا کہ بے شک میں تمہارے لئے یہ صلح کرنا چاہتا ہوں میں نے اس مرتبہ یہ خیال کیا ہے کہ عرب نے متفق ہو کر تم پر ایک کمان سے تیراندازی کی ہے۔ حضرت سعد بن معاذ نے عرض کیا کہ جب ہم شرک والحاد اور بتوں کی نجاست میں مبتلا تھے۔ اس وقت تو وہ ہم سے بجز خریداری کے ایک خرما بھی نہیں پا سکتے تھے۔ لیکن اب جب کہ ہم کو اللہ جل شانہ نے نور اسلام سے منور کیا اور آپ کی وجہ سے ہماری عزت افزائی کی تو ہم ان کو اپنا مال و پیداوار کیوں دیدیں؟ واللہ ہم ان کو ایک خرما بھی سوائے تلوار کے نہ دیں گے، آپ مطمئن رہئے جب تک ہم میں سے ایک کی بھی جان باقی ہے کفار کا یہ ٹڈی دل گروہ مدینہ کے قریب نہ آ سکے گا۔" آنحضرت (صلعم) یہ سن کر خاموش ہو گئے اور مصالحت کی بابت سکوت اختیار فرمایا۔

فریقین میں جھڑپیں

اس کے بعد قریش کے چند سوار (جن میں عکرمہ بن ابی جہل و عمرو بن عبد ود بنو عامر بن لوی سے اور بنو محارب سے ضرار بن الخطاب شامل تھے) اپنے لشکر سے نکل کر مسلمانوں کی طرف بڑھے۔ لیکن خندق دیکھ کر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ کیونکہ اس سے پہلے عربوں میں یہ مکر و فریب نہ تھا۔ بہر حال ان لوگوں نے کسی تنگ مقام سے نکل چلنے کا ارادہ کیا۔ یہ سوچ کر سواران کفار اپنے گھوڑوں کو مہمیز کر کے خندق پھاند گئے۔ اور مسلمانوں کے مقابلہ میں آ کر لڑنے والوں کو طلب کیا۔ علی ابن ابی طالبؓ چند صحابیوں کو ہمراہ لے کر ان کے سامنے آئے اور عمرو بن عبد ود کو قتل کر ڈالا۔ باقی اس کے ہمراہی اپنے گروہ میں جس طرح آئے تھے۔ اسی طرح واپس ہو گئے۔ انھیں ایام میں حضرت سعد بن معاذؓ کے ایک تیر رگِ اکحل پر آ لگا۔ بعض کہتے ہیں کہ حبان بن قیس بن العرقہ نے یہ تیر مارا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ ابو اسامہ جشمی حلیف بنو مخزوم نے۔ علمائے سیر لکھتے ہیں کہ جس وقت حضرت سعد بن معاذ کے تیر لگا تھا اس وقت وہ یہ دعا کر رہے تھے جس کا ترجمہ یہ ہے:۔

اے خدا اگر تو نے قریش کی لڑائی باقی رکھی ہو تو مجھکو بھی اس کے لئے باقی رکھ۔ مجھکو اس سے کوئی چیز زیادہ عزیز نہیں، کہ میں اس قوم سے لڑوں اور ان سے جہاد کروں جس نے تیرے رسولؐ کو ایذائیں دیں اور ان کو حرم سے نکال دیا ہے۔ اور اگر تو نے ہماری اور ان کی لڑائی ختم کر دی ہے تو اسی زخم کو ہماری شہادت کا وسیلہ کر دے۔ اب سوائے اس کے اور کوئی تمنا نہیں ہے کہ مرتے وقت میری آنکھیں بنو قریظہ کی ذلت دیکھکر ٹھنڈی ہوں۔

حضرت نعیم بن مسعود کی حکمت عملی

محاصرے کے دوران نعیمؓ بن مسعود بن عامر بن انیف بن ثعلبہ بن قنفذ بن ہلال بن خلاوہ بن اشجع بن ریث بن غطفان خدمت اقدسؐ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا "کہ یا رسول اللہ (صلعم) میں آپ پر ایمان لایا۔ میری قوم ابھی میری اس حالت سے واقف نہیں ہوئی، آپ جو کچھ فرمائیں۔ میں اس کے بجا لانے کو موجود ہوں۔ آنحضرت (صلعم) نے فرمایا "کہ تم ایک تجربہ کار آدمی ہو۔ ان مشرکین کے دفعیہ کی جو تدبیر مناسب سمجھو کرو"۔ فان الحرب خدعۃ۔ (اس واسطے کہ لڑائی فریب ہے) نعیم ابن مسعودؓ یہ سنتے ہی بنو قریظہ کے پاس گئے (یہ لوگ زمانہ جاہلیت میں ان کے دوست تھے اور ان سے مراسم رکھتے تھے) اور یہ سمجھایا کہ تم کو قریش اور بنو غطفان نے احمق بنا رکھا ہے اگر تم کو کامیابی ہو گی تو وہ مال غنیمت میں تمہارے سہیم و شریک ہوں گے۔ نصف بلاد تم سے لے لیں گے اور اگر کہیں شکست ہو گئی تو یاد رکھنا کہ وہ اپنے ہی وطن و شہر میں پہنچ کر دم لیں گے تم اکیلے یہاں رہ جاؤ گے پھر تم تنہا محمدؐ اور ان کے ہمراہیوں کا مقابلہ نہ کر سکو گے۔ لہذا مناسب یہ ہوگا کہ تم لوگ اس اطمینان کے

لے کر تمھارے ساتھ وہ ہر حال میں رہیں گے تم اُن کے لڑکوں کو اپنے یہاں رکھ لو" بنو قریظہ کے دل میں یہ بات اُتر گئی اور وہ اس امر پر آمادہ ہو گئے۔

اس کے بعد نعیم بن مسعودؓ ابو سفیان کے پاس پہنچے اور اُس کو یہ چرکا دیا کہ "یہود بنو قریظہ تمھاری ہمراہی سے بددل ہو کر محمد (صلعم) سے مل گئے ہیں اور اُن سے یہ وعدہ کر لیا ہے کہ قریش کے لڑکوں کو ہم بطور ضمانت اپنے قبضہ میں لے کر تمھارے سپرد کر دیں گے"۔ جب یہ باتیں ابو سفیان کے بھی ذہن نشین ہو گئیں تو نعیم ابن مسعود یہاں سے اٹھ کر غطفان کے پاس گئے اور ان سے بھی یہی باتیں کہیں۔

بنو قریظہ اور قریش میں نفاق ابو سفیان و غطفان نے نعیم ابن مسعودؓ کی باتوں کی تصدیق کے لئے اتفاق سے پیر کی رات کو بنو قریظہ سے کہلا بھیجا کہ تم لوگ محمد (صلعم) کے پڑوس میں رہتے ہو ان کی نقل و حرکات سے بخوبی واقف ہو گے لہٰذا تم پہلے حملہ کرو۔ بنو قریظہ نے یوم السبت کا حیلہ کیا اور اُس کے ساتھی یہ پیام بھیجا کہ "جب تک تم اپنے لڑکوں کو ہمارے اطمینان کی غرض سے ہمارے حوالہ نہ کرو گے ہم ہرگز نہ لڑیں گے" اس پیام کے پہنچتے ہی نعیم ابن مسعودؓ کی خبر کی تصدیق ہو گئی، پس اُن کو بنو قریظہ کی طرف سے کھٹکا پیدا ہو گیا۔ اس کے جواب میں قریش نے لڑکوں کے حوالے کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ لیکن لڑنے پر اُن کو مجبور کرنا چاہا جس سے بنو قریظہ کا وہ خیال جس کو نعیم ابن مسعودؓ نے ان کے دماغ میں پیدا کر دیا تھا۔ یقین کے درجہ کو پہنچ گیا اور نعیم ابن مسعود کے قول کی تصدیق ہو گئی اس وجہ سے قریش و بنو قریظہ میں نا اتفاقی ہو گئی۔

کفار مکہ کی واپسی اس کے بعد اللہ جل شانہٗ نے قریش و غطفان پر ایک سخت ہوا بھیجی جس سے ان کے خیمے اکھڑ گئے، ہانڈیاں اُلٹ گئیں۔ ضروری اسباب اُڑ گئے۔ آنحضرت (صلعم) نے کفار کی نا اتفاقی سے مطلع ہو کر حذیفہؓ بن الیمان کو قریش کی نقل و حرکت معلوم کرنے کے لئے

لہ حذیفہ بن الیمان کہتے ہیں کہ جس وقت میں قریش کے لشکر میں گیا اُس وقت اس قدر تیز ہوا کے جھونکے چل رہے تھے کہ پاؤں رکھتے تھے کہیں، پڑتے تھے کہیں۔ ہوا کے جھونکوں کے ساتھ تاریکی بھی ایسی چھائی ہوئی تھی کہ ایک کو دوسرے کا چہرہ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ ابو سفیان نے یہ حالت دیکھ کر کہا "کہ اے گروہ قریش تم ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ لو تاکہ ہوا اور تاریکی کے صدمہ سے محفوظ رہ سکو" حذیفہ کہتے ہیں کہ میں نے بھی ایک شخص کا ہاتھ پکڑ لیا جو میرے قریب تھا تھوڑی دیر کے بعد پھر ابو سفیان نے کہا کہ بنو قریظہ نے ہم سے بدعہدی کی اور ہم لوگوں کو ایسی حالت میں چھوڑ دیا ہے، لہٰذا اب میں مکہ کو واپس ہوتا ہوں تم لوگ بھی لوٹ چلو۔ اس فقرہ کے تمام ہوتے ہی سب کے سب (باقی صفحہ ۱۲۴ پر)

روانہ کیا انھوں نے صبح کو واپس آکر مشرکین مکہ کی واپسی کی اطلاع دی۔ آنحضرت (صلعم) بھی مع اپنے اصحابؓ کے صبح کو مدینہ لوٹ آئے۔

بنو قریظہ کا محاصرہ

غزوہ خندق[1] سے واپسی کے بعد بہ نظر گوشمالی اُسی دن بعد نماز ظہر بنو قریظہ پر جہاد کرنے کا الہام ہوا۔ آنحضرت (صلعم) نے اپنے اصحابؓ کو یہ حکم دیا اور فرمایا کہ کوئی شخص سوائے بنو قریظہ کے اور کہیں نماز عصر نہ پڑھے۔ چنانچہ آپ مع اپنے اصحابؓ کے مدینہ سے نکلے رایت اسلام اسلامی جھنڈا علی ابن ابی طالبؓ کو دیا اور مدینہ میں اپنے بجائے ابن ام مکتومؓ کو چھوڑا پچیس دن تک اُن کا محاصرہ کئے رہے۔

سردار بنو قریظہ کعب بن اسد

اس اثناء میں کعب ابن اسد سردار بنو قریظہ نے اپنی قوم کو جمع کر کے کہا "اے گروہِ یہود! اگر تم لوگ اپنی جان و مال، عورتوں اور بچوں کو مسلمانوں کی دست برد سے بچانا چاہتے ہو تو سمعًا و طاعۃً اسلام قبول کر لو یا یہ کہ ہفتہ کی رات کو محمدؐ (صلعم) پر شب خون مار کر اپنے کو اُن کے ہاتھوں سے بچاؤ۔ وہ ہفتہ کی رات کو اس خیال سے کہ یہود یوم السبت (ہفتہ کے روز) کو نہیں لڑتے۔ غافل رہیں گے اور اگر ان دونوں امور کو ناپسند کرتے ہو تو بہتر یہ ہے کہ پہلے اپنی عورتوں اور بچوں کو قتل کر دو مال و اسباب کو جلا دو تب شمشیر بکف

(بقیہ حاشیہ صـ۱۲۳) پھر ہو گئے حذیفہ کہتے ہیں کہ میرے جی میں آیا کہ واپسی کے وقت میں اس کو مار ڈالوں جو میرا اس تاریکی میں ہم نشین تھا لیکن چونکہ آنحضرت (صلعم) نے کسی سے چھیڑ کرنے کو منع فرمایا تھا اس وجہ سے خاموش رہا۔ سیرۃ ابن ہشام۔

[1] ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ رسول اللہ (صلعم) غزوہ خندق سے صبح کی نماز کے بعد واپس آئے۔ آپ نے اور مسلمانوں نے ہتھیار کھول کر رکھ دئے۔ لیکن ظہر کے وقت جیسا کہ زہری نے روایت کی ہے جبرئیل علیہ السلام ایک خچر پر سوار سبز عمامہ باندھے ہوئے آئے اور آنحضرت (صلعم) سے مخاطب ہو کر فرمایا کیا آپ نے اپنے ہتھیار کھول ڈالے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں! پھر حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا ہنوز ملائکہ نے ہتھیار نہیں کھولے اور نہ وہ اپنے دشمنوں کے مقابلے سے واپس ہوئے ہیں اللہ جل شانہ، آپ کو بنو قریظہ کی طرف جانے کا حکم دیتا ہے میں خود انھیں کی طرف جاتا ہوں اور ان کی بناء کو متزلزل کئے دیتا ہوں" آنحضرت (صلعم) نے یہ سنتے ہی ندا کرادی کہ کوئی شخص سوائے بنو قریظہ کے اور کہیں نماز عصر نہ پڑھے۔ ابن اسحاق ہی نے یہ بھی لکھا ہے کہ بعض اصحاب جو کسی ضرورت سے باہر چلے گئے تھے انھوں نے عشا کے وقت بہ نظر تعمیل حکم نبی صلعم بنو قریظہ میں آکر نماز عصر پڑھی تھی۔ اس پر نہ اللہ جل شانہ نے اور نہ آنحضرت (صلعم) نے کچھ ناراضگی ظاہر فرمائی تھی۔ واللہ اعلم۔

ہو کر محمد (صلعم) سے لڑو اگر اس صورت میں ہم ناکام ہوئے تو عورتوں اور بچوں کی گرفتاری کا رنج ہم کو نہ ہوگا۔ اور اگر کہیں فتح یاب ہو گئے تو عورتیں بہتیری مل جائیں گی اور لڑکے بھی پیدا ہو جائیں گے بنو قریظہ نے ان میں سے ایک بات بھی تسلیم نہ کی۔

حضرت ابولبابہؓ بن عبدالمنذر کی لغزش

اس کے بعد ان لوگوں نے آنحضرت (صلعم) سے ابولبابہ بن عبدالمنذر بن عمرو بن عوف کو مشورہ کی غرض سے اس وجہ سے طلب کیا کہ بنو قریظہ ان کے خلفاء میں تھے۔ ابولبابہ بن عبدالمنذر کو دیکھتے ہی کل بنو قریظہ جن میں ان کے لڑکے اور عورتیں بھی شامل تھیں جمع ہو گئے۔ اور رو رو کر کہنے لگے کہ کیا تمہاری بھی یہی رائے ہے کہ ہم محمد (صلعم) کے حکم سے قلعہ بندی چھوڑ دیں اور حصار سے نکل آئیں۔ ابولبابہؓ ہاں کہہ کر آنحضرت (صلعم) کے پاس نہ گئے بلکہ مدینہ لوٹ آئے اور اس واپسی پر نادم ہو کر اس انتظار میں مسجد کے ستون سے خود کو بندھوا دیا کہ اللہ جل شانہٗ ان کی اس خطا کو معاف فرمائے۔ ابولبابہ نے دل میں یہ بھی عہد کر لیا تھا کہ اُس سرزمین پر میں داخل نہ ہوں گا جہاں پر میں نے اللہ اور اُس کے رسول (صلعم) کے ساتھ بد دیانتی کی ہے۔

حضرت ابولبابہ کی معافی

آنحضرت (صلعم) نے یہ واقعہ سُن کر ارشاد فرمایا کہ اگر ابولبابہ میرے پاس آتا تو میں اللہ تعالیٰ سے اُس کا قصور معاف کراتا۔ لیکن اب میں جب تک کہ اللہ تعالیٰ اس کی خطا سے درگزر نہ کرے اس کو کھول نہیں سکتا۔ چھ روز تک ابولبابہؓ مسجد کے ستون سے بندھے رہے صرف نماز کے اوقات میں کھلتے تھے۔ ساتویں روز اللہ جل شانہٗ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ آنحضرت (صلعم) نے خود اپنے دستِ مبارک سے ابولبابہؓ کو ستون سے کھولا۔ اس کے بعد بنو قریظہ مجبور ہو کر بحکم رسول اللہ (صلعم) حصار سے نکل آئے۔ اسی شب بنو قریظہ میں سے ہذیل کے چار بھائی مسلمان ہو گئے۔ عمرو بن سعد قرظی بھاگ گیا۔ یہ بنو قریظہ کے ساتھ عہد شکنی میں شریک نہیں ہوا تھا۔ الغرض بنو قریظہ کے حصار سے نکلنے کے بعد بنو اوس نے آنحضرت (صلعم) سے یہ استدعا کی کہ جیسا کہ بنو خزرج کی التماس پر بنو نضیر کے ساتھ معاملہ کیا گیا ہے۔ اسی طرح ہمارے کہنے سے بنو قریظہ کے ساتھ بھی برتاؤ کیا جائے۔

سعد بن معاذ کا فیصلہ

آنحضرت (صلعم) نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم اس بات سے راضی ہو گے کہ اس امر کا فیصلہ وہ شخص کرے جو تم میں سے ہو؟ بنو اوس نے کہا ہاں یا رسول اللہ (صلعم)، تب آپ نے فرمایا کہ وہ شخص سعد بن معاذ ہیں وہی اس امر کا فیصلہ کریں گے۔ (سعد بن معاذ

غزوہ خندق میں زخمی ہوئے تھے۔ عیادت و بیمار پرسی کے خیال سے مسجد نبوی کے قریب ایک خیمہ میں ٹھہرائے گئے تھے) سعد بن معاذؓ ایک حمار پر سوار کرا کے لائے گئے۔ جس وقت یہ مجلس کے قریب آئے تو آنحضرت (صلعم) نے بنو اوس سے فرمایا "قوموا الی سید کم" یعنی (اپنے سردار کی تعظیم کے لئے اٹھو) بنو اوس نے ان کو عزت سے لا کر بٹھایا اور کہا "کہ آنحضرت (صلعم) نے تمہارے موالی اور ساتھیوں کی قسمت کا فیصلہ تمہارے سپرد کیا ہے۔ حضرت سعد بن معاذؓ نے جواب دیا "کہ تم کو اللہ تعالیٰ کے عہد و میثاق پر عمل کرنا چاہئے"۔ بنو اوس نے کہا ضرور بسر و چشم۔ اس پر سعد بن معاذؓ نے کہا کہ میں ان کی بابت حکم دیتا ہوں "کہ بنو قریظہ کے کل مرد قتل کئے جائیں' لڑکے اور عورتیں لونڈی غلام بنائے جائیں اور مال و اسباب مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ آنحضرت (صلعم) نے یہ سن کر سعد بن معاذؓ سے فرمایا۔ "لقد حکمت فیھم بحکم اللہ" یعنی (بے شک تم نے اللہ کے حکم کے مطابق حکم دیا)۔

بنو قریظہ کا انجام

اس کے بعد آپ کے حکم سے بنو قریظہ بازار مدینہ کی طرف لائے گئے اور خندقیں کھود کر ان کی گردنیں ماری گئیں۔ اُن کی تعداد چھ اور سات سو کے درمیان تھی عورتوں میں صرف بنانہ زوجہ حکم قرظی کو قتل کیا گیا۔ اس کے قتل کا بھی باعث یہ تھا کہ اس نے خلاد بن سوید بن الصامتؓ پر دیوار پر سے ایک چکی گرا دی تھی جس کی چوٹ سے وہ شہید ہو گئے تھے۔ ثابت بن قیس

لہ ابن اسحاق نے اس واقعہ کو تفصیل سے لکھا ہے جو دلچسپی سے خالی نہیں ہے دیکھو ہذا۔ ثابت بن قیس جیسا کہ ابن شہاب زہری نے ذکر کیا ہے زبیر بن باطا قرظی کو پکڑ لائے۔ زبیر بن باطا ایک مسن و معمر آدمی تھا اس نے ایام جاہلیت میں ثابت بن قیس کے ساتھ کچھ سلوک کیا تھا اثنائے راہ میں زبیر نے ثابت سے کہا۔ کیا تم مجھکو پہچانتے ہو؟ ثابت نے جواب دیا کیا مجھ جیسا آدمی تجھ جیسے شخص کو بھول جائے گا میں یہ چاہتا ہوں کہ اُس کا بدلہ میں اپنے ہاتھ سے تجھکو دوں۔ زبیر نے یہ سن کر کہا بے شک کریم کو کریم نیک جزا دیتا ہے اس کے بعد ثابت نے رسول اللہ (صلعم) سے جا کر عرض کیا کہ زبیر کا مجھ پر احسان ہے میں چاہتا ہوں کہ اُس کا معاوضہ میں اس کو دوں آپ اس کا خون مجھے دیدیجئے یعنی جان بخشی کیجئے۔ آپ نے فرمایا "ھو لک" یعنی (وہ تیرے واسطے ہے) ثابت یہ سن کر خوش ہوئے اور زبیر کے پاس آئے اور یہ بیان کیا کہ رسول اللہ (صلعم) نے مجھکو تیری جان بخش دی ہے میں اُس کو تجھے دیتا ہوں زبیر نے کہا ایک بوڑھا شخص جس کے اہل و عیال بھی نہ ہوں وہ زندگی لے کر کیا کرے گا؟ ثابت یہ سُن کر پھر خدمت اقدس میں آئے اور عرض کیا، میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں زبیر کی عورت اور لڑکوں کو بھی مجھے مرحمت فرمایئے آپ نے فرمایا "ھو لک" یعنی (وہ تیرے واسطے ہیں) ثابت نے یہ سنتے ہی زبانی مت پھیر)

بن الشماسؓ کی سفارش سے زبیر بن باطا قرظی کی مع اس کے بیوی بچوں کے جاں بخشی کر دی۔ اس کا مال و اسباب بھی واپس دیدیا گیا اور ام منذر بنت قیس بخاریہ کو رفاعۃ بن سموال آل قرظی کو مرحمت فرمایا۔ اس واقعہ کے بعد رفاعۃ مسلمان ہو گئے اور ان کو آنحضرت (صلعم) کی صحبت بھی نصیب ہوئی۔ ان معاملات سے فارغ ہو کر آپ نے بنو قریظہ کے مال و اسباب میں سے سواروں کو تین تین حصے اور پیادوں کو ایک ایک حصہ مرحمت فرمایا۔ قیدیان بنو قریظہ میں سے ریحانہ[1] بنت عمرو بن خنافہ ان کے حصہ میں آئیں اور تا زمان وفات آپ ہی کی ملک رہیں۔

حضرت سعد بن معاذؓ کی شہادت

ان واقعات کے بعد سعد بن معاذؓ کی وہ دعا جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے مستجاب ہو گئی۔ لیکن ان کی رگ اکحل سے پھر خون جاری ہو گیا۔ یہاں تک کہ یہ شہید ہو گئے پس انھوں نے شہدائے جنگ خندق کے ساتویں[2] عدد کو پورا کیا (رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ)

(بقیہ حاشیہ ۲۹) زبیر سے آکر کہا کہ آنحضرت (صلعم) نے مجھے تیرے لڑکے اور بیوی کو بھی مرحمت فرما دیا۔ اب میں ان کو تجھے دیتا ہوں۔ زبیر نے جواب دیا کہ سرزمین حجاز میں وہ خاندان جس کے پاس مال نہ ہو کیسے باقی رہ سکتا ہے۔ ثابت نے اسی طرح حاضر ہو کر آنحضرت (صلعم) سے عرض کیا آپ نے وہ بھی ثابت کو دیدیا اور ثابت نے زبیر کو دیدیا اس کے بعد زبیر نے کعب بن اسد حی بن اخطب و عزال بن سموال و کعب بن قریظہ و بنو عمرو بن قریظہ کا حال نام بنام دریافت کیا ثابت نے کہا یہ سب مارے گئے۔ زبیر نے یہ سن کر ایک آہ سرد کھینچی اور کہا کہ اے ثابت ان لوگوں کے بعد زندگی کا کچھ لطف نہیں ہے تم مجھ کو بھی انھیں کے پاس پہنچا دو ثابت یہ سن کر اپنے فعل پر شرمائے گئے اور آگے بڑھ کر ان کی گردن مار دی

[1] ریحانہ بنت عمرو سے آپ نے اپنا عقد کرنا چاہا تھا لیکن ریحانہ نے کہا مجھے اسی حالت میں رہنے دیجئے اس میں آپ کو اور مجھ کو آسانی ہے آنحضرت (صلعم) نے یہ سن کر ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دیا۔ چونکہ انھوں نے قید ہونے کے وقت یہودیت کے چھوڑنے سے انکار کیا تھا اس وجہ سے آپ کو ان کی طرف خیال لگا رہتا تھا۔ ایک روز آپ صحابہ میں تشریف رکھتے تھے کہ پیچھے سے کسی کے پاؤں کی آہٹ معلوم ہوئی آپ نے فرمایا کہ یہ ثعلبہ بن سعیہ ہے ریحانہ کے اسلام کی خوشخبری سنانے آتا ہے اتنے میں ثعلبہ بن سعیہ آئے اور عرض کیا کہ "ریحانہ مسلمان ہو گئی" یہ سن کر آپ خوش ہو گئے اور آپ کے زمانہ وفات تک آپ ہی کی ملک میں۔

[2] ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ جنگ خندق میں سوائے چھ آدمیوں کے اور کوئی شہید نہیں اور وہ یہ ہیں تین آدمی بنو عبد الاشہل سے (۱) سعد بن معاذؓ (۲) انس بن اوس بن عتیک بن عمرو (۳) عبد اللہ بن سہیل اور دو آدمی بنو سلمہ سے (۱) طفیل بن نعمان (۲) ثعلبہ بن غنمہ۔ ایک آدمی بنو دینار سے کعب بن زید (رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ)۔ مشرکوں کی طرف سے تین نفر منبہ بن عثمان بن عبید (عبد الدار)، نوفل بن عبد اللہ بن المغیرہ و عمرو بن عبد ود مارے گئے۔ منبہ بن عثمان کے تیر لگا تھا جس کے زخم سے مکہ میں جا کر مرا اور پچھلے دونوں معرکہ میں مرے۔

مشرکین کے گروہ میں سے اس لڑائی میں چار آدمی مارے گئے۔ یہ چاروں نفر قریش کے تھے مشرکین کے مقتولوں کے منجملہ عمرو بن عبد ود اور اس کا لڑکا حسل و نوفل بن عبداللہ بن المغیرہ شامل تھے۔ اس جنگ خندق کے بعد سے پھر کفار قریش نے مسلمانوں سے کوئی لڑائی نہیں چھیڑی۔ یہاں تک کہ مکہ فتح ہو گیا۔

اہل رجیع کے خون کا قصاص بنو قریظہ کی فتح کے چھ مہینے بعد جمادی الاولیٰ ۵ھ میں اہلِ رجیع کے عاصم بن ثابت و خبیب بن عدی کے خون کا بدلہ لینے کی غرض سے آپ نے دو سو سواروں کی جمعیت کے ساتھ بنو لحیان کا قصد کیا۔ مدینہ سے نکل کر سیدھے شام کے راستہ پر چلے تھوڑی دور چل کر صخیرات یمام سے بائیں جانب مڑ کر مکہ کے راستہ پر آ گئے۔ رفتہ رفتہ امج و عسفان کے درمیان جا اترے۔ لیکن مشرکین کا گروہ آپ کی تشریف آوری سے پہلے ہی منتشر ہو کر پہاڑوں میں چھپ گیا لڑائی کی نوبت نہ آئی۔

غزوۃ الغابہ عیینہ بن حصن فزاری نے آنحضرت (صلعم) کے واپس ہونے کے چند شبوں کے بعد بنو عبداللہ غطفانی کو لے کر اطراف مدینہ پر شبخون مارا اور ان کی اونٹیاں پکڑ لے گیا اس واقعہ میں اس نے بنو غفار کے ایک شخص کو جو وہاں موجود تھا قتل کر کے اس کی بیوی کو ہمراہ لے گیا۔ سلمہ بن عمرو بن الاکوع اسلمی یہ واقعہ دیکھ کر مسلمانان مدینہ کو اس سے مطلع کر کے اس کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔ آنحضرت (صلعم) سلمہ کی اطلاع پر عیینہ کی گرفتاری کے لئے۔ مقداد بن الاسود و عباد بن بشر و سعد بن زید اشہلی و عکاشہ بن محصن و محرز بن نضلہ اسدی و ابو قتادہ (بنو سلمہ کے) مہاجرین و انصار (رضی اللہ عنہم) کو لے کر سلمہ سے جا ملے۔ ان میں سعد بن زید کو سردار مقرر فرمایا یہ سواران اسلام نہایت تیزی سے مسافت طے کر کے دشمنانِ خدا تک پہنچ گئے دونوں گروہوں میں لڑائی ہوئی۔ محرز بن نضلہ کو عبدالرحمٰن بن عیینہ نے شہید کیا۔ مشرکوں کو شکست ہوئی۔ ایک دن اور رات آپ چشمہ ذو قرد پر مقیم رہے اور منجملہ ان ناقوں کے جو مشرکین سے واپس لئے گئے تھے۔ ایک ناقہ ذبح کیا گیا اس کے بعد مدینہ واپس آئے۔

غزوہ بنی مصطلق اس غزوہ کے بعد رسول اللہ (صلعم) ماہ شعبان ۶ھ تک خاموشی کی حالت میں مدینہ میں مقیم رہے۔ کیا تعجب تھا کہ کچھ دنوں سکون کی یہی کیفیت قائم رہتی، لیکن مشرکین کو چین کہاں مل سکتا تھا نہ وہ خود آرام سے رہتے تھے اور نہ آپؐ کو آرام سے بیٹھنے دیتے تھے۔ انھوں نے غزوۃ الغابہ کے بعد بنو المصطلق میں جمع ہو کر مسلمانوں پر حملہ کرنے کی تیاری کی۔ ان کا سردار حرث بن ابی ضرار پدر جویریہ ام المومنین رضؓ تھا آنحضرت (صلعم) نے

ان کی پیش قدمی سے مطلع ہو کر حضرت ابوذر غفاری اور بعض کہتے ہیں کہ نمیلہ بن عبداللہ لیثی کو اپنا نائب مقرر فرما کر روانہ ہوئے۔ چشمہ (یا چاہ) مریسیع پر قدید و ساحل کے درمیان مشرکین بنو المصطلق سے مڈبھیڑ ہوئی۔ فریقین نے ایک دوسرے پر حملہ کیا۔ مشرکین کو شکست ہوئی جن کی قسمت میں مارا جانا لکھا تھا وہ میدان جنگ میں مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے۔ مال و اسباب پر قبضہ کر لیا گیا اور عورتیں و بچے گرفتار کر لئے گئے۔

حضرت جویریہؓ بنت الحرث

منجملہ ان کے جویریہؓ بنت الحرث سردار بنو المصطلق بھی تھیں یہ ثابت بن قیس کے حصہ میں آئی تھیں ثابت بن قیس نے ان کو مکاتب (معاوضہ لے کر آزاد کر دینا) کر دیا جس کی واجب الادا رقم کو آنحضرت (صلعم) نے ادا فرما دیا اور جویریہؓ کو لے کر آزاد کر کے اپنی زوجیت میں لے لیا۔ جب صحابہؓ کو یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ (صلعم) نے جویریہؓ سے اپنا عقد کر لیا تو انہوں نے آپ کی دامادی کی وجہ سے بنو المصطلق کے اپنے مقبوضہ تمام قیدیوں کو آزاد کر دیا۔ ان آزاد کئے جانے والوں کی تعداد سو کے قریب یا اس سے کچھ زائد تھی۔ اسی لڑائی میں بنو لیث بن بکر کے بجائے ہشام بن صبابہ لیثیؓ کو دشمن کے دھوکے میں عبادہ ابن الصامتؓ کے خاندان کے ایک شخص نے قتل کیا۔ نیز اسی لڑائی میں واپسی کے وقت جب کہ جہجاہ بن مسعود غفاری اجیر عمر بن الخطابؓ و سنان ابن وافد جہنی حلیف بنو عوف بن الخزرج میں ناچاقی ہو گئی تھی۔

منافق عبداللہ بن ابی

عبداللہ بن ابی ابن سلول نے کہا تھا کہ اگر ہم بخیر و عافیت مدینہ پہنچ گئے تو ضرور ہم وہاں سے ان رذیلوں کو نکال دیں گے۔ علاوہ اس کے اسی طرح کے اور کلمات بھی آنحضرت (صلعم) اور صحابہؓ کی شان میں کہے تھے جس کو زید بن ارقم نے اپنے کانوں سے سن کر آنحضرت (صلعم) سے عرض کیا تھا اللہ جل شانہ نے اسی وقت سورہ منافقین نازل فرمائی۔ عبداللہ بن ابی کے لڑکے عبداللہ نے اپنے باپ سے بیزاری ظاہر کی اور یہ گذارش کی کہ "واللہ اللہ اور اس کا رسولؐ عزیز تر ہے اور بے شک وہی ذلیل و خوار ہے، اگر آپ فرمائیں تو میں خود اس کو نکال دوں" پھر جب مدینہ میں پہنچے تو عبداللہ بن عبداللہ نے اپنے باپ عبداللہ بن ابی ابن سلول سے بازپرس کی۔ گھر میں داخل نہ ہونے دیا

---

[1] ۲ شعبان ۵ھ بروز پیر آپ مدینہ سے روانہ ہوئے تھے اس مرتبہ غزوات سابقہ کے خلاف منافقین کا بھی ایک گروہ آپ کے ہمراہ تھا جو اس سے پیشتر کبھی کسی غزوہ میں شریک نہیں ہوا تھا۔

[2] اس لڑائی میں مہاجرین کا علم حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ میں اور انصارؓ کا رایت سعد بن عبادہؓ کے ہاتھ میں تھا مشرکوں کے مقتولوں کی تعداد معلوم نہیں ہوئی البتہ مسلمانوں کی طرف سے صرف ایک شخص شہید ہوا وہ بھی دھوکہ میں۔

اور علانیہ یہ کہہ دیا کہ تم کو میں اس وقت تک مکان میں قدم نہ رکھنے دوں گا جب تک آنحضرت (صلعم) اجازت نہ دیں گے۔

پس یہ آنحضرت (صلعم) کی اجازت سے مکان میں داخل ہوا۔ اس کے بعد عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابی نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا "یا رسول اللہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ میرے باپ کے قتل کی فکر میں ہیں مجھکو اس کا خوف ہے کہ آپ کہیں میرے سوا کسی دوسرے کو اس کام پر مامور نہ فرمائیں میرا نفس اس امر کو قبول نہ کرے گا کہ میں اپنے باپ کے قاتل کو چھوڑ دوں اور اگر میں نے اس کو قتل کر ڈالا تو حقیقۃً میں نے ایک کافر ایک مسلمان کے بدلے مارا اس وجہ سے میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ آپ مجھکو میرے باپ کے مارنے کا حکم دیجئے میں ابھی ان کا سر کاٹ کر حاضر کرتا ہوں" آنحضرت (صلعم) نے یہ سن کر ان کو دعا دی اور ان کی تسکین کر دی کہ ان کے باپ کے ساتھ سختی کے بجائے نرمی کی جائے گی۔

واقعۂ افک اسی غزوہ میں واقعہ افک پیش آیا اہلِ افک[1] نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی شان میں بدگوئی کی جس کا ذکر کرنے کی ہم کو ضرورت نہیں ہے کتب سیر میں یہ واقعہ تصریح کے ساتھ مذکور

---

[1] یہ واقعہ اس غزوہ میں مراجعت کے وقت پیش آیا حضرت عائشہؓ آنحضرت (صلعم) کی ان بیویوں میں سے تھیں جن سے آپ کو بہت زیادہ اُنس تھا۔ لیکن اس واقعہ میں وحی نہ نازل ہونے سے آپ بھی سخت متردد و متحیر تھے قصہ مختصر اس کا یہ ہے کہ غزوہ بنو المصطلق سے واپسی کے وقت ایک مقام پر آپ نے قیام فرمایا حضرت عائشہؓ قضاء حاجت کے لئے لشکر سے باہر گئیں جب لوٹ کر آئیں تو اپنے گلے کو اس ہار سے خالی پایا جس کو وہ اپنی بہن سے روانگی کے وقت عاریتاً لے کر آئی تھیں۔ ناچار ہار کی تلاش میں جہاں پر قضاء حاجت کو گئی تھیں پھر دوبارہ گئیں۔ اتنے میں لشکر نے کوچ کر دیا اور جو لوگ آپ کی محمل کو اونٹ پر رکھا کرتے تھے انھوں نے بھی محمل کو اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیا چونکہ عائشہؓ صغیرۃ السن تھیں، بدن میں گوشت نہیں بھرا تھا ان لوگوں کو کچھ خیال پیدا نہ ہوا جب حضرت عائشہؓ لشکر گاہ میں ہار لے کر آئیں تو لشکر کو نہ پایا۔ یہ خیال کر کے کہ جب یہ لوگ کسی مقام پر قیام کریں گے اور مجھکو نہ دیکھیں گے تو ضرور میری تلاش میں آئیں گے ایک چادر لپیٹ کر لیٹ رہیں تڑکے کا وقت تھا نیند آگئی۔ صفوان بن معطلؓ کثیر النوم ہونے کی وجہ سے ہمیشہ سب سے پیچھے کوچ کیا کرتے تھے اس میں یہ بھی مصلحت تھی کہ یہ چھوٹی ہوئی چیزوں اور آدمیوں کو با سانی لشکر تک پہنچا دیتے تھے انھوں نے حضرت عائشہؓ کو زمین پر لیٹے ہوئے دیکھ کر "انا للہ وانا الیہ راجعون" پڑھا صفوانؓ کی آواز سے حضرت عائشہؓ جاگ اٹھیں صفوانؓ نے اپنا اونٹ بٹھا دیا حضرت عائشہؓ اس پر سوار ہو گئیں۔ صفوانؓ نے اونٹ کی مہار پکڑ لی اور روانہ ہو گئے تا آنکہ لشکر میں پہنچ گئے۔ لشکر اس وقت ظہیرہ میں تھا۔ عبد اللہ ابن ابی منافق اور منافقین کا ایک گروہ (باقی صفحہ ۱۳۱ پر)

ہے اللہ جل شانہٗ نے ان کی برأت و بزرگی و شرافت کی بابت آیات نازل فرمائی ہیں۔

(بقیہ حاشیہ ص۱۳۰) لشکر میں موجود تھا اس نے اس واقعہ کو دیکھتے ہی جو کچھ کہنا تھا کہنا شروع کر دیا۔ اپنے حسد و نفاق کو ظاہر کرنے لگا۔ لیکن آنحضرت (صلعم) خاموش تھے۔ جب لشکر اسلام مدینہ پہنچا تو آپ نے اپنے اصحاب سے اس واقعہ کے بارے میں مشورہ طلب فرمایا حضرت اسامہؓ نے عرض کیا کہ یہ واقعہ بالکل غلط ہے دشمنوں کے کہنے پر خیال نہ فرمایئے۔ ہرگز آپ حضرت عائشہؓ سے علیحدگی نہ کیجئے۔ لیکن حضرت علیؓ نے کہا کہ آپ حضرت عائشہؓ کو علیحدہ کر دیجئے۔ دوسری عورت سے عقد کیجئے لیکن جب علیؓ نے دیکھا کہ رسول اللہ (صلعم) اس واقعہ میں کم دلچسپی فرماتے ہیں تو حضرت علیؓ نے دوبارہ عرض کیا کہ آپ شک و شبہ کو چھوڑ دیجئے ناحق کا صدمہ نہ اٹھایئے۔ ان کے علاوہ اور صحابہؓ نے بھی اس واقعہ کو سن کر کہا "سبحانک ھذا بھتان عظیم"۔ چونکہ مدینہ پہنچ کر حضرت عائشہؓ بیمار ہو گئی تھیں اور ان کو ان واقعات سے کچھ آگاہی نہ تھی۔ البتہ آنحضرت (صلعم) ان سے مخاطب کم ہوتے تھے اس وجہ سے آنحضرت (صلعم) سے اجازت لے کر حضرت عائشہ اپنے میکے چلی آئیں چند دنوں کے بعد ایک روز رات کو ام مسطح بنت ابی رہم بن المطلب کے ہمراہ قضائے حاجت کو باہر جا رہی تھیں اثنائے راہ میں ام مسطح نے مسطح کو برا کہا عائشہؓ نے ام مسطح سے کہا تم نے یہ کیا کہا یہ شخص مہاجرین میں سے ہے۔ بدر میں شریک ہوا ہے ام مسطح نے جواب دیا کہ کیا تم کو اس واقعہ کی اطلاع نہیں ہوئی؟ حضرت عائشہؓ نے کہا کونسا واقعہ؟ ام مسطح نے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ حضرت عائشہؓ سن کر پریشان ہو گئیں قضائے حاجت بھی نہ کر سکیں روتی ہوئی واپس چلی آئیں شب و روز رونے کے سوا کچھ کام نہ تھا۔ ایک تو بیماری دوسرے یہ صدمہ۔ اس کے بعد آنحضرت (صلعم) نے لوگوں کو جمع کر کے ایک خطبہ پڑھا جس میں بعد حمد و ثنا یہ بیان فرمایا کہ "اے لوگو! ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جنھوں نے میرے اہل کی بابت مجھے ایذا پہنچائی ہے اور ان پر افترا و بہتان باندھتے ہیں اور ایسے شخص کی نسبت کہتے ہیں جس سے میں نے نیکی کے سوا کچھ نہیں دیکھا اور وہ کبھی میرے کسی مکان میں میرے ساتھ کے سوا داخل نہیں ہوا" اسید بن حضیر یہ سن کر اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے "اے رسول اللہ اگر وہ لوگ اوس کے قبیلے کے ہیں تو ہم ان کی برادری کے ہیں انھیں ہم اچھی طرح سے سمجھ سکتے ہیں اور اگر ہمارے بھائی خزرج سے ہیں تو ہم آپ کے حکم کے منتظر ہیں"۔ اس پر حضرت سعد بن عبادہ نے اٹھ کر کہا معلوم ہوتا ہے کہ تمہارا خیال یہ ہے کہ اہل افک خزرج سے ہیں اور اگر آپ کی قوم سے ہوتے تو یہ نہ کہتے۔ باتوں باتوں میں دونوں آدمیوں میں نزاع بڑھ گئی آنحضرت (صلعم) منبر سے اتر آئے۔ یہ قول صاحب زاد المعاد فی ھدی خیر العباد کا تھا لیکن ابن اثیر و ابن ہشام لکھتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد آنحضرت (صلعم) نے صحابہؓ سے مشورہ کیا تھا اور حضرت اسامہؓ و علیؓ نے جو کچھ ان کے دل میں آیا مشورہ دیا تھا جیسا کہ ابھی مذکور ہوا بہرکیف اس خطبہ کے بعد آنحضرت (صلعم) حضرت عائشہؓ کے پاس آئے اس وقت ان کے پاس ان کے ماں باپ اور انصارؓ کی ایک عورت بھی (باقی ص۱۳۲ پر)

غلط فہمی صحیح میں یہ ذکر آگیا ہے کہ واپسی کے وقت حضرت سعد بن عبادہؓ و سعد بن معاذؓ میں کچھ باتیں ہو گئی تھیں۔ درحقیقت یہ غلط فہمی ہے کیونکہ سعد بن معاذؓ بعد فتح بنو قریظہ ۵ھ میں انتقال کر چکے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۱) یہ بیٹھی ہوئی رو رہی تھیں۔ آنحضرت (صلعم) نے پہلے حمد و ثنا کی اس کے بعد اُن سے مخاطب ہو کر فرمایا "اے عائشہؓ تم کو کچھ معلوم ہے تمہاری نسبت لوگ کیا کہتے ہیں؟ اگر فی الحقیقت تم سے کوئی لغزش ہو گئی ہے تو اللہ سے رجوع کرو"۔ یہ سنتے ہی حضرت عائشہؓ کے آنسو تھم گئے اور اس انتظار میں رہیں کہ ان کے ماں باپ کچھ جواب دیں جب اُن لوگوں نے کچھ جواب نہ دیا تو انھوں نے اپنے ماں باپ سے کہا تم لوگ آپؐ کو جواب دو اُن لوگوں نے کہا ہم کیا جواب دیں ہماری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ تب حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ میں ہرگز توبہ نہ کروں گی اللہ اس کو خوب جانتا ہے کہ میں اس سے بری ہوں، وہ بے شک میری تصدیق کرے گا، باقی رہے تم لوگ اگر میں اس سے انکار کرتی ہوں تو مجھے تم لوگ سچا نہ جانو گے اس لئے میں بھی وہی کہتی ہوں جو پدر یوسفؑ نے کہا تھا یعنی فصبر جمیل واللہ المستعان علی ما تصفون" حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اُس وقت میں نے یعقوبؑ کا نام بہت یاد کیا لیکن یاد نہ آیا تب مجبور ہو کر میں نے اُن کو پدر یوسفؑ سے تعبیر کیا۔ میرے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ اللہ جل شانہٗ میری براءت کے لئے وحی بھیجے گا۔ آیات تطہیر نازل کرے گا جس کی لوگ تلاوت کریں گے۔ الغرض اسی اثنا میں حضرتؐ اپنی جگہ سے اٹھنے نہ پائے تھے کہ وحی نازل ہونے کے آثار نمایاں ہو گئے آپ ایک چادر اوڑھ کر لیٹ رہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مجھکو اس کا مطلق علم نہ تھا کہ وحی کیا نازل ہو گی کیونکہ میں بے جرم و بے گناہ تھی۔ جب سلسلہ وحی ختم ہوا تو آپ اٹھ کر بیٹھ گئے پیشانی سے پسینہ پونچھتے جاتے اور فرماتے تھے: "ابشری یا عائشۃ فقد انزل اللہ براءتک" یعنی (عائشہؓ! مبارک ہو اللہ جل شانہٗ نے تمہاری براءت نازل فرما دی ہے) حضرت عائشہ نے یہ سن کر خدا کا شکر کیا۔ اس کے بعد آنحضرت (صلعم) باہر تشریف لائے خطبہ پڑھ کر ان آیات کو جو بارۂ تطہیر عائشہؓ نازل ہوئی تھیں پڑھا "ان الذین جاءوا بالافک عصبۃ منکم لا تحسبوہ شرا لکم بل ھو خیر لکم لکل امرئ منھم ما اکتسب من الاثم والذی تولی کبرہ منھم لہ عذاب عظیم"۔ یعنی الزام لگانے والی تمہاری ہی ایک جماعت ہے۔ اس الزام کو اپنے لئے برا نہ سمجھو بلکہ تمہارے لئے اچھا ہے ہر آدمی پر اس کی کمائی کی برابر گناہ ہے اور جو اس جماعت کا سرغنہ ہے اس کے لئے سنگین عذاب ہے) اس کے بعد اہل افک پر حد قذف (حرام کاری یا زنا کی تہمت لگانے کی سزا) جاری کرنے کا حکم دیا چنانچہ مسطح بن اثاثہ و حسان بن ثابت و حمنہ بنت جحش کو جو کہ اس واقعہ میں بہت زور و شور مچا رہے تھے۔ اسی اسی درے مارے لیکن عبداللہ بن اُبی باوجودیکہ ان کا سردار تھا روپوش ہو جانے کے سبب سے بچ گیا۔

تھے اور غزوہ بنو المصطلق ۵ھ میں ان کے انتقال کے تین مہینے بعد ہوا۔ لہٰذا دو شخصوں کا جھگڑا غزوہ بنو المصطلق کے بعد ہوا۔ پس ابن اسحاق نے جو زہری سے اور زہری نے عبیداللہ بن عبداللہ وغیرہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت (صلعم) سے اور سعد بن عبادہ سے گفتگو ہوئی تھی وہ اسید بن الحضیر کی باتیں تھیں واللہ اعلم۔

بنو مصطلق کا وفد

دو برس بعد آنحضرت (صلعم) نے بنو المصطلق کے مسلمانوں سے صدقات وصول کرنے کے لئے ولید بن عقبہ بن معیطؓ کو روانہ کیا۔ جس وقت ولیدؓ بنو المصطلق کے قریب پہنچے بنو المصطلقؓ ان کے استقبال کے لئے نکلے۔ ولید یہ خیال کر کے کہ یہ لوگ میری ہلاکت کی غرض سے آئے ہیں۔ لوٹ آئے اور آنحضرت (صلعم) کو یہ اطلاع دی کہ وہ میرے قتل پر آمادہ ہوئے تھے۔ آپ نے اُن کی بدعہدی کی بابت مسلمانوں سے مشورہ طلب کیا۔ اس اثنار میں بنو المصطلق کا وفد (ڈیپوٹیشن) آیا اور ملاقات سے پہلے ولید کی واپسی پر افسوس ظاہر کرنے کے بعد اظہار کیا کہ بنو المصطلق ان کی تشریف آوری کے سبب سے استقبال کو آئے تھے۔ آنحضرت (صلعم) نے ان کے اس بیان کو مان لیا اور اللہ جل شانہ نے یہ آیۃ نازل فرمائی:۔ "یاایھا الذین امنوا ان جاءکم فاسق بنبا فتبینوا ان تصیبوا قوما بجھالۃ فتصبحوا علی ما فعلتم نادمین"۔ یعنی (اے ایمان والو اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ بے خبری میں کسی پر حملہ کر بیٹھو اور اپنے کئے پر نادم ہونا پڑ جائے)

باب ۶

صلح حدیبیہ

مکہ کو روانگی

غزوہ بنو المصطلق کے دو۲ مہینے بعد ماہ ذی قعدہ ۶ ہ میں آنحضرت (صلعم) بقصد عمرہ وادائے حج مدینہ سے مکہ روانہ ہوئے۔ مہاجرین و انصار (رضی اللہ عنہم) کا ایک گروہ آپ کے ہمراہ تھا۔ آپ کے ہمراہیوں کی تعداد تیرہ۱۳ سو اور پندرہ۱۵ سو کے درمیان تھی۔ اگرچہ اس امر کے اظہار کے لیے کہ آپ جنگ کے قصد سے مکہ روانہ نہیں ہوئے۔ آپ نے اپنی روانگی سے پہلے قربانی کے جانوروں کو آگے روانہ کر دیا تھا اور مدینہ ہی سے احرام باندھ لیا تھا۔ لیکن اہل قریش اس کے باوجود خبر پاتے ہی آپ سے لڑنے اور بیت اللہ کی زیارت سے روکنے پر تل گئے۔ خالدؓ بن الولیدؓ کو ایک دستہ سواروں کے ساتھ کراع الغمیم کی طرف بڑھایا۔ یہ خبر[1] آپ کو اس وقت پہنچی جب کہ آپ عسفان پہنچ چکے تھے۔ آپ نے اسی مقام سے عام راستہ چھوڑ کر ثنیۃ المرار کا راستہ اختیار کیا رفتہ رفتہ مقام حدیبیہ (اسفل مکہ) میں پہنچے۔ خالدؓ بن الولیدؓ اس خبر کے سنتے ہی مع اپنے ہمراہی سواروں کے مکہ بغرض اطلاع لوٹ آئے۔ رسول اللہ (صلعم) نے جب اس مقام سے مکہ کی طرف اپنے ناقہ کو موڑنا چاہا تو وہ بیٹھ گیا۔ لوگوں نے کہا کہ ناقہ بیٹھ گیا۔ مکہ کی طرف جانے سے روکتا ہے آپ نے جواب دیا: "نہیں مکہ کی طرف جانے سے ناقہ نہیں رک سکتا۔ لیکن اس کو اس

---

[1] ابن ہشام نے لکھا ہے کہ اس خبر کا پہنچانے والا آپ کو بشر بن سفیان کعبی ہے وہ آپ سے عسفان میں ملا اور یہ کہا "اے رسول اللہ (صلعم) قریش تمہاری روانگی کو سن کر گھروں سے نکل کھڑے ہوئے ہیں اور انہوں نے یہ عہد کیا ہے کہ تم کہیں ہرگز نہ جانے پاؤ گے اور خالد بن ولید سواروں کو لے کر کراع الغمیم کی طرف جلوہ گری کی غرض سے روانہ ہوا ہے" آنحضرت (صلعم) نے یہ سن کر فرمایا کہ قریش پر افسوس آتا ہے کہ ان کے دماغ کو لڑائی کے خیال نے چر لیا ہے ان کا کیا نقصان تھا اگر آج مجھ کو چھوڑ دیتے جلد آئندہ یہ مجھ پر فتحیاب ہو جاتے تو ان کا یہی مقصد تھا اور اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو ان پر غالب کر دیتا تو وہ اسلام میں داخل کرتے جاتے بخدا میں ان سے اس وقت تک لڑتا جاؤں گا جب تک مردان خدا غالب نہ ہوں گے۔

نے روک دیا ہے جس نے اصحاب فیل کے فیل کو روک دیا تھا" پھر آپ نے فرمایا مجھے اُس کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر قریش آج کے دن مجھے نہ روکتے تو میں بہ نظر صلہ رحم جو مانگتے وہی دیتا۔ اس کے بعد آپ اُتر پڑے اور لوگوں کو قیام کرنے کے لئے فرمایا۔ صحابہؓ نے اس مقام پر پانی نہ ہونے کی شکایت کی آپ نے ایک تیر اپنے ترکش سے نکال کر دیا جس کو انھوں نے آپ کی حسب ہدایت وادی کے ایک تھمد میں گڑو دیا اللہ کی قدرت سے اس قدر پانی نکلا کہ تمام لشکر کے صرف کو کافی ہو گیا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ یہ عمل براء بن عازب نے کیا تھا۔

بیعت رضوان

آنحضرت (صلعم) اور کفار قریش میں نامہ و پیام شروع ہوا۔ حضرت عثمانؓ بن عفانؓ ان دونوں میں نامہ بری یا سفارت کا کام انجام دے رہے تھے۔ اتفاقاً مکہ سے واپسی میں ان کو کچھ تاخیر ہوئی اور یہاں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ مشرکین نے اُن کو شہید کر ڈالا۔ آنحضرت (صلعم) یہ سن کر بہت برہم ہوئے۔ اُسی وقت مسلمانوں کو طلب کر کے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر مرنے اور لڑائی سے نہ بھاگنے کی بیعت لی اور اپنا بایاں ہاتھ دائیں ہاتھ پر مارا اور فرمایا کہ یہ بیعت عثمانؓ کی جانب سے ہے۔

مصالحت کی گفت و شنید

نامہ و پیام کے بعد سب سے پیچھے سہیل بن عمرو قریش کی جانب سے آنحضرت (صلعم) کے پاس آیا اور یہ بات قرار پائی کہ اس سال قربانی کر کے واپس چلے جائیں۔ سال آئندہ مکہ میں آپ اور آپ کے صحابہؓ بلا ہتھیار سوائے تلوار کے داخل ہوں تین دن سے زیادہ نہ ٹھہریں۔ یہ صلح دس برس تک برابر قائم رہے، ایک دوسرے کو کسی قسم کی ایذا نہ پہنچائیں، نیز یہ کہ جو شخص کفار میں سے مسلمانوں سے جا ملے وہ اپنی قوم کو واپس کر دیا جائے گا اور جو شخص مسلمانوں میں سے اُن میں مل جائے تو وہ مسلمانوں کو واپس نہ کیا جائے گا۔ یہ شرط مسلمانوں کو شاق گزری بعض نے اس میں بحث بھی کی لیکن آنحضرت (صلعم) بالہام الٰہی سمجھتے تھے کہ یہ صلح لوگوں کے امن اور ظہور اسلام کی باعث ہو گی اور اللہ جل شانہ اس میں مسلمانوں کے لئے بہبودی و بہتری کی صورت پیدا کرے گا۔

صلح نامہ حدیبیہ

علی بن ابی طالبؓ نے صحیفہ (عہد نامہ) لکھا اور اُس کے عنوان میں یہ عبارت تحریر کی۔ "ھٰذا ما قاضی علیہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" یعنی (یہ وہ ہے جس پر محمد رسول اللہ نے صلح قبول فرمائی ہے) سہیل نے یہ عبارت دیکھ کر کہا اگر ہم محمد (صلعم) کو رسول اللہ سمجھتے ہوتے تو اُن سے کیوں لڑتے؟ آنحضرت (صلعم) نے حضرت علی ابن ابی طالبؓ کو اس کے محو (کاٹ دینے یا چھیلنے) کا حکم دیا۔ علی ابن ابی طالبؓ نے انکار کیا آپ نے خود اس عہد نامہ کو لے کر لفظ رسول اللہ کو محو کر کے محمد بن عبداللہ (صلعم) لکھ دیا۔

ناظرین کے ذہنوں میں آنحضرت (صلعم) کی اس کتابت سے یہ شبہ نہ پیدا ہو کہ اس محو و اثبات سے آپ کی امیت میں کچھ فرق آ گیا! اس وجہ سے کہ یہ کتابت بلا علم اشکال حروف و مواد خط و نشست و برخاست الفاظ ہوتی تھی پس یہ کتابت بھی آپ کے منجملہ معجزات کے ہے اور قادح معجزہ نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

ابوجندل بن سہیل کی آمد

عہد نامہ تحریر کئے جانے کے دوران ابو جندل بن سہیل ؓ آ گئے۔ یہ اس واقعہ سے پہلے ایمان لا چکے تھے۔ سہیل اپنے لڑکے کو دیکھتے ہی چلا اٹھا "ھذا اول ما نقاضی علیہ" (یہ پہلا وہ شخص ہے جس پر ہمارے تمہارے درمیان فیصلہ ہونا ہے) آنحضرت (صلعم) نے یہ سنتے ہی ابو جندل کو سہیل کے سپرد کر دیا اور یہ تسکین دیدی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کوئی نجات کی صورت نکالے گا مگر تمام مسلمانوں کو یہ امر شاق گزرا۔ اس کے بعد قریش کے تیس چالیس آدمی کو سواران اسلام گرفتار کر لائے جو مسلمانوں پر شب خون مارنے کے غرض سے آئے تھے آنحضرت (صلعم) نے ان کو بھی آزاد کر دیا۔ ان واپس ہونے والوں میں عتیقی بھی شامل تھے۔ الغرض جب صلح نامہ لکھا گیا اور دستخط ہو کر مکمل ہو گیا۔ تب آپ نے قربانی کرنے اور سر منڈانے کا حکم دیا۔ صحابہ ؓ کو چونکہ شرائط صلح شاق گزریں تھیں۔ لہٰذا انہوں نے اس حکم کی تعمیل میں توقف کیا۔ آپ کو اس سے رنج ہوا آپ نے اپنی بی بی ام سلمہ ؓ سے اس کی شکایت کی۔ ام سلمہ ؓ نے یہ رائے دی کہ آپ باہر تشریف لے جایئے قربانی کیجئے بال منڈایئے۔ پھر صحابہ ؓ بھی آپ کی اتباع کریں گے۔ چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔ مسلمانوں نے آپ کی اتباع کی۔ اس دن آنحضرت (صلعم) کا سر مبارک خراش بن امیہ خزاعی نے مونڈا تھا۔

صلح حدیبیہ کے اثرات

زہری روایت کرتے ہیں کہ جب تک مسلمانوں اور کفار قریش میں نزاع قائم تھی اس وقت تک کوئی کسی سے مل جل نہ سکتا تھا اور پھر جب مصالحت ہو کر لڑائی ختم ہو گئی اور لوگوں کو امن مل گیا تو ایک دوسرے سے ملنے لگے نہ کوئی کسی کے مذہب پر معترض ہوتا تھا اور نہ اسلام کی کوئی برائی کرتا تھا۔

ذوالحلیفہ کا واقعہ

مدینہ سے واپسی کے بعد ابو بصیر عتبہ بن اسید بن جاریہ ثقفی حلیف بنو زہرہ مکہ سے بھاگ کر مدینہ چلے آئے یہ پہلے ہی سے مسلمان تھے ان کی قوم نے ان کو قید کر رکھا تھا ازہر بن عبد عوف عم عبد الرحمٰن بن عوف و اخنس بن شریق سردار بنو زہرہ نے بنو عامر بن لوی کے ایک شخص کو مع اپنے خادم کے آنحضرت (صلعم) کے پاس بھیجا آپ نے بموجب عہد نامہ ابو بصیر عتبہ بن اسید کو ان دونوں آدمیوں کے حوالے کر دیا جب یہ لوگ ذوالحلیفہ میں پہنچے تو ابو بصیر نے ان میں سے ایک کی تلوار اٹھا لی اور عامری پر اس زور سے وار کیا کہ اس نے دم تک نہ لیا فوراً مر گیا۔ دوسرا یہ واقعہ دیکھ کر اپنی جان

بچا کر بھاگ گیا۔ ابو بصیر آنحضرت (صلعم) کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا "اے رسول اللہ (صلعم) آپ نے اپنا عہد پورا کیا اور اللہ نے مجھ کو چھڑا دیا"

آنحضرت (صلعم) نے اس کا جواب ان کو ایسے الفاظ میں دیا جس سے ابو بصیر یہ سمجھ گئے کہ یہ پھر کفار قریش کے حوالے کر دیئے جائیں گے اس وجہ سے اسی وقت وہ مدینہ سے نکل کر ساحل کی طرف چلے آئے جس راستہ سے قریش شام کو جاتے تھے۔ رفتہ رفتہ ان میں قریش کا ایک گروہ جو اسلام دوست اور مسلمان تھا آ ملا۔ ان لوگوں نے قریش کے قافلوں کو چھیڑنا اور لوٹنا شروع کر دیا۔ قریش نے مجبور ہو کر آنحضرت (صلعم) سے یہ درخواست کی کہ ان لوگوں کو آپ مدینہ بلا لیں۔ اس کے بعد ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط ہجرت کر آئیں۔ ان کے لینے کو ان کے بھائی عمارہ و ولید آئے۔ اللہ جل شانہ نے عورتوں کے واپس کرنے سے منع کر دیا۔ چنانچہ وہ شرط جو عہد نامہ میں لکھی گئی تھی ٹوٹ گئی۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے مسلمانوں پر مشرکہ عورتیں حرام کر دیں جس سے ان کا نکاح[1] ٹوٹ گیا۔

(مترجم) **بدیل بن ورقا** زہری نے روایت کی ہے کہ جب آنحضرت (صلعم) مقام حدیبیہ میں باطمینان مقیم ہو گئے۔ اس وقت آپ کے پاس بدیل بن ورقا خزاعی چند خزاعیوں کو لے کر آیا اور حضورؐ کے آنے کا سبب دریافت کیا۔ لوگوں نے کہا کہ آپؐ بقصد لڑائی نہیں آئے بلکہ بیت اللہ کی زیارت کے لئے تشریف لائے ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے، کہ قافلہ کے آگے قربانی کے اونٹوں کی قطار ہے اور آپؐ احرام باندھے ہوئے ہیں۔ آنحضرت (صلعم) نے اس قول کی تصدیق کی بدیل یہ سن کر مع اپنے ہمراہیوں کے لوٹ کر قریش کے پاس آیا اور ان سے مخاطب ہو کر کہا: "اے گروہ قریش تم لوگ ناحق محمدؐ سے بدگمانی کرتے ہو، وہ تم سے لڑنے کو نہیں آئے، بلکہ بیت اللہ کی زیارت کو آئے ہیں۔ تم لوگ بے وجہ شور و غل مچا رہے ہو"۔

قریش نے جواب دیا: "کہ چاہے وہ جنگ کے قصد سے نہ آئے ہوں، لیکن وہ اس شہر میں نہیں آسکتے اور دیکھنا آئندہ اس بارے میں کچھ گفتگو نہ کرنا۔ اس کے بعد اہل مکہ نے مکرز بن حفص بن الاخیف برادر بنو عامر بن لوئی کو بھیجا اس سے بھی یہی گفتگو پیش آئی اور اس نے بھی واپس ہو کر قریش کو اسی امر کی اطلاع دی۔

حلیس بن علقمہ کی واپسی انھوں نے حلیس بن علقمہ یا ابن زبان سردار احابیش کو حال دریافت

---

[1] از انجملہ حضرت عمر ابن الخطابؓ نے اپنی بیوی قریبہ بنت ابی امیہ بن المغیرہ اور ام کلثوم بنت عمرو بن جرول خزاعی کو طلاق دیدی۔ پہلی نے معاویہ بن ابی سفیان سے عقد کر لیا اور دوسری نے ابوجہم بن حذیفہ بن غانم سے۔

سلاطین کو دعوتِ اسلام کے خطوط

عمرۃ الحدیبیہ اور اپنی وفات کے درمیان آنحضرت (صلعم) نے اپنے بعض اصحابؓ کو عرب وعجم کے ممالک کی طرف دعوتِ اسلام کے خطوط دے کر روانہ کیا۔ سلیطؓ بن عمروؓ بن عبد شمسؓ بن عبدؓ و برادر بو عامرؓ بن لوئیؓ کو ہوذہؓ بن

کرنے کے لئے روانہ کیا۔ آنحضرت (صلعم) نے اس کو آتے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ سامنے سے ہٹ جاؤ قربانی کے اونٹوں کو آگے کر دو۔ جلیس قربانی کے جانوروں کو دیکھکر آنحضرت (صلعم) کے پاس تک نہ گیا راستہ ہی سے لوٹکر قریش سے کل واقعہ بیان کیا۔ قریش نے کہا بیٹھ جا جنگلی آدمی کچھ سمجھتا بوجھتا نہیں ہے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ اس بات سے جلیس کو غصہ آگیا اور اُس نے نہایت تیز آواز سے کہا "اے گروہ قریش واللہ ہم نے تمہارے ساتھ اس بات کا حلف نہیں لیا اور نہ اس امر پر ہم نے تم سے عہد کیا ہے۔ کیا وہ شخص روکا جائے گا جو بیت اللہ کی زیارت کو آتا ہے مجھ کو اس کی قسم ہے جس کے قبضہ میں جلیس کی جان ہے یا تو محمدؐ کو جس کام کے لئے وہ آئے ہیں اجازت دو گے یا میں اپنے کل حبشیوں کو لے کر چلا جاؤں گا" قریش نے رنگ بے رنگ دیکھکر نرمی سے کہا بھائی جلیس تم خاموش رہو جو تم کہو گے وہی ہوگا ذرا ہم اپنا اطمینان تو کرلیں۔

حضرت خراش بن امیہ سے بدسلوکی

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ان واقعات کے بعد پہلے آنحضرت (صلعم) نے خراش بن امیہ خزاعیؓ کو بلایا اور اپنے ثعلب نامی اونٹ پر سوار کرکے اہل مکہ کے پاس اصلی حالات کہنے کے لئے روانہ کیا۔ اہل مکہ نے آپ کے اونٹ کو ذبح کر ڈالا اور خراش بن امیہ کے قتل پر آمادہ ہو گئے۔ حبشیوں نے درمیان میں پڑ کر بچایا خراش بیچارے جان بچا کر آنحضرت (صلعم) کے پاس آئے اور کل واقعات عرض کئے۔

حضرت عثمان بن عفانؓ کی سفارت

آپؐ نے حضرت عمر ابن الخطابؓ کو اہل مکہ کے پاس بھیجنے کو بلایا۔ حضرت عمرؓ ابن الخطابؓ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ (صلعم) مجھے مکہ جانے میں کچھ عذر نہیں ہے۔ لیکن مجھے اپنی ذات کا قریش سے خوف ہے۔ مکہ میں کوئی بنو عدی بن کعب نہیں ہے جو میری حمایت کرے یا اُن کو روکے گا۔ آپ کو بخوبی معلوم ہے کہ قریش مجھ سے کس قدر برہم ہیں اور مجھے دیکھ کر کس قدر آگ بگولا ہو جاتے ہیں۔ لیکن میں اس کام کے لئے اپنے سے زیادہ اچھے شخص کو بتاتا ہوں۔ آپ حضرت عثمان بن عفانؓ کو بلایئے اور اُن سے یہ کام لیجئے۔ آنحضرت (صلعم) نے اس رائے کو پسند فرمایا اور حضرت عثمان بن عفانؓ کو بلا کر ابو سفیان اور رؤسائے قریش کے

علیؓ والی یمامہ کی طرف اور علاء بن الحضرمیؓ کو منذرؓ ابن ساویؓ برادر بنو عبدالقیسؓ والی بحرین کے پاس اور عمروؓ بن العاصیؓ کو جیفرؓ بن جلندیؓ ابن عامرؓ بن جلندیؓ والی عمان کی جانب اور حاطبؓ بن ابی بلتعہؓ

پاس مکہ روانہ فرمایا۔ جب یہ مکہ پہنچے تو سب سے پہلے ابان بن سعید بن العاص سے ملاقات ہوئی عثمان بن عفانؓ نے آنحضرت (صلعم) کا پیام بتایا۔ وہ حضرت عثمان کو ابو سفیان اور رؤسا قریش کے پاس لے گیا انھوں نے اُن سے بھی آنحضرت (صلعم) کا کل پیام کہہ دیا جب حضرت عثمان یہ پیام پہنچا چکے تو قریش نے کہا "کہ تمھارا اگر جی چاہتا ہو تو طواف کرلو" عثمان بن عفانؓ نے جواب دیا' میں یہ فعل ہرگز نہ کروں گا۔ جب تک آنحضرت (صلعم) طواف نہ کرلیں گے۔ قریش یہ سن کر خاموش ہو گئے اور ان کو روک لیا۔

شہادت عثمانؓ کی افواہ

آنحضرت (صلعم) اور مسلمانوں کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت عثمان بن عفانؓ کو اہل مکہ نے قتل کر ڈالا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ سے عبداللہ بن ابی بکر نے بیان کیا۔ "کہ آنحضرت (صلعم) کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ جب تک میں اس قوم سے خوں بہا نہ لوں گا ہرگز حرکت نہ کروں گا"۔ لوگوں کو بیعت کے لئے بلایا' اس بیعت سے حاضرین میں سے سوائے جد بن قیسؓ برادر بنو سلمہ کے کسی نے انکار نہیں کیا۔ سب سے پہلے ابو سنان اسدی نے بیعت کے لئے ہاتھ بڑھایا تھا۔

صلح کی پیش کش

پھر قریش نے سہیل بن عمرو برادر بنو عامر بن لوی کو آنحضرت (صلعم) کے پاس صلح کرنے کی غرض سے بھیجا اور یہ سمجھا دیا کہ محمدؐ (صلعم) سے صلح کر لیکن وہ اس سال واپس جائیں تاکہ عرب یہ نہ کہیں کہ محمدؐ (صلعم) بجبر مکہ میں داخل ہوئے ہیں۔ آنحضرت (صلعم) نے اس کو آتے دیکھ کر فرمایا کہ اب قریش صلح کی طرف مائل ہوتے ہیں کیونکہ انھوں نے اس شخص کو بھیجا ہے۔ الغرض سہیل آنحضرت (صلعم) کے پاس آیا اور شرائط صلح طے کر کے عہد نامہ لکھا جانے لگا۔

صلح نامہ حدیبیہ

آنحضرت (صلعم) نے علی ابن ابی طالبؓ سے فرمایا۔ لکھو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سہیل نے کہا میں یہ نہیں جانتا "باسمک اللھم" لکھاؤ" آپؐ نے ارشاد فرمایا یہی لکھو"۔ پھر فرمایا لکھو "ھذا ما صالح علیہ محمد رسول اللہ سھیل ابن عمرو"۔ یعنی یہ وہ ہے جس پر اللہ کے رسول محمدؐ نے سہیل سے صلح کی، سہیل نے اس پر بھی اعتراض کر دیا کہ اگر ہم تم کو رسول اللہ جانتے تو تم سے کیوں لڑتے؟ تم اپنا اور اپنے باپ کا نام لکھاؤ' آنحضرت (صلعم) نے

کو مقوقسؓ والی اسکندریہ کی طرف اور دحیہؓ بن خلیفہؓ کلبی کو قیصر روم کی طرف اور شجاعؓ بن وہبؓ اسدی برادر بنو اسدؓ بن خزیمہؓ کو حرثؓ بن شمرؓ غسانی والی دمشق کی طرف اور عمروؓ بن امیۃ الضمریؓ کو نجاشی کی طرف روانہ فرمایا۔

فرمایا۔ اچھا لکھو: "ھذا ما صالح علیہ محمد بن عبد اللہ سھیل بن عمرو واصطلحا علی وضع الحرب عن الناس عشر سنین یامن فیھن الناس ویکف بعضھم عن بعض علی انہ من اتی محمدا من قریش بغیر اذن ولیہ ردہ علیھم ومن جاء قریشا ممن مع محمد لم یردوہ علیہ وان بیننا عیبۃ مکفوفۃ وانہ لا اسلال ولا اغلال وانہ من احب ان یدخل فی عقد محمد وعھدہ دخل فیہ ومن احب ان یدخل فی عھد قریش وعھدھم دخل فیہ وانک ترجع عنا عامک ھذا فلا تدخل علینا مکۃ وانہ اذا کان عام قابل خرجنا عنک فدخلتھا باصحابک فاقمت بھا ثلاثا معک سلاح الراکب السیوف فی القرب لا تدخلھا بغیرھا۔" یعنی (یہ وہ ہے جس پر اللہ کے رسول محمد بن عبداللہ نے سہیل سے صلح کی اور دس سال تک لڑائی موقوف کرنے پر اتفاق کر لیا۔ اس دس سالہ مدت میں کوئی کسی پر حملہ نہیں کرے گا اور لوگ امن سے رہیں گے۔ اگر کوئی قرشی محمدؐ کے پاس اپنے ولی کی اجازت کے بغیر آئے گا تو اسے آپ کو لوٹانا پڑے گا۔ اور اگر کوئی مسلمان اہل قریش کے پاس آئے گا تو قرشی نہیں لوٹائیں گے۔ ہمارے درمیان لڑائی کا فتنہ موقوف رہے گا، نہ تلوار سونتی جائے گی لوٹ خیانت کی جائے گی۔ ہر شخص مختار ہے جس کے ساتھ چاہے مل جائے خواہ محمدؐ کے ساتھ یا قریش کے ساتھ اس سال محمدؐ واپس ہو جائیں اور عمرے کے لئے مکہ میں نہ آئیں ہاں اگلے سال آپ مع صحابہ کے عمرے کے لئے مکہ میں آسکتے ہیں اور تین دن ٹھہر سکتے ہیں بشرطیکہ اسلحہ میں سے ان کے پاس صرف تلواریں ہوں اور وہ بھی میان میں ہوں۔

صلح نامہ پر فریقین کے دستخط یہ عہد نامہ لکھا جا رہا تھا کہ ابو جندلؓ بن سہیلؓ آگئے۔ اور از روئے معاہدہ ہذا ابو جندل اپنے والد سہیل بن عمرو کے حوالے کر دیئے گئے۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ معاہدے کی تحریر کے بعد اس کی تکمیل کی غرض سے اس صلح نامہ پر فریقین کے حسب ذیل عمائدین نے دستخط کئے۔

مقوقس شاہ مصر

مقوقس والی اسکندریہ نے حاطبؓ بن ابی بلتعہؓ کی بہت عزت کی اور آنحضرت (صلعم) کے نامہ مبارک کو توقیر کی نگاہوں سے دیکھکر قبول کیا۔ واپسی کے وقت چار لونڈیاں بطور ہدیہ آنحضرت (صلعم) کی خدمت میں روانہ کیں منجملہ ان کے ام المومنین ماریہؓ مادر ابراہیمؑ ابن رسول اللہ (صلعم) تھیں۔

ہرقل کے نام خط

دحیہؓ کلبی جو آنحضرت (صلعم) کے سفیر ہوکر قیصر روم کی طرف روانہ ہوئے تھے پہلے وہ بصرے گئے۔ وہاں سے والی بصرے کے ذریعہ قیصر روم ہرقل کے دربار میں پہنچے۔ اس خط میں یہ عبارت تھی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ من محمد رسول اللہ الی ھرقل عظیم الروم سلامٌ علی من اتبع الھدیٰ۔ اما بعد فانی ادعوک بدعایۃ الاسلام اسلم تسلم یوتک اللہ اجرک مرتین۔ فان تولیت فان علیک اثم الاریسین ویا اھل الکتاب تعالوا الیٰ۔ کلمۃٍ سواءٍ بیننا وبینکم ان لا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئًا ولا یتخذ۔ بعضنا بعضًا اربابًا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون ؛

یہ خط اللہ کے رسول محمدؐ کی طرف سے ہرقل شاہ روم کے نام ہے ہدایت کی پیروی کرنے والوں پر سلامتی ہو میں آپ کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ آپ اسلام لے آئیں۔ سلامتی سے رہیں گے اور اللہ آپ کو دہرا اجر دے گا اور اگر آپ اسلام سے پھر جائیں گے تو آپ پر رعایا کے گناہوں کا وبال ہوگا۔ اے اہل کتاب ایسے دین کی طرف آجاؤ جس پر ہمارا اور تمہارا اتفاق ہے کہ ہم اللہ کے سوا کوئی دوسرا معبود نہ مانیں اور اللہ کے ساتھ کوئی چیز شریک نہ کریں اور اللہ کو چھوڑ کر ہم میں سے کوئی کسی کو رب نہ بنائے، پھر اگر وہ پھر جائیں تو تم کہدو اے اہلِ کتاب ہمارے اسلام پر گواہ رہو۔

عبدالرحمٰن بن عوفؓ، عبداللہ بن سہیلؓ بن عمر، سعد بن ابی وقاص، محمود بن مسلمہ، مکرزؓ بن حفصؓ اور علیؓ ابن ابی طالبؓ۔

اس کے بعد آنحضرت (صلعم) نے سر منڈایا۔ قربانی کی اور مدینہ کو واپس ہوئے اثناء راہ میں سورہ فتح (یعنی انا فتحنا لک لخ) نازل ہوئی جس میں ان واقعات اور بیعت الرضوان وغیرہ کا تذکرہ ہے "فمن شاء الاطلاع علیہا فلیرجع الیہا" یعنی (جو شخص بیعت الرضوان کا علم حاصل کرنا چاہتے وہ سورہ مذکور کا مطالعہ کرے)

ہرقل نے اس خط کو پڑھ کر اپنے سر اور آنکھ پر رکھا اور دریافت احوال کے لئے فوراً ان لوگوں کو طلب کیا جو آپ کی قوم کے اُس کے ملک میں بغرض تجارت گئے ہوئے تھے چنانچہ غزہ سے ابوسفیانؓ وغیرہ

؎ ابوسفیان اس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے ان کے ساتھ قریش کی ایک جماعت تھی جس وقت یہ لوگ قیصر کے دربار میں آئے ہرقل نے قریشیوں کو ابوسفیان کے پیچھے بٹھایا اور کہا کہ میں ان سے کچھ دریافت کروں گا اگر یہ کچھ جھوٹ کہیں تو ان کو تم جھٹلانا، ابوسفیان کہتے ہیں کہ اگر مجھکو اس کا خوف نہ ہوتا تو ضرور میں جھوٹ بولتا۔ مجھ سے ہرقل نے آنحضرت (صلعم) کے حالات دریافت کئے میں نے اُن کو تحقیر کے ساتھ بیان کرنا شروع کیا لیکن ہرقل نے میرے کہنے پر غور نہ کیا اور پہلا سوال اُس نے یہ کیا کہ تم میں اُس کا (محمد صلعم) نسب کیسا ہے؟ میں نے کہا وہ نسباً اچھا ہے پھر اُس نے سوال کیا کیا اُس کے خاندان میں ایسا کوئی گزرا ہے۔ اس جیسا دعویٰ کیا ہو؟ میں نے کہا نہیں! پھر اُس نے دریافت کیا کیا اُس کی حکومت تھی اور اُس کے پاس ملک تھا جس کو تم لوگوں نے چھین لیا؟ میں نے کہا نہیں! پھر اُس نے پوچھا تم میں سے اُس کے مطیع کس قسم کے آدمی ہیں؟ میں نے کہا کمزور۔ غریب۔ نوعمر۔ پھر اس نے کہا کیا وہ لوگ جو اس کے مطیع ہوتے ہیں اُس کو دوست رکھتے ہیں اور اس کے ساتھ رہتے ہیں یا اُس سے علیحدہ بھی ہو جاتے ہیں؟ میں نے جواب دیا اُس کے متبعین میں سے کسی نے آج تک اُس سے علیحدگی نہیں اختیار کی۔ پھر اُس نے سوال کیا تمھاری اور اُس کی لڑائیاں کیسی ہوتی ہیں میں نے کہا کبھی وہ ہم پر غالب آجاتا ہے اور کبھی ہم اُس پر۔ پھر اُس نے کہا کیا کبھی وہ تم سے بدعہدی بھی کرتا ہے؟ میں نے اس کے جواب دینے میں بہت کچھ سوچا۔ لیکن اس کے سوا کوئی دوسرا جواب نہ دے سکا ہرقل یہ سن کر تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھا رہا۔ اس کے بعد پھر ابوسفیان سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ اے شخص میں نے تجھ سے پہلے اُن کا نسب دریافت کیا۔ تو نے کہا کہ وہ اوساط الناس سے ہے بلاشبہ انبیاء ایسے ہی نسب کے ہوتے ہیں میں نے پھر تجھ سے دریافت کیا کہ اُس کے خاندان میں سے کسی نے اس جیسا دعویٰ کیا ہے۔ تو نے کہا نہیں! پھر میں نے سوال کیا تم میں سے کسی نے اُس کا ملک چھین لیا ہے، جس کے حاصل کرنے کے لئے اُس نے یہ فعل اختیار کیا؟ تو نے کہا نہیں! میں نے اُس کے متبعین کا حال دریافت کیا تو نے بیان کیا کہ ضعفاء و مساکین اس کا اتباع کرتے ہیں بے شک انبیاء رسل کا اتباع ایسا ہی لوگ کرتے ہیں۔ پھر میں نے تجھ سے سوال کیا کہ جو شخص اُس کا اتباع کرتا ہے اُس سے جدا ہو جاتا ہے۔ یا اُس کو ہمیشہ دوست رکھتا ہے؟ تو نے کہا کہ اُس کے متبعین اُس کو دوست رکھتے ہیں اُس سے کبھی جدا نہیں ہوتے۔ بلاشبہ حلاوت ایمان کی یہی صفت ہے جس قلب میں ایمان داخل ہوتا ہے اُس سے پھر کبھی نہیں نکلتا ہے۔ پھر میں نے تجھ سے اُس کے عہد و اقرار کی نسبت دریافت کیا تو نے کہا کہ کبھی وہ بدعہدی نہیں کرتا۔ اگر تو نے یہ سب باتیں سچ بتلائی ہیں تو بلا شبہ وہ اس چیز پر غالب آئے گا جو میرے ان دونوں قدموں کے نیچے ہے

(باقی صفحہ ۱۴۳ پر)

بلوائے گئے۔ ہرقل نے ابو سفیان وغیرہ سے آنحضرت کے حالات دریافت کئے۔ ابو سفیان سے حالات سُن کر ہرقل کی پوری تشفی ہوگئی اس کے بعد ہرقل نے آپ کی نبوت کی تصدیق کی اور ایک جلسہ[1] میں نصاریٰ کو جمع کرکے اس امر کو پیش کیا۔ لیکن سب نے بہ اتفاق انکار کیا۔ جلسہ درہم وبرہم ہو چلا تھا۔ قیصر نے مجلس کا رنگ بدلا ہوا دیکھا تو لوگوں کو نرمی سے بلایا اور ان کی تالیف قلوب کی۔ ابن اسحاق سے روایت کی جاتی ہے کہ اس مجمع کے منتشر ہونے کے بعد قیصر نے اراکین دولت کو طلب کرکے آنحضرت (صلعم) کو جزیہ دینے کی بابت تجویز پیش کی لیکن سب کے سب نے اس سے بھی انکار کیا۔ پھر اس نے کہا بہتر ہوگا کہ ارض سوریہ (یعنی فلسطین واردن ودمشق وحمص وغیرہ بلاد شام) دے کر صلح کرلی جائے۔ اراکین دولت نے اس سے بھی اختلاف کیا۔ واللہ اعلم۔

(بقیہ حاشیہ ص ۱۴۲) (یعنی تخت قیصری یا سلطنت روم) اور اگر میں اُس کے پاس موجود ہوتا تو میں اُس کے پاؤں دھوتا۔ اس کے بعد اس نے مجھکو رخصت کیا۔ میں کفِ افسوس ملتا ہوا اور بار بار یہ کہتا ہوا باہر آیا "افسوس ابن ابی کبشہ (کفار مکہ آنحضرتؐ کی توہین واہانت کے لئے یہ الفاظ استعمال کرتے تھے) کا یہ حال ہے کہ ملوک اس سے بادشاہ اس سلطنت کے ڈرتے ہیں"۔

[1] بعض معتبر مورخین لکھتے ہیں کہ اس سے پہلے ہرقل نے آنحضرت (صلعم) کی بابت ایک شخص کو لکھا جو رومہ میں رہتا تھا اور کتب آسمانی سے بخوبی واقف تھا اس شخص نے رومہ سے لکھا کہ یہ وہی شخص ہے جس کا ہم لوگ انتظار کرتے تھے تو اس کی اتباع کر اور اس کی نبوت کی تصدیق کر۔ اس پر ہرقل نے بطارقہ روم کو ایک مکان میں جمع کیا اور دروازہ بند کرکے کہنے لگا میرے پاس اُس شخص کا نامہ آیا ہے جو اپنے دین کی دعوت دیتا ہے اور بے شک وہ نبی ہے جس کا ذکر ہم اپنی کتاب میں پاتے ہیں پس آؤ ہم سب اس کا اتباع کریں تاکہ ہماری دنیا اور دین کی بھلائی ہو۔ بطارقہ روم یہ سنتے ہی چلا اٹھے اور نکلنے کی غرض سے دروازہ کی طرف بھاگے ہرقل نے ان کی برہمی اور جان کے خوف سے اُن کو پھر واپس بلایا اور کہا کہ میں تم کو آزما رہا تھا۔ اب مجھکو تمہاری مضبوطی دیکھ کر خوشی ہوئی ان لوگوں کے چلے جانے کے بعد ہرقل نے دحیہ سے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ تمہارے دوست (محمد) نبی مرسل ہیں۔ لیکن مجھکو اُس اظہار سے اپنی جان کا خوف ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو میں اس کا اتباع کرتا اس کے بعد ہرقل نے دحیہؓ کو اسقف اعظم روم کے پاس بھیجا اسقف اعظم نے حال سُن کر کہا کہ تمہارا دوست نبی مرسل ہے اس کا ذکر ہم کتب آسمانی میں پاتے ہیں یہ کہکر اس نے اپنا عصا لیا اور کلیسہ میں پہنچ کر علماء نصاریٰ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا میرے پاس احمدؐ کا نامہ ہے وہ ہم کو دین خدا کی طرف بلاتا ہے اور میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور محمدؐ اُس کے بندہ اور رسول ہیں علماء نصاریٰ یہ سنتے ہی اس پر ٹوٹ پڑے اور اُس کو قتل کر ڈالا دحیہؓ نے یہ حال لوٹ کر ہرقل سے کہا ہرقل نے کہا مجھکو بھی اسی کا خوف ہے تب اُس واقعہ کے بعد ابو سفیان تلاش کرکے بلائے گئے اور ان سے باتیں ہوئیں واللہ اعلم۔

شجاع بن وہب والی دمشق ابن اسحاق کہتا ہے کہ جو خط شجاع بن وہب اسدی لے کر حرث بن عمر غسانی والی دمشق کے پاس گئے تھے اس میں لکھا ہوا تھا السلام علی من اتبع الھدی وآمن بہ ادعوک الی ان تومن باللہ وحدہ لاشریک لہ یبقی لک ملک۔

یعنی (ہدایت کی پیروی کرنے والوں اور اس پر ایمان لانے والوں پر سلام پہنچے۔ میں تمھیں اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہوں اس سے تمھارا ملک باقی رہے گا) شجاع بن وہب کہتے ہیں کہ حرث بن عمر غسانی اس مضمون کو دیکھ کر بہت برہم ہوا اور بکمال طیش سے کہنے لگا "کون شخص میرا ملک مجھ سے چھینے گا۔ میں خود اس کی طرف جاتا ہوں" آنحضرت (صلعم) نے یہ نام سن کر فرمایا تھا اس کا ملک جانے والا ہے۔

شاہ حبش نجاشی کو دعوت اسلام نجاشی بادشاہ حبشہ کی طرف جو نامہ نامی عمرو بن امیہ الضمری کی معرفت دربارہ دعوت اسلام بذریعہ جعفر بن ابی طالبؓ اور ان کے ہمراہیوں کے روانہ کیا گیا تھا اس کی عبارت یہ تھی "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من محمد رسول اللہ الی النجاشی الاصحم عظیم الحبشہ سلام علیک فانی احمد الیک اللہ الملک القدوس السلام المومن المھیمن واشھد ان عیسی بن مریم روح اللہ وکلمتہ القاھا الی مریم الطیبۃ البتول الحصینۃ فحملت بعیسی فخلقہ من روحہ ونفخہ کما خلق آدم بیدہ ونفخہ وانی ادعوک الی اللہ وحدہ لا شریک لہ والموالاۃ علی طاعتہ تتبعنی وتومن بالذی جاءنی فانی رسول اللہ وقد بعثت الیک ابن عمی جعفرا ومعہ نفر من المسلمین فاذا جاؤک فاقرھم ودع التجبر وانی ادعوک وجنودک الی اللہ فلقد بلغت ونصحت فاقبلوا نصحی والسلام علی من اتبع الھدی"۔

یعنی یہ خط اللہ کے رسولؐ محمدؐ کی طرف سے نجاشی اصحم شاہ حبشہ کے نام ہے آپ پر سلامتی ہو میں آپ کے آگے اس اللہ کا شکر کرتا ہوں جو بادشاہ ہے۔ پاک ہے ہر عیب سے سراسر سلامتی ہے امن دینے والا ہے اور سب کی خبر لینے والا ہے اور اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ عیسیٰؑ روح اللہ ہیں اور اس کا وہ کلمہ ہیں جو اس نے مریم صدیقہ کی طرف ڈالا جو پاک دامن تھیں۔ چنانچہ آپ حاملہ ہوگئیں پھر اللہ نے عیسیٰؑ کو اسی طرح اپنی روح اور اپنی پھونک سے پیدا کیا جس طرح آدم کو اپنی روح اور پھونک سے پیدا کیا تھا میں آپ کو اللہ کی دعوت دیتا ہوں جو یکتا ہے اور شرک سے بری ہے اور اس کی اطاعت کے کاموں میں تعاون کی بھی آپ میری پیروی کریں اور قرآن پر ایمان لے آئیں جو میرے پاس آیا ہے بلاشبہ میں اللہ کا رسول ہوں میں آپ کے پاس اپنے چچازاد بھائی جعفر کو بھیج رہا ہوں ان کے ساتھ مسلمانوں کی بھی ایک جماعت ہے جب یہ آپ کے پاس پہنچیں تو آپ سرکشی چھوڑ کر ان کے سامنے مسلمان (باقی ص ۱۴۵)

ہو جائیں میں آپ کو مع آپ کے لشکر کے اسلام کی دعوت دے رہا ہوں۔ میں نے ہمدردانہ تبلیغ کر دی ہے لہٰذا میری خیر خواہی قبول کرو۔ ہدایت کی پیروی کرنے والوں پر سلامتی ہو۔

نجاشی کا قبول اسلام

نجاشی نے اس کا یہ جواب تحریر کیا: "الی محمد رسول اللہ من النجاشی اصحم ابن الحر سلام علیک یا رسول اللہ من اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ احمد اللہ الذی لا الہ الا ھو الذی ھدانا للاسلام۔ اما بعد فقد بلغنی کتابک یا رسول اللہ فما ذکرت من امر عیسٰی فورب السماء والارض ما تزید بالولائے علی ما ذکرت انہ کما قلت وقد عرفنا ما بعثت بہ الینا وقد قربنا ابن عمک واصحابہ فاشھد انک رسول اللہ صادقاً مصدقاً فقد بایعتک وبایعت ابن عمک واسلمت للہ رب العلمین وقد بعثت بابنی ارخا الاصحم فانی لا املک الا نفسی ان شئت ان اتیک فعلت یا رسول اللہ فانی اشھد ان الذی تقول حق والسلام علیک یا رسول اللہ" یعنی اللہ کے رسول محمدؐ کے نام نجاشی اصحم بن الحر کی طرف سے یہ خط ہے۔ اے اللہ کے رسولؐ آپ پر اللہ کی طرف سے سلامتی ہو اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں اللہ کا شکر ہے جس کے سوا کوئی حقدار عبادت نہیں کہ اس نے ہمیں اسلام کی ہدایت عطا فرمائی۔ اے اللہ کے رسولؐ آپ کا خط مجھے مل گیا آپ نے عیسیٰؑ کے بارے میں جو کچھ فرمایا ہے۔ اللہ کی قسم ہم اس پر اپنی رائے سے کچھ اضافہ نہ کریں گے۔ بلاشبہ عیسیٰؑ آپ کے بیان کے مطابق ہیں آپ جس شریعت کو لے کر مبعوث ہوئے ہیں اسے ہم نے پہچان لیا۔ میں نے آپ کے چچازاد بھائی اور ان کے ساتھیوں کے سامنے کلمۂ شہادت پڑھ لیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں اور پہلی کتابوں میں آپ کی تصدیق بھی ہے۔ میں نے آپ کے چچازاد بھائی کے واسطے سے آپؐ سے بیعت کر لی ہے اور اللہ کی رضا کے لئے مسلمان ہو گیا ہوں۔ اب میں آپ کی خدمت میں اپنے بیٹے ارخا اصحم کو بھیج رہا ہوں۔ مجھے بجز اپنے کسی اور پر اختیار نہیں۔ اے اللہ کے رسولؐ اگر آپ مجھے بلائیں تو میں بھی حاضر خدمت ہو جاؤں گا کیونکہ مجھے آپ کی صداقت کا یقین ہے ———— والسلام۔

حضرت ام حبیبہؓ

مورخین لکھتے ہیں کہ نجاشی نے اپنے لڑکے کو ساٹھ حبشیوں کے ہمراہ ایک کشتی پر آنحضرت (صلعم) کی خدمت میں روانہ کیا تھا اتفاق سے یہ کشتی ڈوب گئی۔ یہ بھی لکھا ہے کہ آپؐ نے نجاشی کو ام حبیبہؓ سے اپنا عقد کرنے کو لکھا تھا۔ چنانچہ نجاشی نے اپنی ایک لونڈی کے ذریعہ سے ان کے پاس پیام بھیجا انھوں نے خالدؓ بن سعیدؓ بن العاصؓ کو اپنا وکیل کر دیا۔ خالدؓ بن سعیدؓ نے چار سو دینار مہر پر بوکالت نجاشی ام حبیبہؓ کا عقد آنحضرت (صلعم) کے ساتھ کیا اور نجاشی نے یہ چار سو دینار مہر کے آنحضرت

(صلعم) کی طرف سے خالد بن سعیدؓ کو دیئے جس وقت یہ چار سو دینار مہر کے نجاشی کی لونڈی ام حبیبہؓ کے پاس لے کر آئی ام حبیبہؓ نے خوش ہو کر اس میں سے پچاس مثقال لونڈی کو مرحمت کئے لیکن لونڈی نے نجاشی کے کہنے سے واپس کر دے۔ نجاشی کی عورتیں اُس دن عود و عنبر اور خوشبو کی چیزیں لے کر ام حبیبہؓ کے پاس گئیں اور اُن کو بنا سنوار کر مع بقیہ مہاجرین کے دو کشتیوں پر سوار کرا کے مدینہ روانہ کیا انھوں نے آنحضرت (صلعم) سے خیبر میں شرف نیاز حاصل کیا۔

شاہ فارس کسریٰ کے نام فرمان نبویؐ

کسریٰ شاہ فارس کے خط میں لکھا تھا۔ "بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ من محمد رسول اللہ الی کسریٰ عظیم فارس سلام علی من اتبع الھدیٰ و آمن باللہ و رسلہ ۔ اما بعد فانی رسول اللہ الی الناس کافۃ لینذر من کان حیا اسلم تسلم فان ابیت فعلیک اثم المجوس"۔ یعنی یہ خط اللہ کے رسول محمدؐ کی طرف سے کسریٰ شاہ فارس کے نام ہے۔ ہدایت کی پیروی کرنے والوں پر اور اللہ پر اور اُس کے رسولؐ پر ایمان لانے والوں پر سلامتی ہو۔ میں اللہ کا رسول ہوں اور تمام دنیا کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں تاکہ ہر زندہ شخص کو ہوشیار کر دوں، آپ اسلام لے آئیں سلامتی سے رہیں گے اگر آپ اسلام قبول نہ کریں گے تو آپ پر مجوسیوں کا گناہ ہوگا۔

کسریٰ کا گستاخانہ رویہ

کسریٰ نے اس خط[1] کو پھاڑ ڈالا آنحضرت (صلعم) نے یہ سُن کر فرمایا: "مزق اللہ ملکہ (اللہ اس کا ملک پارہ پارہ کر دے) ابن اسحاق کی روایت میں

---

[1] بعض مورخین نے لکھا ہے کہ عبداللہ بن حذافہؓ (جو کسریٰ فارس کے پاس آنحضرت صلعم کا خط لے کر گئے تھے) کمل کا ایک ٹکڑا کفنی کی صورت پھاڑ کر پہنے ہوئے تھے۔ جو کہ دونوں بغل سے نیچے تک ببول کے کانٹوں سے سلی ہوئی تھی۔ کمر میں ایک رسی بندھی تھی جس میں ایک ٹوٹی پھوٹی نیام میں تلوار لٹک رہی تھی، سر پر عمامہ تھا، لیکن پاؤں میں جوتا نہ تھا، ایک مدت تک یہ اِدھر اُدھر پریشان گھومتے پھرتے رہے۔ دربار تک رسائی بھی نہ ہوئی جب شاہ فارس کو کسی ذریعہ سے معلوم ہوا کہ ایک عربی نژاد شخص محمد (صلعم) کا سفیر ہو کر آیا ہے جو عرب میں ان دنوں ظاہر ہوا ہے۔ تب اُس نے ان کو بلا بھیجا۔ دربار میں داخل ہوتے ہی چوب داروں نے سجدہ کرنے کو کہا۔ عبداللہ بن حذافہؓ نے سجدہ کرنے سے انکار کیا اور ایک طویل تقریر میں سجدۂ غیر اللہ کے شرک ہونے کو بیان کیا چوب داروں نے اجنبی سمجھ کر زیادہ باز پرس نہ کی۔ تختِ کسریٰ کے قریب جب پہنچے تو پھر سجدہ کرنے کی ہدایت کی گئی۔ عبداللہؓ (باقی ص ۱۴۸ پر)

- وآمن باللہ ورسلہ" کے بعد "واشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمداً عبدہ ورسولہ وادعوک بدعایۃ اللہ فانی انا رسول اللہ الی الناس کافۃ لانذر من کان حیًا ویحق القول علی الکافرین فان ابیت فاثم الاریسیین علیک" یعنی اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی حق دار عبادت نہیں وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں میں آپ کو اللہ کی دعوت کے ساتھ اسلام کی دعوت دیتا ہوں اور میں تمام لوگوں کی طرف رسول بن کر مبعوث ہوا ہوں تاکہ انھیں ہوشیار کردوں جن کے دلوں میں زندگی ہے اور کافروں پر اللہ کا عذاب ثابت ہوجائے" مذکور ہے ابن اسحاق کہتے ہیں کہ کسریٰ نے اس خط کو پڑھ کر چاک کر ڈالا اور غصہ سے کہنے لگا کہ "مجھکو اور اس نے خط لکھا ہے۔ اور میرے نام سے پہلے اپنے نام کو تحریر کیا ہے۔ باذان گورنر یمن کو لکھا جائے کہ فوراً دو آدمی بھیج کر اس حجازی شخص کو گرفتار کرا کے میرے پاس بھیج دے۔

رسول اکرمؐ کی گرفتاری کا حکم

چنانچہ باذان گورنر یمن نے بانویہ اور خرخسرہ کو سرزمین حجاز کی طرف روانہ کیا رفتہ رفتہ یہ لوگ طائف پہنچے اور آنحضرت (صلعم) کو دریافت کیا۔ لوگوں نے کہا وہ مدینہ میں ہیں۔ قریش نے یہ واقعہ سن کر بہت خوشی منائی بانویہ و خرخسرہ چند دنوں بعد آنحضرت (صلعم) کے پاس مدینہ پہنچ گئے۔ اور کہا کہ "ہمارے شاہنشاہ نے ملک باذان کو تمہاری گرفتاری کا حکم دیا ہے اور اس نے ہم کو اس کام پر مامور کیا ہے۔ لہٰذا مناسب ہے کہ ہمارے ساتھ ساتھ چلے چلو۔ اس میں تمہاری اور تمہاری قوم کی بہتری ہے اور اگر تم انکار کروگے تو تمہارے حق میں بہت برا ہوگا تم

(بقیہ حاشیہ ص ۱۴۶) انے پھر اس کے ممنوع و خلاف شرع ہونے کا ایک ادو عظ کہہ دیا۔ اور اسلامی طریقہ کے موافق نہ تو کسریٰ کو سجدہ کیا اور نہ اُس کے آگے جھکے کسریٰ نے ان کو غضب کی تیز نگاہوں سے دیکھ کر سجدہ نہ کرنے اور زمین بوس نہ ہونے کا سبب دریافت کیا۔ عبداللہ نے کہا کہ ہماری شریعت میں یہ سب حرام ہے کسریٰ ان کے جواب سے برہم ہوگیا اور اُس نے خط کو پڑھے بغیر چاک کرکے یہ حکم دیا کہ اس بے ادب کے کان و ناک کاٹ کر دربار سے نکال دو۔ چوب داروں نے یہ حکم پاتے ہی کشاں کشاں عبداللہ کو دربار سے نکالا اور کان و ناک کاٹ کر چھوڑ دیا بچارے عبداللہ بن حذافہؓ اسی پریشانی کی حالت سے میں آنحضرت (صلعم) کی خدمت میں حاضر ہوئے آپؐ نے کسریٰ کی سختی اور خط پھاڑ ڈالنے کا حال سن کر اس کے ملک و تباہی کی بد دعا کی اور ان کے ناک و کان سونے کے بنا کر لگا دینے کا حکم دیا۔ واللہ اعلم۔

خود ہلاک کر دیئے جاؤ گے، تمہاری قوم بھی تباہ کر دی جائے گی، تمہارا ملک لوٹ لیا جائے گا" آنحضرت (صلعم) نے اس کلام پر کچھ توجہ نہ کی اور ان کو ڈاڑھی منڈانے لب بڑھانے سے منع فرمایا بانویہ اور خرخسرہ نے کہا ہمارے خداوند نے ایسا ہی حکم دیا ہے (خداوند سے مقصود اُن کا کسریٰ تھا) آنحضرت (صلعم) نے کہا لیکن ہمارے خدا نے ڈاڑھی بڑھانے اور مونچھیں ترشوانے کا حکم دیا ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے اُن کو ٹھہرایا اور جواب کے لئے اگلا دن مقرر کیا۔

رسول اکرم کا باذان کو پیغام

اتنے میں الہام ہوا کہ اللہ جل شانہ نے کسریٰ پر اس کے لڑکے شیرویہ کو مسلط کر دیا اور شیرویہ نے کسریٰ کو شب کے وقت فلاں روز اور فلاں مہینہ میں قتل کر دیا آنحضرت (صلعم) نے بانویہ و خرخسرہ کو اس واقعہ سے آگاہ کیا، بانویہ و خرخسرہ کو اس خبر پر سخت تعجب ہوا تھوڑی دیر تک خاموشی کی حالت میں بیٹھے رہے پھر کچھ سوچ سمجھ کر آنحضرت (صلعم) سے مخاطب ہو کر کہنے لگے تم اس کہنے کا نتیجہ سمجھتے ہو کیا ہوگا۔ ہمارا شہنشاہ تم کو اور تمہاری قوم کو تباہ کر دے گا۔ اس سرزمین کی خاک تک کا پتہ نہ ملے گا رسول اللہ (صلعم) نے فرمایا "تم اس خیال و فکر میں نہ پڑو جاؤ اور ملک باذان کو اس واقعہ سے مطلع کرو اور میری طرف سے یہ کہہ دو کہ میری حکومت اور میرا مذہب تمام عالم میں پھیلنے والا ہے میرا غلبہ وہاں تک پہنچ جائے گا۔ جہاں تک کسریٰ کا سکہ چل رہا ہے۔ ملک باذان اگر اسلام لاتے گا تو میں اُس کو جس پر وہ متصرف ہے بحال رکھوں گا اور ملکہ باذان کو اُس کی قوم کی سرداری دیدوں گا" خرخسرو و بانویہ یہ پیام لے کر باذان کے پاس پہنچے اور اُس سے سارا واقعہ ہو بہو بیان کیا باذان نے کہا یہ کلام معمولی آدمیوں کا نہیں ہے۔ یہ باتیں نبیوں کی سی ہیں میں اس کی پیشین گوئی کا نتیجہ دیکھتا ہوں کہ کیا ہوگا۔

باذان کا قبول اسلام

باذان اسی فکر و خیال میں تھا کہ شیرویہ کا خط آ پہنچا جس میں لکھا ہوا تھا کہ "میں نے کسریٰ کو قتل کر دیا اور قتل کرنے کا سبب یہ ہے کہ وہ اہل فارس پر ظلم کرتا تھا، شرفاء ملک و رؤسا شہر کو بلا وجہ قتل کراتا اور اُن کے مال و اسباب لوٹ لیتا تھا۔ جس وقت میرا یہ فرمان تجھکو ملے فوراً میری اطاعت قبول کرلے جیسا کہ اس سے پہلے تو شاہان فارس کا مطیع تھا اور اُس شخص کی بابت جس کی گرفتاری کا کسریٰ نے تجھکو حکم دیا تھا یہ ہدایت کی جاتی ہے کہ اُس سے تاصدور حکم ثانی کچھ چھیڑ چھاڑ نہ کرنا" باذان کو جس وقت شیرویہ کا یہ فرمان ملا اس نے اُسی وقت آنحضرت (صلعم) کی رسالت کی تصدیق کی اور آپ پر ایمان لے آیا۔ اس کے مسلمان ہوتے ہی ابناء والے بھی مسلمان ہو گئے۔ بانویہ نے باذان سے بعد واپسی مدینہ یہ بھی کہا تھا کہ میں نے بڑے بڑے امراء و سلاطین سے باتیں کیں اور اُن کے ساتھ میں نے کھانا کھایا لیکن اُس شخص سے زیادہ بارعب میں نے کسی کو نہ پایا باذان نے دریافت کیا کیا ان کے ساتھ جاں نثاروں کا فوجی دستہ بھی رہتا ہے۔ بانویہ نے کہا نہیں۔ واقدی کا بیان ہے کہ مقوقس بادشاہ قبط کو اسلام کی دعوت دی گئی تھی لیکن یہ اسلام نہیں لایا۔

باب

غزوۂ خیبر ۷ھ

یہود خیبر

آنحضرت (صلعم) عام حدیبیہ سے واپس آکر پورے ذی الحجہ اور اوائل محرم آخر ۶ھ[1] تک مدینہ میں مقیم رہے۔ آخر محرم میں ایک ہزار چار سو پیادے اور دو سو سواروں کی جمعیت کے ساتھ خیبر کی طرف پیش قدمی فرمائی۔ مدینہ میں نمیلہ بن عبداللہ لیثیؓ کو اپنا نائب مقرر کیا اور رایت اسلام علی ابن ابی طالبؓ کو دیا۔ مدینہ سے نکل کر براہ صہبا۔ اس کی وادیوں کو طے کرتے ہوئے رجیع میں جا اترے بنو غطفان اس نقل وحرکت کا حال سن کر یہودیاں خیبر کی خبر گیری وامداد کو روانہ ہوئے۔ لیکن اس وجہ سے کہ لشکر اسلام بنو غطفان وخیبر کے درمیان پڑا ہوا تھا نیز مسلمانوں کا رعب ان کو اپنی ڈراونی صورت دکھا رہا تھا بے نیل مرام واپس چلے آئے۔ آنحضرت (صلعم) نے خیبر کے قلعوں پر حملے شروع کر دیئے اور ان کو یکے بعد دیگرے فتح کرنے لگے سب سے پہلے قلعہ ناعم مفتوح ہوا۔ محمود بن مسلمہ پر اوپر سے ایک پتھر کی چکی ڈال دی گئی جس سے وہ جاں بحق تسلیم ہوئے۔ اس کے بعد قلعہ قموص فتح ہوا۔ یہ قلعہ ابن ابی الحقیق یہودی کے قبضہ میں تھا اس قلعہ میں مال غنیمت کے علاوہ قیدی بکثرت ہاتھ آئے۔ منجملہ ان کے صفیہ بنت حی ابن اخطب تھیں۔ یہ کنانہ بن الربیع بن ابی الحقیق کی زوجہ تھیں۔ آنحضرت (صلعم) نے گرفتاری کے بعد ان کو دحیہؓ کے حوالہ کیا پھر ان سے خرید کر کے آزاد کر دیا۔ اور اپنی زوجیت میں لے لیا قموص کے بعد صعب بن معاذ کے قلعہ پر قبضہ کیا یہ خیبر کے قلعوں میں عمدہ ترین قلعوں میں سے تھا۔ اس کے مضافات میں پیداوار خوب ہوتی تھی اس قلعہ سے خیبر کے دوسرے قلعوں کو بہت بڑی مدد پہنچتی تھی سب سے آخر میں وطیح اور سلالم کے قلعے فتح کئے گئے یہ

---

[1] محرم کو ۶ھ کا آخری مہینہ اس خیال سے تحریر کیا ہے کہ حقیقۃً سنہ ہجری کا آغاز ماہ ربیع الاول سے ہوتا ہے جیسا کہ امام مالک سے منقول ہے اور بہ لحاظ شہرت ابتدا سنہ ہجری محرم سے ہوتا ہے اس اعتبار سے یہ غزوہ ۷ھ میں ہوا کما فی المواہب۔

دونوں قلعے دس دن کے محاصرے کے بعد فتح ہوئے۔

یہود خیبر سے معاہدہ

خیبر کے قلعات بعض تو بزور تیغ مفتوح ہوئے اور بعض بصلح و امن۔ جو قلعے صلح و امن سے فتح ہوئے ان کے رہنے والے یہودیوں سے یہ طے پایا کہ نصف پیداوار زراعت و کھجور وغیرہ مسلمانوں کو خراج میں دیا کریں اور نصف خود لیا کریں چنانچہ اسی اقرار و عہد پر خیبر کے یہودی حضرت عمر ابن الخطابؓ کی خلافت کے آخر زمانے تک رہے جب جناب موصوف کو یہ معلوم ہوا کہ آنحضرت (صلعم) نے[1] اپنے مرض الموت میں ارشاد فرمایا تھا "لا یبقی دینان بارض العرب" (سرزمین عرب میں دو دین نہ باقی رہیں گے)، تو انھوں نے خیبر کے یہودیوں کو جلا وطن کر دیا۔ مسلمانوں نے ان کے مال و اسباب کو لے لیا خیبر کا مال غنیمت جو آنحضرت (صلعم) کی موجودگی میں فتح ہوا تھا آخر زمانہ خلافت خلیفہ ثانی میں تقسیم ہوا مال غنیمت کے تقسیم کرنے والے جابر بن صخر (بنو سلمہ سے) اور زید بن ثابت بخاری تھے۔

زینب بنت الحرث یہودیہ کا قتل

اس غزوۂ خیبر میں تقریباً بیس مسلمان جن میں مہاجرین اور انصارؓ بھی تھے شہید ہوئے اور (حمار اہلی پالتو گدھا) کا گوشت حرام کیا گیا اور زینب بنت الحرث زوجہ سلام بن مشکم یہودیہ نے زہر ملا کر بھُنی ہوئی مسلّم بکری آنحضرت (صلعم) کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کی۔ آپ نے اس کو چکھتے ہی تھوک دیا۔ اور ارشاد فرمایا، "کہ مجھکو اس بکری کی ہڈیاں یہ خبر دیتی ہیں کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے" آپ کے ساتھ کھانے میں بشر بن البراء بن معرورؓ شریک تھے وہ کھاتے ہی شہید ہو گئے۔ اس واقعہ کے بعد زینب یہودیہ بلائی گئی۔ اس نے زہر ملانے کا اقرار کیا۔ لیکن اسلام لانے کی وجہ سے قتل نہ کی گئی بعض کہتے ہیں کہ زینب وارثان بشر کے حوالہ کر دی گئی۔ انھوں نے اس کو اس کو بعوض خون بشر بن البراءؓ قتل کیا۔ واللہ اعلم۔

مورخین لکھتے ہیں کہ اثنائے حصار بعض قلعات خیبر میں رایت جنگ علی ابن ابی طالبؓ کو دیا گیا

---

[1] ابن اسحاق نے بروایت بریدہ بن سفیان یہ بیان کیا ہے کہ آنحضرت (صلعم) نے ایک سفید نشان دے کر حضرت ابوبکر صدیقؓ کو خیبر کے ایک قلعہ کی طرف روانہ کیا انھوں نے اس کے فتح کرنے کی کوشش کی لڑے۔ جب دن تمام ہو گیا اور وہ قلعہ فتح نہ ہوا تو واپس چلے آئے۔ دوسرے دن آپ نے اس نشان کو حضرت ابن الخطابؓ کو مرحمت فرمایا یہ بھی لڑ کر بغیر فتح کئے ہوئے لوٹ آئے تیسرے دن آپ نے فرمایا کہ میں یہ نشان اس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ سے اس کے فتح ہونے کو اللہ اور اس کا رسول دوست رکھتا ہے۔ سلمہ بن عمرو کہتے ہیں (باقی ص ۱۵۱ پر)

اور انھوں نے اس کو فتح کیا تھا اس درمیان میں ان کی آنکھیں بھی دکھ رہی تھیں۔ آنحضرت (صلعم) کے ان پر دم کردینے سے اچھی ہوگئیں۔

مہاجرین حبشہ

اُن مہاجرین میں سے جو کہ نجاشی کے ملک میں قبل ہجرت چلے گئے تھے۔ کچھ لوگ تو قبل از ہجرت مکہ واپس آگئے تھے یہ سُن کر کہ قریش نے اسلام قبول کرلیا ہے پھر انھوں نے مدینہ ہجرت کی اور کچھ لوگ ان میں سے غزوہ خیبر سے دو برس پیشتر حبشہ سے مدینہ چلے آئے تھے معدودے چند جو باقی رہ گئے تھے وہ فتح خیبر کے بعد آئے۔ آنحضرت (صلعم) نے ان لوگوں کے واپس کرنے کی بابت عمرو بن امیۃ الضمری کو نجاشی کے پاس بھیجا تھا چنانچہ اس نے ان کی تحریک سے جعفر بن ابی طالب اور ان کی بیوی اسماء بنت عمیس اور ان کے لڑکے عبداللہ و محمد و عون اور خالد بن سعید بن العاصی بن امیہ اور ان کی بیوی امینہ بنت خلف اور ان کے لڑکے سعید اور ام خالد اور عمرو بن سعید بن العاصی و معیقب بن ابی فاطمہ حلیف ابی سعید بن العاصی و ابو موسیٰ اشعری حلیف آل عتبہ بن ربیعہ و اسود بن نوفل بن خویلد برادر زادہ ام المومنین خدیجہ و جہم بن قیس بن شرحبیل ابن عبدالدار ان کے لڑکے عمرو خزیمہ اور حرث بن خالد بن صخر بن حمیم و عثمان بن ربیعہ بن رہبان جمحی و محمیہ بن جزء زبیدی حلیف بنو سہم و معمر بن عبداللہ بن نضلہ عدوی و ابو حاطب بن عمرو بن عبد شمس بن عامر بن لوی و ابو عمرو مالک بن ربیعہ بن قیس بن عبد شمس (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کو حبشہ سے روانہ کردیا یہی لوگ اُن مہاجرین میں سے باقی تھے جو بجانب حبشہ ہجرت کر گئے تھے جعفر بن ابی طالب مع اپنے ہمراہیوں کے اُسی دن آنحضرت (صلعم) کی خدمت میں حاضر ہوئے جس روز خیبر فتح ہوا تھا۔ آپؐ نے ان کی پیشانی پر بوسہ دیا اور گلے سے لگاکر ارشاد فرمایا۔ "ما ادری بایہما انا اسر بفتح خیبر ام بقدوم جعفر"۔ (یعنی خبر نہیں میں کس سے خوش ہوں، فتح خیبر سے یا جعفر کے آنے سے)

فدک اور وادی القریٰ کی فتح

جب اہل فدک کو اہل خیبر کے شکست کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے آنحضرت (صلعم) کی خدمت میں یہ پیام بھیجا کہ "ہم کو صرف ہماری جانوں کی امان دی جائے مال و اسباب سے ہم کو سروکار نہیں ہے"۔ آنحضرت (صلعم) نے ان کی یہ درخواست

(بقیہ حاشیہ صفحہ) ہیں کہ آنحضرت (صلعم) نے یہ کہہ کر حضرت علی بن ابی طالبؓ کو بلایا حضرت علی کی آنکھیں اس وقت دکھ رہی تھیں آپ نے اُن پر دم کردیا وہ اچھی ہوگئیں، اور وہ نشان مرحمت فرماکر ارشاد کیا کہ "یہ نشان لے کر جاؤ تاآنکہ اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھ سے اس کو فتح کرے" حضرت علی ابن ابی طالبؓ یہ حکم پاتے ہی نشان لے کر صحابہ کے ایک گروہ کے ساتھ قلعہ پر گئے اور اُس کو فتح کرلیا۔

قبول فرمالی چونکہ فدک پر حملہ نہیں کیا گیا تھا اور نہ اس پر کسی سوار و پیادہ کو نیزہ و تلوار چلانے کا موقع ملا تھا اس وجہ سے بلا تقسیم جیسا کہ جناب باری عزاسمہ نے حکم دیا۔ آپ کے قبضہ میں رہا اور پھر خیبر سے مراجعت کے وقت آپ نے وادی القریٰ کی طرف رخ کیا اور اس کو بزور تیغ فتح کر کے اس کے مال غنیمت کو تقسیم فرما دیا۔ آپ کا غلام مدعم یہیں شہید ہوا۔

ادائے عمرہ

فتح خیبر کے بعد تا انقضاء شوال سنہ ۷ھ آپ مدینہ میں مقیم رہے۔ جب ذیقعدہ کا چاند دکھائی دیا۔ اس منقضی عمرے کو ادا کرنے کے لئے مدینہ[1] سے روانہ ہوئے۔ جو یوم حدیبیہ میں قریش کے روکنے کے سبب سے نہ ہو سکا تھا۔ اور طے پایا تھا کہ سال آئندہ از روئے معاہدہ عمرہ ادا کرنے آئیں قریش کے چند اوباش طبیعت نوجوانوں نے دارالندوہ میں آپ کے خلاف مشورہ کیا۔ لیکن گزشتہ سال کے معاہدہ کے سبب سے ان کو روک نہ سکے مجبور ہو کر خود مکہ سے نکل گئے اس خیالی کراہت سے کہ آنحضرت (صلعم) سے ملاقات نہ ہو۔

حضرت میمونہ بنت الحرث سے عقد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع ان صحابہؓ کے جو سال گذشتہ میں بلا ادائے حج مقام حدیبیہ سے واپس گئے تھے مکہ میں داخل ہوئے طواف کیا تین روز تک مقیم رہے اور بعد احلال بنو ہلال بن عامر میں میمونہ بنت الحرثؓ (ابن عباسؓ و خالد بن الولید کی خالہ) سے عقد کیا اور یہ قصد کیا کہ مکہ ہی میں شب عروسی کی رسم ادا کریں۔ لیکن ایام مقررہ کے تمام ہو جانے سے قریش[2] نے ان کو مکہ میں ٹھہرنے نہ دیا چنانچہ نہایت عجلت کے ساتھ آپ مع اپنے اصحابؓ کے مکہ سے روانہ ہو گئے۔ ام المومنین میمونہؓ بنت الحرث سے مقام سرف میں رسم عروسی ادا کی۔

---

[1] اس مرتبہ مدینہ میں آپ نے روانگی کے وقت بجائے اپنے عویف بن الاضبط الدیلی کو مقرر فرمایا تھا۔

[2] ابن اسحاق کی روایت ہے کہ تین یوم مقررہ کے ختم ہونے پر قریش مکہ نے خویطب بن عبدالعزیٰ بن ابی قیس کو مع چند نفر قریش کے آنحضرت (صلعم) کے واپس چلے جانے کے لئے خدمت اقدس میں بھیجا۔ آنحضرت (صلعم) نے خویطب سے کہا کہ۔ اگر تم مجھے مہلت دیدیتے تو میں میمونہ بنت الحرثؓ سے عروسی کر لیتا اور تم لوگوں کی دعوت کرتا۔ خویطب نے ترش روئی سے جواب دیا کہ ہم کو تمہارے کھانے کی ضرورت نہیں ہے تم حسب عدہ فوراً چلے جاؤ۔ آنحضرت (صلعم) یہ سنتے ہی مع صحابہؓ کے مکہ سے روانہ ہو گئے اور ابو رافع کو میمونہ بنت الحرثؓ ام المومنین کے پاس چھوڑ گئے۔ یہ ان کو مقام سرف میں خدمت اقدس میں لائے وہیں آپ نے ان سے خلوت کی اور ذی الحجہ میں داخل مدینہ ہوئے۔

جنگ موتہ ۸ھ

حضرت عمرو بن العاص اور حضرت خالد بن ولید کا قبول اسلام

عمرۃ القضاء سے واپسی کے بعد آنحضرت (صلعم) جمادی الاول ۸ھ (مطابق ۶۲۹ء) تک مدینہ منورہ میں مقیم رہے۔ اس کے بعد امراء اسلام کو شام کی طرف روانہ کیا۔ لیکن اس واقعہ سے پیشتر عمرو بن العاصؓ و خالد بن الولید و عثمان بن ابی طلحہ سرداران قریش رضی اللہ عنہم، ایمان لا چکے تھے۔ عمرو بن العاصؓ کے ایمان لانے کا یہ ماجرا ہوا کہ یہ قریش کی طرف سے نجاشی والی حبشہ کے پاس ان مہاجرین کو لینے گئے جو کہ سے قریش کے مظالم سے تنگ آ کر حبشہ چلے گئے تھے۔ اتفاق سے نجاشی کے دربار میں عمرو بن امیہ الضمریؓ (جو آنحضرت صلعم کے سفیر ہو کر گئے تھے) اور عمرو بن العاصؓ سے ملاقات ہو گئی باتوں باتوں میں نجاشی پر اسلام کی حقانیت ظاہر ہو گئی اس وجہ سے اس نے مہاجرین کے دینے سے انکار کیا اور عمرو بن العاص سے نہایت سختی کے ساتھ پیش آیا۔ عمرو بن العاصؓ بظاہر نجاشی کے دربار سے ناکام نکلے۔ لیکن اس ناکامی نے ان کا کام کر دیا۔ ان کے دل کو جو کفر و الحاد کی تاریکی میں پڑا ہوا تھا۔ آفتاب اسلام نے اپنی روحانی روشنی سے منور کر کے اپنی تاریک و تیز شعاعوں سے اپنی طرف کھینچ لیا قریش میں پہنچ کر خالد بن الولیدؓ سے ملے اور ان کو اپنے ارادے سے آگاہ کیا۔ خالد بن الولیدؓ نے ان کی رائے سے اتفاق کیا اور ان کے ہمراہ مدینہ ہجرت کر گئے۔

صحابہ کرام کی بغرض جہاد روانگی

ان بزرگوں کے اسلام لانے اور ہجرت کر آنے کے بعد آنحضرت (صلعم) نے شام کی طرف لشکر اسلام روانہ کیا اس لشکر میں خالد بن الولیدؓ بھی شامل تھے۔ لشکر کا سردار زید بن حارثہؓ کو مقرر فرمایا اور ہدایت فرمائی کہ اگر اتفاق سے زید کو کوئی حادثہ پیش آ جائے تو جعفر بن ابی طالبؓ کو لشکر کا سردار مقرر کرنا اور اگر یہ بھی کسی حادثہ ناگہانی میں مبتلا ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ امیر لشکر ہوں اور اگر یہ بھی کسی قضاء الٰہی میں مبتلا ہو جائیں تو مسلمانوں کو اختیار ہے جس کو چاہیں اپنا امیر بنا لیں۔ آنحضرت (صلعم) نے یہ چند ضروری آئندہ والی باتیں سمجھا کر لشکر اسلام کو رخصت کیا۔ لشکریوں کی تعداد تقریباً تین ہزار تھی۔ جب یہ لوگ رفتہ رفتہ مقام معان سرزمین شام میں پہنچے تو یہ خبر معلوم ہوئی کہ ہرقل بادشاہ روم مسلمانوں کی نقل و حرکت سے مطلع ہو کر مقام مواب سرزمین بلقاء میں ٹھہرا ہوا ہے اور اس کے ہمراہ ایک لاکھ رومی سپاہی اور ایک لاکھ نصرانیاں عرب ہیں۔ جن میں یہ نصرانی لخم، جذام، قضاعہ، بہرو بلی اور قیس قبائل سے متعلق ہیں بنو اراشہ کا مالک بن رافلہ فوجی سردار ہے۔ اسلامی لشکر دو شب معان میں مقیم رہا اور باہم یہ مشورہ ہوتا رہا کہ رسول اللہ (صلعم) کو خط لکھا جائے اور ان کے حکم و امداد کا انتظار کیا جائے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ کا خطبۂ جہاد

عبداللہ بن رواحہؓ نے اسلامی لشکر کا یہ پس وپیش دیکھ کر بلند آواز سے لوگوں کو اپنی طرف مخاطب کرکے کہا: "انتم انما خرجتم تطلبون الشهادة وما نقاتل الناس بعدد ولا قوة الا بهذا الدين الذی اکرمنا الله به فانطلقوا الی جموع هرقل عند قریة موتة ورتبوا المیمنة والمیسرة واقتتلوا وما هی الا احدی الحسنیین اما ظهور واما شهادة" یعنی (تم شہادت کے شوق میں نکلے ہو ہم اکثریت اور طاقت کے بل پر نہیں لڑتے ہم تو اس دین کے لئے لڑتے ہیں جسے عطا فرما کر اللہ نے ہمیں سعادت بخشی ہے لہٰذا ہرقل کے لشکر کی طرف موتہ کی طرف بڑھو اور اپنا لشکر میمنہ اور میسرہ سے ترتیب دے کر لڑو تمہیں دو نیکیوں میں سے ایک نیکی ضرور ملے گی فتح یا شہادت)۔

حضرت زید بن حارث کی شہادت

اس کلام کے ختم ہوتے ہی مسلمانوں میں ایک تازہ روح دوڑ گئی۔ زید بن حارث ایک ہاتھ میں نیزہ اور دوسرے میں رایت اسلام لے کر اٹھ کھڑے ہوئے اور ہرقل سے مقام موتہ میں صف آرائی کی زید بن حارثؓ رایت اسلام لئے ہوئے لشکر کے آگے تھے میمنہ میں قطبہ بن قتادہ عذریؓ اور میسرہ میں عبایہ بن مالک انصاریؓ تھے زید بن حارثؓ لڑتے لڑتے آگے بڑھ گئے۔ دشمنان اسلام کے نرغے میں پھنس گئے۔ چاروں طرف تلوار اور نیزوں میں گھر کر لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

حضرت جعفر کی شہادت

ان کے بعد جعفر ابن ابی طالبؓ نے دوڑ کر رایت اسلام اٹھا لیا اور لڑنے لگے۔ یہاں تک کہ ان کا گھوڑا زخمی ہو کر گر پڑا اور یہ پاپیادہ ہو کر لڑنے لگے۔ دشمنانِ اسلام نے چاروں طرف سے ان پر وار شروع کر دیے۔ جب ان کا دایاں ہاتھ کٹ کر گرا تو انہوں نے رایت اسلام کو بائیں ہاتھ سے سنبھالا جب یہ بھی کٹ کر گرا تو عبداللہ بن رواحہؓ نے پہنچ کر رایت اسلام کو لے لیا اور لڑنے لگے۔ تھوڑی دیر تک لڑ کر یہ بھی شہید ہو گئے۔ لڑائی کا رنگ ابتداء ہی سے بظاہر بگڑتا ہوا نظر آ رہا تھا ان کی شہادت سے اور زیادہ خطرناک ہو گیا۔

حضرت خالدؓ بن ولید بحیثیت سپہ سالار لشکر

مخالفین نے خیال کیا کہ اب مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے رایت اسلام کو گرتے دیکھ کر اس کی طرف جھپٹے لیکن ان کے پہنچنے سے پہلے ثابت ابن اقرمؓ نے اٹھا لیا اور لشکر اسلام سے مخاطب ہو کر بولے "یا معاشر المسلمین اصطلحوا علی رجل منکم" "مسلمانو! کسی ایک شخص کے امیر بنانے پر اتفاق کر لو) لشکریان اسلام نے جواب دیا۔ "رضینا بك" (ہم لوگ تمہاری امارت پر راضی ہو گئے) ثابت بن اقرم نے امارت کو اہم عہدہ

سمجھ کر کہا:۔ ما انا بفاعل فاصطلحوا علی خالد بن الولید۔ (یعنی میں اس کام کا کرنے والا نہیں ہوں تم لوگ خالد بن الولیدؓ کی امارت پر اتفاق کرو) مسلمانوں نے اس رائے سے فوراً اتفاق کر لیا۔ مسلمانوں نے اس رائے سے اتفاق کر لیا۔ اور خالد بن الولیدؓ نے آگے بڑھ کر ثابت بن اقرم کے ہاتھ سے رایت اسلام لے لیا اور نہایت مردانگی سے لڑ کر رومیوں کو پسپا کر دیا۔

مجاہدین کی مراجعت

اس لڑائی میں علاوہ ان امراء لشکر اسلام کے اور دس[1] صحابیؓ شہید ہوئے لیکن رسمی طور پر اس خبر کے آنے سے پہلے آنحضرت (صلعم) نے ان امراء لشکر اسلام کے شہید ہونے کی اطلاع[2] اُسی دن دے دی تھی جس روز یہ لوگ شہید ہوئے تھے۔

---

[1] ابن ہشام نے علاوہ زید بن حارثہ وجعفر وعبداللہ بن رواحہ (رضی اللہ عنہم) کے شہدائے غزوہ موتہ میں نو آدمیوں کے نام لکھے ہیں وہو ہذا بنو عدی بن کعب سے مسعودؓ بن الاسود بنو مالک بن حسل سے وہبؓ بن سعد بنو حرث بن الخزرج سے عبادؓ بن قیس بنو غنم بن مالک بن نجار سے حرثؓ بن النعمان ابن اساف بنو مازن بن نجار سے سراقہ بن عمرو بن عطیہ وابو کلیبؓ وجابرؓ پسران عمرو بن زید بنو مالک ابن افصی سے عمروؓ وعامرؓ پسران سعد بن الحرث بن عباد رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔

[2] ابن اسحاق نے روایت کی ہے کہ جس روز غازیان اسلام پر مقام موتہ میں یہ حادثہ پیش آیا اُسی وقت آپ کو بالہام الٰہی کل واقعات کی اطلاع ہو گئی آپؐ نے مسلمانوں کو جمع کیا اور ممبر پر چڑھ کر فرمایا تمہارے لشکر کی یہ خبر آئی ہے کہ ان لوگوں نے دشمنوں کا مقابلہ کیا پس زید شہید ہوا (اللہ نے اُس کو بخش دیا) اس کے بعد جعفر نے رایت اسلام لیا۔ دشمنان اسلام نے ان کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ یہاں تک کہ یہ بھی شہید ہو گئے۔ (اللہ نے ان کو بھی بخش دیا) پھر عبداللہ بن رواحہ نے پرچم اسلام لیا یہ کہہ کر آنحضرت (صلعم) تھوڑی دیر خاموش رہے انصار کا چہرہ اس سے متغیر ہو گیا اور عبداللہ کی طرف سے ان کو سوء ظنی سی پیدا ہو گئی پھر آنحضرت (صلعم) نے فرمایا کہ یہ بھی مخالفوں سے لڑے اور شہید ہوئے بے شک یہ سب کے سب جنت میں اٹھائے گئے۔ یہ سب تخت زریں پر متمکن ہیں لیکن عبداللہ کا تخت اُن دونوں آدمیوں کے تخت سے گھٹ کر ہے اس وجہ سے کہ انھوں نے رایت اسلام لینے کے وقت کسی قدر پس و پیش کیا تھا پھر فرمایا کہ ان کے بعد رایت اسلام کو سیف من سیوف اللہ خالد بن الولیدؓ نے لیا اور لڑائی کی بگڑی ہوئی حالت کو سنبھالا۔ اُسی دن سے خالد بن الولیدؓ سیف اللہ کے لقب سے مشہور ہو گئے۔ واللہ اعلم۔

جب یہ لوگ غزائے موتہ سے واپس ہوتے تو آنحضرت (صلعم) نے ان لوگوں کا مدینہ سے باہر استقبال کیا۔ جعفر ابن ابی طالبؓ کی شہادت سے آپ کو سخت صدمہ ہوا۔ عبد اللہ بن جعفرؓ کو۔ ریہ اُس وقت لڑکے تھے، اٹھا کر اپنی سواری پر سوار کر لیا۔ جوش محبت و فرط غم سے آنسو نکل آئے۔ ان کی مغفرت کی دعا کی اور فرمایا "کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دو بازو مرحمت فرمائے ہیں۔ جس سے وہ جنت میں اُڑتے ہیں اُسی روز سے جعفر ابن ابی طالبؓ ذوالجناحین کے لقب سے موسوم ہوئے۔ اسی اعتبار سے بعض ان کو طیّار بھی کہتے ہیں۔

باب ۸

فتح مکہ ۸ ھ

بنو خزاعہ اور بنو بکر کی عداوت

اس سے پیشتر ہم تحریر کر چکے ہیں کہ جس وقت مقام حدیبیہ میں آنحضرت (صلعم) و قریش میں مصالحت ہوئی اور عہد نامہ لکھا گیا تھا اس وقت خزاعہ خواہ مومن ہوں یا کافر آنحضرت (صلعم) کے گروہ میں داخل ہو گئے تھے اور قریش کے گروہ میں بنو بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ شامل ہوتے تھے اور زمانہ جاہلیت سے ان دونوں قبیلوں خزاعہ و بکر میں ان بن چلی آ رہی تھی اس وجہ سے کہ مالک بن عباد بنو حضرمی حلیف اسود بن زرن الدیلی البکری کچھ تجارت کا مال لے کر خزاعہ کے ملک میں گیا تھا خزاعہ نے اس کو قتل کر کے اس کا مال و اسباب لوٹ لیا تھا۔ بنو بکر نے اس کے معاوضہ میں موقع پا کر خزاعہ کے ایک آدمی کو مار ڈالا۔ خزاعہ نے اس واقعہ سے برہم ہو کر سلمیٰ و کلثوم و ذویب شرفاء بنو بکر قبل اسلام مقام عرفہ میں قتل کیا۔ خزاعہ و بنو بکر میں باہم یہ چوٹیں چل رہی تھیں کہ اسلام کا زمانہ آ گیا اور ان دونوں قبیلوں نے اسلام کے معاملات میں پڑ کر اپنی قدیمی عداوت کو بھلا دیا تھا۔

صلح حدیبیہ کی تنسیخ

مقام حدیبیہ میں ایک میعادی صلح ہو گئی اور مومنین و کافرین ایک دوسرے سے بے خوف ہو گئے اس وقت بنو بکر سے نوفل بن معاویہ نے خزاعہ سے بدلہ لینے کا موقع مناسب سمجھ کر خزاعہ پر حملہ کر دیا۔

نوفل بن معاویہ کے ساتھ اس واقعہ میں کل بنو بکر شامل نہ تھے بلکہ صرف بنی صدان کے ہمراہ نکلے اور باقی نے روانگی سے انکار کر دیا۔ قریش میں سے صفوان بن امیہ و عکرمہ بن ابی جہل و سہل بن عمرو وغیرہ نے پوشیدہ طور سے ان کی امداد کی نوفل بن معاویہ مع اپنے ہمراہیوں کے خزاعہ پر چڑھ گیا خزاعہ مقابلہ سے مجبور ہو کر حرم میں آ چھپے۔ لیکن نوفل کے جوش انتقام نے ان کو حرم میں بھی پناہ نہ لینے دی۔ چنانچہ خزاعہ سے چند آدمی حرم میں مارے گئے۔ بدیل بن ورقاء خزاعی کے گھر میں گھس گئے اور اس کو لوٹ کر واپس چلے آئے۔ اس واقعہ نے

صلح حدیبیہ کو نسخ کردیا اور یہی فتح مکہ کا باعث ہوا۔

ابوسفیان کی صلح حدیبیہ کی تجدید کی کوشش

اس واقعہ کے بعد بدیل بن ورقاء اور عمرو بن سالم اپنی قوم کے چند آدمیوں کو لے کر آنحضرت (صلعم) کی خدمت میں حاضر ہوئے بنو بکر اور قریش کی عہد شکنی و ظلم کی شکایت کرکے امداد کے خواستگار ہوئے۔ آپ نے ان سے امداد کا وعدہ فرمایا جس وقت یہ لوگ واپس ہوئے آپ نے فرمایا کہ ابوسفیان مکہ سے مدت صلح بڑھانے اور عہد کو مضبوط کرنے آرہا ہے لیکن بے نیل مرام واپس جائے گا اور یہی واقعہ فتح مکہ کا باعث ہوگا۔ قریش اپنے کئے پر پشیمان ہوں گے۔ چنانچہ ابوسفیان اور بدیل بن ورقاء سے مقام عسفان میں ملاقات ہوئی ابوسفیان نے کہا بدیل تو کہاں سے آرہا ہے؟ بدیل نے جواب دیا اسی وادی سے۔ بدیل یہ کہکر آگے بڑھ گیا اور ابوسفیان رفتہ رفتہ مدینہ میں پہنچ کر اپنی لڑکی ام المؤمنین ام حبیبہؓ کے پاس گیا ام حبیبہؓ نے فرش کو لپیٹ لیا اور یہ کہا کہ یہ آنحضرت (صلعم) کا بچھونا ہے اس پر مشرک نہیں بیٹھ سکتا۔ ابوسفیان نے جھلا کر کہا۔ اے لڑکی تو میرے بعد شر میں مبتلا ہوگی۔ ام حبیبہؓ نے جواب دیا نہیں! بلکہ میں نور اسلام سے منور ہوگئی۔ اس کے بعد ابوسفیان اٹھکر مسجد میں آیا اور آنحضرت (صلعم) سے کچھ باتیں کیں لیکن آپ نے جب کچھ جواب نہ دیا تو وہاں سے حضرت ابوبکرؓ کے پاس گیا اور ان سے سفارش کرنے کو کہا انھوں نے انکار کیا۔ تب حضرت عمر ابن الخطابؓ کے پاس گیا۔ حضرت عمر ابن الخطاب نے اس کی صورت دیکھتے ہی فرمایا واللہ اگر مجھ کو یہ معلوم ہوگیا ہوتا کہ آنحضرت (صلعم) کا کیا قصد ہے تو میں تم سے آج نپٹ لیتا۔

ابوسفیان اس بات کو سن کر چپکا حضرت علی بن ابی طالبؓ کے پاس چلا آیا

حضرت علی ابن ابی طالبؓ کے پاس اُس وقت اُن کی بیوی فاطمہؓ زہرا اور حسنؓ بیٹھے ہوئے تھے، ابوسفیان نے اپنی وہی التجا حضرت علی ابن ابی طالبؓ سے بھی پیش کی حضرت علیؓ نے فرمایا " میں اس سلسلے میں آنحضرت (صلعم) سے کچھ گفتگو نہیں کرسکتا جس میں انھوں نے کچھ قصد کرلیا ہے۔" ابوسفیان یہ سن کر حضرت فاطمہؓ کی طرف متوجہ ہوا اور ان سے کہا " اے بنت محمد (صلعم) کیا تم اپنے اس لڑکے (حسنؓ) کو یہ نہیں حکم دے سکتی ہو کہ یہ محمد (صلعم) سے جاکر میری کچھ سفارش کرے؟" حضرت فاطمہؓ نے جواب دیا۔ کوئی شخص آنحضرت (صلعم) سے کچھ نہیں کہہ سکتا اور نہ کسی کی سفارش کرسکتا ہے۔"

ابوسفیان کی بے نیل مرام واپسی

ابوسفیان اس جواب سے مایوسی کی حالت میں خاموش ہوکر بیٹھ گیا اور دل میں یہ سوچنے لگا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ اتنے میں حضرت علیؓ نے فرمایا۔ اے ابوسفیان میں تم کو ایک نہایت عمدہ تدبیر بتلاتا ہوں " ابوسفیان یہ سن کر خوش ہوگیا اور

ان کی طرف دیکھنے لگا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا تم بنوکنانہ کے سردار ہو تم کو کسی کے تعارف کرانے کی کچھ ضرورت نہیں ہے اٹھو اور سیدھے مسجد میں چلے جاؤ اور بآواز بلند یہ کہہ کر کہ میں مدت صلح بڑھانے اور عہد نامہ کے اقرار کو مضبوط کرنے آیا ہوں" اپنے شہر واپس چلے جاؤ۔ ابوسفیان نے کہا کہ کیا یہ بات تم میرے نفع کی کہتے ہو؟ علیؓ نے فرمایا۔ میرا گمان یہی ہے، لیکن وقت تو یہ ہے کہ اس کے سوا اور کوئی تدبیر بھی نہیں ہے تم خود سوچ لو کہ اس میں تمہارا کہاں تک نفع اور کس حد تک نقصان ہے ابوسفیان اس کلام کے تمام ہوتے ہی اٹھ کر مسجد میں آیا اور بلند آواز سے یہ کہہ کر "کہ میں مدت صلح بڑھائے جاتا ہوں اور از سرنو عہد و اقرار کو مضبوط کئے جاتا ہوں" مکہ کو چل کھڑا ہوا اہل مکہ نے یہ واقعہ سن کر ابوسفیان سے کہا کہ تو نے کچھ نہ کیا۔ حضرت علیؓ نے تمہارے ساتھ مسخرہ پن کیا۔

حضرت حاطبؓ کا خفیہ خط

ابوسفیان کی روانگی کے بعد آنحضرت (صلعم) نے مکہ کی طرف چلنے کا حکم دیا صحابہ (رضوان اللہ علیہم) سامان سفر و آلات حرب درست کرنے لگے اس اثناء میں حاطب ابن ابی بلتعہؓ نے ایک خط میں ان حالات کو لکھ کر ایک عورت مزینہ کنود نامی کے ہاتھ اہل مکہ کی طرف روانہ کیا آنحضرت (صلعم) کو بذریعہ وحی اس امر کی اطلاع ہوگئی آپ نے حضرت علیؓ، زبیر اور مقداد (رضی اللہ عنہم) کو اس عورت کے گرفتار کرنے کے لئے روانہ کیا۔ ان لوگوں نے اس کو روضہ خاخ میں پہنچ کر گرفتار کر لیا۔ سارا اسباب اس کا ڈھونڈا لیکن خط کا پتہ نہ لگا۔ تب آپس میں کہنے لگے کہ رسول اللہ (صلعم) نہایت سچے ہیں تعجب ہے کہ خط نہیں ملتا۔

مزینہ کنود کی گرفتاری

علیؓ نے اس عورت سے کہا کہ بہتر ہوگا کہ تو اس خط کو دیدے ورنہ ہم بہت تنگ کریں گے۔ عورت اس دھمکی میں آگئی اور اس نے اپنے جوڑے سے نکال کر خط دیدیا۔ یہ لوگ اس عورت کو مع خط کے آنحضرت (صلعم) کے پاس پکڑ لائے۔ آپ نے حاطب بن ابی بلتعہ سے فرمایا یہ کیا معاملہ ہے۔ حاطبؓ نے عرض کیا اے رسول اللہ (صلعم) واللہ میں مسلمان ہوں مجھے اسلام میں کچھ شک وشبہ نہیں ہے۔ لیکن میرے متعلقین قریش میں ہیں میں نے یہ چاہا تھا کہ وہ میرے غیاب میں میرے اہل و عیال کی حفاظت کریں۔ حضرت عمر ابن الخطابؓ نے عرض کیا۔ اے رسول اللہ (صلعم) مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں اس منافق کی گردن ماردوں۔ آنحضرت (صلعم) نے فرمایا کیا عمرؓ تمہیں معلوم نہیں ہے کہ اہل بدر کی شان میں اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا "اعملوا ماشئتم فلاني قد غفرت لكم" یعنی جو چاہو کرو میں نے تمہارے گناہ بخش دیئے۔

رسول اللہؐ کی مکہ کو روانگی

دس رمضان ۸ھ کو دس ہزار کی جمعیت سے رسول اللہ (صلعم) مدینہ

سے بقصد فتح مکہ روانہ ہوئے اس گروہ میں ایک ہزار مرد بنو سلیم کے اور ایک ہزار مزینہ کے اور غفار کے چار سو اور اسلم کے چار سو اور باقی قریش و اسد و تمیم اور مہاجرین و انصارؓ کے ممالیک و کتاب (رضی اللہ عنہم) تھے مدینہ میں کلثوم بن حصین بن عتبہ غفاری آپ کے قائم مقام ہوئے جس وقت آپ ذی الحلیفہ اور بعض کہتے ہیں کہ جحفہ میں پہنچے عباس ابن عبد المطلبؓ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آتے ہوئے ملے آنحضرت (صلعم) کے کہنے سے حضرت عباسؓ نے اپنا اسباب مدینہ بھیج دیا اور خود آپ کے ہمراہ بقصد جہاد لشکر اسلام کے ہمراہ مکہ واپس ہوئے۔ نیق العقاب میں ابو سفیان بن الحرث و عبد اللہ بن ابی امیہ سے ملاقات ہوئی یہ لوگ بھی ہجرت کئے ہوئے آرہے تھے لیکن اس وقت تک یہ لوگ مسلمان نہ ہوئے تھے۔ انھوں نے حاضری کی اجازت چاہی اجازت نہ ملی ام المومنین ام سلمہؓ نے ان کے بارے میں آنحضرت (صلعم) سے کچھ گفتگو فرمائی، تب ان کو حاضری کی اجازت ہوئی۔ ان لوگوں نے حاضر ہوتے ہی اسلام قبول کر لیا اور مسلمانوں کے ہمراہ مکہ روانہ ہوئے عشاء کے وقت مر الظہران میں لشکر اسلام اترا آپ نے ایک ہزار کی ایک ایک جماعت علیحدہ کر کے ہر ایک سے آگ روشن کرنے کے لئے فرمایا اور حضرت عمر ابن الخطابؓ کو پٹرول پر رکھا۔

حضرت عباسؓ اور ابو سفیان

حضرت عباس ابن عبد المطلبؓ کے دل میں دفعۃً یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر قریش نے اس مرتبہ آنحضرت (صلعم) کے حکم سے مخالفت کی اور آپ مکہ میں بجبر داخل ہوئے تو قریش کی خیریت نہیں ہے۔ یہ خیال رفتہ رفتہ اس قدر ترقی پذیر ہوا کہ حضرت عباس ابن عبد المطلبؓ آنحضرت (صلعم) کے خچر پر سوار ہو کر اس ارادہ سے لشکر سے باہر چلے کہ مبادا مکہ کے کسی جانے والے کے ذریعہ اہل مکہ کو سمجھا دیں۔ اتفاق سے ابو سفیان بن حرب و بدیل بن ورقاء و حکیم بن حزام مجزی کی غرض سے مکہ سے نکل کر وادی میں پھر رہے تھے بدیل بن ورقاء کہہ رہے تھے۔ کہ یہ آگ بنو خزاعہ کی ہے ابو سفیان نے اس کا جواب دیا "خزاعہ میں یہ قوت کہاں سے آئی وہ نہایت کمزور اور ذلیل ہیں اُن کے پاس اتنا لشکر ہرگز جمع نہیں ہو سکتا۔" حضرت عباسؓ نے یہ کلام سن کر بلند آواز سے کہا یہ لشکر رسول اللہ صلعم کا ہے واللہ ہم اگر تم فتح یاب ہو گئے، تو تم کو مار ڈالیں گے۔ افسوس قریش کی حالت پر۔ بہتر ہوگا کہ امن کے خواستگار ہو جاؤ اور اطاعت قبول کر لو۔ ابو سفیان اس آواز کو سن کر ڈھونڈھتا ہوا حضرت عباسؓ کے پاس آیا حضرت عباسؓ اسے اپنے ہمراہ لئے لشکر اسلام کی طرف روانہ ہوئے حضرت عمر ابن خطابؓ اپنے ساتھ ابو سفیان کو لاتا دیکھ کر اُس کی طرف جھپٹے حضرت عباسؓ نے کہا کہ میں نے اس کو اپنے امن میں لیا ہے حضرت عمر ابن الخطابؓ نے کہا یہ دشمن خدا اور رسول ہے۔ یہ بغیر کسی عہد و اقرار کے ہاتھ آگیا ہے میں اس کو زندہ نہ چھوڑوں گا۔ چونکہ حضرت عمر ابن الخطابؓ پیادہ تھے اور عباسؓ و ابو سفیان سوار تھے۔ اس وجہ سے حضرت عباسؓ ابو سفیان کو اپنے ہمراہ لئے ہوئے نہایت تیزی سے آنحضرت (صلعم) کی خدمت میں پہنچ گئے

اور ان کے پیچھے پیچھے تلوار کھینچے ہوئے حضرت عمر ابن الخطاب آ پہنچے، اور عرض کیا یا رسول اللہ (صلعم) یہ دشمن خدا ابوسفیان بلا کسی عہد و اقرار کے ہاتھ آ گیا ہے مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کی ابھی گردن مار دوں۔ حضرت عباسؓ نے کہا یا رسول اللہ میں نے اس کو اپنے امن میں لے لیا ہے۔ حضرت عمر ابن الخطابؓ اس پر ملتفت نہ ہوئے اس کے قتل پر اصرار کرتے رہے اور تلوار کھینچے ہوئے حکم و اشارہ کے منتظر تھے کہ حضرت عباسؓ نے جھلا کر کہا کہ اگر یہ بنو عدی سے ہوتا تو عمرؓ تم اتنا اس کے قتل پر اصرار نہ کرتے لیکن چونکہ تم جانتے ہو کہ یہ بنو عبد مناف سے ہے اس وجہ سے اس کے قتل پر تم زیادہ مچل رہے ہو۔ حضرت عمرؓ ابن الخطابؓ نے جواب دیا واللہ تمہارا اسلام میرے نزدیک خطاب کے اسلام سے زیادہ محبوب تھا۔ اس وجہ سے کہ میں جانتا تھا کہ رسول اللہ (صلعم) کا بھی مبارک خیال یہی تھا۔ حضرت عباسؓ افسوس ہے کہ تمہارا میری نسبت ایسا خیال ہے تم جو چاہو سمجھو مگر میں اس کو زندہ نہ چھوڑوں گا۔

ابوسفیان کو امان

عباسؓ اس کلام کا جواب بھی نہ دینے پائے تھے کہ حضرت عمر حضرت ابن الخطابؓ ابوسفیان کی طرف جھپٹے آنحضرت (صلعم) نے ارشاد کیا میں نے اس کو شب بھر کے لئے مہلت دی حضرت عمر ابن الخطابؓ یہ سن کر دم بخود ہو گئے تلوار کو نیام میں کر لیا۔ اس کے بعد حضرت عباسؓ کو یہ حکم دیا کہ ابوسفیان کو اپنے خیمہ میں لے جاؤ صبح کو میرے پاس لانا۔ دوسرے دن صبح ہوتے ہی عباس ابن عبد المطلبؓ ابوسفیان کو ہمراہ لئے ہوئے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت (صلعم) نے ابوسفیان سے مخاطب ہو کر فرمایا، ابوسفیان کیا ابھی تیرے نزدیک اس کا وقت نہیں آیا ہے کہ تو لا الہ الا اللہ پر ایمان لائے ابوسفیان نے عرض کیا میرے مادر و پدر آپ پر قربان ہوں آپ نہایت حلیم و کریم ہیں بخدا کل سے مجھے یقین ہو گیا کہ اگر سوائے اللہ کے اور کوئی اللہ ہوتا تو مجھکو ضرور آپ کی امداد سے مستغنی کر دیتا۔

ابوسفیان کا قبول اسلام

آنحضرت (صلعم) نے ارشاد کیا "شرم کی بات ہے کیا ابھی اس کا وقت نہیں آیا ہے کہ تو مجھے اللہ کا رسول جانے" ابوسفیان نے کہا میرے مادر و پدر آپ پر فدا ہوں اس امر میں مجھے پس و پیش ہے۔ حضرت عباسؓ نے کہا تجھ پر تف ہو تو اپنی گردن زنی سے پہلے اسلام لا۔ ابوسفیان یہ سن کر عباس کی طرف تعجب سے دیکھنے لگا۔ عباسؓ نے کہا دیکھ وہ عمرؓ آ رہے ہیں۔ پس محمد الرسول اللہ کہدے ورنہ آتے ہی وہ تیری گردن اڑا دیں گے۔ ابوسفیان نے یہ سنتے ہی گھبرا کر محمد الرسول کہہ دیا اور مسلمانوں میں داخل ہو گیا۔

ابوسفیان کی عزت افزائی

ابوسفیان کے ایمان لانے کے بعد حضرت عباس ابن ابی طالبؓ نے آنحضرت (صلعم) سے عرض کیا کہ ابوسفیان مکہ کے سرداروں میں ہے۔ فخر کو زیادہ

پسند کرتا ہے آپ اس کے لئے کوئی ایسا امتیاز کر دیجئے جس سے یہ اوروں سے ممتاز سمجھا جائے۔ آپ نے فرمایا اچھا جو شخص ابو سفیان کے مکان میں داخل ہو جائے وہ مامون ہے اور جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کرلے وہ مامون ہے۔ جو مسجد حرام میں داخل ہو جائے وہ مامون ہے اس کے بعد حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ ابو سفیان کو لے کر کنارہ وادی پر کھڑے ہو جاؤ تاکہ یہ اللہ کے لشکریوں کو دیکھے۔ چنانچہ حضرت عباسؓ خود ابو سفیان کو لے کر ایک ٹیلہ پر کھڑے ہو گئے قبیلہ قبیلہ کا گروہ جوق در جوق گزرنے لگا ابو سفیان ہر ایک کو تعجب کی نگاہ سے دیکھتا جاتا اور پوچھتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ (صلعم) مہاجرینؓ والانصارؓ کے گروہ میں مسلح زرہیں اور سفید خود پہنے ہوئے گزرے۔ ابو سفیان نے گھبرا کر دریافت کیا۔ "من ھؤلاء" (یہ کون لوگ ہیں) حضرت عباسؓ نے کہا۔ ھذا رسول اللہ فی المھاجرین والانصار۔ یعنی (یہ مہاجرین والنصار میں اللہ کے رسول ہیں) ابو سفیان نے تعجب سے کہا تمہارے بھائی کے لڑکے کا ملک بہت بڑھ گیا اور اس کا لشکر بے حد زیادہ ہو گیا۔ عباسؓ نے کہا اے ابو سفیان یہ بادشاہی نہیں ہے بلکہ نبوت ہے۔ پھر ابو سفیان نے پوچھا یہ سب کہاں جا رہے ہیں اور کیا کریں گے۔ حضرت عباسؓ نے جواب دیا تیری قوم پر جاتے ہیں۔

اہل مکہ کو امان

ابو سفیان یہ سن کر خاموش ہو گیا اور ان سے رخصت ہو کر مکہ آیا اور اہل مکہ کو اس امر سے مطلع کیا جس نے ان کو گھیر لیا تھا اور یہ بتلایا کہ رسول اللہ (صلعم) نے فرمایا ہے جو شخص مسجد میں یا ابو سفیان کے مکان میں داخل ہو یا دروازہ بند کرلے وہ مامون ہے۔ لشکر اسلام کا رایت سعد بن عبادہؓ کے ہاتھ میں تھا جس وقت یہ ابو سفیان کے پاس سے ہو کر گزرے اس وقت جوش میں آ کر کہہ اٹھے ؎ الیوم یوم الملحمہ ؛ الیوم تحل الحرمۃ" یعنی آج لڑائی کا دن ہے۔ اور آج حرمتِ کعبہ حلال ہے) آنحضرت (صلعم) نے یہ سن کر رایت سعد بن عبادہؓ کے ہاتھ سے لے کر حضرت علی ابن ابی طالبؓ کو دیدیا۔ میمنہ میں خالد بن الولیدؓ۔ اسلم وغفار ومزینہ وجہینہ کو لئے ہوئے اور میسرہ میں زبیرؓ اور مقدمۃ الجیش میں عبیدہ ابن الجراحؓ اور قلب لشکر میں آنحضرت (صلعم) مع حضرت ابو بکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ (رضی اللہ عنہم) کے رونق افروز ہوئے حضرت زبیرؓ کو اعلیٰ مکہ سے اور خالدؓ کو اس کے اسفل سے داخل ہونے کو فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص چھیڑ کرے اس سے لڑنا۔ خود بہ نفس نفیس ذی طویٰ کی طرف سے مکہ میں داخل ہوئے۔ عکرمہ بن ابی جہل وصفوان بن امیہ وسہیل بن عمرو وغیرہ نے مقابلہ کے ارادہ سے کچھ لوگوں کو جمع کیا تھا۔ چنانچہ ان کا سامنا خالد بن الولیدؓ سے ہو گیا مسلمانوں میں سے کرز بن جابر (جو محارب سے) خنیس بن خالد (خزاعہ سے) سلمہ بن جہینہ شہید ہوئے۔ مشرکین کی طرف کے تیرہ آدمی

مارے گئے۔ باقی آدمیوں کو آپ نے امن دیدیا یہ فتح ۲۰ رمضان ۸ھ کو ہوئی۔

عبدالعزیٰ بن خطل کا قتل

یوم فتح مکہ چند آدمیوں کا خون آپ نے مباح کر دیا تھا منجملہ ان کے ایک عبدالعزیٰ بن خطل (بنو تیم الادرم ابن غالب سے) تھا۔ یہ پہلے مسلمان ہو گیا تھا۔ اس کو آپؐ نے صدقات وصول کرنے بھیجا تھا۔ اس کے ساتھ ایک انصاری اور ایک غلام رومی تھا اثنائے راہ میں غلام رومی کو اس نے قتل کر ڈالا اور مرتد ہو کر مکہ بھاگ گیا تھا۔ یوم فتح مکہ، کعبہ کا پردہ اس خیال سے پکڑ لیا کہ شاید اس کی حرمت اس کو امید زندگی کو امن دے سکے۔ لیکن اس کو وہاں بھی پناہ نہ ملی۔ سعد بن حریث مخزومیؓ اور ابو برزہ اسلمیؓ نے قتل کیا۔

عبداللہ بن سعد

دوسرا عبداللہ بن سعد بن ابی سرح آنحضرت (صلعم) کا کاتب تھا یہ مرتد ہو کر مکہ چلا گیا تھا یوم فتح جان کے خوف سے چھپ گیا فتح کے بعد حضرت عثمان ابن عفانؓ کے پاس آیا یہ اُس کے رضاعی بھائی تھے۔ حضرت عثمانؓ اُس کو آنحضرت (صلعم) کی خدمت میں لے کر آئے اور عرض کیا کہ میں نے اس کو امن دیا تھوڑی دیر تک آپؐ سکوت میں رہے ایک ساعت بعد آپؐ نے بھی امن دیدیا پھر جب یہ باہر نکلا تو آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا۔ جب میں سکوت میں تھا۔ تم نے اُس کی گردن کیوں نہ ماردی۔ انصارؓ کے کسی نوجوان نے عرض کیا کاش آپ نے ہم کو اشارہ کر دیا ہوتا آنحضرت (صلعم) نے کہا نبی اشارہ بازی نہیں کرتا۔ اس مرتبہ اسلام لانے کے بعد عبداللہ بن سعد نہایت سچائی اور صفائی سے رہے کوئی برائی اُن سے نہیں ظاہر ہوئی حضرت عمرؓ و عثمانؓ نے ان کو اپنے زمانہ خلافت میں مختلف بلاد کا حکمران مقرر کیا تھا۔

حویرث بن نقیل اور مقیس بن صبابہ کا قتل

تیسرا قابل گردن زدنی حویرث بن نقیل بنو عبد قصی سے تھا یہ قبل ہجرت مکہ میں آنحضرت (صلعم) کو بہت ایذائیں دیتا تھا اس کو حضرت علی ابن ابی طالبؓ نے یوم فتح قتل کیا۔ مقیس بن صبابہ بھی انھیں قابل قتل لوگوں میں سے تھا یہ غزوہ خندق میں آیا تھا اور ایک انصاری کو (جس نے اس سے پیشتر کسی کے دھوکہ میں اس کے بھائی کو مارڈالا تھا) قتل کر کے مرتد ہو کر مکہ بھاگ آیا تھا یوم فتح اس کو نمیلہ بن عبداللہ لیثی (اس کے چچا کے لڑکے) نے مارا منجملہ ان کے ابن اخطل کی دو لونڈیاں تھیں جن کا شب و روز یہ کام تھا کہ وہ دونوں آنحضرت (صلعم) کی ہجو گاتی تھیں۔ ایک تو ان میں سے ماری گئی اور دوسری نے امن کی درخواست کی آپ نے اس کو امن دیدیا۔ ان کے علاوہ بنو عبدالمطلب کی ایک خادمہ سارہ نامی بھی اسی گروہ میں تھی لیکن امن کی درخواست نے اس کی بھی جان بخشی کرا دی' نیز بنو مخزوم کے دو شخصوں حرث بن ہشام و زہیر بن ابی امیہ

برادر ام سلمہؓ نے اُم ہانیؓ بنت ابی طالبؓ سے پناہ طلب کی۔ ام ہانیؓ نے ان کو امن دیا اور آنحضرت (صلعم) نے اس کو بحالہ قایم رکھا۔

زیارت کعبہ

فتح کے بعد آنحضرت (صلعم) مسجد حرام میں داخل ہوئے کعبہ کا طواف کیا۔ حضرت عثمان بن طلحہؓ سے کلید کعبہ لے کر کعبہ میں داخل ہوئے۔ آپ کے ہمراہ اُس وقت حضرت اسامہ بن زیدؓ و بلالؓ و عثمانؓ بن طلحہؓ تھے مجاورت بیت اللہ انھیں کے قبضہ میں رکھی۔ پس اس وقت سے آج تک اولاد شیبہ بیت اللہ کے مجاور ہوتے چلے آتے ہیں۔ کعبہ کے اندر و باہر و اطراف میں جس قدر اصنام تھے۔ ان کو توڑ کر گرا دینے کا حکم دیدیا خود بہ نفس نفیس دست مبارک میں ایک چھڑی لئے ہوئے بتوں کی طرف اشارہ کرکے فرما رہے تھے "جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا" ...... یعنی (آگیا حق اور بھاگ گیا باطل۔ بے شک باطل بھاگنے والا تھا) آپ کے ان کلمات فرمانے اور اشارہ کرنے سے کوئی بُت ایسا نہ تھا جو اوندھا منہ کے بل نہ گر پڑا ہو۔ جب نماز کا وقت آیا تو بلالؓ نے آپ کے حکم سے کعبہ کی پشت پر اذان دی صحابہؓ جمع ہوئے اور جماعت کے ساتھ بے خوف و خطر نماز ادا کی۔

اہل مکہ سے خطاب

اس کامیابی و فتح کے دوسرے دن آنحضرت (صلعم) باب کعبہ پر کھڑے ہوئے اور رسوم جاہلیت "مجاورت بیت اللہ و سقایۃ الحاج" کو برقرار رکھا اور یہ فرمایا کہ "اس سے قبل اور نہ اس کے بعد مکہ کسی کے لئے حلال نہیں ہوا اور بے شک آج کے دن ایک ساعت

ؔ اس مضمون کو آنحضرت (صلعم) نے ایک جداگانہ خطبہ میں (جو آئندہ نقل کیا گیا ہے) بیان فرمایا تھا۔ جیسا کہ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ فتح مکہ کے دوسرے دن ایک خزاعی نے ایک ہذلی مشرک کو مار ڈالا۔ آنحضرت (صلعم) نے یہ سُن کر صحابہؓ کو جمع کرکے یہ خطبہ پڑھا: "یا ایھا الناس ان اللہ حرم مکۃ یوم خلق السموات والارض فھی حرام الی یوم القیامۃ فلا یحل لامرئ یومن باللہ والیوم الاخر ان یسفک فیھا دما ولا یعضد فیھا شجرا لم تحلل لاحد کان قبلی ولا تحل لاحد یکون بعدی ولم تحلل لی الا ھذہ الساعۃ غضبا علی اھلھا الا ثم قد رجعت کحرمتھا بالامس فلیبلغ الشاھد منکم الغائب فمن قال لکم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قاتل فیھا فقولوا ان اللہ قد احلھا لرسولہ ولم یحللھا لکم یا معشر خزاعۃ ارفعوا ایدیکم عن القتل فلقد کثر القتل لقد قتلتم قتیلا لادینہ فمن قتل بعد (باقی ص۱۶۵ پر)

کے لئے میرے واسطے حلال ہوگیا تھا۔ لیکن اب پھر اس کی حرمت حسب سابق بحال ہوگئی۔ اس کے بعد آپ نے یہ خطبہ پڑھا "لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ صدق وعدہٗ ونصر عبدہٗ وھزم الاحزاب وحدہٗ الا ان کل ماثورۃ او دم او مال یدعی فی الجاھلیۃ فھو تحت قدمی ھاتین الا سدانۃ الکعبۃ وسقایۃ الحاج الا وان قتل الخطا مثل العمد بالسوط والعصا فیہ الدیۃ مغلظۃ مائۃ من الابل منھا اربعون فی بطونھا اولادھا یامعشر قریش ان اللّٰہ قد اذھب عنکم نخوۃ الجاھلیۃ وتعظمھا بالآباء الناس من آدم وآدم خلق من تراب قال اللّٰہ تعالیٰ یاایھا الناس انا خلقناکم من ذکر وانثی وجعلناکم شعوباً وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللّٰہ اتقاکم ان اللّٰہ علیم خبیر یامعشر قریش ما ترون انی فاعل بکم قالوا خیراً اخ کریم وابن اخ کریم قال فانی اقول کما قال یوسف لاخوتہ لا تثریب علیکم الیوم اذھبوا فانتم الطلقاء" یعنی "حق وار عبادت اللہ ہی ہے جو تنہا ہے اور شریک سے بری ہے۔ اللہ نے اپنا وعدہ پورا کیا اپنے بندے کی مدد کی اور تنہا لشکر کو شکست دی۔ کان کھول کر سن لو، ہر رسم یا خون یا مال جس کا جاہلیت میں دعویٰ کیا جاتا تھا میرے پیروں کے نیچے ہے (میں نے ان سب کو مسل دیا) ہاں کعبہ کی مجاورت اور زمزم پلانے کا عہدہ

(بقیہ حاشیہ ص۱۶۴) مقامی ھذا فاھلہ بخیر النظرین ان شاؤا فدم قاتلہ وان شاؤا فعقلہٗ یعنی (لوگو! اللہ نے جس روز آسمانوں زمین پیدا کئے تھے اُسی روز مکہ حرام فرما دیا تھا لہٰذا مکہ قیامت تک حرام رہے گا۔ لہٰذا اللہ اور قیامت پر ایمان لانے والے کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اس میں خونریزی کرے یا اس کا کوئی سرسبز درخت کاٹے۔ مکہ نہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال ہوا اور نہ میرے بعد حلال ہوگا' اور میرے واسطے بھی بجز اس ساعت کے حلال نہیں کیا گیا۔ اب اس کی حرمت حسب سابق لوٹ آئی۔ میرا یہ پیغام موجود غیر موجود کو پہنچا دے۔ اگر کوئی تم سے یہ کہے کہ رسول (صلعم) نے مکہ میں جنگ کی ہے تو اُس سے کہنا کہ اللہ نے مکہ اپنے رسول کے واسطے حلال کر دیا تھا مگر تمہارے لئے حلال نہیں کیا۔ اے بنی خزاعہ قتل سے اپنے ہاتھ روک لو بہت کچھ خونریزی ہو چکی تم نے ایک شخص کو مار ڈالا جس کی دیت (خونبہا) میں دوں گا۔ اگر کوئی آج کے بعد کسی کو قتل کرے گا تو مقتول کے وارثوں کو اختیار ہوگا چاہے خون کے بدلے قتل کر دیں یا دیت لیں۔ درحقیقت یہ دو خطبے ہیں۔ لیکن مورخ نے سلسلہ کلام میں اس امر پر نظر نہیں کی۔ واللہ اعلم۔

حسب دستور باقی ہے۔ یاد رکھو قتل خطا قتل عمد کی طرح ہے خواہ کوڑوں سے ہو یا لاٹھیوں سے دونوں کی دیت سنگین ہے۔ یعنی سو اونٹ جس میں چالیس حاملہ اونٹنیاں ہوں اے اہل قریش اللہ نے تم سے جاہلیت کا غرور اور باپ دادا پہ فخر کرنا ختم کر دیا۔ تمام لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے۔ اللہ نے فرمایا۔ لوگو! ہم نے تمھیں مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمھارے خاندان اور قبیلے بنا دیے تاکہ ایک دوسرے کو پہچان لو پھر جو سب سے زیادہ متقی ہے وہی اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ شریف ہے اور اللہ بہت ہی جاننے والا اور خبردار ہے۔

اے اہل قریش تمھارا میرے بارے میں کیا خیال ہے میں تمھارے ساتھ کیا کروں گا؟ بولے اچھائی کا خیال ہے۔ کیونکہ آپ بہترین بھائی ہیں اور بہترین بھائی کے بیٹے ہیں۔ فرمایا اچھا تو میں وہی کہتا ہوں جو یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا کہ آج تم پر کوئی ملامت نہیں۔ جاؤ۔ تم سب آزاد ہو۔

بیعت

خطبہ سے فارغ ہو کر آپ کوہ صفا پر جا بیٹھے اور لوگوں سے بہ الکن اطاعت خدا و رسول کی بیعت لینے لگے مردوں کی بیعت سے فراغت پا کر آپ نے حضرت عمر ابن الخطابؓ کو عورتوں سے بیعت لینے پر مامور فرمایا اور خود بنفس نفیس ان کے لئے استغفار کرتے رہے۔

صفوان بن امیہ و ابن الزبیر کو امان

صفوان بن امیہ فتح کے بعد جان کے خوف سے یمن کی طرف بھاگا۔ عمیر بن وہبؓ اس کی قوم سے نے آنحضرت (صلعم) کی خدمت میں حاضر ہو کر صفوان کی امان کی درخواست کی۔ آپؐ نے اس کو امان دی اور اس امر کے اظہار کے لئے اپنا وہ عمامہ مرحمت فرمایا جو مکہ میں داخلے کے وقت آپ کے سر مبارک پہ تھا۔ عمیر بن وہبؓ صفوان کو یمن کے قریب سے واپس لاتے اس نے آنحضرت (صلعم) سے دو مہینہ کی مہلت طلب کی۔ آپ نے چار مہینہ کی مہلت عطا فرمائی۔ ابن الزبیر شاعر بھی نجران کی طرف بھاگ گیا تھا۔ لیکن پھر کچھ سوچ سمجھ کر واپس آیا اور مسلمان ہو گیا اور ہبیرہ بن ابی وہب مخزومی شوہر ام ہانی یمن کی فتح کے وقت مکہ چلا گیا تھا اور وہیں بحالت کفر مر گیا۔

بت خانہ عزیٰ کا انہدام

ان واقعات کے بعد آنحضرت (صلعم) نے مکہ کے اطراف و جوانب کی طرف سرایا روانہ فرمائے۔ لیکن ان کو قتال سے منع فرما دیا۔ منجملہ ان کے خالد بن الولیدؓ بنوجذیمہ بن عامر بن عبدمناۃ بن کنانہ کی طرف روانہ کئے گئے انھوں نے بنوجذیمہ سے لڑائی کی اور ان کے مال و اسباب پر قبضہ کر لیا جب حضرت خالدؓ آنحضرت (صلعم) کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے اس مال و اسباب کو حضرت علیؓ کی معرفت بنوجذیمہ کو واپس کر دیا اور ان کے مقتولین کی

دیت (خوں بہا) ادا کیا۔ اس کے بعد پھر حضرت خالدؓ کو عزّیٰ کی جانب روانہ کیا۔ مضر و کنانہ اس کی جاہلیت میں بے حد تعظیم کرتے تھے اور اس کی مجاورت بنو شیبان قبیلہ بنو سلیم حلفا، بنو ہاشم کے قبضہ میں تھی۔ خالد بن الولیدؓ نے اس کو منہدم کر دیا۔

انصار کی تالیف قلوب

انصارؓ کو فتح مکہ کے بعد آنحضرت (صلعم) کے بلا تعین قیام سے یہ خیال پیدا ہوا کہ شاید آپ اب مکہ ہی میں قیام فرمائیں گے، مدینہ تشریف نہ لے جائیں گے۔ اس وجہ سے ان کو ایک گونہ صدمہ ہوا آپس میں اس سلسلے میں کچھ کہنے سننے لگے۔ آنحضرت (صلعم) کو جب اس امر کی خبر ہوئی تو باہر تشریف لائے، انصارؓ کو جمع کر کے خطبہ پڑھا اور فرمایا "کہ ہماری زندگی و موت تمہاری زندگی و موت سے متعلق ہے۔"

(مترجم) تطہیر کعبہ۔ ابن اسحاق نے مختلف اسناد سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ (صلعم) مکہ کی فتح کے بعد مکہ میں پندرہ راتیں مقیم رہے۔ اس اثناء میں برابر نماز قصر کرتے رہے۔ ان بتوں کو جو خانۂ کعبہ میں تھے، خود اپنے دست مبارک سے منہدم کیا اور حضرت ابراہیم و اسمٰعیل و عیسٰی و مریم علیہم السلام کی تصاویر کو دفن کرا دیا۔ باقی رہے وہ بُت جو اطراف و جوانب مکہ میں تھے ان کے منہدم کرنے کو صحابہؓ کو روانہ کیا۔

عزیٰ کا انہدام

۲۵ رمضان ۸ھ کو عزیٰ کے منہدم کرنے کے لئے خالد بن الولیدؓ کو تیس سواروں کی جمعیت کے ساتھ روانہ کیا۔ عمرو بن العاصؓ کو سواع (ہذیل کے صنم) کی طرف روانہ کیا۔ عمرو بن العاص جس وقت سواع کے قریب پہنچے تو مجاور نے کہا تم کس ارادے سے آئے ہو؟ عمرو بن العاصؓ نے جواب دیا کہ مجھ کو آنحضرت (صلعم) نے اس بُت کو منہدم کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ مجاور نے حیرت کی نگاہ سے ان کو دیکھ کر کہا تم اس امر پر قادر نہ ہو سکو گے۔ عمرو بن العاصؓ نے کہا کیوں؟ مجاور نے جواب دیا کہ خداوند سواع تم کو خود روک دے گا۔ عمرو بن العاصؓ نے کہا تجھ پر تف ہو تو اب تک اسی خیال باطل میں گرفتار ہے عمرو بن العاصؓ یہ کہہ کر سواع کی طرف بڑھے اور اس کو ایک ضرب سے پاش پاش کر ڈالا۔ ان کے ہمراہیوں نے اس کے ارد گرد کے چھوٹے چھوٹے بتوں کو توڑ کر اس کے خزانہ کو توڑا۔ لیکن اس میں سے کچھ ہاتھ نہ آیا۔ پھر عمرو بن العاصؓ مجاور کی طرف متوجہ ہو کر بولے "تو نے دیکھا میں نے کیسے اس کو توڑ ڈالا۔ دیکھو جب وہ اپنے کو نہیں بچا سکتا تو مجھ کو وہ کیا نفع و ضرر پہنچا سکتا ہے" مجاور یہ کلام سنتے ہی مسلمان ہو گیا۔ اس طرح سعید بن زید الاشہلیؓ مناۃ کے توڑنے پر مبعوث ہوئے یہ بت اوس

بنو ہوازن اور بنو ثقیف

یوں تو مکہ کی فتح سے پہلے عربوں کو آنحضرت (صلعم) کی مسلسل کامیابیوں سے آپؐ کی نسبت ایک خاص خیال پیدا ہو گیا تھا اور ان کی رگوں میں جوش انتقام یا حسد و رشک کا خون دوڑ رہا تھا۔ پرانی عداوتوں کا خیال اپنے دل سے بھلا کر ایک دوسرے سے راہ و رسم پیدا کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ چنانچہ ہوازن و ثقیف اسی وقت سے جب کہ آنحضرت (صلعم) مدینہ سے بقصد مکہ روانہ ہوئے تھے چوکنے ہو گئے تھے۔ لیکن فتح مکہ کے بعد یہ سمجھ کر کہ آنحضرت (صلعم) شاید ہم پر حملہ کر دیں گے بنو نضیر میں مالک ابن عوف کے پاس مسلمانوں کے خلاف جمع ہوئے۔ اس مجمع و مشورے میں بنو نصر بن معاویہ بن بکر بن ہوازن و بنو جشم بن معاویہ و بنو سعد بن بکر اور چند آدمی بنو ہلال بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ کے اور ان کے اخلاف و بنو مالک بن ثقیف بن بکر شریک تھے بنو ہوازن میں سے کعب و کلاب شریک نہیں ہوئے۔ بنو جشم کے ہمراہ اُن کا سردار درید بن الصمۃ بن بکر بن علقمہ بن خزاعہ بن جشم بھی تھا گو اس کو پیرانہ سالی نے کسی کام کا نہ رکھا تھا۔ بمشکل تمام اپنے مقام سے حس و حرکت کر سکتا تھا لیکن اس کو جہاں دیدہ و جنگ آزمودہ ہونے کی وجہ سے صلاح و مشورہ کی غرض سے ساتھ لے لیا تھا۔ ثقیف میں قارب بن الاسود ابن مسعود بن معتب اور بنو مالک میں ذوالخمار سبیع بن الحرث بن مالک اور اس کا بھائی احمس سردار تھا اور ان سب کا سردار مالک بن عوف بنو نضیر کا سردار بنایا گیا۔

درید بن الصمۃ کی مالک کو پند و نصائح

جس وقت عرب کا یہ گروہ اوطاس میں پہنچا درید بن الصمۃ نے مالک ابن عوف سے کہا "مالی اسمع رعاء البعیر و نهاق الحمیر و یعار الشاء و بکاء الصغیر" یعنی (مجھے کیا ہے کہ میں اونٹوں کا بلبلانا اور گدھوں کا چیخنا اور بکریوں کا بولنا اور لڑکوں کا رونا سن رہا ہوں) مالک نے جواب دیا کہ میں نے لوگوں کو مع اُن کی اولاد اور اموال کے لڑائی پر نکالا ہے تاکہ ان ہی کے خیال سے سینہ سپر ہو کر لڑیں۔ درید بن الصمۃ نے کہا واللہ تو نے غلطی کی کیا منہزم کوئی چیز جو اس کے ساتھ ہوتی ہے واپس لے کر جاتا ہے؟ اگر تیری فتح ہوئی تو تجھ کو ہتھیاروں کے سوا اور کوئی چیز فائدہ نہ پہنچائے گی، اور اگر شکست ہوئی تو تو نے اہل و عیال کو بدنام رسوا کیا۔ یہ کہہ کر اس نے کعب و کلاب کا حال دریافت کر کے ان کے نہ شریک ہونے کا افسوس کیا اور مالک کی طرف پھر مخاطب ہو کر کہنے لگا مالک تجھے یہ کیا ہو گیا ہے ہوازن کو تو کیوں اژدہے کے منہ میں

خزرج و غسان کا تھا ان کے ہمراہ بیس[۲] سوار تھے انھوں نے جا کر اس بت کو توڑا اور اس کے خزانہ کو کھولا۔ لیکن یہاں سے بھی کچھ ہاتھ نہ آیا۔

لے جاتا ہے یہ اس کا ایک لقمہ بھی نہ ہوگا تو نے مفت میں ان کو غیر بلاد میں لا کر تباہ کیا۔ خیر جو کچھ کیا اچھا کیا بہتر یہ ہوگا کہ بچوں اور عورتوں کو ساقہ میں یعنی سواران لشکر کے پیچھے رکھ۔ اگر تیری فتح یابی ہوئی تو یہ تجھ سے آملیں گے اور اگر تو کسی آفت ناگہانی میں مبتلا ہو گیا تو یہ دشمنوں کی دست برد سے محفوظ رہیں گے۔" مالک نے یہ تقریر نہایت حقارت کی نگاہوں سے سن کر اس پر کچھ توجہ نہ کی۔

ذات الانواط کا واقعہ

آنحضرت (صلعم) نے ان کی آمد کی خبر سن کر عبداللہ بن ابی حدرد الاسلمی کو جاسوسی پر مقرر کیا اور صفوان بن امیہ سے سو زرہیں اور بعض کہتے ہیں چار سو زرہیں مستعار لے کر بارہ ہزار مسلمانوں کے ساتھ مقابلہ کے قصد سے پیش قدمی فرمائی۔ دس ہزار صحابیؓ تو وہ تھے جو مدینہ سے آپ کے ہمراہ آئے تھے اور دو ہزار مسلمانان فتح مکہ سے تھے۔ مکہ میں بجائے اپنے عتاب بن اسید بن ابی العیص بن امیہ کو متعین فرمایا منجملہ ان لوگوں کے جو اس واقعہ میں آپ کے ہمراہ گئے تھے، عباس بن مرداس و ضحاک بن سفیان کلابی اور چند لوگ عبس و ذبیان و مزینہ و بنو اسد کے تھے اثنا راہ میں ایک درخت سدرہ کی طرف ہو کر گزرے جس کو عرب ایام جاہلیت میں ذات الانواط کے نام سے موسوم کرتے اور اس کی تعظیم و طواف کرتے تھے۔ لوگوںؔ[1] نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ (صلعم) ہمارے لئے بھی ایک ذات الانواط مقرر فرمائیے جیسا کہ ان کے لئے ہے۔ آنحضرت (صلعم) نے اس سوال سے ناراض ہو کر ارشاد فرمایا "تم نے مجھ سے ویسا ہی کہا ہے جیسا کہ قوم موسیٰؑ نے کہا تھا کہ ہمارے لئے بھی ایک الٰہ ان کے الٰہ کی طرح بنا دو۔ قسم ہے اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے مجھ کو اس بات کا اندیشہ ہے کہ تم لوگ ان لوگوں کا راستہ اختیار کرو گے جو تم سے پیشتر گزر چکے ہیں خبردار ایسے خیالات کو اپنے دل میں جگہ نہ دو۔"

جنگ حنین

یکم شوال ۸ھ کو آنحضرت (صلعم) وادیاں تہامہ میں سے وادی حنین میں پہنچے رات ہی کے وقت سے ہوازن وادی حنین کے دونوں جانب کمین گاہ میں چھپ کر بیٹھ رہتے تھے جس وقت لشکر اسلام اس وادی سے ہو کر گزرا کفار نے کمین گاہ سے نکل کر دفعۃً حملہ کر دیا مسلمانوں کا لشکر اس اچانک حملہ سے منتشر و غیر مرتب ہو گیا آنحضرت (صلعم) نے ہر چند ان کو واپس آنے کے لئے آواز دی لیکن وہ واپس نہ ہو سکے آپ کے ہمراہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و علیؓ و عباسؓ و ابوسفیان بن الحرث اور ان کے لڑکے جعفر و فضل و قثم پسران عباس اور ان کے علاوہ ایک جماعت صحابہ (رضی اللہ عنہم) کی تھی۔ آنحضرت

---

[1] ان لوگوں میں مہاجرین و انصار (رضی اللہ عنہم) نہیں شریک تھے۔ صرف وہی لوگ تھے جو بوقت فتح یا بعد فتح مکہ ایمان لائے تھے جیسا کہ ابن اسحاق نے حرث بن مالک سے روایت کیا ہے۔

(صلعم) اپنے سفید خچر دلدل نامی پر سوار تھے اور حضرت عباسؓ نے آپؐ کے کہنے سے صحابہؓ کو پکارا۔ صحابہؓ نے لوٹنے کا قصد کیا لیکن کفار کے اژدہام نے روک دیا مجبور ہو کر وہیں ٹھہر گئے اور لڑنے لگے۔ جنگ کی حالت بظاہر مسلمانوں کے خلاف نظر آ رہی تھی۔ بنو ہوازن لڑتے لڑتے آنحضرت (صلعم) کے قریب پہنچ گئے۔ مسلمانوں کو اس پہلے حملہ میں شکست[1] ہوئی۔

بنو ہوازن کی پسپائی

جب آنحضرت (صلعم) نے اللہ اکبر کہہ کر دلدل کو آگے بڑھایا تو اس آواز کے سنتے ہی اردگرد سو کے قریب صحابہؓ آپ کے پاس جمع ہو گئے اور سب کے سب نے ایک مجموعی قوت سے اللہ اکبر کہہ کر حملہ کر دیا۔ بنو ہوازن پسپا ہو کر پیچھے ہٹے۔ مسلمانوں نے ان کو گرفتار کرنا شروع کر دیا۔ ان کے لڑکوں، عورتوں کو قید کر لیا۔ مال و اسباب پر قبضہ کر لیا۔ بنو مالک کے ستر آدمی اس معرکہ میں کام آئے۔ منجملہ ان کے ذوالخمار[2] اور اس کا بھائی عثمان پسران عبد اللہ بن ربیعہ بن الحرث بن حبیب تھا۔ قارب[3] بن الاسود سردار احلافِ ثقیف شروع جنگ سے اپنا رایت چھوڑ کر بھاگ گیا اس وجہ سے ان میں سے کوئی مارا نہیں گیا۔ مالک بن عوف نصری نے اپنی قوم کی ایک جماعت کو لے کر طائف میں جا کر دم لیا ہوازن کے کچھ لوگ اوطاس کی طرف بھاگے۔ سواران اسلام نے ان کا تعاقب کیا۔ درید بن الصمۃ اسی دار و گیر میں ربیعہ بن رفیع بن اھبان بن ثعلبہ بن یربوع بن سماک بن عوف بن امرء القیس کے ہاتھ سے مارا گیا۔

---

[1] ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ جب مسلمانوں کو خلاف توقع اس اچانک حملہ سے شکست ہوئی تو اہل مکہ جو آپ کے ہمراہ اس غزوہ میں گئے تھے آپس میں اس سلسلے میں گفتگو کرنے لگے۔ ابوسفیان نے کہا یہ شکست دریا کے اس طرف تو نہیں تھمتی۔ کلدہ بن الحنبل چلا کر خوشی کے لہجہ میں بول اٹھا واہ واہ آج سحر کا خاتمہ ہو گیا۔ پھر آخر جھوٹ کہاں تک! صفوان بن امیہ نے جواب دیا (حالانکہ یہ اس وقت مشرک تھا) خاموش! اللہ تیرے منہ کو بند کرے بخدا میرے نزدیک یہ زیادہ عزیز ہے کہ ہم پر کوئی قریشی ہو اس سے کہ ہوازن کے کسی شخص کے پالے پڑوں شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ نے جوش میں آ کر کہہ دیا کہ آج میں محمد سے بدلہ لوں گا اس کا باپ جنگ اُحد میں مارا گیا تھا اور یہ اس غزوہ میں اہل مکہ کی طرح آنحضرت (صلعم) کے ہمراہ گیا تھا چنانچہ یہ اس قصد سے آنحضرت (صلعم) کی طرف چلا لیکن بحکم باری عزاسمہٗ بیہوش ہو کر گر پڑا آپ تک نہ پہنچ سکا۔ سیرۃ ابن ہشام۔

[2] یہ ہوازن و ثقیف کا علم بردار تھا جب یہ مارا گیا تو عثمان بن عبد اللہ نے علم لے لیا اور لڑنے لگا جب یہ بھی تیغ اجل کے نذر ہوا تو اس وقت مشرکین کو شکست ہوئی۔

[3] بروایت ابن اسحاق یہ احلاف کا علم بردار تھا جب جنگ کا پانسا پلٹتا دیکھا تو اپنا علم ایک درخت سے لگا کر بھاگ گیا اس کے دیکھا دیکھی اس کے چچازاد بھائی اور اس کی کل قوم بھاگ نکلی۔

بنو ہوازن کا تعاقب

آنحضرت (صلعم) نے اُن بنو ہوازن سے لڑنے کے لئے ابو عامر اشعری عم ابو موسیٰؓ کو روانہ کیا جو اوطاس کے ایک کھجور کے باغ میں پناہ گزیں تھے۔ جب ابو عامر سلمہ بن درید بن الصمۃ کے تیر سے شہید ہو گئے تو ابو موسیٰؓ نے رایت اسلام لے کر نہایت شدت سے حملہ کیا اور اپنے چچا کے قاتل کو مار ڈالا۔ مشرکین باغ سے نکل کر بھاگے۔ بنو نصر بن معاویہ سے بنو رباب میں قتل کا بازار گرم ہو گیا۔ ہوازن کے جتنے لوگ اس معرکہ میں آئے تھے سب کے سب مارے گئے۔ مسلمانوں میں سے چار آدمی (۱) ایمن بن ام ایمن (برادر اخیافی اسامہ) (۲) یزید بن زمعہ بن الاسود (۳) سراقہ بن الحرث عجلانی (۴) ابو عامر اشعری (رضی اللہ عنہم) شہید ہوئے۔

طائف کا محاصرہ

واقعہ حنین سے فارغ ہو کر آپ نے قیدیوںؒ اور اموال غنیمت کو جعرانہ میں جمع کرنے کے لئے فرمایا اور ان کی حفاظت کے لئے مسعود بن عمرو غفاریؓ کو مقرر کر کے طائف کا قصد کیا لیکن آپ کے پہنچنے سے پہلے ثقیف نے طائف میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا تھا اور اہل طائف کو اپنا ہمدرد بنا لیا۔ حنین سے طائف آتے ہوئے حصن مالک بن عوف نضری ملا، آنحضرت (صلعم) نے وائی قلعہ سے اسلام لانے کے لئے فرمایا۔ جب اس نے انکار کیا تو وہ آپ کے حکم سے منہدم کر دیا گیا، بجنسہٖ یہی واقعہ اطم کے ساتھ بھی پیش آیا جو بنو ثقیف میں کسی شخص کا تھا۔

طائف کے سرداروں میں سے عروہ بن مسعود و غیلان بن سلمہ چونکہ اس واقعہ سے پیشتر فنون جنگ کی تعلیم کی غرض سے حرش گئے ہوئے تھے اس وجہ سے نہ تو وہ حنین میں شریک ہوئے اور نہ طائف کے حصار کے وقت اس کو کچھ مدد پہنچا سکے اگرچہ ان کو اس محاصرہ کی خبر پہنچی لیکن انھوں نے اپنی غیر حاضری کو ایسے نازک و خطرناک وقت میں حاضری سے زیادہ بہتر سمجھا۔

مجاہدین کی مراجعت

آنحضرت (صلعم) تقریباً بیسؔ روز تک طائف کا محاصرہ کئے رہے اثناء محاصرہ میں اہل قلعہ تیر و پتھر برساتے تھے اور اسلامی لشکر آپ کے حکم سے منجنیق کے ذریعہ سے ان کے مضبوط قلعہ پر پتھر مارتے تھے ایک مرتبہ چند صحابہؓ نے ایک خندق کھود کر طائف کے شہر پناہ تک جانے کا قصد کیا اہل طائف نے اُن پر تیر و پتھر برسانا شروع کر دیئے۔ جس سے وہ ناکام ہو کر نقصان کے ساتھ واپس آئے۔ آنحضرت (صلعم) نے ان کے باغات کٹوا ڈالے اس پر بھی جب حصار شکست نہ ہوا اور

لے صاحب زاد المعاد نے لکھا ہے کہ چھ ہزار قیدی اور چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار سے زیادہ بھیڑ بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی واقعہ حنین میں مسلمانوں کے ہاتھ آئی واللہ اعلم۔

اہل طائف نے باغات کی بربادی پر کچھ خیال نہ کیا تو آپ نے صحابہ کرام سے صلاح و مشورہ کر کے حصار چھوڑ کر جعرانہ کی طرف رخ کیا جہاں پر قیدیان ہوازن و اموال غنیمت جمع تھا۔

طائف کے نواحی قبائل کی اطاعت اس ایام میں جب کہ طائف کا آپ حصار کئے ہوئے تھے۔ طائف کے گرد و نواح کے رہنے والے اکثر خود اور بعض وفود کے ذریعہ خدمت اقدس میں حاضر ہو کر ایمان لائے۔ اثناء محاصرہ میں مسلمانوں میں سے سعید بن سعید بن العاص و عبداللہ ابن ابی امیہ بن المغیرہ برادر ام سلمہ و عبداللہ بن عامر بن ربیعہ عنزی حلیف بنو عدی اور علاوہ ان کے بارہ صحابیؓ جس میں چار انصارؓ (رضی اللہ عنہم) تھے شہید ہوئے۔

ہوازن کا وفد جس وقت آپ جعرانہ میں پہنچے قیدیان و مال غنیمت کی تقسیم کی نوبت نہیں آئی تھی کہ ہوازن کا وفد آیا اور اس نے ان کے اسلام لانے اور امن کی خواہش ظاہر کی۔ آپ نے فرمایا "کہ تم لوگ اپنے اہل و عیال کو واپس لینا چاہتے ہو یا مال و اسباب کو۔ ہوازن کے وفد نے عرض کیا کہ ہم لوگ اپنے اہل و عیال کو چاہتے ہیں تب آپ نے ارشاد فرمایا جو کچھ میرا اور بنو عبدالمطلب کا حصہ تھا وہ سب تمہارا ہے۔ لیکن وہ حصہ جو مہاجرین و انصارؓ کا ہے اس کی بابت تم لوگ بعد نماز ظہر کھڑے ہو کر یہ کہنا کہ "ہم لوگ مسلمانوں سے بذریعہ رسول اللہ (صلعم) اور رسول اللہ (صلعم) سے مسلمانوں کے ذریعہ اپنے اہل و عیال کی سفارش کرتے ہیں" میں اس وقت وہ حصہ بھی تم کو دیدوں گا غالباً مہاجرین و انصارؓ راضی ہو جائیں گے۔

بنو ہوازن کو امان پس جب آنحضرت (صلعم) ظہر کی نماز پڑھ چکے تو ہوازن کے وفد نے کھڑے ہو کر کہا "انا نستشفع برسول اللہ (صلعم) الی المسلمین و بالمسلمین الی رسول اللہ فی ابنائنا ونسائنا" یعنی ہم رسول اللہ (صلعم) کے ذریعہ مسلمانوں سے اور مسلمانوں کے ذریعہ رسول اللہ (صلعم) سے اپنی اولاد اور عورتوں کی سفارش کرتے ہیں) آنحضرت (صلعم) نے فرمایا "اما ماکان لی ولبنی عبد المطلب فھو لکم"۔ یعنی (جو میرا اور بنی عبدالمطلب کا حصہ ہے وہ سب تمہارا ہے) مہاجرین و انصارؓ نے یہ سن کر جواب دیا "ماکان لنا فھو لرسول اللہ" یعنی (جو ہمارا حصہ ہے وہ رسول اللہ کا ہے)" لیکن اقرع بن حابس و عیینہ بن حصن اور ان دونوں کی برادریوں نے اس سے انکار کیا اور اسی طرح عباس بن مرداس نے بھی کیا اور بنو سلیم نے کہا کہ جو ہمارا حصہ ہے اس کے مالک رسول اللہ (صلعم) ہیں اس کے بعد رسول اللہ (صلعم) نے ہوازن کی عورتوں اور اولاد کو واپس کر دیا جس نے اس امر کو ناپسند کیا اس کو اس کا معاوضہ دیدیا۔

رسولؐ اکرم کی رضاعی ہمشیرہ

انھیں قیدیان ہوازن میں آنحضرت صلعم کی رضاعی ہمشیرہ شیما بھی تھیں جو قبیلہ ہوازن میں بنو سعد بن بکر سے حرث بن عبدالعزیٰ کی لڑکی تھیں جس وقت یہ آنحضرت صلعم کے روبرو پیش کی گئی تو انھوں نے کہا کہ میں تمھاری رضاعی بہن ہوں آپ نے فرمایا کس دلیل سے؟ شیما نے کہا یہ داغ تمھارے دانت کے ہیں تم نے لڑکپن میں کاٹ لیا تھا۔ آپ نے فرمایا "کہ اگر تم میرے پاس رہنا پسند کرتی ہو تو میں تم کو انتہائی عزت و احترام سے رکھوں گا اور اگر اپنی قوم میں جانا چاہو تو تم کو اختیار ہے۔ شیما نے آخری بات کو پسند کیا آپ نے ان کو اُن کی قوم میں بھیج دیا۔

مال غنیمت کی تقسیم

اب باقی رہا مال و اسباب اس میں سے آپ نے مسلمانوں میں اس طرح تقسیم کیا کہ زیادہ زیادہ حصہ ان مسلمانان قریش کو مرحمت فرمایا جن کی تالیف قلوب مقصود تھی اور وقت فتح یا بعد فتح مکہ ایمان لائے تھے بعض کو ان میں سے سو سو حصے اور بعض کو پچاس پچاس اور بعض کو ان دونوں کے درمیان میں دیا۔ ان لوگوں کو مولفۃ القلوب کہتے ہیں۔ کتب سیر میں بالتفصیل مذکور ہیں۔ جو قریب قریب چالیس افراد منجملہ ان کے ابوسفیانؓ اور ان کا لڑکا معاویہ وحکم بن حزام و صفوان بن امیہ و مالک بن عوف اور عیینہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر و اقرع بن حابس وغیرہ ہیں ان لوگوں کو سو سو حصے دیئے گئے تھے اور عباس بن مرواس کو پہلے پچاس حصہ دیئے گئے۔ لیکن جب اس نے اپنے دو ایک اشعار پڑھے جس سے اس کی ناراضگی ظاہر ہوتی تھی تو آپ نے فرمایا "اقطعوا عنی لسانہ فاتموا الیہ المائۃ" (مجھ سے اس کی زبان کو روک دو یعنی سو اس کے بھی پورے کر دو)

مال غنیمت کی تقسیم پر انصار میں کشیدگی

مسلمانان مولفۃ القلوب کو اس قدر کثیر حصہ دینے سے انصارؓ کے دل میں ایک خیال کا پیدا ہونا کچھ تعجبات سے نہ تھا وہ لوگ دل ہی دل میں کسی قدر کشیدہ ہو گئے بڑے بوڑھے تو یہ بات زبان تک نہ لائے لیکن نوجوانوں کے دماغ میں اس کے علاوہ یہ ایک بات اور سما گئی کہ اب رسول اللہ (صلعم) اپنی قوم کے ہوتے ہوئے اپنا آبائی گھر چھوڑ کر مدینہ کیوں جائیں گے؟ آنحضرت صلعم نے اس احساس کو اپنی فراست سے پہچان لیا اور اور انصارؓ کو جمع کر کے فرمایا میں نے ان لوگوں کو زیادہ حصہ اس وجہ سے دیا ہے کہ یہ لوگ ابھی نئے نئے

لے جس وقت ان کو چالیس اوقیہ چاندی اور ایک سو اونٹ دیئے گئے تو انھوں نے کہا میرے لڑکے یزید کا حصہ لاؤ آپ نے فرمایا۔ چالیس اوقیہ اور ایک سو اونٹ اور دو۔ پھر انھوں نے کہا معاویہ کا حصہ دو تب آپ نے چالیس اوقیہ چاندی اور سو اونٹ اور دینے کا حکم فرمایا۔

مسلمان ہوئے ہیں میں ان کی تالیف قلوب کرنا چاہتا ہوں کیا تم لوگ اس سے خوش نہ ہوگے کہ اور لوگ تو بکری اونٹ لے کر اپنے مکانوں کو جائیں اور تم لوگ رسول اللہ کو لے کر اپنی فرودگاہ پر جاؤ۔ اگر ہجرت ایک تقدیری حکم نہ ہوتا تو میں بھی انصارؓ ہی میں سے ہوتا۔ اگر انصارؓ ایک راستہ پر چلیں اور اور لوگ دوسرا راستہ اختیار کریں تو میں بے شک انصارؓ کا راستہ اختیار کروں گا۔ اے خدا انصارؓ اور انصارؓ کی اولاد اور اولاد کی اولاد پر رحم کر"۔ انصارؓ یہ سُن کر خوش ہو گئے۔ ان کے دل میں جو کچھ خیالات تھے وہ سب دور و رفع ہو گئے اس کے بعد جعرانہ سے مکہ کا عمرہ کیا اور وہاں پہنچ کر عتاب بن اسید ایک نوجوان شخص کو جس کی عمر بیس برس سے کچھ متجاوز تھی مکہ کا حاکم مقرر فرمایا اور معاذ بن جبلؓ کو قرآن و احکام دینی کی تعلیم کی غرض سے ان کے پاس چھوڑ کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے ڈھائی مہینہ بعد جب کہ چھ روز ذیقعدہ ۸ھ کے باقی تھے آپ مع صحابہؓ کے داخل مدینہ ہوئے۔

عتاب بن اسید

عتاب بن اسید نہایت زاہد و باشرع اور جوان صالح تھے انھوں ہی نے سب سے پہلے اسلام میں امیر ہو کر مسلمانوں کے ساتھ حج ادا کیا۔ اس سال کل مسلمانوں نے حج اُسی صورت سے ادا کیا جس طرح اس سے بیشتر عرب جاہلیت کیا کرتے تھے۔

غیر مسلموں سے حسن سلوک کا حکم

اسی سنہ میں آنحضرت (صلعم) نے عمرو بن العاصؓ کو جیفر و عبد پسران جلندی کے پاس عمان کی طرف صدقات وصول کرنے کے لئے روانہ کیا۔ جیفر و عبد نے بخوشی خاطر اس حکم کی اطاعت کی۔ نیز اسی سنہ میں آپ نے مالک بن عوف کو ان کی مسلمان قوم اور ثقیف کا جو اطراف طائف میں رہتے تھے سردار مقرر کیا اور یہ حکم دیا کہ جو لوگ مسلمان نہیں ہوئے ان پر زیادہ سختی نہ کی جائے۔ بلکہ تالیف قلوب کا خیال رکھنا یہاں تک کہ وہ اسلام میں داخل ہو جائیں چنانچہ ایسا ہی ہوا جو لوگ کہ وقت فتح یا بعد فتح مکہ ایمان لائے اسلام میں داخل ہوئے اور مؤلفۃ القلوب کے نام سے موسوم ہوئے۔ وہ اگرچہ اور صحابہؓ سابقین اولین مہاجرین و انصار سے درجہ میں متفاوت ہیں لیکن ان کا بھی اسلام نہایت اچھا ہوا اور وہ اس زمانہ کے اعلیٰ درجہ کے دیندار مسلمان سے خواہ وہ کسی درجہ کا ہو افضل ہیں کیونکہ یہ نعمت کہ انھوں نے بحالت اسلام رسول اللہ (صلعم) کو دیکھا دوسرے کو ہرگز نصیب نہیں ہو سکتی۔

حضرت ابراہیم کی پیدائش

اسی سنہ میں بطن ام المومنینؓ ماریہ سے ابراہیم ابن رسول اللہ (صلعم) پیدا ہوئے۔ اس کے علاوہ آنحضرت (صلعم) نے کعب ابن عمیرؓ کو ذات اطلاع (سرزمین شام) کی طرف قضاعہ کے ایک گروہ کے پاس دعوت اسلام دینے کی غرض سے روانہ کیا

ان کے ہمراہ پندرہ آدمی تھے۔ قضاعہ اور اس کے سردار سدوس نے کعب ابن عمیر اور ان کے ہمراہیوں کو مار ڈالا ان میں سے صرف ایک مسلمان خدا جانے کس طرح سے اپنی جان بچا کر مدینہ واپس آئے واللہ اعلم۔

کعب ابن زہیر کو امان و انعام شروع ۹ھ (مطابق ۶۳۰ء) میں طایف سے واپسی کے بعد کعب[1] ابن زہیر شاعر آنحضرت (صلعم) کی خدمت میں آیا اس سے پیشتر اس کا خون آپ نے مباح کر دیا تھا لیکن جس وقت اس نے خدمت اقدس میں باریاب ہو کر اسلام قبول کیا اور اپنا قصیدہ معروفہ (جس کا یہ مطلع ہے)

"بانت سعاد فقلبی الیوم متبول　٭　متیم اثرہا لم یفد مکبول"

(مطلب) سعاد کے جانے کے بعد میرا دل پارا پارا ہے۔ اس کے نشانات کا غلام ہے اور اس سے الگ نہیں ہے بلکہ اس کی محبت میں مقید ہے پڑھا تو آپؐ نے اس کے صلہ میں اپنی چادر مرحمت فرمائی جس کو اس کے انتقال کے بعد ورثاء کعب ابن زہیر سے امیر معاویہؓ نے خرید لیا تھا اور اس کو ایک زمانہ تک خلفاء تبرکاً حفاظت سے رکھتے چلے آرہے تھے۔

---

[1] ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ واپسی کے بعد طایف سے مدینہ پہنچ کر بجیر بن زہیر بن ابی سلمہ نے اپنے بھائی کعب ابن زہیر شاعر کو اس مضمون کا خط لکھا کہ جو لوگ آنحضرت (صلعم) کی ہجو یا آپ کو اذیت دیتے تھے ان کو آپ نے قتل کرا ڈالا ہے اور شعراء قریش سے ابن الزبعری وہبیرہ ابی وہب بخوف جان کسی طرف بھاگ گئے ہیں اگر تجھکو اپنی جان عزیز ہو تو آنحضرت (صلعم) کے پاس چلا آ۔ وہ کسی کو جو تائب اور مسلمان ہو کر آتا ہے قتل نہیں کرتے۔ اور اگر تو یہ نہیں کر سکتا تو ایسی سرزمین پر چلا جا جہاں تیری جان بچ سکے۔ کعب ابن زہیر نے اس خط سے پیشتر ایک قصیدہ آنحضرت (صلعم) کی شان کے خلاف لکھ کر اپنے بھائی بجیر کے پاس بھیج دیا تھا۔ بجیر نے اس قصیدے کا جواب کعب کے پاس بھیج دیا اور اس قصیدہ کو خدمت اقدس میں پیش کر دیا۔ جب مکہ فتح ہوا تو آپ نے اس کا خون بھی مباح کر دیا لیکن اتفاق سے یہ اس وقت نہیں ملا پھر جب بجیر کا اس نے خط پایا اور اپنے احباب سے مشورہ کیا تو مجبور ہو کر ایک قصیدہ لکھکر مدینہ روانہ ہوا جس میں آنحضرت (صلعم) کی مدح تھی۔ مدینہ میں یہ شب کو پہنچا اور اپنے ایک پرانے رفیق کے مکان پر اترا۔ اور اس سے اپنا ارادہ ظاہر کیا صبح کو بعد نماز حاضر خدمت اقدس ہوا اور آپ کے روبرو بیٹھ کر آپ کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر کہنے لگا "یا رسول اللہ کعب ابن زہیر مسلمان و تائب ہو کر آپ سے امن مانگنے آیا ہے کیا آپ اس کو امن دے سکتے ہیں اگر میں اس کام کو آیا ہوں آنحضرت (صلعم) نے فرمایا ہاں کعب ابن زہیر نے عرض کیا کہ وہ گنہگار میں ہی ہوں" ایک انصاری شخص یہ سن کر باقی صـ۱۷۶ پر

بنو اسد کا قبول اسلام

پھر اس واقعہ کے بعد بنو اسد کے وفود آنحضرت (صلعم) کے پاس آئے اور ایمان لائے منجملہ ان کے ضرار بن الازور تھے ان لوگوں نے بعد اسلام بہ نظر فخر یہ کہا تھا کہ یا رسول اللہ (صلعم) قبل اس کے کہ ہمارے پاس کسی کو تبلیغ کی غرض سے آپ بھیجیں ہم لوگ خود حاضر ہو گئے۔ اس پر اللہ جل شانہ نے یہ آیۃ نازل فرمائی "یمنون علیک ان اسلموا قل لا تمنوا علی اسلامکم بل اللہ یمن علیکم ان ھداکم للایمان ان کنتم صادقین" یعنی (لوگ اپنے اسلام کا آپ پر احسان جتاتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ مجھ پر اپنے اسلام کا احسان نہ جتاؤ بلکہ اللہ کا احسان ہے کہ اُس نے تمھیں ایمان عطا فرمایا۔ اس وفد کے بعد دو وفد ماہ ربیع الاول میں اور آئے اور رویفع بن ثابت البلوی کے یہاں مقیم ہوئے۔

(بقیہ حاشیہ ص۱۷۶) بول اٹھا " یا رسول اللہ (صلعم) یہ عدو اللہ ہے۔ اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن ماردوں" آپ نے فرمایا "اس سے درگزر کرو یہ مسلمان و تائب ہو کر آیا ہے" اس کے بعد کعب نے اپنا قصیدہ پڑھا اور مسلمان ہونے کے بعد انصار کی تعریف میں بھی قصیدہ لکھا۔ یہ قصاید اور دونوں بھائیوں کے مراسلات کتب سیر میں مرقوم ہیں۔

؎ صاحب زاد المعاد نے لکھا ہے کہ پہلا وفد ماہ صفر ۹ھ میں بنو عذرہ وفد آیا جس میں بارہ آدمی تھے آنحضرت (صلعم) نے کہا تم لوگ کس برادری کے ہو۔ بنو عذرہ کے متکلم نے کہا ہم وہ ہیں جن کا آپ انکار نہ کرسکیں گے۔ ہم لوگ بنو عذرہ برادر اخیافی (ایسے سوتیلے بھائی جن کی ماں ایک ہو اور باپ مختلف) قصی ابن کلاب کے ہیں جنھوں نے قصی کو بڑھایا اور بطن مکہ سے خزاعہ و بنو بکر کو نکالا۔ ہماری تم سے قرابت اور رشتہ داری ہے۔ آنحضرت (صلعم) نے فرمایا "مرحبا بکم واھلاً ما اعرفنی بکم" (تم پر مرحبا ہو خوش ہو تم کو کس چیز نے مجھ سے متعارف کرایا؟ بنو عذرہ کے متکلم نے جواب دیا اسلام نے۔ آنحضرت صلعم نے یہ سن کر ان کو مبارکباد دی اور فتح شام کی بشارت سنائی۔ کاہنوں سے حالات دریافت کرنے اور غیر اللہ کے ذبیحہ کو منع فرمایا اور یہ بتلا دیا کہ اُن پر سوائے قربانی کے اور کوئی چیز فرض نہیں ہے اور دوسرا وفد بلی کا تھا جو ماہ ربیع الاول میں آیا اور رویفع بن ثابت کے مکان پر اترا۔ دوسرے دن رویفع ان کو ہمراہ لئے ہوئے آپ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ یہ میری برادری ہے آپ نے فرمایا تجھکو اور تیری برادری کو خوشی نصیب ہو۔ رویفع نے عرض کیا کہ یہ لوگ سچے دل سے ایمان لائے اور مسلمان ہوتے۔ آپ نے ان سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا "الحمد للہ الذی ھداکم للاسلام فکل من مات علی غیر الاسلام فھو فی النار" یعنی اللہ کا شکر ہے کہ اُس نے تمھیں اسلام کی

(باقی ص۱۷۸ پر)

غزوۂ تبوک ۹ھ
ہرقل کی جنگی تیاریاں

اس غزوہ کا محرک اصلی خود ہرقل بادشاہ قسطنطنیہ ہوا کیونکہ وہ آپؐ کی پیہم کامیابیوں کو سُن کر بقصد حملہ تیاری کرنے میں مصروف ہو گیا تھا۔ رفتہ رفتہ اس کی خبر آپ کو بھی ہو گئی تو آپ نے ماہ رجب ۹ھ میں رومیوں کے خلاف جہاد کرنے کی تیاری کا حکم دے دیا لیکن ساتھ ہی ساتھ بُعد مسافت، دشمنان دین کی کثرت، فصل اور میوجات نیز سایہ کی کمی، موسم گرم ہونے کی صعوبتوں اور دشواریوں کو بھی بیان فرما دیا ورنہ اس سے پہلے اکثر اس امر کے اظہار کے بغیر کہ کس پر اور کس طرف جانا ہوگا۔ مدینہ سے پیش قدمی فرمایا کرتے تھے اور صحابہؓ آپ کے ہمراہ ہوتے تھے حتیٰ کہ منافقین میں سے بھی کوئی چون وچرا نہ کرتا تھا۔

منافقین کی ریشہ دوانیاں

اس مرتبہ چونکہ آپ نے پہلے اپنے ارادے کو ظاہر فرما دیا۔ اس وجہ سے منافقین لوگوں کو بہکانے لگے اور اس فکر میں ہو گئے کہ جہاں تک ممکن ہو لوگوں کو غزوہ میں جانے سے روکیں۔ چنانچہ اس گروہ کے کچھ لوگ ایک یہودی کے مکان میں جمع ہو کر صلاح ومشورہ کرتے اور لوگوں کے بہکانے کی فکر کرتے تھے کہ آنحضرت (صلعم) نے طلحہ بن عبید اللہ کو اس مکان کے جلا دینے اور ویران کر دینے کا حکم دیدیا۔ بنو سلمہ سے ابن قیس اور چند اعراب نے حیلہ وحوالہ کر کے مکان میں ٹھہرے رہنے کی اجازت چاہی۔ آپ نے ان کو اجازت دیدی اور ان سے سخت ناراض ہوئے یہ حال تو منافقین کا تھا۔

مسلمانوں کا ایثار اور جذبہ جہاد

اب مومنین کے حالات سنئے، رسول اللہ (صلعم) نے جس وقت لوگوں کو جہاد کی ترغیب دی اور مال واسباب کے فراہم کرنے کو فرمایا تو جو چیز جس کے پاس تھی اس نے لا کر حاضر کر دی۔ اس غزوہ میں سب سے زیادہ مال واسباب حضرت عثمان ابن عفانؓ نے دیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک ہزار دینار سُرخ اور نوسو اونٹ مع اسباب کے اور سو گھوڑے دیئے تھے۔ بعض[1] وہ غریب صحابیؓ جن کے پاس کچھ نہ تھا وہ آنحضرت (صلعم) کے پاس آئے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۶) ہدایت عطا فرمائی۔ یاد رکھو غیر اسلام پر مرنے والا جہنمی ہے) اس کے بعد شیخ الوفد ابو الیقیب نے چند مسئلے دریافت کئے اور تیسرے دن رخصت ہو کر اپنے شہر واپس چلے گئے۔

[1] وہ غریب صحابہؓ جن کے پاس سواری نہ تھی اور جن کا واقعہ مورخ کتاب نے بیان کیا ہے یہ ہیں: سالم بن عمیر وعلبہ بن یزید وابو لیلیٰ المازنی وعمرو بن عمہ وسلمہ بن صخر وعرباض بن ساریہ۔ بعض روایت میں بجائے ان کے عبد اللہ بن معقل اور معقل بن یسار ہے۔ ابن اسحاق نے انہیں میں عمرو بن الحمام بن الجموح کو بھی شمار کیا ہے۔

اور سواری کے لئے عرض کیا، آپ کے پاس اُس وقت کوئی سواری موجود نہ تھی۔ آپ نے جواب دیدیا وہ بے چارے روتے ہوئے لوٹے۔ اثنار راہ میں یامین بن عمیر نضری مل گئے انھوں نے اُن سے رونے کا سبب دریافت کیا۔ ان لوگوں نے کہا کہ نہ تو ہمارے پاس سواری ہے اور نہ ہم میں اس قدر استطاعت ہے کہ خرید کرکے آنحضرت (صلعم) کے ساتھ جہاد میں چلیں۔ ہم لوگ سواری کی فکر میں آنحضرت (صلعم) کے پاس گئے تھے۔ آپ نے جواب دیدیا۔۔۔ بن عمیر کا دل یہ سُن کر بھر آیا اور انھوں نے اسی وقت ان کے لئے اونٹ خرید کر دیئے۔

مجاہدین کی روانگی

جب صحابہؓ ہمہ تن مستعد و تیار ہو گئے تو مدینہ میں محمد بن مسلمہ اور بعض کہتے ہیں کہ سباع بن عرفطہ اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت علی ابن ابی طالبؓ کو اپنا قائم مقام کرکے پیش قدمی فرمائی تو منافقین کا سردار عبداللہ بن اُبی ابن سلول ایک گروہ لے کر آپ کے ہمراہ ہو لیا۔ لیکن تھوڑی دور چل کر مع اپنے ہمراہیوں کے واپس چلا آیا۔ حجر میں پہنچ کر آپ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ یہ شہر ثمود کا ہے اس کا پانی تم میں سے کوئی استعمال نہ کرے اور اس پانی سے گندھے ہوئے آٹے کو اونٹوں کو کھلا دے۔ اور سرنگوں روتے ہوئے اس طرف سے چلیں کوئی شخص تنہا قافلہ سے نہ نکلے۔ اتفاقاً دو شخص بنو ساعدہ سے علیحدہ علیحدہ نکلے ایک کا دم گھٹ گیا جو آپ کے مس کرنے سے اچھا ہو گیا اور دوسرے کو ہوا نے طے کے پہاڑوں میں پھینک دیا جن کو ایک مدت کے بعد اہل طے نے آپ کی خدمت میں واپس کیا

منافقین کے اعتراضات

آگے بڑھے تو اثنار راہ میں آپ کا ناقہ گم ہو گیا۔ منافقین کی بن آئی آپس میں کہنے لگے کہ محمدؐ تو یہ دعوٰی کیا کرتے ہیں کہ ہم کو آسمان سے خبریں ملا کرتی ہیں ہم آسمانی حالات کو جانتے ہیں۔ تعجب ہے کہ اپنے ناقہ کا حال نہیں جانتے کہ وہ اس وقت کہاں ہے۔ آنحضرت (صلعم) نے یہ سُن کر فرمایا بخدا میں کچھ نہیں جانتا سوائے اس کے کہ میرے رب نے جو کچھ مجھے سکھا دیا ہے اور اب میں بالہام الٰہی کہتا ہوں کہ ناقہ فلاں مقام پر ہے۔ مہار اُس کی ایک درخت سے اٹک گئی ہے جس سے وہ رکی ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے ایک صحابیؓ کو بھیج کر ناقہ کو منگوا لیا۔ قول بالا کا کہنے والا منافقین میں سے زید بن اللصیت قبیلہ قینقاع سے تھا۔ کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد اس نے توبہ کر لی تھی اور مخشی بن حمیر تایب ہو گیا تھا اور یہ دعا کی تھی کہ اس گناہ کے کفارہ میں ایسے مقام پر شہید کیا جاؤں جہاں میرا نام و نشان نہ ملے اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی اور یہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

اکیدر دوائی دومۃ الجندل کی اطاعت

الغرض جب آنحضرت (صلعم) تبوک پہنچے تو آپ کی آمد کی خبر سُن کر یحنہ بن رویہ صاحب ایلہ اور اہل جرباء و اذرح آپ

کی خدمت میں آئے۔ جزیہ دے کر صلح کرلی۔ آپ نے ہر ایک کے لئے صلح نامہ[1] لکھ کر اسی مقام سے خالد بن الولید کو اکیدر ابن عبدالملک والی دومۃ الجندل کی طرف روانہ کیا۔ اکیدر بن عبدالملک کندہ کا بادشاہ نصرانی مذہب رکھتا تھا اور دومۃ الجندل کا حکمران تھا۔ آپ نے روانگی کے وقت خالد بن الولیدؓ کو اس امر سے مطلع فرمادیا تھا کہ اکیدر تم کو شکار کھیلتا ہوا ملے گا۔ اتفاق سے اکیدر ایک روز پیشتر شکار کھیلنے کو اپنے قلعہ سے نکل آیا تھا شکار کے شوق نے اس کو شب بھر قلعہ کے باہر رکھا صبح ہونے تک خالد بن الولیدؓ پہنچ گئے اور اس کو گرفتار کرکے آنحضرت (صلعم) کی خدمت میں لائے آپ نے اس سے جزیہ[2] لے کر صلح کرکے اس کو لوٹا دیا۔

مجاہدین کی مراجعت

بیس[20] روز تک تبوک میں مقیم رہے نہ تو کوئی عرب منتصرہ میں سے مقابلہ پر آیا اور نہ رومیوں نے سامنا کیا۔ اکیسویں روز وہاں سے کوچ کرکے مدینہ کو روانہ ہوئے۔ اثنا راہ میں اتنا تھوڑا سا پانی ملا جس سے ایک دو شخص کے سوا کسی اور کو سیراب نہ کرسکتا تھا

---

[1] کتب تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک کے لئے صلح نامہ علیحدہ علیحدہ لکھا گیا تھا لیکن تلاش کرنے سے صرف ایک صلح نامہ ملتا ہے جس میں یحنیہ والی ایلہ کا نام درج ہے غالباً یہی رعایتیں اور لوگوں کو بھی دی گئی ہوں، وہ صلح نامہ جو والی ایلہ کو لکھا گیا تھا۔ یہ ہے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ھذا امنۃ من اللہ و محمد النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیحینۃ بن رویہ واھل ایلہ سفنہم و سیارتھم فی البر والبحر لھم ذمۃ اللہ و محمد النبی ومن کان معھم من اھل الشام و اھل الیمن و اھل البحر فمن احدث منہم من اھل الشام واھل الیمن واھل البحر فمن احدث منہم حدثاً فانہ لا یحول مالہ دون نفسہ وانہ طمن اخذہ من الناس وانہ لا یحل ان یمنعوا مایردونہ ولا طریقاً یردونہ من بحر او بر۔ یعنی یہ اللہ کی اور محمد رسول اللہ کی طرف سے یحینہ بن رویہ کے لئے اور ایلہ والوں کے لئے امن نامہ ہے کہ ان کی کشتیاں اور قافلے خشکی اور تری میں اللہ کی اور اللہ کے رسول کی ذمہ داری میں ہیں اور ان کے ساتھی بھی جو شام، یمن اور سمندری علاقہ کے ہیں۔ لیکن اگر ان میں سے کوئی نئی بات پیدا کردے تو اس کا مال اور اس کی جان کے درمیان حائل نہ ہوگا اور جو لے لے گا اسی کا ہے اور کسی کو یہ روا نہیں کہ انھیں دریا یا خشکی کے راستے سے روک دے

[2] ابن سعید نے لکھا ہے کہ اکیدر والی دومۃ الجندل سے آنحضرت (صلعم) نے دو ہزار اونٹ آٹھ سو گھوڑے چار سو زرہیں چار سو نیزے لے کر صلح کی تھی واللہ اعلم۔

لیکن آپ کی ممانعت کے باوجود منافقین میں سے دو شخصوں نے اس پانی کو صرف کیا آپ ان سے نہایت ناراض ہوئے۔ اور باقی پانی میں اپنا دست مبارک رکھ کر دعا فرمائی۔ اللہ جل شانہ نے آپ کی دعا سے وہ پانی وافر کردیا کہ کُل لشکر کو کافی ہوگیا۔

منافقین کی مسجد کا انہدام

جب آپ مدینہ کے قریب پہنچے تقریباً ایک ساعت کا راستہ رہ گیا ہوگا کہ آپ نے مالک بن دخشم سالمی و معن بن عدی عجلی کو مسجد ضرار کو منہدم کرنے کے لئے بھیجا۔ اس مسجد کو منافقین نے بنایا تھا جس وقت آپ غزوہ تبوک کے لئے جارہے تھے منافقین نے آکر یہ التجا کی کہ آپ اس مسجد میں نماز پڑھتے جائیں آپ نے فرمایا کہ میں اس وقت سفر میں ہوں اور ایک ضروری کام کے انجام دینے کو جارہا ہوں واپسی کے بعد دیکھا جائے گا۔ پس واپسی کے وقت آپ کے حکم سے مالک و معن نے اس کو منہدم کرکے اس کے عملہ کو جلادیا۔

منافقین اور سورہ برأت

اس غزوہ میں بنو سلمہ سے کعب بن مالک اور بنو عمرو بن عوف سے مرارہ بن الربیع اور ہلال بن امیہ بن واقف حالانکہ صالحین صحابہؓ میں سے تھے شریک نہیں ہوئے۔ اسی وجہ سے بحکم رسول اللہ (صلعم) پچاس دن تک ان لوگوں سے نہ کوئی بولتا تھا اور نہ ان سے کوئی معاملہ کیا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ ان کی توبہ مقبول ہوئی۔ وہ لوگ جو بلا کسی عذر کے اس غزوہ میں نہیں گئے تھے وہ تقریباً تیس آدمی تھے سورہ برات میں بکثرت آیات ان منافقین کی بابت نازل ہوئی ہیں۔ یہ آخری غزوہ تھا جس میں بہ نفس نفیس آنحضرت (صلعم) شریک ہوئے تھے۔

عروہ بن مسعود کی شہادت

جس وقت آنحضرت (صلعم) طایف کا حصار چھوڑ کر جعرانہ سے مکہ تشریف لے آئے اور وہاں سے مدینہ تشریف لا رہے تھے۔ اثناء راہ میں عروہ بن مسعود (طایف کے سردار) آکر ملے اور نہایت سچائی سے ایمان لاکر آپ کی اجازت سے طایف والوں کو دعوتِ اسلام دینے کی غرض سے لوٹ گئے۔ واپسی کے بعد ایک روز جب کہ وہ اپنے مکان کی چھت پر کھڑے صبح اذان دے رہے تھے۔ کسی شخص نے تیر مارا جس سے وہ شہید ہوگئے۔ عروہ نے اپنے انتقال کے وقت اپنے خون کا قصاص لینے سے منع فرمادیا تھا اور یہ وصیت کی تھی کہ شہدائے مسلمین کی قبور میں دفن کیا جائے۔

لہ اصل یہ ہے کہ اس مسجد کو بارہ منافقین نے مل کر بنوایا تھا اس میں بیٹھکر آنحضرت (صلعم) کے خلاف مشورہ کرتے اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کے منصوبے بناتے تھے اس کا ذکر کلام پاک ربانی میں بھی آگیا ہے۔

ان کی شہادت کے بعد ان کے لڑکے ابو الملیح اور قارب بن الاسود بن مسعود مدینہ آنحضرت (صلعم) کی خدمت میں آئے اور مسلمان ہوئے۔

بنو ثقیف کی اطاعت

اگرچہ مالک بن عوف پہلے سے ثقیف پر سختی کر رہے تھے ان کی تجارت ان کی آمد و رفت بند کر رکھی تھی ان کے مویشیوں کو چھین لیتے تھے۔ قیت ضرورت اُن کے آدمیوں سے بیگار کراتے تھے لیکن اس کے باوجود ثقیف کے قلوب اسلام کی طرف مائل نہیں ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ ان لوگوں کو غزوہ تبوک سے آنحضرت صلعم کی واپسی کی خبر پہنچی اس وقت ان کو یہ خیال پیدا ہوا کہ اب عربوں کو آنحضرتؐ نے لڑنے کی طاقت نہیں ہے اور نہ ہم اُن کے مقابلہ پر جا سکتے ہیں۔ لہذا انھوں نے عبد یالیل بن عمرو بن عمیر کو بمنت و سماجت آنحضرت صلعم کی خدمت میں امان طلب کرنے اور اظہار اسلام و بیعت کی غرض سے بھیجنا چاہا لیکن عبد یالیل کو عروہ کے خلاف توقع شہادت نے مدینہ کی طرف نہ جانے دیا۔ جب تک کہ اُس نے اُن کے احلاف میں سے دو شخصوں[1] کو اور تین آدمیوں کو بنو مالک سے اپنے ہمراہ نہ لے لیا۔

عبد یالیل کی مشروط اطاعت

رمضان ۹ھ کو عبد یالیل اپنے ہمراہیوں کے ساتھ بیعت و اظہار اسلام کی غرض سے مدینہ پہنچے۔ آنحضرت (صلعم) نے اُن لوگوں کو مسجد کے ایک قبہ میں ٹھہرایا۔ خالد بن سعید بن العاص اُن سب کی طرف سے وکیل تھے جب تک خالد نہ کھاتے عبد یالیل اور اُن کے ہمراہی بھی نہ کھاتے اُنھوں نے آپ سے بذریعہ خالد بن سعید کے یہ تین امور پیش کئے۔ (۱) یہ کہ تین برس تک لات (بت کا نام ہے) نہ توڑا جائے اس خیال سے کہ اُن کی عورتیں اور اُن کی اولاد اس کے زیادہ معتقد اور اُس کی طرف زیادہ راغب ہیں۔ یہاں تک کہ اُن کو اسلام سے محبت پیدا ہو جائے (۲) یہ کہ نماز معاف کر دی جائے (۳) یہ کہ اُن کے بت خود ان کے ہاتھوں سے نہ تڑوائے جائیں۔ آنحضرت (صلعم) نے ان استدعاؤں کو سُن کر پہلی استدعا سے قطعاً انکار فرما دیا بلکہ اُس سے ناراضگی ظاہر فرمائی۔ دوسرے استدعا کی نسبت ارشاد فرمایا کہ "لا خیر فی دین لا صلوۃ فیہ" (اُس دین میں کوئی بہتری نہیں جس میں نماز نہیں) تیسری استدعا کی بابت فرمایا یہ ممکن ہے عبد یالیل اور اُن کے ہمراہیوں نے اسلام قبول کیا اور اپنی قوم کی طرف سے آنحضرت (صلعم) کے دست مبارک پر بیعت کی آپ نے اُن پر سب سے کم سن عثمان بن ابی العاص کو حکمراں مقرر فرمایا۔ کیونکہ یہ اوروں

---

[1] وہ دو آدمی جو احلاف سے لئے گئے تھے یہ تھے (۱) حکم بن عمرو بن وہب (۲) شرجیل بن غیلان اور بنو مالک سے یہ تین اشخاص عثمان بن ابی العاص و اوس بن عوف و نمیر بن خرشہ تھے۔

کی بہ نسبت مذہبی امور سیکھنے اور قرآن پڑھنے کا شوق زیادہ رکھتے تھے۔

بت خانہ لات کا انہدام

انھیں لوگوں کے ہمراہ ابوسفیانؓ بن حرب و مغیرہ بن شعبہ لات کے منہدم کرنے کو روانہ کئے گئے تھے۔ لیکن ابوسفیانؓ کسی وجہ سے پیچھے رہ گئے اور مغیرہ نے پہنچ کر اپنے ہاتھ سے لات کو توڑ کر گرادیا بنو معتب دور سے حیرت و خوف کی آنکھوں سے اس ماجرے کو دیکھتے رہے اس اثناء میں ابوسفیانؓ بھی آگئے۔ جو کچھ خزانہ بت خانہ میں مال و اسباب و زیورات تھے سب کو یک جا کر کے پہلے اُس سے عروہ و اسود پسران مسعود کا قرض ادا کیا گیا جیسا کہ آنحضرت (صلعم) نے ارشاد فرمایا تھا بعد ازاں باقی کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔

باب ۹

سنۃ الوفود

فتح مکہ کا قبائل عرب پر اثر

جس وقت آنحضرت (صلعم) غزوہ تبوک سے فارغ ہوئے اور ثقیف مسلمان ہو گئے تو عرب کے اطراف و جوانب سے بکثرت وفود آنے لگے تاآنکہ مورخین نے اس سنہ کو سنۃ الوفود کے نام سے موسوم کر دیا ابن اسحاق کہتے ہیں کہ عرب دراصل عرب کے سب سے بڑے قبیلہ قریش کی اسلام سے مخالفت و موافقت کا انتظار کر رہے تھے اور بغور یہ دیکھ رہے تھے کہ آنحضرت (صلعم) اور قریش میں کیسی نبٹتی ہے۔ کیونکہ قریش تمام عرب کے سردار، اُن کے ہادی اُن کے بیت اللہ اور معبد کے مجاور، شہر حرام کے حلال کرنے والے اور حلال کے حرام کرنے والے اور قومی و ملکی روایت کے اعتبار سے حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد تھے۔ عرب کا کوئی قبیلہ ان کی سرداری اور ہادی ہونے اور حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں ہونے سے انکار نہیں کر سکتا تھا چونکہ قریش آنحضرت (صلعم) کی مخالفت پر کمر بستہ اور آپ سے لڑنے پر مستعد اور آپ کے دین کے صریحی دشمن ہو گئے تھے۔ اس وجہ سے تمام عرب میں ایک شور مچا ہوا تھا لیکن جب اللہ جل شانہ کی عنایت سے مکہ فتح ہوا اور قریش نے اسلام قبول کر لیا تو اُس وقت عربوں کو معلوم ہو گیا کہ اب کسی میں آنحضرت (صلعم) سے لڑنے کی طاقت نہیں اور نہ کوئی اُن کی مخالفت میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ اس لحاظ سے عربوں کے گروہ کے گروہ فتح مکہ کے بعد آ کر مشرف بہ اسلام ہونے لگے۔ جیسا کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے: "اذا جاء نصر اللہ والفتح ورأیت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا فسبح بحمد ربک واستغفرہ انہ کان توابا" یعنی (جب اللہ کی مدد اور فتح آ جائے گی اور سب لوگوں کو اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوتا ہوا دیکھیں گے تو آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرنے لگیں اور استغفار کرنے لگیں۔ واقعی اللہ خوب توبہ قبول کرنے والا ہے)

بنو تمیم کا وفد

غزوہ تبوک کے بعد سب سے پہلے آنے والا وفد بنو تمیم کا تھا اس میں ان کے حسب ذیل

رؤسا شامل تھے۔

عطارد بن حاجب بن زرارہ بن عدس (بنو دارم بن مالک سے) وحتات بن زید و اقرع بن حابس وزبرقان بن بدر (بنو سعد سے) وقیس بن عاصم و عمرو بن الاہتم (یہ دونوں بنو منقر سے تھے) ونعیم بن زید اور عیینہ بن حصن فزاری۔

اگرچہ اقرع وعیینہ فتح مکہ وحصار طائف میں موجود تھے۔ لیکن اس وقت بنو تمیم کے وفود کے ہمراہ شامل ہو کر آئے تھے۔ الغرض جیسے ہی یہ لوگ مسجد میں داخل ہوتے تو انھوں نے کہا۔ "اخرج یا محمد (اے محمد نکلیے) آنحضرت (صلعم) یہ آواز سن کر باہر تشریف لائے لیکن ان کی اس سوادبی سے آزردہ ہوئے بنو تمیم کے وفد نے کہا "جئنا[1] نفاخرك بخطيبنا وشاعرنا" (ہم اپنے خطیب و شاعر کے

---

[1] عرب کا دستور تھا جس جگہ اُن کا وفد جاتا اس کے ہمراہ اُن کا ایک خطیب (لکچرر) اور ایک شاعر ہوتا تھا۔ چنانچہ اسی دستور کے موافق بنو تمیم کے وفد کے ہمراہ بھی خطیب و شاعر آجائے۔ بنظر دلچسپی ناظرین۔ بنو تمیم اور آنحضرت (صلعم) کے خطیبوں کے خطبہ اور شاعروں کے ایک ایک شعر درج کئے جاتے ہیں۔ ابن ہشام لکھتے ہیں کہ جب ان کے خطیب کو اجازت ہوئی تو ان میں سے عطارد بن حاجب کھڑے ہو کر کہنے لگے "الحمد لله الذی له علینا الفضل والمن وهو اهله الذی جعلنا ملوكا ووهب لنا اموالا عظاما نفعل فيها المعروف وجعلنا اعز اهل المشرق واكثره عددا وايسره عدة فمن مثلنا فی الناس ألسنا برؤس الناس اولی فضلهم فمن فاخرنا فليعدد مثل ما عددنا وانا لو نشاء لاكثرنا الكلام ولكن نحيا من الاكثار وانا لنعرف بذلك اقول هذا الان تاتوا بمثل قولنا وامر افضل من امرنا" یعنی اللہ کا شکر ہے جس کا ہم پر احسان وفضل ہے اور وہ اس کا اہل ہے۔ اسی نے ہمیں بادشاہ بنایا اور بہت سا مال دیا جس سے ہم خیرات کرتے ہیں اور ہمیں اس نے معززین اہل مشرق سے بنایا اور تعداد میں زیادہ اور قوت میں بڑا قوی بنایا ہم جیسا لوگوں میں کون ہے۔ کیا ہم سردار نہیں اور لوگوں میں افضل نہیں؟ اگر کوئی ہم پر فخر کرے تو اُسے چاہیے کہ وہ ہماری طرح اپنی تعداد گنوائے۔ اگر ہم چاہیں تو اس سے بھی زیادہ تقریر کر سکتے ہیں لیکن ہمیں افراط ومبالغہ سے شرم آتی ہے۔ حالانکہ ہمیں سب کچھ معلوم ہے۔ میں کہتا ہوں ہماری تقریر کی طرح کوئی تقریر پیش کرو اور ہمارے کارناموں سے افضل کوئی کارنامہ دکھاؤ۔ اس قدر کہنے کے بعد بنو تمیم کا خطیب بیٹھ گیا۔ آنحضرت (صلعم) نے ثابت بن قیس بن الشماس کی طرف مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا: "قم فاجب الرجل فی خطبته" یعنی (اٹھ) پس اس شخص کے خطبہ کا جواب دے، ثابت حکم پاتے ہی اٹھ کر گویا ہوئے۔ (باقی صفحہ ۱۸۵ پر)

ساتھ فخر کرنے کو آئے ہیں، آپ نے اُن کے خطیب کو اجازت دی جب اُن کا خطیب عطارد خطبہ پڑھ چکا اور اُس میں اپنے مفاخر بیان کر چکا تو اُن کا شاعر زبرقان بن بدر اٹھا اور اُس نے اپنی قوم اور اپنے فخر یہ اشعار پڑھے۔

(بقیہ حاشیہ ص۱۸۴) "الحمد للہ الذی السموات والارض خلقہ قضی فیھن امرہ و وسع کرسیہ علمہ ولم یک شیٔ قط الا من فضلہ ثم کان من قدرتہ ان جعلنا ملوکا واصطفیٰ من خیر خلقہ رسولا اکرمہ نسبا واصدقہ حدیثا وافضلہ حسبا فانزل علیہ کتابہ وائتمنہ علی خلقہ فکان خیرۃ اللہ من العالمین ثم دعا الناس الی الایمان بہ فامن برسول اللہ المھاجرون من قومہ وذوی رحمہ اکرم الناس حسابا واحسن الناس وجوھا وخیر الناس فعالا ثم کان اول الخلق اجابۃ واستجابۃ للہ حین دعاہ رسول اللہ نحن فنحن انصار اللہ ووزراء رسولہ نقاتل الناس حتی یومنوا باللہ فمن امن باللہ ورسولہ منع منا مالہ ودمہ ومن کفر جاھدناہ فی اللہ ابدا وکان قتلہ علینا یسیرا اقول ھذا واستغفر اللہ لی وللمومنین والمومنات والسلام علیکم"

یعنی اس اللہ کا شکر ہے جس نے زمین و آسمان بناتے ان میں اپنا علم جاری کیا۔ اللہ کا علم اس کی کرسی سے بھی زیادہ وسیع ہے اور ہر چیز اللہ کے فضل کا نتیجہ ہے اُس نے اپنی قدرت سے ہمیں بادشاہ بنایا اور اپنی بہترین مخلوق میں سے ایک رسول چنا جس کا حسب و نسب اعلیٰ اور افضل ہے اور جو انتہائی سچا ہے۔ پھر اللہ نے آپ پر کتاب اتاری اور آپ کو لوگوں پر امین بنایا۔ آپ تمام دنیا والوں میں سب سے زیادہ نیک ہیں پھر آپ نے لوگوں کو ایمان کی دعوت دی اور آپ پر آپ کی قوم میں سے مہاجرین ایمان لائے جو آپ کے عزیز بھی تھے یہ شریف النسب تھے اور اچھے کاموں کی شہرت میں بھی ممتاز تھے اور شاندار کارنامے انجام دینے والے تھے پھر رحمتِ عالم کی دعوت پر ہم انصار سب سے پہلے لبیک کہنے والے تھے اس لئے ہم اللہ کے دین کے مددگار اور اللہ کے رسول کے وزیر ہیں اور لوگوں سے لڑتے رہیں گے۔ جب تک وہ اللہ پر ایمان نہ لائیں۔ پھر جو اللہ پر ایمان لے آئے گا وہ ہم سے اپنا خون اور اپنا مال محفوظ کرے گا اور جو کفر پر اڑا رہے گا ہم اس سے ہمیشہ جہاد کرتے رہیں گے اور اس کا قتل ہم پر آسان ہوگا اللہ مجھے اور تمام مومن مردوں اور عورتوں کو بخش دے آمین۔ والسلام۔

اس خطبہ کے ختم ہونے پر ثابت بن قیس خطیب اسلام بیٹھ گئے اور زبرقان بن بدر شاعر بنو تمیم اُٹھ کر قصیدہ پڑھنے لگا جس کا مطلع یہ تھا۔

(باقی ص۱۸۶ پر)

بنو تمیم کا قبول اسلام اس کے بعد آنحضرت (صلعم) نے بنو الحرث بن الخزرج سے ثابت بن قیس بن الشماس اور حسان بن ثابت (رضی اللہ عنہما) کو بلایا ان دونوں بزرگوں نے

(بقیہ حاشیہ ص۱۸۵) ؎ نحن الکرام فلاحی معادلنا
منا الملوک وفینا تنصب لبیع

یعنی (ہم وہ شرفا ہیں کہ کوئی قبیلہ ہمارے مقابلہ کا نہیں۔ ہم میں بادشاہ بھی ہیں، اور ہم میں عبادت خانے بنائے جاتے ہیں) اتفاق سے حسان اس وقت موجود نہ تھے۔ جب انھیں معلوم ہوا کہ آنحضرت (صلعم) نے شاعر بنو تمیم کے جواب دینے کو بلایا ہے تو اپنے مکان سے اشعار پڑھتے ہوئے نکلے۔ جس کا مطلع یہ تھا ؎

منعنا رسول اللہ اذ حل وسطنا علی انف راض من معد وراغم

یعنی (ہم نے اللہ کے رسول کی طرف سے جب آپ ہمارے پاس تشریف لے آئے۔ مدافعت کی خواہ معدوالے راضی ہوں یا ناراض) جب آنحضرت (صلعم) کی خدمت میں پہنچے اور آپ کے حکم سے جواب دینے کو کھڑے ہوئے تو اپنے کلام کو اس شعر سے شروع کیا ؎

ان الذوائب من فہر واخوتہم قد بینوا سنۃ للناس تتبع

یعنی (فہر اور اس کے ہم مثل خاندان لوگوں کے لئے ایسی سنتیں جاری کر گئے جن کی پیروی کی جاتی ہے) ابن ہشام نے لکھا ہے کہ بعض اہل علم کا یہ خیال ہے کہ بنو تمیم کے شاعر نے میمیہ قصیدہ پڑھا تھا جس کا مطلع یہ تھا ؎

اتیناک کما یعلم الناس فضلنا اذا احتفلوا عند احتضار المواسم

یعنی (ہم آپ کے پاس آئے ہیں جب لوگ ایام حج میں مجلسوں میں جمع ہوتے ہیں تو انھیں ہماری فضیلت معلوم ہے۔) اور حسان بن ثابت نے اس کا جواب دیا تھا۔ مطلع یہ تھا ؎

ھل المجد الا السودد العود والندی
وجاہ الملوک واحتمال العظایم

یعنی (بزرگی، طاقت وہدایت سے، شاہانہ عزت وجاہ سے اور بڑے بڑے مصائب برداشت کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔) بنو تمیم کے شاعر کے اشعار پہلی روایت کے اعتبار سے آٹھ اور دوسری روایت کے مطابق چار اور حسان بن ثابت کے اشعار اٹھارہ باعتبار روایت سابق اور پچھلی روایت کے لحاظ سے گیارہ تھے کمافی سیرۃ ابن ہشام۔

خطبہ واشعار پڑھے جس کو سن کر بنو تمیم کے وفود دنگ ہو گئے اور بے ساختہ یہ کہہ اٹھے ۔ھذا الرجل هو مويد من الله خطيبه اخطب من خطيبنا وشاعره اشعر من شاعرنا واصواتهم اعلی من اصواتنا" یعنی (ان کی اللہ تائید فرماتا ہے اور ان کا مقرر ہمارے مقرر سے اور شاعر ہمارے شاعر سے اچھا ہے)۔ اور اُن کی آوازیں ہماری آوازوں سے بلند ہیں۔

اس کے بعد اُن لوگوں نے سر اطاعت جھکا دیئے اور بطیب خاطر اسلام قبول کر لیا آنحضرت (صلعم) نے ان کو معقول صلہ مرحمت فرمایا۔ یہ آپ کی عادات حسنہ سے تھا کہ جب کوئی وفد آتا تھا اُس کی آپ عزت کرتے اور جب وہ رخصت ہونے لگتا تو اس کو صلہ مرحمت فرماتے تھے۔

ملوک حمیر کی اطاعت تبوک سے واپسی کے بعد آخر رمضان میں حمیر کے بادشاہ کا خط حرث بن عبد کلال ونعیم بن عبد کلال ونعمان کی معرفت آنحضرت (صلعم) کے پاس آیا۔ بعض کہتے ہیں کہ ذی رعین وہمدان ومعافر نے کرآئے تھے اور زرعہ ابن ذی یزن کی طرف سے مالک بن مرۃ الرہاوی نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر ترک بت پرستی سے بیزاری اور اسلام کا اظہار کیا۔ آپ نے اس کے نام ایک خط لکھایا اور معاذ ابن جبلؓ کو اس کے قاصد مالک بن مرہ کے ہمراہ صدقات جمع کرنے اور ارکان دین سکھلانے بھیجا۔ اس کے بعد عبداللہ بن ابی ابن سلول سردار منافقین ذی قعدہ میں مر گیا اور آنحضرت (صلعم) نے نجاشی کے انتقال کی خبر صحابہؓ کو دی کہ وہ ماہ رجب میں قبل غزوہ تبوک انتقال کر گیا۔

بہرا کا، بنو البکا اور بنو فزارہ کے وفود انھیں ایام میں بہرا کا وفد (جس میں تیرہ آدمی تھے) آیا مقداد بن عمرو کے یہاں مقیم ہوا دوسرے دن مقداد بن عمرو ان کو اپنے ہمراہ لئے ہوئے مسجد میں حاضر ہوئے ان لوگوں نے اسلام کا اظہار کیا آپ نے ان کو صلہ مرحمت فرمایا۔ وہ لوگ خوش ہو کر واپس ہوتے پھر بنو البکاء کا وفد (جس میں تین آدمی تھے) اور دس آدمیوں کا بنو فزارہ کا وفد (جس میں خارجہ بن حصن اور ان کے برادر زادہ حر بن قیس تھے) اور طے سے عدی بن حاتم کا وفد یکے بعد دیگرے آئے اور اسلام لاتے۔

بنت حاتم کی اسیری عدی بن حاتم کے وفد کے آنے سے پیشتر قبل غزوہ تبوک آنحضرت (صلعم) نے خود حضرت علی ابن ابی طالبؓ کو بلاد طے کی طرف ایک سریہ کا سردار مقرر کر کے بھیجا تھا۔ حضرت علی ابن ابی طالبؓ نے بلاد طے کے قریب پہنچ کر اُن پر شب خون مارا حاتم کی لڑکی کو قید کر لیا اور اُن کے بُت خانہ سے دو تلواروں پر قبضہ کر لیا۔ جن کو حرث بن ابی شمر نے

چڑھایا تھا۔ عدی اس شبخون سے پہلے لشکر اسلام کی روانگی کی خبر سُن کر شام میں بلاد قضاعہ کی طرف بھاگ گیا تھا وہاں اس کے ہم خیال و ہم مذہب (یعنی نصاریٰ) بکثرت تھے پس جب حاتم کی لڑکی گرفتار ہو کر آئی اور حسب معمول حظیرہ (دروازہ مسجد کے سامنے جہاں پر کفار کی عورتیں اور بچے قید کیے جاتے تھے) میں قید کی گئی۔

بنت حاتم کی رہائی

آنحضرت (صلعم) حظیرہ کی طرف سے گذرے تو اس وقت حاتم کی اس لڑکی نے رو کر کہا "مرا باپ مر گیا جو سرپرست تھا وہ بھاگ گیا مجھ پر احسان کیجیے۔ اللہ تعالیٰ تمھارے ساتھ احسان کرے گا" آنحضرت (صلعم) نے دریافت کیا۔ تیرا سرپرست کون تھا؟ لڑکی نے جواب دیا عدی ابن حاتم پھر آپ نے فرمایا وہی اللہ اور اس کے رسولؐ سے بھاگا ہے۔ لڑکی نے کہا ہاں اسی قسم کے سوال و جواب دو روز متواتر ہوئے تیسرے روز جب کہ وہ اپنی التجا کے پورا ہونے سے ناامید ہو گئی تھی، آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں تجھ پر احسان کرتا ہوں اور تجھے بلا فدیہ چھوڑتا ہوں، لیکن تو جانے میں عجلت نہ کر۔ تیری قوم کا کوئی شخص آجائے تو میں اُس کے ہمراہ تجھ کو بھیجوں گا۔ تاکہ تو آسانی سے بھائی کے پاس پہنچ جائے اتفاق سے اس واقعہ کے دوسرے روز چند لوگ اُس کی قوم کے بنو قضاعہ کے قافلہ کے ہمراہ شام جا رہے تھے۔ آپ نے اس کو ان کے ہمراہ روانہ کر دیا۔

عدی بن حاتم کا قبول اسلام

جس وقت اس سے اور عدی سے ملاقات ہوئی۔ تھوڑی دیر تک صدمۂ مفارقت سے دونوں خاموش رہے۔ اس کے بعد عدی نے اپنی بہن سے اپنی بابت پوچھا کہ تیری کیا رائے ہے اس شخص (یعنی رسول اللہ صلعم) سے ملوں یا اپنی بقیہ عمر خانہ بدوشی میں گزاروں۔ اس کی بہن نے کہا کہ وہ شخص ملنے کے قابل ہے۔ نہایت خلیق اور اعلیٰ درجہ کا محسن ہے۔ عدی اس کلام کے سنتے ہی اٹھ کھڑا ہوا اور اپنی قوم کی طرف سے وفد کی شکل میں مسجد نبوی میں حاضر ہوا آپ نے اُس کی انتہائی عزت کی اور اپنے ہمراہ اپنے دولت خانے پر لے آئے، خود زمین پر بیٹھے اور مہمان کو گدے پر بٹھایا اثنائے راہ میں ایک ضعیف عورت مل گئی جب تک وہ بات کرتی رہی آپ کھڑے رہے۔ عدی بن حاتم کو اس خُلق نے مسخر کر لیا اس کو اس بات کا پورا پورا یقین ہو گیا کہ آنحضرت (صلعم) برحق نبی ہیں۔ ظاہری بادشاہ نہیں ہیں۔ پھر باتوں باتوں میں آپؐ نے اس سے فرمایا کہ تو اپنی قوم کے ساتھ لڑائی پر جاتا ہے اور ان سے مرباع (مال غنیمت سے چوتھائی) لیتا ہے عدی بن حاتم نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا یہ "تیرے دین میں ناجائز ہے۔ عدی

بن حاتم یہ سن کر متعجب ہو گیا اور اس کو آپ کی نبوت کا اور زیادہ وثوق ہو گیا۔

اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا کہ شاید تم کو اس دین میں داخل ہونے سے ان کی محتاجی مانع ہو گی کیونکہ تم دیکھتے ہو کہ ان کی حاجتیں بہت ہیں۔ اگرچہ اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ عنقریب اللہ جل شانہٗ ان کو اس قدر مال دے گا کہ یہ کسی کو مال دینا چاہیں گے تو کوئی لینے والا نظر نہ آئے گا اور پھر تم کو اس دین میں یہ امر بھی داخل ہونے سے روکے گا کہ یہ لوگ تعداد میں کم ہیں اور ان کے دشمن بکثرت ہیں۔ بخدا اس میں تم ذرہ بھر بھی شک نہ کرو کہ تم عنقریب یہ سنو گے کہ ایک عورت قادسیہ سے اپنے اونٹ پر سوار بے خوف و خطر اس مکان کی زیارت کو آئے گی۔ اور شاید تمھیں اس دین کے قبول کرنے میں یہ خیال بھی مانع ہو گا کہ حکومت و سلطنت دوسری قوموں کے قبضہ میں ہے۔ لیکن تم یقین رکھو کہ عنقریب یہ لوگ بابل کا شاہی محل فتح کر لیں گے اور مشرق سے مغرب تک ان کی حکومت پھیل جائے گی۔ عدی بن حاتم خاموش بیٹھا ہوا یہ سب باتیں سنتا رہا۔ جب آنحضرت (صلعم) کا سلسلہ کلام منقطع ہوا تو اس نے ہاتھ بڑھا کر آپ کے دست مبارک پر بیعت کی اور اسلام قبول کر کے اپنی قوم میں واپس آیا۔

حج اور اعلان برأت

اس کے بعد اللہ جل شانہٗ نے اپنے نبی برحق (صلعم) پر چالیس آیتیں اول سورہ برأت کی نازل فرمائیں جن میں اس معاہدے میں ترمیم کرنے کا بیان تھا۔ جو آپ کے اور مشرکین کے درمیان بیت اللہ کی زیارت سے نہ روکنے کی بابت ہوا تھا جس میں یہ احکام تھے کہ اس سال کے بعد مشرکین مسجد حرام کے قریب نہ جائیں اور بیت اللہ کا طواف برہنہ ہو کر نہ کریں اور جس سے آنحضرت (صلعم) نے کوئی عہد کیا ہے وہ اس کی مدت تک پورا کر دیا جائے اور ان لوگوں کے لئے جن کے ساتھ عہد نہیں کیا گیا۔ یوم النحر (بقرعید سے چار روز بعد) سے چار مہینہ تک کی مدت مقرر ہے۔ رسول اللہ (صلعم) نے ایام حج میں ابو بکر صدیقؓ کو امیر حج مقرر کر کے ان آیاتؑ کے ساتھ

ؑ سورہ برأت اور حضرت علی کے متعلق مختلف آراء

ابن خلدون و ابن اثیر کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت (صلعم) نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو آیات سورۂ برأت دے کر ایام حج میں بھیجا تھا مگر جس وقت یہ ذوالحلیفہ میں پہنچے تو آپ نے حضرت علی ابن ابی طالبؓ کو بھیجا اور انھوں نے حضرت ابو بکر صدیقؓ سے سورہ برأت کی آیات لے لیں اور حضرت ابو بکرؓ خائف ہو کر مدینہ واپس آئے پھر وہاں سے حسب حکم آنحضرت (صلعم) امیر حج ہو کر گئے لیکن کتب سیر سے اس کی شہادت کافی نہیں ملتی۔ سیرت ابن ہشام میں لکھا ہے کہ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ رسول اللہ (صلعم) نے ۹ھ میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کو (باقی ص۱۹۰ پر)

روانہ کیا جن کا ذکر اوپر ہو چکا جب یہ ذوالحلیفہ میں پہنچے تو حضرت علی ابن ابی طالبؓ کو آپ نے بھیجا حضرت علی نے حضرت صدیق سے اُن آیات کو لے لیا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸۹) امیر حج مقرر کر کے روانہ فرمایا چنانچہ حضرت ابو بکر صدیقؓ مسلمانوں کو لے کر مدینہ سے روانہ ہوئے اور سورہ برأت کی آیات اس عہد نامہ میں ترمیم کی بابت نازل ہوئیں جو آنحضرت (صلعم) اور مشرکین میں ہوا تھا یہ کہ کوئی شخص بیت اللہ کی زیارت سے روکا نہ جائے یہ کہ شہر حرام میں لڑائی نہ کی جائے۔ یہ کہ مشرکین اور مسلمانوں میں معاہدہ عام سمجھا جائے۔

ابو جعفر محمد بن علی کی روایت

اس کے بعد سورہ برات کی آیات بالتفصیل لکھتے ہیں کہ ابن اسحاق نے کہا ہے کہ مجھ سے حکیم بن حکیم بن عباد بن حنیف نے ابو جعفر محمد بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب برات کی آیات آنحضرت (صلعم) پر نازل ہوئیں اور اس سے پیشتر حضرت ابو بکر صدیق بغرض ادائے حج امیر حج ہو کر روانہ ہو گئے تھے لوگوں نے آنحضرت (صلعم) سے عرض کیا کہ حضرت ابو بکر کی معرفت اس کو آپؐ نے بھیج دیا ہوتا آپ نے فرمایا اس کو کوئی شخص سوائے میرے یا میرے خاندان والوں کے نہیں پہنچا سکتا ہے یہ کہہ کر آپ نے علی ابن ابی طالبؓ کو بلا کر فرمایا کہ تُو ان آیات کو لے کر جاؤ اور جس وقت لوگ یوم النحر منےٰ میں جمع ہوں تو ان آیات کو سُنا کر کہدینا کہ جنت میں کوئی کافر نہیں داخل ہو سکے گا اور اس سال کے بعد سے کوئی مشرک حج نہ کرنے پائے گا اور بیت اللہ کا طواف برہنہ ہو کر نہ کریں اور جس کا جو عہد رسول اللہ (صلعم) کے ساتھ ہے وہ اپنی مدت تک پورا کیا جائے گا۔ بعد انقضائے میعاد اللہ و رسول کے عہد سے وہ بری ہے"۔

چنانچہ حضرت علی ابن ابی طالبؓ آنحضرت (صلعم) کے ناقہ پر سوار ہو کر روانہ ہوئے یہاں تک کہ حضرت ابو بکرؓ صدیق تک پہنچ گئے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ان کو آتے ہوئے دیکھ کر دریافت کیا تم امیر ہو یا مامور؟ حضرت علی ابن ابی طالبؓ نے کہا مامور اس کے بعد دونوں آدمی ساتھ ساتھ گئے۔ حضرت ابو بکرؓ صدیق نے لوگوں کو حج کرایا اور حضرت علی ابن ابی طالبؓ نے یوم النحر کھڑے ہو کر آیات برات سنا کر جو پیام آنحضرت (صلعم) نے بھیجا تھا علی الاعلان کہہ دیا۔

ابن قیم جوزی

ابن قیم جوزی دمشقی نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ بعد واپسی غزوہ تبوک بقیہ رمضان و شوال و ذیقعدہ آنحضرت (صلعم) مدینہ میں مقیم رہے۔ اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ کو مسلمانوں کے ہمراہ امیر مقرر کر کے حج کرنے کے لئے روانہ فرمایا۔ ابن سعد نے کہا ہے کہ ابو بکرؓ تین سو مسلمانوں اور بیس قربانی کے جانوروں کو لے کر روانہ ہوئے جو آنحضرت (صلعم) کی طرف سے تھے اور پانچ انھوں نے اپنی طرف سے لئے ان کی روانگی کے بعد سورۂ برأت کی آیات نازل ہوئیں۔ آنحضرت (صلعم) نے ان آیات کے سنانے کے لئے علی بن (باقی صفحہ ۱۹۱ پر)

سورہ برأت اور حضرت علیؓ

ابو بکر اس خیال و خوف سے کہ شاید کوئی آیت اُن کی بابت نازل ہوئی ہو گی واپس آئے اور آنحضرت (صلعم) سے دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ کوئی آیت تمھارے حق میں نازل نہیں ہوئی۔ لیکن ان آیات کو کوئی غیر شخص مشرکین تک نہیں پہنچا سکتا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۰) ابی طالبؓ کو روانہ کیا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ جس وقت عرج یا بروایت ابن عائذ ضجنان یا بروایت مشہور ذو الحلیفہ میں تھے حضرت علی بن ابی طالبؓ پہنچے۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان کو دیکھکر دریافت فرمایا تم امیر ہو یا مامور؟ حضرت علیؓ نے جواب دیا مامور ہوں۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ اس کے بعد پھر حضرت ابو بکرؓ نے دریافت فرمایا "استعملک رسول اللہ علی الحج (تم کو رسول اللہ نے حج کا امیر بنایا ہے) قال علی لا ولکن بعثنی اقرء برأت علی الناس وانبذ الی کل ذی عھد عھدہ"۔ یعنی حضرت علی نے کہا نہیں! لیکن آپ نے مجھے لوگوں کو برأت کی آیتیں سنانے کے لئے، ہر ایک حلیف کے سامنے اس کا عہد پھینک دینے کے لئے بھیجا ہے۔ اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ وعلیؓ مکہ گئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے حج کیا اور کرایا اور علیؓ نے یوم نحر کو کھڑے ہو کر سورۂ برأت کی آیات پڑھ کر کہا "اے لوگو جنت میں کوئی کافر نہیں جائے گا۔ اس سال کے بعد مشرکین حج نہ کرنے پائیں گے اور بیت اللہ کا برہنہ ہو کر کوئی طواف نہ کرنے پائے گا اور جس کا جو عہد آنحضرت (صلعم) کے ساتھ ہے وہ اپنی مدت تک پورا کیا جائے گا۔

اصل واقعہ اس بیان سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکرؓ محض امیر حج ہو کر روانہ کئے گئے تھے۔ اس کے بعد حضرت علی سورہ برأت کی آیات سنانے اور پیام رسانی کی غرض سے بھیجے گئے اور یہ کہ حضرت علیؓ سے ملنے کے بعد حضرت ابو بکر مدینہ نہیں آئے بلکہ وہیں ان سے جو دریافت کرنا ضروری تھا۔ دریافت کر لیا اور دونوں بزرگ ساتھ ساتھ مکہ گئے اور اپنے اپنے منصبی کاموں کو انجام دیا۔ مورخین کو اس واقعہ میں ان الفاظ "ثم اردف النبی (صلعم) ابابکر بعلی بن ابی طالب فامرہ ان یوذن ببرأۃ" یعنی پھر نبی (صلعم) نے ابو بکر کے پیچھے علی ابن ابی طالبؓ کو بھیجا اور انھیں لوگوں کو سورۂ برأت سنانے کا حکم دیا۔ اور انھوں نے یہ سمجھ لیا کہ پہلے حضرت ابو بکرؓ کو آیات برات دے کر بھیجا۔ اس کے بعد حضرت علی کو ان کے پیچھے روانہ کیا اور ان کو اس کے سنانے کا حکم دیا حالانکہ یہ واقعہ ایسا نہیں ہے بلکہ مطلب اس کا یہ ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کے پیچھے حضرت علی کو اس غرض سے بھیجا کہ وہ لوگوں کو سورہ برأت کی آیات سُنا دیں۔ حضرت ابو بکرؓ کے بھیجنے کی غرض اور تھی اور علی کے بھیجنے کی غرض اور۔ اولاً تو مورخین کی فاش غلطی، دوسرے نافہمی سے یہ اعتراض کرنا کہ آنحضرت (صلعم) نے حضرت ابو بکر کو پیام رسانی کے قابل نہ سمجھ کر حضرت علیؓ کو مامور کیا۔ بازیچۂ اطفال سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔

واللہ اعلم۔

سوائے میرے یا میرے خاندان والوں کے۔ پس حضرت ابو بکر صدیقؓ حج کرانے پر اور حضرت علیؓ سورہ برأت کی آیات سنانے پر مامور ہوئے۔ چنانچہ ابو بکر صدیق نے لوگوں کو حج کرایا اور حضرت علی ابن ابی طالبؓ نے قریب عقبہ یوم النحر کھڑے ہو کر سورہ برأت کی آیات پڑھ کر لوگوں کو سنا دیا۔

ضمام بن ثعلبہ کا قبول اسلام

طبری نے لکھا ہے کہ اسی سنہ میں آیہ "خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم" یعنی (لے ان کے مال سے صدقہ طاہر کر ان کو اور پاک کر ان کو) نازل ہوئی جس سے مسلمانوں پر صدقات فرض ہوئے اور ثعلبہ بن سعد اور قضاعہ سے سعد ہذیم کے وفود آئے اور بنو سعد بن بکر نے ضمام بن ثعلبہ کو وفد مقرر کر کے بھیجا۔ آنحضرت (صلعم) نے ان لوگوں سے اسلام کی بیعت لی اور توحید، صلوٰۃ، زکوٰۃ، حج، صدقہ کی علیحدہ علیحدہ تعلیم فرمائی۔ ضمام بن ثعلبہ نے کہا بے شک میں ان فرائض کو ادا کروں گا اور جس سے آپؐ نے مجھے منع فرمایا ہے۔ اس سے احتراز کروں گا اور بخدا اس سے نہ زیادہ کروں گا اور نہ اس سے کم کروں گا۔ جب یہ خدمت اقدس سے واپس ہوئے تو آپ نے فرمایا "کہ اگر اس شخص نے جیسا کہ وعدہ کیا ہے۔ عمل کیا تو سیدھا جنت میں داخل ہوگا۔ مورخین نے لکھا ہے کہ ضمام بن ثعلبہ جس وقت اپنی قوم میں پہنچے اسی وقت ان کی قوم نے بالاتفاق اسلام قبول کر لیا اور جمہور کا یہ خیال ہے کہ ضمام بن ثعلبہ ۵ھ میں آئے تھے۔ یہ واقعات ۹ھ کو تمام کر دیتے ہیں اور اس کے بعد ۱۰ھ کا دور شروع ہوتا ہے۔

اہل نجران کا قبول اسلام

۱۰ھ (مطابق ۶۳۱ء) کے ماہ ربیع الثانی یا جمادی الاولیٰ میں آنحضرت (صلعم) نے خالد بن الولیدؓ کو ایک سریے کا سردار مقرر کر کے نجران اور اس کے اطراف و جوانب کی طرف روانہ فرمایا اس سریے میں چار سو صحابیؓ تھے۔ آپ نے خالد بن الولیدؓ کو سمجھا دیا تھا کہ پہلے بنو حرث بن کعب کو دعوت اسلام تین۳ بار دینا اگر وہ اسلام قبول کریں تو ان کو دین و مذہب کی تعلیم کرنا ورنہ ان سے لڑنا۔ لیکن جس وقت خالد بن الولیدؓ نجران پہنچے اور دعوت اسلام دی، لوگوں نے فوراً بے چون و چرا سمعاً وطاعۃً اسلام قبول کر لیا۔ خالد بن الولیدؓ نے ایک اطلاعی خط سے اس واقعہ کو آنحضرت (صلعم) سے عرض کیا۔ چنانچہ آپ کی تحریر کے موافق بنو حرث بن کعب۔ وفد کے ہمراہ مدینہ آ گئے۔ بنو حرث بن کعب کے وفد میں قیس بن الحصین ذوالقصہ و یزید بن عبدالمدان و یزید بن المجل و عبداللہ بن قراد الزیادی و شداد بن عبداللہ الضبابی و عمرو ابن عبداللہ الضبابی تھے۔

آنحضرت (صلعم) نے ان کی نہایت عزت و تعظیم کی اور ان سے دریافت کیا کہ تم لوگ جاہلیت میں اپنے دشمنوں پر کس وجہ سے غالب ہوتے تھے۔ "ان لوگوں نے کہا کہ "ہم لوگ آپس میں جو کام کرتے تھے متفق ہو کر

کرتے تھے، نفاق کو پاس نہ آنے دیتے تھے اور جب مظفر ہوتے تھے تو کسی پر ظلم نہ کرتے تھے" آنحضرت (صلعم) نے فرمایا یہ تم سچ کہتے ہو ہمیشہ اتفاق سے کام لینا نفاق سے احتراز کرنا۔ شروع ماہ ذی قعدہ ۱۰ھ میں جس وقت یہ لوگ مدینہ سے نجران واپس ہوئے آپ نے قیس بن الحصین کو ان کا سردار مقرر فرمایا اور ان کے پیچھے عمرو بن حزم نجاری کو فرائض و سنن کی تعلیم کی غرض سے نجران کا عامل بنا کر روانہ کیا اور ایک فرمان لکھ کر انھیں عنایت فرمایا جس کا اہل سیر نے ذکر کیا ہے اور فقہا نے اپنے استدلال میں اس پر اعتماد کیا ہے وھو ھذا۔

فرمان نبویؐ

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ھذا کتاب من اللہ و رسولہ یا ایھا الذین امنوا اوفوا بالعقود عھد امن محمد النبی صلی اللہ علیہ وسلم لعمرو بن حزم حین بعثہ الی الیمن امرہ بتقوی اللہ فی امرہ کلہ فان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون" یعنی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ اللہ اور اُس کے رسول کا فرمان ہے۔ اے ایمان والو اپنے عہد پورے کرو۔ رحمت عالم کا عمرو بن حزم کو جبکہ آپ نے انھیں یمن کا حاکم مقرر کر کے بھیجا تھا یہ عہد نامہ دیا تھا۔ اس میں آپ نے انھیں حکم دیا تھا اور فرمایا تھا کہ ان کے تمام کاموں میں اللہ سے ڈرنے کا حکم دیا تھا اور فرمایا تھا کہ اللہ اُن کے ساتھ ہے جو اللہ سے ڈرتے ہیں اور ان کے ساتھ بھی جو احسان کرنے والے ہیں)

عمرو بن حزم کو ارشادات نبویؐ

اس فرمان کے علاوہ آنحضرت (صلعم) نے عمرو بن حزم نجاری کو روانگی کے وقت یہ نصیحتیں فرمائی تھیں کہ ہمیشہ حق پر چلنا جیسا کہ اللہ جل شانہٗ نے حکم دیا ہے اور لوگوں کو نیکی کے کرنے کا حکم دینا اور قرآن کی تعلیم دینا اور اُس کے معانی کے سمجھنے کا طریقہ بتلانا اور لوگوں کو منع کرنا کہ کوئی شخص قرآن کو اس وقت تک ہاتھ نہ لگائے، جب تک کہ وہ طاہر نہ ہو جائے اور عام طور سے ان کو ان کے نفع و نقصان سے مطلع کرتے رہنا راہِ راست پر چلنے کی صورت میں لوگوں سے نرمی کرنا اور کج روی کی حالت میں اُن پر سختی کرنا کیونکہ اللہ جل شانہٗ نے ظلم کو حرام کیا ہے اور ظلم کرنے سے روکا ہے (جیسا کہ اپنے کلام پاک میں "الا لعنۃ اللہ علی الظالمین" یعنی کان کھول کر سُن لو ظالموں پر اللہ کی پھٹکار ہے۔ اور لوگوں کو جنت کی بشارت دینا اور اُس کے ملنے کے اعمال بتلانا اور دوزخ سے ڈرانا نیز اُس سے بچنے کی تدبیر سکھانا۔ لوگوں کو ملائے رکھنا تاکہ اشاعت دین ہو اور لوگ برضا و رغبت دین اسلام قبول کریں۔ حج و عمرہ کے فرائض و سُنن اور جس طرح

اللہ جل شانہ نے حج و عمرہ میں حکم دیا ہے اس کو بتلانا۔ نماز کی تعلیم کرنا اس طرح پر کہ کوئی شخص ایک کپڑا چھوٹا بالپشت پر ڈال کر نماز نہ پڑھے مگر یہ کہ وہ اس قدر بڑا ہو کہ اس کے دونوں کنارے دونوں مونڈھوں کو ڈھانک لیں۔ اور کوئی شخص آسمان کے نیچے اپنی شرم گاہ کو نہ کھولے رکھے اور اپنے سر کے بالوں کو جب کہ وہ بڑھائے جائیں نہ کٹائے اور صرف اللہ جل شانہ سے دعا کی جائے اور اسی سے مدد مانگی جائے کوئی شخص اپنے ہم جنس و مخلوقات سے دعا نہ مانگے اور جو شخص اس سے باز نہ آئے اور اللہ جل شانہ کی طرف رجوع نہ کرے تو اس پر سختی کرنی چاہیے۔ یہاں تک کہ اللہ جل وعلاذکرہ سے دعا مانگے اور لوگوں کو وضو پورا کرنے اور وقت پر نماز پڑھنے رکوع و سجود کو پورے اطمینان سے کرنے کی تعلیم دینا اور ہمیشہ نماز صبح غلس (آخر شب کی اندھیری) میں اور ظہر بعد زوال آفتاب اور نماز عصر جس وقت سایہ اصلی سے سایہ بڑھ جائے اور مغرب رات کے آتے ہی (اس میں اس قدر تاخیر نہ کی جائے کہ ستارے نکل آئیں) اور عشاء اول ثلث شب میں پڑھنا اور تعلیم دینا اور جمعہ میں بعد اذان کل کاروبار چھوڑ کر مسجد جانے اور غسل کرنے کا حکم دینا۔ مومنین سے خمس و صدقہ و زکوٰۃ لینا۔ جو یہودی یا عیسائی سچے دل سے ایمان لائے اور دین اسلام قبول کرے اس کے حقوق وہی ہوں گے جو اور مسلمانوں کے لئے ہیں اور جو یہودی یا نصرانی یا اور کسی مذہب کا پابند ہو مرد ہو یا عورت۔ حر ہو یا غلام اس سے جزیہ ایک دینار یا اس کے عوض کپڑا وغیرہ لینا۔ پس جو شخص اس کے دینے سے انکار کرے گا وہ اللہ اور اس کے رسولؐ اور کل مومنین کا دشمن ہے انتہی صلوات اللہ علی محمد و آلہ واصحابہ اجمعین

غسان کا وفد

پھر اسی ۱۰ھ کے ماہ رمضان میں غسان کا وفد آیا جس میں تین آدمی تھے ان لوگوں نے بھی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر بطیب خاطر اسلام قبول کیا، اور اپنی قوم میں لوٹ کر گئے چونکہ ان کی قوم نے اسلام قبول نہ کیا اس وجہ سے ان لوگوں نے اپنے اسلام کو چھپایا یہاں تک کہ ان میں سے دو بحالت اسلام مر گئے اور ایک ابو عبیدہ عامرؓ سے یرموک میں ملے تھے انھوں نے اپنے اسلام سے ان کو مطلع کیا تھا۔ اسی مہینہ میں بنو عامرؓ کا بھی دس آدمیوں کا وفد آیا اور اسلام قبول کیا، ضروریات دین سیکھ کر اپنی قوم میں واپس گیا۔

سلامان اور ازد کے وفود

شوال میں سلامان کا سات آدمیوں کا وفد آیا جس میں ان کے سردار حبیب[1] ابن عمرو بھی تھے۔ یہ بھی اسلام لائے اور فرائض و سنن کی تعلیم پا کر واپس

---

[1] واقدی نے لکھا ہے کہ حبیب بن عمرو نے آنحضرت (صلعم) سے دریافت کیا تھا کہ افضل الاعمال کیا ہے آپ نے فرمایا وقت پر نماز کا پڑھنا واللہ اعلم۔

گئے۔ انھیں ایام میں ازد کا دس آدمیوں کا وفد آیا۔ جس میں صرد بن عبداللہ ازدی بھی تھے۔ فروہ بن عمرو کے یہاں یہ سب مقیم ہوتے۔ اگلے دن آنحضرت (صلعم) کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے آپ نے ازد کے مسلمانوں کا صرد بن عبداللہ کو امیر بنایا اور ان کے گرد و نواح کے مشرکین پر جہاد کرنے کا حکم دیا۔

جرش کا محاصرہ چنانچہ واپسی کے بعد صرد بن عبداللہ نے جرش کا محاصرہ کر لیا۔ اس وقت جرش میں کچھ لوگ خثعم اور یمن کے چند قبائل آباد تھے شہر بھی محفوظ تھا علاوہ اس کے اہل یمن بھی مسلمانوں کے حملہ کی خبر سن کر اس کی مدد کو آگئے۔ ایک مہینہ تک صرد نے جرش کو محاصرہ میں رکھا۔ جب فتح ہوتا نہ دکھائی دیا تو صرد محاصرہ چھوڑ کر پیچھے ہٹے۔ اہل جرش نے صرد کے پیچھے ہٹنے کو پسپائی خیال کر کے ان کا تعاقب کیا۔ جبل شکر میں پہنچ کر صرد نے قدم جما دیئے اور صف آرائی کر کے جنگ پر آمادہ ہو گئے۔ اہل جرش کو اس واقعہ میں شکست ہوئی اس سے پیشتر اہل جرش نے دو شخصوں کو آنحضرت (صلعم) کی خدمت میں آپ کے حالات دریافت کرنے اور دیکھنے کی غرض سے روانہ کیا تھا آپ نے ان لوگوں کو واقعہ جبل شکر اسی دن بتلایا جس روز وہ واقع ہوا تھا پھر جب وہ لوگ اپنی قوم میں آئے اور آپ کے حالات ان سے سنے تو وہ لوگ بھی مسلمان ہو گئے۔

ہمدان کا وفد اسی سنہ میں ہمدان ایمان لائے ان کے وفود حضرت علی ابن ابی طالبؓ کے ہمراہ حاضر خدمت اقدس ہوئے۔ واقعہ اس کا اس طرح پر ہے کہ پہلے رسول اللہ (صلعم) نے خالد بن الولیدؓ کو اہل یمن کی طرف بغرض دعوت اسلام روانہ کیا تھا۔ یہ چھ مہینہ تک وہاں ٹھہرے ہوئے لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے رہے۔ لیکن کسی نے قبول نہ کیا۔ تب آنحضرت (صلعم) نے حضرت علیؓ ابن ابی طالبؓ کو روانہ کیا اور فرمایا کہ خالد بن ولید کو واپس کر دینا حضرت علیؓ نے مقامات یمن میں پہنچ کر لوگوں کو جمع کیا پہلے ان کو اللہ جل شانہ کے عذاب و عتاب سے ڈرایا اس کے بعد آنحضرت صلعم کا فرمان والاشان پڑھ کر سنایا۔ بہ افضال الٰہی کل ہمدان نے اسی دن اسلام قبول کر لیا۔ حضرت علی ابن ابی طالبؓ نے بذریعہ تحریر اس واقعہ سے آنحضرت (صلعم) کو مطلع کیا۔ آپ نے اللہ جل شانہ کے بارگاہ عالی میں سجدہ شکر ادا کیا اور تین بار السلام علی ہمدان فرمایا۔ اس کے بعد اہل یمن جوق در جوق مسلمان ہونے لگے اور ان کے قبائل کے وفود بھی بکثرت آنے لگے۔

وفد ملوک کندہ اسی سال فروہ بن مسیک مرادی کے ہمراہ مراد کا وفد ملوک کندہ سے علیحدہ ہو کر آیا اور اسلام قبول کر کے سعد بن عبادہؓ کے یہاں بغرض تعلیم قرآن و فرائض اسلام ٹھہر رہا۔ واپسی کے وقت آپ نے فروہ بن مسیک مرادی کو مراد و زبید و مذحج کا عامل مقرر فرمایا اور حضرت

خالد بن سعید بن العاص کو ان کے ہمراہ صدقات وصول کرنے بھیجا۔ چنانچہ خالد آنحضرت (صلعم) کی وفات کے وقت تک اُسی قوم میں اسی کام پر مامور رہے۔ اس کے بعد عمرو بن معدیکرب زبیدی نے قیس بن مکشوح مرادی سے آنحضرت (صلعم) کے پاس چلنے کے لئے کہا جب قیس نے انکار کیا تو عمرو بن معدیکرب زبید کا وفد ہو کر حاضر ہوا اسلام لا کر اپنی قوم میں واپس گیا۔ لیکن آنحضرت (صلعم) کے وصال کے بعد مرتد ہو گیا۔

عبدقیس کا وفد اسی سنہ میں عبد قیس کا وفد آیا جس میں جارود بن عمرو سردار تھا اس قبیلہ کے کل چھوٹے بڑے عیسائی مذہب رکھتے تھے۔ لیکن واپسی کے بعد قبیلہ جارود بن عمرو سب کے سب مسلمان ہو گئے تھے اور وفات کے بعد رسول اللہ (صلعم) کے منذر بن نعمان بن المنذر معروف بہ غرور کے ساتھ مرتد ہو گئے، مگر جارود بن عمرو بدستور اپنے اسلام پر ثابت قدم رہے اور نہایت استقلال سے باوجود اپنی قوم کی عداوت کے اوامر (احکام) کی پابندی اور نواہی (وہ باتیں جن کا کرنا شرع میں منع ہے) سے احتراز کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کا انتقال عبد قیس کی واپسی سے پہلے ہو گیا۔

علاء بن الحضرمی کی امارت بحرین پر تقرری فتح مکہ سے پیشتر آنحضرت (صلعم) نے علاء بن الحضرمی رضی کو منذر بن ساوی العبدی کی طرف سفیر بنا کر بھیجا تھا۔ منذر انھیں کے ہاتھ پر اسلام لائے تھے اور نہایت خوبی سے اپنی اسلامی زندگی گزاری۔ یہاں تک کہ آپ کی وفات کے بعد قبل ردت اہل بحرین ان کا انتقال ہوا۔ علاء بن الحضرمی آنحضرت (صلعم) کی طرف سے بحرین کے امیر مقرر کئے گئے تھے اور ان کے پاس رہتے تھے۔

بنوحنیفہ کا وفد اسی سنہ میں بنوحنیفہ کا وفد آیا جس میں مسیلمہ بن حبیب کذاب اور رجال بن عنفوہ اور طلق بن علی بن قیس اور سلمان بن حنظلہ ان کا سردار تھا۔ ان لوگوں نے مدینہ میں پہنچ کر اسلام قبول کیا چند روز ٹھہرے ہوئے ابی ابن کعب سے قرآن پڑھتے رہے، رجال وطلق وغیرہ اکثر خدمت اقدس میں آتے تھے اور مسیلمہ اپنی جائے قیام پر باجازت آنحضرت (صلعم) بغرض حفاظت اسباب رہتا، جب یہ سب یمامہ واپس آئے تو مسیلمہ نے نبوت کا دعوی کیا طلق نے اس امر کی شہادت دی کہ رسول اللہ (صلعم) نے اس کو اپنا شریک بنا لیا ہے۔ اکثر آدمی اس فتنہ میں پھنس گئے جو کہ آئندہ بیان کیا جائے گا۔

کندہ کا وفد اسی سنہ میں تقریباً دس آدمیوں کا کندہ کا وفد جن کا سردار اشعث بن قیس تھا آیا۔

بعض کہتے ہیں کہ کندہ کے وفود میں ساٹھ اور بعض کہتے ہیں اسّی آدمی تھے۔ یہ لوگ ریشمی کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ اسلام لانے کے بعد آنحضرت (صلعم) نے ان کو ریشمی کپڑے پہننے کی ممانعت فرما دی۔ اشعث نے اثنائے کلام میں آپ سے عرض کیا "نحن بنو آکل المرار وانت ابن آکل المرار"۔ یعنی ہم لوگ آکل المرار کی اولاد ہیں اور تم بھی آکل المرار کے لڑکے ہو یعنی ہم اور تم ایک خاندان کے ہیں۔ آنحضرت (صلعم) نے یہ کلام سُن کر ہنس کر فرمایا "نہیں! ہم نضر ابن کنانہ کی اولاد ہیں، نہ تو ہم اپنی ماں پر تہمت لگاتے ہیں اور نہ اپنے باپ سے انکار کرتے ہیں"۔ عباس بن عبد المطلب اور ربیعہ بن الحرث نے اپنے کو اُس سے منسوب کیا ہے۔ یہ دونوں آدمی تجارت پیشہ تھے جب اطراف و جوانب عرب میں جاتے تھے تو اپنے کو بنو آکل المرار بتاتے تھے اس وجہ سے کہ ان کے جد کلاب بن مرہ کی ماں کندہ میں سے تھی "چونکہ بنو آکل المرار کندہ کا شاہی خاندان تھا۔ اس لحاظ سے بہ نظر تفاخر عباس و ربیعہ اپنے مادری سلسلہ کے خیال سے آکل المرار کی طرف منسوب کرتے تھے واللہ اعلم۔

وائل بن حجر کا وفد اسی زمانہ میں کنانہ کے وفد کے ساتھ حضر موت کا بھی وفد آیا یہ لوگ ولیعہ کی نسل سے ہیں ان کے سردار جمد و مخوس و مشرح بھی آئے ہوئے تھے سب نے بخوشی خاطر اسلام قبول کیا اور وائل بن حجر بھی انھیں ایام میں حاضر خدمت اقدس ہو کر مسلمان ہوئے۔ آنحضرت (صلعم) نے ان کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیر کر ان کے لئے دعا فرمائی اور ان کے آنے کی خوشی میں الصلوٰۃ جامعۃ کی ندا دلوا کر نماز شکریہ ادا کی۔ معاویہ کو حکم دیا کہ وائل ابن حجر کو حرہ میں لے جاکر ٹھہرائیں۔ وائل بن حجر سوار تھے اور معاویہ پیادہ۔

وائل بن حجر اور حضرت معاویہؓ معاویہ نے اثنائے راہ میں کہا کہ تم مجھکو اپنی جوتیاں دیدو تاکہ زمین کی گرمی سے میرے پاؤں محفوظ رہیں وائل نے کہا میں اس کو تمھیں نہیں پہنانا چاہتا کیونکہ میں اس کو پہن چکا ہوں اس پر معاویہ نے کہا اچھا تم اپنے پیچھے مجھے بٹھا لو وائل نے جواب دیا کہ تم ملوک کے اراوف (پیچھے بیٹھنے والوں میں) سے نہیں ہو پھر معاویہؓ نے کہا کہ زمین کی تپش نے میرے پاؤں جلا دیئے وائل یہ سُن کر بول اٹھے "امش فی ظل ناقتی کفاک بہ شرفاً" یعنی (تو میرے ناقہ کے سایہ میں چل تجھے یہی شرف کافی ہے) بیان کیا جاتا ہے کہ زمانہ خلافت معاویہ میں وائل اُن کے پاس بھی وفد لے کر گئے تھے، انھوں نے بھی ان کی عزت کی تھی۔

مذحج و محارب کے وفود اسی سنہ میں محارب کے دس آدمیوں کا اور مذحج سے الرہا کے پندرہ

آدمیوں کا وفد آیا اور مسلمان ہو کر انھوں نے قرآن پڑھا اور فرائض اسلام کی تعلیم لے کر اپنی قوم میں واپس گیا پھر اسی قوم کے چند لوگ خدمت اقدس میں آئے اور آپؐ کے ساتھ انھوں نے حج ادا کیا۔

نجران کا وفد اسی سنہ میں نصاریٰ نے نجران کا وفد آیا جس میں ستر سوار اور ان کا سردار عاقب عبدالمسیح (کندہ سے) اور ان کا اسقف ابو حارثہ (بکر بن وائل) اور سید ایہم تھا ان لوگوں نے مسجد نبوی میں داخل ہو کر دینی امور میں بحث و مباحثہ شروع کیا اسی اثناء میں سورہ آل عمران کے شروع کی آیات اور آیۂ مباہلہ نازل ہوئی۔ نصرانیان نجران نے مباہلہ کرنے سے گریز کیا آنحضرت (صلعم) نے ان کی استدعا کے بموجب ان سے صلح کر لی۔ اور ہزار حلہ صفر اور ہزار رجب میں اور چند زرہیں اور نیزے اور گھوڑے بطور جزیہ اُن پر مقرر فرمایا۔ ابو عبیدہ بن الجراح کو اُن کا عامل مقرر کر کے اُن کے ہمراہ روانہ کیا اس کے بعد عاقب و سید آئے اور مسلمان ہوئے۔

وفد حضرموت اسی سنہ میں صدف کا وفد حضرموت سے آیا جس میں تقریباً دس آدمی تھے ان سب نے بطیب خاطر اسلام قبول کیا۔ فرائض اسلام اور اوقات نماز سیکھ کر واپس گئے یہ واقعہ حجۃ الوداع کا ہے۔

عبس کا وفد اسی سنہ میں عبس کا وفد آیا ابن کلبی کہتے ہیں کہ ان میں صرف ایک شخص وفد لے کر آیا تھا اور مسلمان ہو کر جس وقت واپس جا رہا تھا اثناء راہ میں انتقال ہو گیا طبری کہتے ہیں کہ عدی بن حاتم بھی اسی سنہ کے ماہ شعبان میں وفد لے کر آیا تھا واللہ اعلم۔

خولان کا وفد اسی سنہ میں خولان کا دس آدمیوں کا وفد آیا سب نے اسلام قبول کیا اور اپنے بت کو توڑ ڈالا۔ اور اس سے بیشتر زمانہ صلح حدیبیہ میں قبل خیبر رفاعہ بن زید ضبی قبیلہ جذام سے وفد لے کر آئے' اور ایک غلام بطور ہدیہ پیش کیا۔ جب یہ مسلمان ہو کر واپس ہونے لگے تو آپؐ نے ان کو ایک خط جس میں دعوت اسلام تھی دیا جس سے اُن کی قوم مسلمان ہو گئی۔

بنو ضلیع کا شب خون اس عرصہ میں دحیہ بن خلیفہ کلبی آنحضرت (صلعم) کے سفیر ہو کر گئے تھے۔ ہرقل کے یہاں سے واپس آ رہے تھے ان کے ساتھ کچھ تجارتی مال بھی تھا۔ بطون جذام سے ہنید بن عوض اور اس کی قوم بنو ضلیع نے غفلت کی حالت میں دحیہ پر شبخون مارا اور جو کچھ مال و اسباب ان کے ہمراہ تھا اُس کو لوٹ لے گئے۔ اسی واقعہ نے آئندہ جہاد کا دروازہ کھول دیا اور آنحضرت (صلعم) کو بنو جذام پر حملہ کرنے کو ابھارا۔ اتفاق سے اس واقعہ کی اطلاع بنو ضبیب کے مسلمانوں کو

ہو گئی ان لوگوں نے یک جا ہو کر ہنید اور اس کی قوم سے وہ کل مال و اسباب جو انھوں نے لوٹ لیا تھا چھین کر دحیہؓ کے سپرد کر دیا۔

بنو ضلیع کی سرکوبی

جب دحیہؓ مدینہ پہنچے اور آنحضرت (صلعم) سے بنو ضلیع کی بدعنوانیوں کا تذکرہ کیا تو آپ نے زید بن حارثہؓ کو مسلمانوں کے ایک لشکر کا افسر مقرر کر کے روانہ فرمایا زید بن حارث نے بنو ضلیع پر مقام تضقاض میں حرہ رجل کی جانب سے حملہ کیا ہنید اور اُس کا لڑکا مع ایک جماعت کے مارا گیا۔ اس واقعہ میں بنو ضلیع کے ساتھ کچھ لوگ بنو ضبیب کے بھی تھے جو بنو ضلیع کے ساتھ شرکت کی وجہ سے مارے اور قید کر لئے گئے۔ رفاعہ بن زید مع ابو زید بن عمرو اور چند لوگ اپنی قوم کو لے کر خدمت اقدس میں آئے اور اس واقعہ سے آپ کو مطلع فرمایا آپ نے فرمایا کہ میں مقتولین کی بابت کیا کروں؟ رفاعہ اور ان کے ہمراہیوں نے کہا کہ آپ ہمارے زندوں کو چھوڑ دیجیے آپ نے حضرت علی ابن ابی طالبؓ کو اونٹ پر سوار کر کے ان کے ہمراہ روانہ کیا اور حضرت صدیقؓ کے لئے اپنی تلوار مرحمت فرمائی۔ حضرت علی ابن ابی طالبؓ اور زید بن حارثؓ میں فیفاء مخلتین میں ملاقات ہوئی اور وہیں بنو ضبیب کے قیدی اور ان کا مال و اسباب اُن کو واپس کر دیا گیا۔

عامر بن صعصعہ کی گستاخی

اسی سنہ میں عامر بن صعصعہ کا وفد آیا جس میں عامر بن الطفیل بن مالک وار بد بن ربیعہ بن مالک تھے۔ عامر نے آنحضرت (صلعم) سے کہا "کہ یا محمد (صلعم) اپنے بعد مجھے حکومت دے جانا آپ نے فرمایا "یہ نہ تیرے لئے ہے اور نہ تیری قوم کے لئے، اللہ جس کو چاہئے گا دے گا" پھر عامر نے کہا "اچھا تم مجھے جنگل و میدان دیدو اور اپنے لئے آبادی و شہر مخصوص کر لو" آپ نے اس کا جواب دیا "یہ بھی نہیں ہو سکتا، لیکن میں تجھے گھوڑوں کی گردنیں دیتا ہوں کیونکہ تو ایک مرد شہسوار ہے" عامر نے ترش روئی سے جواب دیا "کہ میں تمھارے اس میدان کو سواروں اور پیادوں سے بھر دوں گا" یہ کہہ کر عامر مع اپنی قوم کے واپس ہو گیا۔ آپ نے فرمایا "اللھم اکفیھم اللھم اھد عامر او اغن الاسلام عن عامر" یعنی اے خدا ان کے لئے کافی ہو جا۔ اے خدا عامر کو ہدایت دے اور اسلام کو عامر سے بے پرواہ کر دے)۔

عامر کا انجام

ابن اسحاق وطبری نے لکھا ہے کہ عامر وار بد باہم آنحضرت (صلعم) کو قتل کرنے کا مشورہ کر کے آئے تھے (عیاذاً باللہ) لیکن یہ دونوں اس امر پر قادر نہ ہو سکے اہل صحیح نے اس کا ذکر کیا ہے۔ لکھتے ہیں۔ جس وقت بنو عامر اپنے شہر واپس جا رہے تھے اثناء راہ میں بنو سلول کے قبیلہ میں پہنچ کر عامر بعارضہ طاعون مر گیا بعدہ اس کے بھائی اربد پر بجلی گری جس سے وہ بھی فی النار ہوا۔ اس واقعہ

کے بعد علقمہ بن علاثہ بن عوف اور عوف بن خالد بن ربیعہ مع اپنے لڑکے کے آئے اور مسلمان ہوئے۔

طے کا وفد
اسی سنہ میں طے کا وفد آیا جس میں پندرہ آدمی اور ان کے سردار زید الخیل وقبیصہ بن لاسود (بنو نبہان سے) تھے سب نے بخوشی خاطر بے جھجک اسلام قبول کیا۔ آپ نے اسلام لانے کے بعد زید الخیل کا نام زید الخیر رکھا اور ان کو کنواں و زمین بطور جاگیر مرحمت فرمایا۔ لیکن واپسی کے وقت نجد میں پہنچ کر ان کا انتقال ہو گیا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

مدعی نبوت مسیلمہ کذاب
اسی سنہ میں یمامہ میں مسیلمہ نے نبوت کا دعویٰ کیا اور یہ ظاہر کیا کہ محمد رسول اللہ (صلعم) کے کاموں کا میں شریک ہوں۔ طلق نے اس کی شہادت دی۔ مسیلمہ نے محض دعوئے نبوت پر اکتفا نہ کیا بلکہ آنحضرت (صلعم) کی خدمت میں حسب ذیل مضمون کا ایک خط[1] بھیجا: "من مسیلمة رسول اللہ الی محمد رسول اللہ سلام علیك فانی قد اشرکت فی الامر معك وان لنا نصف الارض ولقریش نصف الارض ولکن قریش قوم یعتدون" یہ خط مسیلمہ کی طرف سے اللہ کے رسول محمدؐ کے نام ہے السلام علیک دیکھئے میں رسالت میں آپ کا شریک ہوں آدھی زمین ہمارے لئے ہے اور آدھی اہل قریش کے لئے مگر قریشی زیادتی کرتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حسب ذیل جواب دیا: "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی مسیلمة الکذاب سلام علی من اتبع الھدی اما بعد فان الارض للہ یورثھا من یشاء من عبادہ والعاقبة للمتقین" یہ خط اللہ کے رسول محمدؐ کی طرف سے مسیلمہ کذاب کے نام ہے۔ ہدایت کی پیروی کرنے والوں پر سلام ہو، زمین اللہ کی ہے اللہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اس کا وارث بنا دے اور حسن انجام پرہیزگاروں کا ہے۔ طبری نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ آنحضرت (صلعم) کی حجۃ الوداع سے واپسی کے بعد کا ہے جیسا کہ ہم بیان کریں گے۔

---

[1] مسند ابوداؤد طیالسی میں بروایت ابووائل۔ عبداللہ سے مروی ہے کہ مسیلمہ کذاب کا خط ابن النواحہ وابن اثال لے کر آئے تھے۔ آنحضرت (صلعم) نے ان دونوں آدمیوں سے فرمایا کہ تم لوگ اس امر کی شہادت دو کہ میں اللہ کا رسول ہوں ابن النواحہ و ابن اثال نے اس کے جواب میں کہا کہ ہم مسیلمہ کے رسول ہونے کی شہادت دیتے ہیں۔ آپ نے یہ سن کر فرمایا کہ میں اس کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اگر میں قاصد کا قتل کرنا پسند کرتا تو میں ضرور تمہارے قتل کا حکم دیتا واللہ اعلم۔

باب ۱۰

حجۃ الوداع اور وفات

حجۃ الوداع

ان واقعات کے بعد ذیقعدہ کا مہینہ آگیا جب اس کی پانچ راتیں باقی رہ گئیں تو آپ بقصد حج مدینہ سے روانہ ہوئے۔ آپ کے ہمراہ مہاجرین و انصار اور دیگر سارے عرب کا ایک گروہ اور سو اونٹ تھے۔ مکہ میں اتوار کے دن جب کہ چار روز ذی الحجہ کے گزر چکے تھے داخل ہوئے۔ حضرت علی ابن ابی طالبؓ بھی جو نجران میں صدقات جمع کرنے گئے ہوئے تھے مکہ میں آپ کے ساتھ گئے اور آپ کے ساتھ حج کیا۔ آپ نے اس مرتبہ لوگوں کو مناسک حج کی تعلیم دی اُس کے سُنن بتلائے۔ ان کے لئے رحمت کی دعا کی اور عرفات میں ایک طویل خطبہ پڑھا۔ جس میں حمد و ثنا کے بعد یہ ارشاد فرمایا۔

"ایہا الناس اسمعوا قولی فانی لا ادری لعلی لا القاکم بعد عامی ھذا بھذا الموقف ابداً ایہا الناس ان دماءکم و اموالکم علیکم حرام الی ان تلقوا ربکم کحرمۃ یومکم ھذا وحرمۃ شہرکم وستلقون ربکم فیسألکم من اعمالکم وقد بلغت فمن کان عندہ امانۃ فلیؤدھا الی من ائتمنہ علیہا وان کان ربا فہو موضوع ولکن لکم رؤس اموالکم لا تظلمون قضی اللہ انہ لا ربا وان ربا العباس بن عبد المطلب موضوع کلہ وان کل دم کان فی الجاھلیۃ موضوع کلہ وان اول دم یوضع دم ربیعۃ بن الحرث بن عبد المطلب و کان مسترضعاً فی بنی لیث فقتلہ بنو ھذیل فہو اول ما ابدأ من دم الجاھلیۃ ایہا الناس ان الشیطان قد یئس من ان یعبد بارضکم ھذہ ابداً ولکنہ رضی ان یطاع فیما سوی ذٰلک مما تحقرون من اعمالکم فاحذروہ علی دینکم

ایہا الناس انما النسئ زیادۃ فی الکفر یضل بہ الذین کفروا یحلونہ عاماً و یحرمونہ عاماً لیواطوا عدۃ ماحرم اللہ فیحلوا ماحرم اللہ ویحرموا ما احل اللہ الا وان الزمان قد استدار کھیئۃ یوم خلق اللہ السموات والارض وان عدۃ الشھور عند اللہ اثنا عشر شھراً فی کتاب اللہ یوم خلق السموات والارض منہا اربعۃ حرم ثلاثۃ متوالیۃ ذوالقعدۃ وذوالحجہ۔ والمحرم و رجب المضر الذی بین جمادی وشعبان۔ اما بعد ایہا الناس فان لکم علی نسائکم حقاً ولھن علیکم حقاً لکم علیھن ان لا یوطئن فرشکم احداً تکرھونہ وعلیھن ان لا یاتین بفاحشۃ مبینۃ فان فعلن فان اللہ قد اذن لکم ان تھجروھن فی المضاجع وتضربوھن ضرباً غیر مبرح فان انتھین فلھن رزقھن وکسوتھن بالمعروف واستوصوا بالنساء خیراً فانھن عندکم عوان لا یملکن لانفسھن شیئاً وانکم انما اخذتموھن بامانۃ اللہ واستحللتم فروجھن بکلمات اللہ فاعقلوا ایہا الناس واسمعوا قولی فانی قد بلغت قولی وترکتُ فیکم ما ان استعصمتم بہ فلن تضلوا ابداً کتاب اللہ وسنۃ نبیہ ایہا الناس اسمعوا قولی واعلموا ان کل مسلم اخ للمسلم وان المسلمین اخوۃ فلا یحل لامری من مال اخیہ الا ما اعطاہ ایاہ من طیب نفس فلا تظلموا انفسکم الا ھل بلغت قالوا اللھم نعم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللھم اشھد" یعنی لوگو! میری باتیں سن لو مجھے کچھ خبر نہیں شاید میں تم سے اس قیام گاہ میں اس سال کے بعد کبھی ملاقات نہ کرسکوں، لوگو، دیکھو تمہارے خون اور تمہارے مال تم پر مرتے دم تک اسی طرح حرام ہیں جس طرح تمہارا یہ دن اور یہ مہینہ حرمت والا ہے تم عنقریب اپنے رب سے جا ملوگے اور وہ تم سے تمہارے عملوں کے بارے میں پوچھے گا۔ میں نے تمہیں اللہ کا پیغام پہنچا دیا ہے۔ اگر کسی کے پاس کسی کی امانت ہو تو وہ اسے اس کے مالک کو ادا کردے اور اگر سود ہو تو وہ موقوف کردیا گیا ہے۔ ہاں تمہیں تمہارا سرمایہ مل جائے گا نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔ اللہ نے فیصلہ فرمادیا ہے کہ سود ختم کردیا گیا۔ عباسؓ کا تمام سود موقوف کردیا گیا اور جاہلیت کے تمام خون باطل کردیئے گئے۔ دیکھو سب سے پہلا خون جو باطل کیا جاتا ہے وہ ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کا ہے ربیعہ بنو لیث میں شیرخوار تھے اور انہیں بنو ہزیل نے قتل کردیا تھا۔ اس لئے میں ان کا خون باطل کرکے جاہلیت کے خونوں کے باطل کرنے کی ابتدا کرتا ہوں۔ لوگو! تمہاری اس سرزمین میں

شیطان اپنے پوجے جانے سے نا امید ہوگیا ہے۔ لیکن دیگر معمولی گناہوں میں اپنی اطاعت کئے جانے پر خوش ہے۔ اس لئے اپنا دین اس سے محفوظ رکھو۔ لوگو! مہینہ ماننا کفر میں زیادتی ہے۔ اس سے کافر گمراہ ہو جاتے ہیں کہ ایک ہی مہینہ کو ایک سال حلال کر دیتے ہیں اور ایک سال حرام۔ تاکہ حرمت والے مہینوں کی تعداد روند ڈالے اور اللہ کے حرام کو حلال اور حلال کو حرام کردیں، دیکھو زمانہ گھوم گھام کر اپنی اصلی صورت پر آگیا ہے۔ جس صورت پر اس دن تھا جب اللہ نے زمین و آسمان پیدا کئے تھے اور اللہ کی کتاب میں مہینوں کی تعداد اسی دن سے بارہ ہے۔ جس دن اللہ نے زمین و آسمان پیدا کئے۔ ان میں سے چار حرمت والے ہیں۔ تین (ذوالقعدہ، ذی الحجہ اور محرم) تو لگاتار ہیں اور تنہا رجب ہے جو جمادی الثانی اور شعبان کے درمیان ہے (آپ نے حمد و صلاۃ کے بعد فرمایا) لوگو! عورتوں پر تمہارے بھی حقوق ہیں ان کا فرض ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی کو نہ سلائیں اور کھلم کھلا بے حیائی کی مرتکب نہ ہوں، اگر وہ ایسا کریں تو اللہ نے تمہیں اجازت دی ہے کہ انھیں ان کے بستروں میں چھوڑ دو اور انھیں اس طرح مارو کہ جسم پر نشان نہ پڑے، پھر اگر وہ باز آجائیں تو انھیں غیر معروف نان و نفقہ دو اور عورتوں سے بھلائی سے پیش آو کیونکہ وہ تمہارے حصہ میں شریک ہیں اور ذاتی طور پر کسی چیز کی مالک نہیں، تم نے انھیں اللہ کی امانت سے حاصل کیا ہے۔ اور انھیں اپنے لئے اللہ کی آیتوں سے حلال کرلیا ہے۔ لوگو! میری باتیں سنو اور سمجھو میں نے تمہیں شرعی احکام سمجھا دیئے ہیں اور تم میں ایک ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم اسے مضبوط پکڑے رہے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے یعنی اللہ کی کتاب کو اور اس کے نبی کی سنت کو، لوگو میری باتیں سنو۔ یقین مانو ہر مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اور مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ اس لئے کسی شخص کو اپنے بھائی کے مال میں وہی حلال ہے جسے وہ خوشی سے دیدے۔ خبردار اپنے اوپر ظلم نہ کرو (پھر پوچھا) کیا میں نے تبلیغ کردی؟ صحابہ نے جواب دیا۔ بے شک آپ نے تبلیغ کا حق ادا کردیا۔ فرمایا اے اللہ گواہ رہ۔

تاسیس حکومت چونکہ کسریٰ کے گورنر باذان کے ایمان لانے سے اکثر باشندگان یمن بھی مشرف با اسلام ہوئے تھے۔ اس وجہ سے اس کو آنحضرت (صلعم) نے بدستور یمن کی حکومت پر قائم رکھا تھا اور اس کے ساتھ کسی کو اس کا شریک اور حصہ دار نہیں فرمایا تھا یہاں تک کہ اس کا انتقال ہوگیا تھا۔ اس کی خبر آپ کو حجۃ الوداع سے واپسی کے وقت ہوئی۔ آپ نے اس کے ملک کو اپنے اصحاب میں اس طرح پر تقسیم فرمایا کہ صنعاء پر اس کے لڑکے شہر بن باذان کو اور مارب پر ابوموسیٰ اشعری کو اور جند پر یعلیٰ بن امیہ کو اور ہمدان پر عامر بن شہر ہمدانی کو اور عک و اشعر بن پر طاہر بن ابی ہالہ کو اور مابین نجران و زمع و زبید پر خالد بن سعید بن العاص کو اور خاص نجران پر عمرو بن حزم کو اور بلاد

حضر موت پر زیاد بن لبید بیاضی کو اور سکاسک و سکون پر عکاشہ بن ثور بن اصغر غوثی کو اور معاویہ بن کندہ پر عبداللہ المہاجر بن ابی امیہ کو مقرر فرمایا لیکن عبداللہ المہاجر نے اپنے نہ جانے کا ایک معقول عذر پیش کیا جس سے ان کے اعمال کا بھی زیاد بن لبید انتظام کرتے رہے، اور معاذ بن جبل اہل یمن و بلاد حضر موت کی تعلیم کے لئے روانہ کئے گئے۔

اس واقعہ سے پیشتر عدی بن حاتم بنو طے کے صدقات وصول کرنے کو اور اسد و مالک بن نویرہ صدقات بنو حنظلہ پر اور علاء بن حضرمی بحرین کی طرف اور حضرت علی ابن ابی طالبؓ نجران کی جانب صدقات اور جزیہ (خراج) وصول کرنے کو بھیجے گئے تھے۔ بنو سعد کا صدقہ انھیں میں سے دو شخصوں پر تقسیم کر دیا گیا تھا ان میں سے حضرت علی ابن ابی طالبؓ نجران سے صدقات وصول کر کے حجۃ الوداع میں آ کر شریک ہو گئے تھے جیسا کہ کتب تواریخ میں مذکور ہے۔

اسود عنسی کا خروج

اس کا نام عبہلہ بن کعب اور لقب ذوالحمار تھا۔ شیریں کلامی شعبدہ بازی اور فال نکالنے میں اپنی نظیر نہ رکھتا تھا اس کی شیریں کلامی اور تالیف قلوب سے لوگ بہت جلد اس سے مانوس ہو جاتے تھے۔ مقام کہف حنار میں پیدا ہوا اور وہیں نشو و نما پا کر بڑا ہوا ہوش سنبھالا آنکھیں کھولیں تو نبوت کا دعویٰ کر بیٹھا مذحج و نجران والوں نے اس کی تحریر کو طوعاً و کرہاً قبول کر لیا۔ چنانچہ اہل نجران نے جمع ہو کر عمروؓ بن حزمؓ و خالدؓ بن سعیدؓ بن العاصؓ کو نکال دیا، اور قیسؓ بن عبد یغوثؓ نے دفعتہً حملہ کر کے فروہ بن مسیک کو جلا وطن کر دیا۔ فروہ اس وقت آنحضرت (صلعم) کی طرف سے مراد پر حکمراں تھے اس کے بعد اسود عنسی سات سو سواروں کو لے کر صنعاء کی طرف بڑھا۔ شہر ابن باذانؓ نے اس کا مقابلہ کیا اسود عنسی نے شہر ابن باذان کو شکست دے کر مار ڈالا اور اس کی بیوی سے نکاح کر لیا۔ صنعاء و حضر موت کے درمیان اعمال طایف تک اور عدن کی طرف سے بحرین تک اپنے قبضہ میں لے لیا۔

اہل یمن کا ارتداد

اس واقعہ سے اکثر اہلِ یمن مرتد ہو گئے۔ عمرو بن معدیکرب خالدؓ بن سعیدؓ بن العاصؓ کے ہمراہ تھا اس نے اسود عنسی کی طرف میلان ظاہر کیا خالدؓ بن سعیدؓ کو تاب نہ آئی تلوار کھینچ کر آگے بڑھے دونوں آدمیوں میں دو دو ہاتھ چل گئے خالدؓ نے اس کی تلوار صمصامہ توڑ کر اس کے ہاتھ سے چھین لی۔ تب عمروؓ بن معدیکربؓ گھوڑے سے اتر کر اسود عنسی کی طرف بھاگ گیا۔ اسود نے اس کو مذحج کا سردار بنا دیا اس کے لشکر کا سردار قیسؓ بن عبد یغوثؓ مرادی تھا اور ابناء پر اس کی طرف سے فیروز و داذویہ حکمرانی کر رہے تھے۔ اہلِ یمن کا یہ رنگ ڈھنگ دیکھ کر

معاذؓ بن جبلؓ نکل کر بھاگ گئے اور مارب میں ابو موسیٰؓ کی طرف سے گذرے، ابو موسیٰؓ بھی ان کے ہمراہ روانہ ہو گئے۔ معاذؓ نے سکون میں قیام کیا۔ لیکن ابو موسیٰؓ نے سکاسک میں جا کر دم لیا اور طاہرؓ بن ابی ہالہؓ بلاد عک (جبال صنعاء) میں جا چھپے۔ لیکن عمروؓ بن حزمؓ وخالدؓ بن سعیدؓ نے مدینہ پہنچ کر ان کل واقعات سے آنحضرت (صلعم) کو مطلع فرمایا۔

اسود عنسی اور فیروز

اس اثناء میں جب کہ اسود عنسی کو ملک یمن پر ایک مسلم حکومت حاصل ہو گئی اور اس نے شہر ابن باذان کے قتل کے بعد اس کی بیوی آزاد کو اپنے گھر میں ڈال لیا۔ یہ فیروز کی چچازاد بہن تھی فیروز کو اسود کی یہ حرکتیں پسند نہ آئیں۔ اس لئے فیروز اسود سے کبیدہ خاطر ہو گیا۔ فیروز کے علاوہ قیسؓ بن عبد یغوثؓ بھی اسود کی نخوت سے دل ہی دل میں پیچ وتاب کھا رہا تھا، لیکن کوئی مناسب موقع ہاتھ نہ آنے سے خاموشی وسکوت کی حالت میں اسود کے ہر نرم وگرم احکام کی پابندی کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ آنحضرت (صلعم) نے اسود کی گوشمالی وسرکوبی کے لئے وبرؓ بن نخیسؓ کی معرفت جس طرح ممکن ہوا ایک خط لکھ کر ابو موسیٰؓ ومعاذ وطاہرؓ کی طرف روانہ کیا۔ لیکن ان لوگوں کو جب یہ معلوم ہوا کہ قیسؓ بن عبد یغوثؓ اسودؓ سے کبیدہ خاطر ہے تو انھوں نے اس کو بھی اپنا شریک وراز دار بنا لیا۔ پھر فیروز اپنی چچازاد بہن آزاد زوجہ اسود کے پاس گیا اس نے اسود کے قتل کرا دینے کا وعدہ کیا۔ ہنوز کوئی تدبیر مکمل نہ ہونے پائی تھی کہ اسود کو قیسؓ وفیروزؓ وغیرہ کی بددلی کی خبر ہو گئی اس نے ان لوگوں کو عتاب آمیز نگاہوں سے دیکھ کر ان کی چشم نمائی کرنی چاہی۔ یہ لوگ بھاگ کر مضافات میں روپوش ہو گئے۔ لیکن اس کی بیوی مسماۃ آزاد سے پوشیدہ خط وکتابت جاری رہی۔

اسود عنسی کا خاتمہ

ایک روز موقع پا کر فیروزؓ اور قیسؓ اسود کے گھر میں نقب کے ذریعہ سے گھس گئے، اس کو گرفتار کر کے ذبح کر ڈالا۔ یہاں تک کہ فجر کی نماز کا وقت آ گیا، اذان ہوئی۔ وبرؓ بن نخیسؓ نے نماز پڑھائی۔ فجر کی نماز کے بعد اسود کے قتل کی خبر مشہور ہوئی تو اس کے متبعین نکل پڑے شہر میں ایک ہل چل مچ گئی۔ مسلمانوں اور اسود کے مقلدین میں تھوڑی دیر تک لڑائی ہوتی رہی۔ آخر کار جو کچھ ان کے ہاتھ میں تھا اس کو بھی وہ چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ صنعاء ونجران مرتدین متبدعین سے خالی ہو گیا۔ آنحضرت (صلعم) کے عمال حسب سابق اپنے اپنے مضافات کی طرف چلے گئے۔ البتہ صنعاء کی امارت کے سلسلے میں کسی قدر مناقشہ شروع ہوا لیکن بہت جلد سب لوگوں نے معاذؓ ابن جبلؓ کے امیر ہونے پر اتفاق کر لیا اور ان کے پیچھے نماز پڑھی۔

اس واقعہ سے فراغت پاکران لوگوں نے ایک قاصد آنحضرت (صلعم) کی خدمت میں روانہ کیا لیکن اس کے پہنچنے سے پہلے آپ کو بذریعہ الہام اس کی خبر ہوگئی اور آپ نے فرمایا کہ "شب گذشتہ کو عنسی مارا گیا اس کو ایک مرد مبارک فیروز نامی نے قتل کیا ہے" لیکن جب قاصد پہنچا تو آنحضرت (صلعم) کا وصال ہو چکا تھا۔

جیش اسامہؓ آخر ذی الحجہ میں آنحضرت (صلعم) حجۃ الوداع سے مدینہ واپس ہوئے۔ ماہ مذکور ختم کر کے محرم کے مہینہ میں آپ نے بلاد شام پر جہاد کی تیاری کا حکم دیا اور ان مجاہدین پر اسامہ بن زیدؓ بن حارثہؓ کو امیر مقرر فرما کر یہ ارشاد فرمایا کہ "بلقاء و داروم کی طرف سے اردن تک ارض فلسطین میں اور شام کے بلاد میں کفار و مشرکین پر جہاد کرنا یہاں تک کہ وہ اسلام لائیں یا مطیع ہوں"۔ اس لشکر میں مہاجرینؓ اولین اور بڑے بڑے جلیل القدر صحابہؓ کو روانگی کا حکم دیا گیا تھا۔ اسامہؓ بن زیدؓ روانگی کی تیاری میں تھے کہ آنحضرت (صلعم) علیل ہوگئے۔ یہ وہی علالت تھی جس میں آپ رحمت الہٰی سے جا ملے۔ اسی زمانہ میں اسود و مسیلمہ کے ارتداد کی خبر آئی۔ آپ دردِ سر کی تکلیف سے سر پر ایک پٹی باندھے ہوئے باہر تشریف لائے اور یہ ارشاد فرمایا کہ میں نے گذشتہ شب کو خواب میں دیکھا ہے کہ میری کلائی میں دو کنگن سونے کے ہیں، میں نے اُن کو ناپسندیدہ سمجھ کر پھینک دیا۔ اس خواب کی میں نے یہ تعبیر لی ہے کہ یہ دونوں کنگن یہی دونوں کذاب یعنی صاحب یمامہ و صاحب یمن ہیں۔ مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ لوگوں نے اُسامہؓ کی امارت میں کچھ بحث و کلام کیا ہے اور اس سے پہلے اس کے باپ (زید) کی امارت میں بھی لوگوں نے کچھ کہا تھا پس اگر اس کا باپ لائق امارت تھا تو یہ بھی امیر ہونے کے قابل ہے، جاتے جاؤ۔ اُسامہؓ نے یہ سنتے ہی کوچ کا حکم دیدیا۔ اس کے بعد آپ کی علالت بڑھ گئی۔

---

[1] کتب سیر و تواریخ میں لکھا ہے کہ آپ نے اس لڑائی میں چھوٹے بڑے سب صحابہؓ کو روانگی کا حکم دیا تھا۔ حضرت ابوبکر و عباس و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ اسامہؓ بن زید کے ماتحت روانہ کئے گئے تھے، لیکن علالت کی وجہ سے آپ نے بہ اجازت اسامہ علی و عباس رضی اللہ عنہما کو تیمار داری کی غرض سے اپنے پاس روک لیا تھا۔ باقی اور جلیل القدر صحابہ حضرت اسامہؓ کے ہمراہ مدینہ سے روانہ ہوئے۔ اسامہ مدینہ سے ایک کوس چل کر جرف میں مقیم ہوئے اور وہاں سے حضرت ابوبکر و عمر وغیرہ رضی اللہ عنہم حضرت اسامہ سے اجازت لے کر آنحضرت (صلعم) کو دیکھنے آتے تھے اور واپس چلے جاتے تھے۔ اس منزل سے اسامہ کوچ نہ کرنے پائے تھے کہ رسول اللہ (صلعم) کا وصال ہو گیا۔

یہاں تک کہ اسامہؓ کی روانگی سے قبل آپ کا وصال ہو گیا۔

مسیلمہ کذاب و طلیحہ مدعیان نبوت اسود عنسی کے زمانہ خروج میں حجۃ الوداع کے بعد مسیلمہ یمامہ میں اور طلیحہ بن خویلد بنو اسد میں ظاہر ہوا۔ انھوں نے بھی نبوت کا دعوی کیا۔ آنحضرت (صلعم) نے نامہ و پیام سے ان کا مقابلہ کیا اور اپنے اُن عمال کو جو اسلام پر ثابت قدم رہے۔ مسیلمہ و طلیحہ کے خلاف جہاد کرنے کو لکھا۔ اسود کے ساتھ جو کچھ واقعات پیش آئے وہ اس سے بیشتر لکھے جا چکے ہیں۔ باقی رہے مسیلمہ و طلیحہ۔ ان کی سرکوبی کو ہر طرف سے عرب کا اسلامی لشکر نکل پڑا۔ مسیلمہ کا خط آنحضرت (صلعم) کی خدمت میں آیا جس کا جواب بھی دیا گیا جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا گیا۔ اس کے بعد طلیحہ نے بھی صلح کا پیام بھیجا لیکن آپ کے وصال کے بعد جو کچھ واقعات مسیلمہ و طلیحہ پر گزرے وہ آیندہ بیان کئے جائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

علالت اگرچہ آنحضرت (صلعم) پر سب سے پہلے اللہ جل شانہ کے قول "اذا جاء نصر اللہ والفتح" والی پوری سورۃ سے اپنے وصال کی خبر منکشف ہو گئی تھی۔ اس کے بعد صفر ۱۱ھ (مطابق ۶۳۲ء) کی دو راتیں باقی تھیں کہ آپ کے درد ہوا آپ اُسی درد کی حالت میں ازواج مطہرات کے گھروں میں باری باری پھرتے رہے۔ یہاں تک کہ میمونہؓ کے مکان میں ٹھہرے۔ کل ازواج مطہرات نے زمانہ علالت حجرہ عائشہؓ میں گزارنے کی اجازت دی۔ آپ وہاں سے عائشہؓ صدیقہ کے مکان میں آگئے باہر نکل کر لوگوں کو سمجھایا بجھایا۔ شہدائے احد پر نماز پڑھی اور اُن کے لئے دعاء مغفرت کی اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ "بے شک ایک بندہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے دنیا اور اُس چیز کا جو اُس کے پاس ہے (یعنی آخرت کا) اختیار دیا۔ پس بندہ نے اُس کو اختیار کیا جو اس کے پاس ہے"۔ حضرت ابوبکرؓ اس جلسہ میں حاضر تھے وہ اس فقرہ کو سمجھ کر رو اٹھے اور عرض کیا "یا حضرت (صلعم) ہم آپ کا اپنی جانوں اور بچوں سے فدیہ دیتے ہیں"۔ آپ نے فرمایا "خاموش رہو" اس کے بعد آپ نے اپنے صحابہؓ کو جمع کیا اُن کے حق میں دعاء خیر فرماتے جاتے تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

خطبہ نبیؐ اسی سلسلہ کلام میں آپ نے یہ بھی فرمایا "اوصیکم بتقوی اللہ واوصی اللہ بکم واستخلفہ علیکم واودعکم الیہ انی لکم نذیر وبشیر الا تعلوا علی اللہ فی بلادہ وعبادہ فانہ قال لی ولکم تلک الدار الاخرۃ نجعلھا للذین لا یریدون علوا فی الارض ولا فسادا والعاقبۃ للمتقین وقال الیس فی جھنم مثوی للمتکبرین"۔ یعنی میں تمھیں تقوے کا حکم کرتا ہوں اور اللہ نے بھی تمھیں یہی حکم دیا ہے میں تم پر اللہ

کو خلیفہ بناتا ہوں اور تمھیں اس کے سپرد کرتا ہوں بلا شبہ میں تمھیں جہنم سے ڈرانے والا اور جنت کی بشارت دینے والا ہوں۔ اللہ کے شہروں میں اور اللہ کے بندوں پر برتری حاصل نہ کرو۔ کیونکہ اللہ نے مجھ سے اور تم سے فرمایا ہے کہ ہم نے آخرت کا گھر ان کے لئے بنایا ہے جو دنیا میں برتری کا اور فساد کا قصد نہیں کرتے اور حسن انجام پرہیزگاروں کے لئے ہے۔ اور فرمایا کیا جہنم میں مغروروں کا ٹھکانہ نہیں؟

اس کے بعد لوگوں نے غسل کی بابت دریافت کیا آپ نے ارشاد فرمایا میرے انھیں کپڑوں میں کفنا دینا یا مصری کپڑا ہو یا حلہ یمانیہ ہو، پھر نماز کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ "مجھکو میرے تخت پر میری قبر کے کنارے رکھکر ایک ساعت کے لئے باہر چلے جانا تاکہ ملائکہ نماز پڑھ لیں اس کے بعد گروہ کے گروہ نماز پڑھنا۔ پہلے میرے خاندان کے مرد نماز پڑھیں۔ ان کے بعد اُن کی عورتیں۔ قبر میں اُتارنے کی بابت فرمایا" کہ میرے خاندان والے مجھے قبر میں رکھیں۔

واقعہ قرطاس

یہ کہہ کر آپ نے فرمایا کہ میرے پاس[1] دوات اور کاغذ لاؤ میں تم کو کچھ لکھ دوں تاکہ اس کے بعد گمراہ نہ ہو۔ لوگ اس سلسلے میں بحث و مباحثہ کرنے لگے تھوڑی دیر کے

---

[1] یہ قصہ بخاری و مسلم میں بروایت ابن عباسؓ مذکور ہے کہ آنحضرت (صلعم) نے اپنی وفات سے چار روز پہلے بروز جمعرات صحابہؓ سے ارشاد فرمایا "جس وقت کہ وہ حجرہ مبارک میں حاضر تھے تم لوگ میرے پاس دوات اور کاغذ و قلم لاؤ تاکہ میں تمھارے لئے لکھ دوں جس سے تم لوگ میرے بعد گمراہ نہ ہو۔ لوگوں نے دوات و قلم کے لانے اور نہ لانے میں اختلاف کیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ ہمارے لئے قرآن مجید کافی ہے جو ہمارے پاس ہے اور بے شک اُس وقت آپ کے درد زیادہ ہو رہا تھا۔ بعض صحابہؓ نے قول عمرؓ کی تائید کی اور بعض نے کہا کہ قلم دوات لانا چاہئے اسی اثناء میں کسی نے یہ بھی کہہ دیا کہ ان کو اختلاط کلام ہو گیا ہے۔ پھر جب آنحضرت (صلعم) نے اُس کلام کا اعادہ کرنا چاہا تو آپ نے فرمایا کہ میرے پاس سے چلے جاؤ پیغمبروں کے پاس شور و شغب کا کام نہیں ہے۔ اس روایت نے مسلمانوں کے دو فرقوں میں ایک تفرقہ عظیم ڈال رکھا ہے۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے بے جا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلافت کی بابت ضرور کچھ لکھتے۔ مسلمانوں کے اختلاف کا کل بار حضرت عمرؓ کی گردن پر ہے دوسرا فریق کہتا ہے کہ عمرؓ نے بہت صحیح اور درست کیا۔ عام قاعدہ ہے کہ لوگ اپنے اعزہ احباب کو علالت کی حالت میں تکلیف نہیں دیا کرتے۔ علاوہ اس کے حضرت عمرؓ نے یہی کہا کہ قرآن مجید ہمارے لئے کافی ہے اور یہ بہت درست ہے جو ضروری امور اور ارکان دین ہیں وہ سب قرآن مجید میں مذکور ہیں جیسا کہ اس واقعہ سے تین مہینہ پیشتر آیہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ (باقی ص۲۰۹ پر)

بعد جب پھر اس کلام کا اعادہ کرانا چاہا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ مجھے میری حالت پر چھوڑ دو میں جس حالت میں ہوں اس سے اچھا ہوں جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو۔" پھر آپ نے تین امور کی وصیت کی۔ ایک یہ ہے کہ مشرکین جزیرہ عرب سے نکال دیئے جائیں۔ دوسرے یہ کہ وفود کو جائزہ دیا جائے جیسا کہ ان کو جائزہ دیا جاتا تھا اور تیسری پر آپ نے خود سکوت کیا یا یہ کہ راوی خود بھول گیا۔ پھر آپ نے انصار کے حق میں وصیت فرمائی کہ یہ لوگ میرے معاون و مددگار رہیں میں اپنی قوم سے بھاگ کر ان میں آملا پس تم لوگ اپنے کریم و محسن کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ اور اُن کی غلطی سے درگزر کرو۔ اے گروہ مہاجرین تم لوگ بڑھتے چلے گئے اور انصار نہیں بڑھے ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ کا مرتبہ

آپ نے مسجد کی طرف کے جتنے دروازے تھے سب کے بند کرنے کا حکم دیا اور حضرت ابوبکرؓ کے دروازہ پر ارشاد فرمایا کہ میں کسی کو ابوبکرؓ سے اپنی صحبت میں افضل نہیں جانتا اور اگر میں کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکرؓ کو اپنا خلیل بناتا۔"

حضرت ابوبکرؓ کو امامت کا حکم

اس کے بعد پھر درد کی اس قدر زیادتی ہوئی کہ آپؐ غافل ہو گئے۔ امہات المومنینؓ اور فاطمہؓ و عباسؓ و علیؓ سب کے سب آپؐ کے گرد آ کر جمع ہو گئے۔ اس عرصہ میں نماز کا وقت آگیا۔ درد میں کسی قدر کمی معلوم ہوئی، غفلت جاتی رہی، لیکن ضعف کی وجہ سے اُٹھ نہ سکتے تھے۔ لیکن آپ نے حاضرین سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ ابوبکرؓ سے نماز پڑھانے کے لئے کہو۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ وہ (ابوبکرؓ) ایک ضعیف، رقیق القلب، ضعیف الصوت آدمی ہیں آپ کی جگہ پر کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھا سکیں گے۔ حضرت عمرؓ کو اس امر پر مامور فرمایئے۔ آپؐ نے اس سے انکار کر کے حضرت ابوبکرؓ کو امامت پر مامور کیا۔

رسولؐ اکرم کا آخری خطبہ

ابوبکرؓ نماز پڑھا رہے تھے کہ آنحضرت (صلعم) درد کے خفیف ہو جانے سے باہر تشریف لائے۔ حضرت ابوبکرؓ نے پیچھے ہٹنے کا قصد کیا آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ کا مونڈھا پکڑ کر دبا دیا اور اُن کو جگہ سے نہ ہٹنے دیا اور خود اُن کے پہلو میں بیٹھ کر نماز پڑھنے لگے۔ یہاں تک کہ حضرت ابوبکرؓ نے نماز تمام کی۔ اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے آپ کی علالت کی حالت

(بقیہ حاشیہ ص ۲۰۸) سے ظاہر ہوتا ہے بلا شبہ اس سلسلے میں عمرؓ پر کوئی الزام لگانا اپنے مبلغ علم واستعداد کو ظاہر کرنا ہے۔ عجیب بات ہے کہ قرآن مجید میں غیبت کی برائی ہو۔ چھوٹے چھوٹے قصہ مذکور ہوں اور مذکور نہ ہو تو خلافت کا بیان جو مدار ایمان ہے۔

میں تیرہ نمازیں پڑھائیں۔ حالت نزع میں آپؐ کے پاس ایک پیالہ پانی سے بھرا ہوا رکھا تھا بار بار آپؐ دست مبارک اس سے تر فرما کر چہرۂ انور پر پھیرتے اور فرماتے تھے " اللھم اعنی علی سکرات الموت" یعنی (اے خدا میری مدد کر سکرات موت پر) پس جب پیر یعنی وفات کا دن آیا تو صبح کی نماز کے وقت آپؐ سر مبارک پر پٹی باندھے ہوئے باہر تشریف لائے۔ اس وقت حضرت ابوبکرؓ نماز پڑھا رہے تھے حضرت ابوبکرؓ نے اس مرتبہ بھی نماز سے پیچھے ہٹنے کا قصد کیا۔ لیکن آپ نے ان کو پھر اپنے ہاتھ سے لوٹا دیا اور دائیں طرف بیٹھ کر نماز ادا کی۔ اس کے بعد لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا " ایھا الناس سعرت النار و اقبلت الفتن کقطع اللیل المظلم و انی واللہ ما تمسکون علی بشیئ انی لم احل الا ما احل القرآن ولم احرم الا ما حرم القرآن " یعنی لوگو آگ بھڑک اٹھی اور اندھیری رات کے ٹکڑے کی طرح فتنہ آگیا۔ خبردار دین کے خلاف کوئی بات پیدا نہ کرنا میں نے وہی چیز حلال و حرام کی ہے جو قرآن میں ہے " جب آپ نے اپنا سلسلہ کلام ختم کیا تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ " ہم دیکھتے ہیں کہ آپؐ نے اللہ کی عنایت سے نہایت خوشی سے صبح کی جیسا کہ ہم چاہتے تھے "۔

وفات ۱۱ھ

ابوبکرؓ یہ کہہ کر اپنے اہل کے پاس سنخ چلے گئے اور آنحضرت (صلعم) اپنے مکان میں تشریف لائے اور حضرت عائشہؓ کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گئے۔ اس اثناء میں عبدالرحمٰن بن ابی بکر ایک تر مسواک ہاتھ میں لئے ہوئے حاضر ہوئے آپ نے اس کی طرف غور سے دیکھا حضرت عائشہؓ صدیقہ سمجھ گئیں کہ آپ مسواک چاہتے ہیں پس جنابہ موصوفہ نے اپنے بھائی کے ہاتھ سے مسواک لے کر اپنے دانتوں سے خوب چبا کر کچلا جب وہ نرم ہو گئی تو آنحضرت (صلعم) کو دی آپ نے مسواک لے کر کی پھر اس کو چھوڑ کر اپنے سر مبارک کو عائشہؓ کے سینہ پر رکھ کر پاؤں پھیلا دیئے۔ رہ رہ کر آپ کا چہرۂ مبارک متغیر ہو جاتا تھا۔ یہاں تک کہ دوپہر کے قریب اس دار فانی سے آپ نے انتقال فرمایا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت (صلعم) کا انتقال میرے سینہ و حلق کے درمیان میں ہوا ہے۔ پیر کے دن دوپہر کے وقت جب کہ (۱۱) راتیں ربیع الاول کی گذر چکی تھیں اور اگلے دن منگل کو بعد دوپہر مدفون ہوئے۔

حضرت عمرؓ کی وارفتگی

آنحضرت (صلعم) کا وصال ہوتے ہی صحابہؓ میں ایک عظیم پریشانی پھیل گئی جو شخص اس واقعہ کو سنتا تھا حیران و ششدر رہ جاتا تھا۔ نہ تو ان کے ہوش و حواس باقی تھے جو اس وقت حجرہ شریفہ اور مسجد اقدس میں موجود تھے اور نہ وہ حیرت و پریشانی سے بری تھے جو یہ خبر سن کر جوق جوق چلے آرہے تھے۔ ابوبکرؓ اس وقت اپنے اہل کے پاس سنخ گئے ہوئے تھے۔ حضرت عمر ابن الخطابؓ اور اکثر جلیل القدر صحابہؓ موجود تھے۔ حضرت عمر ابن الخطابؓ اس حادثہ ناگہانی سے متحیر

سے ہوگئے۔ کچھ ہوش وحواس نہ رہے تلوار کھینچ کر کھڑے ہوگئے اور بلند آواز سے کہنے لگے۔ "ان رجالا من المنافقین زعموا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مات وانہ لم یمت وانہ ذھب الی ربہ کما ذھب موسی ولیرجعن فیقطعن ایدی رجال وارجلھم" کچھ منافقوں کا خیال ہے کہ اللہ کے رسول فوت ہوگئے۔ حالانکہ آپ فوت نہیں ہوئے بلکہ موسیٰ کی طرح اپنے رب کے پاس تشریف لے گئے ہیں اور واپس آکر ان لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹیں گے۔) عمرؓ جوش وغضب میں یہ کہے جا رہے تھے۔ لیکن کسی کی مجال نہ تھی کہ کوئی شخص اُن سے یہ کہتا کہ تم تلوار نیام میں کرلو آنحضرت (صلعم) کا وصال ہوگیا۔

حضرت ابوبکرؓ کا استقلال

اس عرصہ میں یہ واقعہ جانگداز سُن کر حضرت ابوبکرؓ آپہنچے اور سیدھے حجرۂ مبارک میں جاکر عائشہؓ کی گود سے سر مبارک لے کر بغور دیکھکر کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں بے شک آپ نے اُس موت کا ذایقہ چکھا جس کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے لکھا تھا اور اب ہرگز اس کے بعد آپ کو موت نہ آئے گی: انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کہتے ہوئے باہر آئے۔ حضرت عمر ابن الخطابؓ لوگوں سے وہی باتیں کہہ رہے تھے کہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا چُپ رہو۔ حضرت عمرؓ نے کچھ بھی خیال نہ کیا۔ حضرت ابوبکرؓ دوبارہ کہنا نامناسب سمجھکر علیحدہ کھڑے ہوکر لوگوں سے مخاطب ہوئے جس قدر آدمی عمرؓ کے پاس جمع تھے۔ وہ سب حضرت عمرؓ کو تنہا چھوڑکر حضرت ابوبکرؓ کے پاس چلے آئے۔

حضرت ابوبکرؓ کا خطبہ

اس وقت انھوں نے حمد وثنا کے بعد خطبہ پڑھا۔ "ایھا الناس من کان یعبد محمداً فان محمداً قد مات ومن کان یعبد اللہ فان اللہ حی لا یموت ثم تلا وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علیٰ اعقابکم ومن ینقلب علیٰ عقبیہ فلن یضر اللہ شیئاً وسیجزی اللہ الشاکرین"۔ یعنی جو محمدؐ کا پجاری تھا تو محمدؐ تو فوت ہوگئے اور جو اللہ کا پجاری تھا تو اللہ زندہ ہے اور اسے فنا نہیں۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔ محمد صلعم ایک رسول ہی تو ہیں۔ آپ سے پہلے بھی رسول گذر گئے۔ پھر اگر آپ مر جائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو کیا تم اپنی ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹ جاؤ گے اور جو اپنی ایڑیوں پر لوٹ جائے گا وہ اللہ کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے گا۔ اور اللہ شکر گذاروں کو جزا دینے والا ہے۔)

خطبۂ ابوبکرؓ کا اثر

حضرت ابوبکرؓ کی زبان سے ان آیات کا نکلنا تھا کہ دفعتہً لوگوں کے خیالات بدل

گئے اور حیرت کا عالم ایسا دور ہو گیا کہ گویا اس سے پہلے وہ تھا ہی نہیں۔ اس فوری تغیر و تبدل سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ صحابہؓ اس آیت کے نزول کا حال ہی نہ جانتے تھے۔ عمرؓ کہتے ہیں کہ پہلے میں نے حضرت ابو بکرؓ کے کہنے پر مطلق خیال نہیں کیا۔ لیکن جس وقت انھوں نے یہ آیت پڑھی تو مجھے یہ معلوم ہوا کہ یہ آیت ابھی نازل ہوئی ہے، مارے خوف کے میرے پاؤں تھرا گئے اور اس قدر کانپے کہ میں زمین پر گر پڑا اور میں نے یہ سمجھ لیا کہ آپ کا وصال ہو گیا۔

سقیفہ بنی ساعدہ

یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک شخص نے آکر یہ خبر دی کہ انصارؓ سقیفہ بنو ساعدہ میں جمع ہیں اور وہ سب سعد بن عبادہؓ کی بیعت کیا چاہتے ہیں۔ اور ان میں سے اکثر یہ بھی کہتے ہیں :- "منا امیر و من قریش امیر" یعنی ایک ہمارا امیر ہو اور ایک اہل قریش کا) حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ مع ایک گروہ مہاجرین صحابہؓ کے اس شور و غل کی روک تھام کے لئے سقیفہ بنو ساعدہ کی طرف گئے اور حضرت علیؓ و عباسؓ اور ان کے دونوں لڑکے فضلؓ و قثمؓ و اسامہؓ بن زیدؓ آنحضرت (صلعم) کی تجہیز و تکفین پر متعین ہوئے۔

تجہیز و تکفین

علیؓ آپ کی پشت مبارک کو ٹیک لگائے ہوئے غسل دے رہے تھے اور عباسؓ اور ان کے دونوں لڑکے کروٹ دلاتے جاتے اور اسامہؓ و سقرانؓ پانی ڈالتے تھے۔ ان لوگوں نے قبل غسل دینے کے اس امر میں اختلاف کیا تھا کہ آپ کو برہنہ کر کے نہلائیں یا کہ مع کپڑوں کے۔ ناگاہ مکان کے باہر سے یہ آواز آئی "کپڑے نہ اُتارے جائیں آپ کو مع کپڑوں کے نہلاؤ" پس ان لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ غسل دینے کے بعد تین کپڑوں میں کفنایا دو تو سفید تھے اور ایک بردِ یمانیہ تھی۔ پھر قبر کھودنے والوں کو بلایا۔ ایک ان میں سے لحد بناتا تھا اور دوسرا بغلی کھودتا تھا۔ صحابہؓ کا اس میں بھی باہم اختلاف ہوا کوئی کہتا تھا کہ لحد (صندوقی) قبر کھودی جائے اور کسی کی رائے بغلی قبر بنانے کی تھی۔ حضرت عباسؓ نے دو شخصوں کو ان دونوں آدمیوں کے بلانے کو بھیجا اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ جو قبر اپنے نبیؐ کے لئے پسند کرتا ہو اس کو بھیج۔ پس وہی شخص پہلے آیا جو قبر صندوقی بناتا تھا۔ یعنی ابو طلحہؓ زید بن سہل یہی اہلِ مدینہ کی قبر کھودا کرتے تھے چنانچہ انھوں نے رسول اللہ (صلعم) کے لئے صندوقی قبر بنائی۔

جب بروز منگل آپ کی تجہیز سے فراغت ہوئی اور آپ کو آپؐ کے مکان کے (تخت) پر رکھا تو پھر صحابہؓ نے آپ کے مقامِ دفن میں اختلاف کیا۔ بعض کہتے تھے کہ مسجد مبارک میں دفن کئے جائیں اور بعض کہتے تھے اپنے ہی مکان میں۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا۔ کہ میں نے آنحضرت (صلعم) سے سُنا ہے" آپ فرماتے تھے کہ کسی نبی کی روح نہیں قبض کی گئی مگر وہ وہیں دفن کیا گیا ہے جہاں پر اس کی روح

قبض کی گئی ہے"۔ لوگوں نے یہ سنتے ہی آپؐ کے فرش کو (جس پر آپ کا انتقال ہوا تھا) اٹھا دیا اور اسی جگہ پر قبر کھودی گئی۔ اس کے بعد گروہ کے گروہ پہلے مردوں نے، ان کے بعد عورتوں نے، ان کے بعد لڑکوں نے اور پھر غلاموں نے نماز پڑھنی شروع کر دی۔ کوئی کسی کی امامت نہ کرتا تھا۔ پھر آپ نصف شب بدھ کے دن دفن[۱] کیے گئے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ یہ واقعہ ربیع الاول کی بارھویں شب کا تھا اس حساب سے ہجرت کے دس سال پورے ہو گئے۔ تریسٹھ[۶۳] برس کی عمر میں آپ کا وصال ہوا لیکن بعض پینسٹھ[۶۵]، بعض ساٹھ[۶۰] بھی بتلاتے ہیں واللہ اعلم۔

مترجم — اختلافی مسائل

یہ واقعہ بھی اسلام کے اُن واقعات میں سے ہے، جن سے اسلام میں عظیم تفرقے اور اختلاف رونما ہوئے۔ لیکن اگر دیدہ بصیرت سے تعمق و غور کی عینک لگا کر دیکھا جائے تو نہ اختلاف باقی رہ جاتا ہے اور نہ پھر کسی بحث و کلام کا موقع ملتا ہے اکثر معتبر و مستند کتب تواریخ و سیر کے مختلف مقامات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ چھبیس[۲۶] صفر بروز پیر آنحضرت (صلعم) نے لوگوں سے رومیوں کے خلاف جہاد کی تحریک اور تیاری کا حکم دیا اور ۲۷ صفر بروز منگل کو اسامہؓ بن زید امیر لشکر مقرر کیے گئے۔ ۲۸ صفر بروز بدھ باوجود اپنی علالت کے خاص اپنے دست مبارک سے ایک نشان درست کر کے اسامہؓ کو دیا اور فرمایا "اغز بسم اللہ وفی سبیل اللہ وقاتل من کفر باللہ" یعنی جہاد کر اللہ کے نام پر اور اللہ کی راہ میں اور لڑ اُس سے جو اللہ کے ساتھ کفر کرے) اسامہؓ یہ نشان لیے ہوئے باہر آئے اور بریدہ بن الحصیب اسلمیؓ کو دے کر لشکر اسلام کا ان کو علم بردار بنا کر مدینہ سے کوچ کیا۔ بڑے بڑے جلیل القدر صحابہؓ مہاجرین و انصار کو اس جہاد میں شریک ہونے کا حکم دیا تھا منجملہ ان کے حضرت علیؓ، عباسؓ، ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، ابو عبیدہ بن الجراحؓ، سعد بن زیدؓ، قتادہ بن النعمانؓ اور سلمہ بن اسلم (رضی اللہ عنہم) شامل تھے لیکن روانگی کے وقت چونکہ آپؐ کی علالت شروع ہو چکی تھی۔ اس لیے آپ نے حضرت اُسامہ کی اجازت سے حضرت علیؓ و عباسؓ کو روک لیا بقیہ جلیل القدر صحابہؓ حضرت اسامہؓ

---

[۱] علماء سیر و تواریخ نے لکھا ہے کہ پہلے قبر میں حضرت علیؓ اور فضل و قثم پسران عباسؓ و شقرانؓ اُترے تھے اس کے بعد اوس بن خولی انصاریؓ نے حضرت علیؓ سے کہا۔ خدا تم کو سمجھائے ہمارا بھی حصہ رسول اللہ (صلعم) میں ہے حضرت علیؓ نے یہ سُن کر اوس بن خولیؓ کو قبر میں اُترنے کی اجازت دی بس یہی چار بزرگ تھے جنھوں نے آپ کو قبر میں اُتارا۔

سقیفہ بنی ساعدہ کا واقعہ

آنحضرت (صلعم) کے انتقال سے آپ کے جاں نثار صحابہؓ پر جو کیفیت طاری ہوئی وہ قدرتی تھی اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ بعضوں کو

کے ساتھ مدینہ سے نکل کر جرف میں خیمہ زن ہوئی۔ اس مقام سے کوچ کی نوبت نہ آئی تھی کہ آخر روز بدھ جمعرات کی درمیانی شب کے اول وقت سے آپ کی علالت زیادہ ہوگئی جس سے ایک تہلکہ عظیم پیدا ہو گیا۔ آپ نے اسی دن عشا کے وقت سے حضرت ابوبکرؓ کو بلا کر نماز پڑھانے پر متعین فرما دیا۔ اس وجہ سے حضرت اسامہؓ نے بھی جرف سے آگے بڑھنے کی جرأت نہ کی اور جو صحابہؓ ان کے ہمراہ تھے وہ ان سے اجازت لے کر آنحضرت (صلعم) کے دیکھنے کے لئے آتے رہے، یہاں تک کہ پیر کا دن آگیا۔ اس دن گزشتہ دنوں کی بہ نسبت مرض کی شدت میں کمی رہی، بلکہ بعضوں کو خیال ہوا کہ آپ اچھے ہوگئے۔ اسامہؓ بن زیدؓ یہ سن کر بقصد کوچ سوار ہو رہے تھے کہ ام ایمنؓ مادر اسامہؓ نے کہلا بھیجا کہ آنحضرت (صلعم) حالتِ نزع میں ہیں اسامہؓ اور کل صحابہؓ اس خبر قیامت اثر کے سنتے ہی اُفتاں و خیزاں جرف سے مدینہ آگئے بریدہؓ نے نشان کو لا کر حجرہ کے دروازے پر کھڑا کر دیا۔

وفات نبویؐ پر صحابہؓ کی وارفتگی

جب دوپہر کے وقت آپ کا وصال ہو گیا تو اور زیادہ شور و غل برپا ہو گیا۔ کسی کے ہوش و حواس بجا نہ رہے ایک تہلکہ عظیم برپا ہو گیا۔ حضرت عمر یہ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ (صلعم) کا وصال نہیں ہوا۔ حضرت عثمانؓ ایک سکتہ کے عالم میں پشت بدیوار بیٹھے ہوئے تھے نہ کسی سے بولتے تھے نہ کسی کی بات کا کچھ جواب دیتے تھے۔ حضرت علیؓ روتے روتے بیہوش ہو گئے۔ حضرت عباسؓ اِدھر اُدھر حیران پھر رہے تھے۔ حضرت عائشہؓ سر مبارک اپنے سینہ پر لئے ہوئے بیٹھی تھیں، اس اثنا میں حضرت ابوبکرؓ کو خبر ہوئی اور وہ آگئے انھوں نے پہلے حضرت عائشہؓ کے سینہ پر سے سر مبارک اٹھا کر روشنی کی طرف دیکھا، پیشانی پر بوسہ دے کر "اچھے زندہ رہے، اچھے مرے" کہہ کر لٹا کر باہر آئے۔ حضرت عمرؓ برہنہ شمشیر لئے ہوئے بار بار "مامات رسول اللہ (صلعم)" کہہ رہے تھے لوگوں کا ایک ہجوم لگا ہوا تھا۔

حضرت ابوبکرؓ کا غیر معمولی تدبر و فراست

ایسے نازک وقت میں حضرت ابوبکرؓ ہی کا کام تھا کہ انھوں نے نہایت استقلال و

یہ خیال پیدا ہوگیا کہ آپؐ کا انتقال ہی نہیں ہوا ان کا یہ کہنا فرط محبت کے سبب سے تھا، نہ کہ نافہمی سے۔ اسی اثناء میں انصار۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں سعد بن عبادہؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے جمع

دانائی سے حضرت عمرؓ کے جوش اور لوگوں کے شور وغل کو رفع کیا یہ وہ وقت تھا کہ معمولی سی تحریک بڑے سے بڑے فتنہ کا دروازہ کھول سکتی تھی جو پھر تا قیامت نہ بند ہوتا اور نہ کوئی اسلام کا نام جانتا اس شور کے کم ہوتے ہی سقیفہ میں ایک دوسرا ہنگامہ شروع ہوگیا۔ جو اس سے زیادہ خوفناک تھا جس میں انصارؓ ومہاجرینؓ ایک دوسرے سے گتھنا چاہتے تھے حضرت ابوبکرؓ نے اس موقع پر پھر نہایت سنجیدگی وعقل سے کام لیا اور درحقیقت یہ انہیں کا کام تھا کہ انہوں نے فوراً آنحضرت (صلعم) کی وصیت کے مطابق تجہیز وتکفین پر بنو ہاشم کو متعین کیا اور خود حضرت عمرؓ اور جلیل القدر صحابہ کے ساتھ سقیفہ پہنچ کر فتنہ وفساد کے اس دروازے کو بند کردیا جس کے کھلنے کے بعد عرب سے دین اسلام کم سنی ہی میں جلاء وطن ہوجاتا اور پھر اس کا نام لینے والا دنیا کے صفحہ پر نہ ملتا۔ الا ماشاء اللہ۔

تجہیز وتکفین کے متعلق غلط فہمی

حضرت ابوبکرؓ ان اہم امور سے جن کو دین کے ساتھ گہرا تعلق تھا فراغت پاکر تجہیز وتکفین میں آکر شریک ہوئے اور منگل کے دن دوپہر کے بعد دفن کیا جیسا کہ معتبر کتب تواریخ وسیر میں بالفاظ و دفن من الغد نصف النہار من یوم الثلثاء" (اور دفن کئے گئے اگلے دن دوپہر کے وقت بروز منگل) مرقوم ہیں اور یہی زیادہ صحیح روایت ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ تین دن تک بے گور وکفن رہے، دفن نہیں کیے گئے۔ اس طرح پر کہ آپ کا انتقال بروز پیر بوقت شب ہوا اور بدھ کی رات کو آدھی رات کے وقت دفن کئے گئے۔ میرے نزدیک اس روایت کی رو سے بھی تین دن نہیں ہوتے۔ کیونکہ پیر کا دن گذر کر رات کے وقت انتقال ہوا جو کہ منگل کی رات تھی پھر منگل کو دن کے وقت آپ دفن نہیں کئے گئے بلکہ رات کے وقت (جو کہ بدھ کی رات تھی) مدفون ہوئے۔ اس حساب سے تقریباً ایک رات اور دن کے بعد آپ دفن کئے گئے۔ لوگوں نے نافہمی سے ادھر منگل کی رات کے ساتھ دن کو بھی شمار کرلیا جس دن درحقیقت آپ موجود تھے۔ لیکن علیل وحالت نزع میں تھے۔ اور ادھر بدھ کی رات کے ساتھ بدھ کے دن کو بھی شامل کرلیا جس کی رات ہی کو تجہیز وتکفین وتدفین سے فراغت

ہو گئی۔ ان کا دعویٰ تھا کہ "رسول اللہ (صلعم) کے بعد استحقاق خلافت انصارؓ کو حاصل ہے کیونکہ انھوں نے دین کی مدد کی۔ رسول اللہ (صلعم) کو اپنے یہاں ٹھیرایا۔ ان کے ساتھ ہو کر اعداد دین سے

ہو گئی تھی۔ منشا اس غلطی کا شاید لیلۃ الاربعاء ہے جس کے معنی بدھ کی رات کے ہیں۔ اہل عرب ہر رات کو اگلے دن میں شمار کرتے ہیں۔ مثلاً لیلۃ الاربعاء اُس رات کو کہیں گے جس کے آگے بدھ کا دن آئے گا اور عجمی ہر رات کو موجودہ دن کا تابع جانتے ہیں۔ مثلاً لیلۃ الاربعاء (بدھ کی رات) اُس رات کو کہیں گے جو بدھ کے دن کے بعد آئے جو عرب کے نزدیک درحقیقت لیلۃ الخمیس (جمعرات کی رات) ہے۔

قائم مقام کی ضرورت

بعضوں کا یہ خیال ہے کہ بیعت ابوبکرؓ کے بعد تجہیز و تکفین کا کام شروع ہوا تھا۔ اگر یہ روایت بجائے خود صحیح مان لی جائے تو بھی رسمًا یہ طریقہ نہایت درست معلوم ہوتا ہے۔ قاعدہ ہے کہ جب کسی جلیل القدر شخص کا انتقال ہو جاتا ہے تو جب تک اُس کا کوئی جانشین یا گھر کا پیشوا نہیں بن جاتا اُس وقت تک کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس جلیل القدر شخص کے مرنے سے گھر یا خاندان یا ملک و حکومت یا شہر بے سردار کے رہ جاتا ہے اور سب کے سب ایک مساوی درجہ میں ہو جاتے ہیں۔ نیز حیرت و سکتہ کی حالت اُن پر طاری ہو جاتی ہے۔ لہٰذا دفن کفن سے پہلے ایک ذمہ دار قائم مقام کی ضرورت پوری کرنا مقتضائے فطرت ہے۔ پھر جیسے ہی کوئی شخص قائم مقام ہو گیا یا اُس نے اُس گھر یا خاندان یا ملک و حکومت یا شہر کا کام سنبھال لیا تو فوراً اُس کے حکم سے کل کام ہونے لگیں گے۔

حضرت ابوبکرؓ کے راست اقدام

اگر حضرت ابوبکرؓ ایسے ہنگامہ میں جس وقت کہ کسی کے ہوش و حواس بجا نہ تھے پیش پیش نہ ہو گئے ہوتے تو حضرت عمرؓ کو ان کے پرجوش کلام سے کون روکتا، حضرت عائشہؓ کے سینہ پر سے سر مبارک کون اٹھاتا، سقیفہ میں انصارؓ و مہاجرینؓ کے جھگڑے کو کون ختم کرتا، مرتدین کا کون قلع قمع کرتا۔ ان واقعات کے دیکھنے والے بخوبی سمجھ لیں گے کہ یہ امور اہم تھے جنھیں حضرت ابوبکرؓ نے بخیر و خوبی انجام دیا علاوہ بریں آنحضرت (صلعم) نے وصیت فرما دی تھی کہ مجھکو میرے خاندان والے نہلائیں پھر کونسا موقع تھا کہ حضرت ابوبکرؓ وصیت کے خلاف غسل دینے

لڑے۔ لیکن وہ مہاجرین جو سقیفہ اس وقت پہنچ گئے تھے انھوں نے اس کی مخالفت کی۔ چنانچہ فریقین میں بحث و تکرار ہونے لگی۔ رفتہ رفتہ اس امر کی اطلاع حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کو ہوئی یہ دونوں بزرگ مع ابوعبیدہؓ

میں شامل ہوجاتے جب کہ حضور کے خاندان والے بموجب وصیت تجہیز و تکفین میں مصروف ہوگئے تھے۔ لہٰذا ایسے نازک وقت میں حضرت صدیق کا حضور کے دولت کدے پر صرف حاضری کی خاطر موجود رہنا مناسب تھا، یا ان خطرناک ترین جھگڑوں کا رفع جو آنحضرت کے وصال کی خبر پر رونما ہوئے تھے۔ جنھیں بے کم و کاست بلا رو رعایت نہایت صحیح و مستند کتابوں سے منتخب کر کے لکھدیا گیا جس میں کسی کی طرف داری سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

حلیہ مبارک

آنحضرت (صلعم) نہ بہت طویل القامت تھے اور نہ زیادہ پستہ قد۔ سر بڑا۔ بھری ہوئی ڈاڑھی۔ دونوں بازو اور قد پُر گوشت، سرخی مائل گندمی رنگ گول بڑی بڑی سیاہ پر رونق آنکھیں۔ سر کے بال سیدھے، پیشانی چوڑی تھی۔ انسؓ کا بیان ہے کہ آپ کے بالوں پر پیری کے آثار نمایاں نہیں ہوئے تھے۔ لیکن بعض کہتے ہیں کہ آپ کی ڈاڑھی میں سامنے تقریباً بیس پچیس بال سفید تھے جن کو آپ نے کبھی کسی چیز سے نہیں رنگا جابر بن سمرہؓ کہتے ہیں کہ آپ کے سر میں بھی چند سفید بال تھے جو تیل لگانے اور کنگھی کرنے سے چھپ جاتے تھے۔ سر کے بال کبھی مونڈھے تک اور کبھی کانوں تک بڑھے رہتے تھے۔ سر میں تیل بکثرت ڈالتے اور آنکھوں میں سرمہ لگاتے تھے۔ شجاع، خلیق، شیریں کلام، فصیح، خندہ رو۔ جمیع محاسنِ ظاہر و باطن سے مزین تھے۔ تبسم کے سوا کھلکھلا کر کبھی آپ ہنسے نہیں۔

حضرت خدیجہؓ

ابنِ ہشام نے لکھا ہے کہ تیرہ عورتیں آپؐ کی زوجیت میں آئیں جن میں سے انتقال کے وقت نَو موجود تھیں۔ سب سے پہلے ام المومنین حضرت خدیجہؓ آپ کے عقد میں آئیں یہ خویلد بن اسد کی لڑکی تھیں۔ ان کی پہلی شادی عتیق بن عابد بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم سے ہوئی تھیں۔ عتیق کے مرنے کے بعد ابوہالہ بن زرارہ بن نباش بن عدی سے عقد ثانی ہوا۔ پھر جب ان کا بھی انتقال ہوگیا تو اس کے بعد ان کا تیسرا عقد ان کے باپ خویلد یا بعض روایتوں کے بموجب ان کے بھائی عمرو بن خویلد نے آنحضرت (صلعم) سے کر دیا۔ آنحضرت صلعم نے بیس اونٹ مہر ادا کیا۔ حضرت خدیجہ کے بطن سے آپ کے چار لڑکے قاسم، طیب، طاہر اور عبداللہ پیدا ہوئے اور چار لڑکیاں زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہؓ پیدا ہوئیں۔۔ ان اولاد ذکور کا

بن الجراح سقیفہ روانہ ہوئے۔ اثنائے راہ میں حضرت عاصمؓ بن عدی و حضرت عویمؓ بن ساعدہؓ سے ملاقات ہوگئی۔ عاصمؓ و عویمؓ نے ان کو روکنے کا قصد کیا لیکن وہ لوگ ان کے روکنے سے نہ رکے، جس قدر جلد ممکن ہوسکا سقیفہ میں جہاں پر انصارؓ جمع تھے جا پہنچے اور باہم مباحثہ ہونے لگا۔

عالم طفلی میں انتقال ہوگیا۔ لیکن چاروں لڑکیاں جوان ہوکر بیاہی گئیں اور صاحب اولاد ہوئیں۔

حضرت عائشہؓ بنت حضرت ابوبکرؓ

حضرت خدیجہؓ کی حیات میں آپ نے دوسرا عقد نہیں کیا جب ان کا ہجرت سے تین برس پہلے انتقال ہوگیا۔ تب آپ نے سودہؓ بنت زمعہ یا عائشہؓ صدیقہ سے عقد کیا۔ عقد کے وقت حضرت عائشہؓ کی عمر سات برس کی تھی مکہ میں آپ کے والد بزرگوار حضرت ابوبکرؓ نے آپ کے ساتھ عقد کیا اور مدینہ میں پہنچ کر جب کہ ان کا سن نو یا دس برس کا تھا زفاف کیا اور جب اٹھارہ برس کی عمر تھی کہ آنحضرت (صلعم) کا وصال ہوگیا۔ ان کا مہر چار سو درہم مقرر ہوا تھا جس کو آپ نے ادا کردیا۔ ان کے سوا اور کوئی امہات مومنین میں سے باکرہ نہ تھیں۔ انھوں نے ۵۸ھ میں وفات پائی یہ آپ کی محبوب ترین ازواج سے ہیں۔

حضرت سودہؓ بنت زمعہ

سودہؓ بنت زمعہ بن قیس بن عبد شمس کی پہلی شادی سکران بن عمرو بن عبد شمس سے ہوئی تھی۔ جب یہ ہجرت کرکے حبشہ چلا گیا اور وہاں نصرانی ہوکر مرگیا تب ان کے باپ زمعہ نے چار سو درہم مہر پر ان کا عقد آنحضرت (صلعم) سے کردیا۔ آپ نے مہر ادا کیا۔

حضرت حفصہؓ بنت حضرت عمرؓ
حضرت اُم سلمہؓ بنت ابی امیہ

پھر آپ نے حضرت حفصہؓ بنت حضرت عمرؓ الخطابؓ سے عقد کیا۔ یہ پہلے خنیس بن حذافہ کے عقد میں تھیں جب ان کا انتقال ہوگیا تو آپؐ کے عقد میں آئیں ان کا بھی مہر چار سو درہم تھا جو ادا کردیا۔ پھر ام سلمہؓ بنت ابی امیہ بن المغیرہ سے نکاح کیا ان کا نام ہند تھا۔ یہ آپ سے پہلے سلمہ بن ابی سلمہ بن عبد الاسد کے عقد میں تھیں یہ بدری صحابیؓ ہیں جب جنگ احد میں یہ زخمی ہوئے اور اُسی زخم میں اُن کا انتقال ہوا۔

حضرت زینبؓ بنت خزیمہ

پھر حضرت زینبؓ بنت خزیمہ سے چار سو درہم مہر پر عقد کیا۔ اس سے پہلے وہ عبیدہ بن الحرث بن المطلب بن عبد مناف کے اور عبیدہ سے پیشتر جہم بن عمرو بن الحرث کی زوجیت میں تھیں یہ طبعاً رحیم اور غریب ترس زیادہ تھیں اسی وجہ

مسئلہ خلافت پر بحث و تمحیص

ابوبکرؓ: ہم لوگ سابقین اولین میں سے ہیں۔ رسول اللہ (صلعم) کے ساتھ مکہ میں رہے۔ کفار کے ہاتھوں سے ایذائیں اٹھائیں پھر انھیں کے

سے ان کو ام المساکین بھی کہا کرتے تھے۔

حضرت جویریہ بنت الحرث

پھر عام المریسیع میں جویریہؓ بنت ابی ضرار خزاعی (بنو المصطلق) سے عقد کیا یہ بنو المصطلق کے قیدیوں میں سے تھیں تقسیم کے وقت ثابتؓ بن قیس بن شماس کے حصہ میں آئیں انھوں نے اپنے کو مکاتبہ (ذاتی مال دے کر آزادی حاصل کرنا) کر لیا تھا۔ آنحضرت (صلعم) تشریف لائے اور یہ ارشاد کیا کہ کیا میں تجھکو اس سے بہتر کوئی بات بتلاؤں جویریہؓ نے عرض کیا کہ وہ کیا ہے آپ نے فرمایا کہ میں تمھاری واجب الادا رقم ادا کئے دیتا ہوں تم مجھ سے عقد کرلو جویریہؓ نے اس کو منظور کر لیا۔ آپ نے اُسی وقت وہ رقم ادا کرکے اُن کو اپنی زوجیت میں لے لیا یہ پہلے سافع بن صفوان مصطلقی کے نکاح میں تھیں۔

حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان

پھر ام حبیبہؓ بنت ابی سفیان بن حرب سے عقد کیا ان کا نام رملہ تھا۔ ان کا عقد خالدؓ بن سعید بن العاص نے کیا جس زمانہ میں یہ دونوں حبشہ میں تھے اور نجاشی نے آپ کی طرف سے ان کا مہر چار سو دینار ادا کیا یہ پہلے عبداللہ بن حجش اسدی کی زوجیت میں تھیں ان کا انتقال زمانہ خلافت معاویہ میں ہوا۔

حضرت زینب بنت حجش

پھر زینبؓ بنت حجش آپ کی زوجیت میں داخل ہوئیں پہلے یہ زید بن حارثؓ آپ کے آزاد غلام کے عقد میں تھیں ان کا مہر بھی آپ نے چار سو درہم ادا فرمایا انھیں کے قصہ میں "فلما قضٰی زید منھا وطرًا زوجنا کھا" نازل ہوئی ہے ان کا انتقال زمانہ خلافت حضرت عمرؓ بن الخطاب میں ہوا۔

حضرت صفیہ بنت حی ابن اخطب

پھر عام خیبر میں صفیہؓ بنت حی ابن اخطب سے نکاح کیا یہ پہلے سلام بن مشکم کی زوجہ تھیں پھر کنانہ بن الربیع ان کے شوہر ہوئے جنگ خیبر میں یہ گرفتار ہو کر آئی تھیں۔ آپ نے اپنے لئے ان کو منتخب فرمایا اور بعد نکاح ولیمہ کیا جس میں گوشت وغیرہ نہ تھا صرف سوئق (ستو) اور کھجوریں تھیں ۳۶ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

حضرت میمونہ بنت الحرث

پھر میمونہؓ بنت الحرث سے نکاح ہوا حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب نے آپ کی طرف سے ان کا چار سو درہم مہر ادا کیا یہ اس سے پہلے

ہمراہ ہجرت کی۔ تم لوگ اس بارے میں ہم لوگوں سے بحث نہ کرو۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تم کو حق نصرت نیز سابق الاسلام ہونے کا شرف حاصل ہے بایں لحاظ ہم لوگ امراء ہیں اور تم وزرا ہو۔

ابی رہم بن عبدالعزے بن ابی قیس کی زوجہ تھیں یہ حضرت عباسؓ و خالدؓ بن الولید کی خالہ تھیں۔

حضرت اسماء بنت نعمان اور حضرت عمرہ بنت یزید کلابیہ

پس یہ گیارہ[۱۱] امہات مومنینؓ ہیں جن سے آپ نے مقاربت (تعلق یا قربت) کی۔ ان میں سے دو آپ کی حیات طیبہ میں انتقال فرما گئیں (یعنی خدیجہؓ و زینبؓ بنت خزیمہ) باقی نوؓ امہات مومنینؓ کو چھوڑ کر آپ نے انتقال فرمایا۔ دو بیویاں ایسی تھیں جن سے نوبت مقاربت نہیں آئی ایک اسماء بنت نعمان کندیہ ان سے آپ نے نکاح کیا۔ لیکن سفید داغ ہونے کی وجہ سے آپ نے اُن کو ان کے خاندان کی طرف لوٹا دیا دوسری عمرہ بنت یزید کلابیہ ان کو تھوڑا زمانہ ہوا تھا کہ یہ مسلمان ہوئیں تھیں جب رسول اللہ (صلعم) ان کے پاس تشریف لے گئے تو انھوں نے آپ سے طلاق کی خواہش ظاہر کی آپ نے اُن کو ان کے خاندان کی طرف لوٹا دیا۔

ان امہات مومنینؓ میں سے چھ خدیجہؓ بنت خویلد بن اسد و عائشہؓ بنت ابی بکرؓ بن ابی قحافہ و حفصہؓ بنت عمرؓ بن الخطاب بن نفیل و ام حبیبہؓ بنت ابی سفیان بن حرب و ام سلمہؓ بنت ابی امیہ بن المغیرہ و سودہؓ بنت زمعہ بن قیس بن عبد شمس بن عبدود بن نضر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوئی قرشیات اور باقی عربیات سوائے صفیہ بنت حیی بن اخطب کے تھیں واللہ اعلم۔

موالی

آنحضرت (صلعم) کے موالی (آزاد غلام) بھی تھے۔ منجملہ ان کے زیدؓ بن حارثہ اور ان کے لڑکے اسامہ بن زید اور ثوبان (ان کی کنیت ابو عبداللہ تھی۔ سرات کے رہنے والے تھے آپ کے انتقال کے بعد یہ حمص چلے گئے اور وہیں ۵۴ھ میں ان کا انتقال ہوا) شقران (یہ حبشہ کے رہنے والے تھے نام ان کا صالح تھا) ابو رافع ابراہیم (یہ عباسؓ ابن عبدالمطلب کے مملوک تھے انھوں نے اُن کو آنحضرت (صلعم) کو ہبہ کردیا اور آپ نے آزاد کیا) اور سلمان فارسی (ان کی کنیت ابو عبداللہ تھی یہ اصفہان کے رہنے والے تھے بنو کلب میں سے ایک شخص ان کو کسی لڑائی سے گرفتار کر لایا اور ایک یہودی کے ہاتھ وادی القریٰ میں فروخت کر ڈالا تھا۔ یہودی نے ان کو مکاتب (وہ غلام جو مالک کی اجازت سے اپنی قیمت آپ محنت مزدوری کر کے مالک کو ادا کر کے آزاد ہو جائے) بنایا۔ آنحضرت (صلعم) نے ان کی مدد کی تا آنکہ آزاد ہو گئے) سفینہ (یہ ام سلمہؓ کے

حباب بن المنذر بن الجموح :۔ مناسب یہ ہے کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک تم میں سے" یہ کہہ کر انصارؓ کی طرف مخاطب ہو کر کہا" اے گروہ انصارؓ اگر مہاجرینؓ اس سے انکار کریں تو ان کو تم اپنی تلواروں سے اپنے شہر سے نکال باہر کرو۔ دین کی اشاعت ہمارے ذریعہ سے ہوئی ہے۔ ہم لوگ خلافت رسولؐ (صلعم) کے مستحق ہیں لیکن بخیال رفع نزاع ہم کہتے ہیں کہ ایک ان میں سے امیر ہو اور ایک ہم میں سے۔

عمرؓ ابن الخطاب :۔ تم کو خوب یاد ہو گا کہ رسول اللہ (صلعم) نے ہم کو تمھارے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کی ہے اور اگر تم کو استحقاق امارت ہوتا تو آنحضرت (صلعم) تم کو وصیت کرتے۔

عمرؓ ابن الخطاب اس قدر کہنے پائے تھے کہ حبابؓ بن المنذر اٹھ کر پھر بحث کرنے لگے اور دونوں آدمیوں میں زور زور سے باتیں ہونے لگیں۔ حضرت عبیدہؓ ان دونوں بزرگوں کو روک رہے تھے اور یہ کہتے جاتے تھے۔ اے گروہ انصارؓ اللہ سے ڈرو۔ تم لوگ وہ ہو جنھوں نے سب سے پہلے آنحضرت (صلعم) کی مدد کی، پس اب تم سب سے پہلے اُن لوگوں میں سے نہ بنو جنھوں نے اپنے طبائع کو متبدل و متغیر کر دیا ہو۔

غلام تھے ان کو جنابہ موصوفہ نے اس شرط سے آزاد کیا تھا کہ یہ ہمیشہ آنحضرت (صلعم) کی خدمت کیا کریں) اور ابو کبشہ سلیم (ان کو آنحضرت (صلعم) نے خرید فرما کر آزاد کر دیا تھا یہ کل لڑائیوں میں شریک ہوئے اور ۱۳ھ یوم خلافت حضرت عمر ابن الخطاب میں ان کا انتقال ہوا) اور رویفع ابو مویہبہ (یہ بھی آپ کے زر خرید اور آزاد کئے ہوئے تھے) اور رباح اسود اور فضالہ اور مدعم (یہ وادی القریٰ میں شہید ہوئے تھے) اور ابو ضمیرہ اور یسار رضی اللہ عنہم تھے۔

کاتبین علماء سیر و تواریخ نے لکھا ہے کہ حضرت عثمانؓ ابن عفان و حضرت علیؓ ابن ابی طالب گاہے گاہے آنحضرت (صلعم) کے لکھنے والوں میں تھے۔ ان کے علاوہ خالدؓ بن سعید و ابان بن سعید و علاءؓ بن الحضرمی بھی لکھا کرتے تھے۔

اول جس کو آپ کی کتابت کا شرف حاصل ہوا وہ ابی بن کعب ہیں۔ انھیں کاتبین میں زید بن ثابتؓ، معاویہ بن ابو سفیانؓ اور حنظلہ اسیدی شمار کیے جاتے ہیں۔ کسی زمانہ میں عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح بھی لکھا کرتے تھے۔ لیکن کچھ دن بعد مرتد ہو گئے۔ پھر یوم فتح مکہ اسلام کی طرف رجوع کیا۔

بشیرؓ:۔ بن سعد بن النعمان بن کعب بن الخزرج بے شک رسول اللہ (صلعم) قبیلہ قریش سے تھے اور ان کی قوم امارت و خلافت کی زیادہ مستحق ہے اور ہم لوگ اگرچہ انصارؓ دین اور سابق الاسلام ہیں۔ لیکن اس اسلام سے ہمارا مقصود اللہ تعالیٰ کا راضی رکھنا تھا اور اس کی اطاعت مدنظر تھی اس کا معاوضہ ہم دنیا میں نہیں چاہتے اور نہ اس بابت ہم مہاجرین سے جھگڑا کرنا چاہتے ہیں۔

حبابؓ بن المنذر:۔ اے بشیر تو نے واللہ بڑی بزدلی ظاہر کی۔ تو نے تو سارا کارخانہ ہی درہم برہم کر دیا۔

بشیرؓ:۔ نہیں نہیں، میں نے بزدلی سے اپنا خیال ظاہر نہیں کیا بلکہ مجھے یہ بات ناگوار معلوم ہوئی کہ میں امارت و خلافت کے لئے ایسی قوم سے نزاع کروں جو اس کی مستحق ہے کیا تو نے نہیں سنا، کہ رسول اللہ (صلعم) نے فرمایا ہے "الائمۃ من قریش" (کل امام قریش سے ہوں گے)

اس کلام کے تمام ہوتے ہی دو چار انصارؓ و مہاجرینؓ نے اس حدیث کی تصدیق کر دی، جس سے حبابؓ بن المنذر کا خیال بدل گیا اور دفعۃً وہ شور و غل جو اس مجمع میں امارت کے سلسلے میں برپا تھا بالکلیہ رفع ہو گیا سب کے سب ایک خاموشی کی حالت میں ہو گئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ و ابو عبیدہؓ کی طرف بیعت کا اشارہ کیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں ہرگز بیعت نہ لوں گا جب تک ابوبکرؓ موجود ہیں۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے اس رائے سے اتفاق کیا۔

بیعت خلافت

تب بشیرؓ بن سعد نے اٹھ کر سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی پھر حضرت عمرؓ و ابو عبیدہؓ نے۔ پھر اوس نے، کیونکہ یہ خزرج کی امارت سے کبیدہ خاطر تھے۔ انھیں لوگوں میں اسیدؓ بن حضیر بھی تھے۔ ان کے بعد بیعت کرنے والے چاروں طرف سے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت پر امنڈے چلے آتے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ایسی کثرت ہو گئی کہ تل رکھنے کی جگہ نہ ملتی تھی۔ سعد بن عبادہؓ ایک گوشہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کسی نے ان کے ہمراہیوں میں سے کہا۔ دیکھو کہیں سعد اس کشمکش میں دب کر نہ مر جائے۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ اس کو اللہ تعالیٰ ہی نے مارا ہے۔ سعدؓ یہ سنتے ہی اٹھ کر اُن سے دست بگریباں ہو گئے۔ عمرؓ کو بھی غصہ آ گیا لیکن حضرت ابوبکرؓ کے روکنے سے رک گئے۔ جب سب لوگ بیعت کر چکے تو سعدؓ سے بیعت کرنے کے لئے کہا گیا۔ سعد نے بیعت سے انکار کیا حضرت بشیرؓ نے کہا۔ یہ تنِ تنہا آدمی ہیں۔ ان سے درگذر کرو۔ ان کو ان کی حالت پر رہنے دو۔ پس حضرت سعدؓ بن عبادہؓ اس واقعہ کے بعد نہ تو ان کے ساتھ نماز میں شریک ہوتے تھے اور نہ ان سے ملتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت ابوبکرؓ کا انتقال ہو گیا۔ علامہ طبری نے لکھا ہے کہ حضرت سعدؓ نے بھی تھوڑی دیر کے بعد اسی دن ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی اور بعضوں نے کہا ہے کہ بعد اس واقعہ کے حضرت سعدؓ بن

عبادہ شام کی طرف چلے گئے تھے اور وہیں مقیم رہے۔ یہاں تک کہ انتقال ہوگیا۔ مشہور ہے کہ ان کو جن نے مارا ہے۔ اس روایت کی تائید میں یہ بیتیں پڑھی جاتی ہیں ؎

نحن قتلنا سید الخزرج سعد بن عبادہ فرمیناہ بسہمین فلم نخط فوادہ

یعنی ہم نے سعد بن عبادہ سردار خزرج کو قتل کردیا ہم نے ان کے دو تیر مارے اور ان کے دل سے خطا نہیں کی) (مترجم)

حضرت علی اور حضرت ابوسفیان

یہ بیعت باجماع انصار و مہاجرین رضی اللہ عنہم ہوئی اگرچہ ابتداءً انصارؓ میں سے سعد بن عبادہ نے اور مہاجرین میں سے حضرت علیؓ و بنو ہاشمؓ و زبیرؓ و طلحہؓ بیعت میں پیچھے رہے۔ لیکن واقعات و حالات قبل و بعد بیعت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان بزرگوں کا ابتداءً بیعت سے تخلف (پیچھے رہنا) کرنا تقاضائے بشریت سے تھا نہ کہ کسی اور خیال و وجہ سے جیسا کہ اس روایت سے ثابت ہوتا ہے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کے بعد ایک روز ابوسفیانؓ مدینہ میں حضرت علیؓ کے پاس یہ کہتے ہوئے آئے کہ "میں مدینہ میں ایک عجیب شورش دیکھتا ہوں جس کو سوائے کشت و خون کے اور کوئی چیز نہیں فرو کرسکتی۔ اے آل عبد مناف! ابوبکرؓ تمہارے ہوتے ہوئے سرداری کا کیسے مستحق ہوسکتا ہے۔ کہاں ہیں وہ دونوں ضعیف و ذلیل حضرت علیؓ و عباسؓ۔ یہ عجیب بات ہے کہ حکومت و سلطنت قریش کی نہایت چھوٹے اور حقیر قبیلہ میں چلی جائے" یہ کہہ کر علیؓ سے مخاطب ہوکر کہا۔ "ابسط یدک ابایعک فواللہ لئن شئت لاملانھا علیہ خیلا و رجلا (ہاتھ بڑھاؤ میں تمہارے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں بخدا اگر کہو تو میں ابوبکرؓ پر یہ میدان تنگ کردوں اور پلک جھپکنے میں اسے سوار و پیادوں سے بھردوں" علیؓ نے یہ سن کر اس کا جواب نہایت سختی سے دیا اور کہا واللہ تمہاری اس بات میں سوائے فتنہ و فساد کے اور کوئی بات نہیں ہوسکتی بخدا تم نے اسلام میں آتش فتنہ روشن کرنے کی کوشش کی ہے۔ جاؤ مجھے تمہاری نصیحت کی ضرورت نہیں"۔

حضرت علی کی بیعت

ابوسفیان اس جواب سے اپنے کیے پر پشیمان ہوکر اٹھ گئے اور حضرت علیؓ سیدھے حضرت ابوبکرؓ کے پاس گئے۔ اتفاق سے اس وقت حضرت ابوبکرؓ کے پاس حضرت عمرؓ بیٹھے ہوئے تھے حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ میں آپ سے کچھ گفتگو کرنے آیا ہوں، اور تخلیہ چاہتا ہوں" حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کو ہٹا دیا۔ تب حضرت علیؓ نے فرمایا۔ "آپ نے سقیفہ میں میری عدم موجودگی میں بیعت کیوں لی؟ آپ

مجھ سے مشورہ تک نہ لیا۔ آپ مجھ کو بلوا لیتے۔ حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا۔ کہ میں سقیفہ میں بیعت لینے کی غرض سے نہیں گیا تھا بلکہ انصارؓ و مہاجرینؓ کے نزاع رفع کرنے گیا تھا، انصارؓ کہتے تھے کہ ہم میں سے امیر ہو اور مہاجرینؓ کہتے تھے کہ ہم میں سے ہو۔ دونوں اس بات پر لڑنے پر تیار ہو رہے تھے۔ میں نے خود اپنی بیعت کی درخواست نہیں کی بلکہ حاضرین نے بالاتفاق خود میرے ہاتھ پر بیعت کی۔ باقی رہا یہ امر کہ میں نے تم کو بلوایا نہیں اور میں نے مشورہ نہیں لیا اس کا انصاف تم خود کر سکتے ہو کہ تم جب کہ تجہیز و تکفین میں مصروف تھے تو میں تم کو کیسے محض اس کام کے لئے وہاں سے بلواتا اور اس سلسلے میں مشورہ کرتا۔ اگر میں اُن لوگوں کے کہنے سے بیعت نہ لیتا تو بہت جلد اس قدر فتنہ و فساد برپا ہو جاتا کہ جس کا فرو کرنا امکان سے باہر تھا" حضرت علیؓ یہ جواب سن کر تھوڑی دیر تک کچھ سوچتے رہے اس کے بعد ہاتھ بڑھا کر حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ علامہ طبری نے لکھا ہے کہ آنحضرت (صلعم) کے انتقال کے چالیس روز بعد حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی، یہی صحیح ہے۔

خطبۂ خلافت

حضرت ابوبکرؓ بیعت سقیفہ کے دوسرے دن مسجد میں آئے اور ممبر پر بیٹھ کر لوگوں سے بیعت عامہ لی۔ اس کے بعد کھڑے ہو کر حمد و نعت کے بعد حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا: "ایھا الناس قد ولیت علیکم ولست بخیرکم فان احسنت فاعینونی وان اسات فقومونی الصدق امانة والکذب خیانة والضعیف فیکم قوی عندی حتی اخذ له حقه والقوی ضعیف عندی حتی اخذ منه الحق انشاء اللہ تعالیٰ۔ لا یدع منکم الجھاد فانه لا یدع قوم الا ضربھم اللہ بالذل اطیعونی ما اطعت اللہ ورسوله فاذا عصیت اللہ ورسوله فلا طاعة لی علیکم قوموا الی صلوٰتکم رحمکم اللہ" یعنی لوگو! میں تمہارا حاکم بنا دیا گیا ہوں حالانکہ تم سے بہتر نہیں ہوں اگر میں ٹھیک ٹھیک رہوں تو میری مدد کرو اور اگر بری راہ اختیار کر لوں تو مجھے سیدھا کر دو۔ سچ امانت ہے اور جھوٹ خیانت ہے اور تم میں جو کمزور ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے جب تک میں اس کا حق نہ دلوا دوں اور قوی میرے نزدیک کمزور ہے جب تک میں اس سے حق واپس نہ لے لوں۔ کوئی شخص جہاد ترک نہ کرے کیونکہ اللہ جہاد چھوڑنے والوں پر ذلت ڈال دیتا ہے۔ تم میری اطاعت کرو جب تک میں اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا رہوں اور جب نافرمانی کرنے لگوں تو میری

باب ۱۱

حضرت ابوبکر صدیقؓ سنہ ۱۱ھ تا سنہ ۱۳ھ

ابتدائی مشکلات

آنحضرت (صلعم) کے وصال کے بعد سقیفہ میں جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے بیان کیا سوائے سعد بن عبادہؓ کے مہاجرینؓ و انصارؓ نے بالاتفاق حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ بشرطِ صحتِ روایت کسی نے بیعت سے تخلف نہ کیا۔ پس ان سے شاذ ہونے کی وجہ سے زیادہ چھیڑ چھاڑ نہیں کی گئی۔ انھیں اپنی حالت پر چھوڑ دیا گیا۔

جیش اسامہ کی روانگی

حضرت ابوبکرؓ نے اپنی خلافت میں سب سے پہلا کام جو کیا وہ لشکر اسامہؓ کو روانہ کرنا تھا۔ اگرچہ اس وقت تقریباً کل عرب مرتد ہو گیا تھا اکثر قبائل کے قبائل اسلام سے پھر گئے تھے۔ ایسے قبیلہ کم تھے جن میں شاذ مرتد ہوئے تھے۔ ہر طرف نفاق کی تاریکی چھا گئی تھی۔ مخالف ہواؤں کے جھونکے چل رہے تھے، ارتداد کی سیاہ گھٹائیں امڈی چلی آتی تھیں مسلمان

اطاعت نہ کرو اچھا اب نماز کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ اللہ تم پر رحم فرمائے۔

من گھڑت اور غلط روایتیں اسی واقعہ کے دوران لوگوں نے خوب خوب قصے اختراع کئے ہیں کوئی کہتا ہے کہ (عیاذاً باللہ) حضرت عمرؓ نے فاطمہؓ بنت رسول اللہ (صلعم) کا گھر جلا دیا اس وجہ سے کہ وہاں وہ لوگ جمع ہوتے تھے جنھوں نے بیعت سے تخلف (توقف) کیا تھا اور کوئی کہتا ہے کہ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ کی مشکیں باندھ کر بیعت کرنے کو پکڑ لائے تھے اور حضرت فاطمہؓ کے ایک لات ماری تھی جس سے اسقاط حمل ہو گیا "الی غیر ذالک" لیکن میرے نزدیک ان روایات کی اس کے سوائے کوئی اصلیت نہیں ہے کہ محبت کے پردے میں بھی لوگوں نے بزرگان دین کی ہر پہلو سے توہین کی ہے" واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

غریب ایسی شب تاریک میں اپنی قلت جماعت و کثرت اعداء سے حیران و پریشان ہو رہے تھے لیکن با ایں ہمہ نہایت استقلال سے ابوبکرؓ نے لوگوں کو اسامہؓ کے ساتھ روانگی کا حکم دیا۔ اسامہؓ نے اس خیال سے کہ شاید کوئی اہم امر پیش نہ آجائے۔ حضرت عمرؓ کو ابوبکرؓ کے پاس واپس کیا۔ انصارؓ نے عمرؓ کی زبانی خلیفۃ المسلمین سے یہ کہلا بھیجا کہ "ایسی حالت میں لشکر کی روانگی مناسب نہیں۔ بہتر ہوگا یہ امر آیندہ کسی مناسب وقت پر موقوف رکھا جائے اور اگر روانگی لشکر ضروری سمجھی جائے تو اسامہؓ سے زیادہ کسی معمر اور آزمودہ کار کو ہمارا سردار مقرر کیجیے"۔ حضرت عمرؓ نے جس وقت انصارؓ کا یہ پیام ابوبکرؓ کے گوش گزار کیا تو حضرت ابوبکرؓ اٹھ کھڑے ہوئے، پھر بیٹھ گئے اور کہنے لگے "میں رسول اللہ (صلعم) کے حکم کو نہیں ٹال سکتا۔ اگر مجھے اس امر کا خوف ہوتا کہ مجھے مدینہ میں کوئی درندہ آکر پھاڑ ڈالے گا یا کوئی مجھے لوٹ لے جائے گا تو بھی میں اسامہؓ کو روانہ کرتا کس کے منہ میں دانت ہیں جو رسول اللہ (صلعم) کے ارشاد کے خلاف کرے جس کو وہ مقرر کر جائیں اس کو وہ موقوف کرے میں جب تک اسامہؓ کو نہ روانہ کروں گا ہرگز ایک لحظہ قرار نہ پاؤں گا"۔

حضرت ابوبکرؓ کی حضرت اسامہؓ کو ہدایات

یہ کہکر حضرت عمرؓ کا ہاتھ پکڑے ہوئے اٹھے اور اسامہؓ کے ساتھ ساتھ مدینہ سے نکلے اسامہؓ سے اثنائے راہ میں حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا:۔

"میں تم کو ان چند باتوں کی ہدایت کرتا ہوں ان کو تم یاد کرلو" یہ کہ خیانت نہ کرنا، جھوٹ نہ بولنا، بدعہدی نہ کرنا، بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا کسی پھل دار درخت کو نہ کھدوانا اور نہ جلانا، اور نہ کاٹنا۔ کھانے کے سوا بکری، گائے اور اونٹ کو ظلماً نہ ذبح کرنا۔ کسی قوم کے پاس پہنچ کر ان کو نرمی سے اسلام کی طرف بلانا۔ اور جب کسی سے ملو تو اس کے حفظ مراتب کا خیال رکھنا۔ لیکن جو شخص اسلام کی مخالفت کرے اس کی بے تامل گردن ماردینا اور جب کھانا شروع کرنا تو اللہ کا نام لے کر کھانا اے اسامہؓ ان کل کاموں کو کرنا جن کا حکم رسول اللہ (صلعم) نے تم کو دیا ہے اس میں نہ کچھ کمی کرنا اور نہ زیادتی۔ جاؤ اللہ کے نام پر اللہ کی راہ میں کفار سے لڑو"۔

ابوبکرؓ اس قدر باتیں سمجھا کر جرف سے واپس آئے اور اسامہؓ نے جیسا کہ آنحضرت (صلعم) نے فرمایا تھا داروم دیلقار میں پہنچ کر لڑائی چھیڑ دی چالیس دن اور بعض کہتے ہیں کہ ستر دن کے بعد بے شمار و لاتعداد مال غنیمت و قیدیوں کو لے کر واپس آئے۔ اسامہؓ کی یہ روانگی اور ان کی لڑائی مسلمانوں کے حق میں بے حد مفید ثابت ہوئی۔ عربوں کا خیال بدل گیا بہت سی باتیں جن کو وہ کرنے والے تھے اس واقعہ سے دور کر

خاموش ہو رہے۔

ارتداد کی وبا

اُس زمانہ میں جب اُسامہؓ رومیوں سے لڑ رہے تھے حضرت ابوبکرؓ بالکل خاموشی کی حالت میں بیٹھے رہے۔ اگرچہ عربوں کے مرتد ہونے کی خبریں وقتاً فوقتاً آتی رہیں۔ آخر نوبت کی یہ نوبت پہنچ گئی کہ ادھر سوائے قبیلہ قریش و ثقیف کے کل قبائل عرب عام طور سے کل یا بعض مرتد ہو گئے اور اُدھر مسیلمہ کذاب کے کاموں میں ایک گونہ استحکام پیدا ہو گیا۔ طلیحہ کے پاس قبائل طے و اسد کا ایک خاصہ گروہ جمع ہو گیا۔ غطفان مرتد ہو گئے۔ بنو ہوازن نے ان سے اتفاق کر کے صدقہ بند کر دیا۔ بنی سلیم کے خاص خاص لوگ اسلام سے پھر گئے۔ علیٰ ہذا ہر مقام پر اکثر آدمی ارتداد کی بلائے بد میں مبتلا ہو گئے۔ یمن۔ یمامہ۔ بنی اسد اور ہر ایک مقام کے امراء و لوابین کے قاصد عرب کے عام طور سے مرتد ہونے کی خبریں لانے لگے۔ حضرت ابوبکرؓ نہایت استقلال و مضبوطی سے ان کل خبروں کو سُن کر خطوط اور نامہ بروں سے محاربہ کرتے رہے اور اُن کی سرکوبی کے لئے اسامہؓ کی واپسی کے منتظر تھے۔

منکرین زکوٰۃ و نماز

قبیلہ عبس و ذبیان جوشِ مردانگی سے اُبل پڑے۔ عبس ابرق میں اور ذبیان ذی القصہ میں آ اُترے ان کے ساتھ کچھ لوگ بنی اسد و بنی کنانہ کے بھی تھے ان لوگوں نے متفق ہو کر چند آدمیوں کو بطور وفد حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں بھیجا۔ چنانچہ انھوں نے بمقابلہ معززین مدینہ نماز کی کمی اور زکوٰۃ کی معافی کی درخواست کی۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا۔ واللہ اگر ایک عقال (یعنی رسی سے اونٹ کے پاؤں باندھتے ہیں) نہ دیں گے تو میں اُن سے جہاد کروں گا اور پانچ وقت کی نماز میں سے ایک رکعت کی بھی کمی نہ کی جائے گی۔

مدینہ پر حملہ

مرتدین کے وفود یہ خشک جواب سُن کر اپنے گروہ میں واپس آئے اور مسلمانوں کی قلیل تعداد سے آگاہ کیا۔ عبس و ذبیان اس خبر کے سنتے ہی مارے خوشی کے جامہ سے باہر ہو گئے اُسی وقت بلا پس و پیش مدینہ پر حملہ کر دیا۔ لیکن ان کے حملہ کرنے سے پہلے ابوبکرؓ نے یہ انتظام کر رکھا تھا کہ پیٹرول پر علیؓ و زبیرؓ و طلحہؓ و عبداللہؓ ابنِ مسعودؓ کو مقرر کیا تھا اور جو لوگ مدینہ میں موجود تھے۔ اُن کو مسجد نبوی کے سامنے یک جا کر رکھا تھا جس وقت عبس و ذبیان نے اسلامی پیٹرول پر حملہ کیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس واقعہ سے مطلع ہوتے ہی مسلمانانِ مدینہ کو اُن کی کمک پر بھیج دیا۔ مرتدین کو شکست ہوئی۔ اسلامی لشکر ذی خشب تک اُن کے تعاقب میں گیا۔ اس کے بعد مرتدین دوسرے راستہ سے بالسنری و دف بجاتے زمین پر پاؤں ٹپکتے طرح طرح کی حرکات و تماشے کرتے ہوئے لوٹے۔ جس سے اسلامی لشکر کے اونٹ بھڑک کر بھاگے۔ مسلمانوں نے اونٹوں کو ہر چند پھیرنا چاہا۔ لیکن اونٹوں نے مدینہ میں پہنچ کر دم لیا۔

دفاعِ مدینہ

اُدھر مرتدین نے یہ سمجھ کر کہ مسلمانوں کو شکست ہو گئی اہل ذی قصہ کو مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے کہلا بھیجا اِدھر ابوبکرؓ خود مقابلہ کے قصد سے مسلح ہو کر نکلے۔ میمنہ پر نعمانؓ بن مقرن کو اور میسرہ پر عبداللہ بن مقرن کو اور ساقہ پر سویدؓ بن مقرن کو مقرر کرکے فجر کی نماز اول وقت پڑھکر مرتدین پر حملہ آور ہوئے، دو پہر نہ ہونے پائی تھی کہ اللہ جل شانہ نے مسلمانوں کو فتح نصیب کی۔ مرتدین میدانِ جنگ سے بھاگ نکلے بنی اسد سے حبال مارا گیا۔ ظہر کے قریب حضرت نعمان چند مسلمانوں کے ساتھ مالِ غنیمت لے کر مدینہ واپس ہوئے اور حضرت ابوبکرؓ مرتدین کے تعاقب میں ذی قصہ تک بڑھے چلے گئے۔ اس اثناء میں بنو ذبیان وعبس نے موقع پاکر نعمانؓ پر دفعۃً حملہ کرکے مال غنیمت لوٹ لیا اور جس قدر مسلمان سامنے آئے انھیں شہید کر ڈالا۔ ابوبکرؓ جب تعاقب سے واپس آئے اور اس واقعہ کو سُنا تو اُنھوں نے قسم کھالی کہ جس قدر مرتدین ومشرکین نے مسلمانوں کو مارا ہے اتنے ہی آدمیوں کو میں ان میں سے ماروں گا اور جب تک دشمنانِ خدا سے اس کا بدلہ نہ لے لوں گا آسائش سے نہ بیٹھوں گا۔ غرض کہ حضرت ابوبکرؓ اسی ارادے میں تھے کہ مدینہ میں اطراف وجوانب ممالک سے صدقات آگئے اور اسامہؓ بھی مال غنیمت لئے ہوئے آپہنچے۔

عبس وذبیان کی سرکوبی

ابوبکرؓ نے اُسی وقت اسامہؓ کو مدینہ میں اپنے بجائے مقرر کرکے لشکر اسلام کو مرتب کیا اور چند آدمیوں کو لے کر ذی خشب وذی قصہ کی طرف پیش قدمی فرمائی۔ ابرق پہنچ کر عبس وذبیان وبنو بکر (کنانہ) وثعلبہ بن سعد اور اُن کے ہمراہیوں سے مقابلہ ہو گیا۔ فریقین نے کشت وخون کا بازار گرم کر دیا۔ انجام کار مرتدین شکست کھا کر بھاگے مسلمانوں نے ان کو شمشیر ونیزہ پر رکھ لیا۔ ایک کثیر جماعت ان میں سے ماری گئی۔ اس واقعہ کے بعد ابرق میں حضرت ابوبکرؓ نے چند روز قیام کرکے بنو ذبیان کو اُن مقامات سے بالکل بے دخل کرکے مسلمانوں کے قبضہ میں دیدیا اور خود مدینہ واپس آگئے۔

یمن کے مرتدین

بوقت وفات رسول اللہ (صلعم) مکہ (بنی کنانہ) پر عتاب بن اسید اور طائف اور اس کے متعلقات پر عثمان بن ابی العاص اور عجز ہوازن پر عکرمہ بن ابی اور نجران مع اس کے متعلقات پر عمرو بن حزم نماز پڑھانے پر اور ابو سفیان بن حرب صدقات پر اور مابین زمع وزبید نجران تک پر خالد بن سعید بن العاص اور ہمدان پر عامر بن شہر ہمدانی اور صنعاء پر فیروز دیلمی اور جند پر یعلی بن امیہ اور مارب پر ابو موسیٰ اشعری اور اشعریین وعک پر طاہر بن ابی ہالہ اور حضرموت پر زیاد بن لبید بیاضی وعکاشہ بن ثور بن اصغر غوثی اور کندہ پر مہاجر بن ابی امیہ (رضی اللہ عنہم) عامل تھے اور معاذؓ بن جبل کل ملک یمن میں ایک ضلع سے دوسرے ضلع میں دورہ کرتے اور قرآن کی تعلیم دیتے تھے۔ چونکہ مہاجرؓ بن ابی

امیہ پر غزوہ تبوک میں آنحضرت (صلعم) ناراض ہوئے تھے۔ اگرچہ ام المومنین ام سلمہؓ کی سفارش سے وہ ناراضگی دفع ہو گئی تھی اور آپ نے اُن کو کندہ کا عامل مقرر فرمایا تھا۔ لیکن آپ کی علالت وانتقال کی وجہ سے مہاجر بن ابی امیہ کندہ میں نہ جا سکے اور زیاد بن لبیدؓ ان کی قائم مقامی میں کام انجام دیتے رہے۔

قیس بن عبدیغوث کا صنعاء پر قبضہ

آنحضرت (صلعم) کے زمانہ حیات ہی میں اہلِ یمن۔ اسود عنسی کی وجہ سے مرتد ہو گئے تھے۔ جن کی اصلاح آپ نے پہلے نامہ و پیام سے فرمائی۔ آخرالامر اسی زمانہ میں اسود مارا گیا اور یمن میں پھر اسلام کا دور دورہ ہو گیا تھا۔ لیکن جب آنحضرت (صلعم) کے وفات کی خبر اہلِ یمن کو پہنچی تو وہ بھی دیگر عربوں کی طرح پھر مرتد ہو گئے۔ فالہ جو عنسی کے لشکر میں تھا وہ پہلے ہی سے عنسی کے مارے جانے کے بعد مابین نجران و صنعاء کے مسلمانوں کے خلاف لوگوں کو برانگیختہ کر رہا تھا۔ عمرو بن معدیکرب قیس بن عبدیغوث بن مکشوح وغیرہ کے مرتد ہو جانے سے یمن کی ہوا بالکل بگڑ گئی۔ قیس بن عبدیغوث نے ابناء فیروز و دادویہ و خشنش کو حیلے سے اس غرض سے ان سب کو قتل کرنے کی کوشش کی کہ ان کے بعد صنعاء پر اس کو تسلط کلی حاصل ہو جائے گا۔ لیکن مصلحتاً کھلم کھلا برسرِ میدان خود تو نہ آیا فالہ سے کہلا بھیجا کہ موقع مناسب ہے عنسی کا لشکر لے کر ابناء فیروز پر حملہ کر کے صنعاء پر قبضہ حاصل کر لینا چاہیے میں بھی تیری مدد کو تیار ہوں"۔ جب فیروز کو فالہ کی تیاری کا حال معلوم ہوا تو اس نے قیس سے امداد چاہی قیس نے اظہار محبت سے اس کو نصیحتیں کیں، اور دھوکہ سے قتل کرنے کی غرض سے اس کی دعوت کی۔ اتفاق سے دادویہ پر اس کو کامیابی حاصل ہو گئی اور فیروز و خشنش بخوف جان بھاگ نکلے۔ قیس نے اُن کا تعاقب کیا، لیکن یہ جبل خولان میں اپنے ماموں کے پاس جا کر پناہ گزیں ہو گئے۔ قیس نے لوٹ کر صنعاء پر قبضہ کر لیا اور فالہ بھی عنسی کا لشکر لئے ہوئے اس سے آکر مل گیا۔

قیس بن عبدیغوث کی شکست و فرار

فیروز و خشنش نے اس واقعہ سے حضرت ابوبکرؓ صدیق کو مطلع کیا جناب موصوف نے فیروز کو بدستور ولایت صنعاء پر قائم رکھ کر طاہرؓ بن ابی ہالہ و عکاشہ بن ثور و ذی الکلاع سمیفع و ذی ظلیم حوشب و ذی تبان شہر کو اُس کی امداد کو لکھا۔ اور اسلامی لشکر ظفر پیکر کے بھیجنے کا وعدہ لکھا۔ فیروز کے پاس جب طاہرؓ و عکاشہ وغیرہ کے مل جانے سے ایک معقول جمعیت ہو گئی تو اس وقت وہ قیس کے مقابلہ پر نکلا۔ قیس نے یہ سُن کر پہلے یہ انتظام کیا کہ فیروز کے عیال واطفال کے دو گروہ کر کے ایک کو عدن کی طرف بھیجا تاکہ براہ دریا جلا وطن کر دیئے جائیں اور دوسرے گروہ کو خشکی کی طرف اس غرض سے روانہ کر دیا۔ تاکہ بیابان و صحرا میں آوارہ و پریشان ہو کر جس طرف چاہیں چلے جائیں۔ اس کے بعد عنسی کا لشکر اور قبائل مرتدہ کو لے کر فیروز سے لڑنے کے لئے چلا۔ فیروز

کے لکھنے پر بنی عقیل بن ربیعہ و عک سے لڑکوں کو چھین لیا اور ان کے ساتھ جو قیس کے آدمی تھے ان کو بھی قتل کر کے فیروز سے آملے اور اس کے ہمراہ ہو کر قیس سے لڑے۔ یہ لڑائی صنعاء کے باہر ایک کھلے میدان میں ہوئی فریقین میں شبانہ روز لڑائی قائم رہنے کے بعد قیس کو شکست ہوئی۔ وہ بھاگ کر اسی مقام پر چلا گیا جہاں پر قافلہ کے ساتھ تھا۔

عمرو بن معدی کرب

اس کے بعد قیس کے ساتھ عمرو بن معدی کرب بھی آکر مل گیا یہ اُسی زمانے مرتد ہو گیا تھا جس وقت کہ اسود عنسی نے نبوت کا دعوٰی کیا تھا۔ فروہؓ بن مسیک اور قیس اور یہ تقریباً ایک ہی زمانہ میں مسلمان ہوئے تھے۔ آنحضرت (صلعم) نے قیس کو قبلِ اسلام عمرو بن معدی کرب۔ صدقاتِ مراد پر متعین فرمایا تھا اور عمرو بن معدی کرب اپنی قوم سعد العشیرہ سے علیحدہ ہو کر زبید کے ساتھ حاضرِ خدمت اقدس ہو کر ایمان لایا تھا جب اسود نے دعوی نبوت کر کے بغاوت اختیار کی اور مذحج نے اس کا اتباع کیا تو عمرو بن معدی کرب بھی منجملہ انھیں لوگوں کے تھا۔ لیکن فروہؓ مع اپنے ہمراہیوں کے اسلام پر ثابت قدم رہا اور اسی وقت سے اسود نے عمرو بن معدی کرب کو اپنا نائب بنا لیا تھا۔

بنی عمرو بن معاویہ کا صدقات دینے سے انکار

اُسی زمانہ میں کندہ بھی مرتد ہو کر اسود عنسی کے تابع ہو گئے تھے ان کے مرتد ہونے کی یہ علت ہوئی تھی کہ زیادؓ کندی رجوان کے صدقات وصول کرنے پر متعین تھے۔ بنی عمرو بن معاویہ (کندہ) میں ایک روز صدقات وصول کرنے کو گئے۔ بنی عمرو بن معاویہ نے باوجود صدقات واجب ہونے کے ان کو دینے سے انکار کیا۔ زیادؓ نے اُن پر حملہ کر کے ان کو شکست دی۔ اس وجہ سے کل بنی عمرو بن معاویہ اس واقعہ سے برہم ہو کر صدقہ دینے سے منکر ہوئے اور مرتد ہو گئے اگرچہ شراحیل بن اسمط نے اپنی قوم بنی عمرو بن معاویہ کو صدقہ کے انکار اور مرتد ہونے سے بہت روکا لیکن اُنھوں نے جب ان کی نہ سنی تو شراحیل مع اپنے لڑکوں کے زیادؓ سے آملے اور یہ بیان کیا کہ "بنی عمرو بن معاویہ سے بعض سکاسک وحضرموت وابضعہ وجمد ومشرح ومخوس اور ان کی بہن عمردہ نے سازش کر لی ہے اگر تم نے ان کو ایک دن کی بھی مہلت دیدی تو پھر ان پر کامیابی حاصل کرنی دشوار ہو جائے گی"۔ زیادؓ نے یہ سن کر اسی وقت اُن پر حملہ کر دیا اور ایک خونریز

لہ بنی عمرو بن معاویہ کندہ کا ایک چھوٹا سا قبیلہ ہے اس لڑائی اور ارتداد کا بانی مبانی عدار بن صحر برادر شیطان بن حجر ہے۔ زیادؓ نے اس کا اونٹ بار برداری کے لیے پکڑ لیا تھا جس پر عدار بن حجر نے بے حد شور وغل مچا کر لوگوں کو زیادؓ کی مخالفت پر ابھار دیا اور سب کے سب مرتد ہو گئے۔

لڑائی کے بعد مرتدین کے گروہ کو منتشر کر کے مال غنیمت اور قیدیوں کو لے کر واپس ہوئے' اثنا راہ میں
اشعث بن قیس و بنی حرث بن معاویہ سے ملاقات ہو گئی۔ قیدیوں کی عورتوں نے اشعث و بنی حرث
سے فریاد کی۔ جس سے اشعث و بنی حرث کی رگ حمیت جوش میں آگئی اور اس نے غفلت کی حالت
میں زیادؓ پر حملہ کر کے کل قیدیوں کو چھڑا لیا اس کے بعد کل بنی معاویہ اور جو سکاسک و حضرموت سے
ان کے مطیع ہوئے تھے سب کے سب جمع ہو کر ارتداد پر قائم رہے۔

معرکہ اعلاب

حضرت ابوبکرؓ صدیق پہلے تو اہل ردت سے نامہ و پیام سے محاربہ کرتے رہے۔ مہاجرینؓ
و انصارؓ کو ان کی سرکوبی کو نہ بھیجا۔ لیکن جب انھوں نے یہ دیکھا کہ مرتدین کی جمعیت
یوماً فیوماً بڑھتی جاتی ہے اور دیگر امور سے ان کو ایک گونہ اطمینان بھی حاصل ہو گیا۔ تب موصوف الصدر
نے عتابؓ ابن اسید کو مکہ میں اور عثمانؓ بن ابی العاص کو طائف میں لکھا کہ "جس قدر لوگ اسلام پر
ثابت قدم ہیں اور وہ بفضلہ تعالیٰ اس وقت تک مرتد نہیں ہوئے ان کو لے کر مرتدین پر حملہ کر دو"۔
چنانچہ تہامہ میں جو مرتدین مدلج و خزاعہ کا گروہ جمع ہو رہا تھا ان کو عتابؓ بن اسید نے قتل و غارت
کر کے متفرق کر دیا اور جس قدر لوگ ازد و خثعم و بجیلہ کے شنواۃ میں موجود تھے ان کو عثمانؓ[1] بن العاص نے۔
ان قبائل مرتدہ کی دیکھا دیکھی ایک گروہ عک و اشعرین کا بھی مرتد ہو کر اعلاب (راہ ساحل) میں جمع
ہوا۔ طاہرؓ بن ابی ہالہ مع مسروقؓ عکی کے یہ سن کر ان کی سرکوبی کو روانہ ہوئے فریقین سے مقام اعلاب
میں لڑائی ہوئی میدان جنگ طاہرؓ کے ہاتھ رہا۔ عک و اشعرین کو شکست ہوئی۔ بے شمار آدمی ان
کے مارے گئے۔ طاہرؓ بن ابی ہالہ نے اس واقعہ سے حضرت ابوبکرؓ کو مطلع کیا اور ان کے حکم کے انتظار
میں لشکر لئے ہوئے ٹھہرے رہے۔

اہل نجران سے معاہدہ کی تجدید

اہل نجران نے رسول اللہ (صلعم) کی وفات کو سن کر چالیس ہزار
سواروں سے خروج کیا اور اپنے وفود (جمع ہے وفد کی بمعنی
"ڈیپوٹیشن") کو حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں بغرض تجدید عہد روانہ کیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے ایک جدید عہدنامہ

---

[1] عثمانؓ بن ابی العاص نے ازد و خثعم و بجیلہ کی جماعت مرتدہ کے منتشر کرنے اور ان کے زیر کرنے کو ایک
سریہ روانہ کیا تھا جس کی افسری عثمانؓ بن ابی ربیعہ کے قبضہ میں تھی اور مرتدین کے گروہ کا
سردار حمیضہ ابن النعمان تھا۔

لکھکران کو دیدیا اور یہ بھی ظاہر کردیا کہ عرب میں دو دین نہیں رہیں گے۔

حضرت جریر بن عبداللہ کی یمن کو روانگی

ان واقعات کے بعد جریرؓ بن عبداللہ و اقرعؓ و وبر بن بجنیس واپس آئے۔ جن کو رسول اللہ (صلعم) نے اسود عنسی کے خروج کے زمانہ میں روانہ کیا تھا پھر ابوبکرؓ نے جریرؓ کو اس غرض سے یمن کی طرف واپس کیا کہ جو لوگ اسلام پر ثابت قدم ہیں اُن کو لے کر مرتدین سے لڑیں اور خثعم کو زیر کرکے جمعیت اسلام کی نگہداشت اور حفاظت کی خاطر نجران میں ٹھہرے رہیں۔ جریرؓ یہ حکم پاتے ہی پھر یمن واپس آئے۔ خثعم کے چند آدمیوں نے مقابلہ کیا جن کو وہ قتل و قید کرکے نجران کی طرف چلے گئے۔ عثمانؓ بن ابی العاص والی طایف نے بحکم حضرت ابوبکرؓ بیس آدمیوں کو اپنے بھائی کی سرگروگی میں مخالیف[1] اہل طایف پر اور عتابؓ بن اسید گورنر مکہ اعمال مکہ پر اپنے بھائی خالدؓ کی سرکردگی میں پانچ سو آدمیوں کو مقرر کرکے حکم ثانی کے منتظر رہے۔ جب یمن کی ابتری وردت کی حالت حد سے متجاوز ہوگئی اور کسی طرح اس کی بگڑی ہوئی کیفیت سلجھتی نظر نہ آئی تب مہاجرؓ بن ابی امیہ حضرت ابوبکر کے حکم سے یمن کی بغاوت فرو کرنے کے لئے یمن کی طرف بڑھے۔ مکہ و طایف میں عتابؓ و عثمانؓ سے ملتے ہوئے خالدؓ بن اسید و عبدالرحمنؓ بن ابی العاص کو مع اُن کے ہمراہیوں کے لیتے ہوئے جریرؓ بن عبداللہ و عکاشہؓ بن ثور کے پاس پہنچے ان کو بھی اپنے لشکر میں شامل کرکے نجران میں داخل ہوئے۔ فروہؓ بن سیک نے ان لوگوں سے ملاقات کی مرتدین کے حالات سے ان کو مطلع کیا۔

نجران کی مہم

نجران میں پہنچنے کے دوسرے دن عمرو بن معدی کرب و قیس بن مکشوح نے ایک گروہ مرتدین کا لے کر مقابلہ کیا۔ لڑائی کا آغاز نہایت خطرناک تھا، چاروں طرف سے مرتدین گھیرے ہوئے تھے لیکن اللہ جل شانہٗ کی عنایت سے مرتدین کو مسلمانوں نے میدان سے مار کر بھگادیا بے شمار مرتدین اس واقعہ میں کام آئے۔ عمرو بن معدی کرب و قیس بن مکشوح گرفتار کرکے مدینہ ابوبکر صدیقؓ کے پاس بھیج دیئے گئے۔ عمرو بن معدی کرب و قیس بن مکشوح نے ردت سے توبہ کی اور دوبارہ اسلام میں داخل ہوئے۔ حضرت ابوبکرؓ صدیق نے ان دونوں آدمیوں کو پھر یمن کی طرف واپس کردیا۔

---

[1] مخالیف جمع ہے مخلاف کی۔ اہل عرب مخلاف اس مقام کو کہتے ہیں جہاں تبدیل آب و ہوا کے لئے اہل شہر جاتے ہیں۔

مرتدین کندہ کی سرکوبی

مہاجرؓ بن ابی امیہ مہم نجران سے فارغ ہو کر صنعاء پہنچ کر۔ قبائل مرتدہ کی سرکوبی اور سرگروہ مرتدین کی گوشمالی میں مصروف ہو گئے۔ جن لوگوں نے توبہ کی اُن کو پھر اسلام میں داخل کر لیا اور جنھوں نے ذرا بھی سرتابی کی اُن کی فوراً گردن اڑا دی۔ الغرض صنعاء کو بھی مہاجرؓ بن ابی امیہ نے مرتدوں سے صاف کر کے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اس سے آگاہ فرمایا۔ اس وقت حضرت ابوبکرؓ صدیق نے عکرمہؓ بن ابی جہل کے ساتھ کندہ پر حملہ کرنے کو لکھا۔ عکرمہؓ بن ابی جہل ایک آزمودہ کار تھے اُن کے پاس انھیں دنوں اطراف عمان سے ایک گروہ کثیر مہرہ وازد وناجیہ وعبدالقیس اور کچھ لوگ مالک بن کنانہ وبنی عنبر وغیرہ کے آگئے تھے۔ یہ مع ان لوگوں کے مہاجر بن ابی امیہ سے آملے اور ان کے ساتھ ساتھ کندہ کی سرکوبی کو روانہ ہوئے۔ مقام مغانہ مابین مارب وحضرموت کے زیاد کندی کا خط ملا جس میں اُنھوں نے کندہ پر نہایت تیزی سے حملہ کرنے کی تحریک کی تھی۔ مہاجر بن ابی امیہ نے خط ملتے ہی اپنے بجائے عکرمہؓ کو لشکر کا سردار مقرر کر کے خود کچھ حصہ اسلامی فوج کا لے کر نہایت عجلت سے زیاد سے جا کر ملے اور اُن کی ہمراہی میں کندہ کے مقابل ہوئے۔ کندہ کی افسری اشعث بن قیس کر رہا تھا۔ مقام محجرالزبرقان میں صف آرائی ہوئی۔ مسلمانوں نے اللہ اکبر کہہ کر حملہ کیا۔ مرتدین کندہ کے پاؤں اُکھڑ گئے ایک دوسرے پر گرتے پڑتے بھاگے۔

قلعہ بخیرہ کا محاصرہ

اشعث کندہ وسکاسک وسکون وحضرموت کے بقیۃ السیف کو لے کر قلعہ بخیرہ میں جا چھپا اور ایک پہاڑی ودشوار گزار رستے کے سوا ہر طرف سے قلعہ بندی کر لی۔ اس اثناء میں عکرمہؓ مع بقیہ اسلامی لشکر کے آگئے اور انھوں نے اس راستہ کو بھی بند کر دیا جس کو اشعث نے مدد ورسد کے لئے کھول رکھا تھا۔ چند دنوں کے حصار کے بعد اشعث نے مجبور ہو کر اس شرط سے قلعہ کا دروازہ کھول دینے کا اقرار کیا کہ اس کی قوم کے نو آدمیوں کو مع اُن کے اہل و عیال ومال کے پناہ دی جائے۔ مہاجر وزیاد اس شرط پر راضی ہو گئے۔ اشعث نے قلعہ کا دروازہ کھول دیا اسلامی لشکر نے گھس کر دشمنان دین کو قتل وقید کرنا شروع کر دیا۔ اس واقعہ میں قیدیوں کی تعداد کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ایک ہزار صرف عورتیں قید ہوئی تھیں جب مسلمانوں نے اس سے فراغت پائی تو اس وقت اشعث کا وہ خط کھولا گیا جس میں اس نے مامونین کے اسماء لکھے تھے۔ لیکن اتفاق سے نام لکھتے وقت یہ اپنا نام لکھنا بھول گیا۔ لہٰذا مسلمانوں نے فوراً اس کی بھی مشکیں باندھ لیں اور قیدیوں کے ساتھ بغرض صدور حکم حضرت ابوبکرؓ صدیق کے پاس مدینہ میں بھیج دیا۔

اشعث کو امان

ابوبکرؓ صدیق نے اشعث سے کہا کہ تو مرتد ہو گیا۔ مسلمانوں سے لڑا، ان کی خونریزی

کی اس کی پاداش میں تجھکو میں قتل کرنا چاہتا ہوں' اشعث نے جواب دیا کہ میں نے بذریعہ خط اپنی قوم کی جان بخشی کرائی ہے۔ ابو بکرؓ نے کہا بے شک صلح اور امن اسی کے لئے ہے جس کا نام صحیفہ میں مندرج ہے اور جس کا نام صحیفہ میں نہیں اس کا قول مردود اور وہ قابل گردن زنی ہے۔ اشعث یہ سُن کر تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھا رہا۔ اس کے بعد ندامت سے آنکھیں نیچی کر کے کہنے لگا۔ اے خلیفہ رسول اللہ میں توبہ کرتا ہوں میرا اسلام آپ قبول کیجئے اور میری بی بی میرے حوالے کیجئے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے یہ سُن کر اس کی توبہ قبول کر لی اور اس کی بیوی یہ کہکر اس کے سپرد کر دی کہ مجھ کو امید ہے کہ آئندہ تجھ سے نیکی کے سوا اور کوئی فعل سرزد نہ ہوگا اور ہمیشہ مجھے تیری نیکی کی خبر ملتی رہے گی۔ اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے مال غنیمت کو تقسیم کر دیا اور قیدیان کندہ سے فدیہ لے کر ان کو بھی آزاد کر دیا۔

خودسر مرتد امراء کا استیصال

اس سے پیشتر ہم تحریر کر چکے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق حضرت اسامہؓ کو شام سے واپسی پر مدینہ میں اپنا نائب مقرر کر کے ربذہ کی طرف بڑھے تھے اور بنی عبس و ذبیان و کنانہ کو ابرق میں شکست دے کر پھر مدینہ واپس آئے تھے۔ اس اثناء میں لشکر اسامہؓ کی سفر کی تکان دور ہو گئی تھی اور وہ دشمنان خدا کے مقابلہ و مقاتلہ پر آمادہ ہو گئے تھے اس وقت حضرت ابو بکر صدیقؓ نے مرتدین و منحرفین اسلام کی سرکوبی کی غرض سے گیارہ لشکر تیار کر کے ہر ایک کے لئے ایک ایک نشان اور ایک ایک سردار مقرر کیا اور ان کو حکم دیا کہ ہر قبیلہ سے چند مسلمانوں کو ان کی اپنی حفاظت کے لئے چھوڑ کر باقی کو اپنے ہمراہ لے کر اہل ردت سے مقابلہ و مقاتلہ کرو۔ یہاں تک کہ وہ پھر دائرہ اسلام میں داخل ہو جائیں یا یہ کہ صفحہ ہستی سے ان کا نام و نشان مٹ جائے۔

گیارہ جھنڈوں کی روانگی

ان کے علاوہ ایک لواء خالدؓ بن الولید کے لئے تیار کیا اور ان کو حکم دیا کہ پہلے طلیحہ پر چڑھائی کرو اس کے بعد مالک بن نویرہ پر بطاح میں حملہ کرنا۔ ایک لواء عکرمہؓ بن ابی جہل کو دے کر مسیلمہ و یمامہ کی طرف روانگی کا حکم دیا۔ پھر ان کے بعد انھیں دونوں کی طرف شرجیل بن حسنہ کو روانہ کیا اور فرمایا کہ یمامہ سے فراغت حاصل کر کے قضاعہ سے لڑنا، پھر کندہ پر حضرموت میں حملہ کرنا ایک لواء خالدؓ بن سعید بن العاصی کو دیا یہ رسول اللہ (صلعم) کی وفات کے بعد یمن سے اپنا صوبہ چھوڑ کر مدینہ چلے آئے تھے ان کو ابو بکر صدیقؓ نے مشارف شام کی طرف بڑھنے کو کہا اور ایک لواء عمروؓ بن العاصی کو دے کر مرتدین قضاعہ سے لڑنے کے لئے فرمایا اور ایک لواء حذیفہ بن محصن اور ایک عرفجہ بن ہرثمہ کو دے کر سابق الذکر کو اہل دبا پر اور موخر الذکر کو مہرہ پر حملہ کرنے کو حکم دیا۔ ایک لواء طریفہ بن حاجز کو دے کر بنی سلیم اور ان کے ہمراہیان بنی ہوازن کے سرکوبی پر متعین کیا۔ اور ایک لواء سوید بن

مقرن کے لئے بنا کر ان کو یمن کی طرف بھیجا اور ایک لواء علاء حضرمی کے لئے تیار کر کے بحرین کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔

امیر لشکر کو خلیفہ اول کا فرمان الغرض ہر ایک لشکر پر ایک ایک امیر مقرر کر کے ایک ہی عبارت کا ہر ایک امیر کو ایک ایک فرمان لکھ کر دیا جس کی عبارت یہ تھی:۔

"بسم الله الرحمٰن الرحیم ۔ هذا عهد من ابی بکر خلیفة رسول الله صلی الله علیه وسلم لفلان حین بعثه فیمن بعثه لقتال من رجع عن الاسلام وعهد الیه ان یتقی الله ما استطاع فی امره کله سره وجهره وامره بالجهد فی امر الله ومجاهدة من تولی عنه ورجع عن الاسلام الی امانی الشیطان بعد ان یعذر الیهم فید عوهم بدعایة الاسلام فان اجابوه امسك عنهم وان لم یجیبوه شن غارته حتی یقروا له ثم ینبئهم بالذی علیهم والذی لهم فیاخذ ما علیهم ویعطیهم الذی لهم لا ینظرهم ولا یرد المسلمین عن قتال عدوهم فمن اجاب الی امر الله عزوجل و اقر له قبل ذلك منه واعانه علیه بالمعروف وانما یقاتل من کفر بالله علی الاقرار بما جاء من عند الله فاذا اجاب الدعوة لم یکن علیه سبیل وکان الله حسیبا بعد فیما استسر به ومن لم یجب الی داعیة الله قتل وقوتل حیث کان وحیث بلغ مراغمه لا یقبل الله من احد شیئا مما اعطی الاسلام فمن اجابه واقر قبل منه واعانه ومن ابی قاتله فان اظهره الله علیه عزوجل قتلهم فیه کل قتلة بالسلاح والنیران ثم قسم ما افاء الله علیه الا الخمس فانه یبلغناه ویمنع اصحابه العجلة والفساد. وان لا یدخل فیهم حشوا حتی یعرفهم ویعلم ماهم لئلا یکونوا عیونا ولئلا یوتی المسلمون من قبلهم وان یتفقد بالمسلمین ویرفق بهم فی السیر والمنزل ویتفقدهم ولا یعجل بعضهم عن بعض ویستوصی بالمسلمین فی حسن الصحبة ولین القول" یعنی شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان اور رحم والا ہے ۔ ابوبکر خلیفۂ رسول کا فلاں شخص سے جب کہ آپ نے اسے مجاہدوں کا امیر بنا کر مرتد ہونے والوں سے لڑنے کے لئے بھیجا تھا یہ عہد ہے کہ مقدور بھر اپنے تمام کاموں میں خلوت و جلوت میں اللہ سے ڈرتا رہے اور اللہ کے کاموں میں سرگرم عمل رہے اور جو اسلام چھوڑ کر شیطانی آرزوؤں کی طرف لوٹ گئے ہیں ان سے جہاد کرے پہلے انھیں اسلام کی دعوت دے اگر مان لیں فبہا ورنہ ان پر حملہ کرے جب تک اسلام کا اقرار نہ کریں پھر انھیں وہ حقوق بتائے

جو ان پر واجب ہیں اور انھیں ان کے حقوق بھی سمجھا دے دوسروں کے حقوق ان سے لے لے اور ان کے حقوق انھیں دیدے اور انھیں مہلت نہ دے اور مسلمانوں کو جہاد سے نہ روکے۔ پھر جب اللہ کا حکم مان لے اور اس کا اقرار کرلے تو اسی سے قبول کرلے اور نیک کاموں میں اس کی مدد کرے جنگ اسی سے کرے جو اللہ کے پاس سے آئی ہوئی شریعت کا انکار کردے اگر اسے مان لے تو پھر اس پر کوئی راہ نہیں ہے اور اس کے دل کے حالات سے اللہ واقف ہے اور وہی اس کا محاسب ہے اور جو اللہ کی دعوت نہ مانے اس سے جنگ کی جائے اور جہاں بھی ہو قتل کر دیا جائے۔ اللہ بجز اسلام کے کسی سے کوئی چیز قبول نہیں فرماتا۔ پھر جس نے اسلام قبول کرلیا۔ اس کا اسلام مان لیا جائے گا اور اس پر اس کی مدد کی جائے گی اور جس نے انکار کر دیا۔ اس سے جنگ کی جائے۔ پھر اگر اللہ ان پر غالب کردے تو ان کا اسلحہ اور آگ سے قتل عام کرے۔ پھر مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ نکال کر اسے مجاہدوں میں تقسیم کردے اور پانچواں حصہ ہمارے پاس بھیج دے اور اپنے ساتھیوں کو جلدی سے اور فساد مچانے سے روک دے اور مجاہدوں میں غیروں کو داخل نہ ہونے دے جب تک انھیں جان پہچان نہ لے۔ مبادا وہ جاسوس نہ ہوں، اور ان سے مسلمانوں کو کچھ اذیت پہنچ جائے اور مسلمانوں کی خیر خبر رکھے راستوں اور پڑاؤ میں ان سے محبت و پیار سے پیش آئے۔ مسلمان ایک دوسرے سے جلدی نہ کریں اور امیر ان کے ساتھ حسن معاشرت اور نرم کلامی سے پیش آئے۔

مرتدین کے لئے فرمان ہدایت

یہ فرمان تو وہ تھا جو سرداران لشکر کو روانگی کے وقت دیا گیا تھا۔ لیکن ان لوگوں کے روانہ ہونے سے پیشتر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے قطع حجت کے لئے مرتدین کی طرف بھی ایک ایک خط روانہ کیا تھا جن کی سرکوبی و گوشمالی کے لئے جیوش اسلامیہ روانہ ہو رہے تھے یہ کل خطوط بھی ایک ہی مضمون کے تھے جس میں بسم اللہ کے بعد یہ لکھا تھا۔

"هذا عهد من ابوبکر خلیفة الرسول الله صلی الله علیه وسلم الی من بلغه کتابی هذا من عامة او خاصة اقام علی الاسلام اورجع عنه سلام علی من اتبع الهدی ولم یرجع الی الضلالة والهوی فانی احمد الیکم الله الذی لا اله الا هو وحده لا شریك له واشهد ان محمداً عبده ورسوله و اومن ما جاء به واکفر من ابی واجاهده اما بعد ثم قرر امر النبوة ووفاة رسول الله صلی الله علیه وسلم واطیب فی الموعظة) ثم قال وانی قد

بعثت الیکم فلانا فی جیش المہاجرین والانصار والتابعین باحسان و امرتہ الا یقاتل احدا ولا یقتلہ حتی یدعوہ الی داعیۃ اللہ فمن استجاب لہ واقر وکف وعمل صالحا قبل منہ واعانہ ومن ابی امرتہ ان یقاتلہ علی ذلک ثم لا یبقی علی احد منہم قدر علیہ فمن اتبعہ فہو خیر لہ ومن ترکہ فلن یعجز اللہ وقد امرت رسولی ان یقرء کتابی فی کل مجمع لکم والداعیۃ الاذان فاذا اذن المسلمون فاذنوا کفوا عنہم وان لم یوذنوا فاسئلوہم بما علیہم فان ابوا عاجلوہم وان اقروا قبل منہم وحملہم علی ما ینبغی لہم" یعنی یہ ابوبکرؓ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اُس شخص کے لئے ہدایت ہے جس کے پاس یہ فرمان پہنچے خواہ وہ عام ہو یا خاص' اور اسلام پر قایم ہو یا نہ ہو۔ اس پر سلام ہو جس نے ہدایت کی اتباع کی اور گمراہی وخواہشِ نفسانی کی طرف نہ لوٹا۔ اس اللہ کی تعریف ہے جس کے سوا کوئی اور معبود نہیں اور جو اکیلا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں' اور میں گواہ ہوں کہ محمد اُس کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور آپ جو دین لے کر آئے ہیں اُس پر ایمان لاتا ہوں اور انکار کرنے والے کو مردود سمجھتا ہوں اور اس سے جہاد کے لئے تیار ہوں۔ اس کے بعد ابوبکر صدیقؓ نے نبوت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کو عمدہ طور سے بیان کیا اور خوب خوب نصیحتیں کیں) پھر لکھا میں فلاں کو مہاجرین وانصار اور تابعین کے لشکر کا سردار بنا کر بھیج رہا ہوں میرا حکم ہے کہ وہ کسی سے نہ لڑے اور نہ کسی کو مارے جب تک اسے اسلام کی دعوت نہ دیدے' پھر جس نے کلمہ پڑھ لیا' اسلام قبول کرلیا' برائیوں سے رک گیا اور نیک عملوں میں لگ گیا اس کا اسلام قابلِ قبول ہے اور اس کی مدد کی جائے اور جو اسلام سے انکار کردے اس سے لڑنے کی اجازت دی ہے۔ جب تک اس میں کفر کا اثر باقی ہے۔ پھر جو اسلام لے آئے گا اُس کے لئے بہتری ہے اور جو اسلام نہیں لائے گا تو وہ اللہ کو تو عاجز کرنے سے رہا۔ میں نے قاصد کو حکم دیدیا ہے کہ وہ یہ خط مجمع عام میں پڑھ کر سُنائے اور تمہیں اذان کے ذریعہ دعوت دے۔ پھر اگر مسلمان کی اذان سُن کر لوگ بھی اذان دینے لگیں تو ان سے رُک جاؤ اور اگر اذان نہ دیں تو ان سے اذان نہ دینے کی وجہ پوچھو اگر وہ انکار کردیں تو ان کے بارے میں جلدی کرو اور اگر اقرار و توبہ کرلیں تو توبہ قبول کرلی جائے اور ان سے مناسب احکام جاری کردیئے جائیں۔

اسی مضمون کے متعدد خطوط متعدد سفراء لیکر لشکر اسلام کی روانگی سے پہلے روانہ ہوگئے۔

اس کے بعد سرداران لشکر اپنا اپنا اسلامی جھنڈا لئے ہوئے مع اُس فرمان کے جس کا ذکر اوپر ہو چکا نکل کھڑے ہوتے۔ سب سے پہلے خالدؓ بن الولید نے طلیحہ و بنی اسد پر حملہ کیا۔

طلیحہ اسدی

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں طلیحہ مرتد ہو کر سمیرا میں آکر مقیم ہو گیا تھا۔ یہ کاہن تھا۔ اس نے دعوئے نبوت کیا تھا اور بنی اسرائیل کے چند فرقے اس کے مطیع ہو گئے تھے۔ آنحضرت (صلعم) نے اُس کی سرکوبی کو ضرارؓ ابن الازور کی سرکردگی میں چند مسلمانوں کو روانہ فرمایا تھا ہنوز طلیحہ کی سرکوبی نہ ہونے پائی تھی کہ آنحضرت (صلعم) کی وفات کی خبر مشہور ہو گئی جس سے اس کے کاموں میں ایک گونہ استحکام ہو گیا۔ غطفان و ہوازن وطےاس کے حامی ہو گئے۔ ضرار اور اُن کے ساتھی عمال سب کے سب مدینہ چلے آئے۔ اس کے بعد غطفان کے وفود ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں معافی و ترک زکوٰۃ کے لئے حاضر ہوئے لیکن ابوبکرؓ صدیق نے اس سے انکار کیا اور اُن پر حملہ کے خیال سے پیش قدمی فرما کر ذی القصہ میں ان کے مقابل ہوئے اور ان کو شکست دی جیسا کہ ہم نے اس سے پیشتر بیان کیا۔ شکست کے بعد غطفان اور بنی اسد بزاخہ میں طلیحہ سے آکر مل گئے اور طے نے بھی ایسا ہی کیا۔ خالدؓ بن الولید ان لوگوں کی سرکوبی کو بڑھے اور ان کی روانگی سے پہلے طے کی طرف عدی بن حاتمؓ روانہ کئے گئے تھے جن کی کوششوں اور مدبرانہ حکمت عملیوں سے طے طلیحہ کی ہمراہی سے علیحدہ ہو کر پھر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

معرکہ بزاخہ

اس اثناء میں خالدؓ بن الولیدؓ بھی بزاخہ پہنچ گئے۔ جہاں پر طلیحہ اور عینیہ بن حصن مرتدین کے گروہ کے ساتھ ٹھہرے ہوئے تھے۔ لشکر اسلام سے عکاشہؓ بن محصن و ثابتؓ بن اقرم انصاری پٹرول کے لئے نکلے۔ اتفاق سے طلیحہ اور اس کے بھائی حبال نے حالت غفلت میں عکاشہؓ و ثابتؓ کو شہید کر ڈالا مسلمانوں کو اس واقعہ سے سخت صدمہ ہوا۔ خالدؓ بن ولید نے انصار پر ثابتؓ ابن قیس کو اور طے پر عدیؓ بن حاتم کو مقرر کر کے طلیحہ سے مقابلہ کیا۔ لڑائی کا آغاز فریقین کے لئے خطرناک نظر آ رہا تھا۔ عنیبہ بن حصن میدان جنگ میں لڑ رہا تھا اور طلیحہ لوگوں کو دھوکا دینے کو ایک چادر اوڑھے ہوئے وحی کے انتظار میں بیٹھا ہوا تھا۔ جس وقت مرتدین کے پاؤں میدانِ جنگ سے اُکھڑتے نظر آئے اُس وقت عینیہ لوگوں کو لڑتا ہوا چھوڑ کر طلیحہ کے پاس دوڑ کر آیا اور اس سے دریافت کیا "کیا تمھارے پاس میرے بعد کوئی آیا تھا؟ (عینیہ کا اس سوال سے مقصود یہ تھا کہ کیا تیرے پاس میرے بعد وحی آئی تھی) طلیحہ نے کہا نہیں! عینیہ یہ سُن کر پھر میدان جنگ میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر تک لڑ کر دوبارہ طلیحہ کے پاس آیا اور دریافت کر کے پھر

میدان جنگ کو لوٹ گیا۔ چند ساعت کے بعد پھر طلیحہ کے پاس بھاگ کر آیا اور دریافت کیا۔ طلیحہ نے کہا ہاں جبرئیل آئے تھے۔ عینیہ نے کہا کیا کہا؟ طلیحہ نے جواب دیا کہ وہ مجھ سے کہہ گیا ہے کہ تیرے لئے وہی ہوگا۔ جو تیری قسمت میں لکھا ہے۔ عینیہ نے یہ سن کر کہا اے بنی فزارہ یہ شخص کذاب ہے۔ میں تو جاتا ہوں تم بھی لڑائی سے لوٹو۔ عینیہ کی زبان سے ان کلمات کا نکلنا تھا کہ میدانِ جنگ مرتدین سے خالی ہوگیا۔ بہت سے مرتدین مارے گئے کچھ لوگ ایمان لے آئے۔

طلیحہ کا فرار

طلیحہ مع اپنی بیوی کے گھوڑے پر سوار ہو کر شام کی طرف چلا گیا اور قبیلہ قضاعہ بنی کلب میں جا کر مقیم ہوا یہاں تک کہ بنی اسد و غطفان ایمان لائے اور آخر الامر یہ بھی مسلمان ہو کر حضرت عمرؓ بن الخطاب کی خلافت کے زمانہ میں حج کو آیا۔ مدینہ گیا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ لشکر شام کے ساتھ لڑنے کو گیا اور خوب خوب کامیابیاں حاصل کیں۔ اس لڑائی میں جو مقام بزاخہ میں مرتدین اور مسلمانوں کے درمیان ہوئی عیال بنی اسد کو کوئی صدمہ نہیں پہنچ پایا کیونکہ ان لوگوں نے اس واقعہ سے قبل ہی ان کو محفوظ مقام پر بھیج دیا تھا۔ اس کے بعد بخوف آئندہ مسلمان ہوگئے۔

بنی عامر کے مرتدین

اسی زمانہ میں بنی عامر ردت و اسلام میں پس و پیش کر رہے تھے اور زیادہ تر ان کو طلیحہ کے کاموں کے نتائج اور اسد و غطفان کے انجام کا خیال پیش نظر تھا۔ قرۃ بن ہبیرہ۔ کعب میں اور علقمہ بن علاثہ۔ کلاب میں سرداری کر رہے تھے۔ علقمہ آنحضرت (صلعم) کی حیات میں طائف کی فتح کے بعد مرتد ہو کر شام چلا گیا تھا پھر جب آنحضرت (صلعم) کا وصال ہوگیا تب اپنی قوم میں واپس آیا۔ حضرت ابوبکرؓ صدیق نے یہ خبر پا کر ایک سریہ بسرداری قعقاعؓ ابن عمرو (بنی تمیم) روانہ کیا۔ قعقاعؓ ابن عمرو نے علقمہ پر حملہ کیا اور اس کو مع اس کے اہل و عیال و قوم کے ابوبکرؓ صدیقؓ کے پاس پکڑ لائے۔ ان لوگوں نے مدینہ میں پہنچ کر توبہ کی اور دوبارہ مشرف بہ اسلام ہوئے۔

بنو عامر اور ہوازن کی اطاعت

قرۃ بن ہبیرہ پر یہ ماجرا گزرا کہ بعد وفات آنحضرت (صلعم) یہ بھی مذبذبین "بین ذالک" سے تھا کہ اتفاق وقت سے حضرت عمروؓ بن العاصؓ جن کو آنحضرت (صلعم) نے حجۃ الوداع سے واپسی کے وقت عمان کی طرف بھیجا تھا۔ آنحضرت (صلعم) کی وفات کے بعد عمان سے واپس ہوتے ہوئے قرۃ کی طرف ہو کر گزرے۔ قرۃ نے بڑی عزت سے ان کو ٹھہرایا دھوم دھام سے دعوت کی جب سب لوگ ملاقات کر کے ہٹ گئے تو اس وقت قرۃ نے عمروؓ بن العاص سے کہا کہ اگر زکوٰۃ معاف کر دی جائے تو بہت زیادہ مناسب ہوگا کیونکہ عربوں نے تمہارا دین خراج دینے کے لئے قبول نہیں کیا۔ عمروؓ بن العاص نے اس بات پر اس سے ناراضگی ظاہر کی اور اس سے کبیدہ خاطر ہو کر

مدینہ چلے آئے اور ابوبکرؓ صدیقؓ کو قرۃ کے حالات سے آگاہ کیا پس جب خالدؓ بن الولیدؓ نے بنی اسد وغطفان پر حملہ کر کے ان کو زیر کر لیا اس وقت ہوازن وسلیم وعامر جو اُن قبایل کے انجام کار دیکھنے کے منتظر تھے خالدؓ بنؓ الولید کے پاس آئے اور اسلام لائے۔ خالدؓ بن الولید نے ان سب لوگوں کا اسلام قبول کر لیا سوائے اُن چند اشخاص کے جنھوں نے زمانۂ ردت میں مسلمانوں کو شہید وقتل کیا تھا ان کو خالدؓ بن الولید نے چن چن کر گرفتار کرا کے کسی کو قتل اور کسی کو سنگ سار کیا۔ جب ان کو بنی عامر کے کاموں سے فراغت حاصل ہوئی تب عینیہ[1] بن حصن وقرۃ بن ہبیرہ کو گرفتار کرا کے ابوبکرؓ صدیقؓ کے پاس مدینہ بھیج دیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عینیہ قرۃ کو ردت پر قائم رہنے اور دوبارہ اسلام نہ قبول کرنے کی وجہ سے ان دونوں کے قتل کا حکم دیدیا۔

سلمیٰ بنت مالک

اس کے بعد قبائل غطفان وسلیم وغیرہ کے بقیہ لوگ سلمیٰ بنت مالک بن حذیفہ بن بدر بن ظفر کے پاس حوابہ میں جا کر جمع ہوئے اور اس کو اپنا پیشوا بنایا یہ سلمیٰ وہی ہے جو رسول اللہ (صلعم) کی حیات میں قید ہو کر آئی تھی۔ لیکن اتفاقیہ ام المومنین حضرت عائشہؓ کے روبرو پڑ گئی۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ نے حضرت (صلعم) سے کہکر آزاد کرا دیا تھا۔ پھر جب یہ اپنی قوم میں لوٹ کر آئی تو مرتد ہو گئی اور کچھ لوگ غطفان وہوازن وسلیم وطے واسد کے لوگ اس کے پاس آکر جمع ہو گئے۔ جب اس کی اطلاع خالدؓ بن الولیدؓ کو ہوئی تو وہ مرتدین سے مسلمانوں کے خون کا بدلہ لیتے ہوئے سلمیٰ سے آکر مقابل ہو گئے۔ سلمیٰ ایک ناقہ پر سوار لوگوں کو لڑا رہی تھی۔ سو آدمی اس کے ناقہ کے پاس مارے گئے جب اس کا ناقہ زخمی ہو کر گرا اور یہ بھی ماری گئی۔ اُس وقت مرتدین کا گروہ میدانِ جنگ سے بھاگ نکلا۔ مسلمانوں کی فتح ہوئی۔

مرتدین بنی سلیم

باقی رہے بنی سلیم۔ ان میں سے الفجاۃ بن عبد یالیل حضرت ابوبکرؓ صدیقؓ کے پاس آیا اور ظاہر کیا کہ "میں مسلمان ہوں میری آپ مدد کیجئے مجھے لڑائی کا سامان دیجئے میں اہل ردت سے لڑوں گا" حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس کو ہتھیار جنگ دے کر اہلِ ردت سے لڑنے کا حکم دیا۔ الفجاۃ بن عبد یالیل ہتھیار جنگ لئے ہوئے مدینہ سے نکل کر جوان (یا جواء) پہنچا اور مرتد ہو کر بنی شرید سے نجبۃ بن ابی المثنیٰ کو بنی سلیم وہوازن کے مسلمانوں پر شب خون مارنے کو روانہ کیا۔ حضرت ابوبکرؓ صدیقؓ

---

[1] ابن اثیر نے لکھا ہے کہ جس وقت عینیہ پا بزنجیر مشکیں بندھی ہوئی مدینہ میں آیا تھا اُس وقت مدینہ کے لڑکوں کا ایک گروہ اس کے پیچھے تھا اور وہ سب کہہ رہے تھے اے دشمن خدا مومن ہونے کے بعد کافر ہوا اور عینیہ یہ کہتا جاتا تھا بخدا میں ایک لمحہ کے لئے بھی ایمان نہیں لایا اور نہ اب لاؤں گا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے یہ سن کر اس کے قتل کا حکم دیا۔

نے یہ خبر پاکر طریفہؓ بن حاجز کو الفجاۃ و نجبۃ پر حملہ کرنے کے لئے لکھا اور ان کی امداد کے لئے عبداللہ بن قیس الحاشی کو روانہ کیا۔ فریقین نے ایک کھلے میدان میں صف آرائی کی۔ نجبۃ تو میدانِ جنگ میں مارا گیا اور الفجاۃ بھاگا جس کو طریفہؓ نے تعاقب کر کے گرفتار کر لیا اور اپنے ہمراہ حضرت ابوبکرؓ صدیق کے پاس لائے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مصلے مدینہ میں آگ روشن کرا کے الفجاۃ کو اس میں ڈلوا دیا اور ابو شجرہ بن عبدالعزے ابو الخنساء بقیہ بنی سلیم کے ساتھ اسلام میں داخل ہوا یہ بھی منجملہ مرتدین کے تھا۔

بنی تمیم میں تفرقہ آنحضرت (صلعم) کی وفات کے بعد بنی تمیم میں آپ کے عمال کی تفصیل یہ تھی۔ کہ رباب وعوف وابناء میں زبرقان بن بدر۔ قیس بن عاصم مقاعس و بطون میں۔ صفوان بن صفوان و سبرۃ بن عمرو۔ بنی عمرو میں وکیع بن مالک بنی مالک میں مالک بن نویرہ خنظلہ میں تھے۔ پس جب آنحضرت (صلعم) کے وصال کی خبر مشہور ہوئی تو صفوان صدقات بنی عمرو اور زبرقان۔ رباب وابناء وعوف کے صدقات لے کر حضرت ابوبکرؓ صدیق کے پاس مدینہ چلے آئے۔ لیکن قیس بن عاصم نے مقاعس و بطون میں ان کی مخالفت کی کیونکہ وہ ایسے وقت کا منتظر تھا۔ ان دونوں بزرگوں کے چلے جانے اور قیس کی مخالفت کی وجہ سے بلاد بنی تمیم میں تفرقہ شروع ہو گیا مسلمانوں اور مرتدوں میں لڑائی جھگڑا شروع ہو گیا۔

سجاح بنت الحرث اس اثناء میں جب کہ فریقین ایک دوسرے کے ساتھ لڑ جھگڑ رہے تھے سجاح بنت الحرث بن سوید (یہ بطن عقفان قبیلہ تغلب سے تھی آنحضرت کی وفات کے بعد اس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا) خروج کیا اور ہذیل بن عمران نے بنی تغلب بن عقبہ ابن ہلال نے نمر بن سلیل بن قیس نے شیبان میں اور زیاد بن ہلال نے اس کی اتباع کی ہذیل بن عمران نصرانی تھا لیکن اس نے اپنے دین کو سجاح کے دین کے لئے چھوڑ دیا تھا۔

سجاح بنت الحارث اس گروہ کو لئے ہوئے مدینہ پر حملہ کرنے اور ابوبکرؓ و مسلمانوں سے لڑنے کو چلی۔ بنی تمیم میں اختلاف تو پہلے ہی تھا۔ سجاح کے خروج سے اور زیادہ مخالفت ہو گئی۔ مالک بن نویرہ نے اس سے مصالحت کر لی اور اس کو مدینہ پر فوج کشی کرنے سے روک کر بطون بنی تمیم پر حملہ کرنے کی تحریک کی۔ بنی تمیم اس کے مقابلہ سے بھاگے۔ لیکن وکیع بن مالک اس سے مل گیا۔ رباب وضبہ نے متحد ہو کر لڑائی کی۔ سجاح کے ہمراہیوں کو شکست ہوئی اس کے متعدد ہمراہی قید کر لئے گئے اس کے بعد بحیثیت کل صلح کر لی اور سجاح مع اپنے ہمراہیوں کے مدینہ کی طرف روانہ ہو کر نباج پہنچی۔ اوس بن خزیمہ ہجیمی نے بنی عمرو کو لے کر اس پر حملہ کر دیا فریقین میں سخت لڑائی ہوئی سجاح

کے ہمراہیوں میں سے ہذیل و عقبہ گرفتار کر لئے گئے۔ پھر فریقین نے اس شرط پر صلح ہوئی کہ اوس بن خزیمہ قیدیان سجاح کو چھوڑ دے اور سجاح اوس کے شہروں میں کسی قسم کا تعرف نہ کرے۔

سجاح اور مسیلمہ کذاب کا عقد و اتحاد

اس واقعہ کے بعد مالک بن نویرہ و وکیع بن مالک اس سے علیحدہ ہو کر اپنی قوم میں چلے آئے۔ چنانچہ سجاح کے ہمراہی اپنی کمزوری کی وجہ سے ان کو روک بھی نہ سکے اور ان کی امداد و اعانت سے ناامید ہو کر بنی حنیفہ کی طرف بڑھے۔ مسیلمہ نے یہ خیال کر کے کہ اگر وہ سجاح سے متصادم ہوگا اور اس سے لڑائی میں مصروف ہو جائے گا تو ثمامہ بن اثال یمامہ میں ضرور چھیڑ چھاڑ کرے گا۔ اور شرجیل بن حسنہ اور اسلامی لشکر بھی نہب خون و غارت گری پر آمادہ ہو جائیں گے۔ سجاح کے پاس قیمتی تحائف بھیجے اور اس سے یہ کہلا بھیجا کہ پہلے عرب کے کل بلاد نصف ہمارے تھے اور نصف قریش کے۔ لیکن چونکہ قریش نے بدعہدی کی ہے لہٰذا وہ نصف میں نے تم کو دیئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ سجاح خود اس کے پاس آئی اور اس سے امن کی خواستگار ہوئی۔ بہر کیف مسیلمہ اس سے ملنے کو قلعہ سے نکل کر اس خیمہ میں آیا جو ملاقات کے لئے سجایا اور معطر کیا گیا تھا۔ محافظین خیمہ سے باہر نکال دیئے گئے۔ مسیلمہ و سجاح میں تھوڑی دیر تک گفتگو ہوتی رہی جب مسیلمہ نے اپنے مرصع فقرے پڑھے تو سجاح نے اس کی نبوت کا اقرار کیا اور خود کو اس کی زوجیت میں دیدیا۔ تین روز تک اس کے پاس خیمہ میں مقیم رہی، چوتھے روز جس وقت وہاں سے لوٹ کر اپنی قوم میں آئی تو اس کی قوم بلا ادائے مہر نکاح کرنے پر اس کو لعنت ملامت کرنے لگی۔ مجبور ہو کر سجاح مسیلمہ کے پاس پھر لوٹ کر آئی اور اس سے مہر کا تقاضا کیا۔ مسیلمہ نے کہا "جا اپنے ہمراہیوں سے کہدے کہ "مسیلمہ رسول اللہ نے دو نمازیں یعنی نماز فجر و عشا کی معاف کر دیں جن کو محمدؐ نے تم پر فرض کیا تھا۔

سجاح کا مزار

اس کے علاوہ مسیلمہ سے سجاح یمامہ کی نصف پیداوار لے کر اور صلح کر کے جزیرہ کو واپس ہوئی اور ہذیل و عقبہ کو آئندہ سال کی نصف پیداوار لینے کے لئے چھوڑ گئی۔ اتفاق سے اثنائے راہ میں خالدؓ بن الولید کی سرکردگی میں اسلامی لشکر سے سامنا ہو گیا جس سے اس کی جماعت منتشر ہو گئی اور وہ خود بنی تغلب کے جزیرہ میں جا کر مقیم رہی۔ یہاں تک کہ معاویہ نے عام المجاعۃ (قحط سالی) میں اس کو مع بنی عقفان اس کے قبیلہ کے کوفہ میں لا کر ٹھہرایا۔ اسی زمانہ میں سجاح ایمان لائی اور باقی زندگی زمانۂ اسلام میں اچھی طرح بسر کی۔

حضرت خالد بن ولید کی بطاح کی جانب روانگی

جس وقت سجاح جزیرہ کو واپس ہوئی اور بنی

تمیم نے پھر اسلام قبول کر لیا اُس وقت تک مالک بن نویرہ اسی ششش و پنج میں رہا۔ بطاح میں قبیلہ تمیم بنی حنظلہ اس کے پاس جمع ہو گئے ۔ ۔ ۔ لیکن مالک بن نویرہ چونکہ خود اپنے بارے میں متردد تھا اس لئے بنی حنظلہ کا مال و اسباب محفوظ مقام پر رکھوا دیا اور ان کو لڑائی کرنے سے منع کر کے اپنے مکان پر لوٹ آیا۔ خالد رضی اللہ عنہ بن الولید یہ سُن کر کہ بنی حنظلہ مالک بن نویرہ کے پاس بطاح میں جمع ہو رہے ہیں لشکر اسلام لے کر ان کی سرکوبی کو بڑھے' اگرچہ انصار رضی اللہ عنہم نے ابتداء خالد رضی اللہ عنہ بن الولید کی مخالفت کی اور یہ کہا کہ جب تک خلیفہ کا کوئی حکم نہ آئے گا ہم آگے نہ بڑھیں گے ۔ لیکن پھر یہ سوچ کر۔ کہ مبادا اگر یہ لوگ ناکام ہوئے تو ہم پر اُن کے نہ بچانے کا الزام عاید ہو گا حضرت خالد کے ہمراہ ہو گئے ۔ پس خالد رضی اللہ عنہ بن الولید نے بطاح پہنچتے ہی ایک سریہ روانہ کیا اور اُس کو یہ ہدایت کر دی کہ لوگوں کو اسلام کی طرف بلائیں جو شخص اس سے انکار کرے اس کو گرفتار کر لائیں تاکہ قتل کیا جائے ۔

مالک بن نویرہ

چنانچہ مالک بن نویرہ کو مع چند نفر بنی ثعلبہ بن یربوع کے گرفتار کر لائے ۔ لوگوں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن الولید کے پاس پہنچ کر شہادت میں اختلاف کیا بعضوں نے تو یہ کہا کہ مالک بن نویرہ اور اس کے ہمراہیوں نے اذان دی اور نماز پڑھی منجملہ ان کے ایک ابو قتادہ تھے اور بعضوں نے کہا کہ ان لوگوں نے نہ تو اذان دی اور نہ نماز پڑھی۔ خالد رضی اللہ عنہ بن الولید اہل سریہ کی اس مختلف شہادت سے کوئی نتیجہ نہ نکال سکے مجبور ہو کر اُن لوگوں کو زیر نگرانی ضرار بن الازور قید کر دیا۔ رات میں ان کے منادی نے ادفئوا اسراکم کی ندا دی۔ یہ محاورہ کنانہ میں قتال کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ پس اس ندا کے سنتے ہی ضرار نے چونکہ کنانی تھے سب کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ خالد رضی اللہ عنہ بن الولید شور و غل کی آواز سُن کر منع کرنے کی غرض سے باہر نکلے۔ لیکن اس سے پیشتر ضرار ان کے قتل سے فراغت حاصل کر چکے تھے ۔ ابو قتادہ و خالد رضی اللہ عنہ میں اس بات پر اس قدر جھگڑا ہوا کہ ابو قتادہ ناراض ہو کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس چلے آئے ۔ پھر جب خالد رضی اللہ عنہ بن الولید حسب طلب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ صدیق مدینہ آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابن الخطاب نے مالک بن نویرہ کے مقدمہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ صدیق سے خالد رضی اللہ عنہ بن الولید سے قصاص لینے اور ان کو معزول کرنے کا مطالبہ کیا لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ صدیق نے صاف الفاظ میں فرما دیا کہ " میں اُس تلوار کو نیام میں نہیں کرنا چاہتا جس کو اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے سان پر رکھا ہو" اس کے بعد مالک اور اس کے ہمراہیوں کا خون بہا بیت المال سے دیدیا اور خالد رضی اللہ عنہ کو پھر ان کے متعلقات بلاد کی طرف لوٹا دیا۔

مسیلمہ کذاب

جس وقت حضرت ابوبکرؓ صدیق نے گیارہ لشکر، مرتدین عرب کی سرکوبی کے لیے روانہ کئے تھے۔ اس وقت عکرمہؓ بن ابی جہل کو مسیلمہ کذاب سے لڑنے کے لئے یمامہ کی طرف بھیجا تھا۔ پھر ان کے بعد شرجبیلؓ کو انھیں کی امداد کی غرض سے روانہ کیا۔ عکرمہؓ بن ابی جہل نے عجلت کر کے شرجبیلؓ کے آنے سے پہلے مسیلمہ سے لڑائی چھیڑ دی جس میں خود عکرمہؓ کو شکست ہوئی اس شکست سے جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کو مطلع کیا گیا تو انھوں نے عکرمہؓ کو لکھ بھیجا کہ "خود تو تم استادی جانتے نہیں۔ لیکن شاگردوں میں عیب نکالتے ہو، بغیر شرجبیلؓ کے آئے ہوئے تم نے حملہ کیوں کر دیا۔ خیر جو کچھ ہوا اچھا ہوا مدینہ کا رُخ نہ کرنا۔ حذیفہؓ و عرفجہؓ کے پاس چلے جاؤ اور ان کی ماتحتی میں مہرہ اور اہل عُمان سے لڑو جب ان کی جنگ سے فراغت حاصل ہو تو تم مع اپنے لشکر کے مہاجرؓ بن ابی امیہ کے پاس یمن و حضر موت میں چلے جاؤ"۔ شرجبیلؓ کو لکھا کہ "تم خالدؓ بن الولید کے اعمال کی طرف چلے جاؤ پس جب وہاں کی لڑائی سے کامیابی کے ساتھ فارغ ہو جاؤ تو قضاعہ کی طرف چلے جانا اور عمرو بن العاصی کے ہمراہ ہو کر اُن لوگوں سے لڑنا جو ان میں سے مرتد ہو گئے ہیں"۔ اس اثناء میں جب خالدؓ بن ولید بطاح سے فارغ ہو کر حضرت ابوبکرؓ صدیق کی طلبی پر ان کے پاس حاضر ہوئے، لیکن حضرت خالدؓ بن الولید سے اصلی واقعات سُن کر راضی ہو گئے تب انھوں نے خالدؓ بن الولید کو مسیلمہ کی طرف روانہ کیا اور کافی تعداد آدمیوں کی ان کے ہمراہ کر دی۔ مہاجرین پر ابو حذیفہؓ اور زیدؓ تھے، انصارؓ پر ثابتؓ بن قیس و براءؓ میں عازب تھے۔

مسیلمہ کذاب کی قوت میں اضافہ

خالدؓ بن الولید روانگی کا حکم پاتے ہی مدینہ سے نکل کر لشکر کے انتظار میں بطاح میں آکر ٹھہر گئے جس وقت اسلامی لشکر آگیا اُس وقت یمامہ کی طرف روانہ ہوئے۔ بنی حنیفہ کا اس وقت بہت زور و شور تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ چالیس ہزار جنگ آور سپاہی یمامہ کے قریات اور وادیوں میں پھیلے ہوئے تھے۔ عکرمہؓ کی طرح شرجبیلؓ نے بھی عجلت کر کے لڑائی شروع کر دی۔ جس میں ان کو بھی ناکامی ہوئی۔ اس کے بعد حضرت خالدؓ پہنچے۔ انھوں نے شرجبیلؓ کو عجلت کرنے پر ملامت کی۔ لڑائی کی نوبت نہیں آئی تھی کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ایک اور گروہ کو حضرت خالدؓ کی مدد کے لئے بھیج دیا۔ ایک تو خود مسیلمہ کے پاس جمعیت کثیر تھی۔ دوسرے سجاح کی باقی ماندہ فوج بھی آکر اس سے مل گئی تھی۔

مسیلمہ کذاب اور رجال

رجال (اس کا نام نہار تھا اور یہ شرفاء بنی حنیفہ سے تھا) بن عنفوہ نے مسیلمہ کے نبوت کی شہادت دی اور یہ بیان کیا کہ آنحضرت (صلعم) نے اس کو

حکومت میں شریک کیا ہے۔ رجالؔ کے اس کہنے کا اثر لوگوں پر اس وجہ سے زیادہ ہوا کہ یہ ہجرت کر کے آنحضرت (صلعم) کے پاس چلا گیا تھا اور اس نے خدمت اقدس میں مقیم رہ کر قرآن پڑھا دین کی باتیں سیکھی تھیں۔ جب مسیلمہ مرتد ہوا تو آنحضرت (صلعم) نے اس کو اہل یمامہ کی تعلیم اور مسیلمہ کے سمجھانے کے لئے بھیجا۔ لیکن اس نے یمامہ پہنچ کر مسیلمہ کی اطاعت و اتباع کرلی اس کی اذان دینے لگا اور رسول اللہ (صلعم) کی وفات کے بعد اس کی رسالت کا اقرار بھی کر لیا تھا مسیلمہ بہت سے فقرہ بنا بنا کر لوگوں کو سُناتا اور کہتا تھا کہ یہ قرآن ہے اور چند باتیں خلاف عادت انسانی دکھلا کر اس کو معجزہ بتلاتا تھا۔ یہاں تک کہ اس کو اور بنی حنیفہ کو حضرت خالدؓ بن الولید کے قریب پہنچنے کی خبر معلوم ہوئی اور ان لوگوں نے جنگ کے قصد سے یمامہ سے باہر صف آرائی کی۔

مجاعہ کی گرفتاری مسیلمہ تک پہنچنے کا ایک روز کا راستہ باقی تھا کہ حضرت خالدؓ نے شرجیلؓ کو مقدمۃ الجیش پر مقرر کر کے خود آگے بڑھنا چاہا۔ لیکن اتفاق سے شب کے وقت مجاعہ سے مڈبھیڑ ہوگئی جو چالیس یا ساٹھ آدمیوں کا گروہ لے کر بلاد بنی عامر و بنی تمیم کی طرف شب خون مارنے گیا تھا۔ شرجیلؓ نے مجاعہ پر حملہ کر دیا اور لڑ کر مجاعہ بن مرارہ کے علاوہ پورے گروہ کو فرش زمین پر آرام کے ساتھ سُلا دیا۔

جنگ یمامہ اس واقعہ کے بعد حضرت خالدؓ آگئے۔ مسیلمہ و بنی حنیفہ نے بڑھ کر تیغ و سنان سے ان کا استقبال کیا۔ مسیلمہ کے ہمراہ اس معرکہ میں چالیس ہزار فوج تھی۔ اس کے مقدمہ پر رجالؔ تھا مسلمانوں کا لشکر تعداد میں تیرہ ہزار تھا۔ جس کی افسری خالدؓ بن الولید کر رہے تھے اور ان کی ماتحتی میں نامی نامی دلاور لڑنے والے کام کر رہے تھے۔ فریقین نے نہایت سختی سے لڑائی شروع کی بظاہر یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہی لڑائی فریقین کی قسمت کا فیصلہ کرنے والی ہوگی۔ دونوں طرف سے لڑنے والے جی توڑ کر لڑ رہے تھے پہلے حملہ میں بنی حنیفہ لڑتے لڑتے حضرت خالدؓ کے اس خیمہ کے پاس تک پہنچ گئے جہاں پر مجاعہ قید تھا اور اسی خیمہ میں ام متمم یا تمیم زوجہ حضرت خالدؓ بھی تھیں۔ مجاعہ نے باوجود قیدی ہونے کے انتہائی دلیری سے اٹھ کر مرتدین کو خیمہ کے پاس علیحدہ کیا۔ اس کے بعد لشکر اسلام اللہ اکبر کہہ کر بنی حنیفہ پر ٹوٹ پڑا۔ جس سے بنی حنیفہ بدحواسی کے عالم میں بھاگ نکلے۔

محکم بن طفیل کا خاتمہ محکم بن طفیل نے (جو لشکر مسیلمہ کے میسرہ پر تھا) "ادخلوا الحدیقۃ[1] یا بنی حنیفہ فانی امنع ادبارکم" (اے بنی حنیفہ حدیقہ میں چلے جاؤ میں تمہاری

---

[1] شہر یمامہ کے دروازہ پر ایک باغ تھا جس کو حدیقۃ الرحمٰن کہتے تھے مسیلمہ نے اپنا خیمہ اسی باغ میں نصب کیا تھا۔

حفاظت کروں گا" یہ سن کر بنی حنیفہ تو حدیقہ چلے گئے اور محکم بن الطفیل ایک ساعت تک لڑتا رہا یہاں تک کہ عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ نے اس کو قتل کر دیا۔ مسلمانوں نے نہایت سختی سے پاؤں جما کر لڑائی شروع کردی۔ رایت اسلام ثابتؓ بن قیس کے ہاتھ میں تھا جب یہ لڑ کر شہید ہو گئے تو حضرت زیدؓ بن الخطاب نے لیا۔ پھر ابو حذیفہؓ پھر سالمؓ مولیٰ ابو حذیفہ نے پھر براءؓ برادر انس بن مالک نے لے کر مقابلہ کیا اللہ جل شانہ کی عنایت سے مرتدین کو شکست ہوئی۔

مسیلمہ کذاب کا قتل

مسلمانوں نے ان کو مارتے مارتے حدیقہ تک پہنچا دیا جہاں پر مسیلمہ مقیم تھا تھوڑی دیر تک حدیقہ کے دروازے پر لڑائی ہوتی رہی۔ انجام کار اسلامی لشکر حدیقہ کی دیواریں اور دروازہ توڑ کر اندر گھس گیا۔ لوگوں نے مسیلمہ سے کہا کہ "وہ تیرا وعدہ کہاں ہے جو تیرا خدا تجھ سے کرتا تھا"، مسیلمہ نے جواب دیا کہ "ہر شخص اپنے اہل و عیال کے لئے لڑے یہ موقع ان باتوں کے دریافت کرنے کا نہیں ہے"۔ مسیلمہ نے یہ کہہ کر جب اپنی نجات کی صورت نہیں دیکھی تو زرہ و خود پہن کر گھوڑے پر سوار ہوا اور ایک گروہ کو ساتھ لے کر لڑتا ہوا باہر نکلا۔ باغ سے جوں ہی باہر آیا وحشی نے ایک ایسا تیر مارا کہ مسیلمہ اپنی جگہ سے حرکت نہ کر سکا اور حضرت زید بن الخطاب نے رجال بن عنفوہ کو قتل کر ڈالا۔ اس واقعہ سے مرتدین کے رہے سہے ہوش و حواس بھی جاتے رہے۔ سترہ ہزار جنگ آور بنو حنیفہ کے مارے گئے۔ لڑائی کے ختم ہونے کے بعد حضرت خالدؓ بن الولید مجاعہ کو اپنے ساتھ لئے ہوئے مرتدوں کے مقتولین کی طرف سے گذرے۔ حضرت خالدؓ بن الولید نے محکم کی لاش دیکھ کر دریافت کیا کہ یہ وہی (مسیلمہ) ہے؟ مجاعہ نے کہا واللہ مسیلمہ اس سے اچھا تھا۔ پھر حضرت خالدؓ نے مسیلمہ رویجل۔ دمیم۔ اخنیس کو دکھا کر کہا کہ تیرے سردار یہی تھے اور یہی تجھ پر حکومت کرتے تھے؟ مجاعہ نے کہا مسیلمہ یہی ہے اور یہ لوگ ایسے ہی تھے۔ لیکن تم ان لوگوں کے قتل پر نازاں نہ ہو ان سے زیادہ دلاور اور جنگی قلعے یمامہ میں موجود ہیں۔ ان کے زیر کرنے کے لئے ایک مدت چاہئے۔ تم مجھے چھوڑ دو اور مجھ سے اور میری قوم سے مصالحت کر لو تو میں ان کو تم سے صلح کر لینے پر آمادہ کر دوں گا"۔

اہل یمامہ سے مصالحت

خالدؓ بن الولید چونکہ کسی قدر مال غنیمت جمع کرا چکے تھے اور لشکریوں کو کمر کھول دینے کا حکم دے چکے تھے۔ اس وجہ سے مجاعہ سے کہا کہ میں تجھے قید سے رہا کئے دیتا ہوں تو اپنی قوم میں جا اور اُن کو صلح کر لینے پر آمادہ کر دے میں ان سے فقط اُن کے نفوس کی بابت صلح کروں گا"۔ مجاعہ خالدؓ کے پاس سے اٹھ کر اہل یمامہ کے پاس گیا اور عورتوں کو مسلح کر کے شہر پناہ کی فصیل پر کھڑا کر کے خالدؓ کے پاس واپس آیا اور کہا کہ وہ لوگ محض اپنی جانوں پر مصالحت

نہ کریں گے خالدؓ نے یمامہ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو اس کی فصیلیں ہتھیاروں سے چمکتی نظر آئیں اور لشکر اسلام کی یہ کیفیت تھی کہ انصارؓ میں سے تین سو ساٹھ آدمی اور اسی قدر مہاجرینؓ اور اسی قدر تابعینؒ میں سے شہید ہو چکے تھے۔ جو باقی تھے ان میں زخمیوں کی تعداد تھی۔ ان وجوہات کے پیش نظر حضرت خالدؓ نے مجاعہ سے نصف مال و اسباب و زمین مزروعہ و غیر مزروعہ و باغات و قیدیوں کی بنیاد پر صلح کرنے کی تجویز پیش کی۔ لیکن ان لوگوں نے اس سے بھی انکار کیا تو ربع (چوتھائی) مال و اسباب وغیرہ پر صلح کر لی صلح نامہ لکھنے کے بعد قلعہ کھولا گیا تو سوائے عورتوں اور لڑکوں کے اور کوئی نظر نہ آیا۔ خالدؓ نے مجاعہ سے کہا کہ تو نے میرے ساتھ دغا کی اور فریب سے صلح نامہ لکھوا لیا۔ مجاعہ نے عرض کیا۔ اے امیر میری قوم میں کسی قسم کی استطاعت باقی نہ رہ جاتی اگر میں یہ حیلہ نہ کرتا مجھے اب معاف فرمائیے میں نے ان کی رسوائی کے خیال سے یہ سب کچھ کیا۔ خالدؓ یہ سن کر خاموش ہو رہے اور اس صلح نامہ کو بحالہ قائم رکھا۔

سلمہ بن عمیر کا انجام

لیکن سلمہ بن عمیر نے کہا کہ "ہم اس صلح کو قبول نہ کریں گے اور قلعوں کو محفوظ رکھیں گے اور اہل قریٰ کو لڑائی پر آمادہ کریں گے۔ غلہ و رسد کافی ہے موسم سرما بھی آ گیا ہے"۔ مجاعہ نے اس سے اختلاف کیا اور کہا کہ اگر میں حیلہ و فریب نہ کرتا تو خالدؓ کبھی اس شرط پر صلح نہ کرتے میں نے نہایت چالاکی سے یہ صلح نامہ لکھوایا ہے" مجاعہ کے اس کہنے پر سات آدمی اس کی قوم سے نکلے اور خالدؓ سے انھوں نے صلح کر کے اُن کے ہاتھ پہ بیعت کر لی اور جس خیال پر وہ اس سے پیشتر تھے اُس سے برأت ظاہر کر دی۔ سلمہ بن عمیر کے دل میں خالدؓ کے جانب سے ایک خلش مضمر ہو گئی اور اُس نے ان کے ساتھ دغابازی کا قصد کر لیا، مگر مسیلمہ کے ہمراہیوں نے خالدؓ کو اُس کے اس ناشائستہ حرکت سے مطلع کر دیا جس کی پاداش میں خالدؓ نے اس کو قید کر دیا۔ لیکن یہ قید سے نکل بھاگا۔ لیکن پھر لوگوں نے اس کو گرفتار کر کے مار ڈالا۔

اہل یمامہ کا وفد

حضرت ابوبکرؓ صدیق نے سلمہ بن وقش کو ایک خط دے کر حضرت خالدؓ کے پاس بھیجا جس کا مضمون یہ تھا کہ "اگر اللہ جل شانہ مرتدین پر تم کو فتحیاب کرے تو بنو حنیفہ میں سے جو بالغ ہو چکے ہوں وہ سب کے سب قتل کئے جائیں البتہ نو عمر لڑکے اور عورتیں قید کر لی جائیں" لیکن اس خط کے پہنچنے سے پہلے حضرت خالدؓ بن الولید صلح کر چکے تھے۔ اس وجہ سے اس خط پر عمل درآمد نہ کیا گیا۔ لہٰذا ان میں سے ایک گروہ کو اپنے خط کے ساتھ وفد کی صورت میں حضرت ابوبکرؓ صدیق کے پاس روانہ کر دیا۔ حضرت خالدؓ نے اپنے خط میں مسیلمہ کے مارے جانے اور اہل یمامہ پر فتح پانے نیز صلح کرنے اور اُن لوگوں کے اسلام لانے کا مفصل حال لکھا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اہل وفد سے بکمال عزت و

واحترام ملاقات کی اور ان لوگوں سے مسیلمہ کے بنائے ہوئے فقرات کو دریافت فرمایا۔ اُن لوگوں نے جو کچھ انھیں یاد تھا پڑھ کر سُنایا۔ حضرت ابوبکرؓ صدیق نے فرمایا "واللہ یہ کلامِ خدا نہیں ہے۔ پاک ہے وہ اللہ جس کو وہ گمراہ کرے اُس کا کوئی ہادی نہیں ہے اور جس کو وہ راہ راست پر لگائے اس کو کوئی گمراہ نہیں کرسکتا۔ جاؤ اپنی قوم میں رہو اور اسلام پر ثابت قدمی دکھلاؤ جس سے اللہ اور اُس کا رسولؐ راضی ہو۔"

اہل بحرین کا ارتداد

خالدؓ بن الولید نے یمامہ سے فارغ ہو کر اُس کی وادیوں میں سے ایک وادی کی طرف رُخ کیا، جہاں پر عبدالقیس و بکر بن وائل وغیرہ بطون ربیعہ جمع ہو رہے تھے۔ یہ لوگ بھی آنحضرت کی وفات کے بعد (صلعم) مرتد ہو گئے تھے اور اسی طرح منذر بن ساوی بھی رسول اللہ (صلعم) کے وصال کے تھوڑے دنوں بعد اسلام چھوڑ بیٹھا تھا۔ یہ جارود بن المعلی وہی ہیں جو وفد کی صورت میں آنحضرت (صلعم) کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تھے اور وہاں سے اسلام لاکر اپنی قوم میں آئے۔ ان کی تحریک پر وہ لوگ ایمان لائے تھے۔ پس جب عبدالقیس کو آنحضرت (صلعم) کے انتقال کی خبر معلوم ہوئی تو وہ لوگ بھی مرتد ہو گئے اور یہ کہنے لگے کہ "اگر محمدؐ نبی ہوتے تو نہ مرتے" جارود بن المعلےٰ نے کہا "تمہاری عقلوں پر پتھر پڑیں کیا تم نے یہ نہیں سُنا اور یہ تم نہیں جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے محمد (صلعم) سے پہلے اور انبیاء کرام بھیجے تھے اور وہ لوگ اپنا زمانۂ حیات پورا کر کے مر گئے ہیں؟ اسی طرح محمد (صلعم) بھی ایک نبیؐ تھے جب ان کا زمانۂ وفات آیا تو یہ بھی مر گئے" جارود نے یہ سُن کر کلمہ شہادت پڑھا۔ عبدالقیس کے دل پر ان کلمات کا ایسا فوری اثر ہوا کہ وہ لوگ بھی ان کے ساتھ ساتھ کلمہ پڑھنے لگے اور اسلام پر ثابت قدم رہے۔

حطم بن ربیعہ کا ارتداد

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے علاء بن الحضرمی کو منذر کی طرف مقرر فرمایا۔ اس سے پیشتر آنحضرت (صلعم) نے انھیں کو منذر کا حاکم مقرر فرمایا تھا۔ پس جب آپ کا انتقال ہو گیا اور بطون ربیعہ مرتد ہو گئے اور ان لوگوں نے منذر بن النعمان بن المنذر کو (جو کہ مغرور کے نام سے موسوم تھا) اپنا حاکم بنا لیا اور اُس کی حکومت کو تسلیم کر لیا جیسا کہ حیرہ میں اُس کی قوم نے کیا تھا اور جارود کی وجہ سے عبدالقیس اسلام پر ثابت قدم رہے اور بکر بن وائل نے ردت پر قیام کیا اور حطم بن ربیعہ برادر بنو قیس بن ثعلبہ خروج کر کے غطیف و ہجر کے درمیان قیام پذیر ہوا اور اس نے چند آدمیوں کو دارین کی طرف عبدالقیس کو اسلام سے پھیرنے کے لئے بھیجا لیکن عبدالقیس نے اس سے انکار کیا تو اس نے مغرور بن سوید کو جواثی کی جانب یہ کہکر روانہ کیا۔ کہ اگر تو ان پر فتح یاب

ہو گیا تو میں تجھ کو بحرین کا ویسا ہی بادشاہ بنا دوں گا جیسا کہ حیرہ کا نعمان ہے" پس اس نے جواثی میں پہنچ کر مسلمانوں کا محاصرہ کر لیا۔ اس اثناء میں حضرت علاءؓ بن الحضرمی اہلِ ردت سے لڑنے کے لئے بحرین آپہنچے اور جارودؓ بن المعلیٰ سے کہلا بھیجا کہ "عبدالقیس کو لے کر حطم اور اس قوم پر جو اس کے گردو نواح میں ہے حملہ کر دو" اس خبر کے سنتے ہی کل مسلمان علاء کے پاس آ کر اور اہل دارین کے علاوہ جس قدر مشرکین تھے آکر جمع ہو گئے اور اپنے اردگرد چاروں طرف خندق کھود کر لڑائی شروع کر دی۔ ایک ماہ کامل لڑائی ہوتی رہی نہ یہ اُن پر غالب ہوتے تھے اور نہ وہ ان سے لڑائی میں پیچھے ہٹتے تھے۔

حطم بن ربیعہ کا خاتمہ اتفاق سے ایک روز شب کے وقت کچھ شور و غل کی آواز آنے لگی۔ علاءؓ بن الحضرمی نے کان لگا کر سنا تو علاوہ شور و غل کے گانے۔ بجانے۔ لڑنے۔ فضول بکنے کی آوازیں بھی آرہی تھیں۔ تھوڑی دیر تک خاموشی کے عالم میں لیٹے ہوئے سنتے رہے جب صبر نہ ہوا تو انھوں نے ایک مخبر کو بھیجا، اس نے وہاں سے آکر اطلاع دی کہ کل فریق مخالف شراب پی کر مست پڑے ہوئے ہیں۔ علاءؓ بن الحضرمی نے اس خبر کے سنتے ہی اسی وقت اسلامی لشکر کو حملہ کرنے کا حکم دے دیا۔ نبرد آزمایان اسلام خندق کو عبور کر کے مرتدین کے سر پر پہنچ گئے۔ مرتدین حالت نشہ میں نہ اپنے کو سنبھال سکے اور نہ گھوڑوں پر سوار ہو کر بھاگ سکے۔ مسلمانوں نے ان میں سے اکثر کو قتل کیا جو باقی رہے ان میں سے بعض قید کر لئے گئے اور بعض کشتیوں پر سوار ہو کر دارین میں جا چھپے اور بعض اپنی قوم میں جا ملے حطم بن ربیعہ (جو مرتدین کا سرگروہ تھا) اپنے کو کچھ سنبھال کر گھوڑے پر چڑھ رہا تھا کہ قیسؓ بن عاصم نے پہنچ کر اس پر ایسا وار کیا کہ کمر سے اس کا ایک پاؤں کٹ کر گر پڑا اتنے میں جابر بن بجیر آگیا اور اس نے قیسؓ پر حملہ کر دیا۔ قیسؓ نے اس کا وار خالی دے کر ایک ایسا ہاتھ مارا کہ اس کی گردن دوش سے جدا ہو کر علیحدہ جا پڑی پھر قیس نے لپک کر حطم بن ربیعہ کا بھی کام تمام کر دیا۔

معرکہ دارین عفیفؓ بن منذر نے مغرور بن سوید کو گرفتار کر لیا۔ تمام شب کشت و خون کا بازار گرم رہا صبح ہونے تک جب میدان مرتدین سے خالی ہو گیا تو علاءؓ نے صبح کی نماز کے بعد مغرور کے قتل کا حکم دے کر مال غنیمت کو تقسیم کر دیا۔ بکر بن وائل میں ان لوگوں کو جو اسلام پر ثابت قدم تھے اور خصفہ تمیمی اور مثنیٰ بن حارث کو اہل ردت کے روکنے کو لکھا لیکن اس خط کے پہنچنے سے پہلے اہل ردت دارین میں پہنچ گئے تھے۔ مسلمانان بکر بن وائل، علاء کو جب اس سے مطلع کر کے خود دارین کی طرف بڑھے تو علاء بن الحضرمی بھی اس اطلاع پر اسلامی لشکر لئے ہوئے ان کے پیچھے پیچھے دارین کی طرف روانہ ہوئے۔ دریا کے کنارے پر پہنچ کر کشتی کے نہ ملنے سے لشکر اسلام رک گیا۔ علاء بن الحضرمی نے گھوڑے سے

اُتر کر جماعت کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی اور سب کے سب دعا کرنے لگے "یا ارحم الراحمین یا کریم یا حلیم یا احد یا صمد یا حي یا محی الموتی یا حي یا قیوم لا الہ انت یا ربنا"۔

دعا ختم کرنے کے بعد علاء نے گھوڑے پر سوار ہو کر ایک ایڑ دیا اور اسلامی لشکر ان کے پیچھے پیچھے روانہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے دریا پایاب ہو گیا اور اسلامی لشکر نے اس کو عبور کر کے دشمنانِ خدا کے سر پر پہنچ کر قتل و غارت کرنا شروع کر دیا۔ ایک شب و روز کی لڑائی کے بعد مرتدین کو شکست ہوئی چھ ہزار سوار اور دو ہزار پیادے ان کے مارے گئے۔ باقی جس قدر تھے وہ سب گرفتار و قید کر لئے گئے۔

علاء بن الحضرمی کا بحرین کی امارت پر تقرر

اس خداداد کامیابی کے بعد علاءؓ بن الحضرمی بحرین واپس آئے اور جوانہ میں لشکر اسلام کو ٹھہرنے کا حکم دیا۔ لیکن فتنہ انگیزوں نے یہ غلط خبر مشہور کر دی کہ ابو شیبان و ثعلبہ و حر۔ شیبانیوں کو ردت پر ابھار کر ان کو مسلمانوں سے لڑائی کے لئے جمع کر رہے ہیں حالانکہ وہ علاء کی امداد کو جمع ہو رہے تھے جس وقت علاء اُن فتنہ انگیزوں کے کہنے پر اعتماد کر کے ابو شیبان وغیرہ کے مقابل ہوئے۔ اُس وقت حقیقت حال کا انکشاف ہوا اور وہ لوٹ کر اپنی قیام گاہ پر آئے اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کو ایک خط لکھا جس میں اہل خندق کی شکست اور حطم کے مارے جانے کی مفصل کیفیت درج کی تھی۔ حضرت ابو بکرؓ صدیقؓ اس خط کو پڑھ کر بہت خوش ہوئے اور علاء کو حکومت بحرین پر مقرر کر دیا۔ اس کے بعد ثمامہ بن اثال ایک گروہ کو ہمراہ لے کر نکل کھڑا ہوا اتفاق سے قیس بن ثعلبہ بن بکر بن وائل راستہ میں مل گیا اس کے پاس حطم بن ربیعہ کی سیاہ چادر تھی اہل قافلہ نے کہا اسی نے حطم کو مارا ہے قیس بن ثعلبہ نے ہر چند کہا کہ میں نے اس کو نہیں مارا۔ مجھکو امیر نے دیا ہے لیکن ان لوگوں نے ان کے کہنے پر مطلق توجہ نہ کی، ان کو گرفتار کر کے مار ڈالا۔

عُمان و مہرہ کے مرتدین

اس سے پیشتر زمانہ جاہلیت میں عمان کی حکومت لقیط بن مالک ازدی کے خاندان میں تھی لیکن انقلاب زمانہ سے اس کے خاندان سے حکومت نکل کر جیفر و عبد پسران جلندی کے قبضہ میں آگئی تھی۔ آنحضرت (صلعم) کے انتقال کے بعد جس وقت اہل عمان و مہرہ مرتد ہو چلے۔ اُس وقت لقیط بن مالک نے موقع مناسب دیکھ کر نبوت کا دعویٰ کر کے عمان سے جیفر و عبد کو نکال دیا اور خود عمان پر حکومت کرنے لگا۔ جیفر نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو اس واقعہ سے آگاہ کیا۔ حضرت ابو بکرؓ صدیق نے حذیفہ بن محصن ضمیری کو عمان کی طرف اور عرفجہ بارقی کو مہرہ کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ روانگی کے وقت حذیفہ کو حکم دیا۔ کہ مہم عمان سے فارغ ہو کر مہرہ میں

عرفجہ کو مدد دینا اور دونوں آدمی جیفر کی رائے سے کام کرنا" اگرچہ اس سے پیشتر عکرمہ بن ابی جہل کو یمامہ کی طرف مسیلمہ سے لڑنے کو بھیجا تھا چونکہ عکرمہ کو بوجہ عجلت شکست ہوئی تھی اور حضرت ابوبکرؓ صدیق نے ان کو لکھ بھیجا تھا کہ تم حذیفہ و عرفجہ کے ساتھ شریک ہو کر اہل عمان و مہرہ سے لڑنا اور جب ہم عمان و مہرہ سے فارغ ہو جاؤ تو یمن چلے جانا (جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں) اس وجہ سے عکرمہ بن ابی جہل۔ حذیفہ و عرفجہ کے پہنچنے سے پہلے عمان پہنچ گئے۔ اس کے بعد جب حذیفہ و عرفجہ بھی آ گئے تو انھوں نے جیفر و عبد کو اپنے آنے سے مطلع کیا۔ جیفر و عبد فوراً اپنی موجودہ فوج لے کر اسلامی لشکر میں آ گئے اور صحرائے عمان میں خیمہ زن ہوئے۔

عمان کی فتح لقیط نے یہ خبر پا کر اپنے لشکر کو جمع کیا اور کمال مردانگی سے شہر میں لا کر مقابلہ کی غرض سے ٹھہرایا۔ مقدمۃ الجیش میں عکرمہ تھے اور میمنہ پر حذیفہ اور میسرہ پر عرفجہ اور رؤسائے عمان جو ہنوز اسلام پر ثابت قدم تھے مع جیفر و عبد کے قلب میں تھے۔ ادھر لقیط اور اس کے ہمراہی ایک کثیر تعداد میں صف بصف مقابلہ میں کھڑے تھے اور ان کے پیچھے ان کی عورتیں اور لڑکے تھے۔ نماز فجر کے بعد لڑائی شروع ہوئی فریقین نے جی توڑ کر لڑنا شروع کیا۔ لڑائی کا آغاز نہایت خطرناک نظر آ رہا تھا مسلمانوں کا لشکر نشیب میں اور مرتدین کی یلغار بلندی پر تھی مگر بایں ہمہ مسلمان ہتھیلی پر سر رکھ کر برابر آگے بڑھتے جاتے تھے۔ لقیط نے یہ رنگ دیکھ کر اپنی فوج کو للکار کر آگے بڑھایا اور خود ایک ہاتھ میں پرچم اور دوسرے میں نیزہ لئے ہوئے گھوڑے کو مہمیز کر کے مسلمانوں کی طرف چلا۔ اسلامی لشکر اس اچانک اور مجموعی حملہ سے گھبرا کر پسپا ہوا چاہتے تھے۔ اور قریب تھا کہ لقیط فتح یاب ہو جاتا لیکن اتفاقاً بنی ناجیہ کا ایک گروہ، جس میں حریث ابن راشد اور کچھ لوگ عبدالقیس کے شامل تھے (جس کا سردار سنجار بن صرصار تھا) ان کی مدد کو آ گیا۔ اسلامی لشکر کا دل اس غیر متوقع امداد سے بڑھ گیا اور انھوں نے اللہ اکبر کہہ کر مجموعی قوت سے حملہ کر دیا۔ دشمنان دین شکست اٹھا کر منہ کے بل گرتے پڑتے بھاگے۔ دس ہزار کے قریب ان میں سے مارے گئے۔ قیدیوں کی تعداد کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ مال غنیمت کی تقسیم کے بعد جو خمس (پانچواں حصہ) حضرت ابوبکرؓ صدیق کے پاس مدینہ بھیجا گیا تھا۔ اس میں آٹھ سو قیدی تھے۔ لڑائی کے ختم ہونے کے بعد حذیفہؓ تو عمان میں ٹھہرے رہے اور عکرمہؓ۔ مہرہ کی طرف روانہ ہوئے۔

اہل مہرہ کی اطاعت مہرہ میں کچھ لوگ عمان اور ازدو عبدالقیس و بنی سعد قبائل کے ہاں جا کر شریک ہو گئے۔ یہ لوگ دو گروہ ہو کر حکومت و ریاست کے لئے ایک دوسرے سے لڑ رہے تھے۔ عکرمہؓ نے مہرہ میں پہنچ کر دونوں گروہوں کو اسلام کی دعوت

دی۔ ایک نے ان میں سے اسلام قبول کرلیا اور دوسرے نے (جس کا سردار مصبح تھا) اسلام قبول کرنے سے انکار کیا۔ عکرمہؓ نے گروہ اول کے ساتھ ہو کر حملہ کیا اور دوسرے فریق کو شکست دے کر ان کے سردار کو مار ڈالا۔ بہت سے مال و اسباب پر قبضہ کرلیا۔ مسلمانوں کو اس واقعہ سے بہت مدد پہنچی اس کے بعد اس اطراف و جوانب کے کل رہنے والے۔ نجد و روضہ و ساحلی و جزائر و مرو لسان و اہل جبرہ و ظہور الشحر و فرات و ذات الخیم وغیرہ بالاتفاق مسلمان ہو گئے۔ عکرمہؓ نے اس واقعہ کا ایک اطلاعی خط حضرت ابوبکرؓ صدیق کے پاس بھیج دیا اور خود حسب ہدایت حضرت ابوبکر صدیقؓ براہ یمن مہاجرینؓ ابی امیہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

باب ۱۲

فتوحات عراق و شام سنہ ۱۲ھ تا سنہ ۱۳ھ

اہل حیرہ کی اطاعت محرم سنہ ۱۲ھ (مطابق سنہ ۶۳۳ء) میں حضرت ابوبکرؓ صدیق نے خالدؓ بن الولید کو یمامہ کی مہم سے فارغ ہونے کے بعد عراق میں ایلہ کی جانب سے داخل ہونے کو لکھا (ایلہ منتہائے بحر فارس پر جانب شمال بصرہ کے قریب واقع ہے) نیز یہ بھی لکھا کہ اہلِ فارس اور ان لوگوں کی تالیف قلوب کرنا جو ان کے ملک میں دیگر مذہب وملت کے آباد ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت خالدؓ بن الولید یمامہ کی مہم سے فارغ ہو کر مدینہ حضرت ابوبکرؓ صدیق کے پاس آئے اور یہاں سے ان کے حکم سے عراق کی طرف روانہ ہو کر بانقیا و برسوما پہنچے۔ ان کے حکمران جابان وصلوبا نے حاضر ہو کر دس ہزار دینار پر مصالحت کرلی۔ حضرت خالد بن ولیدؓ اس رقم کو وصول کر کے حیرہ پہنچے۔ اپنے امیر ایاس[1] بن قبیصہ طائی کے ہمراہ حیرہ کے شرفاء لشکر اسلام کی آمد کی خبر سُن کر خالدؓ بن ولید کے پاس آئے حضرت خالدؓ نے ان لوگوں سے کہا کہ ہم اعلاء کلمۃ اللہ کی غرض سے آئے ہیں۔ تم لوگ اسلام قبول کرو یا مطیع اسلام ہو کر جزیہ دو تو ہم تمھاری جان اور مال کے ذمہ دار اور محافظ ہوں گے یا برسر جنگ میدان میں آؤ۔ شرفاء حیرہ نے اسلام کی اطاعت قبول کر کے نوے ہزار درہم جزیہ[2] (خراج دے) پر صلح کرلی۔

بعض کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت خالدؓ کو اسفل عراق میں ایلہ کی جانب سے داخل ہونے کا حکم دیا تھا اور عیاضؓ بن غنم کو لکھا تھا کہ وہ اعلیٰ عراق سے داخل ہو کر مضیخ سے لڑائی شروع کر کے عراق میں خالدؓ سے جا کر مل جائیں، اگرچہ اس سے پیشتر مثنیٰؓ بن حارث شیبانی حضرت ابوبکرؓ صدیق سے

---

[1] نعمان بن منذر کے بعد ایاس بن قبیصہ طائی امیر حیرہ بنائے گئے تھے۔

[2] یہ پہلا جزیہ ہے کہ اسلام نے فارس سے لیا۔

اجازت حاصل کر کے عراق چلے گئے تھے اور حضرت خالدؓ کے پہنچنے سے پہلے لڑائی چھیڑ دی تھی پس جس وقت خالدؓ بن ولید عراق پہنچے اس وقت حضرت ابوبکرؓ کے حکم سے ۔ مثنیٰؓ بن حارث دحرملہ ومذعور (یا معذور) وسلمان ابلہ میں حضرت خالدؓ کے لشکر سے آکر مل گئے ۔

جنگ سلاسل

حضرت خالدؓ کے ہمراہ دس ہزار فوج تھی اور مثنیٰؓ بن حارث کے ساتھ آٹھ ہزار خالدؓ نے اپنے کل لشکر کو تین حصوں پر منقسم کر کے اگلے حصہ پر مثنیٰؓ کو اور درمیانی پر عدیؓ بن حاتم کو مقرر کیا اور پچھلے پر خود رہے اور فوج کے تینوں حصوں کو مختلف راستوں سے اس طرح پر روانہ کیا ۔ کہ ہر حصہ دوسرے حصہ سے ایک دن کی مسافت کے فاصلہ پر تھا ۔ پہلے دونوں حصوں کو حفیر میں بغرض مقابلہ دشمنانِ دین سے مقابلے کی غرض سے جمع ہونے کا حکم دیا ۔ شاہ فارس کی طرف سے اس صوبہ کا گورنر ہرمز نامی ایک شخص نہایت دلیر اور نبرد آزما تھا جو خشکی میں عرب سے اور بحر میں ہند سے لڑتا رہتا تھا ۔ ہرمز ۔ خالدؓ کی آمد کو سن کر اردشیر کسریٰ کے پاس ایک اطلاعی عرض داشت بھیج کر خود نہایت عجلت سے تیاری کر کے ایک منتظم فوج لے ہوئے حفیر آپہنچا ۔ اس کے مقدمۃ الجیش پر قباد و انوشجان (اولاد اردشیر اکبر سے) تھے ۔ انھوں نے بھاگنے کے خیال سے اپنی فوج کو چاروں طرف سے زنجیروں سے گھیر دیا تھا ۔ فریقین نے حفیر کے سامنے ایک میدان میں اپنی اپنی صفوں کو منظم کیا ۔ اتفاق سے اسلامی لشکر جو ان کے مقابلہ پر تھا وہ ایسے مقام پر اپنے خیمے نصب کر رہا تھا جہاں پر پانی نہ تھا ۔ خالدؓ کے ہمراہیوں نے کہا کہ تم یہ کیا کر رہے ہو ، لشکر بغیر پانی کے مر جائے گا ۔ خالدؓ نے جواب دیا " صبر کرو اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہے " یہ سن کر لوگ خاموشی کے ساتھ خیمے نصب کرنے اور اسباب اتارنے لگے تھوڑی دیر کے بعد بحکم خدا ایک ابر آیا جس سے اُن کے اردگرد کے چشمے بھر گئے ۔

ہرمز کا خاتمہ

صفوں کے منظم ہونے کے بعد خالدؓ اسلامی لشکر کی صفوں سے نکل کر میدان میں گئے اور للکار کر اپنے مقابلہ پر لڑنے والے کو طلب کیا ۔ ہرمز ان کی آواز سن کر میدان میں نکل آیا ۔ دونوں لڑنے والے گھوڑوں سے اُتر کر پیادہ ہو گئے ۔ پہلے خالدؓ نے ہرمز پر وار کیا ، ہرمز نے پیچھے ہٹ کر خالدؓ پر حملہ کیا ۔ خالدؓ نے اس کی تلوار چھین لی اور لپک کر اس کی کمر پکڑ کر زمین پر پٹک دیا ۔ جاں نثاران فوج کا دستہ یہ واقعہ دیکھ کر دلیری کے ساتھ حضرت خالدؓ کی طرف بڑھا لیکن حضرت خالدؓ کا یہ دلیرانہ حملہ ان کو ہرمز کے قتل سے نہ روک سکا ۔ یہ دستہ خالدؓ تک پہنچنے بھی نہ پایا تھا کہ قعقاع بن عمروؓ نے اس دستہ پر حملہ کر کے ایک ایک کو چن چن کے مار ڈالا ۔ اس کے بعد بقیہ لشکر فارس میدان

جنگ سے بھاگ نکلا۔ تھوڑی دور تک مسلمانوں نے ان کا تعاقب کر کے جس کو پایا اس کو قتل کیا۔ اس لڑائی کا نام واقعہ ذات السلاسل ہے۔ حضرت خالدؓ نے ہرمز کے قتل کے بعد اس کے ہتھیار اور اسباب لے لئے۔ اس کی صرف ایک ٹوپی ایک لاکھ کی تھی۔

حصن المراۃ کی فتح

لڑائی ختم ہونے کے بعد حضرت خالدؓ نے مال غنیمت سے خمس اور نوید فتح دے کر قاصد کو حضرت ابوبکرؓ صدیق کے پاس بھیجا اور خود حضیرہ سے روانہ ہو کر موضع جسر اعظم (بصرہ) میں جا اترے۔ حضرت مثنیٰؓ بن حارث کو دشمنان خدا کے پیچھے روانہ کیا۔ چنانچہ مثنیٰؓ نے حصن المراۃ کا محاصرہ کر کے اس کو فتح کر لیا۔ حاکم قلعہ کی بیوی مسلمان ہو گئی، اس کو مثنیٰؓ نے اپنی زوجیت میں لے لیا۔ انھیں ایام میں حضرت خالدؓ نے معقلؓ بن مقرن کو ابلہ کی طرف بھیجا تھا۔ لیکن اس کو عتبہؓ بن غزوان نے حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانے میں ۱۴ھ میں فتح کیا۔

جنگ مذار

کسریٰ اردشیر نے ہرمز کی اطلاعی عرض داشت (جس میں اس نے خالدؓ کی آمد کو لکھا تھا) پڑھ کر ہرمز کے مدد پر قارن بن قریانس کو فوج کے ساتھ روانہ کیا تھا۔ لیکن اس کے پہنچنے سے پہلے ہرمز مارا جا چکا تھا اور اس کے ہمراہی میدان جنگ سے بھاگے ہوئے چلے آ رہے تھے۔ مقام مذار میں قارن اور منہزمین ہرمز کے لشکریوں سے ملاقات ہوئی۔ قارن نے ان لوگوں کو دم دلاسا دے کر دوبارہ لڑائی پر آمادہ کیا۔ اور اپنے ہمراہ لے کر لشکر اسلام سے مقابلہ کرنے کی غرض سے نہر پر آ کر ٹھہرا۔ حضرت خالدؓ بن ولید یہ سن کر لشکر اسلام کو منظم کر کے قارن کے مقابلہ پر آئے۔ فریقین نے مردانگی سے لڑائی شروع کی اثنائے جنگ میں معقل بن الاعشی بن النباش نے قارن کو اور عاصم نے انوش جان کو اور عدی نے قباذ کو ایک ہی ایک حملہ میں مار ڈالا، جس کی وجہ سے پھر لشکر فارس کو شکست ہوئی۔ اس معرکہ میں ان لوگوں کے علاوہ جو دار و گیر۔ وقت نہر میں ڈوب گئے تقریباً تین ہزار فارس کے لشکری مارے گئے، جو باقی رہے ان سے جزیہ لے کر اپنی حفاظت میں لے لیا۔ مسلمانوں کو اہل فارس کا بے حد مال و اسباب ملا۔ اور ان کے مقتولین کے لڑکوں، عورتوں کو قید کر کے لونڈی غلام بنا لیا۔ قارن کی لڑائی کے بعد مسلمانوں نے فارس سے کوئی بڑی لڑائی نہیں لڑی اس لڑائی کا نام جنگ ثنی یعنی نہر ہے۔

جنگ ولجہ

اس شکست کے بعد اردشیر نے سواد کے بہت بڑے شہسوار اندرزغر کو روانہ کیا اور اس کے پیچھے ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ بہمن جاذویہ کو بھی بھیجا۔ اندرزغر نے اپنی ہمراہی فوج کے علاوہ اردشیر کے حکم کے بموجب حیرہ و کسکر کے درمیان سے عرب ضاحیہ اور دہقانوں

کے ایک گروہ کثیر کو اپنے لشکر میں شامل کر کے ولجہ میں صف آرائی کی۔ حضرت خالدؓ بن ولید نہر کو عبور کر کے اس کے مقابلہ پر گئے۔ لڑائی سے پہلے حضرت خالدؓ نے اپنی فوج کے ایک حصہ کو کمین گاہ میں چھپا دیا تھا اور بقیہ لشکر کو دو حصہ پر منقسم کر کے مقابل ہوئے تھے۔ اسلامی لشکر حضرت خالدؓ بن ولید کے اشارہ سے لڑتا ہوا آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنے لگا۔ جس وقت لشکر فارس کمین گاہ سے آگے بڑھا اہل کمین گاہ نے کمین گاہ سے نکل کر لشکر فارس پر پیچھے سے اور سامنے لڑنے والے اسلامی لشکر نے آگے سے اور حضرت خالدؓ نے ایک کوس کا چکر کاٹ کر دائیں بازو سے حملہ کر دیا۔ لشکر فارس اس اچانک حملہ سے گھبرا گیا۔ ایک گروہ کثیر ان کا مارا گیا۔ اور اندرزغر لڑتے لڑتے پیاس کی شدت سے مر گیا۔ باقی لشکریوں کو حضرت خالدؓ نے امان دے کر اپنی حفاظت میں لے لیا۔

جنگ الیس

چونکہ اس لڑائی میں دو عیسائی ایک بنی وائل کا جابر بن بجیر، دوسرا عجل کا ابن عبدالاسود مسلمانوں نے گرفتار کر لئے تھے۔ اس وجہ سے بنی وائل کے نصرانی برہم ہو کر مسلمانوں کے خلاف مقام الیس میں جمع ہوئے۔ عبدالاسود عجلی کو اپنا سردار بنایا۔ اردشیر نے شکست کے بعد بہمن جاذویہ کو عرب کے نصرانیوں کے ساتھ مقام الیس میں پہنچ کر مدد دینے اور ان کے ہمراہ ہو کر لڑنے کو لکھا اور لکھا "کہ جب تک جابان مرزبان نہ پہنچ لے اس وقت تک لڑائی نہ چھیڑی جائے"۔ بہمن جاذویہ عجل و بنی وائل کے نصرانیوں کے پاس اردشیر کا یہ پیام پہنچا کر اردشیر کے پاس مشورے کی غرض سے واپس آیا لیکن اردشیر کی علالت نے اس کو عجلت کے ساتھ الیس کی طرف لوٹنے نہ دیا۔ اس اثنا میں جابان نصرانیان عرب بنی عجل و تیم اللات وضبیعہ و عرب الضاحیہ کے پاس الیس میں آگیا۔ جب ان لوگوں کے اجتماع کی خبر حضرت خالدؓ بن ولید کو پہنچی تو وہ بھی ان کی طرف اسلامی لشکر لے کر روانہ ہوئے۔ ان کو جابان فرماں کی شرکت کی اطلاع نہ تھی انھوں نے الیس میں پہنچ کر بلا کسی انتظار کے اعلان جنگ کر دیا اور خود میدانِ جنگ میں آگے بڑھ کر لڑنے والوں کو طلب کیا۔ فریق مخالف کی فوج سے مالک بن قیس مقابلہ پر آیا جس کو حضرت خالدؓ نے دم لینے کی بھی مہلت نہ دی۔ مالک بن قیس کے مارے جانے کے بعد لڑائی کا بازار بے حد گرم ہو گیا۔ عرب کے نصرانی لڑتے جاتے تھے اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر بہمن جاذویہ کو دیکھ رہے تھے جس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس کا انتظار کر رہے ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد جب ان کی مایوسانہ کوششوں نے جواب دیدیا اور بہمن جاذویہ کے آنے سے قطعاً ناامید ہو گئے تو ایک دوسرے پر منہ کے بل گرتے پڑتے میدان جنگ سے بھاگے۔ مسلمانوں نے ان کو گرفتار کرنا شروع کر دیا۔ ان میں سے ایک گروہ کثیر قید کر لیا گیا جن کو حضرت خالدؓ نے قتل کیا۔ اس قدر کثیر التعداد آدمیوں کے مارے جانے سے خون کی ندی جاری

ہوگئی جو نہرالدم کے نام سے موسوم ہوئی۔ اس واقعہ میں مقتولین کی تعداد ستر ہزار بیان کی جاتی ہے۔ مالِ غنیمت کا کوئی صحیح اندازہ نہیں ہوسکا۔

امغیشیا کی فتح

خالدؓ عجمیوں کے کھانے پر جاکر کھڑے ہوگئے اور دن بھر کی لڑائی و سفر میں تھکے ہارے اور بھوکے پیاسے مسلمانوں نے لڑائی ختم ہونے پر کھانا شروع کردیا۔ یہ واقعہ ماہ صفر میں واقع ہوا ہے اس کے بعد خالدؓ اپنا لشکر لئے ہوئے امغیشیا جا پہنچے اور اس تیزی سے اُس پر حملہ کردیا کہ اہل امغیشیا اپنا مال و اسباب تک دوسرے مقام پر نہ بھیج سکے۔ اسلامی لشکر نے اس واقعہ میں اس قدر مالِ غنیمت فراہم کیا کہ اتنا کسی اور واقعہ میں نہیں ملا ہوگا۔

حیرہ کا محاصرہ

متذکرہ بالا واقعہ سے فارغ ہوکر حضرت خالدؓ بن ولید اسلامی لشکر اسباب کو کشتیوں میں سوار کراکے حیرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ابن زیان مرزبانِ حیرہ نے مع ازادیہ کے حیرہ سے نکل کر غریین میں پہنچ کر لشکر کو منظم کیا اور اپنے لڑکے کو ایک کثیر التعداد لشکر کے ساتھ حضرت خالدؓ کے مقابلہ پر روانہ کیا تاکہ کشتی سے اسلامی لشکر خشکی پر نہ آنے پائے۔ خالدؓ بن ولید نے اس سے فرات بادقلا پر مقابلہ کیا اور مرزبان کے بیٹے کو اس کے کل ہمراہیوں کے ساتھ قتل کرکے حیرہ کی طرف بڑھے۔ ابن زیان و مرزبان حیرہ اپنے لڑکے کا قتل اور اردشیر کسریٰ کی موت کا واقعہ سن کر بغیر جنگ حیرہ چھوڑ کر بھاگ گیا۔ حضرت خالدؓ نے غریین پہنچ کر قیام فرمایا۔ مسلمانوں نے قصور حیرہ کا محاصرہ کرلیا اور اثنائے محاصرہ میں دیور کو بزور تیغ فتح کیا۔

اہل حیرہ کی اطاعت

جب طولِ حصار سے محصورین بے آب و دانہ مرنے لگے اور قسیس و رہبانوں نے اہل قصور کو چلا چلا کر سخت و سست کہنا شروع کردیا۔ تب ایاس بن قبیصہ قصر ابیض سے اور عمرو بن عبدالمسیح بن قیس ابن حیان بن الحرث قصور حیرہ سے نکل کر حضرت خالدؓ کے پاس آئے اور گفتگو شروع کردی۔ خالدؓ نے حیرہ کی کثرت آبادی سے متعجب ہوکر اس کا حال دریافت کیا عمرو بن عبدالمسیح نے کہا کہ میں نے دمشق و حیرہ کے درمیان ایک دوسرے سے اس قدر متصل قصبات دیکھے ہیں کہ ایک عورت ان دونوں شہروں کے درمیان بغیر اس کے کہ اُس کے پاس زاد سفر سوائے چند کھجوروں کے اور کچھ نہ ہو، سفر کرسکتی ہے۔ خالدؓ یہ سُن کر ہنس پڑے اور اس کے خادم کے ہاتھ سے تھیلی لے کر کھول کر زہر کو اپنے ہاتھ پر پھیلا لیا اور اس سے دریافت کیا کہ اس کو تم اپنے ہمراہ کیوں لائے ہو؟ عمرو بن عبدالمسیح نے جواب دیا کہ "میں اس کو اپنے ہمراہ اس خیال سے لایا ہوں کہ اگر میں تم کو اپنے خیال کے خلاف پاؤں تو اس صورت میں مجھے موت زیادہ عزیز ہوگی اس سے کہ میں اپنی قوم

میں کوئی چیز بدل کر جاؤں" خالدؓ نے یہ کہہ کر کہ "جب تک موت نہیں آتی اُس وقت تک کوئی شخص مر نہیں سکتا۔ "بسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہ شیٔ" پڑھ کر اس کو کھا گئے۔ تھوڑے عرصہ تک عالم بیہوشی میں پڑے رہے۔ اس کے بعد اُٹھ کر بیٹھ گئے اچھی طرح سے باتیں کرنے لگے ابن عبدالمسیح نے یہ ماجرا دیکھ کر کہا "واللہ تم لوگ جو چاہو گے حاصل کر لو گے۔ جب تک تم میں ایسا ایک شخص بھی موجود رہے گا" اس کے بعد ان لوگوں نے حضرت خالدؓ سے ایک لاکھ نوے ہزار یا دو لاکھ نوے ہزار اور کرامت بنت عبدالمسیح کو دے کر صلح کر لی۔

کرامت بنت عبدالمسیح

صلح کے بعد کرامت شویل کو دیدی گئی کیونکہ اس سے پیشتر ایک وقت میں جب کہ آنحضرت (صلعم) بطور پیشین گوئی کے حیرہ پر اپنی امت کی استیلاء کا ذکر فرما رہے تھے اُس وقت شویل نے کرامت بنت عبدالمسیح کو آنحضرت (صلعم) سے مانگ لیا تھا اور آپ نے کرامت کے دینے کا شویل سے وعدہ کر لیا تھا پس جب حیرہ فتح ہوا تو شویل نے خالدؓ کو آنحضرت (صلعم) کا وعدہ یاد دلا کر کرامت کو لے لیا اور کرامت نے ایک ہزار درہم اپنی قیمت دے کر اپنے کو آزاد کرا لیا۔ یہ واقعہ ماہ ربیع الاول ۱۲؁ھ کا ہے۔

حیرہ کے نواحی قبائل کی اطاعت

حیرہ کے گردو نواح کے دیہات وقصبات اور چھوٹے چھوٹے شہر والے جو حیرہ کے آخری انجام کو دیکھ رہے تھے۔ فتح حیرہ کے بعد خالدؓ کے پاس آئے اور اطراف حیرہ سے مابین فلالیج تک پودو مرتبہ ہزار ہزار دے کر خالدؓ سے صلح کر لی۔ اس کے بعد حضرت خالدؓ نے ضرار بن الازور و ضرار بن الخطاب و قعقاع بن عمرو و مثنیٰ بن حارثہ و عتیبہ بن النہاس (رضی اللہ عنہم) امراء لشکر کو سواد حیرہ کی طرف بھیجا اور یہ حکم دیا کہ "اگر وہ لوگ اسلام قبول کر لیں یا جزیہ دینا منظور کریں تو ان سے کچھ نہ کہنا ورنہ قتل و غارت کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا جائے" پس ان لوگوں نے حسب الحکم حضرت خالدؓ حیرہ سے شط دجلہ تک فتح کر لیا۔

حضرت خالدؓ کا شاہ فارس کو پیغام

اسی اثناء میں حضرت خالدؓ نے شہنشاہ فارس کو بعد حمد و نعت کے اس مضمون کا خط لکھا "اما بعد فالحمد للہ الذی حل نظامکم و وھن کیدکم و فرق کلمتکم ولولم نفعل ذٰلک کان شرا لکم فادخلوا فی امرنا ندع عنکم وارضکم ونجوزکم الی غیرکم والا کان ذٰلک فانتم کارھون علی ایدی قوم یحبون الموت کما تحبون الحیات" یعنی حمد و نعت کے بعد تمام ستائش اللہ کے واسطے ہے جس نے تمہارے نظام کو کھول دیا اور تمہارے مکر کو سست کر دیا اور تمہارے گروہ کو متفرق

کردیا اور اگر ہم ایسا نہ کرتے (یعنی حملہ نہ کرتے) تو تمھارے لئے بُرائی ہوتی۔ پس تم لوگ ہم لوگ ہمارے حکم کے مطیع ہو جاؤ ہم تم کو اور تمھارے ملک کو چھوڑ دیں گے اور دوسروں کی طرف چلے جائیں گے (یعنی تم سے متعرض نہ ہوں گے) ورنہ یہ ہوگا کہ تم لوگ ایسے لوگوں کے ہاتھ میں ہو گے جو موت کو دوست رکھتے ہیں جیسا کہ تم حیات کو دوست رکھتے ہو) اور شہنشاہ فارس کے مرزبانوں کے پاس ایک گشتی مراسلہ اس مضمون کا بھیجا: اما بعد فالحمد للہ الذی فض حد تکم وفرق کلمتکم وجعل حرمکم وکسر شوکتکم فاسلموا تسلموا والا فاعتقد ومنی الذمۃ وادوا الجزیۃ والا فقد جئتکم بقوم یحبون الموت کما تحبون شرب الخمر۔

یعنی (اللہ کا شکر ہے جس نے تمھاری تیزی توڑ دی، تمھاری جمعیت منتشر کردی، تمھاری عورتیں بھگا دیں اور تمھاری شوکت خاک میں ملا دی لہٰذا اسلام لے آؤ، سلامتی سے رہو گے ورنہ میرے ذمہ میں آجاؤ اور جزیہ ادا کرو، اور اگر یہ بھی نہ مانو تو میں تمھارے مقابلہ کے لئے ایسے جاں باز لایا ہوں، جنھیں موت اس طرح محبوب ہے جیسے تمھیں شراب محبوب ہے)

ایرانیوں میں اختلاف

اگرچہ ان دنوں اہل عجم میں اردشیر کی موت کی وجہ سے آپس میں اختلاف ہو رہا تھا۔ لیکن باوجود طوائف الملوکی کے خالدؓ کے مقابلہ کے لئے وہ سب متفق تھے۔ انھوں نے بہمن جاذویہ کو ایک لشکر پر افسر مقرر کر کے مسلمانوں سے لڑنے کو بھیج دیا تھا۔ خالدؓ ایک برس تک شام پر حملہ کرنے سے پہلے حیرہ میں مقیم تھے۔ کبھی حیرہ کے بالائی حصہ کو اور گاہے حیرہ کے تحتانی حصہ کو اپنے قبضہ میں لانے کی فکر کرتے رہے اور اہل فارس کے گروہ کے گروہ اس کے بچانے پر کمر بستہ رہے۔ جس پر خالدؓ قبضہ کر لیا کرتے تھے۔ مگر ایسا کوئی شخص ان کو نظر نہ آتا تھا جس کی حکومت کو سب اہل فارس تسلیم کر لیتے اور اس کے ساتھ جمع ہو کر خالدؓ کی دست برد سے اپنے ملک کو بچا لیتے۔ کیونکہ سیریٰن نے ان تمام لوگوں کو قتل کر ڈالا تھا جو بہرام جور کے نسل سے تھے۔ پس جب خالدؓ کا خط مذکورہ بالا پہنچا تو کسریٰ کے خاندان کی عورتوں نے فرخ زاد بن بندوان کو اس امر کے لئے مقرر کیا کہ وہ ایسے شخص کو بادشاہ بنائے جس کے مطیع آل کسریٰ ہو سکتے ہوں۔

حضرت جریر بن عبداللہ کی روانگی

حیرہ کی فتح کے بعد جریرؓ بن عبداللہ البجلی خالدؓ کے پاس آگئے۔ اس سے پیشتر وہ خالدؓ بن سعید بن العاصی کے ساتھ شام میں تھے۔ وہاں سے خالدؓ بن سعیدؓ کی اجازت سے حضرت ابوبکرؓ کے پاس اس غرض سے چلے آئے تھے کہ وہ اپنی قوم کے تفرقہ کو دور کر کے سب کو ایک کر دیں جیسا کہ آنحضرت (صلعم) نے خالدؓ بن سعید سے اس کا وعدہ فرمایا تھا حضرت ابوبکرؓ یہ سُن کر خالدؓ بن سعید سے سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ تم مجھ سے

فضول باتیں کرنے آئے ہو تم دیکھتے ہو کہ اس وقت فارس و روم کے مہم میں ہم مصروف ہیں تم سیدھے خالدؓ کے پاس اُس وقت پہنچے جب کہ وہ حیرہ فتح کر چکے تھے اور اس سے پہلے عراق میں کارہائے نمایاں انجام دے چکے تھے۔ ان میں یہ شریک نہیں ہو سکے اور نہ انھوں نے اہل ردت کے قتل و جنگ میں خالدؓ کے ساتھ شرکت کی۔

انبار کی فتح

حیرہ پر قبضہ کر لینے کے بعد خالدؓ لشکر کو منظم کر کے انبار کے قصد سے روانہ ہوئے اور مقدمۃ الجیش پر اقرعؓ بن حابس کو مقرر کیا۔ شیرزاد والی ساباط لشکر انبار کا افسر اعلیٰ تھا اس نے لشکر اسلام کے مقابلہ پر اپنے لشکر کو آراستہ اور فصیلوں اور خندقوں کو درست کر کے مسلمانوں کی نقل و حرکت دریافت کرنے کی غرض سے جاسوسوں کو مقرر کیا۔ خالدؓ نے انبار پر پہنچ کر اس کا محاصرہ کر لیا اور شہر پناہ کی فصیلوں کے مقابلے پر مٹی کے دمدمے باندھ کر تیر باری شروع کر دی، جس سے یک لخت ایک ہزار آدمیوں کی آنکھیں[1] پھوٹ گئیں اس کے بعد کمزور و ناتواں اونٹوں کو ذبح کر کے خندق کو بھر دیا اس طرح اسلامی لشکر خندقوں کو عبور کر کے انبار کی فصیل تک پہنچ گیا۔ اس مقام پر مسلمانوں اور کفار کے درمیان ایک سخت خطرناک لڑائی ہوئی۔ اہل انبار نے ہر چند اسلامی لشکر کو پسپا کرنے کی کوشش کی لیکن وہ بجائے پیچھے ہٹنے کے آگے بڑھتے گئے۔ ناچار ہو کر شہر زاد نے حضرت خالدؓ کے پاس صلح کا پیام بھیجا۔ حضرت خالدؓ نے شہر زاد سے اس شرط پر صلح کر لی کہ "شہر زاد بلا اسباب و ہتھیار جنگ صرف تین روز کا کھانا اور اپنے مخصوص لوگوں کا کھانا لے کر شہر چھوڑ دے"۔ شہر زاد بموجب صلح انبار چھوڑ کر بہمن جاذویہ کے پاس چلا گیا اور حضرت خالدؓ مظفر و منصور انبار میں داخل ہوئے۔

معرکہ عین التمر

اس کامیابی کے بعد حضرت خالدؓ نے زبرقان بن بدر کو انبار کا حاکم مقرر کر کے عین التمر پر حملہ کیا۔ عین التمر میں مہران بن بہرام چوبین عجمیوں کا ایک گروہ عظیم اور عقبہ بن ابی عقب عرب کے کثیر التعداد آدمیوں کو لئے ہوئے موجود تھا ان کے علاوہ اس کے گرد و نواح میں ایک بہت بڑا گروہ نمر و تغلب و ایاد وغیرہ قبایل عرب کے مسلمانوں کے مقابلہ پر آئے ہوئے تھے۔ عقبہ نے ابن بہرام سے کہا کہ ہم کو اور خالدؓ کو لڑنے دو کیونکہ ہم اور وہ دونوں عرب ہیں اور عرب کی لڑائی عرب خوب سمجھتا ہے۔ ابن بہرام نے کہا "تم یہ بہت صحیح کہتے ہو بے شک لوہے کو لوہے سے نرم کرنا چاہیے" ابن بہرام نے یہ جواب دے کر عقبہ کو خالدؓ کے مقابلہ پر بھیجا۔ خالدؓ نے تن تنہا عقبہ پر حملہ کر کے گرفتار کر لیا۔ عقبہ کا لشکر

---

[1] ابن اثیر نے لکھا ہے کہ اسی وجہ سے اس واقعہ کا نام غزوہ ذات العیون رکھا گیا ہے واللہ اعلم۔

بغیر جنگ کئے ہوئے لڑائی کے میدان سے بھاگ نکلا مسلمانوں نے ان میں سے بہت سے آدمیوں کو قید کرلیا۔ ابن بہرام پر اس واقعہ سے ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ وہ میدان جنگ کا کیا ذکر ہے قلعہ چھوڑ کر بھاگ گیا اور عقبہ کے شکست خوردہ ہمراہیوں نے قلعہ میں پہنچ کر دروازہ بند کرلیا۔ حضرت خالدؓ نے چاروں طرف سے قلعہ کا محاصرہ کر کے لشکر کو قیام کا حکم دیدیا۔ محصورین نے چار روز کے بعد فتح نصیب سپہ سالار خالدؓ سے امن کی درخواست کی۔ لیکن حضرت خالدؓ نے مصلحتاً امن دینے سے انکار کیا اور بزور تیغ قلعہ سے باہر نکال کر عقبہ کو مع اس کے لشکریوں کے قتل کر ڈالا۔ جو کچھ مال واسباب قلعہ میں تھا اس پر قبضہ کرلیا اور چالیس نوعمر لڑکوں کو جو اس قلعہ کے کلیسہ میں انجیل سیکھتے اور سکھاتے تھے گرفتار کر کے باہم تقسیم کرلیا، جن میں سیرین ابو محمد ونصیر ابو موسیٰ وحمران مولیٰ عثمانؓ وغیرہ شامل تھے۔ اس واقعہ میں مسلمانوں میں سے عمیرؓ بن رباب سہمی مہاجرین حبشہ میں سے اور بشیرؓ بن سعد انصاری وابو نعمانؓ شہید ہوئے۔ اس خداداد کامیابی کے بعد خمس دلنوید فتح دے کر ایک قاصد حضرت ابوبکرؓ صدیق کے پاس روانہ کیا گیا۔

دومۃ الجندل

فتح عین التمر کے بعد حضرت خالدؓ کے پاس عیاضؓ بن غنم کا خط آیا جو نصرانیوں اور مشرکین عرب، بہرا و کلب وغسان وتنوخ وضجاعم سے دومۃ الجندل میں لڑ رہے تھے عیاضؓ نے نصرانیوں اور مشرکین عرب سے تنگ ہو کر حضرت خالدؓ سے اعانت کی درخواست کی تھی۔ حضرت خالدؓ کا لشکر اگرچہ شب وروز لڑائی کرتے کرتے تھک گیا تھا لیکن اس کی رگوں میں اسلامی خون کا جوش ویسا ہی موجود تھا جیسا کہ لڑائی سے پہلے تھا۔ حضرت خالدؓ نے خط پاتے ہی لشکر کو تیاری کا حکم دیا اور خود مسلح ہو کر نکل کھڑے ہوئے۔ دومۃ الجندل میں دو رئیس تھے۔ ایک اکیدر بن عبدالملک دوسرا جودی بن ربیعہ۔ یہ دونوں مسلمانوں کے مقابلہ پر تلے ہوئے تھے۔ اکیدر نے حضرت خالدؓ کی آمد کی خبر سن کر اپنے ہمراہیوں سے صلح کرنے کو کہا جب ان لوگوں نے انکار کیا تو اکیدر ان کا ساتھ چھوڑ کر نکل کھڑا ہوا خالدؓ نے یہ واقعہ سن کر چند آدمیوں کو اکیدر کو گرفتار کرنے کے لئے بھیج دیا۔ جنھوں نے اس کے ہمراہ جو کچھ تھا۔ اکیدر کو قتل کر کے اس پر قبضہ کرلیا۔

جودی بن ربیعہ کا خاتمہ

باقی رہا جودی۔ اس نے اپنے لشکر کے ایک حصہ کو عیاضؓ کے مقابلہ پر جو دومۃ الجندل کے مشرقی جانب تھے لڑنے کو بھیجا اور خود دوسرے حصہ کو لے کر حضرت خالدؓ کے مقابلہ پر آیا۔ حضرت خالدؓ نے لشکر کی صف سے نکل کر جودی کو للکارا۔ جودی جس وقت میدان میں آیا۔ حضرت خالدؓ نے دوڑ کر گرفتار کرلیا اور مسلمانوں نے دفعۃً حملہ کر کے اس کے ساتھیوں کو ادھر

عیاضؓ نے اپنے فریق مقابل کو شکست دے کر پسپا کیا۔ شکست خوردہ گروہ نے دونوں طرف سے شکست کھا کر قلعہ میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا۔ حضرت خالدؓ نے اہل قلعہ سے دروازہ کھول دینے کے لئے کہا لیکن وہ لوگ مقابلہ سے نہ ٹلے۔ چنانچہ حضرت خالدؓ نے ان کے روبرو جودی کو مار ڈالا۔ اس کے بعد قلعہ پر دھاوا کر کے اس کو بزور تیغ فتح کر لیا۔ قلعہ میں جتنے جوان اور لڑنے والے تھے انہیں کو قتل کیا۔ لیکن لڑکوں اور عورتوں کو گرفتار کر کے لونڈی غلام بنا لیا۔

معرکہ حصید اہل فارس نے حضرت خالدؓ کے دومۃ الجندل کی طرف چلے جانے کے بعد حیرہ کو واپس لینے کی ایک آخری کوشش کی۔ انہوں نے حیرہ کو خالدؓ سے خالی پا کر اس پر بزور قبضہ کر لینا ایک آسان امر سمجھ کر اپنے لشکر کو منظم کرنا شروع کر دیا۔ حیرہ کے عربوں نے بھی عقبہ بن عقبہ کے قتل سے برہم ہو کر مسلمانوں کے خلاف ان کو ابھارا چنانچہ دو نامی سپہ سالار زرمہر و روز بہ انبار کی طرف خروج کر کے حصید و خنافس تک پہنچ گئے۔ قعقاعؓ بن عمرو نے (جس کو حضرت خالدؓ نے بطور نایب کے حیرہ میں مقرر کیا تھا) یہ خبر سن کر دو فوجیں حیرہ سے اہل فارس کے مقابلہ پر روانہ کیں جو اُن دونوں کے درمیان ریف میں حایل ہو گئیں۔ اسی اثنا میں حضرت خالدؓ براستہ حیرہ مدائن واپس آ رہے تھے۔ قعقاعؓ بن عمرو و ابو لیلیٰؓ حصید میں حضرت خالدؓ کے آنے سے پہلے اہل فارس سے بھڑ گئے لیکن عظیم خونریز لڑائی کے بعد اُن دونوں سپہ سالاروں کو فتح حاصل ہوئی۔ اس معرکہ میں عجمیوں کے لشکر کے دو حصہ نذر تیغ ہو گئے۔ باقی ایک حصہ خنافس کی طرف بھاگا۔ جہاں پر ان لوگوں کا ایک مشہور و نامور شہسوار بہبوذان ایک گروہ کثیر لئے ہوئے ٹھہرا ہوا تھا۔ ابو لیلیٰ نے ان کا تعاقب کیا۔ لیکن بہبوذان اس شکست خوردہ گروہ کے ساتھ خنافس سے نکل کر مضیخ کی طرف بھاگا۔ مضیخ میں ہذیل بن عمران و ربیعہ بن بجیر۔ عرب جزیرہ کا ایک بڑا گروہ لئے ہوئے اہل حصید کی امداد کی غرض سے مقیم تھا۔

مضیخ کی فتح خالدؓ نے یہ واقعات سن کر قعقاعؓ و ابو لیلیٰؓ کو ایک معین وقت و یوم پر مضیخ کے قریب جمع ہونے کو لکھا۔ پس جس وقت یہ لوگ یوم و وقت مقررہ پر مضیخ کے قریب آ گئے۔ اس وقت حضرت خالدؓ نے ہذیل اور اُن لوگوں پر جو ان کے ہمراہ تھے تین طرف سے حملہ کر کے ان میں سے بے شمار و بے حد آدمیوں کو تہ تیغ کر ڈالا۔ ہذیل چند آدمیوں کو لے کر بھاگ گیا۔ مضیخ میں ہذیل کے ساتھ

لہ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ ان قیدیوں میں قبیلہ کلب کے بھی بہت سے آدمی تھے جن کو بنی تمیم نے خالدؓ سے یہ کہہ کر کہ ہم نے ان کو امن دیدیا ہے قتل سے بچا لیا اور یہ لوگ ان کے حلفاء تھے۔

عبدالعزیز بن ابی رہم (اوس مناۃ سے) اور لبید بن جریر بھی تھے جو مسلمان ہو چکے تھے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان کے اسلام کی بابت لکھ دیا تھا۔ لیکن اس معرکہ جنگ میں ہذیل کے ہمراہیوں کے ساتھ قتل ہو گئے تھے۔ پس حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان کا خون بہا ادا کیا اور ان کی اولاد کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کی۔

حضرت عمر فاروقؓ حضرت خالدؓ سے متذکرہ دونوں اصحاب اور مالک بن نویرہ کے قتل سے کبیدہ خاطر تھے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ سے اکثر فرمایا کرتے تھے۔ کہ جو شخص اہلِ شرک کے ساتھ رہے گا اس کا یہی نتیجہ ہوگا۔

ثنی کی مہم

اس واقعہ کے بعد ہذیل تو عتاب بن اسید کے پاس بشر جا پہنچا۔ لیکن خالدؓ، قعقاعؓ اور ابو لیلیٰؓ کو دو مختلف راستوں سے ربیعہ بن بجیر تغلبی پر حملہ کرنے کو روانہ کر کے خود ایک جداگانہ راستہ سے روانہ ہوئے اور ایک وقت و یوم مقررہ پر جمع ہونے کی ہدایت کر دی۔ ربیعہ بن بجیر تغلبی ثنی میں (جو رصافہ کے مشرقی جانب ہے) اہل فارس کی کمک کے لئے آ کر ٹھہرا ہوا تھا۔ اس کے ہمراہ بھی عربوں کا ایک بڑا گروہ تھا۔ حضرت خالدؓ نے اپنے ہمراہیوں کو ربیعہ پر تین طرف سے حملہ کرنے کا حکم دیا۔ اس واقعہ میں دشمنان خدا اپنے آپ کو سنبھال بھی نہ سکے۔ سوائے عورتوں اور لڑکوں کے سب کے سب مارے گئے۔ ایک متنفس اُن میں سے نہ بچا۔ عورتوں اور لڑکوں کو مسلمانوں نے قید کر لیا۔

عتاب بن اسید کا انجام

خالدؓ بن ولید مہم ثنی سے فارغ ہو کر نہایت تیزی و عجلت سے قبل اس کے کہ ربیعہ کا واقعہ ان کو معلوم ہو بشر میں عتاب بن اسید کے سر پر جا پہنچے جہاں کہ ہذیل نے جا کر پناہ لی تھی۔ چاروں طرف سے ان کو گھیر کر ایک ایک کو قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد حضرت خالدؓ رصافہ کی طرف بڑھے لیکن ان کے پہنچنے سے پہلے ہلال بن عقبہ اور اس کے ہمراہی منتشر و متفرق ہو کر بھاگ گئے تھے۔ لڑائی کی نوبت نہیں آئی۔

جنگ فراض

پھر رصافہ سے رضاب و فراض کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ دونوں مقامات شام و عراق و جزیرہ کی سرحد پر واقع ہیں۔ یہاں پر فارس و عرب جزیرہ کی امداد کو رومی لشکر اور قبایل تغلب و نمر و ایاد کی ایک بہت بڑی جماعت موجود تھی۔ حضرت خالدؓ نے فراض پہنچ کر مسلسل جنگ میں مصروف رہنے کی وجہ سے رمضان کے روزے قضا کر دیئے۔ رومی لشکر نے فرات کے قریب پہنچ کر حضرت خالدؓ کے پاس کہلا بھیجا کہ ”یا تو تم فرات کو عبور کر کے آؤ یا ہم کو عبور کرنے کی اجازت دو“ حضرت خالدؓ نے جواب دیا کہ ”تم فرات کو عبور کر کے آؤ“ اس پر رومی لشکر نے یہ پیغام بھیجا کہ ”تم ہمارے راستہ سے ذرا ہٹ جاؤ“۔ حضرت خالدؓ نے اس کا مطالبہ رد کر دیا۔ رومی لشکر چار و ناچار فرات کو اسفل کی طرف سے عبور کر کے حضرت خالدؓ کے مقابلہ پر آیا اور لڑائی شروع کر دی۔ لڑائی کا آغاز خطرناک تھا۔ رومی اور ان کے ہمراہی ایک فیصلہ

کن لڑائی لڑ رہے تھے۔ اسلامی لشکر اگرچہ شب و روز لڑتے لڑتے تھک گیا تھا۔ لیکن اللہ اکبر کی آواز پر ان کی رگوں میں اسی طرح خون جوش کے ساتھ دورہ کر اٹھتا تھا جیسا کہ لڑائی کرنے سے پہلے دورہ کرتا تھا اور وہ لوگ طیش سے جھپٹ جھپٹ کر ایسا وار کرتے تھے کہ بڑے بڑے دلاور نبرد آزما ان کے سامنے جانے کی ہمت نہ کرتے تھے۔ پیہم لڑائیوں کے بعد میدان جنگ سے لشکر روم بھاگ کھڑا ہوا' اس کے بھاگتے ہی اور لوگ بھی بھاگ نکلے۔ اس معرکہ اور تعاقب کے دوران فریق ثانی کے ایک لاکھ آدمی مارے گئے۔

حضرت خالدؓ کی بغرض حج روانگی

آخری ماہ ذوالقعدہ تک حضرت خالدؓ فراض میں مقیم رہے لیکن اس ماہ کے ختم ہونے سے پانچ راتیں قبل حضرت خالدؓ نے اسلامی لشکر کو حیرہ کی طرف واپس ہونے کا حکم دیا اور ساقہ کے ساتھ شجرۃ بن الاغر کو روانہ کر کے خود فراض سے چند آدمیوں کو لے کر حج کو چلے گئے۔ لیکن حج کر کے اس عجلت سے واپس آئے کہ حیرہ میں اسلامی لشکر کے ساتھ داخل ہو گئے۔ کسی کو سوائے ان لوگوں کے کہ جن کو پہلے سے معلوم تھا ان کے جانے آنے کا حال نہ معلوم ہوا۔ لیکن جب حضرت ابوبکرؓ صدیق کو یہ حال معلوم ہوا تو انھوں نے حضرت خالدؓ سے ناراض ہو کر عراق سے شام کی طرف بھیج دیا۔ حج سے واپسی کے بعد خالدؓ نے سوق بغداد و قطربل و عقرقوما و مسکن و باد روبا پر شجون مار کر ان کے مال و اسباب پر قبضہ کر لیا۔ اسی مہینہ حضرت ابوبکرؓ صدیق بھی حج کے لیے گئے اور اپنے بجائے مدینہ میں عثمانؓ بن عفان کو مقرر کر کے گئے۔

حضرت خالدؓ بن سعید کی شام کو روانگی

اوائل ۱۳ھ (مطابق ۶۳۴ء) میں حج سے واپس ہو کر حضرت ابوبکرؓ صدیق نے خالدؓ بن سعید بن العاصی کو ایک لشکر اسلامی کا سردار مقرر کر کے شام کی طرف روانہ کیا۔ لیکن بعض کہتے ہیں کہ موصوف کو حضرت خالد کی عراق کو روانگی کے وقت، ساتھ ہی شام کی طرف روانہ کیا تھا۔ لیکن خالدؓ بن سعید کی شام کی طرف روانگی سے قبل حضرت ابوبکر صدیق نے اپنا حکم واپس لے لیا تھا۔ آنحضرت (صلعم) کی وفات کے بعد خالد بن سعید چند روز تک حضرت ابوبکر صدیق کی بیعت سے پس و پیش کرتے رہے تھے اور علیؓ و عثمانؓ بن عفان رؤسائے بنی عبد مناف کے پاس گئے تھے۔ اگرچہ علیؓ نے ان کو بیعت سے پس و پیش کرنے سے منع فرمایا تھا۔ اس کے بعد خالد بن سعید نے حضرت صدیقؓ اکبر سے بیعت کر لی اور جب ان کے بیعت کر لینے کی اطلاع شیخین کو ہوئی تو پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خالد بن سعید کو دوبارہ امیر لشکر مقرر کر کے روانہ کیا اور حکم دیا کہ قاصد تا حکم ثانی تیما میں مقیم رہیں۔ مسلمانان عرب کو جہاد پر آمادہ و تیار کریں اور کسی سے سوائے اس کے نہ لڑیں جو ان سے لڑے۔ چنانچہ خالدؓ بن سعید کی تحریک سے عرب کا ایک گروہ کثیر جمع ہو گیا۔

جیش البدل قیصر روم نے یہ خبریں سن کر شام میں عرب الضاحیہ بھرا و سلیح و کلب و غسان و لخم و خدام کو مسلمانوں کے خلاف ابھار کر لڑائی پر تیار کر دیا۔ خالدؓ بن سعید نے حضرت ابوبکرؓ صدیق کو اس سے مطلع کیا اور حسب حکم ان کے عرب الضاحیہ کی طرف بڑھے۔ جس وقت خالدؓ بن سعید ان کے لشکرگاہ کے قریب پہنچے وہ لوگ گھبرا کر متفرق ہو گئے۔ خالدؓ بن سعید ان کے مورچوں پر قبضہ کر کے بحکم ابوبکرؓ صدیق آگے بڑھے۔ بطریق روم ماہان ثانی ایک لشکر کو لے کر ان کے مقابلے پر آیا۔ خالدؓ بن سعید نے نہایت سخت لڑائی کے بعد بطریق ماہان کو شکست دے کر اس کے لشکر کے بڑے حصہ کو قتل کر ڈالا۔ ایک خط میں اس معرکہ کا تفصیلی حال لکھ کر حضرت ابوبکر صدیق کے پاس روانہ کیا اور امداد کی درخواست کی۔ اتفاق سے یہ خط اور ذوالکلاعؓ مع حمیر کے یمن سے اور عکرمہؓ بن ابی جہل مع ان لوگوں کے جو ان کے ساتھ تہامہ و شحر و عمان و بحرین سے آئے تھے۔ ایک ساتھ مدینہ پہنچے۔ ابوبکرؓ صدیق نے ان لوگوں کو خالدؓ بن سعید کی طرف بھیج دیا نیز اسی وقت سے شام کی مہم کا اہتمام کرنے لگے۔ کل امراء صدقات کو تبدیل کر کے خالدؓ بن سعید کی مدد کے لئے بھیج دیا۔ اسی اعتبار سے اس لشکر کا نام جیش البدل رکھا گیا۔

حضرت عمرو بن العاص کی روانگی چنانچہ عمرو بن العاص کو شام کی مہم کے پیش آجانے سے صدقات سعد ہذیم و بنی عذرہ سے تبدیل کر کے جہاد روم میں خالدؓ بن سعید کے ساتھ شریک ہونے کو لکھا اور فلسطین کی طرف سے حملہ کرنے کا حکم دیا جن کو آنحضرت (صلعم) نے عمان کی کی طرف روانہ کیا تھا اور اُن سے آپ نے یہ وعدہ فرمایا تھا کہ عمان سے واپسی پر پھر وہ اپنے مضافات و اعمال کی جانب بھیج دیئے جائیں گے۔ لیکن جب یہ آنحضرت (صلعم) کی وفات کے بعد عمان سے واپس آئے تو حضرت ابوبکرؓ صدیقؓ نے بھی آنحضرت (صلعم) کے ایفاء وعدہ کے خیال سے صدقات سعد ہذیم و بنی عذرہ کی

لہ ابوبکر صدیقؓ نے جو خط عمروؓ بن العاص کو لکھا تھا اس کے آخری فقرے یہ ہیں "انی کنت قد رددتك علی العمل الذی ولاك رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرۃ وعلى لك به اخری انجازاً لموا عید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقد ولیتہ وقد اجبت ان افرغك لما ھو خیر لك فی الدنیا والاخرۃ الا ان یکون الذی انت فیہ احب الیك" یعنی میں نے رحمت عالم کا وعدہ پورا کرنے کی غرض سے تمہیں وہ عہدہ دیدیا جسے تمہیں اللہ کے رسولؐ نے ایک بار دیا تھا اور دوبارہ دینے کا وعدہ فرمایا تھا اور مجھے یہ بات محبوب ہے کہ تمہاری توجہ اس طرف پھیر دوں جو دین و دنیا میں تمہارے لئے بہتر ہے۔ ہاں اگر موجودہ حال تمہارے لئے محبوب ہو تو خیر۔ عمرو بن العاص نے اس کے جواب میں لکھا۔ (باقی صفحہ ۲۶۶ پر)

طرف ان کو بھیجا اور ولید بن عقبہ کو جو کہ صدقات قضاعہ کے متولی تھے اردن کی جانب بڑھنے کے لئے لکھا اور ایک حصہ لشکر پر یزیدؓ بن ابی سفیانؓ کو امیر مقرر کیا۔ جس میں سہیل بن عمروؓ وغیرہ شامل تھے اور ایک جماعت پر حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراحؓ کو افسر مقرر کر کے حمص پر حملہ کرنے کو روانہ کیا۔ اور ان میں سے ہر ایک کو ضروری ضروری ہدایتیں[1] کر دیں۔

(بقیہ حاشیہ ص۲۶۵) "انی سہم من سہام الاسلام وانت بعد اللہ الرامی بھا والجامع لھا فانظر اشدھا واخشاھا وافضلھا فارم بہ" یعنی میں اسلام کے تیروں میں سے ایک تیر ہوں اور آپ اللہ کے بعد اسے پھینکنے والے اور جمع کرنے والے۔ لہٰذا آپ جسے خطرناک، سخت اور افضل دیکھیں اُسے پھینک دیں۔

[1] جو ہدایتیں ابو بکرؓ صدیق نے امراء اسلام کو روانگی کے وقت کی تھیں اس کا خلاصہ ترجمہ یہ ہے۔

"میں نے تم کو مسلمانوں کا افسر مقرر کیا ہے اس غرض سے کہ تمہارا میں امتحان لوں اور تم کو آزماؤں کہ تم مسلمانوں کے ساتھ کیسا برتاؤ کرتے ہو اگر اچھا برتاؤ کرو گے تو تم سے اللہ اور اس کا رسولؐ راضی ہوگا اور دنیا میں تمہارے مضافات بڑھا دوں گا۔ اور آخرت میں تم کو اس کا اجر ملے گا اور اگر تم نے کوئی برائی کی تو میں تم کو معزول کر دوں گا۔ ہر حالت میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا کیونکہ وہ تمہارے باطن کو اس طرح دیکھتا ہے جس طرح کھلے ظاہر کو۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب اور بہتر وہی شخص ہے جو باعتبار اعمال صالح کے اس سے قریب ہو۔ زمانہ جاہلیت کے عادات واطوار ترک کر دینا کیونکہ اللہ تعالیٰ اس سے اور اس کے کرنے والوں کو برا جانتا ہے۔ لشکر کے ساتھ سفر کرنے میں ہمیشہ ان کی حسن صحبت کا خیال رکھنا اور جب ان کو کچھ سمجھانا تو مختصر کلام میں سمجھانا کیونکہ زیادہ بولنا نقصان پہنچاتا ہے۔ نمازوں کو مقررہ اوقات پر پڑھنا۔ رکوع اور سجدہ بہ اطمینان کرنا۔ اور جب تمہارے دشمنوں کے قاصد آئیں تو اُن کی عزت کرنا۔ اپنے لشکر کی پوری حفاظت کرنا۔ رات کو پہرہ مقرر کرنا، ایسا نہ ہو کہ حالت غفلت میں دشمن تم پر حملہ آور ہو جائیں۔ اپنا ظاہر و باطن یکساں رکھنا۔ جو کام کرو مشورہ سے کرو اور جب نگہبانی میں کسی سے غفلت دیکھو تو اس کو سزا دینا لیکن زیادتی کے ساتھ نہیں۔ مستحق کی عقوبت سے نہ ڈرنا۔ لشکریوں کے افعال وحرکات کی نگرانی کرتے رہنا۔ لڑکوں، بوڑھوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا۔ جو ہتھیار رکھ دے یا اسلام قبول کرے اُس کو بھی نہ مارنا۔ سچائی اور ایفاء وعدہ کے ہمیشہ پابند رہنا یہ احسن وصایا ہیں ان پر عمل کرنا۔ جاؤ اللہ کے نام پر اور اللہ کی راہ میں لڑو۔"

بطریق ماہان سے جھڑپ

جب خالدؓ بن سعید کو یہ معلوم ہوا کہ ان کی امداد کے لئے مدینہ سے اسلامی عساکر روانہ کئے گئے ہیں تو انھوں نے رومیوں سے جنگ کرنے میں عجلت سے کام لیا اور امرار لشکر اسلامی کے آنے سے پہلے رومیوں سے متصادم ہو گئے۔ بطریق ماہان ایک کثیر التعداد فوج لے کر ان کے مقابلہ پر آیا اور ایک لڑائی لڑ کر دمشق کی طرف چلا گیا۔ خالدؓ شام کو لوٹتے ہوئے مرج الصفر میں جا پہنچے۔ خالدؓ کے ساتھ اس واقعہ میں ذوالکلاعؓ و عکرمہؓ و ولیدؓ بن عقبہ بھی تھے جس وقت یہ لوگ دمشق کے قریب مرج الصفر میں داخل ہو گئے۔ ماہان نے چاروں طرف سے ان کا راستہ بند کر کے حملہ کر دیا۔ اتفاقیہ سعید و ابن خالدؓ سامنے پڑ گئے اور انھیں سے اس کا مقابلہ ہو گیا۔ اس نے ان کو شہید کر ڈالا۔ ان کے باپ خالدؓ نے یہ خبر سُن کر مع اپنے چند ہمراہیوں کے شام سے بھاگ کر ذی المروہ (قریب مدینہ) میں آکر دم لیا۔ ان کے چلے آنے کے بعد عکرمہؓ بقیہ اسلامی لشکر لئے ہوئے شام کے قریب رومیوں کے مقابلہ پر صف آرا رہے۔ اس اثنا میں شرجیلؓ بن حسنہ عراق سے حضرت ابوبکرؓ صدیق کے پاس حضرت خالدؓ بن ولید کے سفیر ہو کر آتے ہوئے تھے۔ ابوبکر صدیقؓ نے چند آدمیوں کو جمع کر کے شرجیل بن حسنہ کے ہمراہ اردن کی طرف روانہ کر دیا اور شرجیل کی جگہ پر ولید بن عقبہ کو روانہ کیا۔

حضرت شرجیل اور حضرت معاویہ کی روانگی

شرجیلؓ بن حسنہ۔ خالدؓ بن سعید سے اثنار راہ میں ملتے ہوئے اور ان کے ہمراہیوں میں سے کچھ لوگوں کو لیتے ہوئے اردن کے طرف روانہ ہوئے۔ اس کے بعد ابوبکرؓ صدیق نے ایک چھوٹا سا لشکر منظم کر کے معاویہؓ بن ابی سفیان کی سرکردگی میں یزید بن ابی سفیانؓ کی مدد کو روانہ کیا۔ معاویہؓ ذی المروہ سے بقیہ لوگوں کو لے کر یزید بن ابی سفیان کی جانب چلے۔ جب خالد بن سعید ذی المروہ میں تنہا رہ گئے تو ان کو مدینہ میں آنے کی اجازت دیدی گئی۔

لہ ابن اثیر کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ابو عبیدہ بن الجراح بلقا کے دروازے پر رومیوں سے لڑے تھے کہ جس میں اہل بلقا رنے زیر ہو کر صلح کر لی تھی۔ یہ پہلی صلح تھی جو شام میں ہوئی۔ پھر رومی۔ عربہ سرزمین فلسطین میں جمع ہوئے جن کے سر کرنے کو یزید بن ابی سفیان نے ابوامامہ باہلی کو روانہ کیا عربہ میں رومیوں اور یزید بن ابی سفیان سے لڑائی ہوئی رومیوں نے بھاگ کر داثن میں جا کر دم لیا۔ ابوامامہ نے ان کو وہاں سے بھی لڑ کر بھگا یا ان لڑائیوں کے بعد مرج صفر کا واقعہ پیش آیا جس میں سعید ابن خالدؓ شہید ہوئے

مجاہدین کا یرموک میں اجتماع

پس جب یہ امراء لشکر اپنا اپنا لشکر لئے ہوئے شام پہنچ گئے اور ہرقل کو ان کے آمد کی اطلاع ہوئی تو اس نے پہلے اپنے سرداران لشکر کو جمع کر کے عربوں سے لڑنے کے لئے منع کیا اور یہ رائے ظاہر کی کہ عرب جو چاہتے ہوں ان کو دے کر ان سے صلح کرلی جائے۔ لیکن اس کے اراکین لشکر نے اس سے انکار کیا، اور عربوں سے لڑنے پر آمادگی ظاہر کی ہرقل نے مجبور ہو کر اپنے امراء لشکر کو اسلامی سپہ سالاروں کے مقابلہ پر اس طرح تقسیم کیا۔ کہ تذارق (اپنے حقیقی بھائی) کو نوے ہزار فوج کے ساتھ عمرو بن العاص کے مقابلہ پر فلسطین کی طرف اور جرجہ بن لوذر کو چالیس ہزار کی جمعیت سے یزید بن ابی سفیانؓ کے مقابلہ پر بلقاء کی طرف اور دراقص کو بمقابلہ شرحبیلؓ بن حسنہ پچاس ہزار کے ساتھ اردن کی طرف اور قیقلان بن نسطورس کو ساٹھ ہزار فوج کے ساتھ ابو عبیدہؓ بن الجراح کے مقابلہ پر جابیہ کی طرف روانہ کیا۔ امراء اسلام میں یہ تیاری اور کثرت فوج سن کر صلاح و مشورہ ہونے لگے۔ سب نے باتفاق رائے یہ قرار پایا کہ چونکہ اس قدر کثیر التعداد لشکر سے علیحدہ علیحدہ مقابلہ کرنا مسلمانوں کو معرض زوال میں ڈالنا ہے لہذا کل اسلامی لشکر کو ایک جا جمع ہو کر لڑنا چاہئے۔ اس اثناء میں حضرت ابوبکرؓ صدیق کا اسی مضمون کا خط آپہنچا پھر کیا تھا سب کے سب یرموک میں جمع ہو گئے۔

حضرت خالد بن ولید کی شام کو روانگی

مسلمانوں کی تعداد اس وقت اکیس ہزار تھی ہرقل نے بھی اپنے متفرق لشکر کو یرموک میں جمع ہونے کا حکم دیا اور ماہان کے روانہ کرنے کا وعدہ کیا۔ رومیوں کے لشکر کا افسر اعلیٰ شقیقہ تذارق تھا اور اس کے مقدمۃ الجیش پر جرجہ۔ میمنہ پر ماہان۔ میسرہ پر دراقص ساقہ میں قیقلان بن نسطورس تھا مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان میں وادی و خندق حائل تھے۔ جس سے نہ رومی لشکر مسلمانوں پر حملہ کر سکتا تھا اور نہ مسلمان ہی آگے بڑھ سکتے تھے۔ مسلمانوں نے طول قیام سے گھبرا کر حضرت ابو بکر صدیقؓ کو لکھا اور ان سے امداد طلب کی حضرت ابوبکرؓ صدیقؓ نے خالدؓ بن ولید کو لشکر شام پر امیر مقرر کر کے عراق سے روانہ کیا اور عراق میں ان کے بجائے مثنیٰؓ بن حارث کو امارت پر متعین فرمایا۔

(مترجم) بنی تغلب کی شکست

خالدؓ بن ولید حسب حکم حضرت ابوبکرؓ صدیق عراق میں مثنیٰ بن حارث کی سرکردگی میں نصف لشکر عراق کو چھوڑ کر بقیہ نصف اپنے ہمراہ لے کر شام کی طرف روانہ ہوئے۔ جس وقت حدود دار میں پہنچے اہل حدود دار نے راستہ نہ دیا، لڑائی پر آمادہ ہوئے۔ خالدؓ بن ولید نے ان کا مقابلہ کیا اور ان کو شکست

معرکہ یرموک

اتفاق سے جس روز خالدؓ بن ولید یرموک میں اسلامی لشکر میں پہنچے اسی روز ماہان بطریق بھی مع شماسہ اور قسیسوں اور رہبانوں کے رومی لشکر میں داخل ہوا

دیتے ہوئے مضیح میں جا اُترے مضیح میں بنی تغلب کا ایک گروہ اسلامی لشکر کے روکنے کے لئے جمع ہو رہا تھا خالدؓ بن ولیدؓ کا اُن سے بھی مقابلہ ہوا۔ صبح سے دوپہر تک لڑائی ہوتی رہی۔ ظہر کے قریب بنی تغلب میدان جنگ سے بھاگ نکلے۔ مسلمانوں نے ان کو قتل و قید کرنا اور اُن کے اسباب و خیموں پر قبضہ کر لیا۔ انھیں قیدیوں میں صہبا بنت حبیب بن بجیر مادر عمر بن حضرت علیؓ بن ابی طالب تھیں اس کے بعد حضرت خالدؓ نے دوسرے روز یہاں سے سفر کر کے قراقر (ملکلب) میں پہنچ کر قیام فرمایا اور وہاں کے رہنے والوں پر شب خون مار کر نہایت تیزی سے سُوٰی (داب بہرا) کی طرف روانگی کے لیے تیاری کی اور رافع بن عمیرہ طائی کو رہبری کے لئے بلایا اور اس سے راستہ کا حال دریافت کیا رافع نے کہا کہ "تم اس راستہ کو اتنے بڑے لشکر و اسباب کے ساتھ طے نہیں کر سکو گے جب کہ بخدا ایک تنہا سوار بھی اس راستہ کو طے کرتے ہوئے اپنی جان کا خوف کرتا ہے آج سے پانچ دن تک تم کو راستہ میں کسی مقام پر پانی نہ ملے گا"

سوٰی کا دشوار گزار راستہ

خالدؓ نے یہ سُن کر جواب دیا کہ مجھکو یہ راستہ طے کرنا ضروری ہے مجھے اس سے زیادہ کیا کام ہوگا کہ میں رومیوں کے مقابلے میں مسلمانوں کی مدد کے لئے جا رہا ہوں۔ تیرا مقصود اس کہنے سے یہ ہے کہ میں اُن کی مدد کو نہ جاؤں۔ میں نے اپنی جان اللہ کی راہ میں وقف کر دی ہے۔ رافع یہ جواب سُن کر خاموش ہو گیا اور خالدؓ نے اپنے امرار لشکر کو طلب کر کے حکم دیا کہ "تم لوگ اپنی جماعت سے کہدو کہ ہر شخص اپنے لئے پانچ دن کے لئے پانی لے لے اور اونٹوں کو مکرر پانی پلا دے" لشکریوں نے اس حکم کے سنتے ہی اونٹوں کے کجاووں سے چھاگلوں اور مشکیزوں کو کھول کر پانی بھر لیا اور اونٹوں کو کچھ وقفہ دے کر مکرر پانی پلا دیا اور ان کے پاؤں پر کپڑے لپیٹ دیئے تاکہ روزانہ سفر کے پھٹنے سے محفوظ رہیں۔ الغرض جب لشکریوں نے اپنا پورا انتظام کر لیا اُس وقت حضرت خالدؓ بن ولید رافع کو اپنے ہمراہ لے کر آگے بڑھے اور اسلامی لشکر اُن کے پیچھے روانہ ہوا چار شبانہ روز کی مسافت طے کر کے پانچویں روز علمین کے قریب پہنچے۔ رافع نے لوگوں سے کہا کہ تم لوگ غور سے دیکھو کہیں اس گردو نواح میں عوسج کا درخت دکھائی دیتا ہے" لوگوں نے جواب دیا ہم کو عوسج نظر نہیں آتا۔ رافع نے یہ سُن کر "انا للہ وانا الیہ

خالدؓ بن ولید شام ہی سے اپنی فوج کی تنظیم میں مصروف ہو گئے۔ صبح ہوتے ہوتے لشکر کو منظم کر کے ہر ایک امیر کو اس کی جماعت کا ذمہ دار کر کے حضرت خالدؓ نے اپنے مقابل پر اور امراء لشکر نے اپنے اپنے مقابل کے

راجعون" پڑھ کر کہا افسوس تم بھی ہلاک ہوئے اور مجھ کو بھی ہلاک کیا۔ میں پہلے ہی کہتا تھا کہ یہ راستہ دشوار گذار ہے۔

سُوائی کا معرکہ

تھوڑی دور چل کر پھر اس نے لوگوں کو عوسج کے ڈھونڈھنے کے لئے لوگوں نے دور سے عوسج کو دیکھ کر تکبیر کہی۔ رافع نے کہا "کہ اس کی جڑ کے پاس کھودو" لوگوں نے اس کے کہنے سے ایک گز بھر کا گڑھا کھود کر چشمہ کا منہ کھول دیا لشکریوں نے سیر ہو کر پانی پیا اور اپنے اونٹوں کو پلا کر چھاگلوں اور مشکیزوں کو بھر لیا۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد سوے میں پہنچ گئے۔ یہی سوے بہراء کے رہنے کا مقام تھا لوگ حالت غفلت میں بیٹھے ہوئے شراب پی رہے تھے اور اس کا مغنی (گویا) گا رہا تھا۔ مسلمانوں نے اُن پر چھاپا مارا ان کے کوسے اور ان کے سردار حرقوص بن نعمان بہرائی کو مار کر اُن کے مال و اسباب پر قبضہ کر لیا۔

اہل قریتین سے جنگ

پھر یہاں سے روانہ ہو کر اہل ارک و تدمر سے صلح کرتے ہوئے قریتین پہنچے۔ قریتین والوں نے اسلامی لشکر سے مزاحمت کی۔ باہم لڑائی ہوئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں نے ان کو شکست دے کر ان کے مال و اسباب پر قبضہ کر لیا۔

اہل حوارین کی اطاعت

اس کے بعد اسلامی لشکر حوارین میں پہنچا۔ یہاں بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا پھر یہاں سے عصر کے وقت روانہ ہو کر دوسرے روز ظہر کے قریب قصم میں پہنچا۔ یہاں قبیلہ قضاعہ کے بنی مشجعہ رہتے تھے، ان لوگوں نے خالدؓ سے صلح کر کے اپنی جان اور اپنی جھوٹی عزت بچائی۔

بصرے کی فتح

اس کے بعد خالدؓ اسلامی لشکر لئے ہوئے رافع کے ساتھ مرج رہط پہنچے اور اسی دن غسان پر حملہ کر کے ان کو قتل و قید کیا اور اسی مقام سے ایک سریہ کنیسہ غوطہ کی طرف بھیجا جو ان کے مردوں کو مار کر ان کے لڑکوں اور عورتوں کو خالدؓ کے پاس گرفتار کر لایا۔ دوسرے روز مرج رہط سے چل کر بصرے میں پہنچے اور اہل بصریٰ سے لڑ کر اُن پر کامیابی حاصل کی یہ شام کا پہلا شہر تھا جو خالدؓ و اہل عراق کے ہاتھ پر فتح ہوا خالدؓ نے یہاں کے اور جو اس وقت تک دوسرے مقامات سے مال غنیمت حاصل ہو چکا تھا اس کو مسلمانوں میں تقسیم کر کے حسب دستور خمس (پانچواں حصہ) حضرت ابوبکرؓ کے پاس مدینہ کو روانہ کیا اور خود یہاں سے ماہ ربیع الثانی ۱۳ھ کے آخری دن بروز ہفتہ چل کر نماز یان شام کے پاس یرموک میں پہنچ گئے۔

حملہ کیا۔ فریقین جی توڑ کر لڑنے لگے اور اپنی قسمت کے آخری فیصلہ کے دیکھنے کو بڑھ بڑھ کر وار کرتے جاتے تھے، اگر رومی لشکر اپنے مذہبی پیشواؤں کے تحریک و وعظ سے ایک قدم بڑھنے کا قصد کرتا تھا تو اسلامی لشکر خالدؓ بن ولید کے نعرہ اللہ اکبر سے رومیوں کو دس دس قدم پیچھے ہٹا دیتا تھا۔ آخرالامر خالدؓ بن ولید نے سب سے پہلے ماہان کو شکست دے کر میدان جنگ سے بھگا دیا۔ اس کے بعد دیگر رومی افسروں کے بھی یکے بعد دیگرے پاؤں اُکھڑنے شروع ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد میدان جنگ رومیوں سے خالی ہو گیا۔ دو لاکھ چالیس ہزار رومی لشکریوں سے اکثر مارے گئے اور کچھ لوگ واقوصہ دہوے میں ڈوب گئے اور ایک حصہ خندق میں گر کر مر گیا۔ ان کے نامی گرامی سپہ سالار اور مشاہیر ارکین سلطنت قتل کئے گئے منجملہ ان کے تدارق، برادر ہرقل بھی تھا۔

حمص اور دمشق کی قلعہ بندی

اس رومی لشکر کا نہایت چھوٹا حصہ شکست کھا کر مرتا کھپتا ہرقل تک پہنچا جو ان دنوں لڑائی کا نتیجہ سننے اور اپنے لشکر کو مدد پہنچانے کی غرض سے حمص میں مقیم تھا اپنے لشکر کی یہ غیر متوقع شکست سُن کر اور ان کی بدحواسی دیکھ کر حمص میں نہ ٹھہر سکا اسی وقت حمص سے نکل کر دوسرے شہر چلا گیا اور حمص و دمشق کی قلعہ بندی کا حکم دیدیا۔ اس واقعہ میں اسلامی لشکر کی تعداد چھیالیس[۴۶] ہزار بیان کی جاتی ہے ان میں ستائیس[۲۷] ہزار تو ان امراء کے ہمراہ تھے جن کو ابوبکر صدیقؓ نے شام پر حملہ کرنے کے لئے مدینہ سے روانہ کیا تھا اور دس ہزار خالدؓ بن ولید کے ہمراہ عراق سے آئے تھے اور تین ہزار وہ لوگ تھے جو خالدؓ بن سعید کے بھاگ جانے کے بعد باقی رہ گئے تھے اور چھ ہزار عکرمہ بن ابی جہل کے ہمراہ رہ گئے تھے یہ لڑائی ماہ جمادی الاول میں ہوئی اس سے پیشتر نہ ایسی تیاری کبھی عربوں نے کی تھی اور نہ رومیوں نے۔ خالدؓ ابن سعید نے پہلے اپنے لشکر کے ایک ہزار آدمیوں کی جماعت علیحدہ کر کے اس پر ایک ایک امیر مقرر کر دیا اور اس کا نام کردوس رکھا تھا کیونکہ رومیوں نے بھی اپنے لشکر کو اسی طرح پر تقسیم کیا تھا۔ اس لڑائی میں ابی سفیان بن حرب بہت زیادہ نیک نام رہے۔ وہ بڑے مخمصوں میں پڑ گئے تھے۔

جرجہ کا قبول اسلام

ارباب سیر و تواریخ نے لکھا ہے کہ اثنائے جنگ میں مدینہ سے ایک قاصد ابوبکرؓ صدیق کے انتقال اور عمر فاروقؓ کی امارت کی خبر لے کر آیا تھا۔ خالدؓ نے اس کو لوگوں سے مخفی رکھا پھر امرائے لشکر روم سے جرجہ نکل کر میدان میں آیا اور خالدؓ کو بُلا کر اسلام کی حقیقت دریافت کی۔ خالدؓ نے اس کو خوب سمجھایا اور اچھی طرح سے اس کے ذہن نشین کرا دیا کہ جس مذہب پر وہ ہے وہ باطل ہے اور اسلام ایک سچا و پاک و صاف مذہب ہے، نجات ابدی اس کے قبول کرنے سے ملتی ہے" اللہ تعالیٰ نے جرجہ کی چشم بصیرت کھول دی وہ نہایت سچائی سے مسلمان ہو کر لشکر اسلام میں آ ملا۔ رومیوں کو اس واقعہ سے بے حد صدمہ ہوا۔

رومیوں کی شکست

دوسرے دن خالدؓ بن ولید نے لشکر اسلام کی ایک جماعت لے کر حملہ کیا جن میں جرجہ

بھی تھے لڑائی کا آغاز نہایت خطرناک تھا رومیوں کی لاش پر لاش گرتی جاتی تھی اور وہ لڑائی سے منہ پھیرتے نظر نہ آتے تھے دوپہر تک یہی کیفیت رہی مسلمانوں نے اشارہ سے ظہر کی نماز ادا کی اور خالدؓ بن ولید نے اللہ اکبر کہہ کر حملہ کردیا۔ رومی لشکر اس دفعتہً حملہ سے گھبرا کر میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔ اس لڑائی میں جریرہ۔ عکرمہ بن ابی جہل اور ان کے لڑکے عمرو اور سلمہ بن ہشام و عمرو و اباں پسران سعید و ہشام بن العاصی و ہبار بن سفیان و طفیل بن عمرو وغیرہ (رضی اللہ عنہم) نامی گرامی امراء لشکر اسلام شہید ہوگئے۔ ابو سفیان کی ایک آنکھ تیر لگنے سے جاتی رہی۔

بصرے کی فتح

بعض نے لکھا ہے کہ خالدؓ بن ولید عراق سے شام کو روانہ ہوئے تو اثناء راہ میں بصرے میں مسلمانوں سے اس وقت ملے جس وقت وہ لوگ بصرے کا محاصرہ کیے ہوئے تھے اور انہوں نے سب کے ساتھ مل کر اس کو جزیہ (خراج) پر فتح کیا تھا۔ اس کے بعد اسلامی لشکر فلسطین کی طرف بغرض امداد عمروؓ بن العاص آیا عمروؓ ان دنوں غور میں اور رومی لشکر جلق میں تدارق برادر ہرقل کی ماتحتی میں تھا پھر رومی لشکر جلق سے نکل کر رملہ کے قریب اجنادین کی طرف آیا مسلمانوں نے غور سے اُن پر حملہ کرکے نہایت مردانگی سے پسپا کردیا۔ یہ معرکہ نصف ماہ جمادی الاول میں واقع ہوا۔ تدارق تو اسی لڑائی میں مارا گیا اور ہرقل یہاں سے لوٹ کر مسلمانوں سے قاقوصہ میں یرموک کے نزدیک مقابل ہوا اس حساب سے واقعہ یرموک رجب میں اجنادین کے بعد ہوا اور مسلمانوں کو ابوبکرؓ صدیق کے انتقال کی خبر اس وقت پہنچی جب کہ جمادی الثانی کے آٹھ دن باقی تھے۔

(مترجم) جنگ اجنادین

ابن اثیر نے لکھا ہے کہ منجملہ چھیالیس ہزار لشکر کے جو اس واقعہ میں خالدؓ کے ہمراہ تھا ایک ہزار مہاجرینؓ و انصارؓ تھے جن کو آنحضرت (صلعم) کی صحبت بابرکت نصیب ہوئی تھی۔ اور ان میں ایک سو وہ صحابی تھے جو بدر میں شریک ہوئے تھے۔ ان کے مقابلہ پر رومیوں کا دو لاکھ چالیس ہزار کا لشکر آیا ہوا تھا ہرقل کا بھائی پوری فوج کا افسر اعلیٰ تھا اور اس کی ماتحتی میں نامی گرامی تجربہ کار سپہ سالار کام کر رہے تھے۔ ایک مہینہ پیشتر سے قسیس و رہبان و بطریق لوگوں کو لڑائی کی ترغیب دیتے اور ان کو مسلمانوں کے خلاف ابھارتے تھے۔ قلب لشکر میں بطریق اعظم اطلسی غلاف میں انجیل کو لپیٹے ہوئے صلیبی نشان کے نیچے کھڑا ہوا لشکر کو لڑائی پر آمادہ کررہا تھا۔

حضرت خالدؓ کی دعا

خالدؓ بن ولید نے اس کے لشکر کا یہ رنگ دیکھ کر پہلے اپنے لشکر کو منظم کیا اور ہر سردار کو موقع موقع سے کھڑا کر کے لشکر کے قاریوں کو سورۂ انفال پڑھنے کا حکم دیا اور خود قلب میں کھڑے ہو کر مہاجرین و انصار (رضی اللہ عنہم) کو سب سے علیحدہ کیا اور

حضرت ابوبکرؓ کی وفات

جس وقت ابوبکرؓ صدیق حالت احتضار میں مبتلا ہوئے اُس وقت طلحہ و عثمانؓ و عبدالرحمٰن بن عوف و علی بن ابی طالب وغیرہ (رضی اللہ عنہم) کو

آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کرنے لگے "اے پروردگار عالم یہ وہ تیرے خاص بندے ہیں جنھوں نے تیرے رسول صلعم کا ساتھ دیا ہے اور ان کے مددگار و معاون رہے ہیں تیری مرضی کے لئے انھوں نے اپنے گھر بار عیال و اطفال کو چھوڑا ہے تو ہماری عزت نہ رکھ بلکہ اپنے سچے دین اور اپنے سچے رسول کی عزت رکھ۔ ہماری مدد نہ کر اپنے دین کی مدد کر۔ اے بیکسوں کے چارہ ساز تو ان کے ذریعہ سے ہماری مدد کر اور ہم کو کفار کے ہاتھ سے ذلیل و خوار نہ کر۔

حضرت خالدؓ کا خطبہ

خالدؓ اس دعا سے فارغ ہو کر لشکریوں کی طرف متوجہ ہوئے اور حمد و نعت کے بعد نہایت فصاحت و بلاغت سے ایک خطبہ پڑھا جس کا ترجمہ یہ ہے "اے مسلمانو! یہ دن تمہاری آزمائش و امتحان کا ہے آج کے دن تم کو نہ فخر کرنا چاہئے اور نہ ریاکاری کو دخل دینا چاہیے۔ تم لوگ آج جو کام کرو خاص اللہ تعالیٰ کے لئے کرو اور اپنے نیک اعمال سے اُس کو راضی کرو۔ یہ وہ دن ہے کہ اگر تم مارے گئے تو بے شک جنت میں جاؤ گے اور اگر دشمنان خدا پر فتحیاب ہو گئے تو غازی کہلاؤ گے۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے " کہ جنت تلوار کے سایہ میں ہے پس اگر تم لوگوں کو جنت لینا اور اللہ کو راضی کرنا ہے تو لڑو! لڑو! لڑو!! شاید اس کے بعد پھر ایسا موقع تم کو نہ ملے اور تمھاری موت آجائے۔ بستر پر ذلت کی حالت میں مرنے سے بہتر ہے کہ بر سر میدان اللہ کی راہ میں مارے جاؤ اور اسی خون آلودہ کپڑے میں دفن کر دیئے جاؤ تاکہ قیامت میں تمھارے فی سبیل اللہ لڑنے اور لڑتے لڑتے جان دیدینے کی وہ شہادت دیں۔ اے بھائیو! یہ وہ دن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آج تمھارے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ کیا تم لوگ جنت میں جانا پسند نہ کرو گے؟ دیکھو اللہ کی رحمت تم پر نازل ہوا چاہتی ہے تم کو اللہ تعالیٰ اپنی عنایت سے فتح یاب کرے گا۔ نیک نیتی سے اُس کی راہ میں کوشش کرو اور اس امر کو بخوبی سمجھ لو کہ اب تم سے دنیا چھوٹتی ہے۔ اللہ اللہ ہر شخص اپنے لئے زاد سفر تیار کرے اگر تم لڑ کر شہید ہوئے یا فتحیاب ہو گئے تو تم سے زیادہ محبوب اللہ کے نزدیک اور کوئی نہ ہوگا اور اگر تم نے لڑنے میں کچھ بھی لیس و پیش کیا تو تم سے دنیا تو چھوٹ ہی گئی ہے نہایت بے عزتی سے کفار کے ہاتھ سے مارے جاؤ گے اور قیامت تک تم سے اللہ کی رحمت دور رہے گی۔ پھر تم اللہ کو اور اُس

طلب کر کے مشورہ کیا اور ان لوگوں سے حضرت عمرؓ کی خلافت کی بابت اپنی رائے ظاہر فرمائی جب ان لوگوں نے اتفاق رائے کر لیا تب حضرت ابوبکر صدیقؓ گھر سے نکل کر باہر آئے اور لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا "میں نے

کے رسولؐ اور اُس کے خلیفہ کو کیا منہ دکھاؤ گے۔ چلو چلو اپنی مردی حاصل کرو دیکھو دشمنانِ خدا تمہاری طرف بڑھنے کا قصد کرتے ہیں پس تم اس سے پہلے کہ وہ تم پر حملہ کریں تم اُن پر ٹوٹ پڑو اگر تم نے ان کو خندق کی طرف لوٹا دیا تو پھر کیا ہے ان کو شکست ہو گئی اور اگر خدانخواستہ انھوں نے تم کو شکست دی تو خدا کی قسم" ایک قدم بھی پیچھے ہٹنا اپنے کو جہنم میں ڈالنا ہے" چلو آگے بڑھو تمھارے ایک ایک قدم پر ہزار ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ آؤ جو کچھ لینا ہے آج ہی لے لو کل پر باقی نہ رکھو۔

حضرت ابوبکر صدیق کی وفات کی اطلاع اسلامی لشکر کا دل اس تقریر سے بھر آیا اور سب کے سب نے اللہ اکبر اللہ اکبر کہہ کر تلواریں کھینچ لیں۔ خالدؓ نے عکرمہؓ بن ابی جہل و قعقاع بن عمرو کو آگے بڑھ کر لڑائی شروع کر دینے کا حکم دیا۔ رومی لشکر نے اسلامی لشکر کو آگے بڑھتا دیکھکر تیراندازی شروع کر دی۔ لیکن جب اسلامی لشکر کی حرکت کو ان کے تیر نہ روک سکے تو اُس وقت تلوار و نیزے لے کر جھپٹ پڑے۔ لڑائی نہایت تیزی سے ہو رہی تھی اور ہر فریق دوسرے کے ہٹا دینے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس اثنا میں مدینہ سے محمیہ بن زنیم آئے اور انھوں نے خالدؓ کو بلا کر چپکے سے حضرت ابوبکرؓ صدیق کے انتقال اور عمرؓ کی امارت کی خبر دی۔ خالدؓ نے مصلحتاً اس خبر کو مشتہر نہ کیا لڑائی جس طرح سے شروع ہوئی تھی اُسی طرح جاری رکھی۔

جرجہ کا قبول اسلام تھوڑی دیر کے بعد رومی لشکر کی صف سے جرجہؓ نکل کر میدان میں آیا اور خالدؓ بن ولید کو بلوایا فریقین ایک دوسرے کو امن دے کر باہم گفتگو کرنے لگے

---

[1] ابن اثیر نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے مرض الموت میں سب سے پہلے عبدالرحمٰنؓ ابن عوف کو بلا کر حضرت عمرؓ کا حال دریافت کیا عبدالرحمٰنؓ نے جواب دیا کہ ان کی رائے آپ کی رائے سے بہتر ہے مگر ان میں سختی ہے حضرت ابوبکرؓ نے یہ سُن کر فرمایا اس کی وجہ یہ ہے "کہ جب وہ مجھے کسی معاملہ میں نرمی کرتے دیکھتے ہیں تو سختی کرتے ہیں اگر خلافت ان کے سپرد کر دی جائے گی تو سختی چھوڑ دیں گے کیونکہ جب وہ مجھے کسی پر غصہ کرتے دیکھتے ہیں تو وہ نرم ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد عثمانؓ کو بلا کر عمرؓ کا حال دریافت فرمایا عثمانؓ نے کہا۔ حضرت عمرؓ کا باطن ظاہر (باقی صفحہ ۲۷۵ پر)

عمرؓ کو اپنا خلیفہ بنایا ہے اور اس سے میں نے تمھاری بہتری کا قصد کیا ہے پس تم لوگ جو وہ کہیں اُس کو سنو اور اُن کی اطاعت کرو" یہ کہہ کر حضرت عثمانؓ کو بلایا اور اُن سے یہ عہد نامہ لکھوایا۔

جرجۃؓ:۔ خالدؓ مجھکو امید ہے کہ جو واقعہ صحیح ہوگا تم وہ مجھ سے بیان کرو گے۔

خالدؓ:۔ بے شک ہمارے مذہب میں جھوٹ بولنا سخت گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جھوٹوں پر لعنت فرمائی ہے۔

جرجۃؓ:۔ اچھا یہ بتلاؤ کہ کیا تمھارے نبیؐ پر آسمان سے کوئی تلوار اُتری تھی جس کو تمھارے نبیؐ نے تم کو دی ہے اور جس کے ذریعہ سے تم جس قوم پر حملہ آور ہوتے ہو فتحیاب ہوتے ہو۔

خالدؓ:۔ نہیں۔

جرجۃؓ:۔ پھر تمھیں سیف اللہ کیوں کہا جاتا ہے اور کیوں ہمیشہ فتح یاب ہوتے ہو؟

خالدؓ:۔ اللہ تعالیٰ نے ہم میں ایک نبی مبعوث کیا ہے۔ میں پہلے اُس کو جھٹلاتا تھا اور اس سے لڑتا تھا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت دی اور میں مسلمان ہو کر اس کا مطیع ہو گیا تب اُس نے میرے فتح یاب ہونے کی دعا فرمائی اور کہا کہ تو سیف اللہ ہے، تجھکو اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے لئے بھیجا ہے تو ہمیشہ مظفر و منصور ہوگا۔

جرجۃؓ:۔ تم ہم لوگوں سے کیوں لڑنے آئے ہو؟

خالدؓ:۔ تم لوگوں نے خدا کو بھلا دیا ہے اُس کے نبیؐ کو نہیں مانتے۔ تم لوگ یا تو اسلام قبول کر لو یا ہمارے مطیع ہو جاؤ جزیہ دو اور اگر یہ دونوں باتیں منظور نہ ہوں تو لڑو۔

جرجۃؓ:۔ جو شخص تمھاری دعوت قبول کر لیتا ہے وہ کیسا سمجھا جاتا ہے؟

خالدؓ:۔ ہم سب لوگ ایک دوسرے کے بھائی ہیں کسی کو کسی پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔ اسلام

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۷۴) سے اچھا ہے۔ اور ہم میں کوئی ان جیسا نہیں ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے یہ سُن کر ان دونوں آدمیوں سے اخفاء راز کو فرمایا اس اثناء میں طلحہؓ بن عبید اللہ آ گئے حضرت ابوبکرؓ نے ان سے فرمایا۔ "میں نے حضرت عمرؓ کو اپنا خلیفہ بنایا۔ طلحہؓ نے جواب دیا "کہ عنقریب آپ اللہ تعالیٰ سے ملنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سے پوچھے گا کہ تم نے رعیت کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟" ابوبکرؓ نے فرمایا مجھ کو اٹھا کر بٹھاؤ جب لوگوں نے اُن کو اٹھا کر بٹھایا تو جواب دیا "کہ جب میں اپنے رب کے سامنے جاؤں گا اور وہ مجھ سے دریافت کرے گا تو میں کہہ دوں گا (باقی ص ۲۷۶ پر)

حضرت عمرؓ کا تقرر

"بسم اللہ الرحمن الرحیم ھذا ما عھد بہ ابو بکرؓ خلیفہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عند آخر عھدہ بالدنیا واول عھدہ بالآخرۃ

کی حیثیت سے امیر و غریب سب برابر ہیں۔

جرجہؓ:۔ کیا تمھاری طرح اس کو بھی اجر ملے گا؟

خالدؓ:۔ ہاں اللہ تعالیٰ بخیل نہیں ہے جو شخص نیک نیتی سے ہم میں داخل ہوگا وہ ہم سے افضل ہوگا اور اُس کو اللہ تعالیٰ دین و دنیا میں عزت عنایت فرمائے گا۔

جرجہؓ کا دل خالدؓ کے جواب سے بھر آیا اور انھوں نے نہایت سچائی سے اسلام قبول کر لیا خالدؓ نے ان کو نہلا کر دو رکعت نماز پڑھوائی اور اپنے ساتھ لے کر لڑائی کو نکلے۔ پہلے حملہ میں رومیوں نے مسلمانوں کو اُن کے اُس مورچہ سے ہٹا دیا۔

حضرت عکرمہ کی جاں نثاری

جس طرف عکرمہؓ بن ابی جہل اور ان کے چچا حرثؓ بن ہشام تھے عکرمہؓ نے یہ کہہ کر کہ افسوس کی بات ہے کہ رسول اللہ صلعم کے ساتھ تو تمام عمر لڑتے رہے اور آج دشمنانِ خدا کے روبرو پیچھے قدم پڑ رہے ہیں۔ بلند آواز سے کہا "من یبایع الموت" (کون شخص مرنے کی بیعت کرتا ہے یعنی کون شخص اس امر پر بیعت کرتا ہے کہ مر کر میدان سے ہٹے یا فتح مند ہو کر) حرثؓ بن ہشام اور ضرارؓ بن الازور نے یہ سُن کر چار سَو نامی گرامی جنگ آوروں کے ساتھ بیعت کی اور رومیوں کے لشکر میں اللہ اکبر کہہ کر گھس گئے اور نہایت مردانگی سے لڑتے رہے یہاں تک کہ بعض زخمی ہو کر اپاہج ہو گئے اور بعض شہید ہو گئے۔

رومیوں کو شکست

خالدؓ و جرجہؓ دن ڈھلے تک لڑتے رہے لشکریوں نے ظہر و عصر اشارہ سے پڑھی مغرب کے قریب مسلمانوں نے رومی سواروں کو بھاگنے کے ارادے

(بقیہ حاشیہ ص۲۷۵) کہ تیری مخلوق پر میں نے تیری بہترین مخلوق کو مقرر کیا ہے" حضرت طلحہؓ یہ سُن کر خاموش ہو گئے اور حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عثمانؓ کو عہد نامہ لکھنے کا حکم دیا۔ حضرت ابوبکرؓ شدت علالت کی وجہ سے رُک رُک کر بولتے جاتے تھے اور حضرت عثمانؓ لکھتے جاتے تھے۔ جب عہد نامہ لکھا گیا تو اُس کو لوگوں میں پڑھے جانے کا حکم دیا اور خود باہر آ کر لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا "کیا تم لوگ اس شخص پر رضامند ہو جس کو میں نے اپنا خلیفہ بنایا ہے؟ بے شک میں نے اپنے کسی عزیز و قریب کو خلیفہ نہیں بنایا۔ میں نے تم پر عمرؓ کو خلیفہ بنایا ہے۔ پس ان کا (باقی ص۲۷۷ پر)

فی الحال التی یومن فیما الکافر ویوتن الفاجر انی استعملت علیکم عمر بن الخطاب ولم آل لکم خیرًا فان صبر وعدل فذلک علمی به ورائی فیه وان جار وبدل فلا علم لی بالغیب والخیر اردت ولکل امریٍٔ ما اکتسب وسیعلم الذین ظلموا ایّ منقلب ینقلبون۔" یہ وہ عہدنامہ ہے جسے ابوبکر خلیفہ رسول اللہ صلعم نے اپنے آخری زمانہ میں دنیا سے جاتے وقت اس حالت میں لکھوایا جس میں کافر بھی ایمان لے آتا ہے اور فاجر کو بھی یقین آجاتا ہے کہ میں نے تم پر عمرؓ کو خلیفہ بنایا اور میں نے تمھارے لئے خیرخواہی میں کوتاہی نہیں کی ہے پھر اگر عمرؓ صبر کریں اور انصاف سے کام لیں تو مجھے یہی یقین تھا اور ان کے بارے میں یہی رائے ہے اور اگر ظلم کریں اور عہد بدل دیں تو مجھے غیب کا علم نہیں میں نے تو بہتری ہی چاہی ہے۔ ہر شخص کے لئے وہی ہے جو اس نے کمایا ہے ظالموں کو جلدی ہی معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس کروٹ پر پھیر دیئے جائیں گے۔

(مترجم) سیرت صدیقؓ

ابو بکرؓ صدیق کی وفات بروز منگل بوقت شب ہوئی جب کہ آٹھ راتیں جمادی الثانی ۱۳ھ کی باقی رہ گئیں تھیں۔ صحیح یہ ہے کہ ترلیسٹھ برس کی عمر پائی بعض کہتے ہیں کہ ایک یہودی نے چاول یا حریرہ میں زہر دیا تھا اور بعض لکھتے ہیں کہ ایک روز سردی کے وقت آپ نہائے تھے جس سے بخار آگیا۔ پندرہ روز تک بخار میں

(بقیہ مترجم صفحہ)

کیں دیکھ کر راستہ دیدیا جس سے سواروں کا زیادہ حصہ جان بچا کر بھاگ گیا۔ البتہ پیادوں میں سب کے سب تہ تیغ کر دیئے گئے۔ بارہ ہزار رومی علاوہ ان لوگوں کے جو عین معرکہ میں کام آئے مارے گئے اور ایک گروہ ان کے سرداروں کا گرفتار کر لیا گیا جن کی دوسرے دن گردن ماری گئی۔ کامیابی کے بعد خالدؓ تدارق کے خیمہ میں داخل ہوئے۔ عکرمہؓ بن ابی جہل اور ان کے لڑکے میدان جنگ سے زخمی حالت میں اٹھا کر لائے گئے۔ حضرت خالدؓ نے عکرمہؓ کا سر اٹھا کر اپنے زانو پر رکھ کر چند قطرے پانی کے ان کے حلق میں ڈالے اور عکرمہؓ کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے راہی جنت ہو گئے۔ اس معرکہ میں عکرمہؓ اور ان کے لڑکے کے علاوہ تین ہزار مسلمان شہید ہوئے۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۷۶) کہنا سنو اور ان کی اطاعت کرو۔ میں نے یہ محض اپنی رائے سے نہیں کیا، بلکہ مشورہ کے بعد کیا ہے۔ لوگوں نے یہ سُن کر "سمعنا واطعنا" یک زبان ہو کر کہہ دیا۔ اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ کو چند وصیتیں کیں جو آئندہ بیان کی جائیں گی۔

بتلا رہے گھر سے باہر نہ آ سکتے تھے آپ کے حکم سے حضرت عمرؓ لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے۔

آپ نے دو برس تین مہینہ دس دن خلافت فرمائی۔ اور بعض مورخ ان کے زمانہ خلافت کو دو برس تین مہینہ چھبیس دن بیان کرتے ہیں۔ عام الفیل کے تین برس بعد پیدا ہوئے۔

تجہیز و تکفین آپ کی وصیت بموجب اسماء بنت عمیس (آپ کی بیوی) اور عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ نے نہلایا اور تین کپڑوں میں کفنایا۔ ان میں سے دو پرانے تھے جو ان کے استعمال میں تھے اور ایک نیا خرید کر لیا تھا۔ غسل و تکفین کے بعد جس تخت پر آنحضرت (صلعم) کو اٹھایا تھا اسی پر حضرت ابوبکرؓ صدیق بھی اٹھائے گئے اور عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و طلحہؓ نے قبر میں اتارا اور ان کے سر کو آنحضرت (صلعم) کے مونڈھوں کے برابر رکھا اور ان کی لحد کو آنحضرت (صلعم) کی لحد سے ملا دیا اور ان کی قبر کو آنحضرت (صلعم) کی قبر کی طرح مسطح کر دیا۔ سب سے آخری کلمے جو حضرت ابوبکرؓ کی زبان سے نکلے وہ "توفنی مسلماً و الحقنی بالصلحین" تھے۔

حلیہ و نسب ابوبکرؓ کا رنگ سفید، رخسار ہلکے، چہرہ پر رگیں نمایاں، نحیف البدن آنکھیں اندر کو گھسی ہوئی تھیں۔ بالوں کو حنا، و کتم سے رنگتے تھے نام ان کا عبداللہؓ کنیت ابوبکرؓ تھی۔ ابو قحافہ عثمان بن عامر قریشی کے لڑکے تھے آنحضرت صلعم کے ساتھ ساتویں پشت مرہ بن کعب بن شریک ہیں آپ کی والدہ ام الخیر سلمٰی بنت صخر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم تھیں یہ بھی قدیم الاسلام ہیں اپنے لڑکے ابوبکرؓ کے بعد اسلام لائیں۔

ازواج و اولاد ابوبکرؓ نے دو نکاح جاہلیت میں کئے ایک قتیلہ بنت عبدالعزیٰ ابن عامر بن لوی کے ساتھ جس سے اسماءؓ و عبداللہؓ پیدا ہوئے۔ اور دوسرا ام رومان دعد بنت عامر بن عمیر کنانیہ کے ساتھ جس سے عبدالرحمٰنؓ و عائشہؓ زوجہ رسول اللہ (صلعم) پیدا ہوئیں دو نکاح اسلام لانے کے بعد کئے۔ ایک اسماء بنت عمیس سے جو ان سے پہلے جعفرؓ بن ابی طالب کے نکاح میں تھیں، ان سے محمدؓ بن ابی بکرؓ پیدا ہوئے اور دوسرا حبیبہ بنت خارجہ بن زید انصاری سے جن سے آپ کی وفات کے بعد ام کلثوم پیدا ہوئیں۔

عمال حضرت ابوبکر صدیقؓ کی کتابت علیؓ ابن ابی طالب و زیدؓ بن ثابت و عثمانؓ بن عفان اکثر کرتے تھے علاوہ ان کے وقت ضرورت جو سامنے آ جاتا تھا اس سے لکھا لیتے تھے۔

ان کے عہد خلافت میں حضرت ابو عبیدہؓ بیت المال کے اور عمرؓ ابن الخطاب دار القضاء کے متولی تھے اور عمال جو اطراف و جوانب بلاد میں ان کی طرف سے حکمرانی کرتے تھے ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:-

مکہ :۔ عتاب بن اسید ان کا انتقال اتفاق سے اُسی دن ہوا ہے جس دن ابو بکر صدیق کی وفات ہوئی۔

طایف :۔ عثمان بن ابی العاصؓ۔

صنعاء :۔ مہاجر بن ابی اُمیہؓ۔

حضرموت :۔ زیاد بن لبید انصاریؓ۔

خولان :۔ یعلی بن منبہؓ۔

زبید و زمع :۔ ابو موسیٰؓ۔

جند :۔ معاذ بن جبلؓ۔

بحرین :۔ علاء بن الحضرمیؓ۔

نجران :۔ جریر بن عبد اللہؓ۔

جرش :۔ عبد اللہ بن ثورؓ۔

دومۃ الجندل :۔ عیاض بن غنمؓ۔

حضرت ابو عبیدہؓ و شرحبیلؓ و یزید و عمروؓ ہر ایک علیحدہ علیحدہ ایک ایک لشکر کے افسر تھے اور ان سب کے افسر اعلیٰ خالدؓ بن الولید تھے۔ اور شام میں رومیوں سے لڑ رہے تھے۔ یہی گویا ان کے وزیر صیغہ جنگ یا سپہ سالار کل افواج اسلامیہ تھے۔ حضرت ابو بکرؓ کی انگوٹھی پر نعم القادر اللہ کندہ تھا ان کے انتقال کے بعد ابو قحافہ چھ برس اور چند ایام زندہ رہکر ستانوے برس کی عمر میں رہ گزائے عالم جاودانی ہوئے۔

خیرات و جہاد آپؓ سابقین اولین میں سے ہیں۔ سب سے پہلے آنحضرت (صلعم) پر ایمان لائے۔ آپؓ اکثر فرمایا کرتے تھے "میں نے کسی کو اسلام کی دعوت نہیں دی۔ مگر یہ کہ اس کے دل میں اولاً اس سے کچھ کشیدگی نہ پیدا ہوئی ہو سوائے ابو بکرؓ کے" آنحضرت (صلعم) کے ساتھ انھوں نے ہجرت کی اور شرف صحبت کا فخر انھیں کو حاصل ہوا۔ بدر۔ احد۔ احزاب۔ بڑے بڑے مشاہد میں ہم رکاب رہے سات آدمیوں کو خرید کر آزاد کیا جن کو کفار دین اسلام قبول کرنے کی وجہ سے ایذا دیتے تھے۔ منجملہ ان کے بلال و عامر بن فہیرہ و زنیرہ و نہدیہ وغیرہ ہیں۔ چالیس ہزار مع اس کے جو اس سے منفعت ہوئی تھی۔ اللہ کی راہ میں صرف کئے۔ جب یہ خلیفہ ہوئے اور عرب مرتد ہو گیا تب تلوار کھینچے ہوئے ذی القصہ کی طرف نکلے۔ حضرت علیؓ نے پہنچ کر سواری کی لگام پکڑ لی اور کہنے لگے "اے خلیفۂ رسول اللہ (صلعم) کہاں جا رہے ہو، میں تم سے وہی کہتا ہوں جو آنحضرت (صلعم)

سے یوم احد میں کہا تھا۔ خدا کے لئے اپنی تلوار کو نیام میں کر لو۔ تم بذاتہٖ نہ لڑنے جاؤ مبادا کہیں کسی مصیبت میں نہ مبتلا ہو جاؤ اور اگر ایسا ہوا تو نظام اسلام باقی نہ رہ جائے گا۔"

غنائم کی مساوی تقسیم ابوبکرؓ نے ان کو سمجھا دیا اور لشکر کے ساتھ جا کر مرتدین کو منتشر کر دیا۔ مال غنیمت کو سابقین اولین اور متاخرین اسلام اور حر و عبد و مرد و عورت میں برابر تقسیم کرتے تھے کسی نے ایک مرتبہ اس فعل پر اعتراض کیا تھا آپؓ نے اس کا یہ جواب دیا کہ سابقین اولین جو پہلے سے ایمان لائے ہیں تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ ان کو آخرت میں دے گا اور یہ تو دنیا ہے اس میں سب مسلمان برابر ہیں۔

مساکین و یتامیٰ کی سرپرستی ایام سرما میں کمبل اور کپڑے خرید کرکے بیوہ عورتوں اور یتیم بچوں کو دیتے تھے۔ خلافت سے پہلے ان کا مال واسباب سنخ میں رہتا تھا۔ عشاء کی نماز پڑھ کر سنخ چلے جاتے تھے اور صبح کو اکثر پیادہ اور کبھی سوار ہو کر مسجد نبوی میں آ جاتے تھے لیکن بیعت خلافت کے چھ مہینے بعد اپنا سب مال واسباب مدینہ لے آئے۔ ہر روز بازار جا کر مجبور عورتوں اور مردوں کی ضروریات کی اشیاء خرید کر لا دیتے تھے۔ اپنی بکریوں کو اکثر خود اور کبھی دوسرے لوگ چرانے لے جاتے تھے اور ان کا دودھ خود دوہ کر غربا کو تقسیم کر دیتے تھے۔ ایک روز خلافت کے بعد ایک عورت نے کہا۔ "اب تو تم خلیفہ ہو گئے ہو۔ اب ہمارے گھر میں دودھ کہاں آئے گا اور تم کیوں دوہو گے۔" ابوبکرؓ نے یہ سُن کر جواب دیا "بخدا میں خود تم لوگوں کے لئے دوہوں گا میں اس خلافت سے اپنی عادت کو نہ بدلوں گا۔" چنانچہ ایسا ہی ہوا جب تک زندہ رہے بکریوں کا دودھ خود دُوہ کر غربا کو دے آتے تھے۔ خلافت کے بعد تجارت چھوڑ دی تھی۔ رات دن مسلمانوں کی اصلاح میں مصروف رہتے تھے حضرت ابوبکرؓ نے انتقال کے وقت یہ وصیت کی تھی کہ جو کچھ بیت المال سے ان کی ذات خاص پر صرف ہوا ہے اس کے عوض میں ان کی مملوکہ زمین فروخت کرکے اس کی قیمت بیت المال میں داخل کر دی جائے۔

خلیفہ اوّل مسلمانوں میں یہ پہلے خلیفہ ہیں جن کے صرف کے لئے رعیت نے تنخواہ مقرر کی تھی اور یہ پہلے خلیفہ تھے کہ جن کے باپ زندہ تھے اور یہ والی ہوتے اور یہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے مصحف قرآن کو مصحف کے نام سے موسوم کیا اور یہی سب سے پہلے خلیفہ کہلاتے۔

حضرت ابوبکرؓ کا حضرت عمرؓ کو خطبہ عمرؓ ابن الخطاب کو بوقت استخلاف نہایت عمدہ اور کار آمد وصیتیں کیں منجملہ ان کے یہ تھیں "اے عمرؓ میں نے تم کو اصحاب

رسول اللہ (صلعم) پر اپنا نائب بنایا ہے اللہ سے ظاہر و باطن ڈرنا۔ اے عمرؓ بے شک اللہ کا ایک حق رات میں ہے جس کو وہ دن میں قبول نہیں کرے گا اور اس کا ایک حق دن میں ہے جس کو وہ رات میں قبول نہیں کرتا اور بے شک اللہ تعالیٰ نوافل کو قبول نہ کرے گا جب تک فرائض ادا نہ کئے جائیں گے۔ اے عمرؓ کیا تم نہیں جانتے ہو کہ جس کے اعمال قیامت میں بھاری ہوں گے وہی گراں ہوں گے اور جن کے اعمال ہلکے ہوں گے وہ سبک ہوں گے اور یہ باتیں حق و باطل کے اتباع سے حاصل ہوں گی۔ اے عمرؓ کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ نرم آیات کے ساتھ شدت کی آیات اور شدت کی آیات کے ساتھ نرم آیات نازل ہوئی ہیں، تاکہ مومن اللہ سے ڈرتا اور اس سے اپنی مغفرت کو مانگتا رہے۔ اے عمرؓ جب اہل نار کا ذکر آئے تو کہنا۔ کہ اے اللہ مجھے امید ہے تو مجھے ان میں سے نہ کرے گا" اور جب اہلِ جنت کا تذکرہ آئے اور اُن کے اعمال صالحہ کا بیان ہو تو اللہ سے دعا کرنا کہ اللہ تعالیٰ مجھکو ان میں شامل کرے" اور جب تم میری ان وصیتوں پر عمل کرو گے تو مجھے گویا اپنے پاس بیٹھا ہوا پاؤ گے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اسی طرح کی وصیتیں کر کے شام کے وقت انتقال کیا اور رات ہی کو دفن کئے گئے۔

باب ۱۳

حضرت عمر فاروقؓ ابن خطاب ۱۳ھ تا ۲۴ھ

حضرت خالدؓ کی معزولی

۲۳ر جمادی الثانی ۱۳ھ بروز پیر حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ رسول اللہ (صلعم) کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ ابن الخطاب تخت خلافت پر متمکن ہوئے انھوں نے خلیفہ ہونے کے بعد سب سے پہلا کام جو کیا وہ یہ تھا کہ شام میں رومیوں سے برسر جنگ لشکر اسلام کے امیر حضرت خالد بن ولید کو سرداری سے معزول کرکے ان کے بجائے حضرت ابوعبیدہ بن جراح کو امیر لشکر مقرر کیا۔ حضرت عمرؓ فاروق کا یہ فرمان عین اُس وقت پہنچا جب مسلمان یرموک میں فریق مخالف سے مصروف جنگ تھے۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح نے مصلحتاً اس خبر کو تا اختتام جنگ پوشیدہ رکھا۔ لیکن جب یرموک فتح ہوگیا، اور رومیوں کو شکست ہوئی اُس وقت یہ خبر ظاہر کردی گئی کہ اُس وقت سے اسلامی لشکر کے سردار حضرت ابوعبیدہ قرار پائے۔

دمشق کا محاصرہ

حضرت ابوعبیدہ بن جراح یرموک میں بشیر بن کعب حمیری کو اپنا نائب مقرر کرکے فحل (سرزمین اردن) کی طرف بڑھے اثنار راہ میں معلوم ہوا کہ شکست خوردہ رومی لشکر فحل میں جمع ہو رہا ہے اور یرموک کی لڑائی سے پہلے رومیوں کا جو لشکر دمشق میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا وہ ان کی امداد کو پہنچنے والا ہے۔ ہرقل بادشاہ روم بھی حمص میں مقیم ہے۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح نے حضرت عمر فاروقؓ کی اجازت کے بعد اسلامی سواروں کا ایک دستہ فحل کا محاصرہ کرنے کے لئے بھیج دیا، بقیہ فوج کے چند حصے کئے، ان میں سے ایک حصہ کو حمص و دمشق کے درمیان میں پڑاؤ کا حکم دیا، دوسرے حصہ کو دمشق و فلسطین کے درمیان مورچہ بندی کا حکم دے کر خود مع حضرت خالد بن ولید دمشق کی طرف بڑھے، دمشق پر پہنچتے ہی مغرب سے حضرت خالدؓ بن ولید نے مشرق کی طرف سے خود حضرت ابوعبیدہ بن جراح نے، شمال کی طرف سے یزید بن ابی سفیان نے اور جنوب کی جانب سے عمرو بن العاص نے

محاصرہ[1] کرلیا۔ دمشق میں ان دنوں رومیوں کا نامی سپہ سالار نسطاس بن نسطورس اور ان کا مذہبی پیشوا بامان بحیثیت ذمہ دار حاکم موجود تھا۔ لیکن اسلامی لشکر کمال ہوشیاری سے ستر راتوں تک اور بعض کے قول کے

---

[1] ۱۶ محرم ۱۴ھ کو اسلامی لشکر مہم مرج صفر سے فارغ ہو کر دمشق کی طرف بڑھا اثناء راہ میں غوطہ اور اس کے گرجا پر بزور شمشیر قبضہ کرلیا۔ اہلِ دمشق نے یہ سن کر شہر پناہ کے دروازوں کو بند کرلیا حضرت خالد بن ولید اور حضرت ابو عبیدہ کی سرکردگی میں اسلامی لشکر دمشق پر اُترا۔ مشرقی باب کی طرف۔ خالد بن ولید نے باب توما کی طرف عمرو بن عاص نے باب فرادیس کی طرف شرجیل نے اور باب الجابیہ کی طرف حضرت ابو عبیدہ نے محاصرہ کیا اور یزید بن ابی سفیان باب صغیر سے باب کیسان تک گھیرے ہوئے تھے جس کلیسہ پر حضرت خالد بن ولید آکر اُترے تھے وہ "خالد" کے نام سے موسوم ہوا۔ جو اسقف (مذہبی پیشوا) اس کلیسہ کا حاکم تھا اس نے ایک روز شہر پناہ کی فصیل پر چڑھ کر خالد کو بلایا اور تھوڑی دیر گفتگو کرنے کے بعد کہنے لگا کہ "اگر تم مجھ سے مصالحت کرلو اور ایک معاہدہ لکھ دو کہ ہمارے گرجا اور جان و مال محفوظ رہیں گے تو میں تم کو یہ شہر حوالہ کردوں گا اور ایسی تدبیر بتلاؤں گا جس سے تم بہ آسانی فتح حاصل کرلو گے" حضرت خالد نے قلم دوات اور کاغذ منگوایا اور حسب ذیل عہد نامہ لکھ کر دیدیا۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ھذا ما اعطی خالد بن الولید اھل دمشق اذا دخلھا اعطاھم امانا علی انفسھم واموالھم وکنائسھم وسور مدینتھم لا یسکن ولا یھدم شئی من دورھم لھم بذالک عھد اللہ وذمۃ رسولہ (صلعم) والخلفاء والمومنین لا یعرض لھم الا بخیر اذا اعطوا الجزیۃ" یعنی (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ وہ حقوق ہیں جو خالد بن ولید نے بوقت فتح دمشق اہل دمشق کو عطا کئے ہیں اہل دمشق کو ان کی جان و مال کی امان دی جائے گی۔ ان کے کلیسا اور ان کا شہر پناہ محفوظ رکھے جائیں گے ان کے مکانات نہ تو مسمار کئے جائیں گے اور نہ اس میں لشکر اسلام کا کوئی شخص سکونت اختیار کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلعم اس معاہدے کے ذمہ دار ہیں۔ رسول اللہ صلعم کے جانشین اور کل مسلمان، اہل دمشق سے حسن سلوک سے پیش آئیں گے بشرطیکہ وہ جزیہ ادا کرتے رہیں)

اُسقف یہ عہد نامہ لے کر اپنے کلیسا میں چلا گیا، اور حضرت خالد اپنے لشکر میں چلے آئے ایک روز رات کو اسقف کا ایک فرستادہ حضرت خالدؓ سے آکر ملا اور بیان کیا کہ "آج اہلِ دمشق کی عید ہے سب کے سب شراب نوشی میں مصروف اور اپنے کاموں سے غافل ہیں۔ نیز مشرقی دروازہ سنگ باری سے کمزور ہوگیا ہے میں سیڑھیاں مہیا کئے دیتا ہوں تم مسلمانوں کو لے کر قلعہ پر چڑھ جاؤ اور قبضہ کرلو" تھوڑی دیر کے بعد اہل کلیسا میں سے کسی شخص نے دو سیڑھیاں لاکر دیوار سے لگا کر کھڑی کردیں حضرت خالد مع چند مسلمانوں کے شہر پناہ کے فصیل پر چڑھ گئے اور (باقی ص ۲۸۴ پر)

مطابق چھ مہینے تک اس کا محاصرہ کئے رہا۔ کبھی منجنیقوں سے غنیم پر پتھر برساتا تھا اور کبھی کامیابی حاصل کرنے کے جوش میں تیراندازی کرتا تھا۔ محاصرے کے دوران ہرقل نے اہل دمشق کی امداد کے لئے حمص سے کثیر التعداد فوج روانہ کی جس کو ذوالکلاع نے رجو دمشق و حمص کے درمیان غالباً اسی خطرے کی روک تھام کے لئے متعین تھے) دمشق میں داخل نہ ہونے دیا۔ چنانچہ اہل دمشق ہرقل کی امداد سے ناامید ہو گئے۔ اس مجبوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسلامی سپہ سالار اور ان کا جری لشکر دمشق کو بہ عجلت فتح کرنے پر تیار ہو گیا۔

فتح دمشق

ایک روز شام کو خالد بن ولید دمشق کے محافظوں کو غافل پا کر کمند کے ذریعہ سے شہر پناہ کی فصیل پر چڑھ گئے اور دو رسیاں لٹکا دیں جن کے ذریعہ قعقاع بن عمرو اور مذعور بن عدی بھی شہر پناہ کی فصیل پر چڑھ گئے۔ اتنے میں شہر پناہ کے محافظ بھی چونک اٹھے اور یہ متذکرہ تینوں مسلم سردار محافظوں سے مقابلہ کرتے ہوئے نیچے اترے۔ شہر میں ہلڑ مچ گئی چاروں طرف سے لڑائی شروع ہو گئی۔ ہر کس و ناکس حضرت خالد اور ان کے دونوں ساتھیوں پر حملہ آور ہو رہا تھا اور یہ تینوں بزرگ اپنی مدافعت کرتے اور اپنے کو ان کے وار سے بچاتے ہوئے رفتہ رفتہ دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے دروازے کے قریب پہنچ گئے۔ حضرت خالدؓ نے بڑھ کر ایک بھرپور وار سے دو دربانوں کو قتل کر دیا۔ اور قعقاع نے داہنے ہاتھ سے اپنے مقابل کو مار کر بائیں ہاتھ سے دروازہ کھول دیا۔ دروازہ کھلتے ہی حضرت خالد اور ان کے ہمراہیوں نے بہ آواز بلند تکبیر کہی جس کی صدا سے کل میدان گونج اٹھا اور ان کے ماتحت فوجیوں نے کامیابی کے جوش مسرت میں تلواریں کھینچ کر حملہ کر دیا۔ اہل دمشق کے سرداروں نے اس فوری تغیر سے گھبرا کر اپنی اپنی طرف کے فریق محاصرہ سے صلح کی درخواست کی باقی لوگوں نے صلح کر لی۔ چنانچہ بمصالحت اپنی اپنی سمت سے شہر میں داخل ہوئے۔ اس معرکہ میں چونکہ صرف

(بقیہ حاشیہ ص ۲۸۲) طلوع آفتاب کے قریب قلعہ کے نگہبانوں کو مار کر قلعہ کے دروازہ کو کھول دیا حضرت ابو عبیدہ (جو باب الجابیہ پر جنگ کر رہے تھے) چند مسلمان ان کی طرف سے بھی بذریعہ کمند دیوار شہر پناہ پر چڑھ گئے اور قبضہ کر لیا رومی لشکر لڑائی سے جی چرا کر بھاگ کھڑا ہوا اور حضرت ابو عبیدہ مع اپنے لشکر کے باب الجابیہ کی طرف سے بھی دمشق میں داخل ہو گئے۔ خالد بن ولید سے مقلاط میں ملاقات ہوئی لیکن بعض نے لکھا ہے کہ جس وقت اسقف نے اس امر کا یقین کر لیا کہ حضرت ابو عبیدہ دمشق پر بزور تیغ قبضہ کریں گے۔ اس وقت اس نے حضرت خالد سے صلح کر کے مشرقی دروازہ کھول دیا اور حضرت خالد کا عہد نامہ لئے ہوئے باہر نکل آیا بعض سرداران لشکر نے کہا کہ "خالد امیر نہیں ہیں ان کا لکھا ہوا صلح نامہ ناجائز ہے ہم اس کے پابند نہ ہوں گے" لیکن حضرت ابو عبیدہ نے جواب دیا "نہیں! ہر مسلمان اس کا مجاز ہے تو خالد بدرجہ اولیٰ مجاز ہیں لہٰذا میں اس کو جائز قرار دیتا ہوں" یہ کہکر حضرت ابو عبیدہ دمشق میں اس طرح داخل ہوتے۔ جیسے دمشق بذریعہ صلح فتح ہو گیا۔ واللہ اعلم۔ (فتوح البلدان)

خالد بن ولید ایسے سردار تھے جو بزور تیغ داخل ہوئے تھے اور باقی دوسرے امراء اسلام بمصالحت داخل ہوئے تھے اس لئے حضرت خالد کو فتح بھی بذریعہ جنگ حاصل ہوئی۔

جنگِ فحل

سیف نے لکھا ہے کہ جب حضرت عمر فاروقؓ کو اس فتح کی خبر بھیجی گئی تو انھوں نے لشکرِ عراق کو عراق کی جانب واپس کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ابو عبیدہ بن جراح نے لشکر عراق پر ہاشم بن عتبہ کو امیر مقرر کرکے عراق کی طرف روانہ کیا اور دمشق میں یزید بن ابی سفیان کو امیر مقرر کرکے خود فحل کی طرف بڑھے۔ یزید بن ابی سفیانؓ[۱] نے وحیہ کلبی کو تدمر کی طرف اور ابو الازہر قشری کو حوران و ثنیہ کی جانب روانہ کیا۔ ان لوگوں نے صلح و امان کے ساتھ ان مقامات پر قبضہ کرلیا، یہی اس کے حاکم مقرر کئے گئے۔

فحل کی مہم میں حضرت ابو عبیدہؓ نے حضرت خالد کو مقدمۃ الجیش پر، قلب لشکر پر شرجیل بن حسنہ کو میمنہ پر عمرو بن العاص کو، سواروں پر ضرار بن الازور کو اور پیادوں پر عیاض بن غنم کو مقرر کیا اور خود میسرہ میں رہے، رومیوں نے آدھی رات کے بعد اسلامی لشکر پر حملہ کیا۔ شرجیلؓ بن حسنہ مقابل ہوئے۔ لڑائی کا شور و غل سن کر دیگر سرداران لشکر اسلام بھی اپنی اپنی فوجیں لئے ہوئے میدان میں آگئے۔ کئی روز تک متواتر شب و روز لڑائی ہوتی رہی، رومیوں کا نامی سردار سقلا بن مخراق اور کئی نامی گرامی سپہ سالار مع اسی ہزار رومیوں کے مارے گئے بے شمار مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

بیسان وطبریہ کی اطاعت

اس کے بعد اسلامی لشکر بیسان کی طرف بڑھا اور محاصرہ کے بعد لڑائی شروع کردی۔ لیکن جب بیسان کے محافظ کامیابی کی امید میں بیسان پر اپنی جانیں فدا کرچکے تو اہل بیسان نے مجبور ہوکر صلح کرلی اور اہل طبریہ سے بھی جن کا ابو الاعور سلمی محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ صلح ہوگئی۔ اس طرح پورا اردن بھی پرامن طریقہ پر فتح ہوگیا۔ اور مسلمانوں نے اردن کے شہروں اور قصبات میں انتظام کی غرض سے اپنا لشکر مقرر کردیا۔ اور اس فتح یابی سے جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کو حاصل ہوئی۔ حضرت عمر فاروقؓ کو مطلع کیا۔

واقدی کا یہ خیال ہے کہ جنگ یرموک ۱۵ھ میں ہوئی تھی، ہرقل انطاکیہ سے بھاگ کر یرموک پہنچا تھا اور وہاں سے قسطنطنیہ گیا تھا، یرموک آخری لڑائی ہے اور ہم نے بروایت سیف لکھا ہے کہ واقعہ یرموک

---

[۱] یزید بن ابی سفیان نے اپنے زمانۂ حکومت دمشق میں اس کے ساحلی مقامات صیدا، عرقہ، جبیل اور بیروت کو فتح کیا اور وہاں کے اکثر رہنے والوں کو جلا وطن کردیا تھا۔ ان کے لشکر کے مقدمۃ الجیش حضرت امیر معاویہ افسر تھے انھوں نے عرقہ اکیلے فتح کیا ہے۔ (ابن اثیر)

سنہ ۱۳ھ میں ہوا تھا اور ابوبکر صدیقؓ کی وفات کی خبر لشکر اسلام میں اس روز پہنچی تھی جس دن رومی لشکر کو شکست ہوئی تھی واقعہ یرموک کے بعد دمشق کی طرف بڑھا تھا اور اس کو فتح کیا تھا اس کے بعد فحل کا واقعہ اور دیگر لڑائیاں ہرقل کے بھاگنے سے پہلے ہوئی ہیں۔

معرکہ بابل

حج سے واپسی کے بعد خالد بن ولید کو حضرت صدیق اکبر کا اس مضمون کا حکم نامہ ملا کہ "تم امیر لشکر ہو، نصف آدمیوں کو لے کر شام کی طرف چلے جاؤ اور بقیہ نصف کو عراق میں مثنیٰ بن حارثؓ کے پاس چھوڑ جاؤ" چنانچہ حضرت خالد بن ولید اس حکم کے مطابق شام کی طرف روانہ ہوئے اور مثنیٰ بن حارث حیرہ میں قیام کر کے لشکر کی تہذیب کرنے لگے۔ اُدھر اہل فارس نے اپنی سقیم حالت کو درست کیا شہر بزان[1] ابن اردشیر بن شہریار بن سابور کو سنہ ۱۳ھ میں عنان حکومت سپرد کی۔ اس نے تخت حکومت پر بیٹھتے ہی دس ہزار فوجیوں کو ہرمز کی سرکردگی میں مسلمانوں سے مقابلے کے لئے حیرہ کی طرف روانہ کیا لیکن مثنیٰ بن حارث نے حیرہ سے نکل کر بابل میں مورچہ قائم کیا۔ اور فریقین سے گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ اہل فارس اپنے لشکر میں سب سے آگے ہاتھیوں کی کثیر تعداد رکھتے تھے۔ گویا یہ دمس یا دمدمہ تھا جس کی آڑ سے مسلمانوں پر حملہ کرتے تھے مثنیٰ بن حارث نے لڑائی کا یہ رنگ دیکھ کر لوگوں کو للکارا اور خود تلوار کھینچ کر تکبیر کہتے ہوئے ہاتھیوں کے رخ سے ذرا ہٹ کر لشکر فارس کی طرف بڑھے اور نہایت تیزی سے اس طرح لشکر فارس پر چڑھائی کی کہ ان کو اپنے سنبھلنے اور بچنے تک کی مہلت نہیں دی۔ اہل فارس اس اچانک حملہ سے گھبرا کر میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ اسلامی لشکر ان کو قتل و قید کرتا ہوا ان کے تعاقب میں اطراف مدائن تک چلا گیا

ارزمیدخت کی تخت نشینی

اس لڑائی کے بعد دجلہ کے حصے کو چھوڑ کر پورا ملک عراق مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا اس کے بعد شہربزان کا انتقال ہو گیا۔ اہل فارس میں بادشاہ

---

[1] شہربزان نے قبل روانگی ہرمز، مثنیٰ کو اس مضمون کا خط لکھا "میں نے تمہاری طرف وحشیان فارس کا ایک لشکر عظیم بھیجا ہے جو درحقیقت مرغیوں اور سور کے چرواہے ہیں۔ میں تمہارے مقابلے پر سوائے ان لوگوں کے اور کسی کو نہیں روانہ کر سکتا"۔ مثنیٰؓ نے جواب میں لکھا "تو اپنے اس دعوے میں اگر سچا اور حد سے متجاوز ہے تو یہ تیرے لئے نقصان رساں اور ہمارے لئے بہتر ہے اور اگر جھوٹا ہے تو جھوٹوں کی برائی اس سے زیادہ کیا ہوگی کہ وہ اللہ تعالیٰ اور انسانوں کے نزدیک رسوا ہوں گے، ہم کو تیری دھمکی سے ذرا بھی خوف نہیں ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے تیرے مکر و فریب کو مرغیوں اور سور کے چرواہوں تک محدود کر دیا"۔ شہربزان اور اس کے اراکین دولت اس مضمون کو دیکھ کر دنگ ہو گئے جھلا کر ہرمز کو دس ہزار لشکر اور ایک سو ہاتھیوں کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلہ پر روانہ کیا۔

بنانے کے سوال پر اختلاف ہوگیا۔ لیکن چند روز بعد ازرمیدخت بنت کسریٰ کو بادشاہ بنانے پر اتفاق ہوگیا لیکن رسم تخت نشینی کے بعد ہی تخت سے اُتار دی گئی اور سابور بن شہریزان تخت نشین ہوا فرخ زاد بن بندوان کو قلمدان وزارت حوالہ کیا' ازرمیدخت سے شادی کرلی۔ ازرمیدخت کو یہ فعل ناگوار گزرا' فوراً سیاوخش کو لکھ بھیجا جو اہل فارس کے نامی گرامی سپہ سالاروں میں سے تھا۔ سیاوخش فوجی جمعیت کے ساتھ عین شب عروسی آپہنچا اور فرخ زاد کو مع اُس کے ساتھیوں کے قتل کرڈالا اور ازرمیدخت کو دوبارہ تخت حکومت پر بٹھایا۔

حضرت ابوبکرؓ کی وصیت کی تعمیل

آل کسریٰ اس طوائف الملوکی میں مصروف اور باہم برسرپیکار تھے کہ حضرت صدیق اکبر کا وصال ہوگیا اور جب حضرت مثنیٰ کو حضرت صدیق اکبر کا کوئی حال معلوم نہ ہوا تو انھوں نے بشیر بن الخصاصہ کو اپنا نائب مقرر کرکے خود مدینہ کا قصد کیا تاکہ خلیفہ رسول صلعم کو اہل فارس کے حال سے آگاہ کرکے ان پر حملہ کرنے کی اجازت اور امداد حاصل کریں۔ لیکن مدینہ میں حضرت مثنیٰ کے پہنچنے سے پہلے حضرت صدیق اکبرؓ نے عنان خلافت حضرت عمرؓ کے سپرد کردی تھی لیکن جب حضرت صدیق اکبر کو اس کی اطلاع دی گئی تو انھوں نے حضرت عمرؓ فاروق کو یہ وصیت[1] فرمائی کہ "کل کے دن تم سب سے پہلے یہ کام کرنا کہ مجاہدوں کو مثنیٰ کی سرکردگی میں عراق کی طرف روانہ کرنا اور خالد کے لشکر کو شام سے عراق کی طرف واپس جانے کا حکم دینا" صدیق اکبرؓ یہ حکم دے کر اُسی رات کو انتقال فرما گئے اور حضرت عمر فاروقؓ

---

[1] تاریخ کامل از ابن اثیر میں یہ وصیت اس طرح مذکور ہے "انی لا یرجوان اموت یومی ھذا فاذا مت فلا تمسین حتی تندب الناس مع المثنیٰ ولا تشغلنکم مصیبۃ عن امر دینکم ووصیۃ ربکم فقد رائیتنی متوفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وما صنعت وما اصیب الخلق بمثلہ واذا فتح اللہ علی اھل الشام فاردوا اھل العراق الی العراق فانھم اھلہ وولاۃ امرہ واھل الجراءۃ علیھم" (مجھے امید ہے کہ میں آج ہی مرجاؤں گا پس جب میں مرجاؤں تو تم کل کا دن گزرنے دینا یہاں تک کہ مثنیٰؓ کے ساتھ لوگوں کو لڑائی پر نہ بھیج دو۔ دیکھو کوئی مصیبت تم کو تمھارے دینی کام اور تمھارے رب کے حکم سے غافل نہ کردے بے شک تم نے بوقت وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھا ہے کہ اُس وقت میں نے کیا کیا؟ اور کسی شخص کو تکلیف نہیں ہوئی اور جب اہل شام پر فتح نصیب ہوجائے تو اہل عراق کو عراق کی طرف واپس بھیج دینا کیونکہ اہل عراق اس کی سرداری کے اہل اور وہاں کے کاموں کے متولی ہیں اور اُن پر اُن کو جرأت حاصل ہے اس وصیت سے بادنیٰ غور بشرطیکہ انصاف سے ہو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت دنیا کی غرض سے نہ تھی ورنہ وہ مرتے وقت اپنی بیوی بچوں کے حق میں وصیت کرجاتے یا اپنے لڑکے کو اپنا ولیعہد خلافت بنادیتے۔

نے حسب وصیت خلیفہ اولؓ کے احکام نافذ کر دیتے۔ حضرت عمر فاروقؓ اکثر فرمایا کرتے تھے "اللہ ابوبکرؓ پر رحم کرے۔ مرحوم نے حضرت خالدؓ کی امارت کی پردہ پوشی کی کیونکہ بوقت وفات مجھ کو خالد کے لشکر کو عراق واپس بھیجنے کا حکم دے گئے اور اُن کا کچھ ذکر نہ کیا"۔

حضرت عمرؓ کا خطبہ جہاد

حضرت عمر فاروق نے بیعت خلافت لینے کے بعد لوگوں کو مثنیٰ بن حارث کی سرکردگی میں عراق کے جہاد پر جانے کی تلقین فرمائی اور مہاجرین و انصار کو جمع کر کے فرمایا۔

کہاں ہیں وہ مہاجرین جنھوں نے اپنے نبیؐ کے ساتھ ہجرت کی' اور جن سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے۔ اُس سرزمین کی طرف قدم بڑھائیں جس کے وارث بنانے کا اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب میں وعدہ کیا ہے اور یہ ارشاد فرمایا ہے کہ "بے شک دین اسلام کو کل دینوں پر غالب کرے گا پس اللہ تعالیٰ اپنے دین کو ظاہر کرنے والا' اور اس کی مدد کرنے والوں کو عزت و فتح دینے والا ہے اور مختلف ممالک کا اُن کو وارث و مالک بنانے والا ہے۔ کہاں ہیں اللہ تعالیٰ کے نیک بندے! کہاں ہیں انصار! جنھوں نے اپنے نبیؐ کو اپنے یہاں ٹھہرایا اور ان کی اور ان کے دین کی مدد کی اور ان کے ساتھ رہے اور اُن کے ساتھ کفار سے لڑتے رہے' اُس ملک کی طرف چلیں جس کی فتح کی رسول اللہ صلعم نے بشارت دی ہے اور وہ کام کریں جن کی بابت اللہ تعالیٰ اپنی کتاب قرآن پاک میں ان الفاظ سے خوشنودی ظاہر کرتا ہے "ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفاً کانھم بنیان مرصوص"۔ یعنی بے شک اللہ دوست رکھتا ہے اُن لوگوں کو جو اُس کی راہ میں صف بہ صف ایسے لڑتے ہیں جیسے وہ گچ کی ہوئی دیوار ہیں اور پھر اس کے ساتھ "واخریٰ تحبونھا نصر من اللہ و فتح قریب" بھی فرمایا ہے۔ چلو! چلو!! اللہ کے نیک بندو چلو!!"

عراق کی مہم کے لئے مجاہدین کی روانگی

تین روز تک مہاجرین و انصار کے اجتماع میں حضرت فاروق اعظمؓ اسی طرح سے جہاد عراق کی تلقین کرتے رہے لیکن کسی نے کچھ جواب نہ دیا' چوتھے روز ابو عبیدہ بن مسعود ثقفی نے جہاد عراق کا عزم ظاہر کیا۔ ان کے بعد سعد بن عبید انصاری پھر سلیط[1] نے

---

[1] سلیط بن قیس اُن لوگوں میں سے تھے جو جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے کسی نے ابو عبیدہ کی سرداری پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ اس لشکر پر ان لوگوں میں سے کسی کو سردار بناؤ جو سابقین اولین میں سے ہو خواہ وہ مہاجرین میں سے ہو یا انصار میں سے' فاروق اعظم نے کہا واللہ میں ایسا نہ کروں گا اللہ تعالیٰ نے سابق الاسلام ہونے کی وجہ سے اُن کے درجات بلند فرمائے ہیں اور یہ اُن کے لئے کافی ہے اگر میں ایسا کروں گا تو اوروں کو شاق گذرے گا میں بے شک اُس کو سردار مقرر کروں گا جس نے سب سے پہلے عراق کے جہاد کی تحریک پر لبیک کہا ہے۔ بظاہر اس روایت اور علامہ ابن خلدونؒ کی بیان کردہ روایت میں اختلاف معلوم ہوتا ہے لیکن جس وقت یہ روایت سابقہ روایت کا تتمہ بنا دی جائے گی تو اختلاف باقی نہ رہے گا۔ کما لا یخفیٰ۔

ابن قیس اور پھر اور بہت سے مجاہدین عراق کے جہاد پر آمادہ ہو گئے"۔ حضرت فاروق اعظم نے اس حملے میں کہ ابو عبیدہ بن مسعود ثقفی نے عراق کے جہاد کی مہم پر جانے کے لئے سب سے پہلے آمادگی ظاہر کی تھی مجاہدین عراق کا امیر مقرر کیا اور روانگی کے وقت یہ ہدایت فرمائی: "دیکھو رسول اللہ صلعم کے اصحاب کے مشوروں کو غور سے سننا اور ہر کام میں ان کے شکر گذار رہنا خود رائی نہ کرنا کیونکہ یہ لڑائی ہے اور لڑائی کی صلاحیت اس شخص میں ہوتی ہے جو سوچ سمجھ کر کام کرتا ہو؛ مزاج میں عجلت نہ ہو وقت و موقع پہچانتا ہو؛ چنانچہ سلیط کی سرداری میں مجھ کو یہی پس و پیش تھا کہ ان کے مزاج میں عجلت و تیزی ہے اور لڑائی میں عجلت کرنا نقصان کا باعث ہوتا ہے۔ واللہ اگر اس کے مزاج میں عجلت نہ ہوتی تو میں اسی کو امیر لشکر مقرر کرتا" یہ پہلا لشکر تھا جس کو حضرت فاروق اعظم رضی نے ابو عبیدہ بن مسعود ثقفی کی سرکردگی میں جہاد کی غرض سے روانہ کیا۔

اہل نجران کی جلاوطنی کا حکم

ان کے بعد یعلی بن امیہ کو یمن کی طرف بھیجا اور ان کو رسول اللہ صلعم کی وصیت کے مطابق اہل نجران کو جلا وطن کر دینے کا حکم دیا اور ان سے فرما دیا کہ اہل نجران سے کہہ دینا کہ "ہم تم کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے حکم سے جلا وطن کرتے ہیں۔ اور وہ حکم یہ ہے کہ" سرزمین عرب میں دو دین نہیں رکھے جائیں گے اور ہم تم کو تمہارے رہنے کے لئے تمہارے ملک کی طرح دوسرا ملک بہ نظر ایفاء ذمہ دیتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے"۔

جنگ نمارق

الغرض ابو عبیدہ ثقفی مثنیٰ بن حارث، سعد بن عبید اور سلیط بن قیس کے ہمراہ تھے عراق کی طرف روانہ ہوئے۔ فارس میں فرخ زاد کے قتل کے بعد آزرمیدخت دوبارہ عنان حکومت پر متمکن ہو کر حکمرانی کر رہی تھی بوران نے والی خراسان رستم کو آزرمیدخت پر حملہ کرنے کو لکھا اور رستم کو آزرمیدخت کے خلاف ابھار دیا، رستم کثیر فوج کے ساتھ مدائن آ پہنچا اور چند روز کے محاصرے کے بعد مدائن فتح کر لیا، سیاوخش کو قتل کر کے آزرمیدخت کی آنکھیں نکلوالیں اور بجائے اس کے بوران کو تخت حکومت پر بٹھایا؛ مرزبانان فارس اس کی حکومت سے بہت خوش ہوئے اور نہایت خوشی سے اس کی اطاعت کو اپنے لئے فخر و عزت کا ذریعہ سمجھا۔ اگرچہ ابو عبیدہ کے فارس پہنچنے سے پہلے بوران کو مستحکم اور قابل اطمینان حکومت حاصل ہو گئی۔ اس کے باوجود پہلے مثنیٰ اور ایک ماہ بعد خود حضرت ابو عبیدہ اپنا جری لشکر لئے ہوئے حیرہ پہنچ گئے۔ رستم نے سواد کے دہقانوں کو مسلمانوں سے لڑنے کو لکھا اور ہر طرف ایک ایک کار آزمودہ سپہ سالار روانہ کیا چنانچہ فرات کی طرف جابان کو کسکر کی جانب نرسی کو اور کثیر التعداد فوج کو مثنیٰ کے مقابلہ پر بھیجا اور سب کو ایک دن اور ایک معین وقت پر نشیبی فرات میں جمع ہونے کا حکم دیا مثنیٰ نے حیرہ سے نکل کر خفان میں قیام کیا۔

ابو عبیدہ مثنیٰ کو سواروں کی فوج پر مقرر کر کے جابان سے بھڑ گئے جو ایک فوج کثیر لئے ہوئے نمارق میں فروکش

تھا۔ اہل فارس کچھ عرصہ تک تو جم کر لڑتے رہے لیکن جب مسلمانوں کے نامی سردار ابو عبیدہؓ نے اللہ اکبر کہہ کر قدم آگے بڑھایا اور مسلمانوں کا جری لشکر بھی اللہ اکبر کہتا ہوا لشکر فارس کی طرف بڑھا اُس وقت اہل فارس کا لشکر حواس باختہ ہو کر بھاگ نکلا ان کی فوج تتر بتر ہو گئی۔ ایک دوسرے پر گرتے پڑتے میدان جنگ سے بھاگے ایک سخت خونریز جنگ کے بعد جابان کو مطر بن فضہ تیمی نے اور مروان شاہ کو (جو لشکر فارس کے میمنہ کا افسر تھا) اکتل بن شماخ عکلی نے گرفتار کر لیا۔ اکتل نے تو مروان شاہ کو گرفتار کرتے ہی قتل کر ڈالا لیکن جابان نے مطر کو دھوکا دیا۔[1] امان حاصل کر کے نکل کھڑا ہوا لیکن مسلمانوں میں سے پھر کسی شخص نے اسے گرفتار کر لیا اور حضرت ابو عبیدہ کے پاس لایا۔ حضرت ابو عبیدہ نے اس کے قتل کا حکم دیدیا۔ لیکن جب ان کو یہ معلوم ہوا کہ مطر اس کو امن دے چکے ہیں۔ تو یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ "کل مسلمان مثل ایک جسم کے ہیں پس جب ان میں سے کسی نے ایک بات اختیار کر لی تو سب نے گویا اس کو اختیار کر لیا" جابان رہا ہونے کے بعد اپنے گروہ میں جا ملا۔ حضرت ابو عبیدہ نے ان کے تعاقب میں لشکر روانہ کیا یہاں تک کہ اس شکست خوردہ لشکر فارس نے کسکر میں جا کر دم لیا جہاں پر نرسی مقیم تھا۔

جنگ کسکر

نرسی۔ کسرائے فارس کا خالہ زاد بھائی تھا اس کے ساتھ تیس ہزار فوج تھی، میمنہ و میسرہ پر نغدویہ اور شیرویہ پسران بسطام کسرائے فارس کے ماموں زاد بھائی تھے جس وقت بوران اور رستم کو جابان کی شکست کی خبر پہنچی اور یہ معلوم ہوا کہ شکست خوردہ گروہ کسکر میں نرسی کے پاس آگیا ہے اُس وقت اُنھوں نے جالینوس کی سرکردگی میں ایک اور عظیم فوج نرسی کی مدد کو روانہ کی۔ لیکن اسلامی لشکر اور اس کے سرداروں نے جو نمارق سے جالینوس کے لشکر کا تعاقب کر رہے تھے۔ لشکر کے نشیبی کسکر مقام سقاطیہ میں پہنچنے سے پہلے لڑائی شروع کر دی تھی حضرت ابو عبیدہ قلب میں تھے، سعد و سلیط میمنہ و میسرہ اور مقدمۃ الجیش میں مثنیٰ تھے نرسی نے مسلمانوں کے میسرہ پر اور نغدویہ و شیرویہ نے قلب و میمنہ پر حملہ کیا لیکن جری مثنیٰ نے لڑائی کو بڑھتا ہوا دیکھ کر چار کوس کا چکر کاٹ کر نرسی پر پیچھے سے حملہ کر دیا نرسی نے اس غیر متوقع عقبی حملہ کو دیکھ کر گھبرا گیا اور پیچھے مڑ کر اپنی فوج کے ایک حصہ کو مثنیٰ کے مقابلے کے لئے متعین کر دیا۔ لیکن سعد فوراً اللہ اکبر کہہ کر نہایت تیزی سے مع ہمراہیوں کے سر پر جا پہنچے یہاں تک کہ دست بدست لڑائی ہونے لگی، اور تلواریں بھی نیام سے نکل آئیں حضرت ابو عبیدہ نے بھی بآواز بلند تکبیر کہی ان کی تکبیر کی آواز سن کر پورا اسلامی لشکر بے ساختہ پرجوش آواز سے اللہ اکبر

---

[1] جابان نے گرفتار ہونے کے بعد کہا کہ تم مجھ کو گرفتار کر کے کیا کرو گے تم مجھے چھوڑ دو، میں تم کو دو غلام نہایت حسین اور قیمتی دوں گا مطر نے نادانستگی میں اس کو چھوڑ دیا مگر اس کمبخت نے ایفا نہ کیا۔

کہ اٹھا جس سے میدان جنگ گونج اٹھا اور فریق مخالف کے پاؤں اکھڑ گئے اس کی وجہ یہ تھی کہ غنیم کو یہ پہلے سے معلوم تھا کہ مسلمان اپنی فتح کے وقت اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرتے ہیں نرسی بھاگ کھڑا ہوا۔ لیکن اسلامی لشکر نے مثنیٰ اور عاصم کی سرکردگی میں اس کا تعاقب کیا۔ اور دوسرے حصہ نے غنیم کے لشکریوں کو قتل اور قید و بند کی سزا دی۔ ان کے خیموں اور بازاروں پر قبضہ کر لیا لیکن تھوڑی ہی دیر میں کسکر اور سقاطیہ اہل فارس سے خالی ہو گیا۔ اسلامی سرداروں نے ان قصبات اور شہروں کو جن کے رہنے والوں نے اسلام لانے یا جزیہ دینے سے انکار کیا تاخت و تاراج کر ڈالا اور ان کے لڑکوں اور عورتوں کو گرفتار کر لیا اور اہل سواد پر جزیہ مقرر کر دیا، حضرت ابو عبیدہ نے فتح کا بشارت نامہ خمس اور مال غنیمت[۱] کے ساتھ حضرت فاروق اعظم کی خدمت میں مدینہ روانہ کیا اور جالینوس سے لڑنے کو بڑھے[۲]۔

معرکہ باقیسیا

یہ تو پہلے لکھا جا چکا ہے کہ جالینوس کو رستم و بوران نے نرسی کی مدد کو روانہ کیا تھا۔ لیکن اس کے پہنچنے سے پہلے ابو عبیدہ نے لڑائی چھیڑ دی تھی جس کا نتیجہ اہل فارس کے خلاف ہوا اور اسلامی لشکر کے حق میں نکلا مسلمانوں کا کامیابی کے ساتھ غنیم کے شہروں، خیموں اور مال و اسباب پر قبضہ ہو گیا اس کے بعد جالینوس پہنچا اور مقام باقیشا (سرزمین باروسما) میں قیام کیا ابو عبیدہ نے سقاطیہ سے نکل کر باقیشیا میں جالینوس کا مقابلہ کیا اور پہلے ہی حملہ میں اس کو میدان جنگ سے مار بھگایا جالینوس کی شکست کے بعد ابو عبیدہ نے تقریباً کل اطراف سواد پر قبضہ کر لیا اور وہاں کے رہنے والوں پر جزیہ قائم کر کے حیرہ واپس آ گئے حالانکہ حضرت فاروق اعظم نے روانگی کے وقت سمجھا دیا تھا "کہ اے ابو عبیدہ! تم مکر و فریب

---

[۱] بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ اہل فارس اس قدر حواس باختہ ہو کر بھاگے تھے کہ دسترخوان پر نفیس نفیس کھانے چنے تھے وہ چنے کے چنے رہ گئے اور چولھوں پر ہانڈیاں چڑھی تھیں مسلمانوں نے ان سب پر قبضہ کر لیا منجملہ اور میوہ جات کے نرسی بھی تھا جو ایک اعلیٰ درجہ کا کھجور ہوتی ہے مسلمانوں نے خوب سیر ہو کر کھایا' ابو عبیدہ نے خمس کے ساتھ نرسی کو بھی روانہ کیا اور یہ لکھا کہ "ہم کو اللہ جل شانہ نے وہ عمدہ اور نفیس کھانے کھلوائے جن کو اکاسرہ اپنی حفاظت میں رکھے ہوئے تھے ہمارا جی چاہا کہ ان کو آپ کی خدمت میں بھی بھیج دیں تاکہ آپ بھی اللہ تعالیٰ کے انعام و افضال کا شکریہ ادا کریں۔

[۲] ابن اثیر نے لکھا ہے کہ لڑائی ختم ہونے کے بعد ابو عبیدہ نے مثنیٰ کو باروسما کی طرف اور عاصم کو نہر جور کی طرف اور سلیط کو زوابی اور اہل اندرو وغیرہ کی طرف روانہ کیا' ان لوگوں نے جو وہاں جمع تھے ان کو بھگا دیا وہاں کے رہنے والوں نے مجبور ہو کر جزیہ دے کر صلح کر لی اور فرخ و فراوندا د ابو عبیدہ کے پاس آئے نذرانہ میں بیش قیمت اموال و اسباب اور اعلیٰ و نفیس میوے پیش کئے غرض کہ اس طرح سے چاروں جانب سے سواد فتح ہو گیا اس کے بعد جنگ جالینوس ہوئی۔

خیانت اور بد باطنی کی ایسی سرزمین پر بھیجے جا رہے ہو، جہاں کی پوری قوم شر کرنے پر جری ہو گئی ہے اور نیکی کو بھلا چکی ہے پس تم ان کو نیکی کی تعلیم دینا اور دیکھتے رہنا کہ وہ کس انداز پر چلتی ہے۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ اپنی زبان پر قابو رکھنا اور اپنے راز کو چھپانا کیونکہ اہل راز جب تک اپنے راز کو چھپائے رکھے گا ایسے امور سے محفوظ رہے گا جن کو وہ برا جانتا ہے اور جب اس نے افشا کر دیا تو نقصان اٹھائے گا۔

جنگ جسر

شکست خوردہ جالینوس اپنے شکست خوردہ لشکر کے ساتھ مداین میں رستم کے پاس پہنچا، رستم غصہ سے کانپ اٹھا حاضرین سے مخاطب ہو کر بولا "اہل عجم میں سے کون شخص ہے جو اہل عرب سے لڑ سکتا ہے؟" لوگوں نے جواب دیا "بہمن جادویہ ذوالحاجب" رستم نے بہمن جادویہ کو تیس ہزار فوج اور تین سو ہاتھی کے ساتھ حیرہ کی طرف روانہ کیا اور اس کی کمک پر جالینوس کو مامور کیا اور حکم دیا کہ "اگر اس مرتبہ جالینوس میدان جنگ سے بھاگے تو ضرور اس کی گردن مار دینا" اس لشکر میں درفش کاویانی (کسریٰ کا علم) بھی تھا جس کا طول بارہ گز اور عرض آٹھ گز اور نمر[1] کی کھال کا بنا ہوا تھا۔ بہمن جادویہ نے مداین سے حیرہ تک اثنائے راہ میں جتنے قصبات اور شہر پڑے وہاں سے کمی آدمیوں کو بھرتی کرتا ہوا قس ناطف میں آ کر پڑاؤ ڈالا۔ ابو عبیدہ یہ سن کر کسکر سے مروحہ پہنچ گئے۔ لیکن دریائے فرات کے درمیان میں حائل ہونے کی وجہ سے فریقین اس وقت تک لڑائی سے رکے رہے جب تک کہ فریقین کی باہم رضامندی سے فرات پر پل تیار نہ ہو گیا۔ یہ پل ابن صلوبا نے بنایا تھا۔

واقعات جنگ

پل بننے کے بعد بہمن جادویہ نے حضرت ابو عبیدہ سے معلوم کرایا "کہ تم دریا عبور کر کے ہماری طرف آؤ گے یا ہم کو عبور کرنے کی اجازت دو گے" اس بارے میں حضرت ابو عبیدہ کی رائے تھی کہ لشکر اسلام دریا عبور کر کے فریق مخالف سے نبرد آزما ہو، لیکن بعض سرداران لشکر اسلام جن میں سلیط بھی شامل تھے اس رائے کے مخالف تھے لیکن حضرت ابو عبیدہ نے ان لوگوں کی کچھ نہ سنی اور دریائے فرات عبور کر کے اہل فارس کے لشکر پر حملہ آور ہوئے تھوڑے عرصہ میں سرزمین قس ناطف سوار، پیادوں اور لڑنے والوں سے ایسی بھر گئی کہ تل رکھنے کی جگہ نہ ملتی تھی فریقین کی صفوں کی ترتیب کے بعد جنگ شروع ہوئی اہل فارس نے اپنے لشکر کے آگے ہاتھیوں کو رکھا فارس کے تیر اندازوں نے تیر اندازی شروع کر دی اسلامی

---

[1] نمر بفتح نون (کسرہ میم یا اسکان میم) ایک درندہ ہے جو صورتاً شیر کے مشابہ ہوتا ہے مگر اس سے قد میں چھوٹا اور خباثت و جرأت میں بڑا ہوتا ہے اس کی جلد پر سفید و سیاہ دھبے ہوتے ہیں۔ شاہان ایران کا قاعدہ تھا کہ جب کسی کے قتل کا ارادہ کرتے تھے تو مقتول کو نمر کی کھال پہنا دیتے تھے گویا یہ ان کے غضب کے اظہار کا طریقہ تھا۔

سواروں نے حملہ کرنے کا قصد کیا تو ان کے گھوڑے سامنے کالی کالی پہاڑیوں کو نقل و حرکت کرتے ہوئے دیکھ کر بدک کر بھاگ جاتے تھے کیونکہ اس سے پہلے انھوں نے کبھی ہاتھی کی صورت و شکل دیکھی ہی نہ تھی علاوہ اس کے ایرانی لشکر کے ساتھ دف، بانسری اور جھانجھ وغیرہ ساز بھی تھے جن کو وہ جنگ کے وقت بجاتے تھے حضرت ابو عبیدہ نے یہ رنگ دیکھ کر فوج کو پیدل لڑنے کا حکم دیا اور خود پیدل ہو کر تکبیر کہتے ہوئے آگے بڑھے اہل فارس کے تیراندازوں نے ان کو روکنا چاہا لیکن اُن کے جوشِ اسلام اور شوقِ شہادت نے انھیں نہایت تیزی کے ساتھ غنیم کی صفوں تک پہنچا دیا اور لشکر فارس سے دست بدست لڑنے لگے۔ تھوڑی دیر تک لڑائی کا یہ رنگ قایم رہا لیکن چند ساعت کے بعد جب بہمن نے اپنے گروہ کو منتشر ہوتے دیکھا تو اس نے ہاتھیوں کو بڑھانے کا حکم دیا ہاتھیوں کے آگے بڑھنے سے مسلمانوں کی صفیں ٹوٹ گئیں، پریشان ہو ہو کر ادھر ادھر ہٹنے لگے۔

حضرت ابو عبیدہؓ کی شہادت

حضرت ابو عبیدہؓ نے چلا کر کہا "اے اللہ کے بندو تم لوگ ہاتھیوں پر کیوں حملہ نہیں کرتے؟ چلو بڑھ کر ان کے خرطوم (سونڈ) کو ایک وار سے کاٹ ڈالو کیا تمھاری تلواروں میں زنگ لگ گیا ہے؟ کیا تم دشمنانِ اسلام کو ان ناپاک جانوروں کی وجہ سے چھوڑ دو گے؟ نہیں! نہیں!! کیا وہ لوگ آدمی نہیں ہیں جنھوں نے ان کو اپنے قابو میں کر رکھا ہے؟ کیا وہ تمھاری طرح آدمی نہیں ہیں جن کے حکم سے یہ جانور چلتا اور حرکت کرتا ہے بڑھو اور بڑھ کر ان کی سونڈوں کو تلوار کے ایک وار سے کاٹ ڈالو" حضرت ابو عبیدہ یہ کہکر آگے بڑھے، لپک کر ایک ہاتھی پر تلوار چلائی، پہلے ہی وار میں اس کی سونڈ کاٹ ڈالی۔ یہ دیکھ کر ہاتھی بان نے حضرت ابو عبیدہؓ پر نیزے سے وار کیا لیکن انھوں نے خود کو بچا کر دوسرے وار میں ہاتھی کے اگلے دونوں پاؤں اڑا دیئے ہاتھی زمین پر گر پڑا اور اس کا سوار حضرت ابو عبیدہ کی تلوار کے سایہ میں موت کی نیند سو گیا۔ حضرت ابو عبیدہ کی یہ تیزی اور دلاوری دیکھ کر اسلامی دلاوروں نے بھی تیزی و مردانگی سے لڑائی شروع کر دی اور کئی ہاتھیوں کی سونڈ اور ٹانگیں کاٹ کاٹ کر ان کے سواروں کو خاک و خون کے بچھونے پر سلا دیا، لیکن اتفاق سے حضرت ابو عبیدہ ایک ہاتھی کے سامنے پڑ گئے اُس نے ان کے پکڑنے کا قصد کیا اور انھوں نے اپنے کو بچا کر اس کی سونڈ پر وار کیا، سونڈ تو کٹ کر زمین پر آ رہی۔ لیکن بچتے بچتے بھی ہاتھی نے ان پر اپنا ایک پاؤں رکھ دیا جس سے وہ دب کر شہید ہو گئے۔

حضرت مثنیٰ کا استقلال

ان کی شہادت کے بعد پے درپے سات آدمیوں نے لواء اسلام سنبھالا اور لڑ کر شہید ہوئے آٹھویں شخص مثنیٰ تھے جنھوں نے لواء اسلام کو لے کر دوبارہ ایک پرجوش لڑائی کا قصد کیا لیکن اسلامی لشکر کی صفیں ٹوٹ گئی تھیں اور لوگوں نے یکے بعد دیگرے سات امیروں کو شہید ہوتے دیکھ کر بھاگنا شروع کر دیا تھا ایک پرجوش دلاور نے اسلامی لشکر کا یہ رنگ دیکھ کر پل کو توڑ ڈالا اور کہا اے لوگو! مرد جب جانت

ہیں تمہارا سردار اور تمہارے بھائی مر چکے ہیں یا فتح مند ہو، ذلت سے بھاگ کر جان بچانا گوارا نہ کرو" بہمن جادویہ نے سختی کے ساتھ حملہ کرنا شروع کر دیا بعض لوگ جو میدان جنگ میں نہ ٹھہر سکے وہ فرات میں ڈوب گئے اور جو لوگ مستقل مزاجی سے میدان جنگ میں سینہ سپر ہو کر لڑے اور لڑتے رہے وہ کمال شوق سے شربت شہادت پی کر آرام کے ساتھ سو گئے مثنیٰؓ عروہ بن زید الخیل اور ابو محجن ثقفی جیسے وغیرہ چند آدمیوں کے ساتھ میدان جنگ سے نہ ہٹے مسلمانوں میں سے جو لوگ فرات کو عبور کر کے چلے گئے تھے اُن سے مثنیٰ نے بہ آواز بلند کہا "میں تمہارا محافظ ہوں تم لوگ پل کو درست کر دو" پھر اُن لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا جو جان بچانے کے خیال سے خود کو فرات میں ڈبو رہے تھے "تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے میں تو تمہارے آگے کھڑا ہوا لڑ رہا ہوں تم لوگ کیوں اپنی جانیں ہلاکت میں ڈالتے ہو کچھ خوف نہ کرو اور ڈوب کر اپنی جانیں نہ دو" جب اُن لوگوں نے اس پر بھی توجہ نہ کی تو مثنیٰ لڑائی میں مصروف ہو گئے۔

مجاہدین کی مراجعت

عروہ اور ابو محجن نہایت مردانگی سے لڑتے رہے بالآخر مثنیٰ زخمی ہوئے۔ ابو زید طائی نصرانی ہارا گیا یہ حیرہ میں کسی ضرورت سے مثنیٰ کے پاس آیا تھا اور ملکی جوش انتقام سے مثنیٰ کے ساتھ ہو کر اہل فارس سے لڑ رہا تھا اس عرصے میں پل دوبارہ درست کر دیا گیا اور مثنیٰ نے بقیہ آدمیوں کے ساتھ لڑتے ہوئے فرات کو عبور کر لیا۔ آخر میں پل کے پاس سلیط بن قیسؓ شہید ہوئے۔ اس معرکہ میں مسلمانوں کو سابقہ معرکوں کی نسبت بہت زیادہ نقصان اٹھانا پڑا۔ چار ہزار آدمی شہید[1] ہوئے اور ڈوب گئے دو ہزار بھاگ گئے، تین ہزار باقی بچے، دوسری طرف لشکر فارس کے چھ ہزار آدمی کام آئے۔

بہمن کی مدائن کو روانگی

اس معرکہ کے ختم ہونے اور مثنیٰ کے دریائے فرات کو عبور کرنے کے بعد بہمن نے تعاقب کی غرض سے دریائے فرات کو عبور کرنے کا قصد کیا تاکہ دوبارہ جنگ کر کے مسلمانوں کے ضعف سے فائدہ اٹھایا جائے۔ لیکن یہ سن کر مدائن لوٹ گیا کہ اہل فارس میں دو گروہ ہو گئے ہیں ان میں سے ایک نے فرزان کے ساتھ مل کر رستم کے خلاف خروج کیا ہے۔ یہ واقعہ شعبان ۱۳ھ کا ہے۔

جابان اور مردان شاہ کا قتل

بہمن کی مراجعت کے بعد جابان و مردان شاہ بھی اس کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے مثنیٰ نے یہ خبر پا کر بجائے اپنے عاصم بن عمرو کو مقرر کیا۔ عاصم چند

---

[1] منجملہ ان مقتولوں کے عقبہ و عبداللہ پسران قبطی بن قیس بھی تھے جو شریک اُحد تھے لیکن ان کے ساتھ ان کے بھائی عباد بھی شہید ہوئے تھے یہ شریک اُحد نہیں تھے، قیس بن السکن بن قیس ابو زید انصاری بدری اسی معرکہ میں شہید ہوئے تھے۔ ان کے اعقاب باقی نہیں رہے، یزید بن قیس بن الحطیم انصاری بھی شہید ہوئے یہ شریک اُحد تھے۔ علاوہ ان کے ابو امیہ فزاری صحابی بن مسعود برادر ابو عبیدہ اور ان کے لڑکے جبر بن الحکم بن مسعود بھی شہید ہوئے۔

سواروں کو لے کر جابان اور مردان شاہ کے مقابل ہوئے۔ اُن دونوں نے یہ سمجھ کر کہ یہ ہمارے لشکر کے ہیں ان کے پاس آ گئے انھوں نے ان دونوں کو گرفتار کر لیا اہل لیس اس واقعے سے مطلع ہو کر گرم جوشی کے ساتھ اپنے سرداران کے چھڑانے کو نکلے لیکن مثنیٰ کو مستعد پا کر ٹھنڈے ہوئے اور مثنیٰ سے صلح کر لی لیکن مثنیٰ نے صلح سے پہلے ان کے قیدیوں کو مار ڈالا تھا۔

جنگ بویب حضرت فاروق اعظمؓ حضرت ابو عبید ثقفی کی شہادت اور مسلمانوں کی شکست سے باخبر ہو کر مسلمانوں کو مثنیٰ بن حارث کی امداد پر آمادہ کرنے لگے سب سے پہلے بجیلہ نے عراق کی طرف جانے پر مستعدی ظاہر کی۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے مجاہدین بجیلہ پر جریرؓ بن عبداللہ کو امیر مقرر کیا۔ یہ وہی شخص ہیں جنھوں نے مختلف قبائل کو متحد و مجتمع کیا تھا اور رسول اللہ صلعم نے ان کی سرداری کا وعدہ فرمایا تھا۔ لیکن کچھ ایسا اتفاق پیش آیا کہ رسول اللہ صلعم کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ بھی مرتدوں کی سرکوبی میں مصروف ہو جانے کی وجہ سے اپنے زمانۂ اقتدار میں حضورؐ کے کیے ہوئے اس وعدے کو انجام دے سکے یہاں تک کہ حضرت فاروق اعظمؓ مسند خلافت پر رونق افروز ہو گئے۔ اب حضرت عمرؓ نے اس وعدے کو پورا کیا اور مثنیٰ کی مدد کو عراق کی طرف روانہ کیا ان کے علاوہ عصمۃ بن عبداللہ الضبی کو ان کے گروہ والوں کے ساتھ مثنیٰ کی کمک پر بھیجا نیز اہل ردت کو بھی مثنیٰ کی مدد کرنے کی ہدایت کی اس طرح رفتہ رفتہ مثنیٰ کے پاس ایک بہت بڑی فوج جمع ہو گئی جس میں قبیلہ نمر کے عیسائی بھی شامل تھے انس بن بلال اس کے امیر تھے رستم و فیرزان نے یہ اطلاع پا کر مہران ہمدانی کو حیرہ کی طرف روانہ کیا۔ مثنیٰ ان دنوں قادسیہ اور خفان کے درمیان قیام پذیر تھے! انھوں نے مہران کی آمد کی خبر سُن کر جریر و عصمت اور کل ان لوگوں کو جو ان کی امداد کے لئے آئے تھے بویب میں یک جا ہونے کو لکھا اور خود وہاں سے کوچ کر کے فرات کے کنارے کنارے کوفہ کے قریب بویب میں آ کر اترے۔ ان کے بعد ہی بقیہ عساکر اسلام بھی آ گئے۔ مہران ہمدانی ان کی نقل و حرکت سے مطلع ہو کر فرات کے دوسرے کنارے پر ان کے مقابلہ کے لئے آن پہنچا اور مثنیٰ سے کہلا بھیجا "تم خود دریائے فرات عبور کر کے ہماری طرف آؤ یا ہم کو عبور کرنے کی اجازت دو" مثنیٰ نے کہا تم خود عبور کر کے ہماری طرف آؤ۔ چنانچہ

لہ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ جریر نے حضرت عمر فاروق اعظمؓ سے رسول اللہ صلعم کے اس وعدے کے ایفا کا تقاضا کیا جس کا ذکر مورخ کتاب ہذا نے کیا ہے اور حضرت عمر فاروقؓ نے اس کے جواب میں اپنے عمال کو لکھا تھا کہ جتنے لوگ جاہلیت میں بجیلہ کی طرف منسوب ہوتے تھے اُن سب کو جریر کے پاس جمع کر دو" پس جب یہ لوگ جمع ہو گئے اور حضرت عمر فاروقؓ نے اُن کو عراق جانے کا حکم دیا تو ان لوگوں نے سوائے شام کے اور کسی طرف جانے سے انکار کیا تب حضرت عمر فاروقؓ بہ نفس نفیس عراق جانے پر مستعد ہو گئے لیکن آخر میں طے پایا کہ جریر اور ان کی قوم کو مال غنیمت کے خمس کا چوتھا حصہ دیا جائے چنانچہ جریر اس امر پر راضی ہو گئے اور حضرت عمر فاروق اعظمؓ سے رخصت ہو کر عراق روانہ ہوئے۔

مہران اپنی فوج کے ساتھ دریائے فرات عبور کر کے مثنیٰ کے مقابلے پر آیا اس کے میمنہ و میسرہ پر مردان شاہ ابن ازاذ اور مرزبان حیرہ تھا اس نے اپنے پورے لشکر کے تین حصہ کئے تھے، ہر حصہ کے ساتھ ہاتھیوں کا ایک جھنڈ تھا، سب سے آگے پیادوں کی فوج تھی ان کے بعد ہاتھیوں کا جھنڈ تھا جن پر بڑے بڑے ہوشیار تیر انداز سوار تھے اور دائیں بائیں سواروں کا رسالہ تھا۔

حضرت مثنیٰ کا خطبہ جہاد

مثنیٰ نے بھی فریق مخالف کی مستعدی دیکھ کر اپنے لشکر کو مرتب کیا میمنہ پر بشیر بن الخاصیہ کو، میسرہ پر بشیر بن ابی رہم کو، مقدمہ پر اپنے بھائی معنی کو، پیادوں پر اپنے دوسرے بھائی مسعود کو اور ساقہ پر مذعور کو مقرر کیا۔ صفوں کی ترتیب کے بعد لشکر اسلام کے بیچ کھڑے ہو کر لشکر اور سرداران لشکر سے مخاطب ہو کر فرمایا" مجھکو امید ہے کہ اس کے بعد پھر ایسا دن نہ آئے گا، مجھکو اس کی خوشی عید کے دن سے زیادہ ہے، میرے دل میں اسلامی جوش اس قدر بھرا ہوا ہے کہ اگر میں اکیلا ہوتا تو بھی دشمنان اسلام کے سامنے سے نہ ہٹتا، افسوس کی بات ہے کہ تم لوگ عرب ہو کر عجمیوں سے ڈرتے ہو، تمھارے انتظار میں رضوان نے جنت کے دروازے کھول دیئے ہیں بڑھو اور بڑھکر اپنی مرادیں حاصل کرو، دیکھو آج کا دن ہاتھ سے جانے نہ پائے، اللہ اور اُس کے رسولؐ کی خوشنودی حاصل کرو بے شک اللہ تعالیٰ اُنھیں کو دوست رکھتا ہے جو اس کے راستہ میں صف بہ صف استقلال سے لڑتے ہیں" مثنیٰ اس مختصر تقریر کے بعد چند ساعت خاموش کھڑے ہوئے عساکر اسلام کے جوش مردانگی کو نظر فراست سے دیکھتے رہے۔ بعد ازاں لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا" تین تین بار تکبیر ہو جائے جب میں چوتھی بار تکبیر کہوں تو فوراً تم لوگ بھی تکبیر کہتے ہوئے حملہ کر دینا۔

واقعات جنگ

مثنیٰ کی زبان سے پہلی بار لفظ" اللہ اکبر" پورے طور سے نہ نکلنے پایا تھا کہ لشکر فارس نے گھبرا کر اس بے ترتیبی سے حملہ کر دیا کہ فریقین کے سوار و پیادہ ایک دوسرے سے مل گئے، گھمسان کا رن پڑا مثنیٰ نے لشکر فارس کے قلب پر حملہ کیا جس میں مہران تھا۔ مہران تاب مقاومت نہ کر سکا ناکامی کے ساتھ پیچھے ہٹا اُس کی مدد کو میمنہ بڑھا لیکن لشکر اسلام کے میسرہ نے مدافعت کر کے قلب کی مدد سے اُن کو باز رکھا اور ان کو اپنے ساتھ لڑائی میں مصروف کر لیا۔ عساکر اسلامیہ کا میمنہ اہل فارس کے میسرہ پر حملہ کر رہا تھا ہر حملے میں دلیران اسلام کے اللہ اکبر کی آواز سے میدان جنگ گونج اُٹھتا تھا اور اہل فارس گھبرا گھبرا کر حملہ کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کی قوت توانائی نے اُن کی امداد سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور وہ لوگ حواس باختہ ہو کر مایوسانہ کوشش کرنے لگے، مثنیٰ نے عساکر اسلام کو للکارا" تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو کیا تم لوگ آج پھر مسلمانوں کو رسوا کرو گے ؟ جی توڑ کر لڑو دیکھو تمھارے دشمنوں کے پاؤں اُکھڑ چکے ہیں: اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد" اے معاشر بکر! اپنے علموں کو بلند کرو اور اپنی تیز تلواروں کے نرغے میں دشمنوں کو لے لو، ڈاڑھی پر ہاتھ پھیر کر، اے

بنی عجل! اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو مدہ کرنے میں عجلت کرو، کیا تم کو شرم نہیں آتی کہ تمہارے بھائی خاک و خون پر سو رہے ہیں۔

مجاہدین کی فتح

عساکر اسلام کا دل اس آواز سے بھر آیا، سب کے سب نے پوری قوت سے اللہ اکبر کہہ کر بھرپور حملہ کر دیا جس کی تاب نہ لا کر لشکر فارس میدان جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا ان کے سرداروں نے ان کے واپس لانے کی کوششیں کیں جو سب بے سود رہیں مثنیٰ نے لشکر فارس کو روبہ شکست دیکھ کر آگے بڑھ کر پل کا راستہ روک لیا۔ اور فارس کے دوڑتے ہوئے سواروں کو تہ تیغ کرنا شروع کیا لڑائی ختم ہونے کے بعد شمار کرنے سے معلوم ہوا کہ ۱۰۰ سو آدمی عساکر اسلامیہ کے شہید ہوئے لیکن تقریباً ایک لاکھ آدمی اہل فارس کے مارے گئے۔ باقی جو کسی طرح بچ بچا کر بھاگ نکلے تھے ان کی گرفتاری کے لیے مثنیٰ نے ایک چھوٹا سا لشکر روانہ کیا جو ان کا تعاقب کرتا ہوا ساباط تک گیا۔ آخر اس لشکر نے بھاگنے والوں کے اموال پر قبضہ کر لیا اور اس کے قرب و جوار کے قصبات و دیہات کو تاخت و تاراج کر دیا وہاں کے رہنے والوں کو گرفتار کر لیا دو دن شب و روز یہ لڑائی جاری رہی اس لڑائی کے بعد سواد سے دجلہ تک کا کل علاقہ مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا اور اہل فارس نے مجبوری ماورائے دجلہ، اُن کے قبضے میں رہنے دیا۔

جنگ انبار ثانی

اس واقعے کے بعد مثنیٰ حیرہ میں بشیر بن الخصاصیہ کو چھوڑ کر سواد کی طرف بڑھے الیس (انبار کے ایک گاؤں) میں پڑاؤ ڈالا اسی اعتبار سے اس جنگ کو غزوہ انبار ثانی یا غزوہ الیس ثانی کے نام سے

---

۱ منجملہ ان سو آدمیوں کے جو اس معرکے میں شہید ہوئے مسعود برادر مثنیٰ اور خالد بن ہلال وغیرہ تھے مثنیٰ نے اختتام جنگ کے بعد شہداء کو جمع کرا کے اُن کی نماز جنازہ پڑھی اور اُن کو دفن کرا دیا، مسلمانوں نے عجمیوں کی بہت سی بھیڑ بکری اور خوردنی اشیاء پر قبضہ کر لیا تھا اس میں سے کچھ ان لوگوں کے اہل و عیال کے بھی کھانے کو روانہ کیا جو مدینہ سے لڑنے کو آئے تھے اور حسب وعدہ ربع خمس جریر کو دیا، اہل فارس کا نامی سردار مہران سپہ سالار افواج فارس بنی تغلب میں سے ایک نصرانی کم عمر لڑکے کے ہاتھ سے مارا گیا لڑکا بعد قتل مہران اس کے گھوڑے پر سوار ہو گیا اور اس کے اسباب پر اپنا قبضہ کر لیا۔ لیکن مثنیٰ نے فیصلہ دیا کہ مہران کا اسباب سردار کا حق ہے۔ لیکن گھوڑا اور ہتھیار لڑکے کا حق ہے۔ فتوح البلدان میں لکھا ہے کہ مہران کو جریر بن عبداللہ اور منذر بن حسان بن ضرار نے مارا تھا۔ مہران کے قتل کے بعد دونوں میں جھگڑا ہوا۔ جریر کہتے تھے میں نے مہران کو مارا ہے اس کا کل اسباب مجھے ملنا چاہیے اور منذر کا دعویٰ تھا کہ میں نے اس کو مارا ہے میں اس کے مال و اسباب کا مالک ہوں، جب جھگڑا زیادہ بڑھا تو یہ فیصلہ ہوا کہ منذر کو اس کا گھوڑا اور اسباب دیا گیا اور جریر کو اس کے ہتھیار حرب ملے۔

موسوم کرتے ہیں۔ اس مقام پر مثنیٰ کو جاسوسوں[1] نے خنافس و سوق بغداد پر حملہ کرنے کی رائے دی اور یہ تبلایا کہ خنافس زیادہ قریب ہے وہاں مداین و سواد کے تاجر آتے جاتے رہتے ہیں، ربیعہ[2] و قضاعہ ان کی حفاظت کرتے ہیں۔ مثنیٰ یہ سن کر اس دن تو خاموش ہو رہے لیکن موقع پا کر عین بازار کے دن خنافس پر دفعۃً حملہ کر دیا اور وہاں کے کل مال و اسباب پر قبضہ کر کے انبار واپس آ گئے۔ یہاں سے سفر و جنگ کا سامان درست کر کے ایک راہبر کے ساتھ بغداد کی طرف رات ہی کو روانہ ہو گئے، صبح ہوتے ہی اس کے بازار میں پہنچ کر قتل و غارت کا سودا خرید و فروخت کرنے لگے سونا چاندی اور قیمتی سے قیمتی اسباب جس قدر لے سکتے تھے لے کر پھر انبار کی جانب لوٹ آئے اور مضارب عجلی کو رکان ریا کباث، کی طرف روانہ کیا جہاں پر بنی تغلب کی ایک جماعت رہتی تھی لیکن مضارب کے پہنچنے سے پہلے ہی بنی تغلب رکان چھوڑ کر بھاگ رہے تھے۔ یہ دیکھ کر مضارب بھی اُن کے پیچھے چل پڑے یہاں تک کہ اُن میں سے اکثر کو مار ڈالا لیکن جب یہ لوگ انبار کی جانب لوٹے تو فرات بن حیان ثعلبی اور عتد بن نہاس قبائل تغلب پر شب خون مارنے کے لئے صفوں کی طرف بڑھے اور پھر ان دونوں کے بعد خود مثنیٰ بھی روانہ ہوئے لیکن صفین میں اُن کے پہنچنے سے پہلے بنی تغلب بھاگ گئے تھے اس وجہ سے مثنیٰ فرات عبور کر کے جزیرہ کی طرف چلے گئے۔ جزیرہ پہنچ کر مثنیٰ اور ان کے ساتھیوں کو رسد نہ پہنچنے اور زادراہ کے ختم ہو جانے سے سخت تکلیف ہوئی فاقوں کی یہ نوبت پہنچی کہ ان لوگوں نے سواری کے جانوروں کو ذبح کر کے کھانا شروع کر دیا، اتفاق سے اہل خطان کا ایک قافلہ ادھر آ گیا جس پر ان لوگوں نے حملہ کر کے ان کو یرغمال میں لے لیا۔ اس کے محافظوں[3] میں سے ایک نے بنی تغلب کا مقام قیام بتا دیا پس مثنیٰ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ اسی دن بنی تغلب پر حملہ آور ہوئے، جنگ آوروں کو

---

[1] ان جاسوسوں میں سے ایک انباری تھا جس نے بازار خنافس کی رہبری کی تھی اور دوسرا حیری تھا اس نے بغداد کی رہبری کی تھی۔ مثنیٰ رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے دریافت کیا "یہ دونوں مقامات کتنے فاصلے پر ہیں" جاسوسوں نے جواب دیا "ایک دن کی مسافت پر یہ دونوں واقع ہیں" پھر مثنیٰ نے کہا "ان دونوں میں سے کون جلد اور آسانی سے ہاتھ آ جائے گا" انھوں نے کہا "خنافس"۔

[2] خنافس ربیعہ و قضاعہ کے حلقے میں تھا ان کے سواروں کے دو دستے یہاں حفاظت کی غرض سے رہتے تھے ربیعہ کے دستہ سواران پر سلیل بن قیس تھا اور قضاعہ کے سواروں پر اوبانس بن وبیرہ حاکم تھا عساکر اسلام نے ان پر بھی حملہ کیا اور ان کے اثاثے کو ان سے چھین لیا۔

[3] محافظین قافلہ میں سے تین آدمی گرفتار کئے گئے تھے مثنیٰ نے ان سے بنی تغلب کا حال دریافت کیا ان میں سے ایک نے کہا ہم تم کو بنی تغلب کا پتہ اس شرط سے بتلاتے ہیں کہ "تم ہم کو مع ہمارے اہل و مال کے امن دو" مثنیٰ نے اس بات کو منظور کیا اور اس نے مثنیٰ کو تغلب کا پتہ بتلا دیا۔

تہ تیغ کیا عورتوں اور بچوں کو قید کر کے مال و اسباب جو کچھ تھا اُس کو اپنے قبضے میں لے لیا تغلب کا یہ قبیلہ وا دی ردیحلہ میں تھا لشکر اسلام کے بنو ربیعہ نے اپنے حصے کے عوض قیدیوں کو خرید کر آزاد کر دیا۔

معرکہ تکریت اور صفین پر غلبہ

جب مثنیٰ کو یہ معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے مفتوحہ اور مقبوضہ شہروں کے رہنے والے دجلہ کی طرف جا رہے ہیں، تو مثنیٰ ان کے تعاقب میں روانہ ہوئے میمنہ پر نعمان بن عوف شیبانی کو میسرہ پر مطر شیبانی کو اور مقدمۃ الجیش پر حذیفہ بن محصن خلفانی کو مقرر کیا تکریت میں مڈبھیڑ ہوتی۔ لشکر اسلام نے ان پر اور اہل تکریت پر غلبہ پا لیا۔ اور مظفر و منصور انبار۔ واپس آیا۔ عتبہ اور فرات جو صفین کی طرف گئے تھے انھوں نے نمر و تغلب پر صفین میں شب خون مارا ان کے آدمیوں کی ایک کثیر تعداد نے پانی میں ڈوب کر جان دے دی جو باقی بچے اُن کو عتبہ و فرات نے قتل کر ڈالا یا گرفتار کر لیا۔ ان فتوحات سے اہل فارس کے دلوں پر مسلمانوں کا رعب چھا گیا اور ان کا اقتدار، دریائے فرات و دجلہ کے مابین موجیں مارنے لگا۔ اُن کے ہتھیاروں کے عکس فرات و دجلہ کی لہروں میں دکھائی دینے لگے۔

یزدگرد کی تخت نشینی

جس وقت لشکر اسلام سواد میں اہل فارس کو پیہم شکستیں دے رہا تھا اس وقت رستم و فیرزان میں باہم اختلاف تھا۔ دونوں میں صلح کرانے کے لیے سرداران فارس جمع ہو کر ان دونوں کے پاس گئے اور کہا کہ "تم دونوں کے اختلاف سے ہم لوگ ہلاکت میں پڑے ہوتے ہیں تمھاری بدولت ہم لوگ ذلت و خواری میں مبتلا ہو گئے تم دونوں آدمی اگر باہم متفق ہو جاؤ تو بہتر ہے ورنہ ہم پہلے تم سے لڑیں گے بعد ازاں اپنے دشمنوں سے لڑ کر اپنی جان دے دیں گے۔ عرب کی وحشی قومیں کہاں تک بڑھ آتی ہیں بغداد کو لوٹا تکریت پر حملہ کیا اب ان دونوں کے بعد باقی کیا رہ گیا ہے صرف مدائن! وہ بھی ایک نہ ایک دن ان کے حملہ کے نذر ہو جائے گا۔" رستم اور فیرزان اس تقریر کو سن کر قائل ہو گئے اور یہ دونوں سرداران فارس کے ساتھ توران کے پاس گئے اور اس سے خاندان کسریٰ کے کسی مرد کو بادشاہ بنانے کی درخواست کی۔ چنانچہ خاندان کسریٰ کی کل عورتیں جمع کی گئیں اور اُن سے دھمکی دے کر دریافت کیا جانے لگا۔ ان میں سے کسی نے بیان کیا "خاندان کسریٰ میں ایک نو عمر لڑکے یزدگرد کے سوا اور کوئی باقی نہیں رہا یہ لڑکا شہریار بن کسریٰ کی اولاد سے ہے اس کی ماں نے اپنے بھائی کے پاس اس کو روپوش کر دیا ہے یہ اس زمانے سے اس کی حفاظت میں ہے جس وقت کہ شیرویہ نے اپنے بھائیوں کو قتل کرنا شروع کیا تھا رستم و فیرزان نے یہ سن کر اس کی ماں سے دریافت کیا اور یزدگرد کو اس کے ماموں کے پاس سے لائے اس وقت اس کی عمر اکیس برس کی تھی اور اس کو فارس کے تخت شاہی پر بٹھایا یزدگرد نے تخت نشین ہونے کے بعد اپنے ملک کے کل مرزبانوں کو طلب کر کے سرزمین ملک اور عوام کی حفاظت کی سخت تاکید کی نامی گرامی کار آزمودہ سپہ سالاروں کو حدود حیرہ ابلہ اور انبار کی حفاظت کی غرض سے کثیر التعداد فوجوں کے ساتھ روانہ کیا۔

حضرت عمرؓ کا مثنیٰ کو فرمان

مثنیٰ بن حارث نے دار الخلافت میں ان واقعات کی اطلاع دی ہنوز دار الخلافۃ اسلام سے کوئی جواب نہیں آیا تھا کہ اہل سواد نے بد عہدی کی۔ مثنیٰ بن حارث نے ان کی سرکوبی کے قصد سے خروج کر کے ذی قار میں قیام کیا اور کل عساکر اسلام طف میں مقیم رہا۔ حضرت فاروق اعظمؓ کے پاس جس وقت مثنیٰ کی اطلاعی عرض داشت مشعر حالات اہل فارس پہنچی اس وقت سے انھوں نے مثنیٰ کی امداد کا انتظام شروع کر دیا۔ مثنیٰ کو لکھا "تمھارے پاس جس قدر عراق و عرب کے مسلمان ہیں ان کو لے کر تم لشکر فارس پر حملہ آور ہوا شہ سواروں میں جنگ آور ربیعہ و مضر کو طوعاً و کرہاً اپنے ہمراہ لو"، مثنیٰ اس فرمان کو پانے کے ساتھ کل قبائل عرب کو جو اُن کے قرب و جوار میں تھے جمع کر کے حلہ میں قیام پذیر ہوئے پھر یہاں سے کوچ کر کے بانتظار کمک عصی (جبل بصرہ) پر جا کر مقیم ہوئے حضرت عمر فاروق اعظمؓ نے مثنیٰ کے پاس حکم بھیجنے کے بعد اپنے کل عمال[1] کو ایک گشتی مراسلہ بھیجا اور اُن سے سواروں، پیادوں، سواریوں، ہتھیاروں، سپہ سالاروں اور جنگ آوروں کو بغرض جہاد فارس طلب کیا۔ پس جو لوگ مدینہ و عراق کے نصف راستہ پر تھے وہ مدینہ واپس آ گئے اور جو عراق کے قریب تھے وہ مثنیٰ سے جا ملے یہ واقعہ ماہ ذیقعدہ ۱۳ھ کا ہے، اسی سنہ کے ماہ ذی الحجہ میں حضرت فاروق اعظمؓ حج کو گئے۔

مشاورت صحابہ کرامؓ

حج سے واپسی کے بعد جس وقت غازیان اسلام اطراف و جوانب سے مدینہ میں آ کر جمع ہو گئے اُس وقت حضرت فاروق اعظمؓ مدینہ میں علی ابن ابی طالبؓ کو امیر مقرر کر کے چشمہ صرار پر جا کر قیام فرمایا۔ مقدمۃ الجیش پر طلحہ، میمنہ و میسرہ پر عبدالرحمٰن و زبیر تھے اُن لوگوں کو نہ تو یہ معلوم تھا کہ حضرت فاروق اعظمؓ کس قصد و ارادے سے باہر نکلے ہیں اور نہ ان میں سے کسی کو پوچھنے کی ہمت و جرأت ہی پڑتی تھی ایک سکوت کا عالم سب پر چھایا ہوا تھا۔ حضرت عثمان ابن عفان نے دریافت فرمایا کہ "کہاں کا قصد ہے"؟ حضرت فاروق اعظمؓ نے کچھ جواب نہ دیا مسلمانوں کو جمع کر کے عراق کی مہم پر جانے کی بابت مشورہ کیا سب کے سب نے بالاتفاق جانے کی رائے دی، اس مشورے کے بعد اصحاب رسول اللہ (صلعم) یعنی متوسلین خلیفہ وقت حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عبدالرحمٰنؓ (رضی اللہ عنہم) کو مشورے کی غرض سے طلب کیا۔ ان بزرگوں نے فرمایا "مناسب یہ ہے کہ آپ خود مدینہ میں مقیم رہیں اور لشکر اسلام پر کسی صحابی رسول (صلعم) کو مقرر کر کے عراق کی جانب روانہ کریں اگر اس کو کامیابی حاصل ہو گئی تو نور علیٰ نور ورنہ اور کسی دوسرے صحابیؓ کو امیر لشکر روانہ کیا جائے یہاں تک کہ

---

[1] اس سنہ میں حضرت عمر فاروق اعظمؓ کے عمال اس تفصیل سے تھے مکہ میں عتاب بن اسید طائف میں عثمان بن ابی عاص یمن میں یعلی بن منیہ، عمان و یمامہ میں حذیفہ بن محصن بحرین میں علاء بن حضرمی شام میں ابو عبیدہ بن جراح کوفہ اور جو بلاد اس طرف کے مفتوح ہوئے تھے مثنیٰ بن حارث اور کل ممالک اسلامیہ کے قاضی القضاۃ علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین تھے۔

اللہ تعالیٰ فتح نصیب کرے اور دشمنان دین کو ہلاک کرے اس میں دشمنوں پر زیادہ اثر پڑے گا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص کی روانگی

حضرت فاروق اعظمؓ نے اس رائے کو مستحسن سمجھا اور پسند فرمایا اور مشیروں کے بالاتفاق مشورے سے حضرت سعد بن ابی وقاص کو اس کام کے لیے منتخب کیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص ان دنوں صدقات ہوازن پر متعین تھے حضرت فاروق اعظمؓ نے طلبی کا خط روانہ کیا اور جنگ عراق کا سپہ سالار اعظم بنا کر روانگی کا حکم دیا۔ روانگی کے وقت چند کلمات بطور نصیحت کے ارشاد فرمائے "اے سعد بن ابی وقاص تم کو یہ خیال کہ تم رسول اللہ صلعم کے ماموں اور ان کے صحابی ہو اللہ تعالیٰ سے بے پروانہ کردے، کیونکہ اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں معاف کرتا، بلکہ برائی کو نیکی سے معاف کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی میں سوائے طاعت و ریاضت کے نسب کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے اُس کے نزدیک کل مخلوقات برابر ہیں اور مذہب و دین کے اعتبار سے مختلف ہیں اللہ تعالیٰ سب کا پالنے والا ہے اور یہ سب اُس کے بندے ہیں، ہاں اعمال صالح سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی جاتی ہے اور طاعت کے ذریعہ سے اس کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے پس انھیں امور کو پیش نظر رکھنا جو تم نے رسول اللہ (صلعم) کو کرتے دیکھے ہیں اور انھیں امور کو لازم سمجھنا جن کو رسول اللہ (صلعم) نے اختیار فرمایا تھا، تم کو صبر و تحمل اختیار کرنا چاہیے" اس تقریر کے ختم کرنے کے بعد سعد بن ابی وقاص کو چار ہزار غازیان و عساکر اسلام کے ساتھ عراق کی جانب روانہ کیا۔ حمیضہ بن نعمان بن حمیضہ بارق پر، عمرو بن معدی کرب و ابو سبرہ بن ابی رہم مذحج پر، یزید بن الحرث صدائے عذرہ پر، حبیب، مسلمہ اور شر بن عبداللہ ہلالی قیس عیلان پر، اور حصین بن نمیر و معاویہ بن خدیج سکون و کندہ پر افسر بنائے گئے۔ پھر حضرت سعد کی روانگی کے بعد دو ہزار یمنی، دو ہزار نجدی جنگ آوروں کو اور روانہ کیا۔

حضرت مثنیٰؓ کی وفات

جس وقت حضرت سعد بن ابی وقاص بزورود میں پہنچے اُس وقت مثنیٰ بن حارثؓ کی موت کی خبر ان کو معلوم ہوئی اور یہ سنا گیا کہ مثنیٰ نے بوقت انتقال بشیر بن الخصاصیہ کو امیر مقرر کیا ہے ان کے ہمراہ آٹھ ہزار کی جمعیت تھی پھر جب یہاں سے آگے بڑھے تو تین ہزار کی جمعیت سے بنی اسد حزن و لبسیطہ کے مابین حضرت سعد سے آملے جو حضرت فاروق اعظمؓ کے لکھنے کے مطابق حضرت سعد کے انتظار میں اس مقام پر ٹھہرے ہوئے تھے پھر جب سعد اس مقام سے روانہ ہو کر سیراف پہنچے تو یہاں اشعث بن قیس اپنے قبیلے کے دو ہزار غازیوں کو لے کر حاضر ہوئے یہاں مثنیٰ کے بھائی معنی بن حارث شیبانی اُن سے آکر ملے اور مثنیٰ کی ضروری ہدایتیں جو انھوں نے انتقال کے وقت کی تھیں حضرت سعد سے بیان فرمائیں۔ یہ سیراف ہی میں ٹھہرے ہوئے تھے کہ حضرت فاروق اعظمؓ نے لشکر کا جائزہ لینے اور لشکر کی صف بندی کا حکم بھیجا۔

لشکرِ اسلام کی ترتیب حضرت سعد نے لشکرِ اسلام کا جائزہ لیا تو غازیانِ اسلام کی تعداد تیس ہزار تک پہنچ گئی تھی انھوں نے ہر دس دس آدمیوں پر ایک ایک کار آزمودہ شخص کو مقرر کیا۔ سرداری کا جھنڈا ان کو عطا کیا جو سابق الاسلام صحابی تھے ہراول، ساقہ، میمنہ، میسرہ، پیادوں سواروں پر جدا جدا سردار مقرر کئے۔ جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

حصہ	نام افسر	مختصر کیفیت
مقدمہ یعنی ہراول	زہرہ بن عبداللہ بن قتادہ	ایام جاہلیت میں یہ بحرین کے بادشاہ تھے اور اپنی قوم کی طرف سے وفد لے کر رسول اللہ (صلعم) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مشرف بہ اسلام ہوگئے۔
میمنہ (لشکر کا دایاں حصہ)	عبداللہ بن المعتصم	صحابی تھے۔
میسرہ (لشکر کا بایاں حصہ)	شرحبیل بن السمط کندی	ایک دلیر نوجوان تھے اہل ردت کی لڑائی میں انھوں نے بہت نام پیدا کیا تھا۔
ساقہ (لشکر کا پچھلا حصہ)	عاصم بن عمرو التمیمی	یہ قعقاع بن عمر کے بھائی ہیں اور صحابی ہیں
طلایع (پٹرول)	سواد بن مالک تمیمی	اس جنگ میں یہ پہلے ایک سریہ کے سردار بنائے گئے تھے پھر طلایع پر مامور ہوئے
مجرد (بے قاعدہ فوج)	سلمان بن ربیعہ باہلی	یہ فتوح شام میں بھی شریک ہوئے ہیں سنہ ۳۰ھ سے پہلے انتقال ہوا۔
پیدل	جمال بن مالک الاسدی	
شتر سوار	عبداللہ بن ذی السہمین	
قاضی و خزانچی	عبدالرحمٰن بن ربیعہ باہلی	مال غنیمت کا جمع کرنا اور تقسیم کرنا بھی ان کے سپرد تھا
رائد یعنی رسد وغیرہ کے بندوبست کرنے والے	سلمان فارسی	مشہور صحابی ہیں جو فارس کے رہنے والے تھے
مترجم	ہلال ہجری	
کاتب (سکریٹری)	زیاد بن ابی سفیان	

فاروق اعظمؓ کا دوسرا فرمان

سعد نے لشکر کی ترتیب سے فراغت حاصل کرنے کے بعد مثنیٰ کے لئے دعائے مغفرت کی، ان کے بھائی معنیٰ کو ان کی سرداری پر بحال رکھا اور ان کی بیوی سلمیٰ سے اپنا عقد کر لیا ہنوز سیراف سے آگے نہ بڑھنے پائے تھے کہ حضرت فاروق اعظمؓ کا ایک دوسرا فرمان آن پہنچا جس میں قادسیہ کی طرف بڑھنے کو لکھا تھا کہ "قادسیہ میں تم اپنے مورچے ایسے مقام پر بناؤ کہ آگے تمہارے زمین فارس ہو اور پیچھے تمہارے عرب کے پہاڑ ہوں، اگر اللہ تعالیٰ تم کو فتح نصیب کرے تو جس قدر چاہو بڑھتے چلے جاؤ اور اگر اس کے برعکس ہو تو پہاڑ پر پناہ لو اور پھر ان کے رنگ ڈھنگ دیکھ کر حملہ کرو" حضرت سعد نے اس ہدایت کے بموجب سیراف سے کوچ کیا اور آہستہ آہستہ قادسیہ کے اطراف و جوانب پر نظر ڈالتے ہوتے آگے بڑھے۔ زہرہ بن عبداللہ ہراول کے سردار تھے۔

سریۂ بکر بن عبداللہ

ایک سریہ[1] بسرداری بکر بن عبداللہ لیثی، حیرہ کی طرف روانہ کیا جس وقت بکر بن عبداللہ لیثی سلحین سے آگے بڑھے، کچھ شور و غل اور راگ باجے کی آواز سنائی دی سن کر ٹھہر گئے۔ یہاں تک کہ وہ لوگ قریب آگئے۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ آزادمرد بن آزادبہ مرزبان حیرہ کی بہن صاحبہ جنیس کے یہاں عروسی میں جا رہی ہے بکر بن عبداللہ نے موقع پاکر شیرزاد بن آزاد بر حملہ کر دیا اور ایک ایسا وار کیا کہ اس کی کمر ٹوٹ گئی، اُن کے ہمراہی سواروں نے اور لوگوں پر وار کرنا شروع کر دیا۔ راگ باجے والے تو اپنی جان بچا کر بھاگ گئے اور شیرزاد نے اُسی میدان میں تڑپ کر جان دے دی۔ بکر بن عبداللہ اور ان کے ہمراہیوں نے دلہن کو حیرہ کی تیس شریف زادیوں اور ایک سو لونڈیوں کے گرفتار کر لیا۔ مال و اسباب کی کوئی انتہا نہ تھی، نہ اُس کی قیمت سادہ دل عرب جان سکتے تھے، صبح کو بکر بن عبداللہ مال اور اسباب کے ساتھ مقبوضہ دلہن، عورتوں اور لونڈیوں کو لے کر عذیب پہنچے حضرت سعد نے مال غنیمت مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ یہاں سے کوچ کر کے قادسیہ پہنچے اور جبال قنطرہ میں عتیق و خندق کے درمیان اپنے مورچے قائم کئے۔ قدیس اس مقام سے نشیب میں ایک میل کے فاصلے پر تھا۔

رستم کی قادسیہ کو روانگی

حضرت سعد بن ابی وقاص قادسیہ میں تقریباً دو مہینہ تک لشکر فارس کے انتظار میں ٹھہرے رہے لیکن کوئی فوج مقابلہ پر نہ آئی اس زمانے میں جب رسد اور غلے کی ضرورت ہوتی تھی تو مسلمان سپاہی کسکر اور انبار کے درمیانی مواضعات سے اپنی ضرورت کی چیزیں فراہم کرتے تھے گویا قدرتی طور سے یہ مقامات لشکر اسلام کے رسد، غلہ اور بھیڑ بکریوں کی فراہمی کے کیمپ مقرر کئے گئے تھے رفتہ

---

[1] اس سریہ میں تیس مشہور اور جنگ آزمودہ آدمی تھے دوسرے مورخوں نے لکھا ہے کہ یہ سریہ عذیب سے روانہ کیا گیا تھا اور حضرت سعد نے سیراف سے کوچ کر کے عذیب میں ڈیرے ڈالے تھے جہاں اہل فارس کا ایک گزین رہتا تھا اور وہ بلا جدال و قتال اُن کے مفت ہاتھ آگیا تھا۔

رفتہ اس کی شکایت یزدگرد تک پہنچائی گئی اور اسے بتلایا گیا کہ حیرہ سے فرات تک کا علاقہ لشکر اسلام نے لوٹ لیا ہے، اس کے آباد مقامات کو ویران کر دیا ہے، ان مقامات کو انھوں نے قتل و غارت گری کی جولاں گاہ بنا رکھا ہے اگر شہنشاہ اس کے انسداد کی طرف توجہ کرتا ہے تو خیر ورنہ ہم لوگ عرب کی اطاعت قبول کر لیں گے" یزدگرد نے رستم اور اراکین دولت کو طلب کر کے مشورہ کیا رستم نے کہا "مناسب یہ ہے کہ ایک لشکر عظیم بھیجنے کے بجائے یکے بعد دیگرے اہل عرب کی سرکوبی کے لئے پے در پے مختلف سرداروں کی سرکردگی میں لشکر روانہ کئے جائیں۔ دفعۃً عجلت کر کے لشکر عظیم بھیج دینا اور شکست کھانا خلاف مصلحت ہے اس کے مقابلے میں ایک لشکر کی شکست کے بعد دوسرے لشکر کا مقابلہ کرنا نسبتاً آسان ہے"۔ یزدگرد نے جواب دیا "نہیں! معرکہ کارزار میں تیرا جانا بہت ضروری ہے تو جہاں دیدہ اور کار آزمودہ ہے عربوں کے ساتھ نبرد آزمائی کے تجھے متعدد مواقع ملے ہیں چھوٹے چھوٹے جیش بھیج کر لڑانا اور ان کی شکست کے بعد دوسری فوجوں کو بھیجنا دولت کا نقصان اور حکومت کی اہانت ہے جب تک قادسیہ کا میدان سواروں اور پیادوں سے نہ بھر دیا جائے اور اُن پر دفعۃً دندان شکن حملہ نہ کیا جائے اُس وقت تک عرب کی لالچی بدو قومیں اپنے افعال و حرکات سے باز نہ آئیں گی" رستم بادل ناخواستہ روانگی پر آمادہ ہو گیا اور افواج کی فراہمی کے بعد ساباط میں اپنے لشکر کی صف بندی و ترتیب کرنے لگا۔

اسلامی سفارت

حضرت سعد بن ابی وقاص نے ان واقعات کی اطلاع دربار خلافت میں کی۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے جواباً لکھا کہ "اہل فارس کی جنگ کی تیاری سے اور کثرت سے تم کو پریشان اور خائف نہ ہونا چاہئے، اللہ تعالیٰ سے امداد کے خواستگار رہو اور اسی پر بھروسہ کرو اور قبل از جنگ چند آدمیوں کو جو ذی عقل و فراست اور بحث و مباحثہ کا شعور رکھتے ہوں شاہ فارس کے پاس دعوت اسلام کے لئے بھیج دو۔ اللہ تعالیٰ اس کا وبال بھی انھیں پر ڈالے گا"۔ چنانچہ حضرت سعدؓ نے ایسا ہی کیا اور چند اصحاب کو یزدگرد کے پاس روانہ کیا، یہ نعمان بن مقرن، قیس بن زرارہ، اشعث بن قیس، فرات بن حبان، عاصم بن عمر، عمرو بن معدی کرب، مغیرہ بن شعبہ، مثنیٰ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے یہ لوگ عربی گھوڑوں پر سوار کوڑے اور نیزے ہاتھوں میں لئے تلوار گلے میں حمائل کئے اور کندھوں پر چادریں ڈالے اپنی لشکرگاہ سے نکل کر رستم کو چھوڑتے ہوئے سیدھے یزدگرد کے دربار شاہی کو روانہ ہوئے اثنائے راہ میں جس طرف سے گذرتے تھے ایک بھیڑ لگ جاتی تھی رعب و داب کا یہ حال تھا کہ کوئی شخص انگلی سے اشارہ بھی نہ کر سکتا تھا، گھوڑے اگرچہ بے زین تھے لیکن اڑنوں سے نکلے جاتے تھے۔

اسلامی سفارت یزدگرد کے دربار میں

یزدگرد نے ان لوگوں کے آنے کی خبر سن کر اپنے دربار کو آراستہ کیا۔ امراء، وزراء، اراکین دولت اور نیز رستم کو جمع کر کے ترجمان کے ذریعہ دریافت کیا "تم لوگ کس وجہ سے ہمارے شہروں میں آئے اور کس چیز نے تم کو لڑائی پر ابھارا ہے؟ کیا اس کی یہی

وجہ ہے کہ ہم تمھاری سرکوبی سے ان دنوں غافل ہو گئے ہیں" نعمان بن مقرن نے اپنے ہمراہیوں سے مخاطب ہو کر کہا "اگر تم لوگ جواب دے سکتے ہو تو بسم اللہ جواب دو ورنہ مجھے اجازت دو کہ میں ان کو جواب دوں" ہمراہیوں نے کہا "بہتر ہے تم ہی جواب دو" نعمان نے ترجمان سے مخاطب ہو کر کہا "بے شک اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا اور ہماری ہدایت کے لئے اپنے پیغمبر کو بھیجا جن کی یہ صفتیں ہیں" انھوں نے ہم کو اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف بُلایا پس بعض لوگوں نے اُس کو قبول کر لیا لیکن بعض نے اس سے روگردانی کی۔ انھوں نے ہم کو مخالفین اسلام سے جہاد کرنے کا حکم دیا مخالفین جزیہ دے کر یا اسلام قبول کر کے ہمارے ساتھ ہو گئے۔ رفتہ رفتہ ہماری جمعیت بڑھ گئی اس طرح ہم ان کی بھلائی اور فضیلت جان گئے۔ جس کو وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں سے لائے تھے بعد ازاں انھوں نے ہم کو ہمارے ملک عرب کے پڑوسی ممالک کے لوگوں کو دین حق کی طرف بلانے اور اس کے قبول کرنے کا حکم دیا اور بصورت دیگر جنگ کا۔ پس اگر تم ہمارے دین کو قبول کرنے سے انکار کرو گے تو یہ تمھاری ذلت کا سامان ہوگا اور تم کو جزیہ دینا پڑے گا لیکن اگر اس سے بھی انکار کرو گے تو ہم تم سے جنگ کریں گے"۔

یزدگرد یہ تقریر سن کر برافروختہ ہو گیا۔ لیکن ضبط کر کے ترجمان کے ذریعہ سے کہا "میرے نزدیک روئے زمین پر کوئی قوم تم سے زیادہ جنگلی، غیر مہذب وحشی۔ تعداد میں کم۔ برائیوں میں زیادہ نہیں ہے۔ تمھیں یاد ہوگا کہ جب تم لوگ شرارت وسرکشی پر آمادہ ہوتے تھے تو ہم تمھارے اطراف وجوانب کے قصبات ودیہات کے زمینداروں کو تم پر مامور کر دیتے تھے، وہ تمھاری سرکوبی کر دیتے تھے۔ تم لوگ فارس کی طمع نہ کرو البتہ اگر تم کو کچھ ضرورت ہو تو بیان کرو ہم تم کو کھانے کو دیں گے، پہننے کو کپڑے دیں گے، اور تم پر ایسے شخص کو حکمراں بنا دیں گے جو تمھارے ساتھ نرمی واحسان سے پیش آئے گا" نعمان اس تقریر کا جواب نہ دینے پائے تھے کہ قیس بن زرارہ بول اُٹھے "یہ رؤسا اور شرفاء عرب ہیں، شرفاء عرب ایسی لغو باتوں کا جواب نہیں دیتے۔ حیا مانع ہوتی ہے۔ میں اس کا جواب دیتا ہوں، یہ لوگ اس کی تصدیق کرتے جائیں گے۔ تم نے عرب اور اہل عرب کی حالت بیان کی ہے۔ یقیناً اس سے بھی بدرجہا ابتر حالت میں تھے لیکن اللہ تعالےٰ نے اُن پر اپنا فضل واحسان کیا کہ اُن کی ہدایت کے لئے نبی ﷺ بھیجا جس نے اُن کو راہ راست کی ہدایت کی اور مخالفین دین مبین کو زیر کیا اور کل روئے زمین پر فتح دینے کا وعدہ کیا ہے پس تمھیں اگر ذلت وخواری قبول ہے تو جزیہ دینا منظور کرو ورنہ یہ تلوار ہے جو ہمارے اور تمھارے درمیان قطعی فیصلہ کرنے والی ہے یا پھر اسلام قبول کر کے خود کو بچا لو۔

نیک فال

یزدگرد کا غصہ اس تقریر سے بھڑک اُٹھا آنکھیں سُرخ ہو گئیں، چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا، تھوڑی دیر تک غضب ناک، سکوت کی حالت میں بیٹھا پھر اپنے ہونٹوں کو چبا کر بولا

"ایزد کی قسم ہے۔ اگر مجھ سے پیشتر کسی نے سفیروں کو قتل کیا ہوتا تو میں اسی وقت تم لوگوں کو مار ڈالتا" پھر یزدگرد نے اپنے خادم سے ایک ٹوکری مٹی منگوا کر کہا "اس کو ان کے سردار کے سر پر رکھ کر مداین کے باہر نکال دو" پھر ان کی طرف متوجہ ہو کر بولا "اس کو تم اپنے سردار کے پاس لے جاؤ اور اُس سے یہ کہہ دو کہ ہمارے ملک سے یہ ملا ہے میں بہت جلد رستم کو تمھاری سرکوبی کو بھیجتا ہوں جو تم سب کو قادسیہ کی خندق میں دفن کر دے گا۔ اس کے بعد وہ تمھارے ملک کو سابور سے زیادہ پامال کرے گا" عاصمؓ یہ سن کر اٹھ کھڑے ہوئے اور مٹی کی ٹوکری اپنے کندھے پر اُٹھا کر بولے "میں اس گروہ کا سردار ہوں" پھر اپنے ہمراہیوں سے مخاطب ہو کر کہا "چلو خود کسریٰ فارس نے اپنی زمین ہم کو دیدی" عاصم اور اُن کے ساتھی مٹی کی ٹوکری لئے ہوئے سیدھے حضرتؓ سعد کے پاس پہنچے۔ کل ماجرا بیان کر کے کہا "مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے ان کے ملک کی مٹی ہم کو مرحمت فرمائی ہے"۔[1]

یزدگرد کے حاضرین دربار لشکر کو عرب کے سفیروں کی گفتگو اور مٹی کی ٹوکری اٹھا کر خوشی و مسرت سے روانہ ہونا نہایت شاق گزرا اُس عمل سے وہ لوگ فکر و رنج کے دریا میں ڈوب گئے۔ رستم اُن کی باتوں اور بلند خیالی سے حیران ہو گیا۔ یزدگرد نے تھوڑی دیر کے بعد مہر سکوت توڑ کر کہا "میں نے عرب میں ان لوگوں سے زیادہ کسی کو احمق نہیں دیکھا۔ ان کو یہ کیسی عجیب خوش فہمی ہے کہ انھیں کل روئے زمین پر قبضہ مل جائے گا اور زعم باطل میں ان کے سردار نے مٹی کی ٹوکری اپنے کندھے پر رکھ لی" رستم نے جواب دیا "خداوند یہ لوگ بڑے عالی خیال و ذی عقل ہیں۔ ان لوگوں نے اسی مٹی سے اپنا حسن تفاؤل اور آپ کی بدفالی مراد لی ہے" یزدگرد نے اس کا کچھ جواب نہ دیا اور رستم کو ان لوگوں کے جانے کے فوراً بعد حیرہ کی طرف بڑھنے کا حکم دے دیا۔

فراض پر شبخون سفیروں کی روانگی کے بعد اشیاء خوردنی کی کمی محسوس ہوئی۔ سواد بن مالک تمیمی فراض پر شب کے وقت چھاپہ مار کر تین سو جانور گرفتار کر لائے جن میں خچر گدھے، بکریاں، گائے اور بیل شامل تھے۔ صبح کے وقت سواد بن مالک ان مویشی کو لے اسلامی لشکر گاہ میں آئے۔ حضرت سعد نے ان کو فوجوں میں تقسیم کر دیا۔ لیکن مزید گوشت کی کمی کی وجہ سے متعدد سریے[2] آدمیوں اور

---

[1] امام ابوالعباس احمد بن یحییٰ ابن جابر بلاذری نے فتوح البلدان میں لکھا ہے کہ جب یزدگرد نے مٹی کی ٹوکری منگوائی تو عمر بن معدی کرب نے اُٹھ کر اپنی چادر بچھا دی اور مٹی لے کر اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

[2] ابن اثیر نے لکھا ہے کہ فراض پر شبخون مارنے کے بعد حضرت سعدؓ نے دوسرا سریہ روانہ کیا جس نے بنی تغلب و نمیر کے اونٹ مع اُن کے آدمیوں کے گرفتار کر لئے تھے۔ سعد نے اُن کو بھی دوسرے دن ذبح کر کے تقسیم کر دیا (باقی صفحہ ۳۰۷ پر)

مویشیوں کو پکڑ لانے کے لئے روانہ کیے۔ لشکر میں گوشت کی کمی تھی اور غلہ کی جنس ان کے پاس کافی تھی۔

رستم اور ایک عرب کی گفتگو

رستم، طوعاً و کرہاً مداین سے جنگی ہتھیار جمع کر کے اور ساٹھ ہزار فوج لے کر ساباط کی طرف روانہ ہوا۔ اس فوج کے مقدمہ پر جالینوس تھا جس کے ہمراہ چالیس ہزار کا لشکر تھا، ساقہ میں بیس ہزار فوج تھی۔ میمنہ پر ہرمزان، میسرہ پر مہران بن بہرام رازی تیس تیس ہزار کی جمعیت کے ساتھ تھے اور ان کے ہمراہ تین سو ہاتھی بھی تھے۔ ان میں سے ایک سو قلب میں پچھتر پچھتر میمنہ اور میسرہ میں، بیس مقدمہ میں اور تیس ساقہ میں تھے۔ ساباط سے روانہ ہو کر رستم نے کوثا میں پڑاؤ کیا اتفاق سے ایک عرب کو رستم کے پاس پکڑ لائے۔ رستم نے اس سے استعجاباً دریافت کیا: "تم یہاں کس ضرورت سے آئے ہو اور کیا ڈھونڈھتے ہو؟"

عرب:۔ ہم اللہ تعالیٰ کے وعدوں کو تمہارے ملک اور تمہارے نوجوانوں میں ڈھونڈتے ہیں، اگر تم ایمان نہ لائے.......

رستم:۔ اگر تم اس جستجو میں قتل ہو گئے؟

عرب:۔ جو شخص اس تلاش میں مارا جائے گا جنت میں جائے گا اور جو بچ جائے گا اس سے اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا کرے گا۔

رستم:۔ پھر تم کو اس سے کیا حاصل ہو گا؟

عرب:۔ ہم نہ سہی ہمارے اور بھائی سہی۔ اللہ کا دین تو پھیلے گا ہم کو اس کا یقین محکم ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا کرے گا۔

رستم:۔ تم اس قلیل تعداد کے ساتھ ہمارا کیا بگاڑ سکتے ہو؟

عرب:۔ ہم کیا کرتے جو کچھ کرے گا اللہ تعالیٰ کرے گا تمہاری بداعمالیاں تم کو نیست و نابود کر دیں گی اور تم ہمارے زیر نگیں آ جاؤ گے۔

رستم:۔ تو ہمارے غضب سے نہیں ڈرتا ہمارے پاس اس وقت (حاضرین کی طرف اشارہ کر کے) اس قدر جنگ آور موجود ہیں۔

عرب:۔ تو ان پر کیا ناز کرتا ہے یہ سب قضا و قدر ہیں جو تجھے گھیر کے لائے ہیں اور یہ تجھے جاں بر نہ ہونے دیں گے۔

(بقیہ حاشیہ نمبر ۲۰۶) پھر عمرو بن الحرث نے نہرین پر شبخون مارا اور بہت سے مویشی پکڑ لائے ان ایام کو ایام اباقر کہتے ہیں اور پہلے واقعہ کو جس میں سواد نے فراض پر چھاپہ مارا یوم الحیتان سے موسوم کرتے ہیں۔

رستم کی حیرہ کو روانگی

رستم اس تقریر سے برافروختہ ہوگیا جلاد کو بلا کر اس غریب عرب کی گردن مارنے کا حکم دیا بعد ازاں کوثا سے حیرہ کو روانہ ہوا۔ اثناء راہ میں اس کے فوجیوں نے رعایا کو لوٹنا، ان کی عورتوں کو بے عزت کرنا اور شراب پی کر بدمستی کرنا شروع کیا۔ جب اس کی اطلاع رستم کو ہوئی تو اس نے لشکریوں کو سخت تنبیہ کی بعض کو سزائے موت دی اور اپنے ہم نشینوں سے مخاطب ہو کر کہا "قسم ہے ایزد اور دادار کی! اس عرب نے جو کہا تھا سچ کہا تھا اور بے شک جو کچھ وبال ہم پر آئے گا ہماری بداعمالیوں سے آئے گا" رستم نے حیرہ میں پہنچ کر اہل حیرہ کو جمع کیا، سمجھایا بجھایا، مسلمانوں کے خلاف ابھارا، ابن بقیلہ نے کہا "کیا خوب! تم خود مسلمانوں کی مدافعت نہیں کر سکتے اور ہم کو مدافعت نہ کرنے پر ملامت کرتے ہو" رستم یہ سخت جواب سن کر خاموش ہوگیا۔

سواد کی مہم

حضرت سعدؓ نے سواد کی طرف ایک سریہ روانہ کیا۔ رستم نے اس سے باخبر ہو کر ان کی مدافعت کے لئے سواروں کا ایک دستہ روانہ کیا۔ جاسوسوں نے حضرت سعد تک یہ خبر پہنچائی۔ حضرت سعد نے عاصم بن عمرو کی سرکردگی میں چند سواروں کو اہل سریہ کی کمک کے لئے بھیج دیا۔ اتفاق سے عاصم عین چھیڑ چھاڑ کے وقت اللہ اکبر کہہ کر پہنچ گئے۔ سواران فارس عاصم کو دیکھتے ہی بھاگ کھڑے ہوئے اہل سریہ اور عاصم مال غنیمت لئے ہوئے اپنے لشکرگاہ واپس چلے آئے۔ اس کے بعد حضرت سعدؓ نے عمرو بن معدی کرب اور طلیحہ اسدی کو اہل فارس کے رنگ ڈھنگ، حالات دیکھنے کو بھیجا، تقریباً تین میل اپنے لشکر سے باہر گئے ہوں گے کہ اہل فارس کا ہراول دکھائی دیا۔

حضرت طلیحہؓ کا کارنامہ

عمرو بن معدی کرب تو اس مقام سے واپس آگئے لیکن طلیحہؓ لباس تبدیل کر کے لشکر فارس میں داخل ہوئے۔ جب رات کا زیادہ حصہ گزر گیا اور پورے فوجیوں پر غفلت کی نیند طاری ہوگئی۔ تب طلیحہ آہستہ آہستہ گھوڑوں کی طرف گئے نگہبانوں کو غافل پا کر خیمہ کی رسیاں کاٹ دیں اور ایک گھوڑے پر سوار ہو کر دوسروں کو ہانکتے ہوئے لشکر فارس سے نکل گئے، خیموں کے گرنے اور گھوڑوں کے دوڑنے سے جو شور و غل اٹھا تو لوگ جاگ اٹھے، چند سواروں نے ان کا تعاقب کیا، جب قریب پہنچے تو طلیحہ نے پلٹ کر ایک پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ وہ اسی مقام پر ٹھنڈا ہوگیا، جب دوسرا آگے بڑھا، تو طلیحہ نے اس کو بھی ایک ہی وار سے ختم کر دیا، تیسرے نے آگے بڑھ کر روکنا چاہا اور طلیحہ پر نیزہ چلایا۔ لیکن طلیحہ وار سے بچ گئے۔ البتہ نیزے کی جھونک میں حملہ آور خود جو نہی زمین کی طرف جھکا طلیحہؓ نے فوراً تلوار کا وار اس صفائی سے کیا کہ اس کا سر تن سے جدا ہو کر علیحدہ جا پڑا۔ چوتھا سوار قریب پہنچ کر طلیحہ کی کمر میں ہاتھ ڈال کر کھینچنا چاہتا تھا کہ طلیحہ نے اس کا ہاتھ اس زور سے پکڑ لیا کہ وہ لٹکا ہوا طلیحہؓ کے ساتھ چلا گیا سواران فارس یہ واقعات دیکھ کر خائب و خاسر واپس چلے آئے طلیحہ گھوڑوں

اور اپنے حریف کو قید کیے ہوئے اسلامی لشکر میں داخل ہوئے اور سیدھے حضرت سعدؓ کے پاس پہنچے، گذرے ہوئے کل واقعات بیان کئے پھر ترجمان بلایا گیا اور اُس کے ذریعہ اس قیدی سے باتیں ہوتی رہیں جو تھوڑی دیر بعد مسلمان ہو گیا اور معرکۂ جنگ میں بڑے بڑے نمایاں کام کیے۔ اہل فارس کے حالات اور لڑائی کے طریقے بتائے، اس سے حضرت سعد کو بہت مدد ملی طلیحہ کی مردانگی سے یہ اس درجہ متاثر اور مفتون ہوا کہ اس نے طلیحہ کا ساتھ پھر کبھی نہیں چھوڑا

رستم کی حیرہ کو روانگی

اس واقعہ کے بعد رستم نے حیرہ سے کوچ کر کے قادسیہ میں پڑاؤ ڈالا جہاں پر اہل فارس اور مسلمانوں میں ایک قیامت خیز لڑائی ہونے والی تھی۔ اس کو مداین سے روانہ ہوئے چھ مہینے گزر گئے تھے اس کے دل پر مسلمانوں کا خوف بے حد مستولی ہو گیا تھا، اس لئے لڑائی سے پہلو تہی کرتا تھا۔ لیکن یزدگرد کے حکم سے مجبور تھا۔ وہ بار بار اس کو تاکیداً مسلمانوں سے متصادم ہو جانے کو لکھتا تھا مورخوں نے اس کے خائف ہونے کی یہ وجہ لکھی ہے "اس نے مداین سے روانہ ہونے کے بعد ایک شب خواب[1] میں دیکھا کہ ایک فرشتہ آسمان سے اُترا ہے اور اس کے ساتھ رسول اللہ صلعم اور حضرت فاروق اعظمؓ ہیں فرشتہ نے اہل فارس کے جنگی ہتھیار چھین لئے اور ان کو مقفل کر کے رسول اللہ صلعم کو دے دیئے۔ رسول اللہ صلعم نے ان کو بجنسہٖ حضرت فاروق اعظمؓ کو حوالہ کر دیا، اہل فارس نے یہ دیکھ کر غمگین ہو کر سر نیچا کر لیا"

رستم اور زہرہ کی گفت و شنید

رستم نے قادسیہ پہنچ کر مسلمانوں کے لشکر کے مقابلہ کے لئے عتیق میں اپنا خیمہ نصب کرایا۔ دوسرے دن صبح ہی صبح عتیق سے سوار ہو کر نہر کی طرف گیا پل پر جا کر ایک بلند مقام سے مسلمانوں کے لشکر کو دیکھتا رہا، تھوڑی دیر بعد زہرہ سے کہلا بھیجا تم تھوڑی دیر کے لئے میرے مقابل آ کر کھڑے ہو جاؤ۔ کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں چنانچہ زہرہ تن تنہا اپنے خیمہ سے نکل کر رستم کے روبرو

---

[1] اس خواب کی اصلیت کے بارے میں کچھ لکھنا مشکل ہے ممکن ہے کہ رستم نے ایسا خواب دیکھا ہو لیکن سوال یہ ہے کہ رستم نے یہ خواب کس سے بیان کیا اور پھر یہ روایت کس کے ذریعہ سے مورخوں تک پہنچی اس کے علاوہ ابن اثیر نے ایک دوسرا واقعہ بھی بیان کیا ہے جس کو باور کرنا مقتضائے عقل ہے اور وہ یہ ہے " رستم نے ساباط سے کوچ کرنے کے بعد اپنے بھائی بندوں کو مسلمانوں کے چڑھ آنے اور یزدگرد کے مقابلہ پر بھیجنے کے مفصل واقعات لکھے تھے بندوان نے نجوم کے ذریعہ پیشین گوئی کی کہ پانی کو مچھلی نے گندا کر دیا ہے اور شتر مرغ نے خوبصورتی کا جامہ پہن لیا ہے زہرہ کا نحس جاتا رہا ہے اور میزان اعتدال پر ہے میرے نزدیک قوم عرب تم پر اور تم سے جو ملے ہوئے ممالک ہیں ان پر غالب آ جائے گی لڑنا مصلحت کے خلاف ہے جہاں تک ممکن ہو طرح دینا بہتر ہے " یہ ایک ایسا واقعہ ہے جس پر یہ رائے قایم ہو سکتی ہے کہ رستم کا خیال بندوان کی اس تحریر سے بدل گیا ہو وہ اس کی اس ہدایت کی وجہ سے جنگ کرنے سے جی چراتا رہا ہو۔

ایک مقام پر آ کر کھڑے ہو گئے۔

رستم:۔ تم ہمارے پڑوسی ہو اس لئے ہم تمھارے ساتھ اچھا سلوک کرتے اور تمھاری حفاظت بھی کرتے تھے۔

زہرہ:۔ اس تقریر سے تمھارا کیا مطلب ہے؟

رستم:۔ تم کو یاد ہوگا کہ ہمارے یہاں سے تم لوگوں کے لئے وظائف مقرر تھے تم جب ہمارے یہاں آتے تھے تو تم کو ہم انعام و اکرام دیتے تھے اب بھی اگر تم کو اس کی ضرورت ہو تو ہم تم کو خاطر خواہ انعام دیں گے۔

زہرہ:۔ ہماری یہ غرض ہرگز نہیں ہے ہم تو اپنی آخرت بنانے آئے ہیں اور درحقیقت تم جیسا کہتے ہو ہم ویسے ہی تھے لیکن اللہ جل شانہٗ نے ہم میں اپنا نبیؐ بھیجا۔ اس نے ہم کو دین حق کی طرف بلایا جسے ہم نے قبول کر لیا انھوں نے ہم سے وعدہ کیا ہے کہ جو شخص اس دین کو قبول نہ کرے گا اس پر اللہ تعالیٰ ہم کو مسلط کر دے گا اور ہمارے ذریعہ سے وہ اس سرکشی اور بے دینی کا بدلہ لے گا اس لئے اللہ تعالیٰ ہم کو غلبہ و فتح دے گا۔

رستم:۔ تم لوگ اب بھی اقلیت میں ہو ہماری اس عظیم الشان فوج کے مقابلہ پر کیا کر سکو گے؟

زہرہ:۔ یہ خیال غلط ہے ہم اپنے دین حق کی برکت سے تم پر یقیناً غالب ہو جائیں گے اور جب تک ہم میں سے ایک شخص بھی زندہ رہے گا تمھارے مقابلے سے منہ نہ موڑے گا۔

رستم:۔ وہ کون سا دین ہے جس کو تم حق کہتے ہو؟

زہرہ:۔ شہادتیں (یعنی اشہدان لاالٰہ الااللہ واشہدان محمد رسول اللہ) کو زبان سے کہنا دل سے اُس پر اعتقاد رکھنا یہی دین ہے۔

رستم:۔ یہ تو عقاید ہیں اور عملاً کیا کرنا ہوتا ہے؟

زہرہ:۔ شرک اور بت پرستی کا عالم سے دور کرنا، لوگوں کو خلق کی عبادت سے بچا کر اللہ کی طرف بلانا مخلوق ہونے کی حیثیت سے ہم تم، سب برابر ہیں اور ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ بشرطیکہ ہمارا اور تمھارا دین ایک ہو ورنہ بھائی ہونے کے بجائے، تمھارے جانی دشمن ہیں۔

رستم:۔ اگر ہم تمھاری دعوت قبول کریں اور تمھارے دین میں داخل ہو جائیں تو کیا تم بغیر جنگ و جدال لوٹ جاؤ گے؟

زہرہ:۔ (خوشی کے لہجہ میں) واللہ ہم بلا جھگڑے واپس چلے جائیں گے!

حضرت ربعی بن عمر کی سفارت

رستم یہ سن کر اپنے خیمے میں آیا اور سرداران لشکر کو طلب کر کے زہرہ سے جو گفتگو ہوئی تھی اس کا تذکرہ کیا۔ سرداران لشکر رستم کی تقریر سن کر اور اس کا رجحان مسلمانوں کی طرف دیکھ کر برافروختہ ہو گئے۔ ترش رو، چیں بجبیں ہو کر اٹھ کر چلے گئے۔ مجلس درہم برہم ہو گئی۔

اس کے بعد رستم نے حضرت سعدؓ کے پاس کہلا بھیجا "تم ہمارے یہاں کسی سفیر کو بھیج دو جس سے ہم مصالحت کی گفتگو کریں" چنانچہ سعد نے رستم کے پاس ربعی بن عامر کو روانہ کیا۔ اہل فارس نے اُن کو قنطرہ میں ٹھہرا کر رستم کو ربعی کے آنے سے مطلع کیا۔ رستم نے اپنے لئے پُرتکلف سونے کا تخت اور اُس کے چاروں طرف دور دور تک دیبا و حریر کا فرش بچھوایا۔ فرش پر رومی قالینوں کو بچھوا کر تکیوں کو رکھوایا جن کے غلاف زربفت کے اور جھالر موتیوں کے تھے۔ وجیہہ اور خوب رو امراء کو اپنے گرد و پیش حسب مراتب بٹھا کر ربعی کو داخل ہونے کی اجازت دی۔ ربعی پرانی پھٹی ہوئی نیام میں بند تلوار گلے میں لٹکائے ہوئے گھوڑے پر سوار اور ایک ہاتھ میں نیزہ لئے ہوئے فرش کو گھوڑے کی ٹاپوں سے روندتے ہوئے قالین کے فرش تک پہنچے گھوڑے سے اُتر کر ایک قالین میں نیزے سے سوراخ کر کے لگام کو اس میں پھنسا دیا اور نیزے کی نوک سے فرش کو پامال کرتے ہوئے چلے۔

رستم اور ربعی کی گفتگو

اہل فارس ان کی ان حرکات کو حقارت سے خاموشی کی حالت میں دیکھتے رہے جب رستم کے قریب پہنچے لوگوں نے ربعی سے ہتھیار رکھ دینے کو کہا ربعی نے ترش رو ہو کر کہا "اگر میں بلا طلب تمہارے پاس آتا تو میں ایسا ہی کرتا تم نے مجھے بلوایا ہے اگر مسلح آنے دو تو میں آؤں ورنہ واپس چلا جاؤں" رستم نے ربعی کو مسلح آنے کی اجازت دے دی۔ یہ حضرت اپنے نوک دار نیزے سے فرش کو خراب کرتے چیرتے پھاڑتے رستم کے تخت تک پہنچے۔ اور رستم کے برابر تخت پر بیٹھنے کا قصد کیا۔ لیکن حاضرین نے روکا۔ ربعی نے کہا "میں تمہارے بلانے سے آیا ہوں جہاں میں بیٹھنا چاہتا ہوں وہاں بیٹھنے دو ورنہ چلا جاؤں۔ مجھ کو تمہارے پاس آنے کی کوئی غرض نہ تھی ہمارے مذہب میں اس کی سخت ممانعت ہے کہ ایک شخص معبود ہو کر بیٹھے اور باقی انسان بندے ہو کر پائیں میں کھڑے یا بیٹھے رہیں" رستم نے حاضرین کو منع کر دیا کہ کوئی شخص ان کے کسی فعل و حرکت پر معترض نہ ہو لیکن خود ربعی کچھ سوچ کر تخت سے اُتر آئے اور ایک قالین کو نیزے سے پھاڑ کر زمین پر بیٹھ گئے اور رستم سے مخاطب ہو کر کہا "ہم تمہارے اس پُرتکلف مصنوعی فرش پر نہیں بیٹھتے (زمین کی طرف اشارہ کر کے) اللہ تعالیٰ کا بچھایا ہوا یہ فرش ہمارے لئے کافی ہے" رستم نے ترجمان کے ذریعہ سے دریافت کیا۔ "تم کس وجہ سے یہاں آئے ہو؟"

ربعی:۔ اللہ جل شانہ نے ہم کو دنیا میں اس غرض سے بھیجا ہے کہ ہم اُس پر بسنے والے بندوں کو دنیا کی تنگی سے وسعت اور آخرت کی ہمہ گیری کی طرف متوجہ کریں، اور باطل دینوں کے ظلم سے بچا کر عدل اسلام کی جانب لائیں ہم اُس کے دین کو خلق کے سامنے پیش کرتے ہیں پس جو شخص اس کو قبول کرے گا ہم اُس پر اور اُس کے ملک پر متعرض نہ ہوں گے لیکن جو شخص اسلام سے انکار کرے گا اُس سے ہم اس وقت تک لڑتے رہیں گے جب تک کہ ہم جنت میں نہ پہنچ جائیں یا فتح مند نہ ہو جائیں۔

رستم :۔ "کیا تم ہم کو مہلت دے سکتے ہو؟ اور کیا اس کام کو چند دن کے لئے ملتوی کر سکتے ہو؟ تاکہ ہم تمہارے خیالات پر غور کریں"۔

ربعی :۔ "ہاں ایک دن یا دو دن"۔

رستم :۔ "نہیں! اتنی مہلت دو کہ ہم اپنے رؤسا، ملک اور ارکین دولت سے اس معاملہ میں خط و کتابت کر سکیں"۔

ربعی :۔ "یہ نہیں ہو سکتا، ہمارے رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ ہم اپنے دشمنوں کو تین دن سے زیادہ مہلت نہ دیا کریں۔ ان تین دن میں غور کر کے یا تو اسلام قبول کر لو تاکہ ہم تم کو اور تمہارے ملک کو چھوڑ کر چلے جائیں یا پھر جزیہ دینا منظور کر لو، پس ہم اس کو قبول کر لیں گے اور تم پر معترض نہ ہوں گے اور جب کبھی تم کو ہماری ضرورت ہو گی تو ہم تمہاری مدد کریں گے اور تمہارے جان و مال کی حفاظت کریں گے لیکن اگر ان دونوں امور میں سے کسی ایک کو بھی قبول نہ کرو گے تو چوتھے روز ہم تم سے لڑیں گے اور انشاء اللہ تعالیٰ ہم تم کو زیر کریں گے اور یہی ہمارا اور ہمارے کل ساتھیوں کا قول و قرار ہے"۔

رستم :۔ "کیا تم مسلمانوں کے سردار ہو؟"

ربعی :۔ "نہیں! لیکن سارے مسلمان ایک جسم کی مثل ہیں ہم میں سے ہر متنفس ہر امر میں مختار و مجاز ہے ہم میں اعلیٰ ادنیٰ کا کوئی امتیاز نہیں، ادنیٰ اعلیٰ کی طرف سے اجازت دے سکتا ہے"۔ رستم اور اس کے افسران فوج ربعی کی اس تقریر سے دنگ ہو گئے اور ایک سکتہ کی حالت میں تھوڑی دیر تک بیٹھے رہے بعد ازاں رستم نے ربعی کی تلوار دیکھ کر کہا "اس کی نیام بہت بوسیدہ ہے غالباً تلوار بھی ایسی ہی ہو گی" ربعی تلوار نیام سے کھینچ کر بولے "نیام اس کی بوسیدہ ضرور ہے، لیکن میں نے اسے سان پر ابھی رکھوایا ہے"۔ پھر رستم نے ربعی کا نیزہ اٹھا لیا اور اس کا پھل دیکھ کر طنزاً بولا "اس کا پھل بہت چھوٹا ہے لڑائی میں کیا کام دیتا ہو گا"۔ ربعی نے بے پروائی سے جواب دیا، "پھل اس کا چھوٹا ضرور ہے لیکن سیدھا دشمن کے سینے میں تیر جاتا ہے، کیا تم نے نہیں دیکھا کہ آگ کی ایک چھوٹی چنگاری ایک شہر کے جلا دینے کو کافی ہوتی ہے"۔

حضرت ربعی بن عمر کی واپسی

تھوڑی دیر تک ربعی اور رستم میں اسی قسم کی نوک جھونک ہوتی رہی پھر ربعی اسی بے تکلفی سے اٹھ کر نیزے کو ٹیکتے ہوئے اپنے گھوڑے کے پاس آئے اور سوار ہو کر اپنے لشکر گاہ میں پہنچ گئے۔ رستم نے ربعی کے واپس ہونے کے بعد ایک مجلس خاص ارکین سلطنت اور افسران فوج کو جمع کر کے کہا "تم لوگوں نے دیکھا کس بے باکی سے وہ عربی نژاد شخص باتیں کر رہا تھا" ان میں سے ایک نے کہا "وہ بہت بے تہذیب، وحشی، غیر تربیت یافتہ تھا، پوشاک دیکھی اونٹ کا جھول پہنے ہوئے تھا، تمام قالینوں کو خراب کر ڈالا"۔ دوسرے نے جواب دیا "ارے صاحب اس نے ایک قالین کو درمیان سے پھاڑ کر گھوڑے

کی راس اُس میں باندھ دی تھی" تیسرا بول اٹھا "یہ کیا لڑیں گے تلوار کی نیام تک تو درست نہیں ہے۔ نیزے میں صرف دو انگل کا پھل ہے اس سرے سے اُس سرے تک صرف ایک بانس کی بدشکل لکڑی ہے۔ رستم کو اُن لوگوں کی یہ باتیں پسند نہ آئیں جھلا کر بولا "تم لوگ صورت وشکل کی طرف دیکھتے ہو تف ہے تمہاری عقل پر! اُس کی رائے اور گفتگو کو دیکھو، اُس کے خیالات پر غور کرو کس قدر دور رس اور بے باکی سے باتیں کرتا تھا"

حضرت حذیفہ بن محصن کی سفارت

دوسرے دن رستم نے پھر ربعی کو بلوا بھیجا حضرت سعد نے بجائے اُن کے حذیفہ بن محصن کو روانہ کیا چنانچہ حذیفہ بن محصن بھی اُسی طور وطریقہ سے رستم کے پاس گئے جس طرح ربعی گئے تھے لیکن یہ اپنے گھوڑے سے نہ اترے فرش روندتے ہوئے رستم کے قریب پہنچے اور اُسی انداز سے گفتگو وکلام کیا جیسا کہ ربعیؓ نے کیا تھا۔ رستم نے دریافت کیا "کیا سبب ہے کہ آج تم بھیجے گئے کل والے صاحب نہیں آئے" حذیفہؓ نے جواب دیا "ہمارا امیر! گرم و نرم آدمیوں کو بھیج کر عدل کرتا ہے کل اُن کی باری تھی آج میری ہے۔" پھر رستم نے پوچھا "ہم کو مہلت کتنے دنوں کی دے سکتے ہو؟" حذیفہ نے کہا "آج سے تین دن تک کی"۔ رستم یہ سن کر خاموش ہو گیا۔ حذیفہ نے اپنے گھوڑے کی باگ اٹھائی اور اسلامی لشکرگاہ میں جا پہنچے۔

رستم کو حذیفہ کی تیزی اور حاضر جوابی نے تعجب میں ڈال دیا، تھوڑی دیر تک اس غور وفکر میں رہا کہ "عرب سے لڑنے کی بابت کیا کرنا چاہیے؛ یزدگرد کا حکم جنگ کرنے کا ہے اور یہ لوگ بھی بغیر لڑے یا جزیہ لیے واپس نہ جائیں گے" جب اس کے دل ودماغ نے کچھ فیصلہ نہ کیا تو اپنے اراکین لشکر سے مخاطب ہو کر کہا "یہ لڑائی نہایت خطرناک ہے ان میں سے ہر شخص جان دینے پر تیار ہے بہتر ہوگا کہ ان کا دین قبول کر لیا جائے یا جزیہ دینا منظور کیا جائے۔" حاضرین بولے "توبہ توبہ! ان احمقوں کا دین اس قابل ہے کہ ہم لوگ قبول کریں؟ اب ان کی یہ شان ہے کہ ہم ان کو خراج دیں؛ جن کو ہم بدترین مخلوق سمجھتے تھے، آپ مطلق متردد نہ ہوں پہلے ہی جنگ میں ان کا خاتمہ ہو جائے گا قاعدہ ہے کہ جب چیونٹی کی موت کے دن آتے ہیں تو اس کے پر نکل آتے ہیں۔"

حضرت مغیرہ بن شعبہ کی سفارت

رستم ان کی یہ جہالت آمیز تقریر سن کر خاموش ہو گیا اگلے دن پھر سعد کے لشکر سے ایک آدمی کو صلح کی گفتگو کرنے کے لئے بلوایا اس مرتبہ مغیرہ بن شعبہ گئے اور بکمال دلیری سے رستم کے تخت پر چڑھ کر اُس کے برابر بیٹھ گئے۔ حاضرین نے اُن کو تخت سے اُتار دیا مغیرہ نے کہا "واللہ ہم نے تم سے زیادہ نادان قوم دنیا میں نہیں دیکھی ہم لوگ عرب ہیں۔ ایک دوسرے کی عبادت نہیں کرتے۔ تم لوگ عجیب احمق ہو کہ ایک کو تم نے معبود بنا کر تخت پر بٹھا دیا ہے تم مجھے یہ بتاؤ کہ کیا تم لوگوں میں بعض معبود اور بعض بندے ہیں؟ تم نے مجھے بلوایا، میں تمہارے بلانے پر آیا، تم نے میرے ساتھ

یہ برتاؤ کیا کہ تم نے مجھے تخت سے اُتار دیا اس سے میں سمجھتا ہوں کہ تم لوگ ضرور مغلوب ہوگے واللہ کوئی بادشاہ اس نخوت پر بادشاہی نہیں کرسکتا اور نہ ایسی قوم کبھی سرسبز ہوسکتی ہے جو اپنے بادشاہ کو خدا بنائے" مغیرہ کی اس تقریر کو سن کر چھوٹی حیثیت اور کم رتبہ والے حاضرین نے دل ہی دل میں تصدیق کی لیکن اُمراء رؤسار نے حقارت کی نگاہوں سے دیکھ کر کہا۔ اللہ اس کو موت دے جو ہماری تحقیر کرتا ہے۔

دولت کی پیش کش

اس کے بعد رستم نے فارس اور اہل فارس کی عظمت، یزدگرد کی سطوت، حکومت اور اہل عرب کی تنگی معیشت، ناداری اور نیم وحشی ہونے پر طولانی تقریر کرتے ہوئے کہا "تم لوگ مفلوک الحال تھے، اور قحط کے دنوں میں ہم سے مدد چاہتے تھے، ہم تم کو کھجوریں اور جو دیتے اور تمھارے امیروں کو کپڑے، خچر، زر و مال دیتے تھے اور تم میں سے جو جس قدر اٹھا کرلے جا سکتا تھا اُس کو اُسی قدر کھجوریں اور غلہ لے جانے کی اجازت تھی۔ اس وجہ سے ہماری غیرت و حمیت تمھارے قتل کرنے پر آمادہ نہیں ہوتی۔ اب جو کچھ ہوا سو ہوا۔ اب بہتر یہی ہے کہ تم لوگ لوٹ جاؤ ہم تم کو اور تمھارے امیر کو مویشی غلہ، کپڑے، روپیہ خاطر خواہ دیں گے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ کا خطبہ

مغیرہ یہ سن کر اٹھ کھڑے ہوئے اور پہلے انھوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی تعریف کی۔ پھر رستم و حاضرین کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔

"تم نے جو کچھ عرب کی تنگی معیشت، فاقہ مستی، تہی دستی کا حال بیان کیا وہ سب صحیح اور درست ہے ہم کو یہ سب معلوم ہے اور ہم اس سے انکار نہیں کرتے۔ دنیا کا دستور یہی ہے کہ آج تنگی ہے تو کل فراخی ہوگی آج اگر عشرت ہے تو کل عسرت ہوگی، اگر تم لوگ اس کا شکریہ ادا کرتے جو تم کو حاصل ہے تو اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہو جاتا بلکہ تمھارا یہ شکریہ اس سے کم ہوتا جو تم کو حاصل ہے لیکن چونکہ تم نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کیا اس لئے کفران نعمت اور ناشکری کا وبال تم پر نازل ہوگا۔ بے شک اللہ جل شانہ نے ہم میں اپنے نبیؐ کو بھیجا، جس نے ہم کو راہ راست کی ہدایت کی اور کفار او مشرکین اور بت پرستوں پر جہاد کرنے کا حکم دیا۔ تم کو اختیار ہے چاہے اسلام قبول کرلو تو ہم تم کو اپنا بھائی بنالیں گے اور تمھارے ملک کو چھوڑ کر دوسری طرف چلے جائیں گے یا جزیہ دینا اختیار کرو اور اگر دونوں باتیں منظور نہ ہوں تو لڑو" پھر کچھ سوچ کر کہا "بات یہ ہے کہ ہمارے نوجوانوں نے تمھارے یہاں کے کھانوں کا مزہ چکھ لیا ہے اب ان کو تمھارا ملک لئے بغیر صبر نہیں آئے گا"۔ رستم سے یہ تقریر سن کر ضبط نہ ہوسکا بے تاب ہو کر بولا " اگر تم اسی جستجو و خیال میں مارے جاؤ؟ مغیرہ نے ہنس کر جواب دیا "جو شخص ہم میں سے مارا جائے گا جنت میں داخل ہوگا اور جو لوگ ہم میں سے باقی رہ جائیں گے وہ فتح یاب اور غالب ہوں گے" رستم اس جواب سے طیش میں آگیا اور قسم کھا کر کہنے لگا

"اب میں ہرگز صلح نہ کروں گا جب تک تم سب کو قتل نہ کر لوں گا" مغیرہ اپنے لشکر میں واپس آ گئے۔ اس کے بعد رستم نے اہل فارس کو جمع کر کے صلح کی بابت مشورہ کیا اور جنگ کے انجام سے ڈرایا لیکن اہل فارس نے بہ اتفاق رائے لڑائی کو پسند کیا اور اسی رائے پر مُصر ہوئے۔

رستم کو دعوت اسلام

اس کے دوسرے دن اتمام حجت کے لئے حضرت سعد نے ایک شخص کو بغرض دعوت اسلام رستم کے پاس بھیجا۔ رستم نے حسب عادت، پہلے عربوں پر اپنے احسانات جتائے پھر ان کو مال و زر دینے کا اقرار و وعدہ کیا۔ آخر اس قاصد کے ناکام واپس آنے پر طرفین سے اعلان جنگ ہو گیا۔ رستم نے حضرت سعد کے پاس کہلا بھیجا کہ تم ہماری طرف آؤ گے یا ہم تمھاری طرف آ کر حملہ آور ہوں؟ حضرت سعد نے جواب دیا، "تم ہماری طرف آؤ" رستم کو یہ جواب شام کے وقت ملا۔ اس نے پُل کی طرف رخ کیا۔ لیکن چونکہ حضرت سعد نے اس خطرے کو پہلے ہی تاڑ لیا تھا اس لئے چند آدمیوں کو پہلے ہی پُل کی محافظت پر متعین کر دیا تھا انھوں نے حضرت سعدؓ کو اس سے آگاہ کیا۔ حضرت سعدؓ نے رستم کے پاس پیام بھیجا "تم پل کی طرف رُخ نہ کرو، ہم نے اس پر قبضہ کر لیا ہے ہم اس کو خالی نہیں کریں گے۔" رستم یہ سُن کر عتیق میں ٹھہر گیا صبح ہونے تک۔ بانس، مٹی وغیرہ کافی مقدار سے جمع کر کے پل باندھنا شروع کر دیا۔ دوپہر سے قبل ہی پُل بندھ کر تیار ہو گیا رستم مع لشکر فارس دریا عبور کر کے تخت زرین پر بیٹھا اور لشکر کی ترتیب میں مصروف ہوا جنگی ہاتھیوں میں سے نصف کو مع سفید ہاتھی، قلب میں اور نصف میں سے ایک نصف کو میمنہ میں دوسرے نصف کو میسرہ میں رکھا، جالینوس، رستم، میمنہ کے وسط میں اور فیرزان۔ میسرہ اور اس کے درمیان میں تھا۔ یزدگرد نے مداین سے قادسیہ تک تھوڑے تھوڑے فاصلے پر خبر رسانی کی غرض سے ڈاکیوں کو مقرر اور متعین کر دیا تھا تاکہ قادسیہ میں رستم پر جو واقعہ گزرے یا جو کچھ وہ کرے اس کی اطلاع فوراً اور بہ آسانی یزدگرد کو ہو جائے اس زمانے میں خبر رسانی کا یہ آسان طریقہ نکالا گیا تھا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص کی علالت

رستم کو ترتیب لشکر میں مصروف دیکھ کر مسلم افواج نے بھی تیاری شروع کر دی حضرت سعد بن ابی وقاص ان دنوں پھوڑوں اور عرق النسا کی بیماریوں میں مبتلا تھے۔ اس وجہ سے گھوڑے پر چڑھنا تو درکنار اٹھ کر بیٹھ بھی نہ سکتے تھے بدرجہ مجبوری قصر پر چڑھ گئے۔ جو قادسیہ میں ان کے پہنچنے سے پہلے بنا ہوا تھا اور ایک بوریئے پر سینہ کے بل بیٹھ گئے۔ بعض لوگوں[1] نے حضرت سعدؓ کی اس خانہ نشینی پر اعتراض شروع کیا۔ حضرت سعد یہ سُن کر باہر

۱؎ طعنہ زنوں میں سے کسی نے یہ دو شعر کہے تھے۔

نقاتل حتی انزل اللہ نصرہ - وسعد بباب القادسیہ معصم

(باقی صفحہ ۳۱۶ پر)

آئے، پھوڑوں اور زخموں کو دکھلایا۔ اس کے بعد لوگوں کی طعنہ زنی بند ہوئی، حضرت سعد نے خالد بن عرفطہ کو اپنا نائب مقرر کیا اور جن لوگوں نے باوجود عذر صحیح ہونے کے اپنی طعنہ زنی بند نہ کی ان کو اپنے قصر میں قید کر دیا۔ ان میں سے ایک ابومحجن ثقفی تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کو شراب نوشی کے جرم میں قید کیا تھا۔ اس کے بعد نہایت فصیح و بلیغ خطبہ دیا اور لوگوں کو جہاد پر اُبھارا۔ اللہ تعالیٰ کے انعامات اور وعدوں کو یاد دلایا اور کو اس سے مطلع کیا کہ خالد بن عرفطہ کو اپنا قائم مقام بنایا ہے۔ پھر چند اصحاب رائے اور جنگ آزمودہ اشخاص کو لشکر کی صفوں میں گھوم کر جہاد و جنگ پر ابھارنے کے لئے بھیجا منجملہ اُن کے مغیرہ، حذیفہ، عاصم، طلیحہ، قیس، غالب، عمرو شامل تھے اور شعراء میں شماخ، حطیہ عبدی، عبدۃ بن الطیب رضی اللہ تعالیٰ عنہم، شریک تھے یہ لوگ مسلم افواج کی صفوں میں گشت کر کے مجاہدین اسلام کو جہاد پر اُبھارنے لگے۔ قاریوں نے حضرت سعد کے حکم سے سورہ انفال پڑھنا شروع کی تمام لشکر میں ایک عالمگیر جوش پھیل گیا۔ سب کی آنکھیں طیش سے سرخ ہو گئیں دل میں سکون اور اس کے ساتھ انعام و جنگ کا جوش پیدا ہو گیا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص کا خطبہ حضرت سعد نے امراء لشکر سے مخاطب ہو کر فرمایا "اے غازیان اسلام اپنے اپنے مورچے اور مقامات پر پہاڑ کی طرح جمے رہنا اور جب تک ہو تو دریا کے پُر جوش سیلاب کی طرح جنبش کرنا۔ میں نماز ظہر کے بعد پہلی تکبیر کہوں گا تم لوگ بھی تکبیر کہنا اور لشکر کی صفوں کو درست کر کے مستعد ہو جانا اور جب دوسری تکبیر سنو تو تم بھی تکبیر کہنا اور مسلح ہو کر نوک دار نیزوں کو دشمنوں کے سینوں میں پیوست کرنے کے لئے سامنے کر لینا اور شمشیر بکف ہو جانا پھر جب تیسری تکبیر کی آواز تمہارے کانوں تک پہنچے تو اپنے اپنے لشکر کو موقع موقع سے لے جا کر لڑائی پر تل جانا چوتھی تکبیر کو سنتے ہی دفعۃً تکبیر کہتے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۱۵)

فابنا وقد امت نساء کثیرۃ ونسوۃ سعد لیس فیھن ایم

یعنی اللہ کی مدد آنے تک اعدائے دین سے لڑتے رہیں گے۔ حضرت سعد چاہے دروازۂ قادسیہ پر چھپے رہیں لیکن ہم ایسی حالت میں واپس ہوں گے کہ بہت سی عورتیں بیوہ ہو گئی ہوں گی لیکن سعد کی عورتوں میں کوئی بیوہ نہ ہو گی۔ ان اشعار کو سن کر حضرت سعد قصر سے باہر آگئے اور لوگوں کو جمع کر کے اپنے مرض کو بتلایا اور زخموں کو دکھلایا تھا۔ اپنی مجبوری بیان کی۔ مرض کو بتلایا زخموں کو دکھلایا۔

دوسری روایات سے بالتفصیل معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سعد باقاعدہ فوج کو لڑا رہے تھے، عساکر اسلام کی قیادت حضرت سعد ہی کے ہاتھ میں تھی۔ حسب ضرورت احکام کاغذ پر لکھ کر گولی بنا کر فوج کے افسروں کی طرف پھینکتے تھے۔

ہوئے اعدائے دین کی صفوں میں گھس جانا اور لاحول ولا قوۃ کہہ کر دست بدست لڑنے لگنا۔ پس جب سعد نے تیسری تکبیر کہی تو لشکر اسلام سے لڑنے والے نکلے۔ اور اُن کے مقابلے پر لشکر فارس سے کارآزمودہ سوار آئے پہلے نیزہ بازی ہوتی رہی پھر تلوار کے ہاتھ چلنے لگے۔ دلاوران عرب رجز یہ اشعار پڑھتے اور لڑنے والوں پر حملہ کرتے تھے۔

ہرمز کی گرفتاری پہلا جو شخص اس لڑائی میں گرفتار کیا گیا ہے وہ شاہزادگان فارس سے ہرمز نامی ایک شاہزادہ تھا اس کو غالب بن عبداللہ اسدی میدان جنگ سے قید کرکے سعد کے پاس لائے اور پھر لوٹ کر لڑنے چلے گئے تھے۔ اس اثنا میں ایک دوسرا شہسوار لشکر فارس سے نکل کر میدان میں آیا۔ عمرو بن معدی کرب نے صف لشکر سے نکل کر گھوڑے سے اٹھا کر زمین پر ٹپک دیا اور اس کے سینہ پر چڑھ کر ذبح کر ڈالا۔ خود۔ زرہ۔ آلات حرب جو کچھ تھا لے لیا۔

واقعات جنگ رستم نے لڑائی کا عنوان بدلا ہوا دیکھ کر جنگ مغلوبہ شروع کر دی دفعۃً ہاتھیوں کو مسلمانوں کی طرف بڑھایا بجیلہ نے نہایت مردانگی سے ان کا مقابلہ کیا۔ سعد نے بنی اسد کو بجیلہ کی کمک کا حکم دیا۔ طلیحہ بن خویلد اور جمال بن مالک نے ہاتھیوں کے بڑھتے ہوئے حملے کے سیلاب کو روک دیا پھر طلیحہ کی طرف ایک نامی سپہ سالار فارس کا حملہ کرتا ہوا بڑھا طلیحہ نے لپک کر ایک وار سے صاف کر دیا۔ اشعث بن قیس نے بنو اسد کو لڑتے ہوتے دیکھ کر کندہ سے مخاطب ہو کر کہا "اے گروہ کندہ کیا ناموری اور مردانگی کا سہرہ بنی اسد کے سر پہ باندھا جائے گا؛ اللہ تعالیٰ ان کو اجر دے کیا مردانگی دکھا رہے ہیں! دیکھو اس وقت عرب کی ہر قوم اپنے مورچہ سے حرکت کر چکی ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ تم نے اس وقت تک اپنی جگہ سے جنبش بھی نہیں کی" اشعث یہ کہہ کر آگے بڑھے ان کے بڑھنے کے ساتھ کندہ نے بھی حرکت کی اور فارس کے انبوہ کثیر

لہ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ تیسری تکبیر کو سنتے ہی لشکر اسلام سے سب کے پہلے غالب بن عبداللہ اسدی رجز پڑھتے ہوئے نکلے۔ لشکر فارس سے ہرمز آیا یہ زرین تاج پہنے ہوئے تھا فارس کے مشہور ملوک سے تھا اس کو غالب نے آتے کے ساتھ ہی گرفتار کر لیا اور سعد کے پاس پہنچا کر واپس گئے پھر عاصم نے بھی رجز پڑھتے ہوئے میدان میں آ کر لڑنے والے کو طلب کیا اہل فارس سے ایک سوار نکل کر آیا عاصم نے اُس پر نیزہ کا وار کیا اُس نے ان کے نیزہ کو سپر پر روک لیا عاصم نے دوسرے ہاتھ سے تلوار کھینچ کر حملہ کیا حریف مقابل جان بچا کر میدان جنگ سے بھاگا عاصم نے تعاقب کیا اور صف لشکر فارس سے گرفتار کر لائے یہ لشکر فارس کے باورچی خانے کا مہتمم تھا اس کے پاس کچھ کھانے کی چیزیں تھیں جن کو صرف مورچہ والوں نے جو سامنے تھے کھایا عاصم کی یہ دلیری دیکھ کر فارس سے ایک شخص چاندی کا گرز لئے جڑاؤ تاج پہنے گھوڑے کو کدا تا ہوا نکلا لشکر اسلام سے عمرو بن معدی کرب مقابلہ پر آئے اس نے ان پر گرز چلایا انھوں نے اُس کے وار کو خالی دے کر کمر میں ہاتھ ڈال کر اٹھا لیا اور اپنے آگے گھوڑے پر بٹھا کر لائے اس کے بعد رستم نے ہاتھیوں کے بڑھنے کا حکم دیا اور اسی وقت سے جنگ مغلوبہ شروع ہو گئی۔

کو جو بجیلہ و بنی اسد کو گھیرے ہوئے لڑ رہا تھا پیچھے ہٹا دیا، رستم نے اشارے سے کل لشکر کو مجموعی قوت سے حملہ کرنے کا حکم دیا جس میں ذوالحاجب و جالینوس بھی تھا اس کے بعد سعد نے چوتھی تکبیر کہی جس آواز کے سننے سے کل افواج قاہرہ اسلامیہ نے بھی تکبیر کہتے ہوئے قدم آگے بڑھائے۔ بنی اسد قدم جمائے ہوئے لڑ رہے تھے اور جنگ و جدال کی چکی چل رہی تھی فریقین کی فوجیں ایک دوسرے میں خلط ملط ہو گئی تھیں۔

معرکہ یوم الرماۃ

جنگی ہاتھیوں نے مسلمانوں کے میمنہ و میسرہ پر حملہ کیا۔ اسلامی سواروں کے گھوڑے ان کالے کالے پہاڑوں کو دیکھ کر بدک کر بھاگے، عاصم بن عمرو نے سعد کے حکم سے تیر اندازوں کو ہاتھیوں اور ان کے سواروں پر تیر اندازی کا حکم دیا، خود عاصم نے نیزہ لے کر ہاتھیوں پر حملہ کیا ان کی دیکھا دیکھی اور لوگوں نے بھی ہاتھیوں کے سونڈوں پر حملہ کیا، تیر اندازوں نے ایسے تیر برسائے کہ ان کے سواروں کو جواب دینے کا موقع نہ ملا، اکثر ان میں سے منہ کے بل اوندھے گر پڑے جو باقی رہے اُن کو مجبوراً پیچھے ہٹنا پڑا شام تک یہ لڑائی اسی انداز سے جاری رہی۔ بالآخر رات نے اپنے سیاہ دامن میں دن کی روشنی کو چھپا لیا، فریقین نے اپنی چمکتی ہوئی تلواروں کو نیام میں کر کے میدان جنگ سے اپنے اپنے لشکر گاہ کی طرف مراجعت کی اس لڑائی کا نام یوم الرماۃ ہے محرم ۱۴ھ میں دوشنبہ کے دن یہ لڑائی ہوئی تھی۔

صبح کو بعد نماز فجر حضرت سعد نے شہداء[1] کو دفن کرایا، زخمیوں کو عورتوں کو سپرد کر دیا وہ ان کی تیمارداری میں مصروف ہوئیں اور حضرت سعد نے ترتیب لشکر کی طرف توجہ کی اس اثناء میں دور سے ایک گرد نمایاں ہوئی اور گھوڑوں کی ہنہناہٹ سے میدان گونجنے لگا تھوڑی دیر کے بعد جب گرد چھٹی تو لشکر عراق کا نشان دکھائی دیا جو شام میں لڑ رہا تھا اور فاروق اعظمؓ نے بعد فتح دمشق اس کی واپسی کا حکم دیا تھا۔ اس لشکر پر ابو عبیدہ نے ہاشم بن عتبہ کو امیر مقرر کر کے روانہ کیا تھا مقدمۃ الجیش پر قعقاع بن عمرو تھے اُن کے ہمراہ ایک ہزار فوج تھی انھوں نے بیس بیس آدمیوں کی ایک ایک ٹکڑی قائم کی تھی اور ہر ایک پر جداگانہ افسر مقرر کر کے ایک کو دوسرے سے اس قدر فاصلہ پر رکھا تھا کہ ایک دوسرے کو دیکھ نہ سکتا تھا۔

قعقاع کی آمد

دوسرے دن لڑائی چھڑنے سے پہلے قعقاع کی فوجیں آئی مجتمع ہو گئیں قعقاع نے حاضر ہو کر سعد کو سلام کیا، شام سے لشکر عراق کے واپس آنے کی خوش خبری سنائی اور اجازت لے کر میدان جنگ میں لڑنے کو نکل گئے۔

---

[1] ابن اثیر نے لکھا ہے کہ لشکر اسلام کے مقتولوں کی تعداد پانچ سو تھی ان شہداء کو سعد نے قادسیہ کے مشرق عذیب اور عین الشمس کے مابین ایک وادی میں دفن کرایا تھا۔

ذوالحاجب فیرزان اور بندوان کا خاتمہ

لشکر فارس سے ذوالحاجب مقابلہ پر آیا قعقاع نے پہچان لیا اور شہدائے جسر کو یاد کر کے کمال مردانگی سے حملہ کیا۔ تھوڑی دیر تک لڑتے رہے آخر میں قعقاع نے نیزہ چھوڑ کر تلوار کھینچ لی اور اس تیزی سے وار کرنا شروع کیا کہ ذوالحاجب جوابی حملہ نہ کر سکا۔ آخر کار قعقاع نے اس کو قتل کر ڈالا۔ اس کے قتل سے جس قدر لشکر اسلام میں خوشی سے اللہ اکبر کے نعرے بلند ہوئے اس سے بدرجہا زیادہ لشکر فارس میں رنج و غم کا اظہار کیا گیا۔ پھر قعقاع نے جوش مسرت سے ایک چکر لگا کر لڑنے والے کو طلب کیا۔ لشکر فارس سے فیرزان اور بندوان نکل کر آئے۔ قعقاع نے فیرزان کی طرف قدم بڑھایا۔ بندوان نے اُن پر پیچھے سے حملہ کرنے کا قصد کیا اتفاقاً حرث بن ظبیان ابن الحرث بنی تیم اللات کی نظر پڑ گئی صف لشکر سے جھپٹ کر بندوان کے سر پر پہنچ گئے۔ قعقاع نے فیرزان کو اور بندوان کو حرث نے اسی جگہ پر ڈھیر کر دیا۔

قعقاع کی جنگی چال

قعقاع نے اس لڑائی میں ایک چالاکی یہ کہ دس دس اونٹوں کو ایک ایک قطار میں کر کے اُن پر جھولیں ڈال دی تھیں اور ان پر بڑے ہوشیار تیر اندازوں کو بٹھا کر لشکر فارس کے سواروں پر حملہ کرنے کو کہا تھا اور ان کے گرد و پیش سواروں کو رکھا تھا چنانچہ قعقاع کی یہ تدبیر کارگر ہو گئی سواران فارس کے گھوڑے ان مصنوعی ہاتھیوں کو دیکھ کر بے قابو ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ سواران فارس نے ان کو پھیرنے کی ہر چند کوشش کی لیکن بے سود تھی۔ اہل فارس کو ان مصنوعی ہاتھیوں سے اس سے زیادہ نقصان پہنچا جس قدر مسلمانوں کو اصلی ہاتھیوں سے برداشت کرنا پڑا تھا قعقاع نے اس معرکہ میں تیس حملے پیہم کئے اور ہر حملے میں ان کے بڑے بڑے سرداروں کو قتل کیا سب سے آخر میں جو شخص اُن کے ہاتھ سے مارا گیا وہ بزرجمہر ہمدانی تھا، سیستان کا شہزادہ بہرانا عور بن قطبہ کے ہاتھ سے مارا گیا دو پہر تک لڑائی کا یہی رنگ رہا لشکر فارس کا کوئی شہسوار باقی نہ رہا کہ جو میدان جنگ میں آیا ہو اور قعقاع نے اُس کو قتل نہ کیا ہو۔ دوپہر کے بعد جب اہل فارس قعقاع کے مقابلے پر جانے میں پس و پیش کرنے لگے تو رستم نے مجموعی قوت سے پھر حملہ کرنے کا حکم دیا۔

معرکہ یوم اغواث

ایک طرف سے اہل فارس نے یورش کر کے لشکر اسلام کو محاصرے میں لینے کا قصد کیا دوسری طرف سے افواج قاہرہ اسلامیہ نے اپنی چمکتی ہوئی تلواروں کے جوہر دکھانے شروع کر دیئے نصف شب تک لڑائی نہایت زور و شور سے جاری رہی فارس کے نامی گرامی سردار مارے گئے مسلمانوں کی طرف سے تقریباً ایک ہزار آدمی شہید و مجروح ہوئے اور لشکر فارس کے دس ہزار سپاہی مارے گئے۔ حضرت سعدؓ نے شہداء کو جمع کرا کے دفن کرایا زخمیوں کو میدان جنگ سے اُٹھا کر علیحدہ خیموں میں لاتے جو اس کام کے لئے نصب کیا گیا تھا اور انھیں عورتوں اور لڑکوں کے سپرد کر دیا۔ فارس کے مقتولوں کی لاشیں میدان جنگ میں یوں ہی پڑی رہیں نہ اُن پر کوئی نوحہ خوانی کرتا تھا اور نہ ان کی تجہیز و تکفین کی کسی کو پروا تھی۔ حالت یہ تھی کہ

مرو انحوار بربند بھی اُن ناپاک لاشوں پہ نہیں آتے تھے لشکر فارس کی یہ کیفیت تھی کہ سب کے منہ پر ہوائیاں چھوٹ رہی تھیں لڑائی ختم ہونے پر اپنے اپنے خیموں میں نڈھال پڑے تھے نہ ان میں وہ جوش باقی رہ گیا تھا جو اس سے پیشتر تھا اور نہ اُن کو اپنے مقتول سپاہیوں کے انتقال کا کچھ خیال تھا برعکس اُن کے اسلامی لشکر کے جوش کا وہی حال تھا ہر فرد لشکر کے چہرے پر بشاشت کے آثار نمایاں تھے عورتیں اور لڑکے خوشی سے اپنے زخمیوں کی تیمار داری کر رہے تھے اور جو صحیح و تندرست تھے وہ شوق جنگ میں بیتاب ہوئے جاتے تھے اس دوسرے دن کی لڑائی کو یوم اغواث کہتے ہیں۔

لہ جس وقت یہ لڑائی زور شور سے جاری تھی اُس وقت ابو محجن ثقفی مشہور بہادر اور شاعر جو شراب پینے کے جرم میں قید تھا۔ قید خانہ کی کھڑکی سے لڑائی کا تماشہ دیکھ رہا تھا جب ضبط نہ ہو سکا۔ بیتاب ہو کر سلمیٰ (سعد کی بیوی) سے کہا "تم مجھ کو خدا کے لیے چھوڑ دو اگر میں زندہ بچ گیا تو پھر واپس آ کر اپنے ہاتھ سے بیڑیاں پہن لوں گا اور اگر مارا گیا تو مجھے دفن کرا دینا" سلمیٰ نے کچھ خیال نہ کیا ابو محجن افسوس کے لہجے میں اشعار پڑھنے لگا جس کے دو شعر نقل کئے جاتے ہیں۔

کفی حزناً ان تردی الخیل بالقنا　　　واترک مشدوداً علی وثاقیا

اس سے بڑھ کر کیا غم ہوگا کہ سوار نیزہ بازی کر رہے ہیں اور میں زنجیروں میں جکڑا ہوا پڑا ہوں

اذا قمت عنانی الحدید واغلقت　　　مصاریع من دونی تصم المنادیا

جب میں کھڑا ہونا چاہتا ہوں تو زنجیر اُٹھنے نہیں دیتی۔ اور اس طرح دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں کہ کسی کو پکارو تو وہ سنتا ہی نہیں، سلمیٰ کے دل پر ان اشعار کا ایسا اثر پڑا کہ انھوں نے خود آ کر بیڑیاں کاٹ دیں اور خاص سعد کی سواری کا گھوڑا "بلقاء" نامی دیا۔ ابو محجن سوار ہو کر میدان جنگ میں نکلا اور نیزہ بازی کرتے ہوئے اللہ اکبر کہکر میمنہ پر حملہ کیا۔ پھر تکبیر کہکر میسرہ پر ٹوٹ پڑا اور اس زور شور سے حملہ کیا کہ جس طرف جاتا تھا صف کی صف اُلٹ دیتا تھا تمام لشکر اُس کے مردانہ حملہ سے متحیر تھا کہ یہ کون جری ہے۔ خود سعد بھی حیران تھے اور دل ہی دل میں کہتے تھے کہ "حملے کا انداز تو ابو محجن کا ہے لیکن وہ تو قید ہے اگر وہ قید نہ ہوتا تو میں یہ کہتا کہ ابو محجن ہے اس پہ طرفہ تماشہ یہ ہے کہ یہ تو میرا گھوڑا بلقاء ہے جب رات ہوئی تو ابو محجن نے میدان جنگ سے واپس آ کر خود بیڑیاں پہن لیں۔ سلمیٰ نے ان سے اس قید کی وجہ دریافت کی۔ ابو محجن نے جواب دیا کہ مجھکو اور کسی وجہ سے امیر نے قید نہیں کیا، میں جاہلیت میں دائم الخمر تھا اور وہ کمبخت عادت اب بھی نہیں چھوٹی اگر پینے کو نہیں ملتی تو زبان ہی سے اشعار میں کہکر ذائقہ لیتا ہوں" جب صبح ہوئی اور اس کا تذکرہ سعد کے روبرو ہونے لگا تو سلمیٰ نے یہ تمام حالات بیان کئے۔ سعد نے اسی وقت ان کو رہا کر دیا اور کہا: "واللہ مسلمانوں پر جو شخص ایسی جان نثاری کرے میں اس کو قید نہیں کر سکتا" ابو محجن نے کہا واللہ میں بھی آج سے کبھی شراب کو ہاتھ نہ لگاؤں گا۔ چنانچہ ابو محجن نے پھر شراب نہیں پی۔

معرکہ یوم عماس

تیسرے معرکہ کا نام یوم عماس ہے۔ قعقاع نے عساکر اسلامی سے رات ہی کو کہہ رکھا تھا کہ چند رسالے مورچے سے باہر شام کی طرف اسی وقت چلے جائیں اور صبح ہوتے تنو تنو سوار گھوڑے اڑاتے ہوئے میدان جنگ میں آئیں اس طرح پے در پے ان سواروں کی فوج آتی رہے۔ چنانچہ صبح ہوتے ہوتے پہلا رسالہ میدان جنگ میں آیا مسلمانوں نے جوش مسرت سے نعرۂ اللہ اکبر بلند کیا' اور غل پڑ گیا کہ "شام سے امدادی فوج آگئی" ان کے پہنچنے کے ساتھ ہی حملہ ہوا حسن اتفاق سے کہ ابھی رسالہ نہ آنے پایا تھا کہ ہاشم بن عتبہ سات سو سواروں کو لئے ہوئے آپہنچے جن کو ابو عبیدۃ نے شام سے امداد کی غرض سے بھیجا تھا' انھوں نے اپنے ہمراہی سواروں کو ستر ستر آدمیوں پر تقسیم کر کے یکے بعد دیگرے میدان جنگ میں آنے کا حکم دیا' صبح سے شام تک تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد سواران اسلام کے رسالے یکے بعد دیگرے آتے رہے اور ہر ایک کے آنے پر اللہ اکبر کے شور سے سارا میدان گونج اٹھتا تھا اور اہل فارس کی روح فنا ہوتی جاتی تھی' پھر عساکر اسلامی نے اُن کے قلب پر اس زور سے حملہ کیا کہ صفوں کو پھاڑتے ہوئے عتیق تک نکل گئے اور وہاں سے لوٹ کر ان کے میمنہ پر حملہ کیا۔ رستم نے لڑائی کا رنگ بدلا ہوا دیکھ کر ہاتھیوں کو آگے بڑھانے کا حکم دیا اور اُن کے گرد پیش سواروں کا رسالہ متعین کیا۔

مجاہدین کی یلغار

اگرچہ اس حملہ میں سواران اسلام کے گھوڑے بدک کر بے قابو نہ ہوئے لیکن ان متحرک سیاہ پہاڑیوں نے عساکر اسلام کو غیر مرتب کر دیا جس طرف یہ نکل جاتے تھے دَل کا دَل پھٹ جاتا تھا سعد نے قعقاع و عاصم کے پاس کہلا بھیجا کہ فیل سفید کو جو تمھارے مقابل ہے مارو اور جمال و شرجیل کو فیل اجرب کے ہلاک کرنے پر مقرر کیا۔ قعقاع و عاصم نے تو فیل سفید کو لپک کر ایک ہی ایک وار سے ہلاک کر دیا۔ باقی رہا فیل اجرب جس کے مارنے پر جمال و شرجیل متعین ہوتے تھے وہ زخمی ہو کر بھاگا' اُس کو بھاگتا دیکھ کر اور ہاتھی بھی اُس کے پیچھے بھاگ کھڑے ہوئے۔ دم کے دم میں وہ سیاہ بادل بالکل چھٹ گئے لشکر فارس کی صفیں درہم برہم ہو گئیں اسلامی سپاہی بڑھ بڑھ کر حملہ کرنے لگے اور اُن کو حوصلہ آزمائی کا موقع مل گیا[1]

---

[1] عمرو بن معدی کرب باوجودیکہ برچھیوں کے زخموں سے چور چور تھے تاہم تلوار ہاتھ میں تھی اور برابر وار کر رہے تھے' اسی اثنا میں ایک ایرانی سواران کے برابر سے نکلا اور اُس نے ان پر وار کیا' انھوں نے مڑ کر اُس کے گھوڑے کی دم پکڑ لی' ایرانی نے ہر چند مہمیز کیا۔ لیکن گھوڑے نے جگہ سے حرکت نہ کی' آخر سوار اُتر کر بھاگا اور یہ گھوڑے کی پیٹھ پر جا بیٹھے اور تھوڑی دیر کے لئے دم لینے کو لشکر سے باہر آئے' پھر جوش مردانگی سے حریف کی صفوں میں گھس گئے ایرانیوں نے ان کے حملے سے مجبور ہو کر ہاتھی کو آگے بڑھایا اور اُس کے دائیں بائیں پیدل فوجیں رکھیں۔ عمرو بن معدی کرب نے گھوڑا ...باقی صفحہ ۳۲۲ پر

بن معدی کرب، قیس بن مکشوح نے بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ حریف کی صفوں میں بے خوف وخطر گھس جاتے اور نعرۂ اللہ اکبر لگاتے، کفار کو مارتے کاٹتے، واپس آتے، سارا بدن گرد سے اٹا ہوتا تھا، یہ تمام دن خوف وخطر کے اعتبار سے فریقین کے لئے برابر رہا اسلامی لشکر نے میدانِ جنگ میں اشارے سے نماز ادا کی لڑتے لڑتے شام ہوگئی تھی آفتاب گوشہ مغرب میں چھپ گیا تھا تھوڑی دیر کے لئے فریقین ایک دوسرے سے گویا بے نیتجہ علیحدہ ہوکر ترتیب صفوں میں مصروف ہوئے۔

معرکہ لیلۃ الہریرہ

فریقین صفوں کو مرتب کرکے پھر میدان جنگ میں پہنچے اور مغرب کے بعد سے تمام رات لڑتے رہے، اس لڑائی کا نام لیلۃ الہریرہ ہے، سعد نے لڑائی ہونے سے پہلے طلیحہ اور عمرو بن معدی کرب کو مخاضہ (نشیبی سکر) کی محافظت پر متعین کیا تھا کہ اس سمت سے ایرانی لشکر حملہ نہ کر سکے لیکن طلیحہ اور عمرو بن معدی کرب اپنے سپہ سالار کے حکم پر عامل نہ ہوئے۔ مخاضہ میں پہنچ کر مشورہ کیا، طلیحہ فارس کے لشکر پر پیچھے سے تکبیر کہہ کر آپڑے، کشت وخون کا بازار گرم کردیا اور عمرو بن معدی کرب نشیبی لشکر پہ یلغار کرکے طلیحہ سے آملے اور نہایت تیزی سے لڑائی شروع کردی سب کے پہلے جس نے امیر لشکر (سعد) کی بلا اجازت لڑائی چھیڑی وہ قعقاع اور اُن کی قوم تھی ان کے بعد بنی اسد پھر نخع پھر بجیلہ پھر کندہ نے حملے کئے، سعد ہر حملے کے حملے کے وقت اللھم اغفرلھم وانصرھم (اے اللہ ان کی مغفرت کر اور ان کی مدد کر) کہتے جاتے تھے سعد نے حکم دیا تھا کہ تیسری تکبیر پر حملہ کیا جائے لیکن لشکر فارس کی طرف سے پہلی ہی تکبیر پر تیراندازی شروع ہوگئی اس وجہ سے قعقاع اپنی قوم کو لے کر ٹوٹ پڑے پھر ان کی دیکھا دیکھی اور قبایل بھی لڑنے لگے تمام رات قیامت خیز ہنگامہ برپا رہا، سوائے شور وغل کے اور کچھ سنائی نہ دیتا تھا، نہ تو میدان جنگ سے حضرت سعد ورستم تک کوئی خبر جاتی تھی اور نہ اُن کے پاس سے کوئی حکم لڑنے والوں تک پہنچ سکتا تھا۔ رات بھر حضرت سعد جاگتے اور دعا کرتے رہے۔

رستم کا خاتمہ

نصف شب گزر چکی تھی کہ قعقاع کی آواز سنائی دی وہ اپنے ہمراہیوں سے کہہ رہے تھے۔ "دیکھو سب کے سب سمٹ کر قلب پر حملہ کرو اور رستم کو قتل کردو" حریف پر میدانِ جنگ

(بقیہ حاشیہ ص ۳۲۱) چھوڑ دیا پیادہ ہوکر قدم بڑھایا اور اپنے رفیقوں سے کہا، "میں مقابل کے ہاتھی پر حملہ آور ہوتا ہوں تم میرے پیچھے رہنا ورنہ عمرو بن معدی کرب مارا گیا تو پھر عمرو بن معدی کرب نہ پیدا ہوگا"۔ یہ کہہ کر تلوار نیام سے کھینچ لی اور ہاتھی پر حملہ کیا فارس کی پیدل فوجیں جو اس کے دائیں بائیں تھیں وہ ان پر ٹوٹ پڑیں اور اس قدر غبار اٹھا کہ یہ نظر سے غائب ہوگئے ان کے رفقاء نے اللہ اکبر کا نعرہ مارا اور اس بے جگری سے حملہ کیا کہ دشمنوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔

تنگ ہوا چاہتا ہے" سب لوگ لڑتے لڑتے اگرچہ تھک گئے تھے ہاتھ پاؤں کام نہ دیتے تھے لیکن قعقاع کی اس آواز نے ان میں ایک تازہ روح پھونک دی۔ قعقاع کا آگے بڑھنا تھا کہ دوسرے قبائل کے سرداروں نے اپنی اپنی قوموں کو للکارا" بہادرو اللہ تعالیٰ کی راہ میں یہ تم سے آگے بڑھنے نہ پائیں" میدان جنگ میں از سر نو لڑائی کی آگ مشتعل ہو گئی سواروں نے گھوڑے چھوڑ دیئے پیادوں نے تلواریں کھینچ لیں اور بے جگری کے ساتھ لڑنے لگے" قعقاع اور اُن کے رکاب کی فوج صف اعدا کو پھاڑتی ہوئی رستم کے تخت تک پہنچ گئی' رستم اس وقت تک عتیق میں تخت پر بیٹھا ہوا اپنی فوج کو لڑا رہا تھا۔ تخت سے اتر کر لڑنے لگا۔ جب زخموں سے چور ہوا تو بھاگ کھڑا ہوا' ہلال نے تعاقب کیا۔ قریب پہنچ کر اس زور سے برچھا مارا کہ رستم کی کمر ٹوٹ گئی۔ رستم گھبرا کر ایک گڑھے میں گر پڑا' ہلال بھی کود پڑے' ٹانگیں پکڑ کر گھسیٹ لائے اور تلوار کھینچ کر اس کا کام تمام کر دیا' پھر تخت پر چڑھ کر پکار اُٹھے قتلت رستم برب الکعبہ (رب کعبہ کی قسم ہے میں نے رستم کو مار ڈالا) اس آواز کو سنتے ہی اسلامی لشکر نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا لشکر فارس کے ہوش و حواس جاتے رہے' میمنہ' میسرہ' قلب بھاگ نکلے' بعض نے کہا ہے کہ جب ہلال نے رستم کا تعاقب کیا تو اتفاق سے سامنے ایک نہر آگئی' رستم اس میں کود پڑا کہ تیر کر نکل جائے' ساتھ ہی ہلال بھی کود پڑے' ٹانگیں پکڑ کر باہر گھسیٹ لائے' تلوار سے کام تمام کر کے لاش کو خچر کے پاؤں میں باندھ دیا اور اُس کے تخت پر چڑھ کر جوش مسرت سے بول اُٹھے" میں نے رستم کا کام تمام کر دیا۔

آہن پوش دستہ

رستم کے قتل ہوتے ہی لشکر فارس میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔ جالینوس نے ان کے روکنے اور لڑائی جاری رکھنے کی کوشش کی لیکن بے سود تھی۔ باقی رہا فارس کا وہ رسالہ جو سر تا پا لوہے میں غرق تھا۔ وہ میدان جنگ میں لڑتا رہا۔ قبیلہ حمیضہ نے ان پر حملہ کیا لیکن تلواریں زرہوں پر اُچٹ اُچٹ کر رہ گئیں مجبور ہو کر پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا سردار نے للکارا' نبرد آزماؤں نے جواب دیا تلواریں کام نہیں دیتیں" سردار نے غصے میں آ کر ایک سوار پر اس زور سے برچھے کا وار کیا کہ اُس کی کمر ٹوٹ گئی اوندھا منہ کے بل گر پڑا یہ دیکھ کر اوروں کو بھی جرات ہوئی اور کمال مردانگی سے لڑ کر سب کو خاک و خون پر موت کی نیند سلا دیا۔ تیس ہزار میں سے بمشکل تمام تیس سواروں نے اپنی جان بچائی۔

جالینوس کا قتل

ضرار بن الخطاب نے ایرانیوں کا نشان درفش کاویان لوٹ لیا جس کے عوض میں انہوں نے تیس ہزار دینار پائے اور وہ درحقیقت دولاکھ دس ہزار کی مالیت کا تھا۔ جنگ ہائے سابق کے علاوہ اس معرکے میں لشکر فارس کے دس ہزار سپاہی کام آئے اور اسلامی لشکر کے چھ ہزار نے جام شہادت نوش کیا۔ اس معرکے کے قبل ڈھائی ہزار مسلمان جنگ سابق میں شہید ہو چکے تھے شہداء جنگ کے دفن کرنے کے بعد مال غنیمت اور آلات حرب اس قدر جمع ہوئے کہ اس سے پیشتر اور نہ اس کے بعد اس قدر جمع

ہوئے۔ سعد نے رستم کا اسباب ہلال بن علقمہ کو دیا اور قعقاع اور شرجیل کو تعاقب کے لیے روانہ کیا ان کے پہلے زہرہ بن حیوۃ ایک دستہ فوج لے کر لشکر فارس کے منہزم گروہ کے پیچھے نکل چکے تھے جالینوس مقام حرار میں منہزموں کو جمع کر رہا تھا۔ اس اثناء میں زہرہ نے پہنچ کر حملہ کر دیا۔ سب کو مع جالینوس کے قتل کر ڈالا اور جالینوس کا اسباب لے لیا۔ یہ اسباب بہت قیمتی اور کثیر تھا اس لئے امیر لشکر سعدؓ نے زہرہ کو دینے میں تامل کیا۔ دربار خلافت سے استفسار کیا فاروق اعظمؓ نے لکھ بھیجا "ابھی لڑائی کا خاتمہ نہیں ہوا زہرہ نے بہت بڑا کام کیا ہے اُس کی دل شکنی نہ کی جائے علاوہ جالینوس کے اسباب کے اس کو اور اس کے ہمراہیوں کو پانچ پانچ سو دینار اور دو"

ایرانیوں کی پسپائی

ہزیمت کے بعد سلیمان بن ربیعہ باہلی اور عبدالرحمٰن بن ربیعہ، فارس کے ایک دستہ فوج سے جا بھڑے جس نے خاتمہ جنگ پر پسپا ہو کر نہ بھاگنے اور میدان جنگ میں مر جانے کی قسم کھائی تھی، چنانچہ عبدالرحمٰن نے وہیں اُن سب کو ڈھیر کر دیا، ایرانیوں کے لشکر کے فرار ہونے پر اُن کے تیس سردار میدان جنگ میں ثابت قدمی کے ساتھ لڑتے رہے جن کے مقابلہ میں اسلامی لشکر سے تیس سوار نکلے اور دم بھر میں ان سب کو بھی قتل کر کے میدان کو مخالفوں سے صاف کر دیا۔ سرداران ایران کے بھاگنے والوں میں ہرمزان، اہود، وزاد بن بہیس، قارن وغیرہ تھے استقلال کے ساتھ میدانِ جنگ میں ٹھہر کر لڑنے والوں میں شہریار بن کبار، قرواں اہوازی، خسرو شنوم ہمدانی ابن الہربد وغیرہ تھے ان لوگوں نے بھگدڑ مچنے پر بھی نہایت ثابت قدمی سے جم کر مسلمانوں کا مقابلہ کیا اور میدان جنگ میں مردانہ وار جان دی۔

قاصد اور خلیفہ ثانی

حضرت سعدؓ نے فاروق اعظمؓ کو فتح کی خوش خبری لکھی اور شہداء عساکر اسلامیہ نام بنام لکھے عمر فاروقؓ کا یہ حال تھا کہ جس دن سے جنگ قادسیہ شروع ہوئی تھی صبح ہوتے مدینہ سے باہر نکل جاتے تھے اور دوپہر ڈھلے تک قاصد کا انتظار کرتے تھے معمول کے موافق ایک دن مدینہ کے باہر کھڑے ہوئے قاصد کے انتظار میں چشم براہ تھے دور سے ایک شتر سوار نظر آیا۔ دوڑ کر اُس سے پوچھا، کہاں سے آئے ہو" سوار نے کہا "قادسیہ سے، سعدؓ نے مژدہ فتح دے کر مجھے بھیجا ہے" فاروق اعظمؓ فرط شوق سے بیتاب ہو کر مفصل

لہ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ شتر سوار کی رکاب پکڑے ہوئے عمر فاروقؓ دوڑتے جاتے تھے اور برابر حالات پوچھتے جاتے تھے جب مدینہ میں پہنچے تو شتر سوار نے دیکھا کہ جو لوگ ملتے ہیں وہ اُن کو امیرالمومنین کہہ کر پکارتے ہیں، خوف سے کانپ اٹھا اور کہا "حضرت نے مجھے اپنا نام کیوں نہ بتایا مجھ سے بہت بڑی گستاخی ہوئی فاروق اعظمؓ نے کہا "بھائی! کوئی ہرج نہیں ہے تم سلسلہ کلام منقطع نہ کرو" چنانچہ اسی طرح اس کے ساتھ ساتھ مکان تک آئے ایک مجمع عام میں فتح کی خوش خبری سنائی اور ایک نہایت پر اثر تقریر کی جس کا آخر فقرہ یہ تھا۔ بھائیو میں بادشاہ نہیں ہوں کہ تم کو اپنا غلام بناؤں میں خود ربانی صفحہ ۳ پر

حال دریافت کرنے لگے قاصد نے کہنا شروع کیا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح نصیب کی۔ اس قدر مشرکین معرکہ جنگ میں مارے گئے۔ اس قدر مال غنیمت ہاتھ آیا۔ خاتمہ جنگ کے بعد لشکر اسلام بانتظار صدور احکام دربار خلافت قادسیہ میں ٹھہرا رہا یہاں تک کہ دربار خلافت سے وہیں قیام کرنے کا فرمان صادر ہوا۔ جنگ قادسیہ ۱۴ھ میں، بعض کہتے ہیں کہ ۱۵ھ میں اور ایک روایت کے مطابق ۱۶ھ میں ہوئی ہے۔ واللہ اعلم۔

بابل پر قبضہ

اہل فارس نے قادسیہ سے بھاگ کر بابل میں قیام کیا بابل ایک محفوظ اور مستحکم مقام تھا، یہاں پر ان کے نامور سرداروں میں سے تخیر خان، ہرمزان اہوازی، ہرمزان وغیرہ موجود تھے ان لوگوں نے دوبارہ سامان جنگ مہیا کر کے فیروزان کو لشکر کا سردار مقرر کیا۔ سعد فتح کے بعد دو مہینہ تک قادسیہ میں انتظام کی غرض سے ٹھہرے رہے۔ پھر حسب الحکم فاروق اعظم اہل و عیال کو ایک کثیر التعداد لشکر کی حفاظت میں مقام عتیق میں چھوڑ کر مداین کی طرف روانہ ہوئے۔ مقدمۃ الجیش میں زہرہ بن حیوۃ، شرجیل بن السمط اور عبداللہ بن المعتمر کو متعین کر کے روانہ کیا۔ مقام رستن (برس) میں بصبری سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ بصبری معرکہ جنگ میں زخم کھا کر بابل کی طرف بھاگا، برس کے رئیس (بسطام) نے حاضر ہو کر زہرہ سے صلح کر لی، موقع بہ موقع جابجا پل تیار کرا دیئے جس سے اسلامی لشکر بہ آسانی بابل تک پہنچ گیا۔ فیروزان نے بابل سے نکل کر مقابلہ کیا اور پہلے ہی حملے

(بقیہ حاشیہ ص۳۲۴) اللہ تعالیٰ کا غلام ہوں البتہ خلافت کا بار میرے سر پر ہے۔ اگر میں اس طرح پر تمہارا کام کروں کہ تم لوگ آرام سے اپنے مکانوں میں سوؤ تو میری خوش نصیبی ہے اور اگر میری یہ خواہش ہو کہ تم میرے دروازے پر حاضر رہو تو میری بدبختی ہے میں تم کو تعلیم دیتا ہوں۔ قول سے نہیں بلکہ عمل سے۔

۱؎ اس معرکے میں منجملہ اور عورتوں کے خنساء عرب کی مشہور شاعرہ بھی شریک تھی اور اس کے چاروں لڑکے لڑنے کو آئے تھے لڑائی شروع ہونے پر اپنے بیٹوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگی۔ لم تنب بکم البلاد ولم تقحکم السنۃ ثم جئتم بام عجوزۃ کبیرۃ فوضعتموھا بین ایدی اہل فارس واللہ انکم بنو رجل واحد کما انکم بنو امرۃ واحدۃ ما خنت اباکم ولا فضحت خالکم انطلقوا فاشہدوا اول القتال و آخرہ۔ ترجمہ۔ عزیز بیٹو! تم اپنے ملک پر بھاری نہ تھے اور نہ تم پر قحط پڑا تھا باوجود اس کے تم نے اپنی بوڑھی ماں کو یہاں لا کر فارس کے آگے ڈال دیا اللہ کی قسم تم ایک باپ کی اولاد ہو جس طرح تم ایک ماں کی اولاد ہو میں نے تمہارے باپ سے بددیانتی نہیں کی اور نہ تمہارے ماموں کو فضیحت کیا جاؤ اخیر تک لڑو۔

یہ سنتے ہی اس کے بیٹوں نے ایک ساتھ باگیں اٹھائیں اور دشمن پر بجلی کی طرح ٹوٹ پڑے جب نظر سے اوجھل ہوئے تو خنساء نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا اے اللہ میرے بیٹوں کو بچانا" کتاب الاغانی میں لکھا ہے کہ خنساء کو اصناف شعر میں سے مرثیہ گوئی میں بہت بڑا کمال تھا بازار عکاظ میں اس کے خیمے کے دروازے پر ایک علم نصب کیا جاتا جس پر لکھا ہوتا ارثی العرب یعنی تمام عرب سے اچھی مرثیہ گو۔

میں مع اُن لوگوں کے جو بابل میں تھے بھاگ نکلا، سعد نے بابل پر قبضہ کرلیا۔

مدائن کی قلعہ بندی

فارس کی فوجیں بابل سے بھاگنے کے بعد چند گروہ پر منقسم ہوگئیں کچھ تو ہرمزان کے ساتھ اہواز میں جا پہنچیں، فوج کا ایک حصہ فیرزان کے ہمراہ نہاوند کی طرف چلا گیا جہاں پر کسریٰ کا خزانہ تھا اور ایک گروہ کو نخیرخان و مہران لے کر مدائن کی طرف چلے گئے اثنائے راہ میں جتنے پل تھے سب کو توڑ ڈالا اور شہر کی چاروں طرف سے قلعہ بندی کرلی۔

اہل ساباط کی اطاعت

سعد نے بابل سے کوچ کیا اور مقدمۃ الجیش پر زہرہ کو مامور کرکے آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ زہرہ، بکیر بن عبداللہ لیثی اور کثیر بن شہاب سبعی راستہ صاف کرتے ہوئے کوثیٰ[1] پہنچے جہاں کہ شہریار ایرانیوں کا ایک مشہور رئیس زادہ موجود تھا۔ شہریار[2] نے کوثی سے نکل کر زہرہ کا مقابلہ کیا اثنائے جنگ میں شہریار مارا گیا اس کے ہمراہی میدان جنگ سے بھاگ نکلے اس عرصہ میں سعد سپہ سالار لشکر اسلام بھی آگئے اور انھوں نے شہریار کے قاتل کو اس کا اسباب دے دیا۔ اس کے بعد زہرہ، ساباط کی طرف بڑھے اہل ساباط نے زہرہ سے جزیہ دے کر صلح کرلی اور زہرہ نے رسالہ کسریٰ کو شکست دی۔

---

[1] کوثی ایک مشہور تاریخی مقام ہے۔ نمرود نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو یہیں قید کیا تھا اس وقت تک قید خانے کی جگہ محفوظ تھی سعدؓ دیکھنے گئے اور درود پڑھ کر یہ آیت پڑھی تلک الایام نداولہا بین الناس۔

[2] جس وقت زہرہ کوثی کے قریب پہنچے اور شہریار کو زہرہ کے آنے کا حال معلوم ہوا تو اس نے کوثی سے نکل کر میدان جنگ میں آکر پکارا "جو بہادر تمام لشکر میں منتخب ہو میرے مقابلہ پر آئے" زہرہ نے جواب دیا "میں خود تیرے مقابلے پر آنے کو تھا لیکن تیرا یہ دعویٰ ہے تو تیری سرکوبی کو کوئی معمولی شخص جاتے گا" یہ کہکر ابونباتہ نایل بن جشعم اعرج کو اشارہ کیا وہ گھوڑا کدا کر میدان میں پہنچے شہریار نے ان کو کمزور خیال کرکے نیزہ ہاتھ سے پھینک دیا ان کی گردن میں ہاتھ ڈال کر زور سے کھینچا اور زمین پر گرا کر سینے پر چڑھ بیٹھا اتفاق سے نایل کے منہ میں شہریار کا انگوٹھا آگیا نایل نے اس زور سے کاٹا کہ شہریار تلملا گیا۔ نایل پلٹ کر اس کے سینے پر چڑھ بیٹھے اور اسی کی کمر سے خنجر نکال کر پیٹ میں بھونک دیا شہریار کے مارے جانے پر ایرانی فوجیں جو اس کے رکاب میں تھیں بھاگ نکلیں۔ نایل نے شہریار کی زرہ اور پوشاک اُتار لی اسلحہ لے لئے، سعد نے یہ دیکھ کر نایل کو حکم دیا کہ وہی لباس پہن کر اور اسلحہ سجا کر آئیں۔ چنانچہ نایل شہریار کی زرق برق پوشاک اور اسلحہ سے آراستہ ہو کر مجمع عام میں آئے عرب کی سادہ لوح فوج انھیں دیکھ دیکھ کر سوائے اللہ اکبر کے اور کچھ نہ کہتی تھیں۔

بہرہ شیر کا محاصرہ

کل اسلامی فوجیں مدائن کے قریب بہرہ شیر[1] میں جمع ہوئیں۔ جب مسلمانوں نے ایوان شاہی کو دیکھا تو جوش مسرت سے تکبیر کے نعرے بلند کیے، خوش ہو ہو کر ایک دوسرے سے کہنے لگا۔ ھذا ابیض کسریٰ ھذا ما وعد اللہ (یہ کسریٰ کا محل ابیض ہے یہ وہ ہے جس کا اللہ نے وعدہ کیا ہے) ذی الحجہ ۱۵ھ کو لشکر اسلام نے اس مقام پر پڑاؤ کیا تھا اور تین مہینے کے محاصرے کے بعد اس کو فتح کیا اثنائے محاصرے میں اسلامی سواروں نے اطراف و جوانب سے ہزاروں آدمیوں کو گرفتار کر لیا فاروق اعظم نے لکھا تھا کہ جو شخص جزیہ دینا قبول کرے، یا ہتھیار ڈال دے، یا لڑتے ہوئے بیٹھ جائے تو اس کو امان دے دینا اور جو شخص بھاگے اور اس کو گرفتار کرو تو اس کی بابت تم کو اختیار ہے۔ غربی دجلہ کے کل دہقان اور اہل سواد مسلمانوں کی امان میں آ گئے۔ اور ان کی حکومت کو تسلیم کر لیا، باقی رہ گیا۔ بہرہ شیر اس کا محاصرہ کیے ہوئے موقع موقع سے منجنیقیں نصب کر کے سنگ باری کرتے تھے مختلف مقامات کو ایرانیوں سے چھین لیا تھا۔

---

[1] بہرہ شیر پایہ تخت مدائن کے قریب ایک مقام تھا جہاں پر ایک شاہی رسالہ رہتا تھا یہ ہر روز صبح کو قسم کھاتا تھا کہ "ہمارے جیتے جی سلطنت فارس پر زوال نہ آنے پائے گا" یہاں ایک شیر پلا ہوا تھا جو کسریٰ سے بے حد مانوس تھا اور عجب نہیں کہ اسی مناسبت سے اس مقام کو بہرہ شیر کہتے ہوں جب اسلامی فوجیں اس کے قریب پہنچیں تو وہ تڑپ کر نکلا ہاشم ابن عتبہ جو ہراول کے افسر تھے۔ اس صفائی سے تلوار کا وار کیا کہ وہ وہیں ڈھیر ہو کر رہ گیا سعد نے اس دلاوری پر ان کی پیشانی چوم لی اور ہاشم نے جوش مسرت سے سعد کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ پھر سعد تین مہینے تک بروایت دیگر دو مہینے تک بہرہ شیر کا محاصرہ کیے رہے اہل فارس کبھی کبھی قلعہ سے نکل کر مسلمانوں سے جنگ کرتے تھے اور اسلامی لشکر ان پر منجنیقوں سے پتھر برساتا تھا مسلمانوں نے قلعہ کے فصیلوں کے منہدم کرنے کو بیس منجنیقیں نصب کی تھیں گرد و نواح کے تقریباً کل رئیسوں نے حاضر ہو کر جزیہ دینا قبول کر لیا تھا۔ لیکن شہر پر کسی طرح قبضہ نہ ملتا تھا۔ ایک روز ایرانیوں نے طول حصار سے گھبرا کر مرنے پر قسمیں کھائیں اور سر فروشانہ قلعہ سے تیر برساتے ہوئے نکلے مسلمانوں نے بھی برابر کا جواب دینا شروع کیا زہرہ جو ایک مشہور سوار اور نامی افسر تھے اور اکثر معرکوں میں سب سے آگے رہتے تھے ان کی زرہ بوسیدہ تھی کہیں کہیں سے اس کی کڑیاں ٹوٹ گئی تھیں۔ لوگوں نے کہا "زرہ تبدیل کر کے دوسری پہن لیجئے" زہرہ بولے "میری یہ قسمت کہاں ہے کہ دشمن کا تیر سب کو چھوڑ کر مجھے آ لگے" اتفاق ایسا ہوا کہ سب سے پہلے مسلمانوں میں انھیں کو تیر لگا لوگوں نے دوڑ کر نکالنے کا قصد کیا تو انھوں نے کہا جب تک یہ تیر میرے بدن میں ہے اسی وقت تک میں زندہ ہوں مجھے اسی حالت میں رہنے دو شاید دو ایک دشمن دین کو مار کر مروں" چنانچہ اسی حالت میں حملہ کرتے ہوئے بڑھے اور شہر یار نامی اصطخر کے رئیس کو ایک وار میں ختم کر دیا اور خود زمین پر گر کر انتقال کر گئے اس کے بعد ایرانیوں نے تھوڑی دیر تک لڑ کر بھاگنا شروع کیا اور شہر والوں نے صلح کا پرچم اڑایا۔

زہرہ کی شہادت

ایک روز انھیں میں سے ایک مزربان جس کا دیو کا سا تن و توش تھا نکل کر میدان میں آیا اور شیر کی طرح دھاڑ کر کہنے لگا "تم میں سے کوئی ایسا شخص ہے جو میرے مقابلے پر آئے"۔ زہرہ یہ سنتے ہی صف لشکر سے نکل کر میدان میں آئے۔ پہلے دونوں میں نیزہ بازی ہوتی رہی پھر ایرانی مزربان نے نیزہ پھینک کر تلوار کھینچ لی، زہرہ نے بھی اُس پر تلوار چلائی تھوڑی دیر تک تلوار چلتی رہی جب اس سے بھی مزربان عہدہ برآ نہ ہوا تو کندھے سے کمان اُتار کر تیر برسانے لگا اور زہرہ نے بڑھ بڑھ کر وار کرنے شروع کر دیئے اور انجام کار لڑتے لڑتے زہرہؓ شہید ہو گئے اور وہ مزربان بھی اُسی مقام پر اُنھیں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ زہرہ کو شبیب خارجی نے زمانہ حجاج بن یوسف میں شہید کیا ہے۔

دجلہ عبور کرنے کا واقعہ

الغرض جب اہل بہرہ شیر کو محاصرے کی شدت و طوالت سے غلہ اور سامان جنگ کی کمی محسوس ہوئی اور اُن میں لڑائی اور مقابلے کی قوت باقی نہ رہی تو انھوں نے شہر چھوڑ دیا اسلامی لشکر جب بڑھتا ہوا۔۔۔ شہر کے قریب پہنچا تو مسلمانوں میں سے ایک شخص سوار ہو کر شہر پناہ کے دروازے پر گیا دور سے ایک آدمی دکھائی دیا جو اشارے سے کہہ رہا تھا کہ "شہر میں اب کوئی متنفس باقی نہیں ہے سب کے سب اُس شہر کی طرف چلے گئے ہیں جہاں ایوان شاہی ہے"۔ سعدؓ مع فوج اسلام بہرہ شیر میں داخل ہوئے۔ بہرہ شیر اور مدائن میں صرف دجلہ حائل تھا۔ سعد نے بہرہ شیر سے آگے بڑھنے کا قصد کیا۔ لیکن دجلہ کو حائل دیکھ کر رُک گئے، ایرانیوں نے پہلے سے جہاں جہاں پل بندھے تھے انھیں توڑ کر بیکار کر ڈالا تھا دجلہ کے کنارے دور دور نظر دوڑانے پر بھی کسی کشتی کا پتہ نہ چلتا تھا۔ کچھ وقت سعد عبور کے فکر میں دجلے کے کنارے پڑاؤ ڈالے پڑے رہے اس عرصہ میں ایک جاسوس نے آ کر کہا تم دجلہ کے کنارے ہی پر پڑے رہو گے؟ تم پر تیسرا دن نہ آنے پائے گا کہ یزدگرد مداین کا کل مال و اسباب اور خزانہ لے کر کسی طرف چلا جائے گا"۔

سعدؓ یہ سُن کر اُٹھ کھڑے ہوئے اور بعد حمد و نعت کے لوگوں سے مخاطب ہو کر دجلہ کو عبور کرنے کی ترغیب[1]

[1] سعدؓ نے اس وقت جو تقریر کی تھی اُس کا خلاصہ یہ ہے "اے بہادرو! تمھارے دشمن نے ہر طرف سے مجبور ہو کر اب دریا کے دامن میں پناہ لی ہے تم جب تک اُس کو نہ عبور کرو گے اُس وقت تک تم اس ... کامیابی نہ حاصل کرو گے اگر یہ مہم بھی سر کر لو تو پھر مطلع صاف ہے۔ کشتیوں کا انتظار کرو گے تو ایک زمانہ گزر جائے گا، کیا تمھارے جوش نے تم میں اس قدر استقلال نہیں پیدا کیا کہ تم اللہ کا نام لے کر اس دریا کو عبور کر جاؤ (باقی اگلے صفحہ پر)

دی اور پکار کر کہا "کون ایسا بہادر ہے جو عبور کے وقت لشکر کی حفاظت کرے" عاصم بن عمر نے جواب دیا "میں ہوں! اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کام کے لئے پیدا کیا ہے" یہ کہکر چھ سو تیر اندازوں کو لے کر بلند مقام پر دجلے کے کنارے جا بیٹھے اور سعد نے **نستعین باللہ ونتوکل علیہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم** پڑھ کر گھوڑے کو دریا میں ڈال دیا۔ اُن کی دیکھا دیکھی اور لوگوں نے بھی مردانگی سے گھوڑے دریا میں ڈال دیئے۔ دریا اگرچہ نہایت ذخار اور مواج تھا لیکن اُن کی ہمت واستقلال کا یہ حال تھا کہ موجیں گھوڑوں سے آ آکر ٹکراتی تھیں اور سواران اسلام رکاب سے رکاب ملائے باتیں کرتے ہوئے چلے جاتے تھے ذرہ بھر بھی طبیعتوں میں اضطراب نہ تھا اور نہ میمن ویسار کی ترتیب میں مطلقاً فرق آیا۔ ایرانی یہ حیرت انگیز تماشہ دیکھکر متحیر تھے۔ جب عساکر اسلامی نصف دریا سے زیادہ عبور کر آیا تو اُن سے سپہ سالار خرزاد نے تیر اندازوں کو تیر برسانے کا حکم دیا جس کا ترکی بترکی جواب اس طرف سے عاصم نے دیا تھوڑی دیر کے بعد جب ایرانی تیر انداز، مسلمانوں کے جوش سیلاب کو نہ روک سکے تو پیہم تیر اجل کے نشانے سے بھاگ کھڑے ہوئے۔

مدائن کی فتح

اس اثنا میں سعد مع اپنے ہمراہیوں کے دجلہ کے کنارے پہنچ گئے اور ایرانی تیراندازوں پر حملہ کر دیا۔ ایرانی کمال بے سروسامانی سے مداین چھوڑ کر حلوان کی طرف بھاگے۔ یزدگرد نے اپنی حرم اور خاندان شاہی کو اس سے پہلے ہی جس قدر مال واسباب اٹھا سکتا تھا اُٹھا کر روانہ کر دیا تھا جب اُس نے یہ خبر سنی تو خود بھی مداین چھوڑ کر نکل گیا، بایں ہمہ مداین میں کپڑے، اسباب قیمتی ظروف اور سامان آرائش اس قدر تھا کہ جس کی قیمت کا صحیح اندازہ نہیں ہوسکتا۔ خزانہ شاہی میں تین ہزار گائے[1] کی کھالیں دینار سرخ سے بھری ہوئی ملیں۔ جس کو رستم قادسیہ جاتے وقت چھوڑ گیا اور تھا اور اسی قدر مصارف فوج کے لئے اپنے ہمراہ لے گیا تھا۔

(بقیہ حاشیہ ص۳۲۸) ہماری یہ رائے ہے کہ اس سے پہلے کہ دنیا تم کو اپنے گرداب میں لے اپنے دشمنوں سے نپٹ لو۔ میں نے اللہ کے بھروسہ پر اس دریا کو عبور کر جانے کا قصد کیا ہے" لوگوں نے یہ تقریر سُن کر ایک زبان ہو کر کہا "چلو اللہ کے نام پر اللہ تعالیٰ تمہارے ارادوں میں تم کو کامیاب کرے گا۔

[1] ابن خلدون نے قنطار لکھا ہے۔ قنطار ایک پوست گاؤ پُراز زر کو کہتے ہیں۔ معاذؓ بن جبلؓ کہتے ہیں کہ ایک قنطار ایک ہزار دو سو اوقیہ کا ہوتا ہے اور ایک اوقیہ پونے چار تولہ کا ہوتا ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ ایک سو بیس رطل کا ایک قنطار ہوتا ہے اور ایک رطل ۲۰½ تولہ کا۔

قصر ابیض

اسلامی فوجیں جوق جوق شہر میں داخل ہوئیں اہل شہر نے قصر ابیض میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لئے۔ اور اس کے بعد جزیہ دے کر اپنے کو بچا لیا۔ سعد قصر ابیض میں داخل ہوئے چاروں طرف سناٹا تھا دل پر ایک عبرت سی چھا گئی بے اختیار یہ آیتیں زبان سے نکلیں کم ترکوا من جنات وعیون وزروع ومقام کریم ونعمة کانوا فیہا فاکھین کذلک واورثنا ھا قوماً اٰخرین۔ پھر وہیں ایک سلام سے آٹھ رکعتیں صلوٰۃ الفتح پڑھیں۔ بجائے تخت ممبر نصب کرایا۔ نماز جمعہ اسی ایوان میں ادا کی (یہ پہلا جمعہ تھا جو عراق میں پڑھا گیا) ایوان شاہی میں جس قدر تصویریں تھیں اُن کو بحالہٖ قائم رکھا ایک کو بھی اُن میں سے نہیں ہٹایا چونکہ قیام کا قصد ہو گیا تھا اس وجہ سے قصر نہیں کیا زہرہ بن حیوۃ کو ایرانیوں کے تعاقب میں نہروان کی طرف روانہ کیا۔

مال غنیمت

مال غنیمت کے جمع کرنے پر عمرو بن عمرو بن مقرن اور تقسیم پر سلیمان بن ربیعہ باہلی مامور کئے گئے۔ چنانچہ قصر ابیض اور ایوان شاہی میں جو کچھ تھا وہ اور جو مال و اسباب اہل مدائن اس بھگدڑ میں لوٹے ہوئے لئے جاتے تھے[1] سب کو یکجا مجتمع کیا کسریٰ کا شاہی ملبوس، تاج زرنگار اور زرہ جس کو کسریٰ فخر و مباہات کے وقت پہنتا تھا، یہ سب بھگوڑوں سے چھینا گیا تھا۔ ایوان شاہی کے خزانے اور عجائب خانے میں خاقان چین، قیصر روم، داہر یا شاہ ہند، بہرام گور، سیاوخش، نعمان بن منذر کے خود اور اُن کی زرہیں اور تلواریں تھیں کسریٰ، ہرمز، قباد، فیروز کی تلواریں اور خنجر تھے ان سب نادرات اور یادگار شاہان فارس کو قعقاع نے ڈھونڈ ڈھونڈھ کر جمع کیا تھا سعد نے اُن کو اجازت دی کہ تلواروں میں سے جس تلوار کو چاہیں لے لیں قعقاع نے قیصر روم ہرقل کی تلوار اٹھا لی اور سعد نے اپنی طرف سے بہرام گور کی زرہ اُن کو مرحمت فرمائی۔

---

[1] ابن اثیر نے لکھا ہے کہ جس وقت اسلامی لشکر مدائن میں داخل ہوا ایک تہلکہ سا مچ گیا قصر ابیض اور اُس کے عجائب خانے سے جس کے ہاتھ جو چیز لگی اُس کو وہ لئے بھاگا جاتا تھا اتفاق سے عصمت بن خالد ضبی ایک غیر معمولی راستے سے ہو کر گزرے دیکھا کہ دو شخص دو گدھوں پر کچھ اسباب بار کئے ہوئے تیزی سے قدم اٹھائے چلے جا رہے ہیں عصمت نے لپک کر ایک پر تلوار چلائی وہ تو اُسی مقام پر ٹھنڈا ہو گیا دوسرا یہ واقعہ دیکھ کر گدھوں کو چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا عصمت بن خالد ان گدھوں کو عمرو بن عمرو بن مقرن کے پاس لائے جو مال غنیمت کے جمع کرنے پر مامور تھے اسباب اُتارا گیا تو اُس میں قیمتی قیمتی اور عجوبہ چیزیں نکلیں سونے کا ایک گھوڑا تھا جس پر چاندی کا زین کسا ہوا تھا۔ یاقوت و زمرد اُس کے سینے اور پیشانی پر جڑے تھے سوار چاندی کا تھا لیکن جواہرات سے لدا ہوا تھا اور چاندی کی ایک اونٹنی تھی جس پر سونے کی پالان تھی بیش قیمت یاقوت و ہیرے اُس کی مہار میں تھے اس کا سوار بھی سونے کا تھا اور سر سے پاؤں تک جواہرات سے مرصع تھا۔

مال غنیمت کی تقسیم

مال غنیمت سے حسب دستور خمس نکال کر دربار خلافت بھیجا گیا، کسریٰ اور نعمان کی تلواریں، نوشیرواں کا تاج، بادشاہوں کے پہننے کے زرنگار کپڑے، فروش، اور قدیم یادگاریں لوگوں کے دیکھنے کو بجنسہ روانہ کردیں بعدازاں مال غنیمت ساٹھ ہزار لشکریوں پر تقسیم کیا گیا ہر سوار کو بارہ بارہ ہزار ملے یہ کل فوجیں سواروں کی تھیں پیادہ اُن میں کوئی نہ تھا ایوان شاہی کا سامان لوگوں میں تقسیم کرکے اہل وعیال کو عتیق سے بلوا کر اسی ایوان میں ٹھہرایا اور یہیں اُن کو مقیم رکھا جب تک جلولا، حلوان، تکریت اور موصل فتح نہ ہولیا۔

نادر اشیا اور فرش نو بہار

سعد نے علاوہ خمس کے جو چیزیں دربار خلافت میں بھیجی تھیں اُس میں ہزارہا نادرات وعجائبات روزگار اسباب تھے کسریٰ کا فرش جو نوبہار کے نام سے موسوم اور ۶۰ گز لمبا، ۶۰ گز چوڑا تھا مسلّم بھیج دیا گیا پھول پتیاں، درخت، نہریں، تصویریں، غنچے، سونے چاندی کے تار اور جواہرات سے بنائے گئے تھے شاہان فارس ایام گرمی میں جب کہ بہار کا زمانہ منقضی ہوجاتا تھا اس فرش پر بیٹھ کر شراب نوشی کرتے تھے جب یہ چیزیں مدینہ میں پہنچیں اور عامۃ المسلمین کے سامنے لائی گئیں تو دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ ہوگئیں اسباب کو فاروق اعظم نے لوگوں میں تقسیم کردیا، فرش نو بہار کی نسبت اُن کا منشا تھا کہ تقسیم نہ کیا جائے اور چند لوگوں نے بھی عندالاستفسار یہی رائے ظاہر کی لیکن علی مرتضیٰ کی رائے اُس کی تقسیم کی ہوئی چنانچہ اُس کو بھی کاٹ کاٹ کر لوگوں میں تقسیم کردیا علی مرتضیٰ کے حصہ میں اس کا جو ٹکڑا آیا تھا اُس کو انھوں نے تیس ہزار کو فروخت کیا حالانکہ وہ نفیس ٹکڑوں میں سے نہ تھا۔

جنگ جلولا

اس کے بعد فاروق اعظم نے سعد ابن ابی وقاصؓ کو ان کے کل مفتوحات کے نماز اور جنگ کا متولی مقرر کیا، حذیفہ بن الیمان ساحل فرات کے خراج پر اور عثمان بن حنیف کنارہ دجلہ کے شہروں کے خراج وصول کرنے پر مامور کئے گئے ایرانی مداین سے بھاگ کر جلولا میں پناہ گزیں ہوئے اور جنگ کی تیاریاں کرنے لگے اور آذربائیجان، باب اور جبال سے مدد طلب کرکے ایک عظیم الشان فوج مرتب کی، مہران رازی کو اپنا سرگروہ بنایا۔ شہر کے چاروں طرف خندقیں کھدوائیں، راستوں اور گذرگاہوں پر لوہے کے گوکھرو بچھوا دیئے، یزدگرد ان دنوں حلوان میں تھا، سعدؓ کو یہ خبر پہنچی تو انھوں نے فاروق اعظمؓ کو اس سے آگاہ کیا فاروق اعظمؓ نے لکھ بھیجا "تیس ہزار کی جمعیت سے ہاشم بن عتبہ کو ایرانیوں کے مقابلہ پر روانہ کرو مقدمۃ الجیش پر قعقاع کو سواد اور جبال کے درمیانی قبیلوں کی حکومت دو"

جلولا کا محاصرہ

ہاشم اپنے لشکر جرار کو مداین سے لے کر روانہ ہوتے چوتھے دن جلولا پہنچ کر محاصرہ کیا، اسی روز تک گھیرے رہے، اثنا محاصرہ میں وقتاً فوقتاً ایرانی نکل نکل کر مقابلہ کرتے رہے آخری لڑائی سب لڑائیوں سے زیادہ خطرناک اور لیلۃ الہریر سے کہیں بڑھی تھی اللہ تعالیٰ کی عنایت سے عین اس زور شور کی آندھی چلی کہ اندھیرا ہوگیا فارس کا لشکر مجبور ہوکر پیچھے ہٹا لیکن گرد وغبار کی وجہ سے کچھ دکھائی نہ دیتا تھا ہزاروں سوار خندق

میں گر گر مر گئے اہل فارس نے خندق کے مختلف مقامات کو پاٹ پاٹ کر راستہ بنا لیا اور اپنے بچاؤ کے لئے خود اپنے قلعہ کو خراب کر ڈالا، مسلمانوں کو یہ خبر ہوئی تو انھوں نے پھر کمریں باندھ لیں۔ دونوں حریف میدان جنگ میں دل توڑ توڑ کر لڑتے رہے، ایرانی لشکر مسلمانوں کو روک رہا تھا لیکن قعقاع جو مقدمۃ الجیش کے افسر تھے کمال مردانگی سے بڑھے جاتے تھے۔

جلولا کی فتح

چنانچہ قعقاع اُسی پٹے ہوئے راستہ سے گذر کر قلعہ کے دروازے تک پہنچ گئے لوگوں میں یہ غل ہوا کہ قعقاع نے خندق پر قبضہ کر لیا۔ اسلامی لشکر نے یہ سنتے ہی اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر دفعۃً حملہ کر دیا ایرانی لشکر پسپا ہو کر بھاگا، حالت اضطراب میں ان کے حواس بجا نہ رہے اُسی طرف بھاگا جس طرف اہل فارس نے مسلمانوں کے حملے کی تیاری سُن کر لوہے کے گوکھرو بچھوا دیئے تھے، گھوڑے زخمی ہو گئے چلنے کے قابل نہ رہے، پیادہ پا ہوئے اسلامی لشکر نے ان کو تلواروں پر رکھ لیا ایرانیوں میں سے جو لوگ اس معرکے میں جانبر ہوئے اُن کی تعداد نہایت کم تھی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک لاکھ ایرانی اس معرکے میں کام آیا۔

حلوان پر قبضہ

قعقاع اُن کے تعاقب میں خانقین تک بڑھے چلے گئے۔ یزدگرد یہ خبر سن کر حلوان چھوڑ کر رے کی طرف بھاگ گیا اور حلوان میں حفاظت کی غرض سے خسرو شنوم کو چند رسالہ کے ساتھ چھوڑ گیا، قعقاع جب حلوان کے قریب پہنچے تو خسرو شنوم نے شہر سے نکل کر مقابلہ کی تیاری کی۔ خسرو شنوم کے مقدمۃ الجیش پر زینبی دہقان حلوان مامور تھا یہ پہلے قعقاع کے مقابلے پر آیا قعقاع نے اُس کو قتل کر کے مقدمہ پر حملہ کر دیا خسرو شنوم یہ صورت دیکھ کر میدان جنگ سے بھاگ نکلا قعقاع نے حلوان پر قبضہ کر لیا۔

مال غنیمت اور حضرت عمرؓ

سعدؓ نے ان کامیابیوں کے بعد مژدہ فتح کے ساتھ مال غنیمت کا پانچواں حصہ مدینہ منورہ روانہ کیا، اور آگے بڑھنے کی اجازت طلب کی فاروق اعظمؓ نے لکھ بھیجا "چونکہ سواد اور جبل کا درمیانی حصہ ایک قدرتی قلعہ سے گھرا ہوا ہے اہل فارس ہم تک نہیں آ سکتے ہیں اس لئے چند روز مسلمانوں کو آرام دینے کے لئے توقف کرو" اس واقعہ میں تین کروڑ کا مال غنیمت ہاتھ آیا جس کو سلیمان بن ربیعہ نے تقسیم کیا ہر سوار کو نو نو ہزار اور نو نو گھوڑے ملے حضرت سعدؓ کا سفیر جس وقت مژدہ فتح اور خمس لے کر مدینہ منورہ میں داخل ہوا شام ہو گئی تھی فاروق اعظمؓ نے قسم کھائی کہ جب تک میں اس مال کو تقسیم نہ کر لوں گا اس وقت تک یہ کسی چھت کے نیچے نہ رکھا جائے گا" اس وجہ سے مال غنیمت صحن مسجد میں رکھ دیا گیا۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ عبداللہ بن ارقم رات بھر حفاظت کرتے رہے جب صبح ہوئی لوگوں کی آنکھیں جواہرات کے انبار دیکھ کر خیرہ ہو گئیں فاروق اعظمؓ مال غنیمت اور جواہرات کو دیکھ کر رو پڑے عبدالرحمٰن نے کہا "امیر المومنین یہ تو مقام شکر تھا آپ رو کیوں پڑے؟" فاروق اعظمؓ نے جواب دیا۔ جس قوم کو اللہ تعالیٰ دولت دنیا دیتا ہے اُس میں رشک وحسد آ جاتا ہے اور جب حسد کا

مادہ پیدا ہوتا ہے تو قوم میں نفاق اور ناانصافی کی بنیاد پڑ جاتی ہے۔ فاروق اعظمؓ نے سرزمین سواد میں حلوان وقادسیہ کے درمیان زمین کی تقسیم کی ممانعت کر دی تھی۔ جریر نے فرات کے کنارے پر کچھ زمین خریدلی تھی فاروق اعظمؓ نے واپس کرنے کا حکم صادر کیا۔

معرکہ سبدان

ہاشم جلولاء سے مداین واپس آئے معلوم ہوا کہ ادین بن ہرمزان نے ایک لشکر از سرنو مرتب کر لیا ہے اور بقصد مقابلہ سہل کی طرف آ رہا ہے سعدؓ نے ایک لشکر ضرار بن الخطاب کی ماتحتی میں روانہ کیا مقام سبدان میں صف آرائی ہوئی ضرار نے ادین کو گرفتار کر کے قتل کر دیا اور ایرانیوں کے تعاقب میں نہروان تک بڑھے چلے گئے، سبدان کے مفتوحہ مقامات اہل سبدان کو واپس کر دیئے اور وہیں مقیم رہے بعض کا خیال ہے کہ سبدان کا واقعہ نہاوند کے واقعہ کے بعد ہوا ہے۔

والئ فرات کی گرفتاری

فاروق اعظمؓ نے جس وقت مثنیٰ بن حارث کو حیرہ کی طرف روانہ کیا تھا اسی زمانہ میں قطبہ بن قتادۃ السدوی کو بصرے کی جانب بھیجا تھا، قطبہ نے فاروق اعظم سے امداد طلب کی دارالخلافت سے شریح بن عامر بن سعد بن بکر کو بصرہ جانے کا حکم ملا چنانچہ شریح بن عامر قطبہ بن عامر کو بصرے میں چھوڑ کر اہواز کی طرف بڑھ گئے اثنا راہ میں ایرانیوں سے مقابلہ ہوا کمال دلاوری سے لڑ کر میدانِ جنگ میں مردانہ وار جان دی، فاروق اعظمؓ نے اِن اطراف پر عتبہ بن غزوان کو حاکم مقرر کر کے روانہ کیا اور انھیں ملک عرب اور بلادِ عجم کے درمیان سرحدی مقام پر قیام کرنے کا حکم دیا، علاء بن الحضرمی کو لکھا کہ عرفجہ بن ہرثمہ کو عتبہ بن غزوان کی مدد پر بھیج دو۔ پس جس وقت عتبہ، جبال جسر میں پہنچے والی فرات یہ خبر پا کر چار ہزار کی جمعیت سے مقابلہ پر آیا اگرچہ عتبہ کے رکاب میں صرف پانچ سو سپاہی تھے لیکن اہل اسلام نے اہل کفر کے چھکے چھڑا دیئے ایک ایک کو چن چن کر قتل کیا آخر میں والی فرات کو قید کر لیا اور ۱۴ھ میں مقام خریبہ پر آ اترے جہاں اب بصرہ آباد ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ واقعہ جلولاء کے بعد بصرہ آباد کیا گیا ہے اور سعدؓ نے عتبہ کو فاروق اعظمؓ کے حکم سے بصرے کی طرف روانہ کیا تھا اور یہ ایک مہینہ تک وہاں ٹھہرے رہے۔

ایلہ پر قبضہ

اب اہل ایلہ نے مسلمانوں کی مخالفت پر کمر باندھی اہل ایلہ کے ہمراہ کشتیوں پر چین کا اسباب تھا عتبہ نے پانچ سو سواروں سے مقابلہ کیا اور لڑائی ختم ہونے پر اپنے لشکر گاہ میں واپس آئے اللہ تعالیٰ نے اہل ایلہ کو ایسا مرعوب کر دیا کہ وہ کمال بے سروسامانی سے معمولی معمولی اسباب اٹھا کر شہر خالی کر کے دریا عبور کر گئے اگلے دن اسلامی لشکر شہر میں داخل ہوا جس قدر مال و اسباب پایا باہم تقسیم کر لیا اس کے بعد بصرہ کی بنیاد پڑی سب سے پہلے مسجد بنائی گئی، مسجد کی چھت کھجور کے پتوں وغیرہ سے بنی[1]۔

---

[1] فتوح البلدان میں لکھا ہے کہ عتبہ نے خریبہ میں وارد ہو کر فاروق اعظم کو اپنے قیام سے مطلع کیا اور یہ (باقی ص ۳۳۵ پر)

مرزبان کی گرفتاری

ایرانی ایلہ سے شکست کھا کر دشت میاں میں پہنچے جہاں مرزبان نے ان لوگوں کی امداد کے لئے ایک گروہ کثیر جمع کر رکھا تھا۔ عتبہ کو یہ خبر ملی فوراً پہنچ کر اس گروہ کو ادھر پیچھے ہٹا دیا۔ مرزبان گرفتار کر لیا گیا قتادہ نے اس کا تاج چھین کر فاروق اعظمؓ کے پاس بھیج دیا۔ فاروق اعظمؓ نے تاج مرصع دیکھ کر وہاں کی حالت دریافت کی لوگوں نے بیان کیا کہ دنیا وہاں کٹی پڑتی ہے سیم و زر اُبلا پڑتا ہے۔ لوگوں کو اس خبر سے بصرے کی طرف رغبت ہوئی، اکثر آدمی مدینہ سے بصرے میں آرہے۔ پھر عتبہ نے مجاشع بن مسعود کو لشکر پر اپنی طرف سے امیر مقرر کر کے فرات کی طرف بھیجا اور امامت پر مغیرہ بن شعبہ کو تا واپسی مجاشع مقرر کر کے عتبہ خود فاروق اعظمؓ کے پاس چلے آئے۔

(بقیہ حاشیہ صـ۳۳۳)

درخواست کی کہ مابین عرب و عراق کوئی ایسا پڑاؤ مناسب مقام پر بنایا جائے جہاں پر فوجیں ایام سرما میں رہیں اور واپسی کے بعد غزوات وہیں آکر ٹھہرا کریں، فاروق اعظم نے عتبہ کی درخواست پر ایسی چھاؤنی قایم کرنے کی اجازت دی اور یہ لکھا کہ وہ زمین جس کو تم چھاؤنی بنانا چاہتے ہو عرب کے مذاق کے موافق ہو یعنی وہاں پر پانی اور چراگاہ بکثرت ہو، عتبہ نے یہ فرمان پڑھ کر مقام بصرہ کو اس کام کے لئے تجویز کیا اور منظوری کے لئے مقام بصرہ کی کیفیت دربار خلافت کو لکھ بھیجی اور منظوری آجانے پر بنیاد کی داغ بیل ڈالی مختلف قبائل کے لئے گھاس پھوس و بانس کے مکانات علیحدہ علیحدہ احاطہ کھینچ کر بنوائے اور اپنے ہاتھ سے مسجد کی بنا ڈالی اور اس کو بھی گھاس و پھوس سے تیار کیا مسجد کے قریب دارالامارۃ اور قید خانہ بنوایا جب لڑائی پر جاتے تھے تو اُس کو اجاڑ دیتے تھے پھر لڑائی سے واپس ہو کر گھاس و پھوس یک جا کر کے چھپر و چھاؤنی قائم کر کے دارالامارۃ اور قید خانہ بنا لیتے تھے یہی حال ۱۷ھ تک رہا یہاں تک کہ اسی سنہ میں آگ لگی اور بہت سے مکانات جل گئے سعد بن وقاص گورنر کوفہ کی درخواست پر فاروق اعظم نے پختہ عمارات بننے کا حکم دیا لیکن اس کے ساتھ یہ تاکید کی کہ کوئی شخص ایک مکان میں تین کمروں سے زیادہ نہ بنائے" چونکہ بصرہ سے دجلہ دس میل کے فاصلہ پر تھا اس وجہ سے فاروق اعظم کے حکم سے دجلہ سے ایک نہر کاٹ کر بصرہ لائی گئی بصرہ کی وجہ تسمیہ میں اہل لغت یہ لکھتے ہیں کہ عربی میں بصرہ نرم پتھریلی زمین کو کہتے ہیں اور یہاں کی زمین اسی قسم کی تھی لیکن معجم البلدان میں اس کی وجہ تسمیہ میں ایک مجوسی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اس کے نزدیک یہ لفظ "بس راہ" تھا جس کے معنی "بہت سی راہیں ہر طرف کو نکلتی تھیں" اسی وجہ سے اس کو عجمی اس نام سے موسوم کرتے تھے۔

مرغاب کا معرکہ

روانگی کے بعد عتبہ سرداران فارس سے الف بیکان نے مسلمانوں سے جنگ کرنے کی ٹھانی مغیرہ بن شعبہ نے مقام مرغاب میں اس سے مقابلہ کیا اثناء جنگ لڑائی نہایت زور و شور سے جاری تھی اور فریقین جی توڑ کر لڑ رہے تھے عساکر اسلامی کی عورتوں نے دوپٹوں کے پرچم بنائے اور اپنے لشکروں میں آملیں ایرانیوں نے نشانوں کو دیکھ کر ہاتھ پاؤں ڈھیلے کر دیئے اور یہ سمجھ کر کہ عساکر اسلامی کی مدد آ پہنچی میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے کامیابی کے بعد مغیرہ نے بشارت نامۂ فتح فاروق اعظمؓ کی خدمت میں روانہ کیا۔ فاروق اعظمؓ نے عتبہ کو پھر ان کے مفتوحات کی طرف واپس کیا جو بہ قضائے الٰہی اثنائے راہ میں انتقال کر گئے۔ بعض کہتے ہیں ۱۵ھ میں عتبہ کو بصرہ کی امارت دی گئی تھی، بعض کہتے ہیں ۱۶ھ میں عتبہ امیر بصرہ مقرر کئے گئے تھے اور انھوں نے چھ ماہ حکومت کی۔ ان کے بعد فاروق اعظمؓ نے مغیرہ بن شعبہ کو مقرر کیا دو برس تک یہ حکومت کرتے رہے۔ پھر جب لوگوں نے ان پر الزامات لگائے تو معزول کئے گئے۔ بجائے ان کے ابو موسیٰ مامور ہوئے۔ بعض کہتے ہیں کہ عتبہ کے بعد ابو سبرہ اور اُن کے بعد مغیرہ مقرر کئے گئے تھے۔

باب ۱۴

فتح شام

معرکہ ذوالکلاع

فحل میں رومیوں کو شکست دینے کے بعد ابو عبیدہ اور خالد رضی اللہ عنہما نے بقصد حمص[1] روانہ ہو کر ذوالکلاع میں پڑاؤ ڈالا ہرقل شہنشاہ روم نے تو ذر بطریق کو اُن کے مقابلہ پر بھیجا جس نے مرج روم میں پہنچ کر قیام کیا تو ذر بطریق نے خالد بن الولید کے مقابلہ پر اور شمس بطریق نے ابو عبیدہ کے مقابلہ پر مورچہ قایم کیا تمام رات فریقین خوف و رجا سے نہ سوئے کسی کو اشتیاق جنگ بے چین کئے تھا اور کوئی خوف جان سے کانپ رہا تھا۔ صبح ہوتے تو ذر نے دمشق کا رخ کیا، خالد بھی اس کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے یزید بن ابی سفیان کو یہ خبر پہنچی انھوں نے دمشق سے نکل کر تو ذر کا راستہ روکا اور لڑائی شروع ہو گئی اس اثناء میں خالد نے پہنچ کر رومیوں پر پیچھے سے حملہ کر دیا۔ دو دو حملوں نے رومیوں پر میدان جنگ تنگ کر دیا اس کثیر التعداد رومی فوج سے جو تو ذر کے ہمراہ تھی معدودے چند جاں بر ہوئی مال و اسباب جو کچھ اُن کے ہمراہ تھا اُس کو مسلمانوں نے لوٹ لیا۔ یزید تو دمشق کو واپس گئے اور خالد مرج روم کی طرف لوٹے۔

فتح حمص

ابو عبیدہ نے خالد کی روانگی کے بعد شمس بطریق سے لڑائی چھیڑ دی تھی ہنوز کوئی فیصلہ نہ ہونے پایا تھا کہ خالد اپنی رکاب کی فوج لئے آپہنچے اسلامی لشکر جوش مسرت سے اللہ اکبر پکار اٹھا جس سے سارا میدان جنگ گونج گیا۔ رومیوں کے پاؤں اکھڑ گئے اثناء دار و گیر میں شمس بطریق ابو عبیدہ کے ہاتھ سے مارا گیا رومیوں نے میدان جنگ سے بھاگ کر حمص میں پناہ لی ہرقل اس ہزیمت کا حال سن کر بطریق حمص کو شہر سپرد کر کے ارہا چلا گیا

---

[1] حمص ایک بڑا ضلع اور قدیم شہر منجملہ اُن چھ بڑے ضلعوں کے ہے جو ممالک شام میں مشہور ہیں اس کو انگریزی میں ایما کہتے ہیں۔ یہاں پر ہیکل شمس تھا جس کی زیارت کو دور دراز ملکوں سے لوگ آتے تھے قدیم زمانہ میں حمص کی شہرت اسی وجہ سے ہوئی تھی۔ مواقع جنگ سمجھنے کے لئے ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ شام کا ملک چھ ضلعوں پر منقسم ہے جن میں سے دمشق۔ حمص۔ اردن۔ فلسطین زیادہ مشہور ہیں۔

ابو عبیدہ نے حمص پہنچ کر شہر کو چاروں طرف سے گھیر لیا' اہل حمص نے امان طلب کی' ابو عبیدہ نے مصالحت کرلی۔ زمانہ محاصرہ میں ہرقل نے اہل حمص کی امداد کی غرض سے اہل جزیرہ کو روانہ کیا تھا لیکن چونکہ سعد بن ابی وقاص نے عراق کے عساکر اسلامی سے ایک گروہ کو ہیت و قرقیسیا بھیج دیا تھا اس وجہ سے اہل جزیرہ حمص کے چھڑانے کو نہ پہنچ سکے مجبور ہو کر اپنے بلاد کو واپس آئے اور اہل حمص نے امداد سے ناامید ہو کر انھیں شرائط پر صلح کرلی جس پر اہل دمشق نے صلح کی تھی۔

حضرت ابو عبیدہ اور خالد بن ولید کی فتوحات

فتح حمص کے بعد ابو عبیدہ نے سمط بن الاسود کو بنو معاویہ قبیلہ کندہ پر' اشعث بن میناس کو سکون' مقداد کو بلی پر' اور ان سب پر عبادۃ بن الصامت کو سردار مقرر کر کے حماۃ[1] پر فوج کشی کی' اہل حماۃ نے جزیہ اور خراج دے کر صلح کرلی بعد ازاں اسلامی فوجیں شیرز کی طرف بڑھیں اور شیرز کو بہ صلح فتح کر کے معرہ کا قصد کیا۔ معرہ کو معرۃ النعمان بھی کہتے ہیں اور نعمان بن بشیر انصاری کی طرف اس کو منسوب کرتے ہیں اہل معرہ نے شہر سے نکل کر اہل حماۃ کی طرح صلح کرلی۔ دلاوران اسلام لاذقیہ[2] پہنچے اور اس کو بزور تیغ حاصل کر کے سلمیہ[3] کو بھی اسی طرح فتح کیا بعد ازاں ابو عبیدہ نے خالد بن الولید کو قنسرین کی طرف روانہ کیا میناس نے

---

[1] یہ ایک قدیم شہر ہے جو حمص و قنسرین کے درمیان واقع ہے۔

[2] لاذقیہ بھی ایک قدیم شہر ہے اس کی مضبوطی اور استواری اس درجہ تھی کہ باوجود شدت حصار کے عساکر اسلامی فتح یاب نہ ہوتے تھے ابو عبیدہ نے اس کی فتح کی ایک یہ نئی تدبیر نکالی کہ میدان میں بہت سے غار کھدوائے جس کی رومیوں کو اطلاع نہ ہوئی۔ ایک روز فوج کو کوچ کا حکم دے دیا اور بظاہر حمص کی طرف روانہ ہوئے لیکن جوں ہی رات نے اپنے سیاہ دامن سے دنیا کو ڈھانپ لیا ابو عبیدہ مع اپنی فوج کے لوٹ آئے اور انھیں غاروں میں چھپ رہے صبح ہوتے اہل قلعہ نے مسلمانوں کے چلے جانے کو تائید غیبی خیال کر کے دروازہ کھول دیا اور اپنے کاروبار میں مصروف ہو گئے عساکر اسلامی نے غاروں سے نکل کر دفعۃً حملہ کر کے قلعہ فتح کرلیا۔ پہلے تو عیسائی شہر چھوڑ کر بھاگ گئے تھے لیکن فتح و تسلط کے بعد امان طلب کر کے شہر میں چلے آئے اور جزیہ دے کر آباد ہو گئے عبادۃ بن الصامت نے ایک جامع مسجد بنوائی اور عیسائیوں کے کلیسے ان کو دیئے گئے۔

[3] سلمیہ کی وجہ تسمیہ ابن اثیر نے یہ لکھا ہے کہ سلمیہ شہر موتفکہ کے قریب تھا جو کسی زمانہ میں عذاب الٰہی سے الٹ دیا گیا تھا۔ جس میں سے صرف سو آدمی بچے تھے پھر ان سو آدمیوں نے اپنے لئے سو مکان بنوائے اس کا نام سلم مائۃ رکھا یعنی "سو آدمی بچے" کثرت استعمال سے سلم مائۃ سلمیہ ہو گیا لیکن یہ تاویل اس وقت ہو سکتی ہے جب کہ اہل سلمیہ عربی ہوں اور ان کی زبان بھی عربی رہی ہو اور اگر وہ عجمی تھے جیسا کہ موجودہ نسل کی زبان شہادت دے رہی ہے تو اس کی تاویل کی گنجائش نہیں۔

(جس کا رتبہ ہرقل کے بعد سب سے زیادہ تھا) مقابلہ کیا خالد نے اس کو پسپا کر کے قنسرین کا محاصرہ کر لیا۔ کچھ عرصہ بعد شہر فتح ہو گیا۔ لیکن خالدؓ بن ولید نے اس کو ویران کر دیا اور باستقلال تمام اس طرف سے خالد نے، دوسری طرف سے عیاض بن غنم نے، کوفہ سے عمر بن مالک نے اور قرقیسا کی جانب سے عبداللہ بن المعتمّ نے موصل کا قصد کیا ہرقل یہ خبر پا کر قسطنطنیہ کی طرف چلا گیا جب فاروق اعظمؓ کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی تو بے ساختہ بول اٹھے "امر خالد نفسہ یرحم اللہ ابا بکر ھو کان اعلم منی بالرّجال" (میں خالدؓ کو اس کے نفس کا سردار مقرر کرتا ہوں اللہ تعالیٰ ابو بکرؓ پر رحم کرے وہ مجھ سے زیادہ لوگوں کو جانتے تھے۔ خالد اور مثنیٰ بن حارث کو فاروق اعظمؓ نے کسی اور وجہ سے معزول نہیں کیا تھا خیال یہ پیدا ہوا تھا کہ کثرت فتوحات سے کہیں خالد اور مثنیٰ کو غرور نہ آ جائے۔ چنانچہ ابو عبید کے بعد مثنیٰ بن حارث کے ثابت قدم رہنے سے فاروق اعظمؓ نے مثنیٰ کو پھر افسر لشکر بنایا اور ایسا ہی بعد واقعہ قنسرین خالد کو دوبارہ عہدہ امارت پر مامور کیا۔

اہل قنسرین کی سرکشی و اطاعت

مہم قنسرین سے فارغ ہو کر ابو عبیدہ نے حلب کی طرف کوچ کیا اثنائے راہ میں یا حلب کے قریب پہنچ کر یہ خبر آئی کہ "اہل قنسرین نے عہد شکنی کی اور بلوہ کر دیا۔ سمط کندی چند دستہ فوج کے سردار مقرر ہو کر اہل قنسرین کی سرکوبی کو روانہ ہوئے قنسرین پہنچ کر شہر کا محاصرہ کیا دوبارہ بزور تیغ فتح کیا اور بہت سا مال و اسباب لوٹ لیا اس عرصے میں ابو عبیدہ حلب کے قریب مقام خناصر (یا خاضر) میں جا اترے یہاں پر عرب کے بہت سے قبیلے آباد تھے جنھوں نے جزیہ دے کر صلح کر لی اور چند دنوں کے بعد سب کے سب مسلمان ہو گئے۔

فتح حلب

اہل حلب۔ ابو عبیدہ کی آمد کی خبر سن کر قلعہ میں پناہ گزیں ہوئے عیاض بن غنم نے جو مقدمۃ الجیش کے افسر تھے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ بعد چندے امان دے کر اور مقبوضہ شہروں کی طرح ان شرائط پر صلح کر لی کہ عیسائی رعایا جزیہ دیا کریں اور مسلمان ان کے جان و مال اور گرجوں سے متعرض نہ ہوں ابو عبیدہ نے اس اس صلح و امان کو جائز رکھا اور معاہدہ لکھ دیا بعض کہتے ہیں کہ گرجوں اور شاہی عمارت کی تقسیم پر صلح ہوئی تھی اور بعض کہتے ہیں کہ عیسائی حلب چھوڑ کر انطاکیہ چلے گئے تھے یہاں تک کہ انطاکیہ فتح ہو گیا، اس وقت عیسائی مصالحت کر کے حلب واپس آئے۔

انطاکیہ کی فتح

ابو عبیدہ حلب کو فتح کر کے انطاکیہ کی طرف بڑھے انطاکیہ میں قیصر کے شاہی محلات تھے اکثر اوقات بغرض تبدیل آب و ہوا قیصر یہاں قیام کرتا تھا یہاں پر مختلف مقامات سے عیسائی بھاگ بھاگ کر آئے تھے اور اس کو اپنا مامن و ملجا سمجھ کر مقیم تھے مسلمانوں کی آمد کی خبر سن کر انطاکیہ کے باہر صف آرا ہوئے

ابو عبیدہ نے پہلے ہی حملہ میں ان کے حوصلے پست کر دیئے۔ عیسائی فوجیں شکست اٹھا کر شہر میں پہنچیں اور ابو عبیدہ نے اس کو چاروں طرف سے گھیر لیا چند روز کے بعد عیسائیوں نے مجبور ہو کر جلا وطنی یا جزیہ دینے پر صلح کر لی جو عیسائی جزیہ نہ دے سکا وہ انطاکیہ چھوڑ کر کسی اور طرف چلا گیا۔ اس کے بعد عیسائیوں نے پھر بد عہدی کی عیاض بن غنم اور حبیب بن مسلمہ نے پھر لڑ کر اُن کو زیر کیا اور اُن کی درخواست پر حسب شرائط صلح اول پھر مصالحت کر لی گئی چونکہ عیسائیوں کا بار بار نقض عہد کرنا اور اُن کی سرکوبی کا از سر نو انتظام کرنا ایک غیر معمولی واقعہ تھا اس وجہ سے ابو عبیدہ نے دربار خلافت کو اس سے مطلع کیا فاروق اعظمؓ کے لکھنے پر شہر کی محافظت کے لئے فوجیں مامور کر کے ان کے وظائف اور تنخواہیں مقرر کر دیں جو اوقات معینہ پر ان کو دی جاتی تھیں۔

معرکہ معرہ مصرین اس کے بعد رومیوں کا ایک گروہ حلب کے قریب معرہ مصرین میں مسلمانوں کے خلاف جمع ہوا ابو عبیدہ نے یہ سن کر لشکر کو کوچ کا حکم دیا اور سر میدان لڑ کر اُن کے مجمع کو منتشر کیا۔ عوام الناس کا کوئی شمار نہیں، عیسائیوں کے بہت سے مذہبی پیشوا بھی میدان جنگ میں مارے گئے اہل حلب کی طرح صلح کی درخواست کی۔ ابو عبیدہ نے منظور کر لی اور معاہدہ لکھ کر دے دیا۔

عیسائی امراء کی اطاعت ان واقعات سے عساکر اسلامی کی بہادری، دلاوری، استقلال اور عزم کا لوگوں کے دلوں پر سکہ بیٹھ گیا جس طرف کوئی افسر تھوڑی سی فوج لے کر نکل جاتا تھا عیسائی امرا خود آ کر صلح کر لیتے تھے، ابو عبیدہ نے چاروں طرف اسلامی فوجیں پھیلا دیں۔ رفتہ رفتہ عساکر اسلامی نے قنسرین اور انطاکیہ کے کل شہروں پر قبضہ کر لیا۔ پھر حلب کو دوبارہ فتح کر کے تورس کا قصد کیا، مقدمۃ الجیش پر عیاض بن غنم تھے بلا کسی جدال و قتال کے اہل انطاکیہ کے شرایط صلح پر اہل تورس نے صلح کر لی۔ تل عزاز اور اس کے قریب قریب جتنے شہر تھے بہت آسانی سے اس طرح مفتوح ہو گئے کہ کہیں پر خون کا ایک قطرہ بھی نہ گرا۔ منبج کو سلمان بن ربیعہ باہلی نے مصالحت سے فتح کیا، عیاض نے اہل دلوک، عیتاب سے اہل منبج کے شرایط پر مصالحت کر لی۔ مگر یہ ایک شرط اضافہ کر دی "وقت ضرورت فوجی خدمت بھی انجام دینی ہو گی"۔

بغراس پر قبضہ ابو عبیدہ حسب ہدایت فاروق اعظمؓ جن جن شہروں کو فتح کرتے تھے اُن پر اپنی طرف سے ایک عامل مقرر کر کے اس کی حفاظت کو ایک لشکر چھوڑتے جاتے اور اس کے سرحدی مقامات پر حفاظت کی غرض سے فوجی گارد متعین کرتے تھے رفتہ رفتہ شام میں جس قدر شہر فرات تک تھا اُن پر مسلمانوں نے قبضہ کر لیا بعد ازاں ابو عبیدہ نے فلسطین کی طرف مراجعت کی اور ایک لشکر بسرداری میسرہ بن مسروق عیسی بغراس[1] روانہ کیا یہاں

---

[1] بغراس۔ مضافات انطاکیہ میں ایک مقام تھا جس کی سرحد ایشیائے کوچک سے ملی تھی۔

عرب کے بہت سے قبائل غسان، تنوخ اور ایاد پہلے سے آباد تھے لیکن مسلمانوں کی آمد سن کر رومیوں کے ساتھ ہرقل کے پاس جانے کی تیاریاں کر رہے تھے میسرہ بن مسروق نے پہنچ کر ان پر حملہ کیا۔ ہزاروں جانیں اس معرکہ میں ضائع ہوئیں۔ اثنائے جنگ ابو عبیدہ نے مالک بن اشتر نخعی کو انطاکیہ سے میسرہ کی کمک پر بھیج دیا، حریف گھبرا کر میدان جنگ سے پسپا ہو کر بھاگا۔ عساکر اسلامی شہر پر قبضہ حاصل کر کے ابو عبیدہ کے پاس واپس آئے خالد ایک چھوٹا سا لشکر لے کر مرعش کی طرف بڑھے اور لڑ کر اس شرط پر اس کو مفتوح کیا کہ عیسائی شہر چھوڑ کر نکل جائیں۔ حبیب بن مسلمہ نے حصن حرث کو اسی شرط پر فتح کیا۔

قیساریہ کی فتح

انھیں واقعات کے اثناء میں یزید بن ابی سفیان نے اپنے بھائی معاویہ بن ابی سفیان کو بحکم فاروق اعظم قیساریہ کی طرف فوج دے کر روانہ کیا۔ اس وقت علقمہ بن مجزز ؓ عزہ میں تیقار بطریق روم سے لڑ رہے تھے معاویہ نے قیساریہ کو اپنے محاصرہ میں لے کر لڑائی شروع کر دی۔ چند روز تو اہل قیساریہ نے مقابلہ کیا آخر کار جب کہ ان کے اسی ہزار آدمی معرکہ جنگ میں کام آ چکے تھے، میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ گئے اور معاویہ نے قیساریہ پر اپنی کامیابی کا جھنڈا گاڑ دیا۔

جنگ اجنادین

ہم مرج روم سے ابو عبیدہ و خالد فارغ ہو کر جس وقت حمص میں آئے عمرو و شرجیل نے بیسان کے مقامات پر حملہ کر کے انھیں فتح کر لیا۔ اہل اردن نے ڈر کر مصالحت کر لی۔ رومیوں کو اس سے سخت برہمی پیدا ہوئی۔ انھوں نے غزہ و بیسان کی اطراف سے ایک کثیر التعداد فوج جمع کر کے اجنادین میں قیام کیا بطارقہ روم سے ارطبون نامی مشہور بطریق سرلشکر تھا عمرو و شرجیل نے یہ خبر پا کر اردن میں ابو الاعور السلمی کو چھوڑا اور خود نہایت استقلال و ثابت قدمی سے رومیوں کی طرف بڑھے۔ ارطبون بطریق نے اپنی فوج کے دو حصے علیحدہ کر کے ایک کو رملہ میں دوسرے کو بیت المقدس میں ٹھہرایا تھا اور باقی فوج لئے ہوئے خود اجنادین میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ عمرو نے علقمہ بن حکیم فراسی اور مسرور بن العکی کو بیت المقدس پر حملہ کرنے کو روانہ کیا، ابو ایوب المالکی کو اہل رملہ سے جنگ کرنے کو بھیجا اور خود ارطبون کے مقابلہ کو اجنادین کی طرف بڑھے، اجنادین میں بہت سخت لڑائی ہوئی دونوں حریف جنگ یرموک کی طرح جی توڑ کر لڑے آخر میں ارطبون پسپا ہو کر بیت المقدس کی طرف بھاگا عساکر اسلامی نے جو بیت المقدس کا محاصرہ کئے ہوئے تھے راستہ دے دیا۔ چنانچہ ارطبون بیت المقدس چلا گیا اور عمرو اجنادین میں جا اترے۔ اس سے پیشتر ہم اس واقعہ کو ان لوگوں کی روایت کے مطابق جنگ یرموک کے پہلے لکھ آئے ہیں جنھوں نے واقعہ اجنادین کو قبل یرموک بیان کیا ہے اور یہاں پر ان لوگوں کی روایت کے لحاظ سے اس واقعہ کو ہم نے تحریر کیا ہے جو جنگ اجنادین کو واقعہ یرموک کے بعد بیان کرتے ہیں۔

فتح بیت المقدس

بیت المقدس میں ارطبون کے پہنچنے کے بعد عمرو نے غزہ کو فتح کیا بعض کہتے ہیں کہ غزہ خلافت صدیق اکبر میں مفتوح ہوا۔ بہرکیف اس کے بعد عمرو نے سبطہ پر کامیابی کے ساتھ قبضہ کرلیا (یہاں پر یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کی قبر ہے) پھر نابلس، لدّ، عمواس، بیت جبرین، یافا، رفح، اور کل بلاد اردن نہایت آسانی سے یکے بعد دیگرے مفتوح ہو گئے صرف بیت المقدس باقی رہ گیا جس کے گرد و نواح کے کل شہروں پر عمرو بن العاص قبضہ حاصل کرکے خود اس کے محاصرہ کو بڑھے۔ عیسائی قلعہ بند ہو کر لڑنے لگے۔ اس وقت ابو عبیدہ شام کے آخری ضلع قنسرین کو فتح کر چکے تھے اور بیت المقدس کا رخ کیا تھا عیسائیوں نے ہمت ہار کر مصالحت کی گفتگو پیش کی۔ شرائط صلح میں مزید اطمینان کے لئے ایک شرط کا اضافہ کیا کہ عمر بن الخطابؓ خود آکر معاہدہ لکھیں" مسلمانوں نے فاروق اعظمؓ کو خط لکھا۔ عمر فاروقؓ مدینہ میں علی ابن ابی طالبؓ کو اپنا قایم مقام بنا کر بیت المقدس کی طرف روانہ ہوئے اور عساکر اسلامی کو اپنی روانگی سے مطلع کیا۔

عیسائیوں کی مشروط اطاعت

(مترجم) مورخوں نے لکھا ہے کہ ابو عبیدہ نے خط لکھا تھا کہ "بیت المقدس کی فتح آپ کی تشریف آوری پر موقوف ہے جلد تشریف لایئے" عمر فاروقؓ نے یہ خط پاکر معززین صحابہ کو مشورہ کی غرض سے جمع کیا۔ عثمان نے کہا "عیسائی ہمت ہار چکے ہیں آپ اُن کی درخواست منظور نہ کیجئے گا تو اُن کو اور بھی ذلت ہوگی اور وہ اب بلا جدال و قتال و بغیر کسی شرط کے ہتھیار ڈال دیں گے" علی ابن ابی طالبؓ نے اس رائے سے اختلاف کیا عمر فاروقؓ نے اس کو پسند کیا علی ابن ابی طالب یا بروایت یعقوبی عثمان بن عفان کو اپنا نائب مقرر کر کے رجب ۱۶ھ کو مدینہ سے بیت المقدس کی طرف روانہ ہوئے۔

حضرت عمرؓ کی بیت المقدس کو روانگی

عمر فاروق کا یہ سفر معمولی سفر نہ تھا بلکہ اس سے دشمنوں کے قلوب پر اسلامی ہیبت و جلال کا بٹھانا مقصود تھا لیکن با ایں ہمہ روانہ ہوئے تو کس سر و سامان سے، کہ نہ تو اُن کے ہمراہ نقارہ تھا نہ نوبت تھی نہ خدم و حشم نہ لاؤ لشکر ڈیرہ، خیمہ کا کیا ذکر ہے معمولی چھولداری بھی نہ تھی۔ سواری میں ایک گھوڑا تھا اور چند مہاجرین و انصار ہم رکاب تھے پھر بھی جہاں پر یہ خبر پہنچتی تھی کہ عمر فاروقؓ نے مدینہ سے بیت المقدس کا قصد کیا ہے زمین کانپ اُٹھتی تھی۔ بعض نے لکھا ہے کہ عمر فاروقؓ کے ساتھ مہاجرین و انصار میں سے کوئی شخص نہیں گیا تھا آپ تھے اور آپ کا ایک غلام تھا گھوڑا نہ تھا بلکہ اونٹ پر سوار تھے کچھ ستو آپ کے پاس تھے اور ایک لکڑی کا پیالہ

صلح نامہ بیت المقدس

طبری نے لکھا ہے کہ معاہدہ صلح یہیں لکھا گیا اور بلاذری و ازدی کا بیان ہے کہ صلح نامہ بیت المقدس میں تحریر کیا گیا بہرکیف جو معاہدہ بموجب نگی

کوچ و قیام کرتے ہوئے بیت المقدس پہنچے۔

حضرت عمرؓ کا استقبال

یزید بن ابی سفیان پھر ابو عبیدہ بن الجراح بعد ازاں سواروں کا رسالہ لئے ہوئے خالد بن ولید استقبال کو آئے یہ سب دیبا و حریر کی قبائیں اور حلے

عمر فاروقؓ بیت المقدس کو لکھا گیا وہ تمامہ درج ذیل ہے:

هذا ما اعطى عبد الله عمر امير المومنين اهل ايليا من الامان اعطاهم امانا لانفسهم واموالهم وكنائسهم وصلبانهم وسقيمها وبريها وسائر ملتها انه لا يسكن كنائسهم ولا ينتقض منها ولا من خيرها ولا من صلبهم ولا من شيئ من اموالهم ولا يكرهون على دينهم ولا يضار احد منهم ولا يسكن بايليا معهم احد من اليهود وعلى اهل ايليا ان يعطوا الجزية كما يعطي اهل المدائن وعليهم ان اخرجوا منها الروم واللصوث فمن خرج منهم فهو امن على نفسه وماله حتى يبلغوا ما منهم ومن اقام منهم فهو امن وعليه مثل اهل ايليا من الجزية ومن احب من اهل ايليا ان يسير بنفسه وماله مع الروم ويخلي بيعهم وصلبهم فانهم امنون على انفسهم وعلى بيعهم وصلبهم حتى يبلغوا ما منهم وعلى ما في هذا الكتاب عهد الله وذمة رسوله وذمة الخلفاء وذمة المومنين اذا اعطوا الذى عليهم من الجزية شهد

یہ وہ رعایتیں ہیں جو اللہ کے بندہ امیر المومنین عمر نے ایلیا والوں کو دیں۔ ان کی جان، مال گرجے صلیب، بیمار، تندرست اور ان کے کل مذہب والوں کو امان دی جاتی ہے کسی کو اُن کے گرجاؤں میں سکونت اختیار کرنے کا اختیار نہ ہوگا اور نہ وہ گرائے جائیں گے نہ ان کو اور نہ اُن کے احاطے کو کچھ نقصان پہنچایا جائے گا نہ اُن کی صلیبوں اور نہ اُن کے موقوفات میں کچھ کمی کی جائے گی۔ مذہب کی بابت اُن پر کچھ جبر کیا جائے گا اور نہ ان میں سے کسی کو ضرر پہنچایا جائے گا اور ایلیا میں اُن کے ساتھ یہودی نہ رہنے پائیں گے اور اہل ایلیا پر یہ فرض ہے کہ اور شہر والوں کی طرح جزیہ دیں یونانیوں اور مفسدوں کو نکال دیں پس یونانیوں میں جو شہر سے نکلے گا اُس کے جان و مال کو امن ہے جب تک محفوظ مقام پر پہنچ نہ جائے اور جو شخص اُن میں سے ایلیا میں رہنا چاہیے تو اس کو بھی امن ہے اور اُس کو اہل ایلیا کی طرح جزیہ دینا ہوگا۔ اور اہل ایلیا سے جو شخص اپنی جان اور مال لے کر اُن کے ساتھ جانا چاہے تو اُن کو اور اُن کے گرجاؤں اور صلیبوں کو امن ہے یہاں تک کہ اپنے محفوظ مقام پر پہنچ جائیں اور جو کچھ اس عہد نامہ میں ہے اُس پر اللہ تعالیٰ کا، اللہ تعالیٰ کے رسول کا، اُن کے جانشینوں کا

پہنے ہوئے تھے فاروق اعظم تکلف کا لباس دیکھ کر برہم ہوگئے۔ گھوڑے سے کودے، کنکریاں اٹھا اٹھا کر اُن لوگوں کو ماریں اور کمال طیش سے کہا "تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ تم لوگ میرے استقبال کو اس زیب و زینت سے آتے ہو۔ دو ہی برس میں اپنی حالت تبدیل کر دی۔ عجمیوں کی عادت اختیار کر لی"۔ اُن لوگوں نے عرض کی: "ان قباؤں کے نیچے ہتھیار جنگ ہیں" یعنی ہم نے فن سپہگری نہیں چھوڑا ہے" فاروق اعظمؓ نے کہا "تب کچھ مضائقہ نہیں ہے"۔ پھر آپ جابیہ میں داخل ہوئے ارطبون۔ مصر کی طرف بھاگ گیا۔ اہل بیت المقدس نے جزیہ دے کر مصالحت کر لی اور دروازے کھول دیئے اور اہل رملہ نے بھی ایسا ہی کیا۔

علیٰ ذٰلک خالد بن الولید وعمرو بن العاص وعبد الرحمٰن بن عوف ومعاویہ بن ابی سفیان وکتب حضر سنہ ۱۵ھ	مسلمانوں کا ذمہ ہے بشرطیکہ اہل ایلیا جزیہ مقرر دیتے جائیں اس وثیقہ پر خالد بن ولید، عمرو بن العاص عبد الرحمٰن بن عوف اور معاویہ بن ابی سفیان نے اپنا اپنا دستخط بطور گواہ کے کیا مرقومہ ۱۵ھ

اس معاہدے سے یہ چند باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

(۱) یہ کہ مسلمانوں نے اپنا مذہب بزور تلوار نہیں پھیلایا۔

(۲) یہ کہ اُن کے عہد حکومت میں دوسرے مذہب والوں کو بہت بڑی مذہبی آزادی حاصل تھی۔

(۳) یہ کہ جبریہ غیر قوموں سے جزیہ نہیں لیا جاتا تھا بلکہ اُن کو قیام کرنے اور جزیہ دینے میں اختیار حاصل تھا اور دونوں صورتوں میں اُن کو امن دیا گیا تھا۔

خلیفہ ثانی کی حیثیت عمر فاروقؓ کی سواری میں جو گھوڑا تھا اُس کے سُم روزانہ سفر سے گھس گئے تھے اس وجہ سے رُک رُک کر قدم رکھتا تھا اور لباس اور سر و سامان بھی آپؐ کا ایک معمولی خیثیت کا تھا جس کو دیکھ کر خود مسلمانوں کو شرم آتی تھی عمر فاروق اس کا احساس کر کے گھوڑے سے اُتر پڑے لوگوں نے ترکی نسل کا ایک عمدہ گھوڑا حاضر کیا اور ایک نہایت عمدہ و نفیس پوشاک پیش کی عمر فاروق نے لباس کو دیکھ کر فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے جو عزت ہم کو دی ہے وہ اسلام کی عزت ہے اور وہی ہمارے لئے کافی ہے اس کو واپس لے جاؤ مجھکو اس کے پہننے کی ضرورت نہیں ہے" باقی رہا گھوڑا اُس پر لوگوں کے کہنے سننے سوار ہوئے تو وہ شوخی کرنے لگا عمر فاروق نے اُس کے منہ پر ایک طمانچہ مار کر فرمایا۔ "کمبخت یہ غرور کی چال تو نے کہاں سے سیکھی ہے" یہ کہکر اُتر پڑے اور پیادہ پا بیت المقدس میں داخل ہوئے سب سے پہلے مسجد میں گئے محراب داؤد کے پاس پہنچ کر سجدۂ داؤد کی آیت پڑھ کر سجدہ ادا کیا اور پھر عیسائیوں کے گرجے میں آئے اور اُس کو دیکھتے رہے۔

صوبہ فلسطین کی تقسیم فتح کے بعد بیت المقدس صوبہ فلسطین کے دو حصے کر دیئے گئے ایک پر علقمہ بن حکیم عامل مقرر کئے گئے اور اُن کو رملہ میں قیام کرنے کا حکم دیا گیا دوسرے پر علقمہ بن محزز مامور ہوئے اور بیت المقدس میں ٹھہرائے گئے۔ جابیہ میں فاروق اعظمؓ نے چندے قیام کیا یہیں پر بڑے بڑے افسروں اور رؤسائے شہر نے آکر ملاقات کی فاروق اعظم سوار ہو کر بیت المقدس گئے صخرہ کو صاف کرا کے مسجد بنانے کا حکم دیا یہ واقعات ۱۵ھ کے ہیں بعض کہتے ہیں ۱۶ھ کے ہیں۔ رومیوں میں سے جو شخص اس صلح کا مخالف تھا وہ ارطبون کے ہمراہ مصر چلا گیا، ارطبون نے زمانہ فتح مصر میں وفات پائی بعض کہتے ہیں کہ ارطبون مصر نہیں گیا بلکہ روم چلا گیا تھا اور وہیں کسی صوبہ میں پیوند خاک ہوا۔

فوجی نظام اسی ۱۵ھ میں فاروق اعظم نے فوجی نظام درست کیا اور تمام عرب کے جدا جدا وظایف اور تنخواہیں مقرر کیں اور جب وہ دفتر یا رجسٹر مکمل و مرتب ہو گیا تو اُس کا دیوان نام رکھا صفوان بن امیہ، حرث بن ہشام اور سہیل بن عمرو کی تنخواہیں جب اوروں سے کم مقرر کی گئیں تو اُن لوگوں نے احتجاجاً کہا۔ "واللہ ہم اپنے سے کسی کو افضل نہیں دیکھتے ہماری تنخواہیں اور لوگوں سے کیوں کم مقرر کی گئیں" فاروق اعظمؓ نے جواب دیا "میں نے سابق الاسلام ہونے کے لحاظ سے تنخواہیں مقرر کی ہیں نہ کہ افضلیت و اولیت کے خیال سے"۔ صفوان نے کہا "ہاں یہ بات البتہ قابل پذیرائی ہے" اور مقررہ وظیفہ قبول کر کے یہ سب کے سب ملک شام چلے گئے اور برابر جہاد کرتے رہے۔ یہاں تک کہ وہیں کسی لڑائی میں شہید ہو گئے۔

(مترجم) دیوان کی ترتیب دیوان کی ترتیب محرم ۲۰ھ میں ہوئی۔ دیوان مرتب کرنے سے فاروق اعظمؓ کا مقصود تمام ملک کو فوجی بنانا تھا وہ اس حقیقت کو کہ ہر مسلمان فوج اسلام کا ایک سپاہی ہے عملاً جاری کرنا چاہتے تھے لیکن ابتداء اسلام میں ایسی تعمیم کسی قدر ناممکن الوقوع تھی اس وجہ سے پہلے پہلے قریش اور انصار سے شروع کیا۔ مدینہ منورہ میں اس وقت مخرمہ بن نوفل، جبیر بن مطعم عقیل بن ابی طالب۔ بہت بڑے نساب اور حساب و کتاب میں ماہر تھے عمر فاروقؓ نے ان کو طلب کر کے یہ خدمت سپرد کی کہ تمام قریش اور انصار کا ایک رجسٹر تیار کریں جس میں ہر شخص کا نام و نسب مفصلاً درج ہو اُن لوگوں نے نقشہ بنا کر پیش کیا تو اس میں یہ نقص تھا کہ خلافت و حکومت کے لحاظ سے ترتیب قایم کی گئی تھی یعنی پہلے بنو ہاشم پھر ابو بکر صدیقؓ کا خاندان پھر عمر فاروقؓ کا قبیلہ لکھا تھا۔ عمر فاروق نے اُس کو ناپسند فرمایا ارشاد کیا: یوں نہیں! پہلے رسول اللہ صلعم کے چچا سے شروع کرو کیونکہ وہ رسول اللہ صلعم سے زیادہ قریب ہیں اُن کے بعد درجہ بدرجہ قرب و بُعد قرابت کے لحاظ سے ہر قبیلے کو لکھتے چلے آؤ اور جب تیرے

دیوان مرتب ہونے کے وقت علی ابن ابی طالب اور عبدالرحمٰن ابن عوف نے کہا تم اپنی ذات سے شروع کرو۔ فاروق اعظمؓ نے کہا "نہیں رسول اللہ صلعم کے چچا سے شروع کرو اور درجہ بدرجہ جس قدر آپ سے باعتبار

قبیلے کی نوبت آئے تو مجھکو بھی لکھو۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا اعتراض اس موقع پر یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ جب عمر فاروق نے اسامہ بن زید کی تنخواہ اپنے بیٹے عبداللہ سے زیادہ مقرر کی تو انہوں نے کہا "واللہ اسامہ مجھ سے کسی موقع پر بڑھنے نہیں پائے" عمر فاروق نے جواب دیا۔ ہاں لیکن اسامہ کو رسول اللہ (صلعم) سے قرب زیادہ ہے اور آنحضرتؐ اسامہ کو تجھ سے زیادہ دوست رکھتے تھے۔ عمر فاروقؓ کی یہ تجویز نہایت قابل قدر و لحاظ ہے کیونکہ اگر ترتیب سابق رہ جاتی تو خلافت خود غرضی کا ذریعہ بن جاتی الغرض حسب ہدایت رجسٹر تیار ہوا اور ذیل کے نقشہ کے موافق تنخواہیں مقرر ہوئیں جن بزرگوں کے نام درج رجسٹر ہوئے اُن کی بیوی اور بچوں کی بھی تنخواہیں مقرر کی گئیں اور اُن کے غلاموں کی وہی تنخواہیں مقرر ہوتیں جو اُن کے آقاؤں کی تھیں۔ عام مہاجرین و انصار کی بیویوں کی تنخواہ دو سو درہم تک اور اہل بدر کی اولاد ذکور کی تنخواہ دو ہزار درہم مقرر ہوئی۔

تقسیم مدارج	تعداد تنخواہ
عباس بن عبدالمطلب	۵۰۰۰ درہم سالانہ
علی ابن ابی طالب	۵۰۰۰ " "
ازواج مطہرات	۱۰۰۰۰ " "
عائشہ صدیقہ	۱۲۰۰۰ " "
اصحاب اہل بدر (یعنی جو لوگ بدر میں شریک تھے)	۵۰۰۰ " "
اصحاب بدر کے لڑکوں کو	۲۰۰۰ " "
شرکاء بدر کے بعد سے صلح حدیبیہ تک کے اصحاب	۴۰۰۰ " "
انصار	۴۰۰۰ " "
اسامہ بن زیدؓ	۴۰۰۰ " "
مہاجرین قبل فتح مکہ اور شرکاء فتح و غزوات تا واقعہ قادسیہ	۳۰۰۰ " "
جو لوگ فتح مکہ میں ایمان لائے یا جنگ قادسیہ و یرموک میں شریک ہوئے	۱۰۰۰ " "

قرابت دور ہوتا جائے اُس کو بہ ترتیب لکھتے جاؤ یہاں تک کہ جب نوبت آئے تو مجھ کو بھی لکھ دو" یہ واضح رہے کہ خلفائے راشدین میں سے آپ کا نسب رسول اللہ صلعم سے سب سے آخر میں جا کر ملتا ہے۔

تنخواہیں بہ لحاظ درجات

الغرض اس ہدایت کے موافق جب رجسٹر تیار ہو گیا تو فاروق اعظم نے کسی کی پانچ ہزار اور کسی کی چار ہزار کسی کی تین ہزار کسی کی ڈھائی ہزار کسی کی دو ہزار۔ ہزار۔ پانچ سو۔ تین سو۔ ڈھائی سو۔ دو سو علی قدر مراتب تنخواہیں مقرر کیں ازواج مطہرات (رضی اللہ عنہن) کی تنخواہیں دس دس ہزار مقرر کی گئیں اور عائشہ صدیقہ کو علاوہ مقررہ تنخواہ کے دو ہزار زائد دیئے گئے اور عورتوں میں بھی مراتب کے لحاظ سے وظائف مقرر ہوئے اہل بدر کے لئے پانچ ہزار درہم پھر چار ہزار پھر تین ہزار پھر دو سو اور لڑکوں کو سو سو اور مساکین کو دو دو جریب ماہوار تنخواہیں تجویز ہو کر دی گئیں اور بیت المال میں کچھ بھی باقی نہ رکھا گیا

حضرت عمرؓ کے ذاتی مصارف

بعض نے بیت المال میں کسی قدر باقی رکھنے کی درخواست کی عمر فاروقؓ نے جواب دیا "میرے بعد ہی بنار فساد ہوگا" پھر صحابہ سے فاروق اعظم نے بیت المال سے اپنا نفقہ مقرر کرنے کی بابت دریافت کیا صحابہ نے بقدر حاجت بیت المال سے روپیہ لینے کی اجازت دی۔ بعد چندے جب فاروق اعظمؓ کی ضروریات بڑھ گئیں اور اب وہ روپیہ اُن کے مصارف کو کافی نہ ہوتا تو صحابہ نے ام المومنین حفصہ (عمر فاروقؓ کی بیٹی) کے ذریعہ سے زیادتی تنخواہ کی تحریک کی فاروق اعظمؓ بہت

شرکائے جنگ یمامہ	۲۰۰۰ درہم سالانہ
یمن اور قیس والوں کو جو شام میں تھے	۴۰۰۰ سے دو ہزار تک علیٰ قدر مراتب
قادسیہ و یرموک کے بعد کے مجاہدین	۱۰۰۰ درہم سالانہ
مثنیٰ کی فوج ردیف	۵۰۰ " "
لیث اور اُن کے بعد کی فوج	۳۰۰ " "
ربیع کی فوج ردیف	۲۵۰ " "
اہل بدر کی بیویوں کو	۵۰۰ " "
ازواج اہل بدر کے بعد شرکائے صلح حدیبیہ تک کی بیویوں کو	۴۰۰ " "
صلح حدیبیہ کے بعد کی بیویوں کے اس عہد تک کی بیویوں کو	۲۰۰ " "

حسن، حسین، ابوذر اور سلمان فارسی (رضی اللہ عنہم) کو باستثناء اپنے کے اہل بدر میں شریک کرکے پانچ پانچ ہزار درہم تنخواہیں دی تھیں۔ انتہے۔

برہم ہوئے، ام المومنین حفصہؓ سے رسول اللہ (صلعم) کی معاشرت، لباس، بچھونے کو پوچھا کیسا تھا اور آپ کی بسر اوقات کیونکر ہوتی تھی ام المومنین حفصہؓ نے بتلایا "اس مقررہ سو پیہ سے کم میں رسول اللہ (صلعم) کی گذر ہوجاتی تھی" فاروق اعظمؓ نے کہا "واللہ میں فضول خرچی کو پسند نہ کروں گا اور نہ دنیاوی اُمیدوں کو آخرت پر ترجیح دوں گا میری اور میرے پہلے دونوں دوستوں کی بعینہ یہ مثال ہے کہ تین شخصوں نے سفر کیا پہلا تو اپنا زاد سفر لے کر گزر گیا اور منزل تک پہنچ گیا پھر اُس کے بعد دوسرے نے اُس کی پیروی کی اور وہ بھی اُس سے جا ملا اب دونوں صاحبوں کے بعد تیسرے کی باری آئی پس اگر اُس نے انھیں دونوں کا راستہ اختیار کیا اور اسی قسم کا زاد راہ لیا جیسا کہ اُن دونوں صاحبوں نے لیا تھا تو یہ بھی منزل مقصود پر اُن سے جا ملے گا اور اگر کوئی دوسرا راستہ اختیار کیا تو اُن سے ہرگز نہیں مل سکتا اور نہ منزل مقصود تک پہنچ سکتا ہے۔

تکریت کا محاصرہ

اسی سنہ کے جمادی الاولیٰ کے آخر یا اوایل جمادی الثانی میں تکریت مفتوح ہوا مرزبان تکریت نے فتح مداین سے متنبہ ہو کر مسلمانوں کے مقابلہ میں اور سرزمین جزیرہ کو لشکر اسلام کے یلغار سے بچانے کی غرض سے جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں تھیں، رومیوں کو بھی اپنے درد کا شریک بنالیا تھا، عرب کے چند قبایل ایاد، تغلب، نمر اور مشارجہ بھی شریک جنگ ہو گئے تھے۔ سعدؓ بن ابی وقاص کو اس کی خبر لگی۔ دربار خلافت میں اطلاعی عرض داشت بھیجی حکم صادر ہوا: "عبداللہ بن المعتم کو سرلشکر ربعی بن الافکل کو افسر مقدمۃ الجیش، عرفجہ بن ہرثمہ کو سواروں پر، حارث بن حسان کو میمنہ پر، فرات بن حبان کو میسرہ پر اور ہانی بن قیس کو ساقہ پر مامور کر کے پانچ ہزار کی جمعیت سے تکریت کی طرف لشکر اسلام روانہ کرو، چنانچہ عبداللہ بن المعتم تکریت کا چالیس روز تک محاصرہ کئے رہے۔ چوبیس حملے کئے، اثنا محاصرہ میں عبداللہ بن المعتم نے قبایل عرب کو ملا لیا۔ جس سے روزانہ مرزبان تکریت کے حالات معلوم ہوتے رہے' اخیر میں رومیوں نے اپنی کامیابی سے نا اُمید ہو کر کشتیوں پر مال و اسباب بار کر کے براہ دجلہ بھاگ جانے کا قصد کیا۔

فتح تکریت

تکریت میں جو قبایل عرب تھے انھوں نے عبداللہ بن المعتم کو اس واقعہ سے آگاہ کر دیا اور یہ کہلا بھیجا کہ اگر تم ہم کو امان دو، تو ہم عین معرکہ کے وقت اُن سے علیحدہ ہو کر تم سے آملیں گے" عبداللہ بن المعتم نے پیام دیا کہ "اگر تم اپنے اس قول میں سچے ہو تو مسلمان ہو جاؤ"، اُن سب نے اس پیام کے پہنچتے ہی اسلام قبول کر لیا اور باہم یہ طے ہو گیا کہ جب عساکر اسلام کی تکبیر سننا تو تم بھی تکبیر کہہ کر دریا کا ناکہ روک لینا، عبداللہ بن المعتم نے یہ بندوبست کر کے وقت اور تاریخ مقررہ پر دھاوا کیا، عربوں نے عساکر اسلامی کی تکبیر سن کر اللہ اکبر کا نعرہ مارا اور دریا کا ناکہ روک لیا، رومی اور عجمی دریا کی طرف سے تکبیر کی آواز سُن کر یہ سمجھے کہ عساکر اسلامی نے ......

دریا کا جانب بھی محاصرہ میں لے لیا اس خیال سے اُسی سمت بھاگے جس طرف مسلمانوں کی فوجیں تھی مسلمانوں نے جی توڑ کر حملہ کیا اہل تکریت پیچھے ہٹے تو تکریت کے عربوں نے مارنا شروع کیا سب کے سب پامال ہو گئے۔ قبائل ربیعہ سے بنو تغلب، نمر اور ایاد دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے اور لوٹ مار سے محفوظ رہے مال غنیمت تقسیم کیا گیا سواروں کے حصہ میں تین تین ہزار درہم اور پیادوں کو ایک ایک ہزار ملے۔

فتح موصل

بیان کیا جاتا ہے کہ عبداللہ بن المعتم نے عہد خلافت فاروقی میں ربعی بن الافکل کو بسر کردگی قبائل تغلب، ایاد اور نمر، موصل اور نینوا کی طرف روانہ کیا تھا چنانچہ ربعی نے اُن مقامات کو بہ صلح و امان فتح کیا یہ دونوں قلعے دجلہ کے کنارے (ایک شرقی جانب دوسرا غربی سمت پر) نہایت مستحکم بنے ہوئے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ عتبہ بن فرقد نے ۲۰ھ میں نینوا پر (جو دجلہ کے شرقی جانب ہے) بزور تیغ قبضہ حاصل کیا تھا اور اہل موصل نے (جو دجلہ کے غرب میں ہے) جزیہ دے کر صلح کر لی تھی اسی زمانہ میں جبل اکراد اور کل بلاد موصل مفتوح ہوئے بعض مورخ کہتے ہیں کہ عتبہ بن فرقد نے فتح کے بعد جزیرہ عیاض بن غنم کو موصل کی طرف روانہ کیا تھا جیسا کہ ہم آئندہ بیان کریں گے۔

ہیت اور قرقیسا کی اطاعت

قبل واقعات متذکرہ بالا جزیرہ والوں نے ہرقل کو لکھا تھا کہ آپ شام کی طرف توجہ فرمائیے اور حمص پر دوبارہ فوج کشی کیجیے ہم مدد دینے کو تیار ہیں چنانچہ اظہار مستعدی کی غرض سے جزیرہ والوں نے ایک بڑی فوج مرتب کر کے ہیت روانہ کی جس کی سرحد عراق سے ملتی تھی سعد نے یہ خبر پا کر عمر بن مالک ابن جبیر بن مطعم کو سر لشکر مقرر کر کے بڑھنے کا حکم دیا ان کے مقدمۃ الجیش پر حرث بن زید مامور تھے عمر بن مالک نے ہیت پہنچ کر محاصرہ کیا لیکن اہل ہیت نے شہر کی فصیلوں کو پہلے سے مضبوط کر لیا تھا اُس کے اردگرد خندقیں کھود لی تھیں جس سے مسلمانوں کے حملے کا اثر اُن تک نہ پہنچتا تھا عمر بن مالک نے مجبور ہو کر نصف لشکر کو حرث بن زید عامری کے پاس ہیت کے محاصرے پر چھوڑا اور نصف لے کر قرقیسا پہنچے اور اُس کے فتح کرنے میں مصروف ہوئے اہل قرقیسا نے مجبور ہو کر جزیہ دے کر مصالحت کر لی۔ بعد ازاں عمر بن مالک نے حرث بن زید کو لکھا اگر اہل ہیت اسلام یا جزیہ دینا قبول کریں تو محاصرہ اُٹھا لو ورنہ تم بھی خندق کے مقابلہ پر خندق تیار کر کے لڑائی جاری رکھو یہاں تک کہ اسلام لائیں یا جزیہ دیں۔ حرث بن زید نے رومیوں سے بعینہٖ یہی پیام کہلا بھیجا، رومیوں نے جزیہ دینا قبول کیا حرث اُن سے مصالحت کر کے عمر بن مالک سے آملے۔

معرکہ حمص

اہل جزیرہ کی تحریک پر ہرقل نے فوج کثیر کے ساتھ حمص کا قصد کیا ابو عبیدہؓ کو یہ خبر لگی تو انھوں نے بھی اپنی فوجیں جمع کر کے حمص کے باہر صف آرائی کی، اس اثناء میں خالد بن

ولید قنسرین سے آپہنچے دونوں نے متفق ہو کر فاروق اعظمؓ کو کل حالات لکھ بھیجے، فاروق اعظمؓ نے فوراً چاروں طرف قاصد دوڑائے سعد کو لکھا کہ آج ہی قعقاع بن عمرو کو (جو کوفہ میں ہیں)، چار ہزار سوار دے کر حمص بھیج دو، ہرقل نے پھر جنگ پر کمر باندھی ہے اور ابو عبیدہ نے حمص کے باہر صفیں جما رکھی ہیں سہیل بن عدی کو حکم بھیجا کہ "رقہ کی طرف بڑھ کر جزیرہ والوں کو حمص کی طرف بڑھنے سے روکو" عبداللہ بن عتبان کو نصیبین ہوتے ہوئے حران والرہا کی طرف بڑھنے کا حکم دیا، ولید بن عقبہ کو عرب کے قبائل ربیعہ وتنوخ کی روک تھام پر جو جزیرہ میں آباد تھے مامور کیا اور جنگ ہونے کی صورت میں ان سب سرداروں پر عیاض بن غنم کو سردار مقرر فرمایا۔ فاروق اعظم نے اس انتظام پر بھی قناعت نہ کی خود مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر بقصد حمص کی کمک کو جابیہ میں آٹھہرے۔ جب جزیرہ والوں نے یہ سنا کہ خود ان کے شہروں میں اسلامی لشکر اُتر آیا ہے تو ہرقل سے علیحدہ ہو کر جزیرہ چلے گئے ابو عبیدہ نے رومیوں پر حملہ کر کے ان کو پسپا کیا،[1] معرکے کے تیسرے دن عراق سے قعقاع پہنچے۔ ابو عبیدہ نے فاروق اعظمؓ کو مژدہ فتح کے ساتھ قعقاع کے آنے کی بھی اطلاع کر دی فاروق اعظمؓ نے حکم بھیجا کہ "مال غنیمت میں قعقاع کو بھی شامل کرو"

---

[1] اس حملے کی مفصل کیفیت اور کتابوں میں یہ لکھی ہے کہ جب حمص کے محاصرے میں تنہا رومی اور قبائل عرب جو ان کی امداد کو آئے تھے باقی رہ گئے تو ایک دن ان لوگوں نے خالد کو پوشیدہ طور سے کہلا بھیجا "اگر تم کہو تو ہم اسی وقت یا عین معرکے میں عیسائیوں سے علیحدہ ہو جائیں" خالد نے کہلا بھیجا کہ مجھ کو تمھارے ٹھہرنے اور چلے جانے کا مطلق فکر نہیں ہے میرے نزدیک تمھارا عدم اور وجود دونوں برابر ہے۔ افسوس اس کا ہے کہ میں خود مختار نہیں ہوں بلکہ دوسرے شخص (ابو عبیدہ) کے ہاتھ میں ہوں اور وہ حملہ کرنا پسند نہیں کرتا ہے۔ ابو عبیدہ نے خالد سے حملہ کرنے کی بابت پوچھا خالد نے کہا "میری رائے جو ہے تم کو معلوم ہے۔ اب عیسائیوں سے کس بات کا اندیشہ ہے وہ کثرت فوج کے بل پر لڑتے ہیں اور اب تو کثرت بھی نہیں ہے" ابو عبیدہ یہ سن کر خاموش ہو رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد تمام لشکر کو جمع کر کے ایک پُرزور اور موثر تقریر کی جس سے کل لشکریوں نے جوش میں آکر ہتھیار سنبھال لئے ابو عبیدہ نے قلب فوج اور خالد وعباس نے میمنہ میسرہ کو لے کر حملہ کیا۔ قبائل عرب (جیسا کہ خالد سے اقرار ہو چکا تھا) ابتری کے ساتھ پیچھے کو ہٹے ان کے ہٹنے سے رومیوں کا بازو ٹوٹ گیا۔ بدحواسی سے تھوڑی دیر لڑ کر میدان جنگ سے بھاگ نکلے یہ آخری جنگ تھی جس کے محرک خود عیسائی ہوئے تھے پھر اس کے بعد ان کو پیش قدمی کی ہمت نہیں ہوئی۔

بنو ایاد کی روم کو روانگی

عیاض بن غنم نے جزیرہ میں پہنچ کر سہیل بن عدی کو رقہ کی طرف روانہ کیا اہل رقہ نے محاصرہ ہونے کے ساتھ جزیہ دے کر صلح کر لی پھر عیاض نے حران کا رُخ کیا جزیرہ میں جس قدر قبایل عرب تھے سب نے مسلمانوں کا ساتھ دیا البتہ ایاد بن نزار رومیوں کے ساتھ روم چلے گئے، حران والوں نے بھی جزیہ دینا قبول کر لیا۔ اس کے بعد سہیل اور عبداللہ کو الرہا کی طرف بھیجا محاصرہ کی بھی نوبت نہ آئی تھی کہ اہل الرہا نے صلح کی درخواست کی جزیہ دینا منظور کیا۔ غرض نہایت کم مدت میں رفتہ رفتہ تمام جزیرہ اس سرے سے اُس سرے تک خفیف[1] لڑائیاں لڑ کر مفتوح ہو گیا۔ ابو عبیدہ نے فاروق اعظم کو جس وقت جابیہ سے واپس ہو رہے تھے فتح جزیرہ کے حالات لکھے اور یہ درخواست کی کہ "اگر خالد کو آپ اپنے ہمراہ مدینہ لے جائیں تو ان کے بجائے میرے پاس عیاض بن غنم کو چھوڑتے جایئے" فاروق اعظم نے درخواست منظور کر لی اور حبیب بن مسلمہ کو عراق عجم اور اُس کی لڑائی پر اور ولید بن عقبہ کو وہاں کے عرب پر مامور کیا۔

بنو ایاد کی اطاعت

فاروق اعظم کو جب یہ معلوم ہوا کہ قبیلہ ایاد بادشاہ روم کے ملک میں جا کر آباد ہو گیا ہے تو آپ نے ہرقل کو خط لکھ بھیجا "مجھ کو یہ خبر لگی ہے کہ قبایل عرب کا ایک قبیلہ ہمارا ملک چھوڑ کر تمھارے ملک میں جا کر آباد ہوا ہے قسم ہے اللہ تعالیٰ کی اگر تم ان کو اپنے ملک سے نکال نہ دو گے تو ہم کل عیسائیوں کو جو ہمارے ملک میں آباد ہیں نکال کر تمھارے پاس بھیج دیں گے" ہرقل نے قبیلہ ایاد کو اپنے ملک سے نکال دیا چنانچہ قبیلہ ایاد کے چار ہزار آدمی شام اور جزیرہ میں آ کر آباد ہو گئے، ولید بن عقبہ نے اسلام لانے پر مجبور کیا اور فاروق اعظم کو اس امر کی اطلاع دی فاروق اعظم نے لکھا کہ "اُن لوگوں کو اسلام لانے پر مجبور نہ کرو اگر وہ جزیہ دینا منظور کریں تو قبول کر لو، یہ امر کہ اسلام کے سوا غیر مسلموں کی کوئی درخواست منظور نہ کی جائے گی جزیرۃ العرب (مکہ، مدینہ اور یمن) کے لئے مخصوص ہے ہاں اس شرط[2] کا ان کو ضرور پابند کرو کہ وہ اپنے لڑکوں کو اِصطباغ نہ دیں اور

---

[1] جزیرہ کے جن جن مقامات پر لڑائیاں ہوتی تھیں اُن کے یہ نام ہیں۔ رقہ۔ حران۔ نصیبین۔ میافارقین۔ سمیساط مرعش قرقیسا، زوزان اور عین الوردۃ۔

[2] علامہ طبری نے جہاں بنو تغلب (ایاد) کا واقعہ ذکر کیا ہے وہاں پر شرائط صلح میں یہ الفاظ لکھے ہیں علیٰ ان لا ینصروا ولیداً ممن اسلم اباءھم" یعنی اُن کو اس پر پابند کرو کہ وہ اُن لڑکوں کو اصطباغ نہ دیں جن کے باپ مسلمان ہو چکے ہیں اور دوسرے مقام پر یہ الفاظ ہیں۔ "ان لا ینصروا اولادھم اذا اسلم اباھم" یعنی جن لوگوں کے باپ مسلمان ہو گئے ہیں اُن کی اولاد کو عیسائی نہ بنا دیں متاخرین علماء تاریخ ابن الاثیر وغیرہ نے روایت کرتے ہوئے ان خصوصیتوں کو شاید خفیف سمجھ کر نظر انداز کر دیا ہے جس سے یہ نتیجہ اور اعتراض پیدا ہوا کہ عمر فاروق کو عام طور سے اس رسم مذہبی کے روکنے کا (باقی صفحہ ۳۵۱ پر)

کسی کو مسلمان ہونے سے نہ روکیں" چند دنوں کے بعد بنوایاد نے ایک وفد دارالخلافت کو روانہ کیا اور حضرت عمرؓ سے یہ درخواست کی کہ "جزیہ کے نام سے اُن سے کوئی رقم نہ وصول کی جائے" فاروق اعظمؓ نے درخواست منظور کر لی اور اس رقم کو صدقہ کے نام سے موسوم کر کے دو چند وصول کرنے کا حکم بھیج دیا چونکہ بنوایاد کو ولید بن عقبہ سے بہ وجوہ چند بدظنی پیدا ہو گئی تھی اس وجہ سے ان کو معزول کر کے فرات بن حیان اور ہند بن عمرالجملی کو مقرر کیا۔

جزیرہ کی فتح

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ سنہ ۱۹ھ میں سعد نے عیاض بن غنم کو امیر لشکر مقرر کر کے جزیرہ کی طرف روانہ کیا تھا اسی لشکر میں سعد کے لڑکے عمرو بھی تھے چنانچہ اسی سنہ میں جزیرہ مفتوح ہوا، اس کے بعد عمرو نے عیاض کے ساتھ الرہا کو فتح کیا اہل حران نے جزیہ دے کر صلح کر لی ابوموسیٰ نے نصیبین مفتوح کیا، اسی زمانہ میں سعد نے عثمان بن ابی العاص کو ارمینیہ پر بھیجا تھا۔ ارمینیہ والوں نے بھی جزیہ دے کر مصالحت کر لی، اس کے بعد صوبہ فلسطین سے قیساریہ مفتوح ہوا۔ اس روایت کے لحاظ سے جزیرہ فتوحات میں داخل کیا جاتا ہے اور یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ابو عبیدہ نے عیاض بن غنم کو اپنا جانشین بنایا تھا چنانچہ ابو عبیدہ کے انتقال کے بعد۔۔۔ فاروق اعظمؓ نے بھی عیاض کو حمص، قنسرین اور جزیرہ کی حکومت پر مامور کیا۔

عیاض بن غنم کی فتوحات

اس کے بعد شعبان سنہ ۱۸ھ میں پانچ ہزار کی جمعیت سے عیاض غنم جزیرہ کے سر کرنے پر تیار ہوئے ہبیرہ بن مسروق نے رجوان کے ہراول کے افسر تھے، رقہ پر پہنچ کر چھ روز کے محاصرے کے بعد جزیہ دے کر مصالحت کر لی رقہ کے اطراف و جوانب کے گاؤں والوں پر خراج مقرر کر کے حران کی طرف بڑھے اتنے میں عیاض بھی آ پہنچے اور ایک فوج بسر کردگی صفوان بن معطل اور حبیب بن اوس اس کے محاصرے پر چھوڑ کر الرہا کی طرف چلے گئے۔ اہل الرہا نے شہر سے نکل کر مقابلہ کیا تھوڑی دیر تک بدحواسی کے ساتھ میدان جنگ سے بھاگ کر قلعہ بند ہو گئے مسلمانوں نے چاروں طرف سے گھیر کر لڑائی شروع کر دی۔ آخر کار اہل الرہا نے امان طلب کی عیاض جزیہ لے کر مصالحت بعد حران کی طرف واپس آئے، اس وقت صفوان اور حبیب نے اہل حران سے صلح کر لی تھی اور حران کے گرد و نواح کے کل قلعات اور دیہات پر قبضہ کر لیا تھا، اس کے بعد سمیاط، سروج، راس کیفا، منج، آمد، میافارقین، کفرتوثا، نصیبین، ماردین، موصل کا ایک قلعہ،

(بقیہ حاشیہ ۳۵۰) کیا حق تھا اور انھوں نے اس رسم کو کیوں روکا؛ لیکن جس نے متقدمین کی تصانیف کی سیر کی ہے وہ انصاف سے کہہ سکتا ہے کہ عمر فاروقؓ کا یہ حکم دینا کہ "نومسلم عیسائیوں کی اولاد کو اصطباغ نہ دیں" تعصب مذہبی نہ تھا۔ اور عامہ خلائق کے امن قائم رکھنے کے لئے یہ حکم دینا اس تصریح کے ساتھ نہایت ضروری تھا۔ علامہ طبری نے صاف طور سے یہ لکھا ہے کہ معاہدہ میں یہ شرط بڑھائی ہوئی انھیں لوگوں کی ہے جو بنی تغلب (ایاد) سے اسلام لا چکے تھے۔

اردن، روم، تدلیس، خلاط اور فتحہائے ارمینیہ بصلح وامان مفتوح ہوا۔ عیاض بن غنم فتح مندی کا جھنڈا اڑاتے رقہ واپس ہوئے، حمص میں پہنچ کر ۲۰ھ میں انتقال کر گئے۔

راس عین کی فتح فاروق اعظمؓ نے عیاض کی جگہ پر عمیر بن سعد انصاری کو مامور کیا انھوں نے راس عین کو فتح کیا، بعض کا یہ بیان ہے کہ عیاض نے ان کو راس عین کے سر کرنے کو بھیجا تھا اور ایک قول یہ ہے کہ عیاض کی وفات کے بعد حضرت عمر نے ابو موسیٰ اشعری کو راس عین کے فتح پر مامور کیا تھا۔ بعض مورخوں کا یہ بھی خیال ہے کہ فتح جزیرہ میں خالد بن ولید، عیاض کے ہمراہ تھے اور آمد کے حمام میں نہانے گئے تھے کسی تیل سے مالش کرائی تھی جس میں شراب بھی تھی، لیکن بعض مورخوں کا یہ خیال ہے کہ ابو عبیدہ کے بعد خالد کسی سردار کے ماتحت نہیں رہے۔

ملطیہ کی فتح غرض عیاض نے سمیاط کے مفتوح ہونے کے بعد حبیب بن مسلمہ کو ملطیہ پر فوج کشی کرنے کا حکم دیا۔ حبیب نے ملطیہ فتح کیا اور وہاں پر ایک چھاؤنی[1] قایم کر کے ایک شخص کو افسر بنایا۔

جس وقت عیاض بن غنم نے جابیہ سے کفار کے ملک میں دلیرانہ قدم بڑھایا تھا فاروق اعظم نے ۱۷ھ میں مدینہ منورہ کی جانب مراجعت کی۔ ان دنوں شام میں حسب ذیل عمال تھے، حمص میں ابو عبیدہ اور ان کی ماتحتی میں قنسرین میں خالد بن ولید، دمشق میں یزید بن ابی سفیان، اردن میں معاویہ، فلسطین میں علقمہ بن محرز اور سواحل پر عبداللہ بن قیس (رضی اللہ عنہم)

حضرت خالد بن ولید کی معزولی فتح کے بعد جزیرہ میں یہ بات مشہور ہوئی کہ خالد بن ولید، عیاض بن غنم کے ساتھ مہم جزیرہ سے بے حد مال لائے ہیں اور اپنی مدح کے صلہ میں اشعث بن قیس کو دس ہزار درہم دیئے ہیں فاروق اعظمؓ کو پرچہ نویسوں[2] نے اس واقعہ کی نیز حمام آمد میں شراب سے بدن ملوانے کی اطلاع دی۔ فاروق اعظمؓ نے ابو عبیدہ کو خط لکھا۔ مجلس عام میں خالد

---

[1] ابن اثیر نے لکھا ہے کہ حبیب بن مسلمہ نے ملطیہ میں پہلے مرتبہ چھاؤنی نہیں قایم کی تھی بلکہ دوسری بار جب اہل ملطیہ نے بغاوت اور عہد شکنی کی اور امیر معاویہ کا دور حکومت آیا تو انھوں نے حبیب بن مسلمہ کو دوبارہ ملطیہ پر فوج دے کر روانہ کیا جس کو انھوں نے پھر فتح کیا اور چھاؤنی قائم کر کے ایک شخص کو اس کا حاکم بنایا۔

[2] فاروق اعظمؓ نے جہاں اور انتظامات مدبرانہ کئے تھے وہاں ایک یہ انتظام نہایت دانائی سے کیا تھا کہ ہر فوج کے ساتھ پرچہ نویس مقرر کر دیئے تھے جو فوج کی ایک ایک بات کی اطلاع دیتے رہتے تھے طبری نے لکھا ہے کہ عمرؓ کے جاسوس ہر لشکر کے ساتھ رہتے تھے جو ہوا تھا فوراً لکھ بھیجتے تھے" دوسرے مقام پر لکھا ہے کہ عمرؓ سے کوئی امر پوشیدہ نہیں رہتا تھا۔

کی ٹوپی سر سے اتار لی جائے اور اسی کے عمامہ سے اس کی مشکیں باندھی جائیں اور یہ دریافت کیا جائے کہ اشعث کو تم نے انعام اگر اپنی جیب خاص سے دیا ہے تو اسراف کیا ہے اور اگر بیت المال سے دیا ہے تو خیانت کی ہے۔ بہرکیف دونوں صورتوں میں معزولی[1] کے قابل ہو" اور خالد کے مفوضہ شہروں کو اپنی حکومت میں ملحق کر لو، چنانچہ ابو عبیدہ نے خالد بن ولید کو مجمع عام میں بلایا۔ قاصد نے پوچھا یہ انعام تم نے کہاں سے دیا" خالد نے جواب نہ دیا خاموش رہے، بلال نے اُٹھ کر فاروق اعظم کے حکم کی تعمیل میں۔ دوبارہ دریافت کیا، خالد نے جواب دیا، میں نے اپنی جیب سے اشعث کو انعام دیا ہے" قاصد نے یہ سنتے ہی مشکیں کھول دیں۔ ٹوپی اور عمامہ واپس کر دیا۔ اس کے بعد فاروق اعظم نے خالد کو جواب دہی کی غرض سے مدینہ بلا بھیجا وہ حاضر ہوتے تو فاروق اعظمؓ نے پوچھا "تمھارے پاس اتنی دولت کہاں سے آئی اور اس قدر انعام تم نے کہاں سے دیا؟" خالد نے جواب دیا "مال غنیمت سے اور اپنے ڈبل حصہ سے اگر ساٹھ ہزار سے زیادہ نکلے تو وہ تمھارا ہے" جانچنے سے بیس ہزار زائد نکلے، بیت المال میں داخل کر دیئے گئے اس کے بعد دونوں میں صفائی ہو گئی۔

مسجد حرام کی توسیع

۱۷ھ میں عمر فاروق حج کو تشریف لے گئے، صحن مسجد کو وسیع کیا۔ بیس راتیں مکہ میں مقیم رہے۔ حرم کے گرد و پیش کے مکانات خرید کر ڈھا دیئے اور اُن کی زمین صحن حرم میں شامل کر دی، جس شخص نے خریداری کے بعد اپنا قبضہ اٹھانے سے انکار کیا اُس کا مکان جبراً ڈھا دیا گیا یہ تعمیر رجب سنہ مذکور میں شروع ہوئی، واقف کاری کی وجہ سے اس خدمت پر مخرمہ بن نوفل، ازہر بن عبد عوف

---

[1] واقعہ معزولی کو عام مورخین لکھتے ہیں کہ فاروق اعظم نے عنان حکومت ہاتھ میں لیتے ہی معزول کیا تھا چنانچہ ابن اثیر وغیرہ نے ایسا ہی لکھا ہے اور اسی فاضل نے ۱۳ھ میں خالد کے معزول ہونے کے واقعات لکھے ہیں پھر انھیں واقعات کو ۱۷ھ میں ایک الگ عنوان قایم کر کے تحریر کیا ہے۔ ترجمہ کی پابندی کی وجہ سے ہم اوپر فتح دمشق کے عنوان میں لکھ آئے ہیں کہ فاروق اعظم نے خلیفہ ہونے کے بعد جو پہلا کام کیا یہ تھا کہ خالد کو عساکر اسلامی کی سرداری سے معزول کر کے بجائے اُن کے ابو عبیدہ کو مقرر کیا اور پھر اس مقام پر فتح جزیرہ کے بعد اس واقعہ کو دوبارہ لکھے ہیں میرے نزدیک ان دونوں اقوال میں کوئی تناقض نہیں ہے واقعہ یہ ہے کہ خالد بن ولید زمانہ خلافت ابو بکر صدیق سے بعض اس قسم کی بے اعتدالیاں کرتے تھے کہ فوجی مصارف کا حساب و کتاب نہ بھیجتے تھے شاعروں کو مدحیہ قصائد کے صلے میں بڑی بڑی رقمیں دیدیا کرتے تھے فاروق اعظم کو یہ بات ناگوار گزر رہی تھی پس جب خلیفہ ہوئے تو خالد بن ولید کی یہ خود مختاری گراں گزری لکھ بھیجا کہ "تم اس شرط پہ سپہ سالار رہ سکتے ہو کہ عساکر اسلامی کے مصارف کا حساب بھیجتے رہو" خالد نے جواب میں لکھا کہ "میں زمانہ خلافت ابو بکر سے ایسا ہی کرتا آیا ہوں اب اس کے خلاف نہیں کر سکتا" فاروق اعظم اس بنا پر ان کو منصب سپہ سالاری سے معزول کر کے ابو عبیدہ کا ماتحت کر دیا سپہ سالار اعظم نہ رہے سپہ سالار رہے بعد ازاں ۱۷ھ میں یہ واقعہ پیش آیا جیسا کہ ہم نے ترجمہ

حویطب بن عبدالعزیٰ اور سعید بن یربوع مامور کئے گئے۔ مسافروں کی آسایش کے لحاظ سے مابین مکہ و مدینہ جابجا مکانات اور کنوئیں بنائے جانے کا حکم دیا گیا۔

ایران پر فوج کشی

زمانۂ خلافت صدیق اکبرؓ میں علاء بن الحضرمی۔ بحرین کے گورنر تھے فاروق اعظمؓ نے اُن کو معزول کر کے قدامت بن مظعون کو مامور کیا بعد چندے ۱۷ھ میں پھر علاء بن الحضرمی کو بحرین کی گورنری پر بحال کیا۔ علاء بن الحضرمی بڑے ہمت اور حوصلے کے آدمی تھے، ہمیشہ ہر میدان میں سعد بن ابی وقاص سے بڑھ کر قدم مارنا چاہتے تھے۔ جب ان کو اہل ردّت کے مقابلہ میں کامیابی حاصل ہوئی اور سعد قادسیہ کی لڑائی میں فتح یاب ہوئے تو علاء کو سخت رشک پیدا ہوا فارس پر حملہ کرنے کے ارادہ سے فوجیں تیار کیں۔ خلید بن منذر کو سرلشکر مقرر کر کے ان کی ماتحتی میں الگ الگ فوجوں پر جارود بن معلی اور سوار بن ہمام کو مامور کر کے بلا اجازت فاروق اعظمؓ براہ دریا فارس پر فوج کشی کر دی۔

معرکۂ اصطخر

فاروق اعظمؓ اور ان سے پیشتر صدیق اکبرؓ بھی دریا کے سفر سے بے حد احتراز کرتے تھے فاروق اعظمؓ بعد فتح مداین اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے اور فارس کے درمیان آتشیں پہاڑ حایل ہو جاتے تو اچھا ہوتا نہ وہ ہم تک آسکتے اور نہ ہم اُن تک پہنچ سکتے۔ لیکن اتفاقی طور سے یہ لڑائی چھڑ گئی۔ اسلامی فوجیں اصطخر میں پہنچ کر جہاز سے ساحل پر اُتریں وہاں کا حاکم ہربذ نامی فوج کثیر لے کر مقابلے پر آیا، دریا کو دوسری طرف سے عبور کر کے جہاز اور عساکر اسلامی کے بیچ میں صف آرائی کی اگرچہ مسلمانوں کی فوجیں ہربذ کے لشکر سے کم تھیں اور گویا جہاز پر بھی مخالف کا قبضہ ہو گیا تھا لیکن نہ سپاہیوں میں کچھ ہراس پیدا ہوا اور نہ سپہ سالار فوج (خلید) کی ثابت قدمی و استقلال میں کچھ فرق آیا، خلید نے بڑے جوش کے ساتھ بعد نماز ظہر صفیں قایم کیں اور فوج سے مخاطب ہو کر کہا "مسلمانو! بے دل نہ ہونا انھوں نے تم کو اپنی لڑائی کے لئے نہیں بلایا بلکہ تم خود اُن سے لڑنے کو آئے ہو اگرچہ انھوں نے ہمارے جہازوں پر ایک گونہ قبضہ کر لیا ہے لیکن اللہ پر بھروسہ کر کے حملہ کرو انشاء اللہ تعالیٰ جہاز کے ساتھ اُن کا ملک بھی ہمارے قبضہ میں آجائے گا۔

مجاہدین کی پسپائی

خلید و جارود بڑی مردانگی سے رجز پڑھتے ہوئے بڑھے دونوں لشکروں کا مقام طاؤس میں مقابلہ ہوا جارود سیکڑوں کو تہ تیغ کر کے شہید ہو گئے خلید نے اپنی فوج کو پیادہ ہو کر لڑنے کا حکم دیا معرکہ نہایت سخت تھا ہزاروں ایرانیوں نے خاک و خون پر تڑپ کر جانیں دیں۔ عساکر اسلامی کا بھی زیادہ حصہ کام آگیا جس کے سبب آگے نہ بڑھ سکے، پیچھے ہٹے تو جہاز دریا میں نہ پایا دشمنوں نے اس کو پہلے ہی غرق کر دیا تھا مجبور ہو کر براہ خشکی بصرہ کی طرف روانہ ہوئے بدقسمتی سے ادھر

بھی نہ جا سکے۔ ایرانیوں نے اس طرف کی بھی راہیں بند کر دی تھیں ہر طرف سے ناکے روک رکھے تھے مقابلے کی غرض سے ایرانی فوجیں مسلح کھڑی تھیں۔

مجاہدین کی کمک فاروق اعظم کو اس کی اطلاع ہوئی، بہت برہم ہوئے۔ بصرہ میں عتبہ بن غزوان کو لکھ بھیجا کہ ایک جری فوج تیار کر کے مسلمانوں کے بچانے کو فارس کی طرف روانہ کرو، علاءؓ کو بھی تہدید آمیز خط لکھا جس میں یہ حکم دیا تھا کہ تمہارے پاس جس قدر فوجیں ہوں ان کو لے کر بحرین سے سعد کے پاس چلے آؤ، عتبہ نے بارہ ہزار فوج جس میں عاصم بن عمرو، عرفجہ بن ہرثمہ، احنف بن قیس جیسے دلاور وجری تھے ابو سبرہ اپنی فوج لئے ہوئے خلیہ تک پہنچ گئے اُدھر ایرانیوں نے ہر طرف سے فوجیں جمع کر لی تھیں جن کا سردار شہرک تھا دونوں حریفوں نے استقلال وثابت قدمی کے ساتھ لڑائی شروع کی اور جی توڑ کر لڑے بالآخر ابو سبرہ فتح یاب ہوئے ایرانی لشکر میدان جنگ سے بھاگ نکلا بے انتہا ایرانی مارے گئے مسلمانوں نے جی کھول کر لوٹا لیکن چونکہ آگے بڑھنے کا حکم نہ تھا بصرہ واپس آئے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ کی معزولی اس واقعہ کے بعد عتبہ نے حج کی اجازت طلب کی۔ حج سے فارغ ہو کر استعفا پیش کیا۔ فاروق اعظم نے نامنظور کر کے اُن کو پھر اُن کی گورنری پر بھیج دیا۔ اثنائے راہ مقام بطن نخلہ میں پہنچ کر عتبہ کا انتقال ہو گیا بجائے اُن کے تا اختتام سال ابو سبرہ بن ابی رہم گورنری کرتے رہے عتبہ نے اُن کو اپنا قائم مقام کیا تھا فاروق اعظم نے یہ تقرری برائے چندے قائم رکھی بعد ازاں مغیرہ بن شعبہ کو مامور کیا۔ مغیرہ اور ابو بکرہ میں رنجش پہلے سے تھی ایک دوسرے کو دیکھ نہ سکتے تھے۔ کہتے ہیں کہ زیاد بن ابیہ، ابو بکرہ کا اخیافی بھائی تھا ایک روز ان دونوں نے مغیرہ کو حالت غیر میں دیکھ لیا ابو بکرہ نے مغیرہ کو امامت سے روک دیا اور فاروق اعظم کو یہ واقعہ لکھ بھیجا فاروق اعظم نے اسی وقت ابو موسیٰ کو امیر مقرر کر کے اُنتیس ۲۹ صحابیوں کے ساتھ جن میں انس بن مالک، عمران بن حصین اور ہشام بن عامر (رضی اللہ عنہم) تھے مع ایک فرمان کے مغیرہ کے پاس روانہ کیا اور مدعی ومدعی علیہ کو مع گواہانِ ثبوت طلب فرما لیا۔ مضمون خط یہ تھا۔

اما بعد فقد بلغنی عنک نباءٌ عظیم وبعثت اباموسیٰ امیراً فسلم الیہ مافی یدک والعجل

امابعد۔ مجھ کو تمہاری نسبت ایک بہت بڑی خبر پہنچی ہے اور میں ابو موسیٰ کو امیر مقرر کر کے بھیجتا ہوں جو تمہارے قبضے میں ہو اس کو ان کے سپرد کر کے فوراً چلے آؤ۔

جب مغیرہ اور ابو بکرہ مع گواہوں کے دربار خلافت میں حاضر ہوئے فاروق اعظم لوگوں کی شہادت

لینے لگے گواہوں نے شہادت میں اختلاف کیا زیاد پوری شہادت نہ دے سکا۔ فاروق اعظم نے اس کو تیس کوڑے مارے، مغیرہ نے کچھ کہنے کا قصد کیا فاروق اعظم نے فرمایا چپ رہ۔ واللہ اگر شہادت کاملہ ہو جاتا تو میں تجھ کو بھی سزا دیتا۔

کوفہ کی چھاؤنی کی تعمیر

سنہ ۱۴ھ میں فاروق اعظم کو اس امر کا احساس ہوا کہ عرب کو اور ملکوں کی ہوا مخالف ہے اس وجہ سے ان کے چہروں میں تغیر پیدا ہو گیا ہے۔ ہوا یہ کہ کسی مقام سے وفود آئے تھے آپ نے ان کے چہروں کے رنگ متغیر ہونے کی وجہ دریافت فرمائی وفود نے عرض کی "ہمارے چہروں کے رنگ کو دوسرے ملکوں کی آب و ہوا نے متغیر کر دیا ہے"۔ بعض نے لکھا ہے کہ حذیفہ نے جو کہ سعد کے ہمراہ تھے۔ فاروق اعظمؓ کو لکھا تھا کہ "عرب کو دوسرے سرزمین کی آب و ہوا موافق نہیں آتی ان کی صحت اچھی نہیں رہتی"۔ فاروق اعظم نے سعد سے دریافت کیا، سعد نے حذیفہ کے بیان کی تائید کی فاروق اعظمؓ نے سعد کو لکھ بھیجا "سلمان و حذیفہ کو اس کام پر مامور کرو کہ وہ دونوں آدمی عرب کے مذاق کے موافق کوئی مقام تجویز کریں"۔

چنانچہ دونوں نے مقام کوفہ کو پسند کیا اور وہیں چھاؤنی قایم کرنے کی تجویز کی بعد ازاں سعد کے پاس آئے اور ان کو اپنی تجویز سے آگاہ کیا، سعد نے دربار خلافت میں اس کی اطلاع کی، اور قعقاع اور عبداللہ بن المعتم کو لکھ بھیجا کہ "اپنے لشکروں پر کسی شخص کو نائب مقرر کر کے ہمارے پاس چلے آؤ" پس جب یہ دونوں بزرگ سعد کے پاس آگئے تو سعد مداین سے روانہ ہو کر محرم سنہ ۱۷ھ میں، جنگ قادسیہ کے دو برس دو مہینہ بعد، اور جب کہ تین برس آٹھ مہینے فاروق اعظم کی خلافت پر گزر چکے تھے مقام کوفہ پہنچے، کوفہ کی سرزمین کو خوب دیکھ بھال کر فاروق اعظم کو اس مضمون کا دوبارہ خط لکھا "میں نے چھاؤنی قائم کرنے کے لئے کوفہ[1] کو پسند کیا ہے، یہ مقام حیرہ اور فرات کے درمیان واقع ہے اس میں بری و بحری دونوں خشکیں موجود ہیں اور اہل عرب کے مذاق کے مطابق ہے میں نے عساکر اسلام کو یہیں لا کر ٹھہرایا ہے اہل عرب کے لئے یہ مقام نہایت مناسب ہے اور جن لوگوں نے مداین میں رہنا پسند کیا ہے میں نے ان کو وہیں چھوڑ دیا ہے میرا قصد ہے کہ میں اس کو چھاؤنی بناؤں لڑائی کے زمانہ میں لشکر باہر چلا جایا کرے گا۔

---

[1] اس کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ یہاں کی زمین ریتلی اور کنکریلی تھی اس وجہ سے اس کا نام کوفہ رکھا گیا نعمان بن منذر جو عراق عرب کا قبل از اسلام حکمران تھا اس کا دارالسلطنت اسی مقام پر تھا۔ اس کا منظر نہایت خوش نما دلچسپ اور دریائے فرات سے صرف ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر تھا۔

اور بعد اختتام جنگ واپس آیا کرے گا۔ کوفہ[1] میں قیام کرنے کے بعد عام لوگوں پر اُس کی خوبی ظاہر ہوگئی جو قوت و توانائی کی حالت ان کی پہلے تھی وہ پھر لوٹ آئی۔

بصرہ کی چھاؤنی کی تعمیر اسی زمانہ میں اہل بصرہ[2] بھی تیسری بار اپنے اپنے مکانوں میں آ اُترے ان دونوں مقامات کے مکانات باجازت فاروق اعظم پھوس۔ گھاس یا بانس سے بنائے گئے تھوڑے دنوں کے بعد کوفہ اور بصرے میں آتش زدگی ہوئی۔ کل مکانات جل گئے سعد نے فاروق اعظم سے اینٹ اور گارے کی عمارتیں بنانے کی اجازت طلب کی فاروق اعظم نے اجازت دی لیکن یہ شرط لگا دی کہ کوئی شخص تین کمروں سے زاید نہ بنائے اور مکانات زیادہ مرتفع اور طول وطویل نہ ہوں "الزموا السنۃ فلزمکم الدولۃ" (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو پکڑے رہو دولت تمہارا ساتھ نہ چھوڑے گی) کوفہ کے بسانے اور بنانے پر ابو ہیاج بن مالک اور بصرہ کی تعمیر پر ابو المحراب عاصم ابن الدلف مامور تھے۔ کوفہ کے حدود اربعہ کے ایک جانب حلوان تھا جس کی حکومت قعقاع کے قبضہ اقتدار میں تھی، دوسری جانب ماسبذان تھا جس پر ضرار بن الخطاب عامل تھے تیسری جانب قرقیسا تھا عمر بن مالک یہاں کے گورنر تھے چوتھی طرف موصل تھا جس کی ولایت پر عبداللہ بن المعتم مامور تھے۔

خوزستان کی فتح فارس کا نامی سردار ہرمزان جنگ قادسیہ سے بھاگ کر خوزستان چلا آیا تھا۔

---

[1] اس کی وضع وساخت کے متعلق عمر فاروق نے تحریری حکم بھیجا تھا چنانچہ اُسی کے مطابق عرب کے جدا جدا قبیلے علیحدہ علیحدہ محلوں میں آباد کئے گئے سڑکیں اور شارع ہائے عام چالیس چالیس اور اُس سے گھٹ کر تیس تیس اور بیس بیس ہاتھ چوڑی رکھی گئیں اور گلیاں سات سات ہاتھ چوڑی بنائی گئیں۔ جامع مسجد کی عمارت اور عمارتوں سے ممتاز اور اس قدر وسیع تیار کی گئی تھی کہ اُس میں چالیس ہزار آدمی آسکتے تھے اور اس کے آگے ایک وسیع سائبان دو سو ہاتھ لمبا سنگ رخام کے ستونوں پر قایم کرکے بنایا گیا جو کسریٰ فارس کی عمارتوں سے نکال کر لائے گئے تھے اور اس کی قیمت رعایا ایران کو دی گئی تھی مسجد سے دو سو ہاتھ کے فاصلہ پر ایوان حکومت بنایا گیا جس میں بیت المال کی بھی عمارت تھی اور اُسی کے قریب ایک مہمان خانہ تعمیر کیا گیا تھا۔ جو مسافر بیرونجات سے آتے تھے وہ یہیں قیام کرتے تھے اور بیت المال سے ان کو کھانا ملتا تھا بعد چند دنوں کے جب بیت المال میں چوری ہوگئی تو ایوان حکومت کی عمارت مسجد سے ملا دی گئی۔ جامع مسجد کے سوا ہر قبیلے کیلئے جدا جدا مسجدیں تعمیر ہوئی تھیں۔

[2] اس کی وجہ تسمیہ اور آباد کئے جانے کی کیفیت اسی جلد میں ہم بحوالہ فتوح البلدان لکھ آئے ہیں۔ اُس شہر کی وضع ساخت بعینہٖ کوفہ کی سی تھی۔

دجو اہواز کا دار الحکومت تھا) خوزستان اور اُس کے اردگرد شہروں پر قابض ہو کر میسان، دشت میسان حدود بصرہ، مناذر اور نہر تیری حدود اہواز تک اپنے تصرف و قبضہ کو بڑھا لیا تھا چونکہ خوزستان کی سرحد بصرہ سے ملی ہوئی تھی۔ بغیر اس کے فتح کئے ہوتے بصرے میں پورے طور سے امن قائم نہیں رہ سکتا تھا۔ اس وجہ سے عتبہ بن غزوان نے سعد سے امداد طلب کی۔ چنانچہ نعیم بن مقرن اور نعیم بن مسعود عتبہ کی کمک پر بصرہ اور اہواز کے حدود پر بھیج دیئے گئے، عتبہ نے (بنو عدویہ بن حنظلہ سے) سلمیٰ بن القین اور حرملہ بن مرلطہ کو بصرہ کی دوسری سرحد میسان کی طرف بھیج دیا۔ سلمیٰ اور حرملہ نے بنو عم بن مالک کو جو خوزستان میں رہتے تھے ملکی اور قومی جوش و غیرت دلا کر بلایا غالب وائلی اور کلیب بن وایل کلبی سرداران بنو عم بن مالک اس تحریک سے متاثر ہو کر ملنے کو آئے اور یہ وعدہ کر گئے کہ جس وقت تم لوگ مناذر اور نہر تیری پر حملہ کرو گے ہم بھی شہر کے اندر سے حملہ آور ہو جائیں گے۔

ہرمزان سے جزیہ پر مصالحت جس دن اور جس وقت حملہ کرنے کا باہم عہد و پیمان ہوا تھا ٹھیک اُسی دن اور اسی وقت ایک طرف سے سلمیٰ اور حرملہ نے حملہ کیا دوسری طرف سے نعیم بڑھے، سلمیٰ عساکر بصرہ پر تھے اور نعیم افواج کوفہ کے سردار تھے دونوں سپہ سالاروں نے دو طرف سے ہرمزان پر حملہ کیا، لڑائی شروع ہو گئی، شہر کے اندر سے غالب اور کلیب حسب قرار داد حملہ آور ہوئے۔ مناذر اور نہر تیری پر قبضہ کر لیا ہرمزان اس اچانک واقعہ سے گھبرا گیا۔ اُس کی فوج کی ترتیب جاتی رہی مجبور ہو کر میدان جنگ سے جان بچا کر بھاگا عساکر اسلامی نے تعاقب کیا۔ ہزاروں ایرانی اس دار و گیر میں مارے گئے دریائے دجیل پر پہنچ کر اسلامی لشکر ٹھہر گیا اور ہرمزان سوق اہواز کے پل سے عبور کر کے نکل گیا۔ لیکن اس نے اپنے کو مسلمانوں کے مقابلہ میں کمزور پا کر دوسرے ہی دن صلح کا پیام بھیجا مسلمانوں نے مناذر، نہر تیری اور اہواز کے اُن مقامات کے علاوہ جن پر اثنائے جنگ میں اُن کا قبضہ ہو گیا تھا باقی اہواز پر جزیہ دے کر صلح کر لی۔

ہرمزان کی بد عہدی افواج اسلامی کا ایک ایک دستہ نہر تیری اور مناذر میں ٹھہرا دیا گیا، غالب اور کلیب کو ان کی سرداری دی گئی۔ بعد چندے غالب، کلیب اور ہرمزان میں سرحد قایم کرنے میں اختلاف ہوا سلمیٰ اور حرملہ نے غالب اور کلیب کی رائے سے اتفاق کیا۔ ہرمزان بگڑ گیا بد عہدی پر کمربستہ ہو کر کردوں کو جمع کر کے مخالفت و جنگ پر اُٹھ کھڑا ہوا۔ عتبہ بن غزوان نے حرقوص بن زہیر سعدی کو اُس کے مقابلہ پر روانہ کیا، مقام سوق اہواز میں معرکہ ہوا۔ ہرمزان کو شکست ہوئی، بھاگ کر رام ہرمز چلا گیا، حرقوص نے سوق اہواز پر قبضہ کر کے جزیہ مقرر کیا اور اپنے دائرہ حکومت کو تستر تک بڑھا لیا۔

فاروق اعظم کو فتح کا مژدہ لکھ بھیجا اور ہرمزان کے تعاقب میں جزء بن معاویہ کو روانہ کیا جو قریہ شغر اور دورق تک بڑھتے چلے گئے، ہرمزان نے مجبور ہو کر پھر صلح کی درخواست کی، فاروق اعظم کی اجازت سے اس شرط پر مصالحت ہوئی کہ "جتنے شہروں پر مسلمانوں نے قبضہ کر لیا ہے اس پر وہ قابض رہیں باقی شہروں پر ہرمزان کا قبضہ رہے بشرطیکہ وہ جزیہ مقررہ ادا کرتا جائے" اس مصالحت کے بعد حرقوص نے جبل اہواز پر ڈیرے ڈال دیئے اور ویران شدہ شہروں کے آباد کرنے میں مصروف ہوئے۔

مجاہدین کا رام ہرمز پر قبضہ

اِن واقعات کے اثناء میں یزدگرد اہل فارس کو مسلمانوں کے خلاف ابھار رہا تھا اور رعایا اہواز سے اہل اسلام کے خلاف عہد و اقرار لے رہا تھا رفتہ رفتہ ایک بہت بڑی فوج جمع ہو گئی مسلمانوں نے کل حالات دربار خلافت میں لکھ بھیجے۔ فاروق اعظم نے سعد کو لکھا کہ "ایک عظیم فوج نعمان بن مقرن کی ماتحتی میں ہرمزان کے مقابلہ پر روانہ کر دو تاکہ وہ بڑھنے نہ پائے" ابوموسیٰ کو حکم دیا کہ سعد بن عدی برادر سہیل کے ساتھ ایک فوج اہواز کی طرف بھیج دو جس کے میمنہ و میسرہ اور مقدمہ پر براء بن مالک، مجزاۃ بن ثور اور عرفجہ بن ہرثمہ (رضی اللہ عنہم) افسر ہوں اور ان دونوں لشکروں کا سپہ سالار اعظم ابوسبرہ بن ابی رہم مقرر کئے جائیں، ہرمزان کو اس کی خبر لگی۔ فوج کو مرتب کر کے نعمان کا راستہ روکا۔ قریب رام ہرمز دونوں فریق صف آرا ہوئے۔ لیکن پہلے ہی حملہ میں ہرمزان شکست کھا کر بھاگ نکلا، نعمان نے رام ہرمز پہنچ کر قبضہ کر لیا۔

تستر کا محاصرہ

اتنے میں بصرہ کی اسلامی فوجیں آپہنچیں اور یہ معلوم کر کے کہ رام ہرمز پر نعمان کا قبضہ ہو گیا ہے اور ہرمزان تستر میں پہنچ کر مسلمانوں کے خلاف فوجیں مرتب کر رہا ہے تستر کی طرف سیلاب کی طرح بڑھیں۔ تستر میں اس وقت ایرانیوں کا بہت بڑا مجمع تھا جبال و اہواز کی ایرانی فوجیں میدان جنگ سے بھاگ بھاگ کر یہیں آکر جمع ہو رہی تھیں ہرمزان نے قلعہ کی مرمت کرالی تھی چاروں طرف سے خندق اور برجوں سے مستحکم کر لیا تھا فاروق اعظمؓ نے ان واقعات سے مطلع ہو کر ابوموسیٰ کو بصرے سے مسلمانوں کی مدد پر روانہ کیا اور ان کو افواج اسلامی بصرے کا سپہ سالار مقرر کیا قصہ مختصر مسلمانوں نے تستر پر پہنچ کر محاصرہ کر لیا مہینوں گھیرے پڑے رہے۔ ایرانیوں نے متعدد حملے ایک سے ایک بڑھ کر کئے بہت سی لڑائیاں ہوئیں آخری جنگ[1] میں ایرانیوں کو شکست ہوئی میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا لیکن

---

[1] ابوموسیٰ نے اس آخری معرکہ میں نہایت دانائی سے صف آرائی کی تھی میمنہ پر براء بن مالک تھے میسرہ براء بن عازب انصاری کو دیا تھا۔ انس بن مالک کی رکاب میں سواروں کا رسالہ تھا دونوں فوجیں ایک آخری فیصلہ (باقی صفحہ ۳۶۰ پر)

ہرمزان نے شہر میں محصور ہو کر لڑائی جاری رکھی۔

تستر پر قبضہ

ایک دن[1] ایک شخص نے اندرون شہر سے تیر میں ایک خط باندھ کر ابوموسیٰ کی طرف پھینکا جس کا یہ مضمون تھا "مجھ کو اور میرے خاندان والوں کو آپ امان دیں تو میں ایک راستہ بتا دوں جس سے شہر پر آپ کا قبضہ ہو جائے" ابوموسیٰ نے نہایت مسرت سے اس شرط کو منظور کیا، وہ شخص ابوموسیٰ کے پاس آیا اور چند مسلمانوں کو ہمراہ لیا۔ نہر جیل کو عبور کر کے سرنگ کی راہ شہر میں داخل ہوا مسلمانوں نے شہر پناہ کے پھاٹک کے قریب پہنچ کر پہرہ والوں سے لڑائی شروع کر دی اور مارتے کاٹتے پھاٹک تک پہنچ گئے اور اللہ اکبر کا نعرہ مار کر پھاٹک کھول دیا۔ اسلامی فوجیں پہلے ہی سے مسلح و تیار تھیں تکبیر کہتی ہوئی شہر میں گھس پڑیں۔ تمام شہر میں ہل چل پڑ گئی ہرمزان نے بھاگ کر قلعہ میں پناہ لی اور یہ شرطیں کیں "میرا معاملہ امیرالمومنین فاروق اعظم کے روبرو پیش کیا جائے وہ جو کچھ فیصلہ کریں گے۔ مجھے منظور ہو گا تم لوگ مجھ سے متعرض نہ ہو مجھے مدینہ پہنچا دو" ابوموسیٰ نے یہ شرط منظور کر لی۔ ہرمزان نے قلعے کا دروازہ کھول دیا۔ مال غنیمت لشکریوں پر تقسیم کیا گیا۔ سواروں کے حصہ میں تین تین ہزار اور پیادوں کو ایک ہزار ملے۔ اسی آخری معرکے میں براء بن مالک

(بقیہ حاشیہ ص۳۵۹) کرنے والی لڑائی لڑیں براء ابن مالک جو میمنہ کے سردار تھے مارتے اور صفوف اعداء کو چیرتے ہوئے خندق کو عبور کر کے شہر پناہ کے دروازے تک پہنچ گئے ہرمزان نے عین دروازے پر براء کا مقابلہ کیا جب براء لڑ کر شہید ہو گئے تو مجزاۃ بن ثور نے بڑھ کر ہرمزان پر وار کیا لیکن ہرمزان کے ہاتھ سے یہ بھی شہید ہو گئے اس کے بعد مسلمانوں نے مجموعی قوت سے نعرۂ اللہ اکبر مار کر حملہ کیا۔ ہرمزان نے پیچھے ہٹ کر پھاٹک بند کر لیا اور محصور ہو کر لڑائی جاری رکھی۔

[1] دیگر مورخوں نے لکھا ہے کہ اثنائے محاصرہ میں ایک باشندہ شہر نے چھپ کر ابوموسیٰ کے پاس آ یا یہ درخواست کی کہ اگر مجھے جان و مال و اولاد کی امان دی جائے تو میں ایسا پوشیدہ راستہ بتا دوں جس کے ذریعہ سے شہر پر باسانی قبضہ ہو جائے" ابوموسیٰ نے یہ شرط منظور کر لی اور ایک عرب اشرس نامی کو اس کے ہمراہ کر دیا وہ شخص اشرس کو اپنے ہمراہ لئے ہوئے نہر جیل سے جو دجلہ کی ایک شاخ تستر کے نیچے جاری تھی عبور کر کے ایک سرنگ کی راہ سے شہر میں داخل ہوا اور اشرس سے کہدیا کہ تم اپنا منہ کپڑے سے چھپا کر میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ چنانچہ دونوں گلی کوچے گذرتے ہرمزان کے محل کی طرف آئے ہرمزان رؤسا شہر اور ارکین دولت بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے دونوں رفیق شہر کے نشیب و فراز کے مواقع دیکھ کر اسی سرنگ کے راستے سے ابوموسیٰ کے پاس آئے اشرس نے عرض کی اے امیر اگر مجھے دو سو جانباز سپاہی دیئے جائیں تو میں فوراً شہر پر قبضہ کرتا ہوں" ابوموسیٰ نے عساکر اسلامی کی طرف دیکھا دو سو سپاہیوں نے بڑھ کر کہا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہماری جانیں حاضر ہیں" اشرس مع سپاہیوں کے اسی سرنگ کے راستہ سے شہر میں پہنچے شہر پناہ کے پہرہ والوں کو مار کر دروازے کھول دیئے۔ ابوموسیٰ پہلے ہی سے فوج کو آراستہ کئے منتظر کھڑے تھے دروازے کے کھلنے کے ساتھ فوراً اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر گھس پڑے۔

مجزاۃ بن ثور ہرمزان کے ہاتھ سے شہید ہوئے تھے۔ فتح یابی کے بعد ابو سبرہ، نعمان اور ابوموسیٰ ایک فوج لے کر ایرانیوں کے تعاقب میں نکلے، سوس میں پہنچ کر ڈیرے ڈالے اور زر بن عبداللہ فقیمی نے جندیسابور کو جا کر گھیر لیا اس کے بعد فاروق اعظم کا فرمان پہنچا کہ "ابوموسیٰ اشعری بصرہ واپس آئیں بجائے اُن کے اسود بن ربیعہ بن مالک صحابی موسوم بہ مقرب مقرر کئے جائیں"۔

ہرمزان دربار خلافت میں

ابو سبرہ نے ہرمزان کو ایک سفارت کے ساتھ جس میں انس بن مالک اور احنف بن قیس بھی تھے مدینہ منورہ روانہ کیا۔ مدینہ کے قریب پہنچ کر ہرمزان نے مرصع تاج (جس میں یاقوت و ہیرے لگے ہوئے تھے) سر پر رکھا، دیبا کی قبا زیب بدن کی، ملوک عجم کے دستور کے موافق قیمتی جڑاؤ زیورات پہنے اور کمر سے مرصع تلوار لگاتی غرض ہمہ تن شان و شوکت کی تصویر بن کر دارالخلافت میں داخل ہوا، تمام مدینہ اُس کی زرق برق پوشاک کا تماشائی بنا ہوا تھا فاروق اعظم اُس وقت مسجد نبوی میں تشریف رکھتے تھے۔ ہرمزان اس ٹھاٹھ سے حاضر ہوا تو آپ نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ اسلام کے ذریعہ سے ایسوں کو اس نے زیر کیا ہے۔

حضرت عمرؓ اور ہرمزان کی گفتگو

بعد ازاں ہرمزان سے مخاطب ہو کر فرمایا "تم نے بدعہدی کا نتیجہ اور اللہ تعالیٰ کا آخری حکم دیکھا" ہرمزان نے جواب دیا "امیر المومنین! زمانہ جاہلیت میں اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کو آزاد چھوڑ دیا تھا چونکہ ہم میں قوت زیادہ تھی ہم تم پر غالب آتے تھے اور اب اللہ تعالیٰ تمہارا ساتھ دے رہا ہے پس تم ہم پر غالب آگئے" فاروق اعظمؓ بولے "اچھا تم نے کتنی بار بدعہدی کی ہے اس کی سزا میں تم کو گیا عذر ہے اور آپ تمہارا کو نسا حیلہ باقی ہے؟" ہرمزان نے جواب دیا "مجھے خوف ہے کہ یہ بات بتانے سے پہلے تم مجھے قتل کر ڈالو گے"۔ فاروق اعظمؓ نے فرمایا نہیں! تم خوف نہ کرو" پھر ہرمزان نے پانی مانگا جب پانی سامنے آیا تو ہاتھ میں پانی کا پیالہ لے کر بولا "میرے دل میں یہ خطرہ گزرتا ہے کہ پانی پینے کی حالت میں تم مجھے قتل نہ کر ڈالو" فاروق اعظم نے ارشاد کیا "تم مطلق خوف نہ کرو جب تک پانی نہ پی لوگے کسی قسم کے خطرے میں تم نہ ڈالے جاؤ گے"، ہرمزان نے پیالہ ہاتھ سے رکھ کر کہا "اب میں پانی نہیں پیوں گا اور اس شرط کے مطابق تم مجھے قتل بھی نہیں کر سکتے۔ تم نے مجھے امان دی ہے۔

ہرمزان کا قبول اسلام

فاروق اعظمؓ اس مغالطے پر حیران ہو کر بولے "تو جھوٹ کہتا ہے"، ہرمزان کچھ بولنے نہ پایا تھا کہ انسؓ بول اٹھے "امیر المومنین! یہ سچ کہتا ہے آپ نے فرمایا ہے کہ جب تک پورا حال نہ کہہ لوگے کسی قسم کا خوف نہ کرو اور جب تک پانی نہ پی لوگے کسی خطرے میں نہ ڈالے جاؤ گے"۔ انس کی اس تقریر کو سن کر حاضرین جلسہ نے بھی ان کے قول کی تائید کی فاروق اعظمؓ نے ہرمزان

سے کہا، "تو نے مجھے دھوکا دیا، لیکن میں تجھے دھوکا نہ دوں گا مناسب ہے کہ مسلمان ہو جا" ہرمزان نے مسکرا کر جواب دیا "میں تو پہلے ہی سے ایمان لا چکا تھا" یہ کہہ کر ہرمزان نے کلمہ توحید پڑھا فاروق اعظم بہت خوش ہوئے، مدینہ میں قیام کی اجازت دی، ایک مکان دیا اور ساتھ ہی دو ہزار سالانہ تنخواہ بھی مقرر کر دی مہم فارس میں اکثر اس سے مشورہ لیتے تھے۔

حضرت عمرؓ کی اہل سفارت سے جواب طلبی

اس کے بعد فاروق اعظم نے اہل سفارت کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد کیا شاید تم لوگ ذمیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کرتے ہو اس وجہ سے وہ لوگ ہمیشہ نقض عہد کیا کرتے ہیں اہل سفارت نے عرض کی "ہم لوگ ہمیشہ اپنے عہد و پیمان کا خیال رکھتے اور وعدے کا ایفا کرتے ہیں" فاروق اعظم اس کا کچھ جواب نہ دینے پاتے تھے کہ احنف بن قیس نے عرض کیا "امیر المومنین آپ نے ہم کو بلاد فارس میں آگے بڑھنے کی ممانعت کر دی ہے لیکن جب تک ان کا بادشاہ (یزدگرد) زندہ رہے گا اُس وقت تک اہل فارس برابر لڑتے رہیں گے یہ قومی جوش ہے۔ یزدگرد کی حیات تک فرو نہیں ہو سکتا" فاروق اعظمؓ احنف کی تقریر سے قایل ہو گئے اور بلاد فارس میں آگے بڑھنے کی اجازت دے دی۔

اہل سوس کی اطاعت

ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ ابو سبرہ مع مقترب بن ربیعہ، عساکر اسلامی بصرے کو لئے ہوئے ایرانیوں کے تعاقب میں سوس تک پہنچ گئے تھے اور سوس کے قریب بڑاؤ ڈالا تھا سوس میں اُس وقت شہریار برادر ہرمزان موجود تھا ابو سبرہ نے محاصرہ کر کے رسد و غلہ کی آمد و رفت بند کر دی مجبور ہو کر اہل سوس نے صلح کر لی[۱]۔

ایک غلام کی امان

ان واقعات کے اثناء میں نعمان بن مقرن کوفہ کی اسلامی فوجوں کو لے کر نہاوند کی طرف بڑھے، مقترب، ذر بن عبد اللہ کے پاس پہنچے جو جندیسابور کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ ایک روز جندیسابور والوں نے خود شہر پناہ کا دروازہ کھول دیا اور کمال اطمینان سے اپنے کاروبار میں مصروف رہے، مسلمانوں کو سخت تعجب ہوا اہل جندیسابور سے دریافت کیا معاملہ کیا

---

[۱] سوس کے رئیس نے اس شرط پر صلح کی تھی کہ اُس کے خاندان کے سو آدمیوں کو جان کی امان دی جائے۔ ابو سبرہ نے اس کو منظور کر لیا تھا چنانچہ اس بنا پر شہر پناہ کا دروازہ کھولا گیا رئیس ایک ایک آدمی کو نام زد کرتا جاتا تھا ابو سبرہ اُس کو امن دیتے جاتے تھے اتفاق یہ کہ خود رئیس شہر نے اپنا نام نہ لیا اور سو آدمیوں کی تعداد پوری ہوئی ابو سبرہ نے فوراً اس کو گرفتار کر کے قتل کا حکم دیدیا کیونکہ وہ سو کے شمار سے باہر تھا۔

ہے؟ جواب ملا کہ "تم نے جزیہ پر مصالحت کر لی، اب ہمارے تمہارے درمیان مناقشہ کیا رہا" تحقیق سے معلوم ہوا کہ ایک غلام (جو سوس کا رہنے والا تھا) اس نے امان نامہ بشرط ادائے جزیہ لکھ کر تیر میں باندھ کر پھینکا تھا۔ مسلمانوں نے حجت کی کہ ایک غلام کے امان دینے سے تم امان نہیں پا سکتے۔ اہل شہر نے کہا "ہم آزاد اور غلام نہیں جانتے" فریقین میں جب بحث و مباحثہ سے کچھ طے نہ ہوا تو دربار خلافت میں یہ قضیہ پیش کیا گیا فاروق اعظم نے غلام کے امان دینے کو جائز[1] رکھا۔

سَباہ کی اطاعت

بعض نے فتح سوس کا واقعہ اس طرح پر تحریر کیا ہے کہ واقعہ جلولاء کے بعد یزدگرد نے اصطخر میں جا کر قیام اختیار کیا خاندان شاہی کے کل اراکین اور سَباہ، ستر ہزار سواروں کو اپنے رکاب میں لئے اس کے ساتھ تھا، یزدگرد نے سباہ کو سوس کی طرف اور ہرمزان کو تستر کی جانب روانہ کیا۔ سَباہ نے اصطخر سے نکل کر کلبانیہ میں پڑاؤ کیا۔ اہل سوس کو جب تسخیر جلولاء کی خبر ملی اور یہ معلوم ہوا کہ یزدگرد بھاگ کر اصطخر میں چلا گیا ہے تو ان لوگوں نے ابو موسیٰ سے جو سوس کا محاصرہ کئے ہوئے تھے جزیہ دے کر مصالحت کر لی۔ اس کے بعد ابو موسیٰ رام ہرمز گئے اور وہاں سے نکل کر تستر کو جا گھیرا جہاں سباہ، رام ہرمز اور تستر کے درمیان ڈیرے ڈالے پڑا تھا اس نے اپنے ہمراہیوں کو ابو موسیٰ سے صلح کرنے اور اس شرط پر اسلام قبول کرنے پر آمادہ کیا کہ وہ لوگ ایرانیوں سے لشکر اسلام کے ساتھ ہو کر جنگ کریں گے اور اگر عرب برسر جنگ آتے گا تو یہ اس کو روکیں گے اور امیر المومنین فاروق اعظم اعزاز کے ساتھ ان لوگوں کی تنخواہیں مقرر کریں" ان شرائط کے مطابق سب کے سب مسلمان ہو گئے۔ فاروق اعظم نے ان کے بڑے بڑے عطیے مقرر کر دیئے، اور وہ لوگ تستر کی فتح و جنگ میں شریک ہوئے۔ سَباہ، ایرانیوں کے ایک قلعہ میں عجمیوں کے لباس میں گھس گیا اور قلعے کو فتح کر کے مسلمانوں کو دے دیا۔ تستر اور اس کے بعد کے مفتوحہ بلاد ۱۶ھ میں، اور بعض کہتے ہیں کہ ۱۷ھ میں مفتوح ہوئے۔

عام لشکر کشی کا حکم

احنف بن قیس اور ہرمزان، فاروق اعظم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ جب تک اہل فارس کا بادشاہ یزدگرد فارس میں موجود رہے گا اس وقت تک ایرانی برابر لڑتے جائیں گے اور آئے دن کی بغاوت ولڑائی فرو نہ ہوگی اگر آپ ہم کو ممالک ایران پر عام لشکر کشی کی اجازت دیجئے تو ہم ان کے بادشاہ کو ایران سے نکال دیں اس وقت البتہ ان کی امیدیں منقطع ہو جائیں گی اور یہ فتنہ و فساد فرو ہو جائے گا" فاروق اعظمؓ نے ان کے مشورہ کو غور سے سنا اور ابو موسیٰ کو لکھا کہ "بصرہ سے نکل کر تھوڑے فاصلہ

---

[1] اور یہ لکھا کہ مسلمانوں کا غلام بھی مسلمان ہے اس نے جس کو امان دیدی (گویا) تمام مسلمانوں نے امان دے دی۔

پر پڑاؤ ڈال دو اور تا صدور حکم ثانی وہیں قیام پذیر رہو" بعد ازاں متعدد پھریرے بنائے اور مشہور مشہور افسروں کو نام زد کر کے جدا جدا ممالک پر ان کو مامور کیا اور ان پھریروں کو سہیل بن عدی کی معرفت ابو موسیٰ کے پاس بھیج دیا خراسان کا علم احنف بن قیس کو اردشیر اور سابور کا مجاشع بن مسعود سلمی کو، اصطخر کا عثمان بن ابی العاص ثقفی کو فسا اور دارا لجبر کا ساریہ بن زنیم کنانی کو۔ کرمان کا سہیل بن عدی کو سجستان کا عاصم بن عمرو کو اور مکران کا حکم بن عمیر تغلبی کو عنایت کیا لیکن ۱۸ھ اور بعض کہتے ہیں کہ ۲۱ھ یا ۲۲ھ تک ان لوگوں کو روانہ نہیں کیا۔ اس کے بعد سپہ سالاران لشکر اسلام حسب حکم فاروق اعظم ان شہروں کی طرف روانہ ہوتے جن کے سر کرنے کی خدمت ان کو سپرد کی گئی تھی چنانچہ انھوں نے کامیابی کے ساتھ ان شہروں کو فتح کیا جیسا کہ ہم آئندہ علیحدہ علیحدہ بیان کریں گے۔

قحط

۱۸ھ میں سرزمین عرب میں بہت بڑا قحط پڑا۔ پرندے تک بھوک سے پریشان ہو کر آدمیوں کے پاس بے دھڑک چلے آتے تھے۔ غلہ کی گرانی سے عام پریشانی پھیل گئی، ساتھ ہی اس کے عمواس میں طاعون شروع ہو گیا۔ زمانہ قحط میں فاروق اعظم نے عجیب و غریب سرگرمی ظاہر کی تا زمانہ قحط دودھ گھی کھانے کی قسم کھالی، تمام ممالک اسلامیہ کے صوبہ جات کے افسروں کو لکھ بھیجا کہ ہر جگہ سے اہل مدینہ کے لئے غلہ روانہ کریں۔ چنانچہ ابو عبیدہ نے چار ہزار اونٹ غلے کے بھیجے، عمرو بن العاص نے براہ دریائے قلزم مصر سے بہت سا غلہ[1] روانہ کیا، خود فاروق اعظم اہل مدینہ کو لے کر نماز استسقاء پڑھنے گئے نماز کے بعد ایک نہایت پر اثر خطبہ پڑھا۔ عباس بن عبدالمطلب کا ہاتھ پکڑ کر اُن کے وسیلے سے گھٹنوں کے بل کھڑے ہو کر دعا مانگی دعا ختم نہ ہوئی تھی کہ اللہ جل شانہ نے پانی برسایا جس سے قحط کی شکایت جاتی رہی۔

---

[1] مورخوں نے لکھا ہے کہ بیس جہاز غلے سے بھرے ہوئے بحر قلزم کی راہ سے عمرو بن العاص نے روانہ کئے، ہر ایک میں تین تین ہزار اردب غلہ تھا۔ اردب تقریباً دو من یا اُس سے کچھ زیادہ کا ہوتا ہے جب ان جہازوں کے آنے کی خبر عمر فاروق کو ہوئی تو وہ خود ان کے ملاحظہ کو بندرگاہ تک تشریف لائے جو مدینہ سے تین منزل کے فاصلہ پر ہے اور بندرگاہ میں دو بڑے بڑے مکان بنوائے۔ اور قحط زدوں کا مفصل نقشہ بقید نام و سکونت و مقدار غلہ بنانے پر زید بن ثابت کو مامور کیا جب یہ نقشہ تیار ہو گیا تو ہر شخص کو چک دی گئی جس پر عمر فاروق کی مہر ثبت تھی۔ اسی چک کے مطابق سب کو غلہ ملتا تھا اس کے علاوہ ہر روز بیس اونٹ ذبح کرتے تھے اور اپنے اہتمام سے کھانا پکوا کر قحط زدوں کو کھلاتے تھے۔

عمواس میں طاعون کی وبا

اسی زمانہ میں جب کہ عرب میں قحط پڑا ہوا تھا عمواس میں طاعون پھوٹ نکلا بڑے بڑے صحابی جلیل القدر، عالی مرتبہ انتقال کر گئے ابو عبیدہ، معاذ بن جبل، یزید بن ابی سفیان، حرث بن ہشام، سہیل بن عمر، عتبہ بن سہیل اور عامر بن غیلان رضی اللہ عنہم اسی مرض میں مبتلا ہو کر راہی عالم آخرت ہوئے۔ فاروق اعظم کو اس کی اطلاع ہوئی۔ آپ نے ابو عبیدہ کو لکھ بھیجا "عساکر اسلامی کو طاعونی مقام سے نکال کر کسی دوسرے مقام پر قیام کرو" ابو موسیٰ کو یہ حکم دیا کہ کوئی مقام جس کی آب و ہوا عمدہ ہو تلاش کرو۔ اور خود بقصد شام روانہ ہوئے مقام سرغ میں پہنچے افسران فوج نے آکر ملاقات کی اور شدت وبا کی اطلاع دی اکثر لوگوں نے فاروق اعظم کو عمواس میں جانے سے روکا ان میں حضرت عبدالرحمن بن عوف بھی تھے انھوں نے عرض کیا کہ "وبا کی بابت رسول اللہ صلعم سے میں نے سنا ہے کہ جہاں پر وبا ہو وہاں نہ جاؤ اور اگر اس مقام پر وبا پھیل جائے جہاں پر تم ہو تو وہاں سے نہ بھاگو" عمر فاروق یہ سن کر واپس ہوئے بجائے یزید بن ابی سفیان کے دمشق میں ان کے بھائی معاویہ بن سفیان کو اور اردن پر شرجیل بن حسنہ کو مامور کیا۔

حضرت عمرؓ کی شام کو روانگی

اب اس طاعون میں کثرت سے لوگوں کا انتقال ہو گیا اور سرزمین شام میں بڑے بڑے عالی حوصلہ اور بلند خیال بزرگ آغوش لحد میں سو گئے اور ایک گونہ اس بلائے بد کا زور کم ہو گیا اس وقت فاروق اعظم نے امراء لشکر کو متوفیوں کے متروکہ کو جمع کرنے کا حکم دیا اور بصلاح و مشورہ ارباب حل و عقد پھر شام کو روانہ ہوئے۔ متوفیوں کے متروکہ کو حسب حصص شرعی ان کے ورثاء پر تقسیم کیا اور ممالک اسلامی کی حدود پر فوجیں متعین کیں مختلف شہروں میں دورہ کرتے رہے ۱۸ھ میں شریح بن حرث کندی کو قضاء کوفہ پر اور کعب بن سوار ازدی کو قضاء بصرے پر مامور فرمایا، اسی سنہ میں حج کرنے کو گئے۔ بعض کہتے ہیں کہ جلولاء اور مداین اسی سنہ میں مفتوح ہوئے ہیں جس کو ہم اوپر بیان کر آئے ہیں اور ایسا ہی اسی سنہ میں قیساریہ کا معاویہ کے ہاتھ سے فتح ہونا بیان کیا جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ قیساریہ ۲۰ھ میں مفتوح ہوا۔

باب ۱۵
فتح مصر

مصر پر فوج کشی کی اجازت

جس وقت عمر فاروق بیت المقدس تشریف لے گئے تھے اسی زمانہ میں عمرو بن العاص نے آپؓ سے ملک مصر پر فوج کشی کی اجازت لے لی تھی چنانچہ فاروق اعظمؓ نے مدینہ واپس آکر زبیر بن العوام کو عمرو بن العاص کی کمک پر روانہ کیا (چار ہزار) اسلامی فوجیں ۲۰ھ یا ۲۱ھ یا ۲۳ھ یا ۲۵ھ میں مصر[1] کی طرف روانہ ہوئیں اور باب الیون پر قبضہ کرکے براہ ریف مصر کی جانب بڑھیں، ابومریم جاثلیق اور اسقف جس کو مقوقش نے مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنے کی غرض سے روانہ کیا تھا۔ لشکر اسلام میں آیا۔ عمرو بن العاص نے حسب ہدایت عمر فاروقؓ تین شرطیں ۔(۱) اسلام قبول کرنا (۲) جزیہ دینا (۳) یا لڑنا پیش کیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی تھی۔ اور غور و فکر کے لئے تین دن کی مہلت دی۔

عین شمس کی فتح

ابومریم اور اسقف، مقوقس کے پاس گیا۔ ارطبون، امیر روم نے پہلی دو شرطوں میں سے ایک کو بھی قبول نہ کیا اور اپنے لشکر کو مرتب کرکے مقابلہ پر آیا لیکن پہلے ہی حملے میں شکست کھا کر بھاگا، ہزاروں رومی اس معرکے میں کام آگئے۔ مسلمانوں نے بڑھ کر عین شمس کا محاصرہ کیا۔ اور یہیں سے ابرہہ

---

[1] جس طرح مصر پر فوج کشی کے بارے میں مورخین نے اختلاف کیا ہے اسی طرح اس کے مفتوح ہونے کی بابت بھی ان میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ عمرو بن العاص نے مصر و اسکندریہ ۲۵ھ میں اور بعض کہتے ہیں کہ ۱۶ھ میں فتح کیا ہے۔ لیکن میرے نزدیک جیسا کہ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ مصر کو قبل عام الرمادۃ (یعنی زمانہ قحط) مفتوح ہو جانا چاہئے کیونکہ عمرو بن العاص نے مصر سے براہ بحر قلزم غلہ کے جہازات روانہ کئے تھے اور قحط ۱۸ھ میں پڑا تھا اس بنا پر ۱۶ھ کی روایت صحیح و قرین قیاس معلوم ہوتی ہے۔

بن صباح کو فرما کے حصار پر اور اسکندریہ کے محاصرے کے لئے عوف ابن مالک کو روانہ کیا۔ فرما[1] اور اسکندریہ والے عین شمس کے آخری نتیجہ کے دیکھنے کی غرض سے لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ ایک مدت کے محاصرے کے بعد عمرو بن العاص اور زبیر بن العوام نے اہل عین شمس سے جزیہ لے کر صلح کرلی اور اس سے پیشتر اثنا ءِ جنگ میں جن کو گرفتار کرلیا تھا اُن کو مال غنیمت کے ساتھ مسلمانوں میں تقسیم کردیا، اہل مصر نے شرائط صلح میں اس امر کا اور اضافہ کرنا چاہا کہ کل قیدی اُن کو واپس دیدیئے جائیں عمرو بن العاص اس کے خلاف تھے لیکن فاروق اعظمؓ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے اہل مصر کی اس شرط کو بھی منظور فرما کر قیدیوں کے واپسی کا حکم دے دیا۔

صلح نامہ عمرو بن العاص نے جو صلح نامہ لکھا تھا اُس کی عبارت یہ تھی۔ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ھذا ما اعطی عمرو بن العاص اهل مصر من الامان علی انفسھم و دمھم و اموالھم و کنائسھم و صلبھم و برھم و بحرھم لا یزید شئی فی ذٰلک ولا ینقص ولا یساکنھم النوب و علی اھل مصر ان یعطوا الجزیۃ اذا اجتمعوا علیٰ ھذا الصلح وانتھت زیادۃ نھرھم خمسین الف الف و علیہ ممن جنی نصرتھم فان ابی احد منھم ان یجیب رفع عنھم من الجزی بقدر ذٰلک و من دخل فی صلحھم من الروم والنوب فلہ ما لھم و علیہ ما علیھم و من ابیٰ واختار الذھاب فھو امن حتیٰ یبلغ مامنہ و یخرج من سلطاننا و علیھم ما علیھم اثلاثاً فی کل ثلث جبایۃ ثلث ما علیھم علیٰ ما فی ھذا الکتاب عھد اللہ و ذمتہ و ذمۃ رسولہ و ذمۃ الخلیفۃ امیر المومنین و ذمم المومنین و علی النوبۃ الذین استجابوا ان یعینوا ھکذا وکذا راساً و کذا و کذا فرساً ان لا یغزوا ولا یمنعوا من تجارۃ صادرۃ ولا واردۃ شھد الزبیر و عبد اللہ و محمد ابناہ و کتب وردان وحضر ھذا النص الکتاب منقولاً من الطبری" اس صلح میں کل اہل مصر شامل تھے اور انھوں نے اس کو قبول کرلیا تھا۔

فتح اسکندریہ اس کے بعد عمرو بن العاص نے فسطاط[2] کا رخ کیا اور اس کو فتح کرکے اسکندریہ کی طرف

---

[1] فرما ایک شہر ہے جو بحر روم کے کنارے پر واقع ہے اور کسی زمانہ میں آباد تھا جالینوس کی رصدگاہ ہونے کی وجہ سے ممتاز شہروں میں شمار کیا جاتا تھا سرکاری فوجیں یہیں رہتی تھیں۔

[2] فسطاط میں اُن دنوں کوئی آبادی نہ تھی صرف وہاں زراعت ہوتی تھی یا چراگاہ سے تھے۔ (باقی صفحہ ۳۶۶ پر)

بڑھے فسطاط اور اسکندریہ کے درمیان میں رومیوں اور قبطیوں کی جو آبادیاں تھیں انھوں نے روکنا چاہا فریقین کا مقام کرلوں میں مقابلہ ہوا۔ بالآخر رومیوں اور قبطیوں کو شکست دے کر مسلمانوں نے اسکندریہ کا محاصرہ کرلیا۔ مقوقس بادشاہ مصر یہیں موجود تھا اس نے میعادی عارضی صلح کی درخواست کی۔ عمرو بن العاص نے نامنظور کر کے محاصرہ جاری رکھا۔ تین مہینے کے شدید محاصرے کے بعد اسکندریہ بزور تیغ مفتوح ہوا غازیان اسلام نے مال و اسباب لوٹ لیا اور اہل اسکندریہ کو ذمیوں کے حقوق دیئے۔ بعض نے لکھا ہے کہ مقوقس نے عمرو بن العاص سے بارہ ہزار دینار پر اس شرط سے مصالحت کی تھی کہ "جو شخص چاہے اسکندریہ چھوڑ کر چلا جائے اور جس کا جی چاہے ٹھہرا رہے" فتح اسکندریہ کے بعد عمرو بن العاص نے اپنے کل لشکریوں کو اسی مقام پر ٹھہرایا اور جب ان کو مصر و اسکندریہ کی فتح سے اطمینان حاصل ہو گیا تو انھوں نے لشکر کو مرتب کر کے نوبہ کا رُخ کیا لیکن اس فوج کشی میں ان کو کامیابی نہیں ہوئی تھی۔

(بقیہ حاشیہ ص ۳۶۷)

لیکن چونکہ یہ قطعہ زمین۔ دریائے نیل اور جبل مقطم کے درمیان میں واقع تھا۔ اس وجہ سے یہاں پر ایک قلعہ بنا ہوا تھا۔ جس میں رومی سلطنت کے حکام جو مصر کے گورنر ہو کر آتے تھے۔ رہا کرتے تھے عمرو بن العاص نے اپنی طرف سے بہ لحاظ رتبہ زبیر بن العوام کو اس مہم میں سرلشکر بنایا تھا۔ سات مہینے تک برابر لڑائی ہوتی رہی شکست و فتح کا کوئی فیصلہ نہ ہوتا تھا۔ ایک روز زبیر بن العوام مع چند صحابہ کے سیڑھی لگا کر قلعے کی فصیل پر چڑھ گئے فصیل پر پہنچ کر پہرہ دینے والوں کو تہ تیغ کر کے تکبیر کے نعرے لگائے، اسلامی فوج نے بھی مسرت کے ساتھ تکبیر کے نعرے بلند کئے محصورین نے یہ سمجھ کر کہ قلعے میں مسلمان آپہنچے۔ بدحواسی میں بھاگنا شروع کردیا۔ زبیرؓ نے موقع پا کر فصیل سے اُتر کر قلعہ کا دروازہ کھول دیا۔ عساکر اسلامی گھس پڑا۔ والی قلعہ نے یہ رنگ دیکھ کر صلح کی درخواست کی جو فوراً منظور کرلی گئی اور سب کو امان دیدی گئی۔

بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ مقوقس اس لڑائی میں شریک اور قلعہ فسطاط میں محصور تھا اور اسی کی درخواست پر معاہدہ صلح لکھا گیا تھا۔ لیکن ہرقل کو جب اس کی اطلاع ہوتی تو اس نے برہم ہو کر لکھا کہ اگر قبطی عربوں کے مقابلہ میں سستی کرتے تھے، ان سے لڑائی نہیں لڑ سکتے تھے تو رومیوں کی تعداد کچھ کم نہ تھی۔ اور اسی وقت ایک عظیم الشان فوج مرتب کر کے اسکندریہ کی طرف روانہ کی کہ وہاں پہنچ کر مسلمانوں کا مقابلہ کرے اور بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکے۔

معرکہ نہاوند

اہواز کے فتح ہونے کے بعد یزدگرد[1] مرو میں جاکر مقیم ہوا، مرو کے قرب وجوار کے امراء نے مسلمانوں کی دست درازی کا حال لکھکر یزدگرد سے مدد طلب کی یزدگرد[2] نے ملوک باب، حلوان طبرستان، جرجان، سند، خراسان، اصفہان اور ہمدان کو خطوط لکھے، مسلمانوں کے خلاف امداد طلب کی۔ چاروں طرف دفعۃً قومی جوش پھیل گیا اور ڈیڑھ لاکھ کا ٹڈی دل لشکر لبسرگروہی فیروزان نہاوند میں جمع ہوگیا۔

حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کی جواب طلبی

اس واقعہ سے تھوڑے دنوں پیشتر لشکر اسلام کے چند سپاہی سعد بن ابی وقاص سے کشیدہ خاطر ہوکر مدینہ چلے آئے تھے، فاروق اعظمؓ سے ان کی شکایت کی تھی، فاروق اعظم نے تفتیش کی خدمت محمد بن مسلمہ کو سپرد کی، اور در پردہ خود بھی مختلف موقعوں پر لوگوں سے سعد کے حالات دریافت کرتے رہے دریافت اور تفتیش سے معلوم ہوا کہ صرف بنو اس شکایت کر رہے ہیں اور کسی کو کوئی شکایت نہیں ہے، اتنے میں سعد بہمراہی محمد بن مسلمہ دارالخلافت مدینہ آئے، فاروق اعظم نے سعد سے پوچھا "اے سعد تم کس طرح نماز پڑھتے ہو" سعد نے عرض کی "پہلی دو رکعتوں میں طوال مفصل اور آخری دو میں قصار" فاروق اعظم نے کہا "میرا خیال تمھاری بابت ایسا ہی تھا" پھر پوچھا "کوفہ میں تمھارا کون نائب ہے" سعد نے عرض کی۔ "عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان! فاروق اعظم نے اس قدر دریافت کرنے کے بعد اُن کو اُن کے عہدے پر بحال رکھا۔ اس کے بعد عجمیوں کے حالات دریافت کرنے لگے۔

حضرت عمرؓ کی صحابہ کبار سے مشاورت

فاروق اعظم نے اس رائے کو پسند کرکے نعمان بن مقرن کو سرلشکری کے لئے انتخاب کیا جو محاصرہ سوس سے واپسی کے

---

[1] عراق کے مغربی حصے کو عراق عرب اور مشرقی حصے کو عراق عجم کہتے ہیں عراق عجم کے شمال میں طبرستان، جنوب میں شیراز مشرق میں خوزستان مغرب میں شہر مراغہ ہے اس زمانے میں اس کے بڑے شہر اصفہان ہمدان اور رے شمار کئے جاتے تھے۔ ان دنوں رے ویران ہوگیا ہے اور اس کے قریب طہران جو شاہان قاچار کا دارالسلطنت ہے آباد کیا گیا ہے۔

[2] یزدگرد فتح جلولا کے بعد رے بھاگ گیا تھا لیکن یہاں کے رئیس کی بے وفائی سے اصفہان وکرمان ہوتا ہوا خراسان پہنچ کر مقام مرو میں قیام کیا اور ایک آتش کدہ بنوا کر اطمینان کے ساتھ رہنے لگا۔ بادی اس کو یہ خیال ہوا کہ عرب کی فتوحات کا سلسلہ سرحدی مقامات تک پہنچ کر رک جائے گا لیکن جب اس کو یہ خبر پہنچی کہ عراق کے ساتھ خوزستان بھی ہاتھ سے جاتا رہا اور ہرمزان جو سلطنت کا ایک رکن تھا زندہ گرفتار ہوگیا تو طیش میں آکر پھر لشکر کی فراہمی میں مصروف ہوا۔

بعد کوفہ کے گورنر مقرر کیے گئے تھے اور اُن کو یہ حکم دیا کہ کوفہ سے نکل کر کسی چشمہ پر بانتظار افواج اسلامیہ قیام کریں۔ عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان کو یہ فرمان بھیجا کہ لوگوں کو نعمان کے ہمراہ روانہ کرو، چنانچہ عبداللہ نے حذیفہ بن الیمان اور نعیم بن مقرن کے ہمراہ ایک فوج مرتب کر کے روانہ کی، تقرب حرملہ اور اُن لوگوں کو جو اہواز میں تھے اور جنھوں نے سوس اور جندیسا پور کو فتح کیا تھا یہ لکھ بھیجا کہ "اصفہان اور فارس کی ناکہ بندی کر لو تاکہ ایرانی نہاوند کی طرف بڑھنے نہ پائیں اور نہ اُن کو مدد پہنچا سکیں۔

مجاہدین کا اسپ ہاں میں قیام

الغرض جب نعمان کے پاس فوجیں اکٹھی ہوگئیں تو انھوں نے طلیحہ اور عمرو بن معدی کرب کو جاسوسی پر متعین کیا۔ عمرو بن معدی کرب انثنا راہ سے لوٹ آئے لیکن طلیحہ راستے کو دیکھتے بھالتے نہاوند تک چلے گئے اور وہاں سے واپس آکر نعمان کو مطلع کیا کہ نہاوند تک راستہ صاف ہے۔ نعمان نے یہ سُن کر لشکر کو آراستہ و مرتب کیا اس لشکر میں بڑے بڑے جلیل القدر صحابی شامل تھے، حذیفہ بن الیمان، عبداللہ بن عمر، جریر بجلی، مغیرہ بن شعبہ اور عمرو بن معدی کرب اور طلیحہ زیادہ قابل ذکر ہیں۔ نعمان نے مقدمۃ الجیش پر نعیم بن مقرن کو مامور کیا، میمنہ پر حذیفہ بن الیمان کو، میسرہ پر موید بن مقرن کو سردار بنایا، پیادہ فوج کی افسری قعقاع کو دی اور ساقہ پر مجاشع بن مسعود کو مامور کر کے تیس ہزار کی جمعیت سے کوفہ سے روانہ ہوئے کوچ و قیام کرتے ہوئے نہاوند پہنچے، نہاوند سے نو میل کے فاصلہ پر مقام اسپ دہان میں پڑاؤ ڈالا۔

فیروزان ایرانی لشکر کا سپہ سالار تھا اس کے ساتھ شاہی رسالہ اور درفش کاویانی تھا جس کو ایرانی فتح و ظفر کی نیک فال سمجھتے تھے، اس کے لشکر کے میمنہ پر زروق اور میسرہ پر بہمن جادویہ بجائے ذوالحاجب گے تھا اس معرکے میں ایرانیوں کے وہ سردار بھی شریک تھے جو جنگ قادسیہ سے بھاگ کر اِدھر اُدھر جان بچاتے پھرتے تھے۔

واقعات جنگ

مسلمانوں نے ان کی یہ تیاریاں اور سازو سامان دیکھ کر تکبیر کے نعرے بلند کئے سرداران لشکر اسلام حذیفہ بن الیمان، مغیرہ بن شعبہ، عقبہ بن عمرو، جریر بن عبداللہ، حنظلہ کاتب، البشیر بن الخصاصیہ، اشعث بن قیس، وایل بن حجر، سعید بن قیس ہمدانی اور عبداللہ بن عمر یہ سب (رضی اللہ عنہم)، نعمان بن مقرنؓ کے خیمے میں مشورہ کی غرض سے حاضر ہوئے، یہ طے پایا کہ چہار شنبہ کی صبح سے جنگ چھیڑ دی جائے۔ چنانچہ چہار شنبہ سے جنگ چھڑ گئی پنج شنبہ تک برابر لڑائی ہوتی رہی لیکن کسی کی قسمت کا آخری فیصلہ نہ ہوا۔ جمعہ کے دن سے لڑائی تو نہ ہوئی، مسلمان کئی روز تک ایرانیوں کا ان کی خندقوں میں محاصرہ کیے رہے ایرانیوں نے جنگ چھیڑنے سے پہلے میدان جنگ میں

لوہے کے گوکھرو بچھا دیئے تھے جس سے لشکر اسلام آگے بڑھ نہ سکتا تھا۔ نعمان نے سرداران لشکر کو اپنے خیمے میں مشورے کے لئے بلایا، ہر ایک سے علیحدہ علیحدہ رائے طلب کی، طلیحہ بن خالد کی رائے کے مطابق فوجیں مرتب و مسلح ہو کر شہر سے چھ سات میل کے فاصلہ پر ٹھہرائی گئیں، قعقاع کو تھوڑی سی فوج دے کر شہر والوں پر حملہ کرنے کو بھیجا۔ ایرانی بڑے جوش و استقلال کے ساتھ مقابلہ کو نکلے اور اس بندوبست و استقلال کے لئے کہ کوئی شخص پیچھے نہ ہٹے اور نہ میدان جنگ سے بھاگ سکے اپنے لشکر کو چاروں طرف سے لوہے کی زنجیروں سے باندھ دیا، جس قدر آگے بڑھتے تھے گوکھرو بچھاتے آتے تھے۔ قعقاع نے تھوڑی دیر لڑ کر اپنی رکاب کی فوج کو سنبھالے ہوئے آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنا شروع کیا، ایرانی کامیابی کے جوش میں بڑھتے چلے آئے۔ یہاں تک کہ اپنی خندقوں سے نکل آئے۔ نعمان کی فوج نے ایرانیوں کو زد پر پا کر حملہ کرنا چاہا، نعمان نے روک دیا عساکر اسلامی کمال صبر و تحمل سے ایرانیوں کے تیر کا نشانہ بنتے جاتے تھے مسلمان سپاہی برابر کام آ رہے تھے۔ لیکن افسر کی یہ اطاعت تھی کہ کسی کے ہاتھ کو حملہ کی نیت سے ذرا بھی حرکت نہ ہوتی تھی۔

حضرت نعمانؓ کی شہادت

اس اثناء میں آفتاب سمت الراس سے گزر گیا اور دوپہر ڈھلی۔ نعمان نے کھڑے ہو کر عساکر اسلامی کے سامنے ایک پراثر تقریر کی، غازیان اسلام کو مشرکوں کی لڑائی پر ابھارا۔ اپنے لئے شہادت کی دعا کی اور لشکریوں سے مخاطب ہو کر کہا "میری پہلی تکبیر پر تم لوگ مسلح اور جنگ پر آمادہ ہو جانا دوسری تکبیر پر تلواریں نیام سے نکال کر حملے پر تل جانا اور جب میں تیسری تکبیر کا نعرہ بلند کروں تو تم لوگ بھی تکبیر کے نعرے بلند کر کے حملہ کر دینا"، چنانچہ اس ہدایت کے موافق زوال کے بعد آفتاب دوپہر ڈھلے نعمان کی تیسری تکبیر پر لشکر اسلام نے تکبیر کے نعرے بلند کر کے دفعۃً حملہ کر دیا اور اس بے جگری سے لڑے کہ عجمی لشکر شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔ کشتوں کے پشتے لگ گئے سوائے آہ و زاری یا بہادران اسلام کے تلواروں کی جھنکار کے اور کوئی آواز نہ سنائی دیتی تھی یا کسی کسی وقت کانوں میں اللہ اکبر کی صدا آ جاتی تھی جس سے سارا میدان جنگ گونج اٹھتا تھا۔ میدان جنگ میں اس قدر خون بہا کہ چلنے والوں کے پاؤں پھسل جاتے تھے، نعمانؓ[1] کا گھوڑا بھی پھسل کر گرا ساتھ ہی خود

---

[1] نعمانؓ بہت بڑے ضبط اور استقلال کے آدمی تھے جس وقت یہ زخمی ہو کر گرے۔ پکار کر کہہ دیا کہ "اگر میں اسی حالت میں مر جاؤں تو بھی کوئی شخص لڑائی چھوڑ کر مجھے اٹھانے کو نہ آئے" اتفاق سے ایک سپاہی اُن کی طرف آ نکلا۔ نعمان کو زخمی، خاک و خون پر تڑپتا ہوا دیکھ کر گھوڑے سے اتر پڑا پاس بیٹھنا چاہتا تھا کہ اُن کا حکم یاد آ گیا۔ ان کو (بانی ص۲۲ ج۲)

بھی گرے وہ زخموں سے چور چور تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ نعمان تیر کھا کر گرے تھے۔

فتح نہاوند بہر کیف نعمان کے گرتے ہی اُن کے بھائی نعیم نے جھپٹ کر علم لیا اور اُن کے کپڑے پہن کر لڑنے لگے۔ اس تدبیر سے نعمان کے شہید ہونے کا حال عام طور پر معلوم نہ ہوا لڑائی بدستور جاری رہی، اس عرصہ میں رات ہو گئی۔ جو ایرانی دلاوری سے جان پر کھیل کر لڑ رہے تھے وہ بھی اب ایسے گھبرا کر بھاگے کہ راستہ بھول گئے گو گھوڑوں سے زخمی ہو کر سیکڑوں ہزاروں مر گئے۔ ایک لاکھ سے زیادہ ایرانی اس لڑائی میں کام آئے، تیس ہزار عین معرکے میں مارے گئے، فیرزان۔ ہمدان کی طرف بھاگا۔ نعیم بن مقرن نے تعاقب کیا، قریب درہ پہنچ کر فیرزان پیادہ پا ہو کر پہاڑ پر چڑھ گیا۔ لیکن چونکہ نعیم بن مقرن سے پیشتر قعقاع ایرانی لشکر کے تعاقب میں روانہ ہو چکے تھے اور نعیم سے پہلے درہ کو پہنچ گئے تھے۔ ایک چھوٹا سا معرکہ ایرانیوں سے اس مقام پر ہوا مسلمانوں کے قتل وغارت سے جو لوگ بچے وہ ہمدان میں جان بچا کر داخل ہو گئے جہاں کہ خسرو شنوم مقیم تھا اسلامی لشکر نے بہمراہی نعیم اور قعقاع ہمدان کا محاصرہ کر لیا۔

مال غنیمت حذیفہ بن الیمان جو نعمان کے بعد سر لشکر مقرر ہوئے تھے۔ نہاوند پہنچ کر مقیم ہوئے۔ مال غنیمت چاروں طرف سے سائب بن الاقرع کے پاس جمع کیا جانے لگا۔ یہاں ایک مشہور اور عظیم الشان آتش کدہ تھا۔ ہر بند (متولی آتش کدہ) نے حذیفہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی "اگر مجھے امن دی جائے تو میں ایک متاع بیش بہا حاضر کروں" چنانچہ اسے امن دیا گیا اور اس نے دو تھیلے جواہرات سے بھرے ہوئے جو کسریٰ پرویز کے، رکھے ہوئے تھے لا کر پیش کیے۔ مسلمانوں نے ان کو خمس کے ساتھ سائب کی معرفت فاروق اعظم کی خدمت میں روانہ کیا۔ فاروق اعظم کو ہفتوں سے لڑائی کی کچھ خبر معلوم نہ ہوئی تھی سائب نے فتح کی خوش خبری سنائی، خمس اور جواہرات کے تھیلے پیش کیے، فاروق اعظم، شہداء نہاوند پر روئے۔ فتح پر خوش ہوئے۔ جواہرات کو بیت المال میں داخل کرنے کا حکم دیا اور سائب کو لشکر میں واپس چلے جانے کو فرمایا۔

خمس کی مجاہدین میں تقسیم سائب کہتے ہیں کہ مجھ کو کوفہ سے فاروق اعظم کا قاصد آ کر لوٹا لے گیا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۷۱) اسی حالت میں چھوڑ کر فوراً چلا گیا۔ لڑائی ختم ہونے اور فتح یاب ہونے کے بعد ایک دوسرا سپاہی اُن کے پاس سے ہو کر گزرا دیکھا کہ نعمان دم توڑ رہے ہیں سرہانے آ کر بیٹھ گیا ان کے سر کو زانو پر رکھ لیا نعمان نے آنکھیں کھولیں اور نہایت مضمحل آواز سے پوچھا، "نتیجہ کیا ہوا" اس نے عرض کی "اللہ نے مسلمانوں کو فتح نصیب کی" نعمان نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر کے کہا۔ فاروق اعظم کو فوراً اطلاع دو" اللہ اکبر کس قدر ضبط استقلال اور صبر، اس مبارک زمانہ کے لوگوں میں بھرا ہوا تھا۔

فاروق اعظم نے مجھے دیکھ کر فرمایا" میں شب گذشتہ میں سویا تو یہ معلوم ہوا کہ فرشتے مجھے ان جواہرات کے رکھ لینے پر چشم نمائی کرتے ہیں اور آگ کو مشتعل کر کے داغ دینے کی دھمکی دیتے ہیں لہذا میں اس کو بیت المال میں نہ رکھوں گا یہ مجاہدین کا حق ہے تم اس کو لے جاؤ۔ اور فروخت کر کے لشکر اسلام میں تقسیم کر دو" سائب اس کو کوفہ لائے اور عمرو بن حریث مخزومی کے ہاتھ دو لاکھ درہم پر فروخت کیا، زرِ ثمن کو مسلمانوں پر تقسیم کر دیا۔ عمرو بن حریث نے فارس جا کر اس کو دو چند قیمت پر فروخت کیا۔

اہل دینور کی اطاعت

واقعہ نہاوند میں سواروں کو چھ چھ ہزار اور پیادوں کو دو دو ہزار درہم ملے تھے اس لڑائی کے بعد پھر ایرانیوں کو پیش قدمی کی جرأت نہیں ہوئی آتش جوش انتقام ایسی بجھ گئی کہ دوبارہ مشتعل نہ ہو سکی ابولولو، فاروق اعظم کا قاتل نہاوند کا تھا، اسی لڑائی میں گرفتار کیا گیا تھا مدینہ میں جب نہاوند کے کسی قیدی کو دیکھتا تھا تو رو کر کہتا اکل عمر کبدی' ابو موسیٰ اشعری واقعہ نہاوند میں شریک تھے اور اہل بصرہ کے سردار تھے، نہاوند سے واپس ہوتے ہوئے دینور کا محاصرہ کیا پانچ روز کے محاصرے کے بعد جزیہ لے کر صلح کر لی پھر شیروان کی طرف گئے اہل شیروان نے بھی اہل دینور کی طرح مصالحت کر لی۔

اہل ہمدان کی مصالحت

سائب بن الاقرع' صمیرہ' سر کرنے کو بھیجے گئے چنانچہ سائب نے بہ مصالحت صمیرہ کو فتح کیا۔ ہمدان کا نعیم اور نعقاع محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ اہل ہمدان شدت محاصرہ سے گھبرا گئے۔ خسرو شنوم نے صلح کا پیام بھیجا اور جزیہ دے کر مصالحت کر لی، باقی رہے اہل ماہین انھوں نے بھی اہل ہمدان کی تقلید کی، جو امراء اور ملوک یزدگرد اور اہل ہمدان کی امداد کو آئے تھے انھوں نے بھی مجبور ہو کر حذیفہ امیر لشکر اسلام کی خدمت میں نیاز نامہ بھیجا اور مصالحت کر لی۔

امراء کی تبدیلیاں و تقررات

اس کے بعد فاروق اعظم نے ایران کے عام تسخیر کا حکم دیا، عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان کو کوفہ سے تبدیل کر کے دوسری طرف بھیج دیا، بجائے ان کے ابن حنظلہ حلیف بنی عبد قصی کو مامور کیا لیکن انھوں نے استعفاء دے دیا تب عمار بن یاسر مقرر کئے گئے، ابن مسعود کو حمص سے طلب کر کے تعلیم دینے کی غرض سے کوفہ روانہ کیا، ابو موسیٰ کو ان کی امداد پر اور اہل بصرہ کی امداد پر بجائے ان کے عبداللہ بن عبداللہ کو مامور کیا چند دنوں بعد ان کو اصفہان بجائے حذیفہ کے بھیج دیا اور بصرے کی حکومت پر عمرو بن سراقہ کو متعین کیا۔

اہل ہمدان کی سرکشی اور اطاعت

اسی اثناء میں اہل ہمدان کی بغاوت کی خبر پہنچی۔ فاروق اعظم نے نعیم بن مقرن کو بغاوت فرو کرنے پر مامور کیا نعیم نے بارہ ہزار کی

جمعیت سے) ہمدان کا محاصرہ کیا۔ جب ہمدان کے فتح ہونے میں دیر لگی تو تمام اضلاع میں اسلامی فوجیں پھیلا دی گئیں جنھوں نے نہایت کم مدت میں باستثناء ہمدان باقی تمام مقامات فتح کر لئے یہ حالت دیکھ کر ہمدان کے محصورین نے ہمت ہار دی اور طوعاً و کرہاً صلح کر لی۔

اصفہان کی فتح نعیم بن مقرن فتح ہمدان کے بعد خراسان کی طرف گئے، عتبہ بن فرقد اور بکیر بن عبداللہ کو آذربائیجان کی جانب بڑھنے کا حکم دیا اور یہ ہدایت کی کہ ایک آدمی حلوان کی طرف سے اور دوسرا شخص موصل کی جانب سے داخل ہو۔ جس وقت عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان اصفہان کی سرحد پر پہنچے (یہ بنی حبلی کے حلیف اور نامی گرامی انصار سے تھے) فاروق اعظم نے ابو موسیٰ کو ان کی مدد پر متعین کیا ان کے لشکر کے میمنہ اور میسرہ پر عبداللہ بن ورقاریاحی اور عصمۃ بن عبداللہ تھے ایرانی فوج کا افسر اعلیٰ اسپ بدان اور اس کے مقدمۃ الجیش پر شہریار بن جادویہ اصفہان کے نامی گرامی جنگ آزمودہ سواروں کو لئے ہوئے موجود تھا۔ اسلامی اور ایرانی فوجوں کا اصفہان کے باہر مقام رستاق میں مقابلہ ہوا۔ لڑائی کا عنوان بظاہر مسلمانوں کے لئے خطرناک نظر آرہا تھا۔ لیکن دوپہر کے بعد مسلمانوں کے حملوں نے ایرانیوں کے چھکے چھڑا دیئے۔ عبداللہ بن ورقا نے گھوڑا بڑھا کر شہریار پر حملہ کیا اور پہلے ہی وار میں اس کو قتل کر ڈالا۔

مصالحت اور معاہدہ ایرانی لشکر اس واقعہ سے گھبرا کر میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔ اسپیدان نے رستاق دے کر صلح کر لی۔ اس کے بعد عساکر اسلامی نے خاص اصفہان کا محاصرہ کیا یہاں کے رئیس فادوسفان نے صلح[1] کا پیام بھیجا۔ بالآخر اس امر پر مصالحت ہو گئی کہ باشندوں میں سے جس کا جی چاہے اصفہان چھوڑ کر نکل جائے اور جو رہنا چاہے وہ جزیہ دے کر رہے جو شخص اصفہان چھوڑ کر چلا جائے گا اس کی زمین کے مالک مسلمان ہوں گے۔ اس صلح و معاہدے کے پیشتر ابو موسیٰ، اہواز کی طرف سے عبداللہ بن عبداللہ کے پاس آ گئے تھے۔ اور اُن کے ہمراہ اصفہان میں مظفر و منصور داخل ہوئے تھے فاروق اعظمؓ کو اصفہان کے فتح کی بشارت لکھی فاروق اعظم نے عبداللہ کو لکھا کہ اصفہان میں

---

[1] دیگر مورخین نے لکھا ہے کہ فادوسفان نے قبل پیام صلح یہ پیام بھیجا تھا کہ دوسروں کی جان کیوں ناحق ضایع کی جائے آؤ ہم اور تم لڑ کر خود فیصلہ کر لیں عبداللہ نے اس کو منظور کر لیا۔ دونوں حریف میدان میں آئے فادوسفان نے تلوار چلائی عبداللہ نے اس مردانگی سے اُس کے حملے کو روکا کہ فادوسفان حیران ہو کر رہ گیا اور بے اختیار بول اُٹھا "میں تم سے اب نہ لڑوں گا" اس واقعے کے بعد فادوسفان نے صلح کا پیام دیا تھا۔

کسی کو اپنا نائب مقرر کر کے سہیل بن عدی کی کمک کو کرمان روانہ ہو جاؤ، چنانچہ عبداللہ بن عبداللہ نے اصفہان میں سائب بن اقرع کو اپنا نائب بنایا اور کوچ و قیام کرتے ہوئے سہیل کے پاس پہنچ گئے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ کی معزولی

بعض نے لکھا ہے کہ نعمان بن مقرن فتح اصفہان میں شریک ہوئے تھے فاروق اعظم نے مدینہ سے ان کو اہل کوفہ کا سردار مقرر کر کے روانہ کیا تھا چنانچہ جنگ اصفہان میں شہید ہوئے لیکن صحیح یہ ہے کہ نعمان جنگ نہاوند میں شہید ہوئے تھے اور ابو موسیٰ نے قم و قاشان فتح کیا تھا، اس کے بعد فاروق اعظم نے ۲۱ھ میں مغیرہ بن شعبہ کو حکومت کوفہ سے معزول کیا اور عمار کو متعین کیا۔

اہل ہمدان کی بغاوت و اطاعت

آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ ہمدان میں خسرو شنوم نے قعقاع اور نعیم سے صلح کر لی تھی اور اطاعت و فرماں برداری کی ضمانت دی تھی لیکن زیادہ زمانہ نہ گذرنے پایا تھا کہ بد عہدی شروع کر دی۔ فاروق اعظم نے نعیم کو ہمدان کی بغاوت فرو کرنے کو لکھ بھیجا، نعیم نے حذیفہ کو اپنا نائب مقرر کر کے ہمدان کا رخ کیا اور جب ہمدان کے محاصرے میں دیر لگی تو تمام صوبہ میں فوجیں پھیلا دیں کل صوبہ فتح ہو گیا۔ مجبور ہو کر اہل ہمدان نے جزیہ دے کر مصالحت کر لی بعض کہتے ہیں کہ یہ فتوحات ۲۴ھ میں ہوئے ہیں۔

وادی رود کا معرکہ

اس اثناء میں کہ نعیم، ہمدان اور اس کے اطراف و جوانب کے انتظام میں مصروف تھے یہ خبر پہنچی کہ دیلم اور اسفندیار برادر رستم نے اہل آذربائیجان کو فراہم کر کے بغاوت کا جھنڈا بلند کیا ہے، نعیم نے ہمدان میں یزید بن قیس ہمدانی کو اپنا نائب بنایا اور فوجیں مرتب کر کے اسفندیار کے مقابلہ کو بڑھے۔ وادی رود میں دونوں حریفوں کا مقابلہ ہوا لڑائی اس تیزی اور شدت سے جاری ہوئی کہ لوگ واقعہ نہاوند کو بھول گئے۔ بالآخر ایرانی لشکر شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگا نعیم نے فتح کی بشارت دربار خلافت میں بھیجی۔ فاروق اعظم نے لکھا کہ رے کو سر کر کے وہیں قیام اختیار کرو۔

اہل قزوین کی اطاعت

بعض نے لکھا ہے کہ مغیرہ بن شعبہ نے کوفہ سے جریر بن عبداللہ کو ہمدان کے سر کرنے کو بھیجا تھا۔ چنانچہ انھوں نے ہمدان کو بہ صلح فتح کیا اور اس کے کل بلاد پر قبضہ حاصل کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ مغیرہ خود اس مہم کے سر کرنے کو گئے تھے، جریر ان کے لشکر کے مقدمۃ الجیش پر تھے۔ قصہ مختصر جریر نے جب ہمدان کو فتح کیا تو براء بن عازب کو قزوین کی طرف روانہ کیا۔ اہل قزوین نے دیلم سے سازش کر لی، دیلم نے ان کی امداد کا وعدہ کیا۔ لیکن لڑائی کے

وقت صرف اہل قزوین کو مسلمانوں کا مقابلہ کرنا پڑا، دیلم پہاڑ سے کھڑا تماشہ دیکھتا رہا۔ بمجبوری اہل قزوین نے اس کی امداد سے ناامید ہو کر برار سے صلح کی درخواست کی، معاہدہ صلح لکھا گیا، فریقین میں مصالحت ہو گئی۔ اس کے بعد برائے دیلم اور جیلان پر جہاد کی غرض سے فوج کشی کی۔

رے کی فتح

نعیم ہمدان کی مہم سے فارغ ہو کر حسب حکم فاروق اعظم رے کی طرف بڑھے۔ ابوالفرخان نے اہل رے کی طرف سے صلح کی درخواست پیش کی لیکن سیاوخش بن مہران بن بہرام چوبین بادشاہ رے نے اس سے مخالفت کی اور دیناوند، طبرستان، قومس اور جرجان والوں سے امداد طلب کی ایک عظیم فوج جمع ہو گئی۔ خم ٹھونک کر نعیم کے مقابلے پر آیا اس سے ابوالفرخان اور سیاوخش میں شکر رنجی ہو گئی ابوالفرخان نے مسلمانوں سے سازش کر لی، ایک روز منذر بن عمرو کو اپنے ہمراہ لئے ہوئے شب کے وقت خفیہ شہر میں داخل ہوا، صبح کو لشکر اسلام نے شہر پر حملہ کیا حملے کے ساتھ شہر فتح ہو گیا۔ بے حد و بے شمار مال غنیمت ہاتھ آیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مدائن میں مسلمانوں کو عنایت کیا تھا۔ کامیابی کے بعد نعیم نے ابوالفرخان سے بلاد رے پر مصالحت کر لی اور اس کی حکومت اُس کو دی رچنانچہ رے کی ریاست ابوالفرخان کے خاندان میں قائم رہی، اور پرانے شہر کو برباد کر کے جدید شہر آباد کرنے کا حکم دیا، فتح اور کامیابی کی خبر دربار خلافت میں بھیجی۔

جرجان اور طبرستان کی فتح

رے کی فتح کے بعد اہل دباوند نے جزیہ دے کر مصالحت کر لی، نعیم نے عمر فاروق کے حکم کے مطابق اپنے بھائی سوید کو قومس پر بھیجا ان کے ہمراہ ہند بن عمرو الجملی بھی تھے۔ سوید نے قومس پر بغیر کسی جنگ کے قبضہ کر لیا یہ ایک وسیع صوبہ تھا یہاں سے جرجان و طبرستان بالکل قریب ہیں۔ سوید اور اہل طبرستان سے نامہ و پیام ہونے کے بعد جزیہ پر صلح ہو گئی بعدہ سوید نے جرجان کا رخ کیا جو طبرستان کا مشہور ضلع ہے وہاں کے حاکم نے بھی جزیہ دے کر صلح کر لی۔

ان واقعات کے تحریر کے وقت ہم نے فتح طبرستان کو جرجان سے پہلے بیان کیا ہے۔ لیکن واقعہ اصل یہ ہے کہ سوید نے پہلے جرجان کے حاکم سے نامہ و پیام کیا اور اُس سے مصالحت کی، پھر یہ خبر سُن کر طبرستان کے رئیس نے بھی جو سپہدار کہلاتا تھا پانچ لاکھ درہم جزیہ پر صلح کر لی اور خود سوید سے ملنے کو آیا اور طبرستان کے سرحدی مقامات اور ان کے استحکام کو دکھلایا۔

بعض کہتے ہیں کہ طبرستان ۳۰ھ زمانہ خلافت عثمان ابن عفان میں فتح ہوا تھا معاہدہ صلح میں جو حاکم جرجان کے مقابلہ میں لکھا گیا تھا بہ تصریح لکھا ہوا تھا کہ مسلمان جرجان اور دہستان کے امن کے ذمہ دار ہیں اور یہاں کے رہنے والوں میں سے جو لوگ بیرونی حملوں کے روکنے میں مسلمانوں کا ساتھ دیں گے وہ جزیہ سے

بری رہیں گے۔

آذربائیجان کی فتح

جس وقت نعیم رے کو فتح کر چکے فاروق اعظم کا فرمان پہنچا کہ "سماک بن خرشہ انصاری کو بکیر بن عبداللہ کی مدد آذربائیجان روانہ کرو" آذربائیجان کا علم جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں عتبہ بن فرقد اور بکیر کو مرحمت ہوا تھا اور ان کے بڑھنے کی سمتیں بھی متعین کر دی گئی تھیں۔ بکیر آذربائیجان کی طرف بڑھے تو جرمیدان میں جبال کے قریب اسفندیار بن فرخ زاد سے مڈبھیڑ ہوگئی، اسفندیار کو ہمدان کے ماج رود میں نعیم سے شکست ہوئی تھی۔ کمال بے سروسامانی سے بھاگا ہوا آرہا تھا۔ بکیر نے شکست دے کر گرفتار کرلیا۔ اسفندیار نے بخوفِ جان بکیر سے کہا "تم مجھے قتل نہ کرو اپنے پاس قید رکھو، میں آسانی سے تمھیں کل ملک پر قبضہ دلادوں گا" بکیر نے اس کی درخواست کو منظور کرلیا، دوسری طرف اسفندیار کا بھائی بہرام عتبہ کا سدراہ ہوا، عتبہ نے اس کو نیچا دکھا کر کل شہر پر باستثنا قلعہ قبضہ کرلیا، اس اثنا میں سماک آپہنچے، انھوں نے آذربائیجان کے اطراف وجوانب میں پھر کر جو شہر و قصبات باقی رہ گئے تھے ان کو بھی فتح کرلیا۔ اسفندیار نے اپنے بھائی کے بھاگنے اور بلاد آذربائیجان کے فتح ہونے کی خبر سن کر کہا "اب لڑائی کی مشتعل آگ بجھ گئی اور میں تم سے جزیہ پر صلح کرتا ہوں" چونکہ آذربائیجان انھیں دونوں سرداروں کے قبضہ میں تھا بکیر اور عتبہ نے معاہدہ لکھ کر اس شرط پر اسفندیار کو رہا کر دیا کہ وہ آذربائیجان پر بشرط ادائے جزیہ حکومت کرے۔

حضرت عتبہ کی آذربائیجان کی امارت پر تقرری

آذربائیجان کے فتح ہونے کے بعد بکیر نے خمس اور فتح کی بشارت دربار خلافت میں بھیجی اور بہ اجازت فاروق اعظم عتبہ کو مفتوحات آذربائیجان میں چھوڑ کر اسلامی لشکر لئے ہوئے باب کی طرف بڑھے۔ بکیر کی روانگی کے بعد عتبہ نے موجودہ فوج لے کر شہرزور اور صامغان پر چڑھائی کی اور ان شہروں کو لڑ کر جزیہ وخراج پر فتح کیا۔ ایک گروہ کثیر کردوں کا اس مقام کی لڑائی میں مارا گیا۔ اس کے بعد فاروق اعظم کو اپنی فتوحات کا حال لکھ بھیجا انھوں نے اُن کو آذربائیجان کا والی مقرر کیا اور ہرثمہ بن عرفجہ کو موصل کی حکومت دی۔

فتح باب

بکیر بن عبداللہ آذربائیجان کی فتح کے بعد باب کے قریب پہنچنے نہ پائے تھے کہ فاروق اعظم ایک نئی فوج تیار کر کے بہمراہی سراقہ ان کی مدد کو بصرہ سے بھیجی اور ہر فوج کے حصہ پر جدا جدا افسر مقرر فرمایا، مقدمۃ الجیش پر عبدالرحمٰن بن ربیعہ کو مامور کیا، میمنہ، ابن اسید غفاری کو دیا۔ میسرہ پر سراقہ بن عمرو کو رہنے کا حکم دیا مال غنیمت کی تقسیم پر سلمان بن ربیعہ متعین ہوئے اور ابوموسیٰ اشعری کو بجائے سراقہ کے بصرے کا حاکم بنایا، سراقہ کی روانگی کے بعد حبیب بن مسلمہ کو جزیرہ سے ان کی کمک پر بھیجا اور بجائے ان کے زیاد بن خنظلہ کو مامور کیا۔

شہریار والی باب کی اطاعت

باب کا حاکم ان دونوں شہریار و شہر یار کی اولاد سے، تھا جس نے بنی اسرائیل کو پامال کیا تھا اور ملک شام کو ان کے قبضے سے نکال لیا تھا سلطنت ایران کا ماتحت سمجھا جاتا تھا۔ اس نے مسلمانوں کی آمد کی خبر سن کر صلح کا پیام بھیجا، عبدالرحمٰن نے (جو مقدمۃ الجیش کے افسر تھے) لکھا "تم کو امان دی جاتی ہے جو کہنا ہو خود حاضر ہو کر کہو" چنانچہ شہریار نے حاضر ہو کر درخواست کی، مجھ سے بعوض جزیہ کے فوجی خدمت لی جائے میں ہر وقت مسلمانوں کا مطیع رہوں گا۔" عبدالرحمٰن نے اس کو سراقہ کے پاس بھیج دیا چونکہ جزیہ درحقیقت محافظت کا معاوضہ ہے۔ اس لئے یہ شرط منظور کرلی اور ایک اطلاعی عرض داشت فاروق اعظم کی خدمت میں منظوری کی غرض سے روانہ کی آپ نے بھی منظور فرمالیا۔

حضرت سراقہؓ کی وفات

باب کی مہم سے فارغ ہو کر سراقہ نے امراء لشکر کو ارمینیہ کے پہاڑی شہروں پر فوج کشی کرنے کا حکم دیا۔ بکیر بن عبداللہ کو موقان کی جانب، حبیب بن مسلمہ کو تفلیس کی طرف، حذیفہ بن الیمان کو جبال اللان کی سمت، اور سلمان بن ربیعہ کو ایک دوسری جانب روانہ کیا اور اطلاعی عرض داشت دربار خلافت میں بھیج دی یہ مہم تمام نہ ہونے پائی تھی کہ سراقہ کا پیمانہ عمر لبریز ہو گیا۔ عبدالرحمٰن بن ربیعہ کو اپنا نائب مقرر کر کے انتقال کر گئے۔ فاروق اعظم کو یہ خبر معلوم ہوئی تو انھوں نے عبدالرحمٰن بن ربیعہ کو حکومت باب پر بحال رکھا اور ترکوں پر حملہ کرنے کا فرمان بھیجا۔ ان امراء میں سے بکیر بن عبداللہ نے موقان کو جہاں سے ایران کی سرحد شروع ہوتی ہے فتح کر کے دائرہ حکومت اسلام میں لے لیا۔ بقیہ امراء لشکر نے فتحیابی میں کوئی حصہ نہیں لیا۔

بلنجر کا معرکہ

عبدالرحمٰن بن ربیعہ کو ترکوں پر فوج کشی کا حکم پہنچا تو انھوں نے باب سے نکل کر بلنجر کا رخ کیا بلنجر میں ترکوں کا پایۂ تخت تھا۔ شہریار، ان کے ہمراہ تھا، اس نے تعجب سے پوچھا کہاں کا قصد ہے؟ ہم لوگ یہی غنیمت سمجھتے تھے کہ وہ ہم سے چھیڑ چھاڑ نہ کریں۔ عبدالرحمٰن نے جواب دیا کہ جب تک میرا نیزہ ترکوں کے سینے میں نہ گھس جائے گا مجھے صبر نہ آئے گا۔ الغرض بلنجر کے قریب پہنچ کر ترکوں سے معرکہ آرائی کی۔ ترک شہر چھوڑ کر بھاگ گئے۔ عساکر اسلامی مظفر و منصور مال غنیمت لئے ہوئے واپس آئے اور برابر عہد خلافت عثمان تک ان پر فوج کشی کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کے قویٰ مضمحل ہو گئے۔

مجاہدین کی جرجان کو مراجعت

ترکوں کا یہ اعتقاد تھا کہ مسلمانوں کو کوئی قتل نہیں کرسکتا کیونکہ ان کے ساتھ ملائکہ رہتے ہیں اتفاق سے انھیں لڑائیوں میں ایک مسلمان کو گرفتار کیا۔ جس کو ان لوگوں نے لے جاکر شہید کر ڈالا۔ پھر کیا تھا ترکوں کی جرأت اور دلیری بڑھ گئی ان ہی لڑائیوں میں عبدالرحمٰن لڑتے لڑتے شہید ہو گئے تو ان کے بھائی سلمان نے علم کو سنبھالا ان کے ہمراہ ابوہریرہؓ

دُوسی بھی تھے ان دونوں بزرگوں نے نہایت مردانگی سے ترکوں کا مقابلہ کیا۔ اور براہ جیلان جرجان واپس ہوئے۔

خراسان کی فتح

یزدگرد فتح جلولاء کے بعد رے چلا گیا تھا۔ وہاں کے مرزبان آبان جادویہ نے بے وفائی کی، برداشتہ خاطر ہوکر رے سے اصفہان گیا۔ جب وہاں بھی فتوحات اسلامی نے اُس کو چین سے نہ بیٹھنے دیا تو کرمان کی طرف آیا اور پھر وہاں سے واپس ہوکر مرو (سرزمین خراسان) میں آکر قیام پذیر ہوا اور یہ خیال کرکے کہ عرب کی فتوحات کا سیلاب سرحدی مقامات تک پہنچ کر ختم ہوجائے گا آتش کدہ بنوا کر آرام سے بسر کرنے لگا طبیعت میں چلبی تھی چین سے نہ بیٹھا گیا حکومت اسلامی درہم وبرہم کرنے کی غرض سے ہرمزان، اہل اہواز، فیرزان اور اہل جبال کو مسلمانوں کے خلاف بغاوت کرنے کی ترغیب دینے لگا چنانچہ ان سب نے عہد شکنی کی اور اس کا ذائقہ اللہ جل شانہ نے اُن کو چکھایا۔

عام لشکر کشی کا حکم

فاروق اعظم نے ان واقعات سے مطلع ہوکر ملک فارس پر عام لشکر کشی کا حکم دیا اپنے ہاتھ سے متعدد علم تیار کرکے نامی گرامی افسروں کو مرحمت فرمائے، احنف بن قیس کو خراسان کا علم عنایت کیا تھا۔ احنف نے ۱۸ھ یا ۲۲ھ میں خراسان کا رُخ کیا طبسین ہوکر ہرات پہنچے اور اُس کو لڑ کر فتح کیا صحار بن فلان العبدی کو نائب بنا کر مروشاہ جان کی طرف بھیجا۔ نیشاپور پر مطرف بن عبداللہ کو اور سرخس کی جانب حرث بن حسان کو روانہ کیا۔ یزدگرد شہنشاہ فارس، مروشاہجان میں مقیم تھا مسلمانوں کی آمد کی خبر سُن کر مرورُوذ چلا گیا احنف نے مروشاہجان پر قبضہ کرلیا کوفہ کی امدادی فوجیں آگئیں احنف نے مروشاہجان میں حارثہ بن نعمان باہلی کو چھوڑ کر مرورُوذ کا رُخ کیا اور کوفہ کی فوج کو مقدمۃ الجیش میں رکھا، یزدگرد مقابلہ سے جی چرا کر یہاں سے بھی بھاگا اور سیدھا بلخ پہنچا۔ احنف نے مرورُوذ پر قبضہ حاصل کرکے بلخ پر حملہ کیا۔ یزدگرد شکست کھا کر دریا عبور کرکے خاقان چین کے پاس چلا گیا احنف نے میدان خالی پاکر ہر طرف اپنی فوجیں بھیج دیں۔ خراسان کو نیشاپور سے طخارستان تک فتح کرکے مرورُوذ کو صدر مقام قرار دیا اور طخارستان کی حکومت ربعی بن عامر کو دی۔ فاروق اعظم کی خدمت میں نامہ بشارتِ فتح بھیجا۔ فاروق اعظم نے جواب میں لکھا "جہاں تک تم پہنچ چکے ہو اب اسی پر اکتفا کرو۔ دریا سے آگے نہ بڑھو۔"

خاقان چین کی مراجعت

یزدگرد خاقان چین کے پاس گیا تو اُس نے بڑی عزت وتوقیر کی، فوج کثیر لے کر بغرض امداد اس کے ہمراہ خراسان کی طرف روانہ ہوا احنف ان دنوں بلخ میں مقیم تھے خاقان کی آمد کی خبر سُن کر عساکر اسلامی کو لئے ہوئے مرورُوذ میں پہنچ کر قیام کیا خاقان، بلخ ہوتا ہوا مرورُوذ پہنچا اور یزدگرد اس سے علیحدہ ہوکر مروشاہجان کی طرف بڑھا۔ احنف نے کھلے میدان جنگ کرنا مناسب نہ سمجھ کر نہر عبور کرکے ایک میدان میں جس کی پشت پر پہاڑ تھا صف آرائی کی کوفہ اور بصرہ کی بیس ہزار فوجیں ان کی

رکاب میں تھیں مسلمانوں نے ضرورت کے مطابق خندقیں بنالیں اور مورچے قایم کرلئے۔ ایک مدت تک دونوں فوجیں بالمقابل صفیں جمائے پڑی رہیں۔ ایک روز صبح کو احنف میدان جنگ گئے اُدھر سے دستور[1] کے مطابق ایک ترک طبل علم لئے نکلا احنف نے اُس پر حملہ کیا تھوڑی دیر کے رد و بدل کے بعد احنف نے اُس پر نیزے کا ایک ایسا وار کیا کہ وہ زمین پر گر کر مر گیا اس کے بعد قاعدے کے موافق دو بہادر میدان میں اور آئے احنف نے اُن کو بھی اُسی جگہ ڈھیر کر دیا۔ اب خود خاقان میدان میں آیا تو وہ اپنے بہادروں کو مقتول دیکھ کر اس درجہ خائف اور پریشان ہوا کہ اسی وقت اس نے فوج کو واپسی کا حکم دے دیا۔

یزدگرد کا فرار

یزدگرد کو یہ خبر مرو شاہجان میں ملی جس وقت وہ حارث بن نعمان کا مرو شاہجان میں محاصرہ کئے ہوئے تھا فتح سے نا امید ہو کر محاصرے سے دست کشی کرلی خزانہ و جواہرات جمع کر کے خاقان کے پاس جانے کا قصد کیا۔ امراء دربار نے اس سے مخالفت کی اور مسلمانوں سے صلح کر لینے پر مُصر ہوئے کیونکہ مسلمان ایفائے وعدہ اور پابندئ عہد میں ترکوں سے بدرجہا اچھے تھے۔ یزدگرد نے جب ان کا کہنا نہ مانا تو اُن لوگوں نے بلوہ کر دیا اور سارا مال و اسباب چھین لیا۔ یزدگرد بے سرو سامانی کے ساتھ نہر عبور کر کے خاقان چین کے پاس چلا گیا اور فاروق اعظم کے اخیر عہد خلافت تک ترکوں کے دارالسلطنت فرغانہ میں مقیم رہا یہاں تک کہ زمانہ خلافت عثمان بن عفانؓ میں اہل خراسان نے بغاوت کی۔ اور یہ اس وقت وہاں سے واپس آیا۔

یزدگرد کے امراء کی اطاعت

یزدگرد کے چلے جانے کے بعد اُس کے ارکین دولت احنف کی خدمت میں حاضر ہوئے، کل جواہرات و اسباب و مال دے کر مصالحت کرلی۔ احنف نے یہ جواہرات وغیرہ دوسرے مال غنیمت کے ساتھ لشکر میں تقسیم کر دیا۔ مال غنیمت میں سواروں کو اُسی قدر حصہ ملا جس قدر قادسیہ میں ملا تھا۔ اس کے بعد احنف بلخ میں آئے اور لشکریوں کو اُس کی حدود میں ٹھہرا کر خود مرو رُوذ میں قیام اختیار کیا۔ فاروق اعظم کو فتح کا بشارت نامہ لکھا۔

فاروق اعظمؓ کا خطبہ

فاروق اعظمؓ نے اہل مدینہ کو جمع کر کے مُژدۂ فتح سنایا اور ایک پُر اثر تقریر کی جس سے سامعین کے دل ہل گئے آخر میں آپ نے فرمایا:۔

الا وان ملك المجوسية قد ذهب فليسوا يملكون من بلادهم شبرا يضر بمسلم — یعنی۔ آگاہ ہو جاؤ! بے شک آج مجوسیوں کی حکومت جاتی رہی پس وہ اپنے ملک میں ایک بالشت زمین کے بھی

---

[1] پہلے ترکوں کا عام دستور تھا کہ لڑائی شروع ہونے سے پہلے تین بہادر یکے بعد دیگرے طبل و علم لے کر میدان جنگ میں جاتے تھے اُس کے بعد سارا لشکر جنبش میں آتا تھا اور گھمسان کی لڑائی شروع ہوتی تھی۔

الا وان اللہ قد اورثکم ارضھم ودیارھم واموالھم وابناءھم لینظر کیف تعملون فلا تبدلوا فیستبدل اللہ بکم غیرکم فانی لا اخاف علی ھذہ الامۃ ان تؤتی الا من قبلکم۔

مالک نہ رہے جس سے مسلمانوں کو ضرر پہنچا سکیں آگاہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو اُن کی زمین، ان کے ملک اُن کے اموال اور ان کے لڑکوں کا وارث و مالک تمہارے اعمال جانچنے کی غرض سے بنایا ہے پس تم لوگ اپنی حالت نہ تبدیل کرنا ورنہ اللہ تعالیٰ تم سے حکومت چھین کر دوسروں کو دے دیگا۔ مجھ کو خوف اس امت پر اسی کا ہے کہ مبادا ان پر وہی حالت نہ طاری ہو جو ان سے پیشتر والوں کا حشر ہوا ہے۔

معرکہ توج

جس وقت امراء اسلام نے بقصد جہاد، عام لشکر کشی کے ارادے سے بصرے سے فارس کا رخ کیا اور ہر امیر اپنی فوج رکاب میں لئے ہوئے اپنے مقررہ ومتعینہ جہت کی طرف بڑھا، اہل فارس میں کھلبلی پڑ گئی۔ ایرانیوں کا جتھا منتشر ہو گیا اپنے اپنے شہر کے بچانے کی غرض سے متفرق ہو گئے اسی سے اُن کی شکست کی بنیاد پڑتی ہے اور یہی باعث تفریق ہوا۔ مجاشع بن مسعود، اردشیر اور سابور کی طرف روانہ ہوئے۔ ایرانیوں نے اُن کو توج میں روکا فریقین نے لڑائی شروع کر دی۔ بالآخر مجاشع نے کمال مردانگی سے توج کو بزور تیغ فتح کیا، وہاں کے رہنے والوں نے جزیہ دے کر مصالحت کر لی مجاشع نے بشارت نامہ فتح اور خمس دربار خلافت میں روانہ کیا۔

اصطخر کی فتح

اصطخر کی فتح پر عثمان بن ابی العاص مامور تھے انھوں نے جب اصطخر کا رُخ کیا تو ایرانیوں نے بہت بڑے سامان سے لشکر اسلام کو جور میں روکا لیکن مسلمانوں کی فتح کا سیلاب، اُن کے روکے نہ رُک سکا۔ شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگے۔ حاکم اصطخر ہربذ نے جزیہ پر صلح کی درخواست کی جس کو سپہ سالار لشکر اسلام نے منظور کر لیا۔ جو لوگ اثنا رجنگ میں مکانات چھوڑ کر بھاگ گئے تھے وہ بھی صلح کے بعد واپس آئے۔ عثمان نے خمس اور فتح کا بشارت نامہ فاروق اعظم کی خدمت میں روانہ کیا۔ اس کے بعد عثمان بن عاص نے گازرون و نوبندجان کو فتح کر کے اُس کے گرد و نواح پر قبضہ کر لیا۔

اہل شیراز و ارجان کی اطاعت

اس عرصہ میں ابوموسیٰ آ گئے اور اُن کے ہمراہ ہو کر شیراز اور ارجان کو بھی جزیہ و خراج پر فتح کیا۔ پھر عثمان بن عاص نے جناب کا قصد کیا ایرانیوں نے اطراف جہرم میں مقابلہ کیا۔ عثمان نے اُن کو شکست دے کر جہرم کو بھی فتح کر لیا۔ اس کے بعد شہرک نے شروع زمانہ خلافت عثمانؓ میں بغاوت کی، عثمان بن ابی العاص نے اپنے لڑکے اور بھائی حکم کو جمعیت کثیرہ کے ساتھ اس مہم پر روانہ کیا، بصرے سے اُن کی کمک پر عبید اللہ بن معمر اور شبل بن معبد اسلامی فوجیں لے کر آئے سرزمین فارس میں دونوں حریفوں کا مقابلہ ہوا، لڑائی ہوتی رہی بالآخر ایرانیوں کو شکست ہوئی حکم بن العاص

کے ہاتھ سے شہرک عین معرکے میں مارا گیا۔ بعض کہتے ہیں سوار بن ہمام عبدی پر شہرک نے حملہ کیا تھا انھوں نے وار خالی دے کر اس کو قتل کر ڈالا۔ اس مہم کی نسبت بعض کا خیال ہے کہ ۲۶ھ میں اور بعض کہتے ہیں کہ ۲۹ھ میں سر ہوئی۔

شہرک مرزبان کی بغاوت

بعض اس واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں کہ جب ۲۳ھ آخری زمانہ خلافت فاروق اعظم میں عثمان بن ابی العاص، بحرین کے عامل مقرر ہوئے تو شہرک مرزبان فارس نے بغاوت کی، تمام فتوحات اسلامیہ قبضے سے نکل گئے اس وقت عثمان نے اپنے بھائی حکم کو دو ہزار کی جمعیت سے فارس روانہ کیا، میمنہ اور میسرہ پر جارود اور ابوصفرہ (مہلب کے باپ) تھے ادھر سے کسریٰ نے شہرک کی مدد پر بہت بڑی فوج بھیجی تھی دونوں فوجوں کا توج میں مقابلہ ہوا، حکم نے نہایت مردانگی سے شکست دے کر توج پر قبضہ کر لیا اور ایرانی لشکر نے بھاگ کر سابور میں دم لیا۔ حکم نے تعاقب کر کے شہرک کو مار ڈالا جو باقی رہے ان کو سابور میں گھیر لیا یہاں تک کہ اہل سابور نے جزیہ دے کر صلح کی۔ حکم نے مہم سابور سے فراغت پا کر اصطخر کا رخ کیا، اہل سابور سے اعانت کے خواہاں ہوئے اس اثناء میں فاروق اعظم شہید ہو گئے اور عثمان ابن عفانؓ خلیفہ سوم نے عبیداللہ بن معمر کو بجائے عثمان ابن ابی العاص روانہ کیا انھوں نے اصطخر کا محاصرہ بدستور قائم رکھا سابور کے حاکم نے بغاوت اور بد عہدی کا قصد کیا۔ لیکن پھر کچھ سوچ کر خاموش رہ گیا۔ زمانۂ محاصرے میں عبیداللہ پر منجنیق سے ایک پتھر گرا جس کے صدمہ سے وہ شہید ہوئے اس کے بعد شہر سابور فتح ہوا۔ ایک گروہ کثیر ایرانیوں کا اس واقعہ میں کام آیا۔

پسا و دارابجرد کی مہم

ساریہ بن زنیم کنانی نے زمانہ عام لشکر کشی میں پسا و دارابجرد پر فوج کشی کی پسا و دارابجرد والوں نے اکراد فارس کو جمع کر کے ایک لشکر مرتب کیا، شہر سے نکل کر صف آرائی کی۔ میدان میں جس وقت دونوں فوجیں دست بدست لڑ رہی تھیں۔ فاروق اعظمؓ جو مدینہ میں ممبر پہ کھڑے خطبہ پڑھ رہے تھے بے ساختہ بول اٹھے" یا ساریۃ الجبل الجبل" (اے ساریہ پہاڑ پر چڑھ جاؤ! پہاڑ پر چڑھ جاؤ) اس وقت ساریہ کا لشکر کمزور پڑ رہا تھا۔ قریب تھا کہ ایرانی لشکر غالب ہو جاتا۔ ساریہ نے یہ آواز سنی اور پہاڑ پر چڑھ گئے پھر لوٹ کر حملہ کیا تو ایرانیوں کو شکست ہوئی۔ بے شمار مال غنیمت ہاتھ آیا جس میں جواہرات کا ایک تھیلا تھا۔ ساریہ نے اس کو لشکریوں کی اجازت سے خمس کے ساتھ فاروق اعظم کی خدمت میں بھیج دیا۔ فاروق اعظم بہت خوش ہوئے ایک ایک واقعہ دریافت کیا اور جواہرات کا تھیلا واپس کر دیا کہ اس کو بھی لشکریوں پر تقسیم کر دو چنانچہ ساریہ نے اس کو

فروخت کرکے تقسیم کر دیا۔

کرمان کی فتح

کرمان کی فوج کشی کا علم سہیل بن عدی کو دیا گیا تھا چنانچہ ۲۳ھ میں ایک فوج لے کر جس کا ہراول بشیر بن عمر العجلی کی افسری میں تھا کرمان پر حملہ آور ہوئے پیچھے سے عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان بھی کمک پر پہنچ گئے۔ کرمان والوں نے قفص وغیرہ سے مدد طلب کرکے مقابلہ کیا، مسلمانوں نے چاروں طرف سے گھیر کر لڑائی چھیڑ دی اثنائے کارزار میں کرمان کا مرزبان بشیر کے ہاتھ مارا گیا، فریق مخالف کی فوج میں بھگدڑ مچ گئی، میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔ عبداللہ اور بشیر جے رفت و سیرزاد تک فوجیں لئے بڑھتے چلے گئے بے شمار اونٹ اور بکریاں غنیمت میں ہاتھ آئیں۔

بعض نے لکھا ہے کہ عبداللہ بن بدیل بن ورقا خزاعی نے کرمان کو فتح کیا ہے اور فتح کرمان کے بعد سے طبسین ہوتے ہوئے فاروق اعظم کے پاس مدینہ آئے تھے۔

زرنج اور سجستان کی فتح

سجستان کو سیستان بھی کہتے ہیں۔ ملک عاصم بن عمرو کے ہاتھ سے فتح ہوا لڑائی شروع ہونے سے پہلے عبداللہ بن عمیر آ گئے تھے یہاں کے رہنے والے سیستان سے باہر نکل کر ایک خفیف لڑائی لڑ کر بھاگے۔ عاصم برابر بڑھتے چلے گئے اور زرنج پہنچ کر محاصرہ کر لیا (جو سجستان کا دوسرا مقام ہے) چند دنوں کے محاصرہ کے بعد محصورین نے صلح کی درخواست کی چنانچہ اُن کی درخواست کے مطابق صلح کر لی گئی۔ یہ ملک خراسان سے بڑا تھا اس کے حدود دور دور تک پھیلے ہوئے تھے اس ملک پر قبضہ کرنے سے قندھار، ممالک ترک اور دوسری قوموں کے ملک کی فتح کی کنجی ہاتھ آ گئی اور وقتاً فوقتاً اُن پر حملہ ہوتا رہا۔ عہد حکومت معاویہ بن ابی سفیان میں شاہ اپنے بھائی زنبیل بادشاہ ترک سے رنجیدہ ہو کر سجستان کے ایک شہر آمل نامی میں آیا۔ سلم بن زیاد بن ابی سفیان والی سجستان نے اُس سے عہد و پیمان کرکے امیر معاویہ کو مطلع کیا امیر معاویہؓ نے اُس کو منظور کر لیا لیکن ساتھ ہی یہ لکھا کہ "یہ لوگ بڑے غدار و فریبی ہیں ان کے عہد و پیماں کا کوئی اعتبار نہیں ہے یہ جب موقع پائیں گے بلاد آمل پر قابض ہونے کی کوشش کریں گے" چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ انتقال کے بعد امیر معاویہ کے شاہ نے غداری کی اور کل بلاد آمل پر قبضہ کر لیا۔ زنبیل نے آمل کا یہ رنگ دیکھ کر زرنج کا محاصرہ کر لیا اس عرصہ میں بصرے سے مدد آ گئی اور ترکوں کو بھاگنا پڑا۔

مکران کی فتح

امرائے عام لشکر کشی سے (۲۳ھ میں) حکم بن عمرو تغلبی نے مکران کا قصد کیا۔ ان کے بعد شہاب بن مخارق، سہیل بن عدی اور عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان بھی روانہ ہوئے سب نے دہیں پہنچ کر اسلامی فوج کو مرتب کیا۔ والی مکران (راسل) نے نہر مکران کے کنارے نہایت

اہتمام سے صف آرائی کی اور اہل سندھ کی امدادی فوج لے کر مسلمانوں کے مقابلے پر آیا، اسلامی بہادروں نے ایک بہت بڑی جنگ کے بعد راسل کو شکست دے کر مکران پر قبضہ کر لیا۔ حکم نے صحار عبدی کی معرفت نامہ بشارت فتح اور خمس دربار خلافت کو روانہ کیا۔

سندھ کے متعلق صحار عبدی کی رائے

فاروق اعظم نے مکران کا حال دریافت کیا صحار عبدی نے عرض کی "ارضٌ سہلہا جبلٌ وماءہا وشلٌ وتمرہا دقل وعدوہا بطلٌ وخیرہا قلیلٌ وشرہا طویلٌ والکثیر بہا قلیل فاروق اعظم نے سہیل اور عاصم کو لکھ بھیجا کہ فوجیں جہاں تک پہنچ چکیں ہیں وہیں رُک جائیں اور جو بلاد اس وقت تک فتح ہو چکے ہیں انھیں پر اکتفا کیا جائے۔

بیروذ کا معرکہ

فاروق اعظم نے جس وقت امراء اسلام کو عام لشکر کشی کا ایک ایک علم مرحمت فرما کر مقررہ سمتوں کی طرف روانگی کا حکم دیا تو یہ لوگ حکم پاتے ہی بلاد ایران کی طرف بڑھے اُسی زمانہ میں حفاظت کی غرض سے یہ انتظام کر دیا تھا کہ ابو موسیٰ اشعری کو فوج کثیر کا سردار بنا کر حدود بصرہ پر قیام کرنے کا حکم دیا تھا۔ نہر تیری اور مناذر کے مابین مقام بیروذ میں اہل اہواز کی مشہور قوم کرد اسلامی فتوحات کے سیلاب کی روک تھام کی غرض سے جمع ہوئی۔ ابو موسیٰ کو اس کی خبر لگی انھوں نے بیروذ پر حملہ کر دیا۔ دونوں نے جی توڑ کر مقابلہ کیا۔ مہاجرین زیاد اسی واقعہ میں شہید ہوئے۔ ایک بہت بڑی خوں ریز جنگ کے بعد مسلمانوں نے کامیابی حاصل کی، مشرکوں نے بھاگ کر قلعہ میں پناہ لی، اور قلعہ بند ہو کر لڑائی جاری رکھی۔ اس کے بعد ابو موسیٰ اپنے لشکر پر اپنے بھائی ربیع بن زیاد کو مقرر کر کے چند دستہ فوج لے کر اصفہان کے محاصرہ کو چلے گئے جب وہ فتح ہو گیا تو بصرہ واپس آئے اس عرصہ میں ربیع بن زیاد نے بیروذ کو فتح کر لیا تھا اور جو کچھ اُس میں تھا اُس کو لوٹ لیا تھا۔ فتح کا بشارت نامہ خمس دربار خلافت کو روانہ کیا۔

حضرت ابو موسیٰ سے جواب طلبی

ضبہ بن محصن عنزی نے وفد کے ساتھ جانے کا قصد کیا۔ ابو موسیٰ نے اجازت نہ دی۔ اس پر ضبہ ناراض ہو کر فاروق اعظمؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ابو موسیٰ کی شکایت کی کہ "دہقانوں کے ساٹھ لڑکوں کو اپنی غلامی کے لیے منتخب کیا ہے، زیاد بن ابی سفیان کو بصرے کا اپنی طرف سے والی کیا ہے، حطیہ کو ایک ہزار انعام دیا ہے، فاروق اعظمؓ نے ابو موسیٰ سے جواب طلب کیا اور ابو موسیٰ کے معقول جوابات کو قبول کیا۔

سلمہ بن قیس کا کردوں سے مقابلہ

انھیں ایام میں فاروق اعظم کے پاس مسلمانوں کا ایک گروہ بغرض جہاد جمع ہوگیا۔ جس پر انھوں نے سلمہ بن قیس اشجعی کو امیر مقرر کر کے حسب دستور کفار پر جہاد کرنے کو روانہ کیا اور قدیم دستور کے مطابق وصیتیں کیں۔ اتفاق سے ان لوگوں کا کردوں سے سامنا ہوگیا۔ سلمہ نے اُن کو اسلام کی دعوت دی انھوں نے انکار کیا۔ جزیہ ادا کرنے کو کہا۔ اس پر بھی وہ راضی نہ ہوئے تو تلوار نیام سے کھینچ کر بھڑ گئے۔ ظہر سے مغرب تک لڑائی ہوتی رہی۔ مسلمانوں نے اشارے سے نماز پڑھی اور اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر مجموعی قوت سے حملہ کر دیا۔ کردوں کے پاؤں میدان جنگ سے اکھڑ گئے۔ شکست کھا کر بھاگے۔ مجاہدوں نے اُن کو قتل و غارت کیا اور جو کچھ مال غنیمت ہاتھ آیا اُس کو باہم تقسیم کر لیا۔ مالِ غنیمت میں یاقوت کا ایک ٹکڑا نکل آیا۔ سلمہ نے اُس کو بہ اجازت اور مسلمانوں کے خمس کے ساتھ فاروق اعظم کے پاس بھیج دیا۔ فاروق اعظم نے قاصد سے لوگوں کی حالت اور اُن کے حصوں کی تفصیل کیفیت دریافت کی۔ فاروق اعظم یہ سُن کر کہ اور لوگوں کو اس میں سے کچھ حصہ نہیں دیا گیا۔ بہت ناراض ہوئے اور اس کو فوراً واپس لے جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ سلمہ نے اُس کو فروخت کر کے مجاہدوں میں تقسیم کر دیا۔

باب ۱۶

نظام حکومت

فاروق اعظمؓ کی شہادت

مدینہ منورہ میں مغیرہ بن شعبہ کا ایک مجوسی غلام فیروز نامی رہتا تھا جس کی کنیت ابولؤلوء تھی، اُس نے بازار میں ایک دن فاروق اعظم سے شکایت کی کہ میرا آقا مغیرہ بن شعبہ مجھ سے بہت زیادہ رقم لیتا ہے۔ آپ کم کرا دیجئے۔ فاروق اعظم نے رقم دریافت فرمائی اُس نے بتلایا دو درہم روزانہ (تقریباً سات آنے ہوتے ہیں) پھر فاروق اعظم نے استفسار کیا تو کیا کام کرتا ہے؟ اس نے عرض کی "آہن گری، نقاشی، نجاری" فرمایا ان صنعتوں کے مقابلہ میں یہ رقم زیادہ نہیں ہے پھر مخاطب ہو کر کہا "میں نے سُنا ہے کہ تو ایک قسم کی چکی بناتا ہے جو ہوا کے زور سے چلتی ہے۔ مدینہ میں آٹے کی تکلیف رہتی ہے تو مجھے اس قسم کی ایک چکی بنا دے! اس نے عرض کی: بہت خوب! میں ایسی چکی بنا دوں گا جس کی آواز اہل مشرق و مغرب سنیں گے۔ ابولؤلوء اس قدر باتیں کر کے دل ہی دل میں ناراض ہو کر چلا گیا، اور فاروق اعظمؓ اس کے تیور تاڑ گئے۔ فرمایا! یہ مجھ کو قتل کی دھمکی دیتا ہے"!

حضرت عمر فاروقؓ پر حملہ

دوسرے دن صبح کے وقت فاروق اعظمؓ نماز پڑھانے مسجد میں آئے ابولؤلوء بھی خنجر لے کر داخل ہوا۔ خنجر دو دھارا تھا۔ درمیان میں ایک نوک نکلی ہوئی تھی۔ جوں ہی صفیں درست ہوئیں فاروق اعظم نے نماز شروع کی۔ ابولؤلوء نے میان صف سے نکل کر چھ وار کیے ایک ان میں سے ناف کے نیچے پڑا۔ فاروق اعظمؓ نے فوراً عبدالرحمٰن بن عوف کو کھینچ کر اپنی جگہ پر کر دیا اور خود صدمۂ زخم سے بیہوش ہو کر گر پڑے۔ عبدالرحمٰن بن عوف نے اس حالت میں نماز پڑھائی کہ فاروق اعظم فرش مسجد پر تڑپ رہے تھے اور عبدالرحمٰن نماز پڑھاتے رہے۔ ابولؤلوء نے مسجد سے نکل کر کئی آدمیوں کو زخمی اور کلیب ابن ابی بکر لیثی کو شہید کیا بالآخر وہ گرفتار کیا گیا اور اُس نے خودکشی کر لی۔

انتخابی مجلس کا تقرر

نماز ختم ہونے کے بعد فاروق اعظمؓ کو لوگ گھر پر اٹھا لائے۔ آپ نے عبدالرحمٰن کو بلا کر

فرمایا "میں تم سے کچھ عہد لینا چاہتا ہوں" عبدالرحمٰن نے کہا کیا آپ مجھ سے کچھ عہد کریں گے؟ فرمایا نہیں! واللہ میں ایسا نہ کروں گا! میں ان لوگوں کی نسبت عہد و پیمان کروں گا جن سے رسول اللہ (صلعم) راضی وخوش تشریف لے گئے ہیں۔ یہ کہہ کر آپ نے علی، عثمان، زبیر، سعد اور عبدالرحمٰن بن عوف کو بلایا اور ان لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا "تین روز تم لوگ طلحہ کا انتظار کرنا اگر وہ آجائیں تو فبہا ورنہ تم لوگ مشورہ کرکے کسی کو اپنے میں سے امیر بنا لینا۔

خلیفہ ثانی کی وصیت

یہ کہہ کر کچھ دیر تک آپ خاموش رہے پھر ان لوگوں کو مخاطب کرکے کہا جو شخص خلافت کے لئے منتخب ہو، میں اُس کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ انصار کے حقوق کا بہت لحاظ رکھے، کیونکہ یہ وہی ہیں جنھوں نے رسول اللہ (صلعم) کی مدد کی، اپنے گھر میں ٹھہرایا، یہ تمھارے محسن ہیں ان کے ساتھ سلوک و احسان کرنا اور ان کی لغزش و خطا سے درگزر کرنا اور مہاجرین کا بہت بہت پاس کرنا کیونکہ یہی لوگ مادۂ اسلام ہیں اور ذمیوں کا پورا خیال کیا جائے اللہ کی ذمہ داری اور رسول اللہ صلعم کی ذمہ داری کو ملحوظ رکھنا۔ یعنی ان سے جو اقرار کیا جائے وہ پورا کیا جائے۔ اس کے بعد آپ نے ہاتھ اٹھا کر کہا اللھم قد بلغت لقد ترکت الخلیفۃ من بعدی علی انقی من الراحۃ۔ پھر ابو طلحہ انصاری اور مقداد بن الاسود کو طلب کرکے حکم دیا کہ جب یہ لوگ تقرر خلیفہ کے مشورے کی غرض سے جمع ہوں تو تم دروازے پر کھڑے رہنا کسی کو ان کے پاس جانے نہ دینا جب تک وہ باہم مشورہ نہ کرلیں۔

رسول اکرمؐ کے پہلو میں دفن ہونے کی اجازت

بعد ازاں اپنے لڑکے عبداللہ کو بلا کر پوچھا معلوم کرو میرا قاتل کون ہے؟ عبداللہ ابن عمر نے عرض کی "ابو لولو، غلام مغیرہ" فرمایا الحمدللہ مجھے ایسے شخص نے نہیں مارا جس نے ایک سجدہ بھی اللہ تعالیٰ کو کیا ہو۔ پھر عبداللہ کو عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں بھیج کر رسول اللہ (صلعم) اور ابوبکر صدیقؓ کے پہلو میں دفن کئے جانے کی اجازت طلب کی۔ عائشہ صدیقہؓ نے اجازت دی۔ فاروق اعظمؓ یہ سُن کر بہت خوش ہوئے اور عبداللہ سے مخاطب ہو کر فرمایا "اگر لوگ انتخاب خلیفہ میں مختلف ہوں تو تم کثرت رائے سے موافقت کرنا اور اگر فریقین برابر ہوں تو تم اُس گروہ کی رائے سے اتفاق کرنا جس میں عبدالرحمٰن بن عوف ہوں"۔

مدینہ منورہ میں جب فاروق اعظم کے زخمی ہونے کی خبر مشہور ہوئی تو لوگوں نے آپ کو دیکھنے کی اجازت چاہی مہاجرین و انصار آپ کے دیکھنے کو آئے۔ علی و ابن عباس آپ کے سرہانے بیٹھے ہوئے تھے لوگوں کا یہ خیال تھا کہ زخم کاری نہیں لگا، شفا ہو جائے گی طبیب آیا اُس نے فاروق اعظم کو نبیذ پلائی۔ بجنسہٖ زخم کی راہ سے نکل گئی پھر دودھ پلایا وہ بھی یوں ہی نکل گیا اُس وقت لوگوں کو یقین ہو گیا کہ اس زخم سے جاں بر نہیں ہو سکتے۔

طبیب نے فاروق اعظمؓ سے کہا: "آپ کسی کو اپنا ولی عہد منتخب کر دیجئے" جواب دیا "میں کر چکا" زخمی ہونے کے بعد برابر ذکر اللہ کرتے رہے یہاں تک کہ شب چہار شنبہ، ۲۷ ذی الحجہ ۲۳ھ کو اپنی خلافت کے دس برس چھ مہینے بعد جاں بحق تسلیم ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ صہیب نے نماز پڑھائی۔ عثمانؓ، علیؓ، زبیر، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد اور عبداللہ بن عمر نے قبر میں اُتارا۔

عہد فاروقی میں وسعت سلطنت

(مترجم) فاروق اعظم کا کل زمانہ خلافت دس برس چھ مہینے چار دن رہا اس مدت میں جو جو ملک فتح ہوئے اُن کی تفصیل آپ اوپر پڑھ آئے ہیں۔ فتوحات فاروقی کی وسعت اور اس کے حدود اربعہ کا اندازہ اس سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ مکہ معظمہ سے شمال کی جانب ۱۰۳۶ میل مشرق کی جانب، ۱۰۸۷ میل، جنوب ۴۸۳ میل، اور مغرب کی جانب جدہ تھا اس میں شام، مصر، عراق عرب، جزیرہ، خوزستان، عراق عجم، آرمینیہ، آذربائیجان، فارس، کرمان، خراسان اور مکران جس میں کچھ حصہ بلوچستان کا بھی شامل تھا۔

دو اہم معرکے

اُن تمام لڑائیوں میں جو دس برس اور کچھ زاید زمانے میں ہوئیں فاروق اعظم بنفس نفیس کسی میں شریک نہیں ہوئے، فوجیں ہر جگہ کام کر رہی تھیں اور سرداران لشکر ہر موقع پر ان کو لڑا رہے تھے لیکن ان کی عنان حکومت فاروق اعظمؓ کے قبضے میں تھی، ان سب لڑائیوں میں دو موقعے نہایت خطرناک تھے، حمص کا واقعہ، جب اس پر قیصر روم نے دوبارہ اہل جزیرہ کی اعانت سے چڑھائی کی تھی دوسرا نہاوند کا معرکہ۔ جب کسریٰ فارس نے تمام ملک ایران میں نقیب دوڑا کر ایک قومی جوش پیدا کر دیا تھا، ان دونوں موقعوں پر فاروق اعظم ہی کا کام تھا کہ انھوں نے مخالفین کے اُٹھتے ہوئے سیلاب کو صرف روکا نہیں بلکہ ان کو کچا منتشر کر دیا۔

نظامِ حکومت

حضرت فاروق اعظمؓ نے اپنے نظام حکومت کو قائم رکھنے کی غرض سے اپنے مقبوضہ ملکوں کو مختلف صوبوں پر تقسیم کر دیا تھا اسلام میں جس نے سب سے پہلے اس کی ابتدا کی اور حسب اقتضاء مصلحت وقت اُس کی حدود قائم کیں وہ فاروق اعظمؓ تھے انھوں نے اسلامی مقبوضات کو آٹھ صوبوں پر تقسیم کیا، مکہ، مدینہ، شام قائم کئے ہوئے، جزیرہ، بصرہ، کوفہ، مصر، فلسطین کے جو مقامات قبل فتح ہونے کے صوبے یا ضلعے تھے اُن کو بحالہ اسی طرح رہنے دیا، فلسطین کو معاہدہ امن لکھے جانے کے بعد دو حصوں پر تقسیم کر دیا تھا۔ ایک کا صدر مقام ایلیا اور دوسرے کا رملہ قرار دیا تھا اور شاید اسی وجہ سے مؤرخوں نے ان صوبجات اور اضلاع کی تصریح نہیں کی۔

مصر کا نظام حکومت

مصر کو بھی آپ نے دو حصوں پر تقسیم کر دیا تھا ایک مصر کا بالائی حصہ جس کو صعید کہتے ہیں اس کے متعلق ۲۸ ضلعے تھے اور دوسرا مصر کا نشیبی حصہ جس میں پندرہ ضلعے تھے۔ فارس، خراسان اور آذربائیجان کے انتظامات اور تقسیم کو جیسا عہد سلاطین کیانیہ میں تھا۔ بدستور قایم رکھا فارس میں اصطخر، شیراز، نوبندجان، جور، گازرون، فسا دارابجرد، اردشیر، سابور، اہواز، جندیسابور، سوس، نہر تیری، مناذر، تشتر اور رام ہرمز خراسان میں نیشاپور، ہرات، مرو، مرو روذ، فاریاب، طالقان، بلخ، بخارا، بادغیس، بادرد، غرشتان، طوس، خرخس اور جرجان۔ آذربائیجان میں، طبرستان رے، قزوین، زنجان، قم، اصفہان، ہمدان، نہاوند، دینور، حلوان، ماسبذان، مہرجان، شہرزور اور صامغان وغیرہ وغیرہ اضلاع شامل تھے۔

صوبوں کا نظم ونسق

اکثر صوبوں میں یہ چھ بڑے بڑے عہدہ دار جو ملک وانتظام کے ذمہ دار تھے رہتے تھے۔ والی (گورنر) جو کل صوبہ کا حاکم ہوتا تھا، کاتب (حاکم صوبہ کا میر منشی)، کاتب دیوان (فوجی دفتر کا میر منشی)، صاحب الخراج (افسر صیغہ یا بورڈ آف ریونیو) صاحب احداث (پولیس کا افسر اعلیٰ)، صاحب بیت المال (افسر خزانہ) قاضی (جو فصل مقدمات کرتا تھا، جس کو صدر الصدور یا منصف یا جج سے تعبیر کیجئے)۔ صوبوں کے علاوہ اضلاع میں بھی حسب ضرورت عامل (لفٹننٹ گورنر)، افسر خزانہ، قاضی ہوتے تھے لیکن یہ سب والی صوبہ کے ماتحت اور اس کے زیر نگرانی کام کرتے تھے۔ جو لوگ صوبوں کے خدمات انتظامیہ پر مامور ہوتے تھے ان کو دربار خلافت سے تنخواہ بھی دی جاتی تھی۔ اور یہ کام بھی فاروق اعظم کا ایجاد کیا ہوا ہے۔ عرب میں اس سے پہلے یہ دستور تھا کہ لوگ ملکی خدمت کے معاوضے میں تنخواہ لینا نہیں پسند کرتے تھے۔ لیکن فاروق اعظم نے اس کو خلاف اصول تمدن وانتظام سمجھ کر بڑی کوشش سے اصلاح کی اور ان کی دیانت وراست بازی قایم رکھنے کی غرض سے بڑی بڑی تنخواہیں مقرر کیں۔ چنانچہ اس زمانہ کی معاشرت کے لحاظ سے صوبہ داروں کی تنخواہیں پانچ پانچ ہزار تک ہوتی تھیں اور مال غنیمت کی تقسیم سے جو ملتا تھا وہ اس کے علاوہ تھا۔

عمال کے فرائض

عمال سے تقرری کے وقت یہ عہد ضرور لیا جاتا تھا (۱) ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہونا (۲) باریک کپڑے نہ پہننا (۳) چھنا ہوا آٹا نہ کھانا (۴) دروازے پر دربان نہ رکھنا (۵) اہل حاجت کے لئے ہمیشہ دروازے کو کھلا رکھنا۔ اس کے علاوہ ان کے اور فرائض اکثر پروانہ تقرری میں درج ہوتے تھے اور اس امر کا سختی سے انتظام کیا جاتا

تھا۔ کہ عمال اپنے فرائض سے بالتفصیل واقف ہوں۔ اکثر آپ ان کے فرائض اپنے خطبوں میں بیان فرمادیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے عاملوں کو مخاطب کرکے ایک خطبہ میں فرمایا تھا۔

الا وانی لم ابعثکم امراء ولا جبارین و لکن بعثتکم ائمۃ الھدی یھتدی بکم فادروا علی المسلمین حقوقھم ولا تضربوھم فتذلوھم ولا تحمدوھم فتفتنوھم ولا تغلقوا الابواب دونھم فیاکل قویھم ضعیفھم ولا تستاثروا علیھم فتظلموھم۔

یعنی۔ آگاہ ہوجاؤ کہ میں نے تم کو امیر اور سخت گیر مقرر کرکے نہیں بھیجا ہے بلکہ امام بنا کر بھیجا ہے کہ لوگ تم سے ہدایت پائیں (تقلید کریں) تم لوگ مسلمانوں کے حقوق ادا کرو اور ان کو زدوکوب نہ کرو کہ وہ ذلیل ہوں اور نہ ان کی بے جا تعریف کرو کہ غلطی میں پڑیں اور نہ ان کے لئے اپنے دروازوں کو بند رکھو کہ زبردست کمزور کو ستائیں اور نہ ان سے کسی بات میں اپنے کو ترجیح دو کہ یہ ان پر ظلم کرنا ہے۔

عمال کی ایام حج میں حاضری

ممالک مقبوضہ میں جتنے عمال تھے سب کو ایام حج میں حاضر ہونے کا حکم تھا۔ کیونکہ زمانہ حج میں تمام اطراف کے لوگ موجود ہوتے تھے۔ فاروق اعظم بالاعلان کھڑے ہو کر فرماتے تھے۔ جس عامل سے کسی شخص کو کچھ شکایت ہو وہ پیش کرے، میں نے ان کو تم پر اس لئے حاکم کرکے نہیں بھیجا ہے کہ وہ تم کو ستائیں یا تمہارا مال و اسباب چھین لیں بلکہ اس لئے میں بھیجتا ہوں کہ تم کو رسول اللہ (صلعم) کا طریقہ سکھائیں پس اگر کسی عامل نے اس کے خلاف کیا ہو تو مجھے بتاؤ میں اس کا انتقام لینے کو موجود ہوں۔

عمال کی تقرری کا طریقۂ کار

عمال کی تقرری کے دو طریقے تھے، ایک یہ کہ جن کو ملکی انتظامی خدمتیں سپرد کی جاتی تھیں ان کے انتخاب کے وقت مہاجرین اور انصار کا ایک جلسہ ہوتا تھا اس عام اجلاس میں اراکین مجلس شوریٰ جس کا انتخاب کرتے تھے وہی اس خدمت پر مامور ہوتا تھا۔ دوسرا یہ دستور تھا کہ صوبے یا ضلعے کے باشندوں کو انتخاب کا حکم بھیج دیتے تھے جس کو وہ لوگ منتخب کرتے تھے اس کو انتظامی ملکی خدمت سپرد کی جاتی تھی چنانچہ عثمان بن حنیف کی تقرری پہلے قاعدے کے موافق ہوئی اور عثمان بن فرقد و معن بن یزید کی دوسرے طریقہ۔

عمال کی فہرست

عمال جو عہد خلافت فاروق اعظم میں ممالک اسلامیہ کے نظم و نسق پر مامور اور ایک ذمہ داری کے عہدے پر تھے اُن کی اجمالی فہرست یہ ہے اس سے ناظرین کو معلوم ہو جائے گا کہ فاروق اعظم نے کس ضبط و نظم سے ملک کا انتظام چلایا تھا اور اُن کی

حکومت کی کُل کن پُرزوں سے بنائی گئی تھی۔

ضلع یا صوبہ	عہدہ	نام مع مزید حالات
شام	والی	ابو عبیدہ۔ یہ مشہور صحابی ہیں اور عشرہ مبشرہ میں داخل ہیں۔
"	"	یزید بن ابی سفیان بنو امیہ میں ان سے بڑھ کر کوئی شخص مدبر نہ تھا۔
"	"	امیر معاویہ۔ سیاست و تدبیر میں ان کو خاص ملکہ تھا۔
مصر	"	عمرو بن العاص۔ انھوں نے مصر کو فتح کیا تھا ملک داری کا مادہ ان میں اچھا تھا۔ ان کی ماتحتی میں عبداللہ بن سعد بن ابی سرح بالائی مصر میں تھے جس کو صعید کہتے ہیں اور نشیبی حصہ مصر میں ایک دوسرا حاکم تھا لیکن وہ بھی عمرو بن العاص کا ماتحت تھا۔
کوفہ	والی	سعد بن ابی وقاص۔ یہ رسول اللہ (صلعم) کے ماموں اور عشرہ مبشرہ میں تھے۔ جنگ قادسیہ کے فاتح ہیں۔
بصرہ	"	عتبہ بن غزوان۔ نامی صحابی اور مہاجرین میں سے ہیں بصرہ انھیں کا آباد کیا ہوا ہے۔
"	"	ابو موسیٰ اشعری۔ نامی اور مشہور جلیل القدر صحابی ہیں۔
مکہ معظمہ	"	نافع بن عبدالحارث۔
"	"	خالد بن العاص۔ یہ ابوجہل کے بھتیجے اور معزز شخص تھے۔
طائف	"	عثمان بن العاص۔ یہ ابوبکر صدیق کے زمانہ خلافت سے یہاں کے والی تھے۔
یمن	"	یعلی بن امیہ۔ یہ عہد خلافت صدیقی میں خولان کے والی تھے، علا بن الحضرمی۔ یہ عہد خلافت صدیقی میں بحرین کے عامل تھے اور رسول اللہ (صلعم) نے ان کو یمن پر مامور فرمایا تھا۔
مداین	صاحب الخراج	نعمان
"	والی	حذیفہ بن الیمان
جزیرہ	"	عیاض بن غنم۔ یہ جزیرہ کے فاتح ہیں۔
حمص	والی	عمرو بن سعد

اصفہان	صاحب بیت المال	خالد بن حرث دہمانی۔
سوق الاہواز	”	سمرہ بن جندب
میسان	”	نعمان بن عدی۔ صحابہ میں سب سے پہلے انھیں کو وراثت کا مال ملا تھا۔
ایلیا	والی	علقمہ بن حکیم
رملہ	”	علقمہ بن مجزر۔
بحرین	صاحب الخراج	قدامۃ بن مظعون۔ یہ یہاں کے صاحب الاحداث (پولیس کے افسر اعلیٰ) بھی تھے۔

عمال کے خلاف تحقیقات اسد الغابہ فی احوال الصحابہ میں بضمن تذکرہ، محمدؓ بن مسلمہ نے لکھا ہے کہ فاروق اعظم کے عہد خلافت میں یہ عمال کی تحقیقات پر مامور تھے جب کبھی کسی عامل کی شکایت پیش ہوتی تو اُس کی تحقیقات پر یہی مامور کئے جاتے تھے۔ انتہی۔ یہ نہایت جلیل القدر صحابی ہیں تمام غزوات میں رسول اللہ (صلعم) کے ہم رکاب رہے ایک مرتبہ ۲۱ھ میں سعد بن وقاص کی شکایت گذری جنھوں نے قادسیہ فتح کیا تھا اور کوفہ کے گورنر تھے یہ وہ زمانہ تھا کہ ایرانیوں نے دوبارہ بڑی تیاری سے پیش قدمی کی تھی اور نہاوند کے قریب آپہنچے تھے فاروق اعظم نے باوجودیکہ وقت اور زمانہ نہایت تنگ ہو رہا تھا محمد بن مسلمہ کو کوفہ روانہ کیا۔ چنانچہ انھوں نے کوفہ کی ایک مسجد میں جاکر عوام الناس کے بیانات لئے اور سعد بن وقاص کو ہمراہ لئے ہوئے مدینہ میں آئے پھر یہاں فاروق اعظمؓ نے خود بھی اُن کا بیان لیا اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ حضرت عمرؓ محمد بن مسلمہ کو تحقیقات پر مامور نہ فرماتے تھے بلکہ عامل صوبہ کو براہ راست مدینہ میں طلب فرما لیتے تھے اور خود اُس کا بیان قلم بند کرتے اور وہاں کے باشندوں سے بطور خفیہ اُس کے حالات دریافت کرتے تھے یہ اکثر اُس وقت ہوتا تھا جب کہ صوبہ کا حاکم صاحب اثر ہوتا تھا۔ چنانچہ امیر معاویہ کے ساتھ یہی عمل درآمد ہوا تھا جو شام کے والی تھے اور ابوموسیٰ کی جس وقت شکایت گزری تھی تو فاروق اعظم نے مستغیث کا بیان خود اپنے ہاتھ سے قلم بند کیا تھا اور ابوموسیٰ کو مدینہ میں طلب کرکے اُس کی تحقیقات کی تھی، گاہے گاہے عمال کی تحقیقات پر چند آدمیوں کو بطور کمیشن کے مامور کرتے تھے جو کتب تواریخ کے دیکھنے والوں پر مخفی نہیں۔

خراج سرزمین عرب میں اسلام سے پہلے خراج کا کوئی منظم قاعدہ نہ تھا اور نہ اسلام ہی

میں عہد خلافت فاروقی سے پیشتر کوئی دستور مقرر کیا گیا تھا۔ رسول اللہ (صلعم) کے مبارک زمانہ میں جس وقت خیبر فتح ہوا تھا تو وہاں کے یہودیوں سے بٹائی پر معاملہ طے ہوا تھا یعنی زمین انھیں کے قبضے میں چھوڑ دی گئی تھی اور سالانہ پیداوار سے کچھ بطور خراج لے لیا جاتا تھا۔ ابوبکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں بھی کوئی قاعدہ خراج کا نہیں بنایا گیا تھا۔ جس مقام کے کُل باشندے مسلمان ہو گئے تھے۔ اُن سے عشر (وہ یک جو پیداوار کی زکوٰۃ ہے) لیا جاتا تھا اور غیر مذہب والوں سے بلاحساب برائے نام سرسری طور سے کچھ رقوم لے لی جاتی تھی۔

مردم شماری اور زمین کی پیمائش لیکن فاروق اعظمؓ کو جب ۱۶ھ میں مہمات جنگ سے ایک گونہ فراغت حاصل ہوتی اور عراق عرب پر پورا پورا قبضہ ہو گیا اور جنگ یرموک سے رومیوں کے حوصلے پست ہو گئے تو انھوں نے خراج قایم کرنے کی غرض سے عراق کی مردم شماری اور زمین کی پیمائش کرائی۔ سعد بن ابی وقاص نے نہایت جانچ اور احتیاط سے مردم شماری کے کاغذات مرتب کئے۔ عثمان بن حنیف اور حذیفہ بن الیمان جو اکابر صحابہ سے تھے پیمائش پر مامور ہوئے تھے۔ چنانچہ عثمان اور حذیفہ نے مدتوں کے بعد بڑے اہتمام سے کاغذات کی ترتیب دی مزروعہ زمین تین کرور ساٹھ لاکھ جریب ٹھہری فاروق اعظم نے ان تمام زمینوں کو مالکان سابق کے قبضہ میں دیدیا اور اُن پر حسب ذیل لگان مقرر کیا۔

جَو	فی جریب	ایک یا دو درہم سال۔ ایک درہم تقریباً ۳۰ کا ہوتا ہے۔
نیشکر	"	۶ درہم سال
روئی	"	۵ درہم سال
انگور	"	۱۰ درہم سال
نخلستان	"	۱۰ درہم سال
تل	"	۸ درہم سال
ترکاری	"	۳ درہم سال
گیہوں	"	۴ درہم سال
زمین افتادہ قابل زراعت	دو جریب پر	ایک درہم سال

سال بندوبست میں عراق کا کل خراج ۸ کرور ساٹھ لاکھ درہم سالانہ ہوا تھا اور اس کے دوسرے سال لگان کی شرح کم ہونے کی وجہ سے بہت سی افتادہ زمینیں مزروعہ بنالی گئیں جس سے مقدار خراج آٹھ کرور سے دس کرور بیس ہزار درہم تک پہنچ گئی۔

خراج کی وصولی کا طریقہ عراق کے سوا مصر وغیرہ کا جو بندوبست اور خراج وصول کرنے کا طریقہ تھا اُس کو بدستور جاری رکھا البتہ جہاں جو کچھ جبر و تعدی کا اثر تھا۔ اُس کو زایل کر دیا۔ چنانچہ رومیوں کے زمانے میں مصر سے علاوہ خراج کے کثیر مقدار پر غلہ قسطنطنیہ جاتا تھا اور ہر جگہ کی فوج کے رسد کے لیے یہیں سے غلہ دیا جاتا تھا جو خراج میں مجرا نہیں کیا جاتا تھا فاروق اعظمؓ نے ان دونوں قاعدوں کو موقوف کر دیا اور وہاں کے دفاتر جن جن زبانوں میں تھے اسی طرح اسلام میں بھی رہنے دیا۔ عراق و ایران کا دفتر فارسی میں، شام کا رومی میں، مصر کا قبطی میں جیسا پہلے تھا ویسا ہی فتح کے بعد بھی رہا اور جو لوگ اس محکمے میں پہلے سے کام کرتے تھے وہی بدستور ملازم رہے۔

حضرت فاروق اعظمؓ کے عہد خلافت میں عراق، شام اور مصر، تین بہت بڑے بڑے ملک تھے ان ملکوں کا خراج جو کچھ عہد خلافت فاروقی میں وصول ہوتا تھا وہ اس تفصیل سے تھا، شام سے ایک کرور ۴۰ لاکھ دینار یعنی ۵ کروڑ ۶۰ لاکھ روپے عراق سے دس کرور بیس ہزار درہم، مصر سے ایک کرور ۲۰ لاکھ دینار یعنی پانچ کروڑ چھ لاکھ روپیہ یا اس سے کچھ کم و زیادہ۔

عُشر اس کے علاوہ اور جو زمینیں مسلمانوں کے قبضہ میں تھیں ان سے عشر لیا جاتا تھا یعنی پیداوار کا دسواں حصہ۔ یہ خراج نہ تھا بلکہ زکوٰۃ کی ایک قسم تھی۔ رسول اللہ (صلعم) نے یہ شرح مقرر فرمائی تھی اور وہی فاروق اعظم کے زمانے میں بھی قایم رہی۔ لیکن ایران وغیرہ کی جو زمینیں مسلمانوں کے قبضہ میں آئیں اور ذمیوں کے قدیم نہروں اور کنوؤں سے اُن کی آب پاشی کرتے تھے تو اُس پر رعایتہً عُشر مقرر کیا جاتا تھا۔

زکوٰۃ علاوہ اُن آمدنیوں کے جن کا ذکر اوپر کیا گیا، جس قاعدے کو حضرت فاروق اعظمؓ نے گویا ایجاد کیا یا اُن کے عہد خلافت میں اس کا اضافہ ہوا۔ یہ تھا کہ تجارتی گھوڑوں پر زکوٰۃ نہ تھی کیونکہ رسول اللہ (صلعم) کے زمانہ میں گھوڑوں کی تجارت کا وجود نہ تھا پس قرینہ حال سے معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ سے سواری کے گھوڑے رسول اللہ (صلعم) نے مستثنیٰ فرمائے تھے جس کے مفہوم کو فاروق اعظمؓ نے قایم رکھکر اس کے دوسرے افراد پر زکوٰۃ قایم کر دی اور انھیں کے زمانہ سے زکوٰۃ کی مد میں ایک اس

نئی آمدنی کا اضافہ ہوا۔

عشور عشور، یہ بھی ایک نئی آمدنی تھی جس کو حضرت فاروق اعظمؓ نے ایجاد کیا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ جب مسلمانوں کے تعلقات غیر ملکوں سے بڑھے اور وہ لوگ تجارت کی غرض سے قریب و بعید ممالک غیر میں آنے جانے لگے تو وہاں کے دستور کے مطابق تجارتی اسباب پر دس فی صدی محصول در آمد لیا جانے لگا۔ رفتہ رفتہ اس کی خبر حضرت فاروق اعظمؓ کو ہوئی آپ نے حکم دیا کہ غیر ملکوں کے تاجر جو ممالک اسلامیہ میں آئیں ان سے بھی محصول اسی قدر لیا جائے چند دنوں کے بعد جب اس صیغہ کی ترقی ہوتی نظر آئی تو حضرت فاروق اعظمؓ نے اپنے تمام ممالک مقبوضہ میں یہ قاعدہ جاری کر دیا۔ دس فی صدی حربیوں سے، پانچ فی صدی ذمیوں سے اور ڈھائی فی صدی مسلمانوں سے لیا جاتا تھا اور جس مال کی قیمت دو سو درہم سے کم ہوتی تھی اُس کا محصول معاف تھا۔ محصول صرف تجارتی اسباب اور کھلی ہوئی چیزوں پر لیا جاتا تھا کسی کے اسباب کی تلاشی کا حکم نہ تھا۔

بیت المال کا قیام اسلام میں فاروق اعظمؓ کے پیشتر نہ تو اس قدر کثیر رقم آئی کہ جس کے رکھنے کے لئے بیت المال یا خزانہ بنایا جاتا اور نہ اُس کی ایجاد ہوئی رسول اللہ صلعم کے زمانے میں جو رقمیں آتی تھیں وہ کُل ایک ہی جلسہ میں تقسیم کر دی جاتی تھیں۔ ابوبکر صدیقؓ کے زمانے میں بھی اس کا کوئی انتظام نہیں کیا گیا۔ جو آیا اُس کو اسی وقت لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ ۱۵ھ یا اُس کے قریب زمانے میں بیت المال کی ایجاد یوں ہوئی کہ بحرین سے سال تمام کا خراج پانچ لاکھ آیا حضرت فاروق اعظمؓ نے اس کثیر رقم کی بابت لوگوں سے مشورہ کیا۔ علی ابن ابی طالبؓ نے کہا کہ جو رقم آئے وہ سال کے اندر تقسیم کر دی جائے، خزانہ میں رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، عثمان بن عفان نے اس کی مخالفت کی۔ ولید بن ہشام نے بیان کیا کہ میں نے سلاطین شام کے یہاں خزانہ اور دفتر کا جدا جدا محکمہ دیکھا ہے۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے اس رائے کو استحسان کی نظر سے دیکھ کر بیت المال کی بنا ڈالی اور سب سے پہلے مدینہ منورہ میں بیت المال قایم کیا، اور اُس کی نگرانی و حساب کتاب کے لئے عبداللہ بن ارقم کو منتخب کیا جو ایک معزز صحابی تھے اور حساب کتاب میں کمال رکھتے تھے اس کے علاوہ اور صوبوں اور صدر مقاموں میں بیت المال قائم کئے اور اس کے افسر جداگانہ زیر نگرانی حکام اعلیٰ مقرر فرمائے۔

مرکزی بیت المال مدینہ کے سوا اور صوبجات اور اضلاع کے حکام کو یہ ہدایت تھی کہ وہاں کے ضروری مصارف کے لئے رقم نکال کر بقیہ جس قدر ہو سال تمام ہونے پر مدینہ منورہ کے بیت المال میں بھیج دیا کریں۔ چنانچہ عمرو بن العاص والی مصر کو ایک فرمان لکھا تھا جس کے یہ الفاظ

تھے۔ فاذا حصل الیک وجمع اخرجت منہ عطاء المسلمین وما یحتاج الیہ مما لا بد منہ ثم انظر فما فضل بعد ذلک فاحملہ الیّ (یعنی) پس جب تجھ کو کل مالیہ وصول ہو جائے اور تو اس کو جمع کرے اور اس میں سے مسلمانوں کے وظائف اور ضروری مصارف نکال لے اس کے بعد جو کچھ پس انداز ہو اس کو میرے پاس بھیج دے۔

بیت المال میں جو کچھ آمدنیاں آتی تھیں اُن کا حساب و کتاب نہایت صحیح طور سے مرتب کیا جاتا تھا اکثر اوقات خود فاروق اعظمؓ زکوٰۃ اور صدقہ کی مواشیوں کو شمار کرتے اور ان کا رنگ، حلیہ، عمر دیکھ کر لکھاتے تھے بنا نافع عبسی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ صدقے کے اونٹ آئے تھے حضرت فاروق اعظمؓ مع علی بن ابی طالبؓ اور عثمانؓ بن عفان اُن کے دیکھنے کو گئے، عثمانؓ سایے میں بیٹھے لکھ رہے تھے، علی بن ابی طالبؓ حضرت عثمانؓ کے پاس کھڑے جو کچھ فاروق اعظمؓ کہتے تھے۔ حضرت عثمانؓ کو بتاتے اور لکھاتے جاتے تھے اور خود فاروق اعظمؓ دوپہر کے وقت دھوپ میں کھڑے ہوئے ایک سیاہ چادر پہنے اور دوسری چادر سر پر ڈالے ہوئے صدقہ کے اونٹوں کو شمار کرتے اور رنگ، عمر، حلیہ بتاتے جاتے تھے۔

سنہ ہجری عرب اور نیز اسلام میں فاروق اعظمؓ سے پہلے سنہ لکھنے کا دستور نہ تھا عام واقعات کے یاد رکھنے کے لئے جاہلیت میں بعض بعض مشہور واقعات سے سنہ کا حساب شمار کر لیتے تھے۔ مدتوں کعب بن لوئی کے انتقال سے سال شمار ہوتا رہا، پھر عام الفیل جاری ہوا۔ اس کی ابتداء اُس سال سے ہوئی جب کہ ابرہۃ الاشرم کعبہ کے ڈھانے کو ہاتھی لے کر آیا تھا اور اسی مناسبت سے اُس کو عام الفیل سے تعبیر کیا پھر عام الفجار کا رواج ہوا پھر اس کے بعد اور مختلف سنین چلے لیکن حضرت فاروق اعظمؓ نے جو سنہ چلایا وہ آج تک جاری ہے اور تا قیام قیامت اسلام کے ہر فرقہ میں یہی جاری رہے گا بسنہ ۱۶ھ میں حضرت فاروق اعظمؓ کے سامنے دو فرمان پیش کئے گئے جن پر صرف شعبان لکھا ہوا تھا اور جو ایک دوسرے سے مخالف تھا حضرت فاروق اعظم نے کہا میں نے اس حکم کی رو سے ممانعت کی تھی، عامل نے عرض کی نہیں! آپ نے اس فرمان سے اجازت دی تھی حضرت فاروق اعظمؓ یہ سن کر خاموش ہو رہے اور اُسی وقت ارباب شوریٰ کو جمع کر کے ایک مجلس منعقد کی۔ بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ جمع ہوئے اور یہ مسئلہ پیش ہوا کسی نے رائے دی کہ سنہ کا شمار رسول اللہ صلعم کی ولادت سے کیا جائے حضرت فاروق اعظمؓ نے کہا! اس میں عیسائیوں سے مشابہت پائی جاتی ہے کیونکہ اُن کا سنہ بھی میلادی ہے کسی نے کہا سال کا حساب رسول اللہ (صلعم) کی نبوت سے ہو۔ کوئی بولا کہ اس میں فارسیوں کی تقلید کی جائے فاروق اعظمؓ نے ان دونوں رایوں سے اختلاف کر کے ارشاد کیا بہتر ہوگا کہ سنہ کا

شمار ہجرت رسول اللہ (صلعم) سے کیا جائے کیونکہ اسلام میں یہ بہت بڑا واقعہ گزرا ہے اور اسی کے بعد سے اسلام کی اشاعت ہوئی ہے لوگوں نے اس رائے کو پسند کیا اور اسی پر سب کا اتفاق ہو گیا پھر بحث یہ پیدا ہوئی کہ رسول اللہ (صلعم) نے ربیع الاول میں ہجرت فرمائی تھی اس حساب سے شروع سال ربیع الاول سے ہو یا کہ عرب کے قدیم دستور کے لحاظ سے محرم کے مہینہ سے ہو؟ لیکن چونکہ عرب میں سال محرم سے شروع ہوتا تھا اس لئے فاروق اعظمؓ نے دو مہینے کچھ دن ہٹ کر محرم کو سال کا پہلا مہینہ مقرر کیا۔

امیر المومنین کا لقب فاروق اعظمؓ کے پیشتر ابوبکر صدیق، خلیفہ رسول اللہ (صلعم) کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے پھر جب فاروق اعظمؓ خلیفہ ہوئے تو ان کو لوگوں نے خلیفہ خلیفۂ رسول اللہ (صلعم) کہنا شروع کیا حضرت فاروق اعظمؓ نے کہا اس طور سے رفتہ رفتہ کلام طویل ہو جائے گا کیونکہ جب تیسرا خلیفہ ہوگا اُس کو خلیفہ خلیفہ خلیفہ رسول اللہ (صلعم) کہو گے مناسب یہ ہے کہ تم لوگ مومنین ہو اور میں تمہارا امیر ہوں تم لوگ مجھے آج سے امیر المومنین کہا کرو" چنانچہ اسی وقت سے یہ امیر المومنین کے لقب سے پکارے جانے لگے اور سب سے پہلے اس لقب کو انھوں ہی نے ایجاد کیا۔

بعض نے اس کی ابتدا یوں بیان کی ہے کہ ایک دفعہ لبید بن ربیعہ اور عدی بن حاتم کوفہ سے مدینہ میں آئے اور فاروق اعظمؓ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہا چونکہ کوفہ میں رہنے سے ان لوگوں کی زبان پر امیر المومنین کا لفظ چڑھا ہوا تھا اطلاع کرنے کے وقت یہ کہا کہ امیر المومنین کو ہمارے آنے کی اطلاع کردو" عمرو بن العاص نے انھیں الفاظ سے اطلاع کردی۔ فاروق اعظمؓ نے اس خطاب کی وجہ دریافت فرمائی عمرو بن العاص نے واقعہ بیان کر دیا۔ عمر فاروق نے بھی اس لقب کو پسند کیا اور اسی تاریخ سے شہرت عام ہو گئی۔

رفاہ عام حضرت فاروق اعظمؓ کے حالات زندگی دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو رفاہ عام کا بہت بڑا خیال تھا اور اس امر کا حتی الامکان بہت سخت اہتمام تھا کہ کوئی شخص بھوکا نہ رہے۔ غربا اور مساکین کے لئے بلا لحاظ مذہب بیت المال سے روزینے مقرر کر دیتے تھے ملک میں جس قدر اپاہج، ضعیف، از کار رفتہ اور لنگڑے ہوتے تھے سب کی تنخواہوں کا بیت المال ذمہ دار تھا اکثر شہروں میں مہمان خانے تعمیر کرا دیئے تھے جو مسافر آتا تھا اُس کو بیت المال سے کھانا ملتا تھا مدینہ منورہ میں جو لنگر خانہ تھا اس کا اہتمام خود فاروق اعظم کے ہاتھ میں تھا۔

یتیموں کی پرورش لاوارث بچوں کی پرورش کا بھی پورا خیال تھا ۱۸ھ سے یہ انتظام کیا کہ جب کبھی

کوئی لاوارث بچہ مل جاتا اُس کو خاص اہتمام سے کسی دودھ پلانے والی کے سپرد کرتے اور اُس کی تربیت و پرورش کے مصارف بیت المال سے دیئے جاتے، یتیموں کی پرورش اور ان کی جائداد کا انتظام نہایت سرگرمی سے کرتے ایک حبہ اس میں سے ضایع نہ ہونے دیتے۔ ایک دفعہ دس ہزار کی رقم حکیم بن ابی العاص کو دی اور یہ کہا کہ یتیموں کا مال ہے زکوٰۃ نکالنے میں روز بروز کم ہوتا جاتا ہے تم اس کو تجارت میں لگاؤ جو نفع ہو اُس کو واپس دینا چنانچہ وہ رقم بڑھتے بڑھتے لاکھ تک پہنچ گئی۔

قافلہ کی نگہبانی بکر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ ایک روز رات کو فاروق اعظمؓ، عبدالرحمٰن بن عوف کے پاس آئے۔ عبدالرحمٰن اس وقت نماز پڑھ رہے تھے نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت عمرؓ سے آنے کی وجہ دریافت کی۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے کہا مدینہ کے باہر ایک قافلہ آیا ہے۔ آؤ ہم اور تم چل کر اس کی نگہبانی کریں ایسا نہ ہو کہ گرد و نواح کے چور آکر انھیں کچھ نقصان پہنچائیں عبدالرحمٰن یہ سُن کر حضرت فاروق اعظمؓ کے ساتھ ہولیے اور قافلے کے قریب پہنچ کر رات بھر گشت کرتے رہے۔

شیر خوار بچوں کا وظیفہ ایک دفعہ مدینہ منورہ میں ایک قافلہ آیا اور شہر کے باہر اترا اس مرتبہ آپ اکیلے اس کی خبر گیری اور نگہبانی کے لئے تشریف لے گئے پہرہ دے رہے تھے کہ ناگاہ ایک طرف سے رونے کی آواز آئی۔ فاروق اعظمؓ اس طرف متوجہ ہوئے تو دیکھا کہ ایک بچہ شیر خوار ایک عورت کی گود میں رو رہا ہے آپ نے اُس کو بہلانے اور چپ کرانے کی تاکید کی کچھ عرصہ کے بعد بچے کے رونے کی آواز سُن کر پھر اُس کے پاس گئے اور غصے سے فرمایا "تو بہت بے رحم ماں ہے اُس کو کیوں چپ نہیں کراتی" عورت نے کہا تم مجھے بار بار کیوں دق کرتے ہو اصل واقعہ یہ ہے کہ یہ بھوکا ہے اور میں اس کا دودھ چھڑانا چاہتی ہوں کیونکہ جب تک بچے دودھ نہیں چھوڑتے عمرؓ اُن کا وظیفہ نہیں مقرر کرتے"۔ فاروق اعظمؓ یہ سُن کر رو دیئے اور صبح ہوتے ہی یہ حکم دیا کہ پیدا ہونے کے ساتھ ہی بچوں کا وظیفہ مقرر کر دیا جایا کرے۔

حضرت عمرؓ کا احساس ذمہ داری اسلم (فاروق اعظمؓ کے غلام) کا بیان ہے کہ ایک روز فاروق اعظمؓ رات کے وقت مدینہ سے حرہ کی طرف گشت کرنے کو نکلے، مقام ضرار میں پہنچ کر دیکھا کہ آگ روشن ہے۔ مجھ سے فرمایا آؤ جس طرف آگ روشن ہے اُس طرف چلیں، جب ہم لوگ قریب گئے تو دیکھا کہ ایک عورت آگ پر ہانڈی چڑھائے بیٹھی ہے اور اُس کے پاس دو تین بچے رو رہے ہیں۔ فاروق اعظمؓ نے کہا۔ السلام علیک یا اصحاب الضوء عورت نے جواب دیا وعلیک السلام، پھر فاروق اعظمؓ نے قریب آنے کی اجازت طلب کی، اُس نے اجازت دی

آپ قریب جا کر بیٹھ گئے، حال دریافت کیا۔ عورت نے کہا اندھیری رات ہے، سردی زور کی پڑ رہی ہے، اور یہ لڑکے بھوک سے رو رہے ہیں میں نے اُن کی تسکین کو خالی ہانڈی آگ پر چڑھا دی ہے روتے روتے یہ سو جائیں گے تو کچھ انتظام کروں گی" فاروق اعظمؓ نے کہا کیا عمرؓ تمھاری خبر گیری نہیں کرتا؟ عورت نے کہا، "وہ ہمارا امیر تو ہو گیا ہے لیکن ہم سے غافل ہے" فاروق اعظمؓ یہ سُن کر اُٹھے اور مدینہ میں پہنچ کر بیت المال کو کھول کر آٹا۔ گوشت، کھجوریں، گھی نکالا اور اسلم سے کہا میری پیٹھ پر رکھ دے، اسلم نے بار بار کہا لایئے میں پہنچا آؤں! فرمایا ہاں قیامت میں تو میرا بار نہ اُٹھا سکے گا۔ غرض سب چیزیں آپ لاد کر لائے اور عورت کے سامنے رکھ دیں۔ عورت نے آٹا گوندھنا شروع کیا اور آپ چولہا پھونکنے لگے یہاں تک کہ کھانا تیار ہوا، لڑکوں نے پیٹ بھر کر کھایا، اچھلنے کودنے لگے۔ عورت نے کہا اللہ تمھیں جزائے خیر دے تم امیرالمومنین ہونے کے سزاوار ہو نہ کہ عمرؓ۔

فرائض منصبی فاروق اعظمؓ جس طرح رفاہ عام اور ممالک اسلام کے انتظام و انصرام میں سرگرم رہتے تھے اُسی طرح اپنے فرائض منصبی امامت و خلافت کو پوری مستعدی سے ادا کرتے تھے، احکام و عقاید مذہبی کی پابندی اس درجہ تھی کہ ذرا ذرا سی باتوں پر ٹوک دیتے تھے جہاں کہیں لوگوں کو کسی غلطی میں مبتلا دیکھتے فوراً تنبیہ کرتے، ایک دفعہ حج کرنے گئے، طواف کیا اور حجر اسود کو بوسہ دے کر سامنے کھڑے ہو کر کہنے لگے" میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نہ فائدہ پہنچا سکتا ہے نہ نقصان، لیکن چونکہ رسول اللہ (صلعم)، کو میں نے تجھے استلام (چومتے) کرتے ہوئے دیکھا ہے اس وجہ سے میں بھی کرتا ہوں" محدثین نے اس خیال سے کہ فاروق اعظمؓ کے دامن جلالت پر اس قول سے بدنما دھبہ لگ جائے گا کہ انھوں نے شعائر اللہ کی اہانت کی، جہاں فاروق اعظم کا یہ قول نقل کیا ہے وہاں اس قدر اور اضافہ کر دیا ہے کہ علی ابن ابی طالبؓ نے ان کو اس کہنے سے روکا تھا اور ثابت کر دیا تھا کہ "حجر اسود نفع و نقصان پہنچا سکتا ہے کیونکہ قیامت میں شہادت دے گا" لیکن ناقدین فن حدیث نے اس اضافہ کو غلط اور بے بنیاد ٹھہرایا ہے۔

شرک کا استیصال فتح مکہ سے پیشتر جس درخت کے نیچے بیٹھ کر رسول اللہ (صلعم) نے لوگوں سے جہاد کی بیعت لی تھی اور زمانہ خلافت فاروق اعظمؓ میں لوگ متبرک سمجھ کر اُس کی زیارت کو آنے لگے تھے۔ فاروق اعظمؓ نے اُس کو کٹوا دیا اس خیال سے کہ آئندہ اُس کی پرستش نہ ہونے لگے اور رفتہ رفتہ اس کے ذریعہ سے اسلام میں شرک کا دخل نہ ہو جائے اصل یہ ہے کہ اسلام انہیں غلطیوں کے مٹانے اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت سکھانے کو آیا ہے۔ آج کل کا زمانہ ہوتا تو بیچارے

فاروق اعظمؓ پر اللہ جانے کیا فتوی لگایا جاتا۔

برائیوں کا انسداد فاروق اعظمؓ نے عرب کے اخلاق ذمائم کی اصلاح بھی پوری پوری کی، زمانہ جاہلیت میں دستور تھا کہ لوگ اپنے انساب پر فخر و غرور اور عام لوگوں کی حقارت، ہجو اور بدگوئی کرتے تھے، حضرت عمرؓ نے مساوات کا اس درجہ خیال کیا کہ آقا و خادم کی تمیز اٹھادی، ہجو کو جرم قرار دے دیا، شعر و شاعری کو روک دیا کیونکہ عشق و ہوا پرستی کا یہ بہت بڑا ذریعہ تھا۔ شعراء کو تشبیب (عورتوں کی نسبت عشقیہ اشعار) لکھنے کی ممانعت کردی، روک تھام کی غرض سے شراب خواری کی سزا بڑھادی پہلے شراب خوار کو ۴۰ درے مارے جاتے تھے انھوں نے انثی درے مارے جانے کا حکم دیدیا۔

الغرض فاروق اعظمؓ نے اسلام کو اسی حیثیت سے چلایا جس پاک اور مقدس طریقے سے رسول اللہ صلعم نے اس کی بنیاد ڈالی تھی اور ان سب باتوں سے یہ اثر پیدا ہوا کہ باوجود ثروت، دولت اور وسعت کے اس زمانے میں لوگوں نے عیش و عشرت میں مبتلا ہو کر اللہ تعالیٰ کو نہ بھلایا۔

اولیاتِ فاروقیؓ اکثر مورخوں نے اُن کی ایجاد کی ہوئی باتوں کو یکجا کر کے لکھا ہے اور اُن کو اولیات سے تعبیر کیا ہے جس کی تفصیل کے لئے ایک علیحدہ کتاب لکھنے کی ضرورت پڑے گی لیکن ہم ان میں سے بعض بعض کو علی السبیل الاختصار درج ذیل کرتے ہیں۔ (۱) بیت المال قایم کیا (۲) عدالتیں قایم کیں، قاضی مقرر کئے (۳) تاریخ و سنہ ایجاد کیا (۴) امیر المومنین کا لقب اختیار کیا (۵) زمین کی پیمائش کرائی (۶) نہر کھدوائی (۷) شہر آباد کئے (۸) ممالک مفتوحہ کو صوبوں پر تقسیم کیا (۹) عشور یعنی مال تجارت پر محصول درآمدہ ٹیکے مقرر کیا (۱۰) حربی تاجروں کو ممالک اسلامیہ میں آنے اور تجارت کرنے کی اجازت دی (۱۱) راتوں کو گشت کر کے رعایا کا احوال دریافت کرنا اپنا معمول بنایا (۱۲) مکہ معظمہ سے مدینہ تک مسافروں کے لئے مکانات اور کنویں بنوائے۔ (۱۳) مختلف شہروں میں مہمانوں کے لئے مہمان خانے تعمیر کرائے (۱۴) نماز تراویح کو جماعت سے پڑھنے کا حکم دیا (۱۵) شراب کی حد ۸۰ درے مقرر کئے (۱۶) تجارت کے گھوڑوں پر زکوٰۃ مقرر کی (۱۷) نماز جنازہ میں چار تکبیروں پر اجماع کرایا (۱۸) مساجد میں وعظ کا طریقہ قایم کیا (۱۹) اماموں موذنوں اور ملکی خدمت پر لوگوں کی تنخواہیں مقرر کیں (۲۰) ہجو کہنے پر تعزیر مقرر کی (۲۱) اشعار تشبیب لکھنے کی ممانعت کی (۲۲) امہات ولد کے بیع سے منع کیا۔

ان کے سوا فاروق اعظم کی اور بہت سی اولیات ہیں، جو طوالت کلام کے خیال سے قلم انداز کی جاتی ہیں۔

نسب و نام و ولادت

فاروق اعظمؓ نسباً قرشی عدوی ہیں اور رسول اللہ (صلعم) سے آٹھویں پشت میں ملتے ہیں ان کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ عمر بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن ریاح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی کعب کے دو بیٹے تھے ایک عدی دوسرا مرہ۔ مرہ رسول اللہ (صلعم) کے اجداد میں ہیں اور عدی کی اولاد سے فاروق اعظمؓ ہیں۔ نام ان کا عمر تھا، کنیت ابو حفص تھی، اور رسول اللہ (صلعم) نے فاروق کے لقب سے ملقب فرمایا تھا، ہجرت نبوی سے تقریباً ۴۰ برس اور یوم الفجار سے ۴ برس پہلے پیدا ہوئے اُن کی ماں کا نام ختمہ تھا ہشام بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم کی بیٹی، ابوجہل کے چچا کی لڑکی تھیں۔

ان کے لڑکپن کے حالات کتابوں میں تلاش کرنے سے بھی کم ملیں گے۔ لیکن جس قدر تفحص سے ملے، یہ ہیں کہ خطاب نے سن شعور پر پہنچنے کے بعد عمر کو اونٹوں کے چرانے کی خدمت سپرد کی تھی جو عرب میں ایک قومی شعار سمجھا جاتا تھا جب جوان ہوئے تو عرب کے دستور کے موافق نسب دانی سپہ گری، پہلوانی، کی تعلیم پائی۔ بازار عکاظ میں جہاں سالانہ اہل فن کا میلہ لگتا تھا یہ اکثر کشتی لڑتے تھے۔ شہسواری میں یہ کمال حاصل تھا کہ گھوڑے پر اچھل کر سوار ہوتے تھے اور ایسا جم کر بیٹھتے تھے کہ بدن کو مطلق حرکت نہ ہوتی تھی۔ اُس زمانے کی ضرورت کے موافق لکھنا پڑھنا بھی جانتے تھے فتوح البلدان میں لکھا ہے کہ وقت بعثت رسول اللہ صلعم، قریش میں صرف ۱۷۔ آدمی لکھے پڑھے تھے ان میں سے ایک عمر بن الخطاب تھے۔

ازواج

حضرت عمرؓ کے قبول اسلام ہجرت اور ان کی فتوحات کی تفصیل ہم اوپر لکھ آئے ہیں جس کو آپ پڑھ چکے ہیں ان کا پہلا نکاح جاہلیت میں زینب بنت مظعون بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح سے ہوا جس کے بطن سے عبداللہ، عبدالرحمٰن اکبر اور حضرت حفصہ پیدا ہوئیں۔ زینب مکہ میں ایمان لائیں اور وہیں انتقال کیا۔ یہ عثمان بن مظعون کی بہن تھیں جو سابقین اسلام سے تھے اور جن کا اسلام لانے والوں میں چودھواں نمبر تھا۔ دوسرا نکاح جاہلیت ہی میں ملیکہ بنت جرول خزاعی سے کیا جس سے عبیداللہ پیدا ہوئے چونکہ یہ اسلام نہیں لائیں اس وجہ سے ۶ھ میں اُن کو طلاق دیدی۔ تیسری بیوی قریبہ بنت ابی امیہ مخزومی تھیں جن سے جاہلیت میں نکاح کیا اور ۶ھ میں بعد صلح حدیبیہ اسلام نہ لانے کی وجہ سے طلاق دی پھر چوتھا نکاح اسلام میں ام حکیم بنت الحرث بن ہشام مخزومی سے کیا جس سے فاطمہ پیدا

ہوئیں ان کی بابت اختلاف کیا گیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ طلاق دی تھی اور بعض کہتے ہیں کہ طلاق نہیں دی' مدینہ میں آنے کے بعد سنہ ۷ھ میں جمیلہ بنت عاصم بن ثابت بن افلح اوسی انصاری سے نکاح کیا جن سے عاصم پیدا ہوئے۔ لیکن ان کو کسی وجہ سے طلاق نہ دی۔ ان کا نام پہلے عاصیہ تھا۔ جب ایمان لائیں تو رسول اللہ (صلعم) نے جمیلہ نام رکھا پھر ان نکاحوں کے بعد اخیر عمر میں ام کلثوم بنت علی ابن ابی طالبؓ سے چالیس ہزار مہر پر نکاح کیا ان کے بطن سے رقیہ و زید پیدا ہوئے۔

حضرت عمرؓ کا ام کلثوم سے نکاح

ام کلثوم بنت علی ابن ابی طالبؓ کے واقعہ تزویج کو بڑے بڑے معتمد و معتبر مورخین طبری' ابن حبان' ابن قتیبہ اور ابن اثیر نے اپنی اپنی کتابوں میں تصریح کے ساتھ لکھا ہے کہ فاروق اعظم نے ام کلثوم بنت فاطمہ بنت رسول اللہ سے نکاح کیا اور وہ ان کی بیوی تھیں۔ کتاب الثقات میں ابن حبان سنہ ۱۷ھ کے واقعات میں لکھتا ہے۔ ثم تزوج عمر ام کلثوم بنت علی ابن ابی طالب وھی من فاطمۃ ودخل بھا فی شھر ذی القعدہ (یعنی عمرؓ نے ام کلثوم بنت علی ابن ابی طالبؓ سے جو فاطمہ کے بطن سے تھیں عقد کیا اور ماہ ذیقعدہ میں عروسی کی) ابن اثیر، تاریخ کامل میں تحریر کرتا ہے۔ ثم تزوج ام کلثوم بنت علی ابن ابی طالب وامھا فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واصدقھا اربعین الفا (یعنی عمرؓ نے ام کلثوم بنت علی ابن ابی طالب سے عقد کیا ام کلثوم کی ماں فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھیں چالیس ہزار مہر ادا کیا) ابن قتیبہ نے معارف میں ذکر اولاد عمرؓ میں لکھا ہے۔ وفاطمۃ وزید وامھما ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب من فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ترجمہ اور فاطمہ و زید ان کی ماں ام کلثوم ہیں جو علی ابن ابی طالب کی لڑکی' فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بطن سے تھیں) اسد الغابہ فی احوال الصحابہ میں ابن اثیر نے تفصیل کے ساتھ واقعہ تزویج کو لکھا ہے اور طبری نے جابجا اس کی تصریح کی ہے۔ بخاری شریف باب الجہاد میں بھی ضمناً اس کا بیان آگیا ہے کہ ایک دفعہ فاروق اعظم نے عورتوں کو چادریں تقسیم کیں۔ ایک بچ رہی اس کی نسبت تردد ہوا کہ کس کو دی جائے۔ حاضرین میں سے ایک نے فاروق اعظمؓ کو مخاطب کر کے کہا امیر المومنین اعط ھذا ابنت رسول اللہ (صلعم) التی عندک یریدون ام کلثوم (یعنی اے امیر المومنین اس چادر کو بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیجئے جو آپ کے عقد میں ہیں

ان لوگوں نے اشارۃً بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام کلثوم کو کہا تھا، اس سے زیادہ اور کیا تصریح ہو سکتی ہے ہاں فاروق اعظمؓ کی ایک اور بیوی ام کلثوم نامی تھیں جن کی تصریح مورخوں نے کر دی ہے، ابن اثیر نے لکھا ہے کہ ان ام کلثوم نے فاروق اعظمؓ کے ساتھ عقد کرنے سے انکار کر دیا تھا تب انہوں نے ام کلثوم بنت فاطمہ و علی کے لئے علی ابن ابی طالبؓ سے درخواست کی اور جناب امیر نے فاروق اعظم سے ان کا عقد کر دیا۔

فکیہہ یمنیہ اور عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل بھی فاروق اعظم کی بیویوں میں تھیں فکیہہ یمنیہ کی نسبت بعض کہتے ہیں کہ یہ ام الولد تھیں۔ لیکن یہ لسرپایہ ثبوت کو نہیں پہنچا، ان کے بطن سے عبدالرحمن اوسط پیدا ہوئے اور عاتکہ بنت زید ابن عمرو بن نفیل چچیری بہن تھیں، ان کا نکاح پہلے عبداللہ بن ابوبکر صدیق سے ہوا تھا، جب یہ غزوہ طائف میں شہید ہو گئے تو فاروق اعظم نے ۱۲ھ میں ان سے نکاح کیا۔

اولاد فاروق اعظمؓ کثیر الاولاد تھے۔ ام المومنین حفصہؓ انہیں کی صاحبزادی تھیں جو ازواج مطہرات میں داخل ہیں اور اسی وجہ سے بہ نسبت اوروں کے یہ ممتاز و مشہور ہیں یہ پہلے خنیس بن خذافہ کے عقد میں تھیں جو مہاجرین صحابہ سے تھے جب غزوۂ احد میں خنیس شہید ہو گئے تو ۳ھ میں رسول اللہ (صلعم) نے ان سے عقد کر لیا، اولاد ذکور میں سے عبداللہ زیادہ نامور ہیں کیونکہ یہ سابق الایمان اور فقہ و حدیث کے بڑے رکن تسلیم کئے جاتے ہیں، کتب احادیث میں ان کے مسایل اور روایتیں بکثرت پائی جاتی ہیں، تقریباً کل غزوات میں رسول اللہ (صلعم) کے ساتھ رہے۔ علاوہ ان کے عبیداللہ، عاصم، ابو شحمہ، عبدالرحمن، زید، مجیر بھی فاروق اعظم کی اولاد سے ہیں، معارف ابن قتیبہ، اسد الغابہ، ابن خلکان اور کامل ابن اثیر وغیرہ میں ان لوگوں کے حالات تفصیل کے ساتھ لکھے ہیں لیکن ہم بہ نظر اختصار اس سے اعراض کرتے ہیں۔

غذا و لباس ان کے دستر خوان پر معمولاً روٹی اور روغن زیتون کے سوا اور چیزیں کم ہوتی تھیں، آٹا کبھی گیہوں کا ہوتا اور کبھی جو کا، لیکن چھنا ہوا نہ ہوتا اس کے سوا گاہے گاہے ترکاری، سرکہ، دودھ، گوشت بھی ہوتا تھا۔ لباس میں کسی قسم کا تکلف نہ تھا، ہمیشہ موٹے کپڑے پہنتے تھے اور اکثر کپڑوں میں پیوند ہوتے تھے۔ حسنؓ کہتے ہیں کہ فاروق اعظمؓ ایک روز خطبہ پڑھ رہے تھے، ان کی ازار (تہ بند) میں بارہ پیوند لگے ہوئے تھے ان میں سے

ایک چمڑے کا تھا' ابو عثمان کا بیان ہے کہ میں نے فاروق اعظم کو جمرہ میں رمی کرتے دیکھا تھا ان کی ازار (تہ بند) میں ایک پیوند جراب کا لگا ہوا تھا فتح بیت المقدس کے وقت جب آپ تشریف لے گئے تھے تو آپ کی قمیص میں ستر پیوند تھے' جن میں ایک چمڑے کا تھا۔

مزاج میں سادگی اور بے تکلفی بے حد تھی اور اسی سادگی اور بے تکلفی سے اندر و باہر رہتے تھے ایک مرتبہ زمانۂ خلافت میں عیدگاہ' نماز عید پڑھانے جا رہے تھے اور پاؤں میں جوتا نہ تھا' ایک دفعہ اتفاق سے گھر میں دیر تک رہے باہر تشریف لائے تو معلوم ہوا کہ پہننے کو کپڑے نہ تھے۔ انھیں کپڑوں کو دھو کر سکھا رہے تھے۔

معاش

جاہلیت اور اسلام میں خلافت سے پہلے تجارت کرتے تھے اور وہی ان کا ذریعہ معاش تھا جب خلیفہ ہوئے اور کاروبار خلافت سے فرصت کم ملنے لگی تو صحابہ کو جمع کر کے ان کی خدمت میں روزینہ مقرر کیے جانے کی درخواست کی' علی ابن ابی طالبؓ نے رائے دی کہ بیت المال سے اس قدر تنخواہ لے لیا کریں' جو معمولی خوراک و لباس کے لیے کافی ہو' پھر جب ۱۵ھ میں تمام عرب کے وظایف مقرر کیے گئے تو اکابر صحابہ کے ساتھ ان کے پانچ ہزار درہم سالانہ مقرر ہوئے۔

حلیہ و عمر

رنگت سفید تھی لیکن سرخی اس پر غالب تھی۔ قد نہایت لانبا تھا۔ پیادہ پا چلنے میں معلوم ہوتا تھا کہ سوار جا رہے ہیں رخسارے کم گوشت' ڈاڑھی گھنی مونچھیں بڑی' بال سر کے سامنے سے اڑ گئے تھے۔ عمر چپن یا ترپن برس کی پائی اور بعض ساٹھ بتلاتے ہیں۔ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ ترسٹھ برس اور چھ مہینے کی عمر ہوئی واللہ اعلم۔

باب ۱۷

حضرت عثمانؓ بن عفان ۲۴ھ تا ۳۵ھ

خلیفہ کا انتخاب فاروق اعظمؓ نے زخمی ہونے کے بعد ابوطلحہ انصاری اور مقداد بن الاسود کو ہدایت کی، علی، عثمان، زبیر، سعد، عبدالرحمن اور طلحہ کو ایک مکان میں جمع کرنا، کسی کو اُن کے پاس آنے جانے نہ دینا۔ تین روز کے اندر وہ باتفاق رائے اپنے میں سے کسی کو خلیفہ بنالیں اور اگر اختلاف آرا ہو تو کثرت رائے پر عمل کیا جائے، در صورت مساوات عبداللہ بن عمرؓ حکم بنائے جائیں اور عبداللہ بن عمرؓ اس فریق سے اتفاق رائے کریں جس میں عبدالرحمن بن عوف ہوں، اس زمانہ میں صہیب امامت کریں، نماز پڑھائیں اور اگر اس تین دن کے اندر طلحہ آجائیں تو وہ بھی شریک شوریٰ کر لئے جائیں۔ ورنہ ان کا انتظار نہ کیا جائے چنانچہ اس حکم کے مطابق ابوطلحہ اور مقداد نے مسور بن مخرمہ نے بعض کہتے ہیں کہ ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کے مکان میں ان لوگوں کو جمع کیا اتنے میں عمرو بن العاص اور مغیرہ بن شعبہ آکر دروازے پر بیٹھ گئے، سعد آئے اور یہ کہکر ان کو اٹھادیا کہ "تم لوگ دروازے پر اس ارادے سے آکر بیٹھے ہو کہ کل کہو گے ہم بھی اہل شوریٰ سے تھے" عمرو بن العاص اور مغیرہ چلے گئے۔ ارباب شوریٰ میں انتخاب خلیفہ کی بابت بحث ومباحثہ ہونے لگا۔

حضرت عبدالرحمن کی دستبرداری عبدالرحمن ابن عوف نے کہا، تم میں ایسا کوئی شخص ہے جو اپنے کو ان لوگوں سے علیحدہ کرلے جو خلافت کے لئے نامزد کئے گئے ہیں۔ تاکہ وہ تم میں سے جو افضل اور لائق ہو اُس کو خلیفہ بنائے"۔ کسی نے کچھ جواب نہ دیا، عبدالرحمن نے کہا "میں اپنے کو اس جماعت سے علیحدہ کرتا ہوں، میں اس خدمت کو انجام دوں گا" ارباب حل وعقد اس پر راضی ہو گئے۔ لیکن علی ابن ابی طالب نے لا و نعم کچھ جواب نہ دیا خاموش بیٹھے رہے۔ عبدالرحمن نے اُن سے مخاطب ہو کر کہا۔ ماتقول یا ابا الحسن (اے ابوالحسن تم کیا کہتے ہو) علی ابن ابی طالب بولے۔

میں بھی راضی ہوں بشرطیکہ تم اقرار کرو کہ حق کرو گے، اپنے ہوائے نفسانی کی پیروی نہ کرو گے، نہ کسی کی رشتہ داری کا پاس و لحاظ کرو گے، حق کہنے میں کسی کی ملامت اور نصیحت کا خیال نہ کرو گے" عبدالرحمٰن بن عوف نے اس شرط کو تسلیم کر کے کہا "اچھا! آپ بھی اقرار کیجئے کہ آپ ہمارا ساتھ دیں گے، جو ہماری رائے سے اختلاف کرے گا اُس سے آپ بھی اختلاف کریں گے، اور جس کو ہم خلافت کے لئے منتخب کریں گے اُسے آپ بھی پسند کریں گے۔"

حضرت عبدالرحمٰنؓ کی حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ سے گفتگو

عبدالرحمٰن بن عوف، علی ابن ابی طالب اور حاضرین جلسہ میں باہم عہد و پیمان ہوا۔ عبدالرحمٰن بن عوف نے علی ابن ابی طالبؓ کو علیحدہ لے جا کر کہا "تم رسول اللہ (صلعم) کے قرابت دار ہو، سابق الاسلام ہو، تم نے دینی خدمت بے حد کی ہے اس وجہ سے خلافت کے زیادہ مستحق ہو" جواب دیا اور عثمان بن عفان" پھر عثمان کو تخلیہ میں لے جا کر اُن سے بھی ایسا ہی کہا۔ انھوں نے کہا "علی" اس قدر گفتگو ہونے کے بعد جلسہ ختم ہو گیا، عبدالرحمٰن بن عوف، صحابہ کبار اور ان لوگوں سے جو اس وقت مدینہ میں موجود تھے ملتے اور خلافت کی بابت چوتھے روز کی صبح تک دریافت کرتے رہے۔ ..... بعد اس کے مسور بن مخرمہ کے مکان پر آئے، زبیر اور سعد کو بلا کر کہا "صحابہ کا اتفاق علیؓ و عثمانؓ کی خلافت پر ہوتا ہے تم لوگ کیا کہتے ہو؟ دونوں بزرگوں نے کہا "ہم بھی اس سے متفق ہیں" سعد نے عبدالرحمٰن سے کہا بہتر ہوتا کہ تم ہم سے اپنی بیعت لے لیتے اور ہم کو ان جھگڑوں سے آزاد کر دیتے! جواب دیا "یہ نہیں ہو سکتا! میں نے اپنے کو اُن سے مستثنیٰ کر لیا ہے جو خلافت کے لئے نامزد کئے گئے ہیں محض اس لئے کہ ان میں سے کسی کو منتخب کروں" اس کے بعد عبدالرحمٰن، علی اور عثمانؓ کو بلا کر باتیں کرتے رہے اتنے میں صبح کا وقت آگیا کسی کو یہ معلوم نہ ہوا کہ کیا باتیں ہوئیں اور ارباب شوریٰ میں کیا طے پایا؟

حضرت عمارؓ اور حضرت ابن ابی سرح کی تلخ کلامی

نماز فجر کے بعد مہاجرین، انصار اور امرائے لشکر طلب کئے گئے۔ تھوڑی دیر میں ساری مسجد پُر ہو گئی تل رکھنے کی جگہ باقی نہ تھی۔ عبدالرحمٰن نے حاضرین سے کہا جس کو تم لوگ خلافت کے لئے منتخب کیا چاہتے ہو اُس کی طرف اشارہ کرو! عمار نے علی کی طرف اشارہ کیا، ابن ابی سرح نے کہا "اگر قریش کے اختلاف کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں عثمان کی خلافت پر بیعت کرتا! عبداللہ بن ربیعہ نے اس رائے سے اتفاق کیا" عمار اور ابن ابی سرح میں گفتگو بڑھ گئی سخت کلامی کی نوبت آگئی، سعد نے اٹھکر کہا "اے عبدالرحمٰن! اس سے پیشتر کہ لوگوں میں فتنہ برپا ہو تم جس کو چاہو خلیفہ منتخب کر لو"

حضرت عثمانؓ کا انتخاب

عبدالرحمٰن نے جواب دیا میں نے اپنے ذہن میں خلیفہ منتخب کر لیا اور رائے قائم کر لی۔ اے لوگو! ذرا دم بھر خاموش ہو جاؤ۔ پھر علی کی طرف مخاطب ہو کر کہا "تم کو اللہ تعالیٰ کی قسم ہے اور وہ درمیان میں ہے کہ تم کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور دونوں خلفاء (ابوبکر و عمر) کی سیرت کی تعلیم دینا۔ اس شرط پر خلافت کی بیعت تمہارے ہاتھ پر کی جاتی ہے۔ علی نے جواب دیا۔ "میں امید کرتا ہوں کہ اس کی کوشش کروں گا اور اپنے مبلغ علم و طاقت کے موافق عمل پیرا ہوں گا" یہ جواب پا کر عبدالرحمٰن نے عثمان سے مخاطب ہو کر یہی کلمات کہے عثمان نے کہا، ہاں! میں ایسا ہی کروں گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

بیعت خلافت

عبدالرحمٰن نے یہ سنتے ہی سقف مسجد کی طرف سر اٹھایا اور اپنا ہاتھ حضرت عثمان کے ہاتھ میں دے کر یہ پڑھنے لگے: "اللھم اشھد انی قد جعلت ما فی عنقی من ذلک فی عنق عثمان۔ (اے اللہ! تو گواہ رہنا کہ بیعت خلافت کا بار جو میری گردن پر تھا اس کو میں نے عثمان کی گردن پر ڈال دیا) اس کے بعد حاضرین بیعت کرنے لگے اور بیعت عام ہو گئی (بیعت عامہ کے دن طلحہ آئے، عثمان کے پاس گئے عثمانؓ نے کہا "تم کو اختیار ہے۔ اگر تم میری بیعت سے انکار کرو تو میں خلع خلافت کر دوں"! طلحہ بولے کیا سب نے بیعت کر لی؟ عثمان نے کہا ہاں: طلحہ نے کہا میں اس سے اختلاف نہیں کرنا چاہتا جس پر سب نے اتفاق کر لیا ہے میں تمہاری خلافت سے راضی ہوں"۔

پہلا مقدمہ

حضرت فاروق اعظمؓ کی شہادت کے دوسرے دن عبدالرحمٰن بن ابی بکر نے عبیداللہ بن عمر سے کہا۔ "میں نے قبل واقعہ شہادت ہرمزان، اور ابولولو۔ اور جفینہ عیسائی باشندہ حیرہ کو ایک جگہ مشورہ کرتے دیکھا ہے اور یہ خنجر جس سے فاروق اعظم شہید کئے گئے ہرمزان کے ہاتھ میں تھا مجھے دیکھ کر یہ لوگ خاموش ہو گئے تھے اور خنجر ہرمزان کے ہاتھ سے گر پڑا تھا۔ عبیداللہ بن عمر کے دل میں ان لوگوں کی عداوت پیدا ہو گئی۔ چنانچہ عبیداللہ نے ہرمزان کو مار ڈالا۔ سعد بن ابی وقاص نے دوڑ کر عبیداللہ کو گرفتار کر لیا۔ اگلے دن دربار خلافت میں مقدمہ پیش ہوا۔ علی نے عبیداللہ کے قتل کی رائے دی۔ عمرو بن العاص نے مخالفت کی اور کہا "یہ مناسب نہیں ہے کل اس کا باپ مارا گیا ہے اور آج لڑکا مارا جائے" عثمان ذی النورینؓ نے کہا میں عبیداللہ کا ولی ہوں اپنے پاس سے ہرمزان کا خوں بہا ادا کرتا ہوں" یہ کہہ کر اپنے مال سے خوں بہا ادا کر دیا اور منبر پر چڑھ کر ایک پُر اثر خطبہ دیا۔ کل حاضرین نے بیعت کی۔

حضرت مغیرہ کی معزولی

اس کے بعد سعد بن ابی وقاص، کوفہ کے گورنر مقرر کئے گئے، مغیرہ کو حسب

وصیت فاروق اعظم معزول کیا۔ معزولی کی وجہ ذوالنورینؓ نے بیان کی، میں نے مغیرہ کو کسی خیانت یا جرم میں معزول نہیں کیا بلکہ فاروق اعظمؓ کی وصیت سے یہ تقرری اور معزولی عمل میں آئی ہے۔

اسکندریہ کی بغاوت

بعض نے روایت کی ہے کہ جس وقت شام کو خیرباد کہہ کر ہرقل قسطنطنیہ چلا گیا مسلمانوں نے اسکندریہ پر بھی قبضہ کر لیا تھا۔ لیکن رومیوں کو یہ امر شاق گذرا اور درپردہ وہ اپنے کو ہرقل ہی کا ماتحت سمجھے اور اس سے خط و کتابت کرتے رہے۔ ۲۵ھ میں ہرقل نے اہل اسکندریہ کے لکھنے پر ایک لشکر بسرداری منویل خصی اسکندریہ روانہ کیا۔ ساحل اسکندریہ پر ہرقل کا جنگی جہاز لنگرزن ہوا۔ اسکندریہ کے رومی باشندے ہرقل کی فوج سے مل گئے۔ مگر مقوقس اپنے معاہدہ پر قایم رہا، منویل خصی کو اسکندریہ میں داخل نہ ہونے دیا، اس سبب سے ہرقلی لشکر نے مصر کا رخ کیا۔ عمرو بن العاص کو اس کی خبر لگی۔ اسلامی لشکر لے کر مقابلے پر آئے اور نہایت سختی سے شکست دے کر اسکندریہ تک تعاقب کرتے چلے گئے۔ اسکندریہ میں پہنچ کر بہت بڑا معرکہ پیش آیا۔ لیکن میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔ رومیوں کے بے شمار سپاہی معرکہ میں کام آئے اُن کا سپہ سالار منویل خصی مارا گیا۔

لڑائی ختم ہونے کے بعد اہل اسکندریہ نے درخواست پیش کی کہ منویل خصی نے معرکی روانگی کے وقت ہم لوگوں کے مال و اسباب چھین لیے تھے اور ہم لوگ آپ کے عہد و ذمہ میں تھے۔ عمرو بن العاص نے ان لوگوں سے شہادتیں لیں جس جس نے اپنے اپنے مال و اسباب کو پہچانا اور شہادت سے اُس کو ثابت کر دیا عمرو بن العاص نے اُس کو فوراً واپس کر دیا اور شہر پناہ منہدم کر کے مصر کو واپس آئے۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی معزولی

۲۵ھ میں عثمان ذوالنورینؓ نے سعد بن ابی وقاص کو کوفہ کی گورنری سے معزول کیا۔ باعث یہ ہوا کہ سعد بن ابی وقاص نے عبداللہ بن مسعود کے ذریعہ سے بیت المال سے کچھ قرض لیا تھا۔ تھوڑے دنوں بعد عبداللہ ابن مسعود نے تقاضا کیا۔ سعد اس کو ادا نہ کر سکے۔ حیلہ و حوالہ سے ٹالنے لگے۔ بحث بڑھی، ایک نے دوسرے کو سخت و سست کہا۔ باہم عداوت ہو گئی۔ عثمان ذوالنورین کو یہ خبر پہنچی، سعد کو معزول کر کے ولید بن عقبہ بن ابی معیط کو مامور کیا۔ اس کے بعد عقبہ بن فرقد کو آذربائی جان کی حکومت سے معزول کیا۔ ان کا معزول ہونا تھا کہ اہل آذربائیجان باغی ہو گئے۔ ولید بن عقبہ نے ان پر فوج کشی کی مقدمۃ الجیش پر عبداللہ بن شبیل اُحمسی تھے۔

آذربائیجان اور آرمینیہ کی مصالحت

اسلامی لشکر نے اہل موقان، برزند اور طیلسان پر دھاوا کیا اور بزور تیغ اُس کو فتح کر کے لڑنے والوں کو قید کر لیا۔ اہل

آذربائیجان نے یہ رنگ دیکھ کر صلح کی درخواست کی چنانچہ حذیفہ نے آٹھ سو درہم سالانہ خراج پہ صلح کر کے اسی وقت یہ رقم وصول کر لی۔ اس کے بعد متعدد سرایا اطراف وجوانب کی طرف روانہ کیے، سلمان بن ربیعہ باہلی بارہ ہزار فوج لے کر ارمینیہ کی طرف بڑھے اور وہاں سے مظفر و منصور ولید کی طرف آئے اور ولید کوفہ کی جانب لوٹے۔

قالیقلا کی فتح

اثنائے راہ میں جس وقت موصل پہنچے عثمان ذوالنورین کا فرمان ملا، لکھا تھا "معاویہ نے مجھے اطلاع دی ہے کہ رومیوں نے ایک فوج کثیر سے مسلمانان شام پر خروج کیا ہے۔ لہٰذا جس مقام پر میرا یہ فرمان تم کو ملے اُسی مقام سے دس ہزار فوج مسلمانوں کی مدد پر بھیج دینا۔" ولید نے اس خط کو امرائے لشکر کے روبرو پڑھ کر سنایا اور سلمان بن ربیعہ کو آٹھ ہزار فوج کے ساتھ مسلمانان شام کی کمک پر روانہ کیا، قتل اور غارت کرتے ہوئے شام کی طرف بڑھے اور حبیب بن مسلمہ کے ساتھ سرزمین روم میں داخل ہوئے۔ بعض مورخوں کا بیان ہے۔ حبیب بن مسلمہ نے معاویہ والی شام، سے امداد طلب کی تھی۔ معاویہ نے دربار خلافت میں اطلاع دی کہ "حبیب بن مسلمہ ارمینیہ پہنچ گئے، قالیقلا کو محاصرے کے بعد فتح کر لیا ہے، اکثر رومی جزیہ دے کر ٹھہر گئے۔ بعض جلا وطن ہو کر چلے گئے، حبیب بن مسلمہ اس کامیابی کے بعد قالیقلا میں ٹھہرے ہیں، بطریق آرمیناقس، بلاد ملطیہ، سیواس اور قونیہ سے اسی ہزار فوج جمع کر کے براہ خلیج قسطنطنیہ حبیب پر چڑھ آیا ہے۔"

حبیب بن مسلمہ کی فتوحات

چنانچہ امیر المومنین عثمانؓ نے سعید بن العاص کو حبیب کی امداد کا حکم دیا اور سعید بن العاص نے سلمان کو چھ ہزار یا آٹھ ہزار کی جمعیت سے حبیب کی امداد پر روانہ کیا، حبیب اور سلمان نے رومیوں کا جی توڑ کر مقابلہ کیا، رومیوں کو شکست ہوئی کامیابی کے بعد حبیب قالیقلا کی طرف لوٹے، راہ میں بطریق خلاط، عیاض بن غنم کا امان نامہ لئے ہوئے ملا اور اس نے حسب اقرار خراج ادا کیا۔ خلاط سے نکل کر سیر جان پہنچے۔ اس کے والی نے پھر والی اسوستان نے صلح کر لی۔ اس کے بعد دبیل کا محاصرہ کیا۔ ایک ہفتہ کے محاصرے کے بعد اہل دبیل پھر کل اہل بلاد سیر جان نے مصالحت کر لی، اہل شمشاط مقابلے پر آئے لڑائی ہوئی اسلامی لشکر نے ان کو شکست دے کر ان کے قلعے چھین لئے۔ بعدہٗ بطریق حزان نے صلح کی درخواست کی، جزیہ مقرر کر کے اس سے بھی مصالحت کر لی تفلیس کا قصد کیا۔ تفلیس اور اُس کے قرب وجوار کے متعدد قلعے اور شہر بہ صلح وامان فتح ہو گئے۔

سلمان بن ربیعہ کی فتوحات

سلمان بن ربیعہ باہلی نے اران پر چڑھائی کی اہل بلیقان، برذعہ اور اس کے کل نواح والوں نے جزیہ دے کر صلح کی۔ اکراد، لوشنجان برسر مقابلہ

آئے عساکر اسلامیہ نے ان پر بھی فتح یابی حاصل کی بعض نے جزیہ دے کر دہیں سکونت اختیار کی اور بعض جلا وطن ہو کر نکل گئے۔ پھر شہر شکور جس کا نام بعد کو متوکلیہ ہوا، کو فتح کر کے قلیہ کی طرف گئے اور اس پر قبضہ حاصل کر کے کسکر کا رُخ کیا، والی کسکر نے خود کو مقاومت سے معذور سمجھ کر جزیہ پر صلح کر لی غرض سلمان، شروان اور کل بلاد جبال پر باب تک نہایت آسانی سے قبضہ حاصل کر کے واپس ہوئے۔

حضرت معاویہؓ کی پیش قدمی

ان واقعات کے بعد معاویہ نے روم پر فوج کشی کی اور عموریہ تک بڑھتے چلے گئے رومی لشکر خائف ہو کر انطاکیہ اور طرسوس کے درمیانی قلعے خالی چھوڑ کر بھاگ گیا۔ معاویہ نے اپنے لشکریوں کو انھیں قلعہ جات میں قیام کرنے کا حکم دیا اور ان میں سے بعض کو ویران و مسمار کر دیا۔

افریقہ پر فوج کشی کا حکم

سنہ ۲۶ھ میں امیر المومنین حضرت عثمانؓ نے عمرو بن العاص کو مصر کے محکمۂ مال کی خدمت سے معزول کر کے عبداللہ بن ابی سرح کو مامور کیا چند دنوں بعد عبداللہ بن ابی سرح نے عمرو بن العاص کی شکایت لکھی امیر المومنین عثمانؓ نے عمرو بن العاص کو بلا لیا اور عبداللہ بن ابی سرح کو مالی و جنگی صیغوں کی حکومت دے کر افریقہ پر فوج کشی کا حکم دیا۔

طرابلس کی تسخیر

اس سے پیشتر ۲۱ھ میں عمرو بن العاص نے مصر سے برقہ کا رخ کیا تھا اور وہاں کے رہنے والوں نے تیرہ ہزار دینار جزیہ دے کر صلح کر لی تھی پھر عمرو بن العاص نے طرابلس پر چڑھائی کی تھی کئی مہینے تک محاصرہ کئے رہے۔ طرابلس کا شہر پناہ تین طرف سے پختہ بنا ہوا تھا، دریا کی جانب شہر پناہ کی دیوار نہ تھی اثناء جنگ میں مسلمانوں نے یہ امر معلوم کر کے ایک روز حملہ کر دیا اور بزور تیغ شہر میں داخل ہو گئے رومیوں کو سوائے کشتیوں کے کہیں پناہ نہ ملی جتنے رومی شہر میں تھے ان میں سے معدودے چند جاں بر ہوئے۔ عساکر اسلامیہ نے جی کھول کر لوٹا رومی کشتیوں پر سوار ہو کر شہر صبرہ چلے گئے۔ مسلمانوں نے صبح ہوتے صبرہ پر دھاوا کر دیا اور اس کو بھی بزور تیغ فتح کر کے طرابلس کی فتح کی تکمیل کر لی۔

زناتہ و مغلیہ قبائل کی اطاعت

برقہ میں زناتہ یعنی بربر رہتے تھے بیان کیا جاتا ہے کہ بربر اپنے بادشاہ جالوت کے قتل کے بعد مغرب کی طرف چلے گئے تھے اور لوبیہ و مراقیہ میں پہنچ کر منتشر ہو گئے تھے پس زناتہ و مغلیہ (بربر کے دونوں قبیلے)، ملک مغرب بلاد جبال میں اور لواتہ، برقہ میں سکونت پذیر ہوئے تھے یہ مقامات زمانہ قدیم میں اطابلس کے نام سے مشہور تھے پھر بربر قیام مغرب کے بعد اطراف و جوانب میں منتشر ہو کر سوس تک پہنچ گئے اور ہوازہ شہر لبدہ میں

اور فنفوسہ شہر صبرہ میں جا کر مقیم ہوئے، رومی وہاں سے جلا وطن ہو کر نکل گئے ایک زمانہ تک یہ خود مختار رہے پھر رومیوں کے ماتحت ہو کر خراج ادا کرتے رہے۔ یہاں تک کہ عمرو بن العاص نے ان پر چڑھائی کی۔ اہل مغرب نے تیرہ ہزار جزیہ دے کر صلح کر لی۔

حضرت عثمانؓ کی صحابۂ کبار سے مشاورت

۲۵ھ میں عثمان ذوالنورین نے عبداللہ بن ابی سرح کو فتح افریقہ پر اس شرط سے مامور کیا "اگر اللہ تعالیٰ کامیابی و فتح یابی عنایت فرمائے گا تو مال غنیمت کے خمس کا خمس (یعنی پانچویں حصہ کا پانچواں حصہ) حسن خدمت کے صلہ میں دیا جائے گا" لشکر کے ایک حصہ کا عقبہ بن نافع بن عبدالقیس کو دوسرے حصہ کا عبداللہ بن نافع بن حرث کو سردار مقرر کیا۔ دس ہزار کی جمعیت سے سرداران عساکر اسلامی نے افریقہ کا رخ کیا سرحد افریقہ پر پہنچ کر لڑائی کا نیزہ گاڑ دیا۔ باشندگان سرحد نے جزیہ دے کر صلح کر لی اس کے بعد عبداللہ بن ابی سرح نے افریقہ کے اندرونی حصہ میں داخل ہونے کی دربار خلافت سے اجازت طلب کی۔ عثمان ذوالنورینؓ نے ارباب حل و عقد اور سربرآوردہ صحابہ سے مشورہ طلب کر کے مدینہ منورہ سے ایک لشکر روانہ کیا جس میں عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، عمرو بن العاص، ابن جعفر، حسن حسین اور ابن الزبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) تھے۔

جرجیر کو دعوت اسلام

۲۶ھ میں یہ حضرات عبداللہ بن ابی سرح کے ساتھ افریقہ پہنچے، برقہ میں عقبہ بن نافع مع عساکر اسلامی آملے، اور بالاتفاق طرابلس کی طرف بڑھے رومیوں نے طرابلس سے نکل کر مقابلہ کیا۔ میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا رومی طرابلس چھوڑ کر بھاگ گئے، عساکر اسلامی نے قبضہ کر کے افریقہ کا رخ کیا اور متعدد فوجیں افریقہ کے شہروں کے سر کرنے کو روانہ کیں۔ افریقہ کا بادشاہ جرجیر نامی طرابلس اور طنجہ کے درمیانی شہروں پر حکمرانی کر رہا تھا، ہرقل کا ماتحت اور خراج گزار سمجھا جاتا تھا۔ پس جب اس کو یہ خبر پہنچی تو اس نے ایک لاکھ بیس ہزار فوج جمع کر کے شہر سبیطلہ (جو افریقہ کا دارالسلطنت تھا) سے ایک شبانہ روز کی مسافت پر پہنچ کر مورچہ قائم کیا عبداللہ بن ابی سرح نے جرجیر کو اسلام کی دعوت دی، جرجیر نے انکار کیا۔ جزیہ دینے کو کہا اس کو بھی منظور نہ کیا۔ مسلمانوں نے صف آرائی کی اور نہایت تیزی سے لڑائی شروع کر دی۔

فریقین کی جانب سے انعامات کا اعلان

اس اثناء میں ایک مدت گزر گئی بُعد مسافت کی وجہ سے کوئی خبر نہ معلوم ہوئی، عثمان ذوالنورین نے گھبرا کر عبدالرحمٰن بن الزبیر کو ایک دستہ فوج کے ساتھ بطور کمک کے روانہ کیا، عساکر اسلامی نے ان کے پہنچنے

سے فرطِ مسرت سے تکبیر کے نعرے بلند کئے جرجیر نے تکبیر کی آواز سن کر سبب دریافت کیا، معلوم ہوا کہ ایک تازہ دم فوج مسلمانوں کی مدد کو مدینہ منورہ سے آئی ہے جرجیر اس سے فکر مند ہو گیا۔ اگلے دن عبدالرحمٰن بن زبیر میدان جنگ میں گئے عبداللہ بن ابی سرح کو نہ پایا دریافت کیا، تو معلوم ہوا کہ جرجیر نے منادی کرادی ہے کہ جو شخص ابن ابی سرح کا سر کاٹ لائے گا اس کو اس صلہ میں ایک لاکھ دینار میں دوں گا اور اُس سے اپنی بیٹی کا عقد کر دوں گا۔" اس وجہ سے ابن ابی سرح میدان جنگ میں نہیں آتے۔ ابن زبیر نے یہ سن کر عبداللہ بن ابی سرح سے کہا "تم بھی اپنے لشکر میں منادی کرا دو "جو شخص جرجیر کا سر لائے گا میں اس کو مال غنیمت سے ایک لاکھ دینار دوں گا اور جرجیر کی لڑکی سے اُس کا نکاح کر دوں گا اور اُس کے ملک کا حاکم بنا دوں گا" جرجیر یہ خبر سن کر بے حد گھبرایا۔ لیکن چارۂ کار کچھ نہ تھا۔

سبیطلہ کی فتح

عبداللہ بن زبیر نے ابن ابی سرح کو یہ رائے دی کہ کار آزمودہ مسلمانوں میں سے ایک گروہ کو خیموں میں رہنے دو اور باقی فوج کو لے کر مقابلے پر جاؤ رومیوں سے جی کھول کر لڑو یہاں تک کہ رومی تھک کر اپنے کیمپ کی طرف واپس ہوں اور اسلامی فوجیں بھی اپنی فرودگاہ کی جانب لوٹیں اُس وقت وہ کار آزمودہ فوجیں جو خیموں میں ہیں شمشیر بکف ہو کر رومیوں پر ٹوٹ پڑیں۔ شاید اللہ جل شانہ رومیوں پر فتح عنایت فرمائے۔ ورنہ اس صورت سے جیسا کہ تم لڑتے ہو لڑائی ختم ہوتی نظر نہیں آتی" اکابر صحابہ نے اس رائے کو پسند فرمایا اور اگلے دن ایسا ہی انتظام کیا۔ صبح سے زوال تک ایک گروہ لڑتا رہا۔ فریقین تھک کر ایک دوسرے سے علیحدہ ہوئے ابن زبیر نے جو اسی وقت و موقع کے منتظر تھے اُس دستہ فوج کو لے کر جو پہلے سے خیموں میں ٹھہرا دیا گیا تھا۔ حملہ کر دیا۔ رومیوں نے بھاگ کر اپنے خیموں میں پناہ لی۔ لیکن خیموں نے بھی ان کو پناہ نہ دی مسلمانوں نے قتل و قید کرنا شروع کر دیا، ابن زبیر نے بڑھ کر جرجیر کو تلوار کا ایک ایسا جچا تلا ہاتھ مارا کہ وہ ڈھیر ہو گیا۔ لڑائی ختم ہونے پر جرجیر کی لڑکی گرفتار ہو گئی۔ ابن زبیر نے حسب اعلان اس کو لے لیا۔ کامیابی کے بعد عبداللہ ابن ابی سرح نے شہر سبیطلہ کا محاصرہ کیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد فتح ہو گیا۔ بے حد و بے شمار مال غنیمت ہاتھ آیا سواروں کو تین تین ہزار اور پیادوں کو ہزار ہزار ملے۔

مال غنیمت

عساکر اسلامی نے فتح کرتے ہوئے قفصہ کی سرحد تک پہنچ کر قلعہ اجم کا محاصرہ کیا جس کو اہل افریقہ نے فوج و آلات حرب سے مستحکم کر رکھا تھا اور اس کو امان کے ساتھ فتح کیا۔ بعدہٗ اہل افریقہ نے دس لاکھ پانچ سو دینار جزیہ دے کر مصالحت کر لی۔ ابن زبیر فتح کی بشارت

اور خمس لے کر مدینہ منورہ آئے جس کو مروان بن الحکم نے پانچ لاکھ کو خرید لیا۔ بعض کہتے ہیں کہ افریقہ کا خمس اس کو دیا گیا لیکن یہ صحیح نہیں ہے بلکہ ابن ابی سرح کو افریقہ کی پہلی لڑائی کا خمس الخمس دیا گیا تھا۔

ثمونیہ کا تاراج

ایک برس تین مہینے کے بعد عبداللہ بن ابی سرح' افریقہ سے مصر واپس آئے ہرقل نے یہ سن کر کہ اہل افریقہ نے وہ خراج جو اس کو دیتے تھے مسلمانوں کو دے کر صلح کر لی' ایک بطریق خراج مقررہ وصول کرنے کے لئے افریقہ روانہ کیا۔ بطریق نے قرطاجنہ میں پہنچ کر اہل افریقہ سے خراج موعودہ طلب کیا اہل افریقہ نے انکار کیا اور یہ عذر کیا کہ "تم نے ہماری اُس وقت کچھ مدد نہیں کی جس وقت ہم پر اسلامی لشکر آپڑا تھا لہٰذا ہم خراج نہ دیں گے" بطریق نے ان کے عذر کو قبول نہ کیا باہم لڑائی ہوئی بالآخر بطریق نے ان کو شکست دی۔ اہل افریقہ نے جریر کے بعد جس شخص کو اپنا بادشاہ بنایا تھا وہ بھاگ کر شام چلا آیا اور یہ وہ زمانہ تھا کہ علی ابن ابی طالب کے بعد لوگوں نے حضرت معاویہ امیر شام کی بیعت کر لی تھی۔ پس انھوں نے ایک لشکر بسرداری معاویہ بن خدیج سکونی افریقہ روانہ کیا۔ اسلامی لشکر اسکندریہ پہنچ گیا تھا کہ رومی بادشاہ کا انتقال ہو گیا۔ معاویہ بن خدیج منزل بمنزل کوچ کرتے ہوئے افریقہ میں داخل ہوئے اور ثمونیہ میں پڑاؤ ڈالا' بطریق نے تیس ہزار فوج کو مقابلے پر بھیجا۔ معاویہ نے شکست دے کر قلعہ جلولاء کا محاصرہ کر لیا' چاروں طرف سے منجنیقیں نصب کر کے سنگ باری کرنے لگے۔ یہاں تک کہ ایک طرف کی فصیل گر پڑی اسلامی لشکر نے اللہ اکبر کے نعرے بلند کئے' اور شمشیر بکف قلعہ میں گھس پڑا جس قدر مال و اسباب تھا لوٹ لیا اور قرب وجوار کے قلعہ جات کو متعدد سرایا بھیج کر فتح کر لیا جب کل افریقہ نے اطاعت قبول کر لی تو یہ لشکر مصر واپس ہوا۔

قسطنطین کا اسکندریہ پر حملہ و پسپائی

جس وقت ابن ابی سرح' افریقہ سے جو کچھ حاصل کرنا تھا حاصل کر کے مصر واپس آئے قسطنطین بن ہرقل چھ سو کشتیاں لے کر اسکندریہ پر چڑھ آیا چنانچہ ایک طرف سے اسلامی فوجیں براہ دریا ابن ابی سرح کے ساتھ اور دوسری طرف سے معاویہ بن ابی سفیان' شامی لشکر کو لے کر مقابلے پر آئے اُنھوں نے رات جوں توں امید وبیم میں گزاری۔ صبح ہوتے ہی عساکر اسلامی نے صف آرائی کی' قسطنطین نے فوج کو کشتیوں سے خشکی پر اُتار کر حملے کی غرض سے آگے بڑھایا صبح سے ظہر تک لڑائی ہوتی رہی بالآخر قسطنطین زخمی ہو کر معدودے چند دمیوں کو لے کر شکست خوردہ صقلیہ چلا گیا اور ان لوگوں کو اپنی حالت سے آگاہ کیا اہل صقلیہ نے اس کی شکست سے برہم ہو کر اس کو حمام میں قتل کر ڈالا۔ یہ لڑائی ۳۱ھ اور بعض کہتے ہیں کہ ۳۳ھ میں ہوئی تھی۔

واللہ اعلم۔

امیر معاویہ کی شام کی امارت پر تقرری

ابو عبیدہؓ نے حالت احتضار میں اپنے صوبجات مفوضہ پر عیاض بن غنم کو اپنا نائب مقرر کیا تھا یہ ان کے چچا زاد اور خالہ زاد بھائی ہوتے تھے۔ بعض نے لکھا ہے کہ ابو عبیدہ نے معاذ بن جبل کو اپنا خلیفہ مقرر کیا تھا۔ بہرکیف انتقال کے بعد ابو عبیدہ عیاض بن غنم نے سعد بن حذیج جمحی کو اپنا جانشین کیا جب یہ انتقال کر گئے تو امیر المومنین فاروق اعظم نے عمیر بن سعید انصاری کو اور بعد وفات یزید بن ابی سفیان دمشق پر معاویہ بن ابی سفیان کو مامور کیا۔ پس معاویہ دمشق اور اردن کے حاکم رہے۔ یہاں تک کہ فاروق اعظمؓ شہید ہوگئے اور یہ انتظام ایسا ہی رہا اور عمیر حمص و قنسرین کے گورنر رہے، پھر زمانہ خلافت عثمان بن عفان میں عمیر نے استعفا داخل کیا تو حمص اور قنسرین بھی معاویہ کے دائرہ حکومت میں شامل کر دیا گیا اور بعد وفات عبدالرحمن بن ابی علقمہ عثمان ذوالنورین نے فلسطین کو بھی معاویہ کے سپرد کر دیا۔ پس رفتہ رفتہ خلافت عثمان بن عفان کے دوسرے برس تک معاویہ کل اضلاع شام کے حاکم ہوگئے۔

قبرص کی فتح

معاویہ نے عہد خلافت فاروقی میں حمص سے قنسرین پر فوج کشی کی اجازت طلب کی تھی لکھا تھا کہ حمص سے قنسرین اس قدر قریب ہے کہ اہل حمص، قبرص کے کتوں کا بھونکنا اور مرغوں کا بولنا سنتے ہیں، فاروق اعظم نے عمرو بن العاص سے قبرص کی کیفیت اور سفر دریا کی حالت دریافت فرمائی۔ عمرو بن العاص نے لکھا۔ "انی رایت خلقاً کبیراً یرکبہ خلق صغیر لیس الا السماء والماء ان رکدت قلق القلوب وان تحرک ازاغ العقول یزاد فیہ الیقین قلۃ والشک کثیرۃ وراکبہ دود علی عود ان مال غرق وان نجا برق (ترجمہ میں نے دیکھا ہے کہ معدودے چند آدمی ایک گروہ کثیر کو سوار کر کے لے جاتے ہیں سوائے آسمان اور پانی کے کوئی چیز نہیں دکھائی دیتی۔ اگر دریا روانی سے ٹھہر گیا تو پریشانی بڑھ گئی اور موج زن ہوگیا تو اوسان جاتے رہے۔ کامیابی کی امید کم، خطرے کا اندیشہ زیادہ اس کا سفر کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ کیڑا ایک لکڑی پر بیٹھا ہو، لکڑی ذرا جھکی، کیڑا ڈوب گیا اور اگر صحیح و سلامت بچ گئی تو چمک اٹھا) فاروق اعظمؓ نے اس مضمون سے مطلع ہو کر معاویہ کو لکھا۔ والذی بعث محمداً صلی اللہ علیہ وسلم بالحق لا احمل فیہ مسلماً ابداً وقد بلغنی ان بحر الشام یشرف علی اطول شئ من الارض فیستاذن اللہ کل یوم ولیلۃ فی ان یغرق الارض فکیف احمل الجنود علی ھذا الکافر وباللہ لمسلم واحد احب الی مما حوت الروم فایاک ان تعرض لی فی ذالک فقد علمت ما لقی العلاء منی (یعنی اس ذات کی قسم ہے جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سچائی کے ساتھ بھیجا ہے۔ میں لشکر اسلام کو ہرگز سفر دریا کی اجازت نہ دوں گا۔ مجھ سے سنا ہے کہ دریائے شام زمین کے زیادہ حصہ کو دبائے ہوئے ہے ہر روز اللہ

تعالیٰ سے زمین کو ڈبو دینے کی اجازت طلب کرتا ہے۔ ایسی حالت میں لشکر اسلام کو میں اس کافر کے سفر کی کس طرح اجازت دوں، واللہ ایک مسلم سارے ملک روم سے مجھے زیادہ محبوب ہے خبردار ایسی جرأت نہ کرنا تم کو معلوم ہے جو میں نے علاء کے ساتھ کیا تھا) اس بناء پر قبرص کا جہاد ملتوی ہو گیا۔

اہل قبرص سے مشروط مصالحت

فاروق اعظمؓ شہید ہو گئے اور عثمان ذوالنورینؓ مسند خلافت پر متمکن ہوئے تب پھر معاویہ نے براہ دریا جہاد کرنے کی اجازت چاہی عثمان ذوالنورین نے اجازت دی لیکن اس شرط سے کہ جس کا جی چاہے وہ اس جہاد میں شریک ہو، کوئی شخص مجبور نہ کیا جائے چنانچہ صحابہ (رضی اللہ عنہم) میں سے ایک گروہ جانے پر راضی ہوا از انجملہ ابوذرؓ، ابوالدرداء، شداد بن اوس، عبادۃ بن الصامت اور ان کی بیوی ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہم تھے عبداللہ بن قیس (حلیف بنو فزارہ) ان مجاہدوں کے سردار مقرر کئے گئے چنانچہ لشکر اسلام ملک شام سے اللہ کا نام لے کر قبرص کی طرف روانہ ہوا۔ مصر سے عبداللہ بن ابی سرح بھی ان لوگوں سے آملے۔ اہل قبرص نے سات ہزار دینار سالانہ خراج پر مصالحت کر لی لیکن اس کی اجازت لے لی کہ اہل قبرص اسی قدر رومی بادشاہ کو بھی دیا کریں گے، مسلمان اس سے معترض نہ ہوں اور مسلمان ان کے سوا جس کا قصد کریں گے اہل قبرص مانع نہ ہوں گے اور نیز اہل قبرص۔ دشمنان اسلام (رومیوں) کی جاسوسی کریں گے اور مسلمانوں کو اپنے ملک سے دشمنان اسلام کی طرف جانے کا راستہ دیدیں گے۔ یہ فوج کشی ۲۸ھ اور بعض کہتے ہیں ۲۹ھ اور بروایت بعض ۳۳ھ میں ہوئی تھی۔ ام حرام کا انتقال اسی واقعہ میں ہوا جس وقت دریا سے خشکی پر ام حرام اتریں گھوڑا بدک کر بھاگا، گر پڑیں، گردن ٹوٹ گئی، رسول اللہ صلعم نے اس کی پیشین گوئی کی تھی۔

مرقا کا معرکہ

فتح قبرص کے بعد عبداللہ بن قیسؓ نے براہ دریا پچاس لڑائیاں لڑیں جس میں ایک مسلمان بھی شہید نہ ہوا ایک روز ساحل مرقا (سرزمین روم) پر اتر پڑے۔ کفار ٹوٹ پڑے، شہید کر ڈالا، ملاح بھاگ کر اسلامی لشکر میں آیا، سفیان بن عوف ازدی نے جس کو عبداللہ بن قیس نے امیر البحر مقرر کیا تھا اہل مرقا پر فوج کشی کی لڑائی ہوئی ہزاروں سے زیادہ اہل مرقا اور ایک گروہ مسلمانوں کا بھی اس لڑائی میں کام آیا اسی لڑائی میں عوف خود بھی شہید ہو گئے۔

حضرت ابو موسیٰؓ کی معزولی

مسند خلافت پر متمکن ہوئے امیر المومنین عثمان کو تین برس ہو چکے تھے کہ اہل آمد اور کردوں نے بغاوت کا جھنڈا بلند کیا ابو موسیٰ یہ خبر پا کر بصرہ سے اس بغاوت کو فرو کرنے کی غرض سے نکلے اپنے اسباب کو چالیس خچروں پر بار کر کے قصر سے نکالا حالانکہ اہل لشکر کو پیادہ پا جہاد کرنے پر آمادہ کیا تھا اور عساکر اسلامی نے اس کو بطیب خاطر منظور کیا تھا لشکریوں نے

خچروں کو دیکھکر اعتراض کیا۔ ابوموسیٰ نے ترش روئی سے جواب دیا۔ معترضین سیدھے امیرالمومنین عثمانؓ کے پاس گئے۔ ابوموسیٰ کی شکایت کی (شکایت کرنے والوں اور مخالفوں کا سردار غیلان بن خرشہ تھا) چنانچہ امیرالمومنین نے تحقیق حال کے بعد ابوموسیٰ کو معزول کر کے عبداللہ بن عامر بن کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس کو حکومت بصرہ پر مامور کیا۔

عمال کی تقرری عبداللہ بن عامر، امیرالمومنین عثمان کا ماموں زاد بھائی تھا اس وقت اس کی عمر تقریباً پچیس برس کی ہوگی۔ اس کو ابوموسیٰ کے لشکر کی اور عثمان بن العاص ثقفی والی عمان و بحرین کے لشکر کی سرداری دی گئی اور انتظاماً عبیداللہ بن معمر کو خراسان سے فارس کی گورنری پر تبدیل کیا اور خراسان کی حکومت پر عمیر بن عثمان بن سعد کو متعین کیا۔ چنانچہ عمیر نے نہایت تیزی اور سختی سے فرغانہ تک دبا لیا۔ کسی شہر و قریہ کو بغیر اصلاح کے باقی نہ چھوڑا۔ بعدازاں اوائل ۳ھ خلافت میں امیر بن احمر یشکری خراسان کی گورنری پر عبدالرحمٰن بن عبس کرمان کی حکومت پر مامور ہوا۔ آخر ۳ھ خلافت میں سجستان کی گورنری عمران بن الفضیل برجمی کو اور کرمان کی حکومت عاصم بن عمرو کو دی گئی۔

فارس پر قبضہ اہل فارس ان تبدیلیوں کو اپنی بہتری کا ذریعہ سمجھ کر باہم سازش کر کے بغاوت پر آمادہ ہو گئے، لشکر کو مرتب و آراستہ کر کے مقابلہ پر آئے، عبیداللہ بن معمر نے اصطخر کے دروازے پر صف آرائی کی۔ اتفاق یہ کہ عبیداللہ بن معمر شہید ہو گئے اور ان کا لشکر میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔ عبداللہ بن عامر یہ خبر پاکر لشکر بصرہ کو لے کر اہل فارس کی سرکوبی کو بڑھے۔ ان کے مقدمۃ الجیش پر عثمان بن العاص میمنہ اور میسرہ پر ابوبرزۃ الاسلمی اور معقل بن یسار، سواروں پر عمران بن حصین تھے۔ اصطخر میں مقابلہ کی نوبت آئی۔ ایک بہت بڑی خوں ریز و خوف ناک لڑائی کے بعد اہل فارس شکست کھا کر بھاگے، ہزاروں ایرانی مارے گئے۔ مسلمانوں نے اصطخر کو فتح کر کے دارابجرد کا رخ کیا اور وہاں سے کامیاب ہو کر شہر جور (یعنی اردشیر) کی طرف بڑھے جس کا ہرم بن حیان محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ عبداللہ بن عامر کے آتے ہی جور[1] فتح ہو گیا۔ لیکن اہل اصطخر

---

[1] جور کا محاصرہ کئے ہوئے ایک مدت گزر چکی تھی لیکن فتح نہ ہوتا تھا اکثر ایسا بھی ہوتا کہ کچھ لوگ محاصرے پر رہ جاتے اور کچھ حصہ لشکر کا اصطخر کے اطراف میں بغاوت دور کرنے کو چلا جاتا اور بغاوت فرو کرنے کے بعد، جور لوٹ آتا۔ امیر لشکر ہرم بن حیان دن بھر روزہ رکھے دشمنوں سے لڑتے تھے اور شام کو افطار کر کے نماز میں مصروف ہو جاتے تھے ایک ہفتے تک روزے پر روزہ رکھکر لڑتے رہے۔ ہفتہ کے بعد جب ضعف زیادہ پیدا ہو گیا تو خادم سے کہا مجھکو کیا ہو گیا کہ میں پانی سے افطار کر کے روزے پر روزہ رکھتا ہوں اور تو کھانا نہیں دیتا۔ خادم نے کہا میرے امیر میں برابر آپ کے (باقی ص ۴۱۷ پر)

میں پھر بغاوت پھوٹ نکلی۔ عبداللہ بن عامر مجبور ہو کر اصطخر کی طرف لوٹے اور ایک طویل محاصرے کے بعد بزور تیغ اصطخر کو فتح کیا۔ ایران کے خاندانی امراء اور نامی گرامی سواران فارس کو قتل کر ڈالا کیونکہ ان لوگوں نے اس کو اپنا ملجا بنا رکھا تھا اور ایرانیوں کو اس درجہ پامال کیا کہ اس کے بعد ان کو ذلت کے سوا عزت حاصل نہ ہوئی۔

عمال کی تقرری

امیر المومنین عثمانؓ کو فتح کی بشارت لکھی۔ دارالخلافت مدینہ سے حکم صادر ہوا " بلاد فارس پر ہرم بن حیان یشکری، ہرم بن حیان عبدی، حریث بن راشد اور ان کے بھائی منجانب بن راشد (از بنی سامہ) اور ترجمان ہجیمی کو مامور کرو اضلاع خراسان میں احنف بن قیس، مرو حبیب بن قرہ یربوعی، بلخ پر خالد بن عبداللہ بن زبیر، ہرات پر امیر بن احمر یشکری، طوس پر قیس بن ہبیرہ سلمی نیشاپور پر متعین و مامور کیے جائیں پھر بعد چندے کل خراسان کا قیس بن ہبیرہ کو اور سجستان کا امیر بن احمر یشکری کو گورنر مقرر کیا اور قیس کے بعد عبدالرحمٰن بن سمرہ کو (یہ ابن عامر بن کریز کے عزیز تھے) مامور کیا چنانچہ تا شہادت عثمانؓ یہ اسی عہدے پر رہے کرمان کی گورنری پر عمران، فارس کی گورنری پر عمیر بن عثمان بن مسعود اور مکران کی حکومت پر ابن کریز قشیری مامور ہوئے۔ شہادت کے بعد امیر المومنین عثمان قیس بن ہبیرہ اور ان کے چچا عبداللہ بن حازم سے لڑائی چھڑ گئی جیسا کہ آئندہ ہم بیان کریں گے۔

خراسان و کرمان کی بغاوت

مہم فارس سے فارغ ہونے کے بعد لوگوں نے ابن عامر کو خراسان کی طرف بڑھنے کی رائے دی اس وجہ سے کہ اس اطراف میں بھی بغاوت پھوٹ نکلی تھی چنانچہ ابن عامر خراسان کی طرف گئے اور بعض کہتے ہیں بصرہ لوٹ آئے تھے، روانگی کے وقت فارس پر شریک بن الاعور حارثی کو اپنا نائب مقرر کیا تھا۔ انھوں نے مسجد بنوائی۔ الغرض بصرہ پہنچے تو احنف بن قیس، حبیب بن اوس نے خراسان پر فوج کشی کی رائے دی ابن عامر نے زیاد ابن عامر کو اپنا نائب بنایا اور ایک فوج جرار لے کر کرمان کی طرف روانہ ہوئے۔ کرمان والوں نے بھی بغاوت کی تھی ان کی سرکوبی کو مجاشع بن مسعود سلمی کو اور سجستان والوں کو زیر کرنے کو ربیع ابن زیاد حارثی کو

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۱۶) کہنے کے مطابق کھانا رکھ جاتا ہوں کبھی اس میں ناغہ نہیں کیا ہرم کو یہ سن کر سخت تعجب ہوا اگلے روز خادم کھانا رکھ کر علیحدہ چھپ کر جا بیٹھا دیکھتا کیا ہے کہ ایک کتا شہر کی طرف سے آیا اور کھانا اٹھا کر چلا۔ خادم پیچھے ہو لیا رفتہ رفتہ کتا ایک نابدان سے شہر میں گھس گیا۔ خادم نے لوٹ کر ہرم کو اس راستے سے آگاہ کیا۔ عساکر اسلامی اس کو غیبی امداد سمجھ کر عین جنگ کے وقت اسی نابدان سے شہر میں گھس پڑے اور بزور تیغ فتح کر لیا۔

روانہ کیا اور خود نیشاپور کا رخ کیا۔ ان کے مقدمۃ الجیش پر احنف بن قیس تھے انھوں نے طبسین کے دونوں قلعوں کو جو خراسان کے دروازے تھے۔ بہ صلح و امان فتح کرلیا۔ کوہستان پہنچ کر محاصرہ کر کے سنگ باری شروع کر دی اسی اثناء میں ابن عامر آ گئے چھ لاکھ درہم سالانہ خراج پر صلح ہوگئی بعض کہتے ہیں کہ کوہستان کے مہم کے سردار امیر بن احمر لشکری تھے۔

نیشاپور کی فتح اس کامیابی کے بعد ابن عامر نے صوبہ نیشاپور پر متعدد فوجیں بھیجیں چنانچہ رستاق رام ہرمز اور جیرفت وغیرہ کو بزور تیغ فتح کیا، اسود بن کلثوم (قبیلہ عدی رباب کے تھے) نے بیہق (صوبہ نیشاپور) پر حملہ کیا اتفاق سے شہر پناہ کی دیوار میں سوراخ ہوگیا اسود اسی راہ سے مع ایک گروہ کے شہر میں داخل ہوئے دشمنان اسلام سوراخ پر آ کر کھڑے ہو گئے خوب گھمسان کی لڑائی ہوئی، اسود شہید ہوتے لشکر اسلام کا علم ان کے بھائی ادہم بن کلثوم نے سنبھالا اور نہایت مردانگی سے لڑ کر بیہق کو فتح کر کے نیشاپور کا رخ کیا ایک مہینہ کامل محاصرہ کئے رہے۔ نیشاپور میں فارس کے چار مرزبان رہتے تھے۔ ان میں سے ایک نے شب کو دروازہ کھول دینے کا اس شرط پر اقرار کیا کہ اُس کو امان دی جائے ابن عامر نے یہ شرط منظور کرلی اسلامی فوجیں رات کے وقت شہر میں داخل ہوگئیں، مرزبان اکبر۔ گھبرا کر مع چند سپاہیوں کے قلعہ بند ہوگیا، عساکر اسلامی نے قلعے پر دھاوا کیا مرزبان اکبر نے مجبور ہو کر دس لاکھ درہم سالانہ پر صلح کرلی۔

ابن عامر اور احنف کی فتوحات کامیابی کے بعد ابن عامر نے نیشاپور پر قیس بن ہشیم سلمی کو مامور کیا، ایک لشکر نسا اور ابیورد اور دوسرا سرخس بھیجا۔ سرخس کے مرزبان نے دو چار لڑائیوں کے بعد سو آدمیوں کو امان دینے کی شرط پر شہر سپرد کرنے کا اقرار کیا، اتفاق یہ کہ شمار کے وقت اپنے کو شمار کرنا بھول گیا، سردار لشکر اسلام نے اُس کو قتل کر کے شہر پر قبضہ کرلیا، اس کے بعد طوس کا مرزبان آیا اور اُس نے چھ لاکھ درہم جزیہ دے کر مصالحت کرلی۔ ہرات کی طرف عبداللہ بن حازم گئے ہوئے تھے۔ وہاں کے مرزبان نے دس لاکھ سالانہ پر اور مرو کے مرزبان نے دو کروڑ دس لاکھ درہم پر صلح کرلی۔ پھر ابن عامر نے حاتم بن نعمان باہلی کے بعد احنف بن قیس کو طخارستان کی طرف روانہ کیا۔ اثناء راہ میں حاکم [illegible] نے تین کروڑ درہم پر صلح کی درخواست پیش کی، احنف نے یہ شرط لگائی۔ ہمارے زمانہ قیام تک دارا بجرد میں کوئی مسلمان جا کر اذان دیتا رہے اور صلوٰۃ ادا کرتا رہے۔ دارا بجرد کے حاکم نے اس کو منظور کرلیا۔ اس کے بعد احنف مرو الروذ پر پہنچے۔ اہل مرو الروذ مقابلے پر آئے، لڑائی ہوئی، احنف نے اُن کو شکست دے کر مرو الروذ کا محاصرہ کرلیا مرزبان مرو الروذ، والی یمن باذان کا عزیز تھا اس نے احنف سے توسل باذان صلح کی

* [illegible] ابن عامر نے نسا اور ابیورد [illegible] لشکر اسلام [illegible] جزیہ دے کر مصالحت کرلی، باقی [illegible] *

درخواست کی، چھ لاکھ سالانہ پر مصالحت کر لی گئی۔ اس کے بعد اہل جرجان، طالقان اور فاریاب نے جمع ہو کر احنف کا مقابلہ کیا۔ ایک سخت خوں ریز لڑائی کے بعد وہ لوگ پس پا ہو کر بھاگے احنف نے مروالروذ پر پہنچ کر اقرع بن حابس کو ان لوگوں کے تعاقب میں روانہ کیا۔ وہ لوگ میدان جنگ سے بھاگ کر جرجان میں جا چھپے تھے۔ اقرع نے جرجان کو بزور تیغ اور احنف نے طالقان اور فاریاب کو بہ صلح فتح کیا بعض کہتے ہیں کہ فاریاب کو اُمیر بن احمر نے فتح کیا ہے۔

بلخ پر فوج کشی اس کے بعد احنف نے بلخ پر فوج کشی کی یہ طخارستان کا ایک مشہور شہر ہے اہل بلخ نے چار لاکھ اور بعض کہتے ہیں کہ سات لاکھ پر مصالحت کر لی۔ احنف نے بلخ پر اسید بن المتشمس کو مقرر کیا اور خود خوارزم کی طرف بڑھے چونکہ اہل خوارزم نے دریائے جیحون کا پل توڑ ڈالا اور کشتیاں ہٹا دی تھیں اس وجہ سے احنف مجبور ہو کر بلخ واپس آئے، اُسید نے صلح و اقرار کے مطابق مال جمع کر رکھا تھا جس کی اطلاع بذریعہ خط ابن عامر کو دی گئی۔

کرمان پر قبضہ مجاشع بن مسعود اہل کرمان کی بغاوت فرو کرنے پر مامور ہوئے تھے انہوں نے اثنائے راہ میں ہمید کو لڑ کر فتح کیا اور ایک قصر بنایا جو ان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ پھر سیرجان پر پہنچے اور اُس کو بھی نہایت مردانگی سے لڑ کر فتح کیا وہاں کے اکثر رہنے والوں کو جلاوطن کر دیا اور جنہوں نے جزیہ دینا منظور کیا اُن کو امان دے کر رہنے دیا۔ اس کے بعد بزور تیغ جیرفت پر قبضہ حاصل کر کے اطراف و جوانب کرمان کو پامال کرتے ہوئے قفص پہنچے، یہاں پر ایرانیوں کا بہت بڑا مجمع تھا۔ ان میں سے اکثر وہ لوگ تھے جو اطراف و جوانب بلاد سے جلاوطن کر دیئے گئے تھے۔ عساکر اسلامی نے کمال دلیری سے حملہ کیا ایرانیوں نے جہاں تک ان کی قوت نے یاری دی حملے کو روکا بالآخر شکست اٹھا کر میدانِ جنگ سے بھاگے اکثر ایرانی کشتیوں پر سوار ہو کر کرمان اور سجستان چلے گئے، ہزاروں اثنائے دار و گیر میں مارے گئے، مسلمانوں نے اُن کے مکانات اور اراضیات پر قبضہ کر لیا۔

سجستان کی فتح ربیع بن زیاد حارثی کو ابن عامر نے سجستان کی لڑائی پر مامور کیا تھا جیسا کہ آپ اوپر پڑھ آئے ہو، پس انہوں نے نہایت تیزی سے قطع منازل کر کے قلعہ زالق پر پہنچ کر حملہ کیا اور اس کے دہقان کو گرفتار کر لیا اُس نے فدیہ دے کر اپنے کو چھڑایا اور اہل فارس کی طرح مصالحت کر لی۔ پھر ربیع دکر کوبہ کو فتح کرتے ہوئے زرنج کی طرف بڑھے، ایرانیوں نے مقابلہ کیا۔ ربیع نے پہلی ہی لڑائی میں اُن کو شکست دے کر ناشروذ، شرواذ کو فتح کر کے زرنج کو گھیر لیا، اہل زرنج نے بہت بڑے اہتمام سے مقابلہ کیا۔ بالآخر مسلمانوں نے ان کو بھی شکست دے کر پیچھے ہٹایا۔ مرزبان زرنج نے صلح کی درخواست کی

اور صلح کی گفتگو کرنے کے لئے اپنی امان حاصل کر کے حاضر ہوا ربیع نے مقتولین میں سے ایک لاش پر بیٹھکر دوسری لاش پر تکیہ لگایا اور اسی طرح ان کے اور ساتھیوں نے بھی کیا مرزبان ندبخ یہ رنگ دیکھکر رعب میں آگیا، ایک ہزار جام طلائی جن کو ایک ہزار لونڈیاں لئے ہوئے تھیں پیش کر کے مصالحت کرلی، اسلامی لشکر اگلے دن وادی سنا رود کی طرف روانہ ہوا اثناء راہ میں وہ قریہ ملا جہاں رستم پہلوان اپنا گھوڑا باندھتا تھا۔ اہل قریہ نے تعرض کیا، لڑائی ہوئی، اللہ جل شانہ نے مسلمانوں کو فتح عنایت فرمائی۔ پھر ربیع لوٹکر زرنج میں آئے اور ایک برس کے قیام کے بعد ایک شخص کو اپنا نائب مقرر کر کے ابن عامر کے پاس چلے گئے جس کو اہل زرنج نے نکال دیا اور خراج مقررہ نہ دیا تھا۔ ربیع ڈیڑھ برس تک عامل رہے اس اثناء میں چالیس ہزار مشرکوں کو قید کیا، حسن بصری ان کے کاتب تھے۔

زرنج اور جبل زور کی تسخیر

اس کے بعد ابن عامر نے بحستان پر عبدالرحمٰن بن سمرہ کو مقرر کر کے روانہ کیا اہل زرنج نے طویل محاصرے کے بعد مجبور ہو کر دس لاکھ درہم اور دو لاکھ لونڈیاں دے کر مصالحت کرلی، عبدالرحمٰن نے آہستہ آہستہ زرنج اور کش (سرحد ہند) کے درمیانی شہروں اور کش سے داوین اطراف رخج تک پر کہیں بزور تیغ اور کہیں بہ صلح و امان قبضہ کرلیا خاص شہر وادین میں پہنچ کر جبل زور میں کفار کا محاصرہ کیا کفار نے تنگ ہو کر صلح کی درخواست کی عبدالرحمٰن نے مصالحت کرلی، زور کے بت خانہ میں داخل ہوئے زور ایک بت کا نام تھا جس کا جسم سونے کا اور آنکھیں یاقوت کی تھیں، عبدالرحمٰن نے آنکھیں نکال لیں اور ہاتھ کاٹ کر مرزبان سے مخاطب ہو کر بولے "مجھ کو اس سونے چاندی اور جواہرات سے کوئی غرض نہیں ہے یہ تو لے لے میں نے یہ فعل محض اس لئے کیا ہے کہ تجھ پر یہ امر ظاہر ہو جائے کہ یہ نہ نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ نفع"

کابل و زابلستان کی فتح

اس مہم سے فارغ ہو کر عبدالرحمٰن نے بلاد غزنی پر چڑھائی کی، کابل[1] و زابلستان بہ صلح و امان فتح ہو گئے پھر زرنج واپس آئے اور وہیں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ

---

[1] جنگ کابل میں اسلامی لشکر کے افسر اعلیٰ عبدالرحمٰن بن سمرہ تھے، مقدمۃ الجیش عباد بن الحصین کی ماتحتی میں تھا۔ مدتوں محاصرہ کئے ہوئے منجنیقوں سے سنگ باری کرتے رہے لیکن کابل کسی طرح فتح نہ ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ کثرت سنگ باری سے ایک بہت بڑا راستہ ہو گیا۔ عباد بن الحصین رات بھر لڑتے رہے دشمنان اسلام اس راستہ کو نہ بند کر سکے صبح کے وقت اہل شہر ہاتھیوں کا جھنڈ لئے ہوئے بقصد مقابلہ نکلے، عبداللہ بن حازم سلمی نے مردانہ وار بڑھ کر ہاتھی پر حملہ کیا، ہاتھی نے ان کو اپنی سونڈ میں لے لیا عبداللہ بن حازم نے ایسی تلوار چلائی کہ سونڈ بدن سے علیحدہ ہو کر جا گری۔ فیل سواروں نے نیزہ چلایا عبداللہ بن حازم نے وار خالی دیا سوار نیچے آ رہے۔ عبداللہ بن حازم نے تکبیر کا نعرہ بلند کیا جس کو عساکر اسلامی نے سن کر دہرا دیا۔ فریق مخالف میں بل چل پڑ گئی بدحواسی کے عالم میں ایسے بھاگے کہ راستہ نہ بند کر سکے۔ لشکر اسلامی داخل ہو گیا ۱۲

امیر المومنین عثمان کی خلافت میں تزلزل پیدا ہوا، انہیں دنوں عبدالرحمٰن نے زرنج پر عُمیر بن احمر کو اپنا نائب بنا کر مدینہ منورہ چلے آئے، عبدالرحمٰن کے واپس ہوتے ہی اہل زرنج نے عہد شکنی کی اور عُمیر بن احمر کو شہر سے نکال دیا۔

ابن عامر کی حج کے لیے روانگی چونکہ ابن عامر کے ہاتھوں فارس، خراسان، کرمان اور سجستان وغیرہ کی فتح کی تکمیل ہوئی تھی۔ اس وجہ سے لوگوں نے کہا "جس قدر فتوحات تمہارے زور بازو سے ظہور میں آئے۔ اس قدر اور کسی کو فتح نصیب نہیں ہوئی" ابن عامر نے جواب دیا بے شک! اللہ کا شکر ہے کہ اُس نے مجھ ایسے ناچیز بندے کے ہاتھ سے اس قدر شہروں کو فتح کیا میں اس شکریے میں اسی مقام سے عمرہ کا احرام باندھ کر روانہ ہوں گا۔ چنانچہ خراسان پر قیس بن الہثیم کو مامور کر کے نیشاپور سے احرام باندھ کر امیر المومنین عثمان کے پاس آئے اور حج کیا۔ قیس بن الہثیم، روانگی کے بعد ابن عامر کے طخارستان کی طرف گئے اور اس کے شہروں کو بلا کسی روک ٹوک کے اپنے قبضے میں کر لیا البتہ سنجا روالوں نے مقابلہ کیا، لڑائی ہوئی۔ قیس نے بزور تیغ اس کو بھی فتح کر لیا۔

ولید بن عقبہ کا مقدمہ امیر المومنین عثمانؓ نے اپنے ابتدائے زمانہ خلافت میں ولید بن عقبہ کو بنو تغلب اور جزیرے کی حکومت سے تبدیل کر کے کوفہ کی گورنری دی تھی اور اسی زمانہ میں ابو زبید شاعر بھی مع اپنے اعزا و اقارب بنو تغلب سے قطع تعلق کر کے ولید کے ساتھ کوفہ چلا آیا تھا، ابو زبید عیسائی مذہب کا پابند تھا انہیں کے ہاتھ پر اسلام لایا۔ انہیں کے ساتھ رہا۔ لیکن باوجود مسلمان ہونے کے شراب خواری کی عادت نہ گئی، بعض عوام الناس اس کی صحبت کی وجہ سے ولید پر بھی شراب خواری کا الزام لگاتے ہیں اسی اثنا میں قبیلہ ازد کے چند نوجوانوں نے خزاعہ کے ایک شخص کو رات کے وقت اس کے گھر میں عداوتاً قتل کر ڈالا۔ ابو شریح خزاعی نے موقع کی شہادت دی۔ ولید نے قاتلوں کو دار الامارت کے دروازے پر سزائے قتل دی، اس واقعہ سے براہ نفسانیت قاتلوں کے ورثاء ولید سے عداوت رکھنے لگے اور یہ لوگ بھی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۲۰) قتل و غارت کرتا ہوا شہر میں داخل ہو گیا ابو مخنف کہتے ہیں کہ ہاتھی کو مہلب نے مارا تھا حسن بصری کہتے ہیں کہ میرا خیال تھا کہ ایک شخص ہزار آدمی کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ لیکن میں نے دیکھا کہ عباد بن الحصین ایسے ہی ہیں الغرض عبدالرحمٰن کابل فتح کر کے خشک کی طرف بڑھے۔ اہل خشک نے ڈر کر صلح کا پیام دیا۔ عبدالرحمٰن نے مصالحت کر کے رخج کا رُخ کیا اور ایک خوں ریز لڑائی کے بعد رخج بھی فتح کر کے زابلستان کی طرف گئے اور اس کو بھی لڑ کر فتح کیا اس اثناء میں اہل کابل نے بد عہدی کی عبدالرحمٰن نے پہنچ کر ان کو پھر زیر کیا۔

ان لوگوں میں شریک ہو گئے جو ولید کو شراب خواری سے متہم کرتے تھے۔ ایک روز ولید کے مخالفین جمع ہو کر ابن مسعود کے پاس گئے اور اُن سے اس واقعہ کو بیان کیا ابن مسعود نے کہا۔ ہم اس شخص کی عیب جوئی نہیں کرتے جو ہم سے چھپ کر کوئی کام کرتا ہے" ولید کو اس گفتگو پر غصہ آ گیا۔ ابن مسعود بھی ولید کے اس بے جا غصے سے برہم ہو گئے۔

چند دنوں کے بعد انھیں لوگوں میں سے ایک شخص نے اس شاعر کو مار ڈالا جس کو ولید نے آئے تھے ابن مسعود سے استفتا کیا گیا ابن مسعود نے قاتل کے قتل کا فتویٰ دیا، ولید نے قاتل کو قید خانہ میں ڈال دیا چند دنوں کے بعد رہا کر دیا۔ اس واقعہ سے ولید کے مخالفوں کو موقع مل گیا۔ مدینہ منورہ میں امیر المومنین عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر ولید کی شکایت کی اور شراب خواری کا الزام لگایا، امیر المومنین عثمانؓ نے ولید کو جواب دہی کی غرض سے دربار خلافت میں طلب کیا۔ شکایت کرنے والوں سے دریافت کیا" تم نے ولید کو شراب پیتے ہوئے دیکھا ہے؟ جواب ملا نہیں! لیکن ہم نے اُس کو شراب کی قے کرتے ہوئے دیکھا ہے" امیر المومنین عثمان نے مقدمے میں ثبوت کافی پاکر سعید بن العاص کو درے لگانے کا حکم دیا۔ علی ابن ابی طالب موجود تھے فرمایا" چادر اُتار کر درے لگاؤ" بعض کہتے ہیں کہ علی ابن ابی طالبؓ نے اپنے لڑکے حسنؓ کو دُرّے لگانے کا حکم دیا تھا۔ لیکن جب انھوں نے عذر کیا تو عبداللہ بن جعفر نے درے لگائے جب چالیس دُرّے پر پہنچے تو علی ابن ابی طالب نے کہا بس اب نہ لگاؤ! رسول اللہ (صلعم) اور ابو بکرؓ نے چالیس چالیس درے مارنے کا حکم دیا تھا اور عمرؓ اسّی درے شراب خور کو مارتے تھے اور یہ سب سنت ہے۔ لیکن وہ مجھے زیادہ محبوب ہے۔

ولید بن عقبہ کی معزولی

اس واقعہ کے بعد امیر المومنین عثمان نے ولید کو، کوفہ کی گورنری سے معزول کر کے سعید بن العاص بن سعید بن العاص بن امیہ کو مامور کیا۔ سعید اول کافر تھا اور حالت کفر ہی میں مرا ابواحیحہ اس کی کنیت تھی۔ اس کا بیٹا خالد (سعید ثانی کا چچا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کاتب تھا۔ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صنعا کا والی مقرر کیا تھا۔ جنگ مرج الصفر میں شہید ہوا۔ سعید ثانی نے امیر المومنین عثمانؓ کی گود میں پرورش پائی جب شام فتح ہوا تو تعلیم کی غرض سے معاویہ کے ساتھ رہا۔

پھر امیر المومنین عثمان نے بلا کر عقد کر دیا ایک زمانہ تک آپ کی خدمت میں رہا۔ قریش کے نامی افراد سے تھا۔ ۳۰ھ میں امیر المومنین عثمانؓ نے کوفہ کی گورنری پر مامور کیا۔

عراق کی املاک کی فروختگی

سعید کوفہ کو آنے لگے تو اشتر، ابو خشہ الغفاری، جندب بن عبداللہ اور

صعب بن جثامہ بھی کوفے واپس آئے یہ لوگ ولید کے موافق شہادت دینے کو گئے تھے۔ لیکن بعد کو ان کے مخالف ہوگئے، الغرض سعید نے کوفہ پہنچ کر لوگوں کو جمع کیا، خطبہ دیا، ہر ایک کی حالت کو غور سے دیکھ کر امیر المومنین عثمانؓ کو اطلاعی رپورٹ بھیجی۔ "اہل کوفہ کا انتظام بالکل ناقابل اطمینان ہے، ان کا کارخانہ درہم وبرہم ہے، اہل شرف وسابقین اسلام مغلوب ہوگئے ہیں، اہل روادف وتابعہ کا دور دورہ ہے" امیر المومنین عثمانؓ نے جواباً لکھا۔ اہل شرف وسابقین اسلام کو ہر طرح فضیلت دی جائے ان کے بعد جو لوگ اسلام میں داخل ہوئے ہیں اُن کا رتبہ قائم کیا جائے اور ان کا حق دیا جائے۔" سعید نے اس خط کو ایک مجمع عام میں پڑھا اور لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ تم لوگوں کی جو رائے ہو ظاہر کرو" اہل کوفہ اس طرز پر راضی نہ ہوئے اور وہ مجلس یوں ہی ناتمام برخاست ہوگئی۔ سعید نے اس واقعہ سے امیر المومنین عثمان کو مطلع کیا۔

امیر المومنین عثمان نے صحابہ (رضی اللہ عنہم) سے مشورہ کیا، صحابہ نے کہا "اہل کوفہ سے ایسی باتوں کی امید نہ رکھیں۔ جس کی صلاحیت ان میں نہیں ہے اگر ایسا کریں گے تو فساد برپا ہوجائے گا" امیر المومنین عثمان نے کہا اہل مدینہ! میں دیکھتا ہوں کہ فتنہ تمہاری طرف چلا آرہا ہے میں مناسب یہ سمجھتا ہوں کہ میں تمہارا حق پورا پورا دوں اور تمہارے حقوق کو عراق سے تمہاری طرف منتقل کردوں" صحابہ نے کہا یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ امیر المومنین عثمان نے کہا تم لوگ اپنی املاک کو جو عراق میں ہے بعوض حجاز اور یمن کے، جس کے ہاتھ چاہو فروخت کر ڈالو" صحابہ نے اس رائے کی مطابق عراق کی جائدادیں فروخت کرکے خیبر، مکہ اور طائف میں جائدادیں خرید لیں۔ طلحہ، مروان، اشعث بن قیس، اور بہت سے قبائل کے لوگوں نے ایسا ہی کیا۔

طبرستان کی فتح

اسی سنہ ۳۰ھ میں سعید بن العاص نے طبرستان پر فوج کشی کی۔ اس سے پیشتر مسلمانوں میں سے کسی نے اس پر حملہ نہیں کیا تھا۔ اوپر آپ پڑھ آئے ہیں کہ اصبہبذ نے سوید بن مقرن سے زمانہ خلافت فاروق اعظم میں کچھ مال دے کر صلح کرلی تھی۔ لیکن اس بیان کے مطابق سب کے پہلے سعید بن العاص نے طبرستان کا رُخ کیا ان کے ہمراہ اصحاب رسول اللہ صلعم) کا ایک گروہ تھا۔ از انجملہ حسن، حسین، ابن عباس، ابن عمر، ابن عمروؓ، ابن زبیر، حذیفہ بن الیمان (رضی اللہ عنہم اجمعین) تھے۔

سنہ ۱۹ھ میں مرزبان طوس نے سعید بن العاص اور عبداللہ کو (جس زمانہ میں یہ بصرہ میں تھے)، لکھا تھا کہ تم میں سے جو قدرت وغلبہ رکھتا ہو خراسان پر آکر قبضہ کرلے" چنانچہ ابن عامر بصرہ سے اور سعید کوفہ سے روانہ ہوئے۔ لیکن ابن عامر، سعید کے پہلے نیشاپور پہنچ گئے۔ اس وجہ سے سعید نے طبرستان پر فوج کشی کی تو قومس پہنچے۔ اہل قومس سے حذیفہ نے فتح کے بعد نہاوند کے صلح کرلی تھی۔ سعید نے جرجان کا رخ کیا، مرزبان

جرجان نے دو لاکھ پر مصالحت کر لی تب سعید نے طمیسہ کی طرف فوج کو بڑھایا طمیسہ دریا کے کنارے سرحد جرجان پر طبرستان کا ایک شہر آباد تھا۔ اہل طمیسہ نے مقابلہ کیا۔ لڑائی کی نوبت آئی۔ سعید نے والی طمیسہ پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ زرہ کاٹ کر بغل کے نیچے ہو کر نکل گئی۔ لشکر مخالف میدان جنگ سے بھاگ کر قلعہ بند ہو گیا۔ سعید نے محاصرہ کر لیا اور منجنیقیں نصب کر کے سنگ باری کا حکم دیدیا یہاں تک کہ طویل محاصرے کے بعد اہل طمیسہ نے اس شرط سے امان طلب کی کہ ان میں سے ایک شخص نہ مارا جائے۔ سعید نے اس کو منظور کر لیا اہل طمیسہ نے شہر پناہ کا دروازہ کھول دیا۔ سعید نے شہر پہ قبضہ کر لیا۔ اور سوائے ایک شخص کے سب کو قتل کرادیا۔ طمیسہ سے فارغ ہو کر سعید نے نامنہ کو فتح کیا' نامنہ' شہر نہ تھا بلکہ صحرا تھا اور یہیں ان کے ساتھ محمد بن الحکم بن ابی عقیل (جد یوسف بن عمرو) کا انتقال ہوا۔

جرجان کی اطاعت

اہل جرجان کبھی ایک لاکھ کبھی دو لاکھ کبھی تین لاکھ خراج دیتے تھے اور اکثر اوقات خراج بند بھی کر دیتے تھے۔ بعد چندے خراج دینا بالکل موقوف کر کے خود سر و باغی ہو گئے اس وجہ سے خراسان کا راستہ تومس تک خطرناک ہو گیا قافلے فارس سے کرمان' اور کرمان سے خراسان کو جانے لگے جیسا کہ قبل فتح تومس تھا یہاں تک کہ قتیبہ بن مسلم' خراسان کے والی ہوئے اور انہوں نے یزید بن المہلب کو تومس کے سر کرنے کو روانہ کیا چنانچہ مرزبان تومس اور اہل جرجان نے حسب شرائط صلح سعید بن العاص پھر مصالحت کر لی اور انہوں نے بحیرہ و دہستان کو فتح کر لیا۔

قرآن مجید کی قرأت میں اختلاف

اسی ۳۰ھ میں حذیفہ' جنگ رے سے باب کی لڑائی پر عبدالرحمن بن ربیعہ کی کمک کو گئے' سعید بن العاص آذربائیجان میں حذیفہ کی آمد کے انتظار میں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ عبدالرحمن کی وفات کے بعد حذیفہ واپس آئے جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔ حذیفہ نے باب سے واپس ہو کر سعید بن العاص سے بیان کیا کہ میں نے اس سفر میں یہ عجیب ماجرا دیکھا ہے کہ ایک شہر والے دوسرے شہر والوں سے قرآن کی قرأت میں اختلاف کرتے ہیں۔ اہل حمص کہتے ہیں کہ ہم قرآن مجید کو بہ نسبت اور شہر والوں کے زیادہ صحیح و تجوید سے پڑھتے ہیں ہم نے قرآن کی تعلیم مقدادؓ سے حاصل کی ہے' اہل دمشق کا بھی اسی قسم کا دعویٰ ہے۔ اہل بصرہ کہتے ہیں کہ ہم نے قرآن کی تعلیم ابن مسعودؓ سے پائی ہے ہماری قرأت زیادہ صحیح ہے۔ میرے نزدیک قرآن مجید ایک قرأت و صورت پر جمع کر دیا جائے ورنہ اگر یہی حالت قایم رہی تو سخت اختلاف واقع ہو جائے گا' صحابہ اور تابعین نے جو اس وقت وہاں موجود تھے' حذیفہؓ کی اس رائے سے اتفاق کیا۔ لیکن ابن مسعود کے مقلدوں نے اختلاف کیا' نزاع بڑھی۔ ابن مسعود سختی سے پیش آئے' سعید نے درشتی سے جواب دیا سارا جلسہ درہم برہم ہو گیا۔

عہد صدیقی میں قرآن مجید کی کتابی صورت

حذیفہ اس مجلس سے نکل کر سیدھے مدینہ منورہ روانہ ہوئے امیر المومنین عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر کل واقعہ عرض کیا امیر المومنین عثمانؓ نے صحابہ سے مشورہ کیا۔ صحابہ (رضی اللہ عنہم) نے حذیفہ کی رائے پسند کی، امیر المومنین عثمانؓ نے ام المومنین حضرت حفصہؓ سے وہ قرآن منگوا بھیجا جو زمانہ خلافت ابوبکر صدیقؓ میں جمع اور مرتب کیا گیا تھا۔ زمانہ خلافت صدیقی میں جب کہ یمامہ کی لڑائی ہو رہی تھی۔ اس جنگ میں ایک دن میں کتنی حفاظ صحابہ شہید ہو گئے تھے اس وقت تک قرآن صرف صحابہ کے سینہ بے کینہ میں تھا، فاروق اعظمؓ نے صدیق اکبرؓ کو رائے دی کہ قرآن کا کتابی صورت میں جمع کرا لینا ضروری ہے۔ ایسا نہ ہو کہ حفاظ کے فنا ہونے سے قرآن مجید فنا ہو جائے، صدیق اکبرؓ نے اس رائے سے اختلاف کیا اور یہ فرمایا کہ "جس کام کو رسول اللہ (صلعم) نے نہیں کیا میں کیسے کروں" لیکن جب اس امر پہ غور کیا تو حضرت ابوبکر اپنی پہلی رائے سے رجوع کر کے فاروق اعظمؓ کی رائے سے متفق ہو گئے اور زید بن ثابت کو اس خدمت پر مامور کیا۔ چنانچہ زید بن ثابت نے کاغذ کے پرزوں، درختوں کے پتوں، چھالوں اور لوگوں کے سینوں سے قرآن کو جمع کر کے بصورت موجودہ کتابی صورت میں مرتب کیا۔

مصحف صدیقی کی اشاعت

اس زمانہ سے یہ مصحف کریم صدیق اکبرؓ کے پاس رہا پھر فاروق اعظمؓ کے قبضے میں آیا۔ جب آپ شہید ہو گئے تو ام المومنین حضرت حفصہؓ نے لے لیا جب ذوالنورینؓ کے عہد خلافت میں واقعہ مذکورہ پیش آیا تو جناب موصوف نے اس قرآن کو ام المومنین حفصہؓ سے منگوایا اور اس کی نقل پر زید بن ثابت، عبداللہ بن الزبیر، سعید بن العاص اور عبدالرحمٰن بن الحرث بن ہشام کو مامور کیا اور یہ ارشاد کیا کہ اگر تم کو کسی لفظ میں اختلاف ہو تو محاورہ قریش کے مطابق لکھنا۔ کیونکہ قرآن انہیں کی زبان میں نازل ہوا ہے پس ان لوگوں نے قرآن مجید کے متعدد نسخے لکھے، امیر المومنین عثمانؓ نے یہی نسخے تمام بلاد اسلامیہ میں بھیج دیئے اور یہ حکم دیا کہ اسی پر اعتماد اور بھروسہ کیا جائے۔ اس کے سوا اور جو نسخے تھے وہ جلا دیئے گئے۔ کوفے میں جب یہ قرآن پہنچا تو صحابہ رضی اللہ عنہم بے حد خوش ہوئے لیکن عبداللہ بن مسعود نے اس قرآن کو لینے سے انکار کیا اور اپنے مقلدوں کو اپنی ہی قرأت[1] پر قائم رکھا۔

یزدگرد کا فرار

ابن عامر نے بصرے سے نکل کر فارس کا قصد کیا اور اس کو فتح کر لیا۔ یزدگرد ۳۰ھ میں جور سے بھاگ کر اردشیر خیرہ پہنچا، ابن عامر نے اس کے تعاقب میں مجاشع بن مسعود کو اور بعض

---

[1] ایک مدت کے بعد جب علی بن ابی طالب خلیفہ ہوئے اور کوفہ تشریف لائے، لوگوں میں مصحف عثمان کا رواج دیا تو ایک شخص نے مجمع عام میں کھڑے ہو کر امیر المومنین عثمانؓ پر قرآن شریف کی بابت حرف گیری کی امیر علیہ السلام بہت برہم ہوئے اور ڈانٹ کر فرمایا چپ رہ۔ عثمانؓ نے یہ کام بہت اچھا کیا ہے اگر میں اس وقت امیر ہوتا تو میں بھی عثمان کی [illegible]۔

کہتے ہیں ہرم بن حبان یشکری یا عبسی کو روانہ کیا۔ وہ کرمان تک تعاقب کرتے چلے گئے۔ یزدگرد گھبرا کر کرمان سے خراسان چلا گیا۔ اثناء راہ میں سیرجان سے چھ سات کوس کے فاصلہ پر برف باری ہوتی مجاشع کے کل ہمراہی مر گئے۔ صرف مجاشع بچ کر لشکر اسلام میں آئے۔ یزدگرد نے جب اسلامی فتوحات کے سیلاب کو رُکتے ہوئے نہ دیکھا تو خراسان سے مرو آیا اس کے ہمراہ خرزاد (رستم کا بھائی) بھی تھا۔ لیکن ماہویہ مرزبان مرو کے مشورے سے خرزاد عراق کی طرف لوٹ آیا۔

یزدگرد کا قتل

بعد اس کے یزدگرد نے ترکستان کا ارادہ کیا ماہویہ نے کہا کہ مال و اسباب یہیں چھوڑ جایئے یزدگرد نے اس پر توجہ نہ کی تب ماہویہ نے بخوف غازیان اسلام ترکوں سے سازش کر لی اور ان کو خفیہ طور سے مرو میں بلا لیا رات کو جب سب سو گئے تو ترکوں نے اٹھ کر یزدگرد کے ہمراہیوں کو ختم کر دیا۔ یزدگرد پیادہ پا دریائے مرغاب کی طرف بھاگا۔ شام کے وقت ایک گاؤں میں پہنچ کر ایک چکی چلانے والے کے گھر میں چھپ رہا۔ دن بھر کا تھکا ماندہ لیٹتے ہی سو گیا۔ چکی چلانے والے نے اس کی زرق و برق پوشاک دیکھ کر قتل کر کے دریا میں ڈال دیا۔ بعض کہتے ہیں کہ ماہویہ نے ترکوں سے سازش نہیں کی تھی بلکہ جب اس کے ہمراہیوں اور اہل مرو سے ان بن ہو گئی اور باہم لڑائی شروع ہو گئی تو یزدگرد بھاگ کر ایک چکی چلانے والے کے مکان میں پناہ گزین ہوا اور اس نے اس کو مار کر دریا میں ڈال دیا۔ اہل مرو کو اس کی خبر لگ گئی تلاش کرتے ہوئے چکی چلانے والے کے مکان پر آئے اور اس کو گرفتار کر کے تشدد کرنے لگے چکی چلانے والے نے یزدگرد کے قتل کا اعتراف کر لیا۔ تب ان لوگوں نے اس کو اور اس کے اہل و عیال کو قتل کروا ڈالا اور یزدگرد کی لاش کو دریا سے نکال کر تابوت میں رکھ کر اصطخر لائے اور فارس (دخمہ) میں جو وہاں پر تھا دفن کر دیا۔

یزدگرد کے قتل کی مختلف روایتیں

بعض مورخوں نے یزدگرد کے واقعہ قتل کو یوں بیان کیا ہے کہ معرکہ نہاوند کے بعد یزدگرد بھاگ کر اصفہان پہنچا ——— اصفہان میں ایک رئیس نے حاضر ہونے کی اجازت چاہی، یزدگرد کے دربان نے اس کو جھڑک دیا، رئیس نے اس کو پکڑ کر خوب مارا۔ دربان روتا ہوا یزدگرد کے پاس آیا، یزدگرد کو یہ امر ناگوار گزرا اصفہان سے رے چلا آیا والی طبرستان نے حاضر ہو کر گزارش کی "میرا ملک موجود ہے آپ شوق سے حکمرانی اور جہانبانی کیجئے" یزدگرد نے منظور نہ کیا برداشتہ خاطر ہو کر بجستان کی طرف چل کھڑا ہوا اور وہاں سے ایک ہزار سواروں کے ہمراہ مرو پہنچا۔ بعض کہتے ہیں کہ چار برس تک فارس میں ٹھہرا رہا۔ پھر وہاں سے نکل کر کرمان آیا دو برس تک وہاں ٹھہرا رہا۔ کرمان کے دہقان سے کچھ روپیہ طلب کیا جب اس نے دینے سے انکار کیا اور اپنے ملک سے نکال دیا تو بجستان چلا آیا اور پانچ برس

وہاں ٹھہرا رہا۔ بعدہ خراسان آیا۔ خراسان سے اس قصد سے کہ لشکر جمع کر کے مسلمانوں سے مقابلہ کرے مرو کی طرف روانہ ہوا۔ اس سفر میں فرخ زاد اور مملکت فارس کے دہقانوں کے لڑکے بھی یزدگرد کی رکاب میں تھے یزدگرد نے ملوک چین، فرغانہ، خزر اور کابل سے مدد طلب کی۔ کوچ و قیام کرتا ہوا مرو کے قریب پہنچا۔

مرو کے مرزبان کے لڑکے نے یزدگرد کو مرو میں داخل ہونے سے روک دیا۔

یزدگرد کے سلسلے میں مزید روایت

بعض مورخ کہتے ہیں یزدگرد نے مرو کی حکومت ماہویہ سے چھین کر اپنے برادر زادہ کو دینے کا قصد کیا تھا۔ اتفاق یہ کہ ماہویہ، مرزبان مرو اس سے مطلع ہو گیا نیزک طرخان کو ایک ہزار درہم یومیہ پر یزدگرد کے قتل اور مسلمانوں سے مصالحت کرنے پر متعین کیا۔ نیزک طرخان نے یزدگرد کو لکھا مجھ کو تم سے عرب کی بابت کچھ باتیں کرنی ہیں تم مجھ سے تن تنہا لشکر و فرخ زاد سے علیحدہ ہو کر ملنے کو آؤ۔ یزدگرد نے اپنے ہمراہیوں سے مشورہ کیا۔ فرخ زاد نے تن تنہا ملنے سے روکا، یزدگرد نے کچھ خیال نہ کیا۔ اکیلا نیزک کے پاس چلا گیا۔ نیزک بظاہر کمال عزت سے استقبال کر کے اپنے لشکر میں لے گیا اثنا۔ کلام میں یزدگرد سے کہا کہ اگر تم اپنی لڑکی سے میرا بیاہ کر دو تو میں تمہاری پوری مدد کروں یزدگرد یہ سُن کر برہم ہوا۔ اور طیش میں آ کر گالی دے بیٹھا۔ نیزک نے یزدگرد کے سر پر ایک گرز مارا یزدگرد وار خالی دے کر بھاگا اور ایک چکی چلانے والے کے گھر میں جا کر چھپا تین روز تک بے آب و دانہ پڑا رہا چوتھے روز چکی چلانے والے نے کھانا پیش کیا۔ یزدگرد نے کہا۔ "میں بغیر باجے کے کھانا نہیں کھاتا ہوں" چکی چلانے والا ایک باجا بجانے والا پکڑ لایا۔ جب اُس نے باجا بجایا تو یزدگرد نے کھانا کھایا۔ کسی مخبر نے جا کر یہ خبر کر دی، نیزک نے چکی چلانے والے کے گھر پر چند آدمیوں کو بھیجا کہ اُس کو مار کر دریا میں ڈال دیں۔ چکی چلانے والے سے دریافت کیا گیا۔ چکی چلانے والے نے یزدگرد کا پتہ نہ بتلایا لوگ ڈھونڈھ کر واپس جا رہے تھے کہ مشک کی خوشبو سے یزدگرد پہچان لیا گیا۔ چنانچہ اس کے پاس جو کچھ تھا وہ لے لیا اور اس کا گلا گھونٹ کر دریا میں ڈال دیا استقف مرو نے دریا سے نکال کر تابوت میں رکھ کر دفن کر دیا۔

بعض مورخ کہتے ہیں کہ یزدجرد، عرب کے پہنچنے سے پہلے کرمان سے مرو کی طرف روانہ ہوا تھا اور چار ہزار کی جمعیت سے طبسین و قوہستان کی طرف بڑھا تھا، مرو کے پہنچنے سے پیشتر دو سپہ سالار فارس کے ملے جو آپس میں ایک دوسرے کے مخالف تھے۔ ایک نے یزدگرد سے دوسرے کی شکایت کی یزدگرد اس کے دم پٹی میں آ گیا اور دوسرے کے قتل کی فکر میں ہوا۔ اتفاق سے یہ خبر اُس کو پہنچ گئی۔ اُس نے یزدگرد کی عداوت پر کمر باندھ لی۔ یزدگرد کو جب یہ معلوم ہوا تو بخوف جان بھاگ کر مرو سے دو فرسخ کے فاصلہ پر ایک چکی چلانے والے کے گھر میں جا چھپا۔ چکی چلانے والے نے اُس سے چار درہم طلب کیے۔ یزدگرد نے کہا۔ "میرے پاس

سو پیسہ، پیسہ نہیں ہے لیکن میری یہ پیٹی لے لے"۔ چکی چلانے والے نے کہا مجھے درہم کی ضرورت ہے اور تم مجھے پیٹی دیتے ہو' چکی چلانے والے نے اس کے ظاہری لباس سے اسے جھوٹا سمجھ کر مار ڈالا اور لاش کو اسی کے پاجامے میں باندھ کر دریا میں ڈال دیا عیسائیانِ مرو نے یہ سن کر ایک جلسہ کیا اور اس کے حقوق سابقہ کے لحاظ سے دریا سے نکال کر تابوت میں رکھ کر ناوس مدخنہ میں دفن کر دیا۔

ساسانی حکومت کا خاتمہ

یزدگرد کی حکومت بیس برس' رہی انا بجملہ سولہ برس' عرب کی لڑائیوں میں مصروف رہا ملوک ساسانیہ کی حکومت کا سلسلہ اس کے مرنے سے منقطع ہو گیا بیان کیا جاتا ہے کہ قتیبہ نے فتح صغد کے وقت دو عورتیں گرفتار کی تھیں جو مخدج بن یزدگرد کی اولاد سے تھیں مخدج کی ماں سے یزدگرد نے زمانہ قیام مرو میں تعلق قائم کر لیا تھا' پس اس کے بطن سے بعد موت یزدگرد' ذاہب الشق پیدا ہوا چونکہ قتل کے بعد یزدگرد پیدا ہوا تھا۔ اس وجہ سے مخدج کے نام سے موسوم ہوا پھر اس کی اولاد خراسان میں پیدا ہوئی۔ قتیبہ نے اُن دونوں عورتوں کو جو اس کی نسل سے تھیں۔ حجاج کے پاس بھیجا اور حجاج نے دونوں یا اُن میں سے ایک کو ولید کے پاس بھیج دیا جس کے بطن سے یزید ناقص بن ولید پیدا ہوا۔

ترکوں کی یورش

ترک اور خزر کا یہ اعتقاد تھا کہ مسلمانوں کو کوئی شخص نہیں مار سکتا اور یہ اعتقاد اس وجہ سے پیدا ہوا تھا کہ اس سے پیشتر جن لڑائیوں میں مسلمانوں کا ان سے مقابلہ ہوا تھا ان میں مسلمانوں میں سے ایک شخص بھی معرکہ جنگ میں نہیں مارا گیا تھا۔ ترکوں میں اس کی بابت مشورہ ہوا اور بہ خیال تجربہ' کمین گاہ میں چھپ کر بیٹھے اتفاق سے یہ تدبیران کی کارگر ہوئی دو ایک مسلمان اس حکمت عملی سے مارے گئے۔ ترکوں کو اس سے ایک جوش پیدا ہوا۔ گئی ہوئی قوت پھر عود کر آئی' مسلمانوں کے مقابلے ومقاتلے پر جری ہو گئے۔ ان دنوں عبدالرحمٰن بن ربیعہ حدود آرمینیہ پر باب تک حکمرانی کر رہا تھا۔ اس نے اپنی طرف سے بہ منظوری دارالخلافت سراقہ بن عمرو کو مقرر کیا تھا بلاد خزر پر یا اکثر فوج کشی کرتے تھے چنانچہ زمانۂ خلافت عثمان بن عفان ۳۲ھ میں بھی حسب دستور سابق بلنجر پر چڑھائی کی۔ امیر المومنین عثمان نے ان کو اس فوج کشی سے روکا۔ لیکن وہ جوش مردانگی میں بڑھتے چلے گئے' واپس نہ ہوئے۔ ترکوں میں واقعہ گذشتہ سے گونہ دلیری پیدا ہو گئی تھی۔ نہایت تیزی اور سختی سے لڑائی شروع ہوئی۔ عبدالرحمٰن بن ربیعہ شہید ہو گئے۔ جیسا کہ آئندہ بیان کیا جائے گا۔

کوفیوں اور شامیوں میں تکرار

شہادت کے بعد عبدالرحمٰن بن ربیعہ کے اسلامی لشکر دو گروہ پر منقسم ہو گیا ایک گروہ باب کی جانب گیا۔ اثنائے راہ میں سلمان بن ربیعہ سے

ملاقات ہو گئی جس کی وجہ سے یہ بچ گیا ان کو سعید بن العاص نے حسب الحکم امیر المومنین عثمان کوفہ سے مسلمانوں کی امداد پر روانہ کیا تھا دوسرے گروہ نے جیلان و جرجان کا راستہ اختیار کیا۔ اس گروہ میں سلمان فارسیؓ اور ابو ہریرہؓ بھی تھے۔ اس کے بعد سعید بن العاص نے سلمان بن ربیعہ کو بجائے ان کے بھائی کے باب کا والی مقرر کیا اور ان کے ہمراہ ایک لشکر اہل کوفہ کا روانہ کیا جس کے سردار حذیفہ بن الیمان تھے۔ ان کی کمک پر امیر المومنین عثمانؓ نے شام کا لشکر بسر کردگی حبیب بن مسلمہ روانہ فرمایا۔ سلمان بن ربیعہ کل عساکر اسلامی کے سردار مقرر کیے گئے۔ جس وقت یہ دونوں لشکر ایک جا ہوئے۔ کوفیوں اور شامیوں میں جھگڑا ہو گیا۔ حبیب بن سلمان کی امارت سے انکار کیا گیا۔ یہ پہلی مخالفت تھی جو لشکر کوفہ و شام میں واقع ہوئی۔ اس واقعہ کے بعد حذیفہ متواتر تین لڑائیاں لڑے۔ آخری لڑائی زمانہ شہادت امیر المومنین عثمانؓ میں ہوئی۔

قارن کا خروج

۳۲ھ کے آخر میں خراسان پر ترکوں نے پھر یورش کی اہل بادغیس، ہرات اور قوہستان نے ان کا ساتھ دیا۔ چالیس ہزار کی جمعیت سے قارن بادشاہ ترک خراسان کی طرف بڑھا۔ خراسان میں ان دنوں قیس بن الہیثم سلمی عہدہ گورنری پر تھے ان کو ابن عامر نے اس زمانہ میں مقرر کیا تھا جب کہ وہ حج کو جا رہے تھے۔ ان کے ہمراہ قیس کے چچازاد بھائی عبداللہ بن حازم بھی تھے۔ انہوں نے ابن عامر سے درخواست کی کہ مجھ کو یہ لکھ دو کہ جب خراسان سے قیس علیحدہ ہوں تو میں اس کا گورنر ہوں" ابن عامر نے ان کی درخواست کے مطابق یہ عہد نامہ لکھ دیا۔ پس جب ترکی فوجیں اطراف خراسان میں آ گئیں تو قیس نے عبداللہ بن حازم سے کہا تمہاری کیا رائے ہے؟ جواب دیا۔ "میرے نزدیک آپ خراسان سے سبکدوش ہو کر چلے جائیے کیونکہ میں اس کا امیر ہوں، ابن عامر نے اس کی امارت کی سند مجھے عطا کی ہے"۔ عبداللہ بن حازم نے یہ کہہ کر ابن عامر کا لکھا ہوا پروانہ دکھایا۔ قیس خاموش ہو کر ابن عامر کے پاس چلے آئے۔ بعض مورخ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن حازم نے مشورہ دیا تھا کہ ترکوں کا لشکر زیادہ ہے اور ہم لوگ تھوڑے ہیں بہتر ہو گا کہ تم خود ابن عامر کے پاس بغرض استمداد چلے جاؤ۔ جب قیس روانہ ہوئے تو عبداللہ بن حازم نے اپنی سند دکھلائی جس میں لکھا تھا کہ بحالت غیر موجودگی قیس، عبداللہ بن حازم امیر خراسان سمجھے جائیں۔

قارن کی شکست وخاتمہ

عبداللہ بن حازم نے چار ہزار فوج لے کر ترکوں کا مقابلہ کیا۔ جب دونوں لشکر دن کی ایک کھلے میدان میں مڈبھیڑ ہوئی۔ تو عبداللہ بن حازم نے کچھ سوچتے ہوئے آدمیوں کا ایک سریہ مرتب کر کے ترکوں پر شب کے وقت حملہ کرنے کا ارادہ کیا اور بقیہ لشکر کو حکم دیا کہ نیزوں پر کپڑا لپیٹ کر تیل سے تر کر کے روشن کریں۔ ترکوں نے چاروں طرف مشعلیں روشن دیکھ کر ہمت ہار دی۔ ابن حازم نے ان کو ہر طرف سے گھیر کر لڑائی شروع کر دی۔ قارن بادشاہ ترک مارا گیا۔ ترکی فوجیں

میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئیں۔ عساکر اسلامی نے تعاقب کیا۔ سیکڑوں، ہزاروں کو قتل و قید کیا۔ فتح یابی کے بعد ابن حازم نے ابن عامر کے پاس مژدہ فتح بھیجا۔ ابن عامر خوش ہوگئے اور خراسان کی حکومت پر ابن حازم کو بحال رکھا، یہاں تک کہ واقعہ جمل پیش آیا۔ اس زمانہ میں ابن حازم بصرہ چلے آئے اور اہل بصرہ، ابن حازم کی لڑائی کے بعد، بلاد خراسان میں اپنے مخالفوں سے برابر جنگ و جدال کرتے رہے اور بغاوت کے فرو کرنے کو اپنا مذہبی شعار سمجھتے رہے۔

باب ۱۸

فتنہ اور بغاوت

سابقین اولین اور متاخرین مسلمان
جس وقت اللہ جل شانہ نے مسلمانوں کو کامل فتح عنایت فرمائی اور ملت اسلامیہ کے قبضے میں اکثر ممالک آ گئے۔ اس وقت اہل عرب نے ان لوگوں میں جو بصرہ، کوفہ، شام اور مصر میں رہتے تھے، بود و باش اختیار کر لی، رسول اللہ صلعم کی شرف صحبت سے ممتاز اور اُن کے پورے پورے متقلد اور مسلمانوں کے ہادی، مہاجرین، انصار، قریش اور اہل حجاز تھے۔ یہی لوگ اس دولت عظمیٰ سے سرفراز ہوئے تھے۔ باقی عرب بنی بکر بن وایل، عبدالقیس، ربیعہ، ازد، کندہ، تمیم اور قضاعہ وغیرہ اس عزت و شرف سے ممتاز نہ تھے، اُن کو رسول اللہ صلعم کی مقدس صحبت نصیب نہیں ہوئی تھی اور اگر کسی کو ان میں سے کچھ صحبت نصیب بھی ہوئی تھی تو نہایت مختصر۔ مگر فتوحات میں انھیں کا زیادہ حصہ تھا۔ اسی وجہ سے وہ اپنے کو سابقین صحابہ کرام سے افضل اور اپنے حقوق کو فایق سمجھتے تھے۔

صحابہ کبار کی برتری کا احساس
عام لشکر کشی کے زمانے میں انھیں اس کا چنداں احساس نہ ہوا۔ لیکن فتوحات و کامیابی حاصل ہونے کے بعد جب مصلحتاً سلسلہ فتوحات کو روکنا پڑا تو وہ اس امر کو محسوس کر کے کہ اُن پر مہاجرین، انصار، قریش اور ان کے علاوہ اور قبائل کے لوگ حکومت کر رہے ہیں دل ہی دل میں کشیدہ ہونے لگے۔ اتنے میں امیرالمومنین عثمانؓ کا آخری زمانہ خلافت آ گیا پس ان لوگوں نے زبان طعن و تشنیع والیان ممالک اسلامیہ پر کھول دی۔ امیرالمومنین عثمانؓ کے تعمیل احکام میں سُستی اور اُن کے انتظامات پر حرف گیری کرنے لگے کبھی کسی گورنر کی تبدیلی کی درخواست کرتے اور کبھی کسی عامل کی معزولی کی التجا کرتے غرض ہر طرح سے امیرالمومنین عثمان کی رائے کی مخالفت پر تُل گئے۔

تحقیقاتی کمیشن
ان سرگوشیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ ذوالنورین کے متبعین کی طرف سے بددلی پیدا ہو گئی گورنران صوبجات پر ظلم اور بے جا کارروائیوں کے الزامات قایم ہونے لگے۔ زیادہ زمانہ گذرنے نہ پایا

تھا کہ مدینہ میں صحابہ کے کانوں تک بھی یہ باتیں پہنچ گئیں جس سے وہ لوگ بھی مشکوک و مشتبہ ہو گئے اور اکثر در پردہ اور کبھی کسی وقت علانیہ امیر المومنین حضرت عثمانؓ کے امراء کی معزولیت کی نسبت گفتگو کرنے لگے صحابہ نے حضرت عثمانؓ کو اس امر پر مجبور کیا کہ مختلف ممالک کے امراء کے پاس آدمیوں کو بھیج کر ان کے صحیح صحیح حالات دریافت کرائیں۔ چنانچہ محمد بن مسلمہ، کوفہ کی طرف، اسامہؓ بن زید بصرے کی طرف، عبداللہ بن عمرؓ شام کی طرف عمار بن یاسرؓ مصر کی طرف روانہ کیے گئے علاوہ ان کے اور لوگ بھی دریافت حال کی غرض سے مختلف شہروں میں بھیجے گئے۔ سب نے واپس ہو کر بیان کیا کہ ہم نے نہ تو کوئی کارروائی خلاف شرع عمال کی دیکھی ہے اور نہ عوام الناس میں کسی قسم کا چرچا سُنا۔ لیکن عمار بن یاسر کو بعض مفسدہ پرداز گروہ نے اپنی طرف مائل کر لیا اور بحکمت عملی اپنا ہم نوا بنا لیا۔

عبداللہ بن سبا کا ظہور مفسدہ پردازوں میں نمایاں عبداللہ بن سبا معروف بہ ابن السوداء تھا جو اس سے پیشتر یہودی مذہب رکھتا تھا اور زمانہ خلافت امیر المومنین عثمانؓ میں مدینہ آکر بطمع مال وزر ایمان لایا مگر سچا و پکا دین دار نہ ہوا اہل بیت کی محبت کی آڑ میں لوگوں کو امیر المومنین عثمان اور شیخین رضی اللہ عنہم کے خلاف اکساتا اور ان حضرات کے خلاف بہتان تراشتا رہا۔ اہل بصرہ اس خباثت سے مطلع ہوئے تو انھوں نے عبداللہ کو نکال باہر کیا۔ کوفہ پہنچا جب وہاں سے بھی شہر بدر کیا گیا، شام آیا اور شام سے شہر بدر ہو کر مصر پہنچا۔ امیر المومنین حضرت عثمان پر اکثر طعن و تشنیع کرتا اور خفیہ طور سے اہل بیت کی دعوت دیتا اور کہتا تھا کہ رسول اللہ صلعم پھر واپس آئیں گے جیسا کہ عیسیٰ ابن مریم واپس آئیں گے اور علی ابن ابی طالب وصی رسول اللہ (صلعم) ہیں عثمان اور ان کے پہلے ابو بکر اور عمر نے جبراً و غصباً بغیر کسی استحقاق کے خلافت حاصل کی۔ غرض لوگوں کو اسی قسم کی تعلیم دیتا اور امیر المومنین حضرت عثمانؓ اور ان کے عمال کے خلاف برانگیختہ کرتا یہاں تک کہ بعض بعض شہروں میں اکثر عوام الناس ان باتوں کی طرف مائل ہو گئے اور باہم اس کی بابت خط و کتابت ہونے لگی۔ اسی گروہ کے ساتھ خالد بن ملجم، سودان بن حمران اور کنانہ بن بشر تھا پس ان لوگوں نے عمار کو مدینہ جانے سے روک لیا۔

حضرت ابوذرؓ اور عبداللہ بن سبا منجملہ ان امور کے جن سے لوگوں کو امیر المومنین حضرت عثمانؓ سے کشیدگی پیدا ہوئی ابوذر[1] کا شام سے اور پھر مدینہ سے زبدہ کی

---

[1] ابوذر کا اخراج شام و مدینہ سے زبدہ کی طرف ۳۰ھ میں ہوا تھا۔ لوگوں کا یہ خیال کرنا کہ معاویہ نے شام سے اور امیر المومنین عثمان نے مدینہ سے ابوذر کو بلا کسی سبب کے نکال دیا تھا محض بے اصل و بے بنیاد ہے۔ (باقی صفحہ ۴۳۳ پر)

طرف شہر بدر کرنا تھا۔ ابوذرؓ میں ورع و تقوی اعتدال سے زیادہ تھا لوگوں سے دینی اور دنیاوی امور میں سختی سے پیش آتے تھے ان کا قول تھا کہ کسی شخص کے پاس ایک دن سے زیادہ کھانا نہ ہونا چاہیے اور جو شخص اس سے زیادہ مال اپنے پاس رکھے گا وہ قیامت کے دن حسب وعید قرآن مجید الذین یکنزون الذهب والفضة ولا ینفقونها فی سبیل الله فبشرهم بعذاب الیم[1] " عذاب الٰہی میں گرفتار ہوگا اس اثنا میں ابن سبا شام میں آ گیا اور ابوذر کا یہ رنگ دیکھ کر انہیں پر یہ روغن قاز ملا کہ معاویہ مسلمانوں کے مال و اسباب سے اپنا گھر بھر رہے ہیں اور جو مال مسلمانوں کا بیت المال میں ہے اس کو اللہ کا مال بتلاتے ہیں اس سے مقصود ان کا یہ ہے کہ مسلمانوں کا حق اس مال پر سے ختم کر دیں تاکہ بے فکری کے ساتھ اس کو اپنے تصرف میں لائیں" ابوذر یہ سبق حاصل کر کے معاویہ کے پاس آئے اور یہ اعتراض پیش کیا۔ معاویہ نے کہا آئندہ میں مال المسلمین ہی کہوں گا۔ لیکن با ایں ہمہ ابوذر، ابن سبا کے فریب میں آ کر امیر معاویہؓ کے خلاف لب کشائی کرتے رہے۔ پھر ابن سبا، ابوالدرداء اور عبادۃ ابن الصامت کے پاس آیا اور ان سے بھی وہی گفتگو کی، ابوالدرداء نے ڈانٹ کر اپنے پاس سے نکال دیا۔ عبادۃ ابن الصامتؓ اس کو پکڑے ہوئے معاویہ کے پاس لائے اور کہا واللہ اسی شخص نے ابوذر کو تمہاری مخالفت پر آمادہ کیا ہے اور اُن کو تمہارے پاس بھیجا ہے۔

حضرت ابوذرؓ کی طلبی رفتہ رفتہ جب لوگوں نے ابوذر کی شکایتیں کرنا شروع کیں تو معاویہ نے امیر المومنین عثمانؓ کی خدمت میں ان کی شکایت لکھ بھیجی امیر المومنین عثمان نے ان کو طلب کر کے اہل شام کی شکایت کی وجہ دریافت فرمائی۔ ابوذر نے واقعات بتلائے۔ فرمایا۔ اے ابوذرؓ یہ بالکل ناممکن ہے کہ عوام الناس کو زہد و ورع کا اس سختی کے ساتھ پابند کیا جائے ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ شریعت غرا کے خلاف وہ کوئی کام نہ کرنے پائیں اور میں ان کو حتی الامکان صراط مستقیم پر چلنے کی ہدایت کروں گا۔ ابوذر نے کہا واللہ میں امرا اور دولت مندوں سے اُس وقت تک راضی نہ ہوں گا، جب تک وہ اپنے

(بقیہ حاشیہ ص۴۳۲) اولاً کتب تواریخ و نقل ثقات اس کی شہادت نہیں دیتیں ثانیاً بفرض تقدیر اگر یہ واقعہ صحیح بھی مان لیا جائے تو عثمان بن عفانؓ مسلمانوں کے امیر و امام تھے ان کو یہ حق حاصل تھا کہ مسلمانوں کو ادب سکھاتے ایسے واقعات کو امام کے حق میں طعن و تشنیع کا سبب ٹھہرانا نہایت نازیبا ہے۔

[1] جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ہیں تو (اے رسولؐ) ان کو دردناک عذاب کی بشارت دیدیجئے۔

مال و اسباب کو اپنے پڑوسیوں، اعزہ، اقارب دوستوں پر وقف نہ کردیں" کعب احبار بول اٹھے جس نے اپنے فرائض ادا کردیئے اس نے گویا کل حقوق اللہ کے ادا کردیئے" ابوذرؓ نے لپک کر کعب کو مارا اور سخت و سست کلمات سے مخاطب کرکے کہا "اے یہودی بچے تو اور اس مسئلہ میں گفتگو کرتا ہے! امیر المومنین عثمانؓ کو ابوذرؓ کی یہ زیادتی سخت ناگوار گزری لیکن علم و حیا سے کچھ نہ بولے کعب احبار نے امیر المومنین عثمانؓ کو خجل دیکھ کر ابوذرؓ کے حرکات سے درگذر کیا۔

حضرت ابوذرؓ کو زبدہ جانے کی اجازت

اس کے بعد ابوذرؓ نے امیر المومنین عثمان سے مدینہ سے چلے جانے کی اجازت طلب کی اور یہ کہا کہ رسول اللہ صلعم نے مجھے اس وقت مدینہ سے چلے جانے کا حکم دیا ہے جس وقت تعمیر مکانات، سلع تک پہنچ جائے امیر المومنین حضرت عثمانؓ نے اجازت دے دی اور ساتھ ہی اس کے ایک اونٹ اور دو خدمت گار مرحمت فرمائے اور وظیفہ مقرر کردیا۔ ابوذرؓ نے زبدہ میں پہنچ کر ایک مسجد بنائی اور وہیں رہنے لگے۔

افریقہ کے خمس کا واقعہ

امیر المومنین عثمانؓ کے مخالفوں نے ایک یہ الزام بھی قایم کیا تھا کہ آپ نے مروان کو افریقہ کا خمس دے دیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ مروان نے اس کو پانچ لاکھ قیمت دے کر خرید لیا تھا اور امیر المومنین عثمانؓ نے قیمت وصول کرکے بیت المال میں جمع کردی تھی۔

منیٰ میں زائد رکعت پڑھنے کا الزام

منجملہ اُن امور کے جن سے مخالفوں کو موقع عہد شکنی اور مخالفت کا ملا یہ بھی تھا کہ امیر المومنین عثمانؓ نے ایک اذان[1] جمعہ میں زیادہ کردی تھی اور منیٰ و عرفہ میں پوری نماز[2] پڑھی تھی، حالانکہ رسول اللہ صلعم کے عہد مبارک میں اور شیخین (رضی اللہ عنہما) کے دور خلافت میں نماز قصر کی جاتی تھی۔ عبدالرحمٰن بن عوف نے اعتراض کیا اور رسول اللہ صلعم اور شیخین کے فعلوں کو بطور حجت پیش کیا۔ امیر المومنین حضرت عثمان نے جواب دیا یمن کے بعض حاجیوں کو میرے دو رکعت نماز پڑھنے سے غلط فہمی پیدا ہوگئی ہے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ مقیم کی نماز بھی یہاں پر دو ہی رکعتیں ہیں اس وجہ سے میں نے چار رکعتیں پڑھی ہیں علاوہ برایں مکہ میں میرے اہل و عیال ہیں اور طائف

---

[1] یہ واقعہ سنہ ۲۶ھ کا ہے۔ رسول اللہ صلعم اور شیخین کے عہد خلافت میں خطبے کے وقت ایک اذان ہوتی تھی۔ حضرت عثمان نے اپنے عہد خلافت میں آدمیوں کی کثرت کی وجہ سے قبل خطبہ کے مقام زوراء میں ایک اذان کا اضافہ کیا۔

[2] یہ واقعہ سنہ ۲۹ھ کا ہے۔ اس سنہ میں امیر المومنین حضرت عثمانؓ حج کو گئے اور مقام منیٰ میں خیمہ نصب کرایا یہ پہلا خیمہ تھا جو اسلام میں مقام منیٰ پر نصب کیا گیا اسی واقعہ سے لوگوں نے کھلم کھلا امیر المومنین عثمان پر حرف گیری کرنی شروع کی۔

میں میرا مال ہے میں مقیم کے حکم میں ہوں عبدالرحمٰن نے کہا یہ عذر قابل پذیرائی نہیں ہے تمہاری بیوی مکہ میں ہے وہ تمہارے قیام سے مقیم نہیں ہوئی اور اگر سفر کرو گے تو وہ سفر کرے گی اور جو تمہارا مال طائف میں ہے یہاں سے طائف تین شبوں کی مسافت پر ہے اور جس مسافت پر قصر لازم آتا ہے اُس سے یہ زیادہ ہے۔ باقی رہی حجاج یمن کی حجت پس اُنھوں نے رسول اللہ صلعم کے ساتھ اور آپ کے بعد شیخین کے دور خلافت میں یہاں پر قصر کیا ہے اور اسلام کی تکمیل اُسی زمانہ میں ہو چکی ہے امیر المومنین عثمانؓ نے کہا میری یہی رائے ہے اور میرے نزدیک یہی مناسب ہے۔ پس صحابہ کرام میں سے بعض بزرگوں نے امیر المومنین عثمان کی رائے کی اتباع کی اور بعض نے مخالفت[1] کی۔

رسول اکرمؐ کی انگشتری

منجملہ اُن امور کے جن سے لوگوں کے قلوب پر خاش پر مائل ہوئے رسول اللہ صلعم کی انگشتری[2] کا امیر المومنین عثمانؓ کے ہاتھ سے چاہ اریس میں جو مدینہ سے دو میل کے فاصلہ پر تھا، گر جانا تھا۔ بہت تلاش کیا گیا۔ لیکن انگوٹھی نہ ملی۔

کوفہ میں حضرت عثمان کی مخالفت

وہ حوادث جو امیر المومنین عثمانؓ کے دور خلافت میں واقع ہوئے اُن میں سے ایک ولید بن عقبہ کا واقعہ تھا جس کو آپ اوپر پڑھ آئے

---

[1] عبدالرحمٰن بن عوف یہ جواب پاکر "میری یہی رائے ہے اور میں یہی مناسب سمجھتا ہوں" امیر المومنین عثمانؓ کے پاس سے باہر آئے۔ اتفاق سے ابن مسعود مل گئے، دریافت کیا، عبدالرحمٰن نے کہا، جو تم جانتے ہو اور جو دیکھا ہو اُس پر عمل کرو یعنی دو رکعتیں پڑھو، ابن مسعود نے کہا، امیر کی رائے کے خلاف کرنا شر ہے میں نے تو اپنے ہمراہیوں کے ساتھ چار رکعتیں پڑھی ہیں" عبدالرحمٰن یہ سُن کر بولے میں نے تو دو ہی رکعتیں پڑھی تھیں لیکن اب چار پڑھوں گا۔

[2] جس وقت رسول اللہ صلعم ملوک عجم کو دعوت اسلام کا خط لکھنے لگے لوگوں نے گذارش کی کہ ملوک عجم کسی خط کو جب تک اُس پر مہر نہ ہو قبول نہیں کرتے ہیں رسول اللہ صلعم نے لوہے کی انگوٹھی بنوا کر انگلی میں پہن لی، جبرئیل امین آئے اور لوہے کی انگوٹھی پہننے سے منع کیا تب آپ نے تانبے کی انگوٹھی بنوائی اس کے ساتھ بھی یہی معاملہ پیش آیا پھر رسول اللہ صلعم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی۔ اُس کا نقش تین سطروں میں تھا۔ پہلی سطر میں محمد لکھا ہوا تھا دوسری سطر میں رسول تیسری سطر میں اللہ لکھا تھا۔ رسول اللہ صلعم تا زمانۂ وفات اسی سے مہر کرتے رہے۔ آپ کے بعد ابوبکر صدیق پھر عمر فاروق مہر کرتے رہے۔ یہاں تک کہ شہید ہوئے۔ بعدہٗ عثمان بن عفان کے ہاتھ میں یہ انگوٹھی آئی اور چھ برس تک ان کے ہاتھ میں رہی اور یہ اس سے مہر کرتے رہے ۳۰ھ میں چاہ اریس جب کھودا جا رہا تھا اس کے کنارے پر کھڑے ہوئے عثمان بن عفان انگوٹھی انگلی سے نکال اور پہن رہے تھے اتفاق سے چھٹ کر کنوئیں میں گر پڑی۔

ہیں کہ ان کو بہ جرم شراب خواری معزول کر کے بجائے اُن کے سعید بن العاص کو مامور فرمایا۔ دوسرا واقعہ یہ پیش آیا کہ سعید نے کوفہ میں پہنچ کر رؤسا شہر اور اہل قادسیہ سے بے حد مراسم بڑھائے، سعید کے یہاں مالک بن کعب ارحبی، اسود بن یزید، علقمہ بن قیس نخعی، ثابت بن قیس ہمدانی، جندب ابن زبیر غامدی، جندب بن کعب ازدی عروہ بن الجعد، عمرو بن الحمق خزاعی، صعصعہ و زید پسران صوحان، ابن الکوار، کمیل بن زیاد، عمیر بن ضابی اور طلیحہ بن خویلد وغیرہ کی آمد و شد شروع ہوئی۔ رات کو صحبت گرم ہوا کرتی، ہنسی مذاق اور لطیفہ گوئی ہوتی کبھی عرب کے انساب اور اسلام کی ترقی و عروج کے تذکرے ہوتے۔ گاہ گاہ مذاق، مذاق میں نوبت طعن، تشنیع اور سخت کلامی کی پہنچ جاتی تھی ایک روز سعید نے کہا "ہذا السواد بستان قریش" اشتر نے جواب دیا "جس سواد کو اللہ تعالیٰ نے ہماری تلواروں کے زور سے فتح کیا ہے تم اس کو اپنا اور اپنی قوم کا بستان خیال کرتے ہو" اشتر کے اس جواب سے حاضرین برافروختہ ہو گئے شور و غل بڑھا۔ عبدالرحمٰن اسدی (سعید بن العاص کا افسر اعلیٰ پولیس) نے لوگوں کو شور و غل مچانے اور لاحاصل تقریریں کرنے سے منع کیا۔ لوگ اُس پر ٹوٹ پڑے اور اس قدر مارا کہ وہ بیہوش ہو گیا۔ اس واقعہ کے بعد سعید نے دربان مقرر کر دیا اور رات کی قصہ و حکایات کی صحبت برخاست کر دی۔

مخالف گروہ کا کوفہ سے اخراج

لوگوں میں، دربان مقرر کرنے اور تفریحی صحبت برخاست کرنے کی وجہ سے ناراضگی پیدا ہوتی، جہاں کہیں دو چار آدمی یک جا ہوتے امیر المومنین عثمان اور سعید کی برائیاں اور عیب جوئی کرتے" بازاریوں اور عوام کا ایک گروہ ان کے پاس جمع ہو جایا کرتا۔ سعید اور اکثر اہل کوفہ نے اس گروہ کے اخراج (شہر بدر) کرنے کی بابت امیر المومنین عثمان کو لکھا حکم آیا۔ "ان لوگوں کو معاویہ کے پاس شام بھیج دو" اور معاویہ کو لکھا "چند لوگ جو فتنہ و فساد کے لئے مخلوق ہوئے ہیں۔ تمہارے پاس بھیجے جاتے ہیں تم ان کی نگرانی اور اصلاح کرو پس اگر وہ اصلاح پذیر ہو جائیں تو بہتر ہے ان کو اپنے پاس رکھو اور اگر وہ تم کو عاجز کر دیں تو ان کو میرے پاس بھیج دینا۔"

امیر معاویہ اور صعصعہ میں تلخ کلامی

معاویہ نے ان لوگوں کو عزت و احترام کے ساتھ ٹھہرایا جو وظائف اور تنخواہیں اُن کو عراق میں ملتی تھیں وہی بدستور جاری رکھیں اپنے ساتھ دسترخوان پر کھانا کھلانے لگے۔ ایک روز تذکرۃً معاویہ نے ان لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا "تم لوگ شرفاء عرب ہو اور سمجھدار و ذی ہوش ہو۔ اسلام کی وجہ سے تم کو شرافت حاصل ہوئی، بڑے بڑے گردن کشوں پر تم غالب آئے، اُن کے ملکوں پر قابض ہوتے ہیں میں نے سنا ہے کہ تم لوگ قریش پر الزام لگاتے ہو؟ اگر قریش نہ ہوتے تو تم لوگ ذلیل و خوار رہتے۔ یاد رکھو تمہارے آئمہ تمہارے سپر ہیں۔ پس اپنے سپر کو توڑنے کی فکر نہ کرو اور بے شک تمہارے آئمہ تمہاری زیادتیوں کو برداشت اور تمہارے حقوق کو ادا کرتے ہیں۔ واللہ اگر

تم اُن سے منحرف ہو جاؤ گے تو تم کو اللہ تعالیٰ ضرور کسی بلا میں مبتلا کر دے گا جس کو تم برداشت نہ کر سکو گے۔ تم حالت حیات اور بعد وفات بھی اُن کے شریک وسہیم ہو" صعصعہ نے جواب دیا اے امیر! تم نے قریش کا جو ذکر کیا ہے تو وہ کسی زمانے میں بہ لحاظ مردم شماری ہم سے زیادہ نہ تھے اور نہ جاہلیت میں ان کا کوئی قابل لحاظ رعب وداب تھا جس سے تم ہم کو ڈراتے ہو اور جو تم نے یہ کہا ہے کہ وہ تمھارے سپر ہیں تو جب سپر ٹوٹ جائے گی تو ہم خود سینہ سپر ہو جائیں گے" معاویہ نے کہا اب میں نے تم کو پہچانا اور میں نے سمجھ لیا کہ تمھاری کم عقلی نے تم کو اس امر پر مغرور کیا ہے"

معاویہ اس قدر کہہ کر خاموش ہو رہے۔ لیکن صعصعہ اُن کے تیور چڑھے دیکھ کر پھر بولے "تو ان کا خطیب و پیشوا ہے، میں تجھ میں بھی عقل کا مادہ نہیں پاتا اور نہ تجھ میں اسلام کی محبت دیکھتا ہوں تو مجھے بتلا کہ تیری قوم کی شان کو کس نے بڑھایا؟ یہ تجھکو معلوم نہ ہوگا لے مجھ سے میں بتلاتا ہوں کہ اسلام و جاہلیت دونوں زمانوں میں قریش کو اللہ تعالیٰ نے عزت دی تھی اور یہ عزت کثرت اور قوت کی وجہ سے نہیں ہے۔ اللہ جل شانہ نے اِن کو عزت و حرمت عنایت فرمائی، ان کو بامروت، صحیح النسب، ذی شعور پیدا کیا اور ان کو اپنے گھر کا مجاور اور اپنے حرم کا محافظ بنا لیا۔ پس کیا تمھارے ملک و قوم میں کوئی عربی، عجمی، سیاہ، سرخ ایسا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے یہ عزت مرحمت فرمائی ہو۔ جب تمام دنیا میں کفر و الحاد پھیل گیا تو اللہ تعالےٰ نے قریش میں ایک نبی مبعوث کیا جس نے کفر و بت پرستی کی سیاہی دور کر کے توحید و حق پرستی کے نور سے دنیا کو روشن کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پاک و مقدس نبیؐ کے لئے اصحاب جو منتخب فرمائے وہ بھی قریش ہی ہیں جس سے اسلام کی بنا مضبوط ہوئی اور بعد رسول اللہ صلعم کے منصب خلافت سے وہ سرفراز ہوئے اور بے شک وہ اسی کے سزاوار اور لائق تھے تم لوگ بالکل بے عقل و بے شعور ہو"

مخالف گروہ کی دمشق سے روانگی

معاویہ یہ تقریر فرما کر خاموش ہو رہے صعصعہ اور اس کے ہمراہی چلے آئے، آمد و رفت بند کر دی، چند دنوں کے بعد معاویہؓ نے ان لوگوں کو بلوایا اور سمجھایا، جب راستی پر آتے نظر نہ آئے تو جھلا کر کہا تمھارا جہاں جی چاہے تم چلے جاؤ تمھاری ذات سے اللہ تعالیٰ نہ کسی کو نفع پہنچائے گا نہ نقصان اور اگر تم نجات کے خواہاں ہو تو جماعت کو نہ چھوڑو اور کفران نعمت نہ کرو میں تمھاری بابت امیر المومنین عثمانؓ کی خدمت میں یہ لکھوں گا۔ وہ لوگ سُن کر خاموش ہو رہے اور معاویہؓ نے امیر المومنین کی خدمت میں یہ رپورٹ لکھی "میرے پاس چند ایسے لوگ آئے ہیں جن میں نہ عقل ہے اور نہ اُن کو دین کا پاس ہے انصاف و حق سے ان کو کوئی سروکار نہیں ہے۔ البتہ فتنہ پردازی اور حسد و بغض نے ان کو رنج میں ڈال رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو کسی بلا میں مبتلا کرنا چاہتا ہے سوائے فتنہ و فساد کے ان کا کوئی کام نہیں ہے ان سے نیکی کی امید کم اور برائی کا اندیشہ زیادہ ہے"

عبدالرحمٰن بن خالد کی سرزنش

یہ گروہ دمشق سے نکل کر بہ قصد جزیرہ روانہ ہوا اثنار راہ میں حمص پڑتا تھا عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید وہاں کے گورنر تھے انھوں نے اُن کو اپنی مجلس میں بلوایا اور ڈانٹ کر بولے "اے شیطانی گروہ! تم کو چین و آرام کی صورت دیکھنا نصیب نہ ہو شیطان تو خائب و خاسر ہو گیا ہے۔ لیکن تم لوگ اس وقت تک اسی خواب و خیال میں ہو" عبدالرحمٰن کا برا ہو اگر اس نے تمھاری سرکوبی نہ کی۔ میں نہیں جانتا کہ تم عرب ہو یا عجم؟ ان لوگوں نے اس کا جواب کچھ نہ دیا۔ عبدالرحمٰن نے ان کو اپنے پاس ٹھہرایا اور ایسا سختی کا برتاؤ کیا کہ یہ لوگ مرعوب ہو کر کہنے لگے ہم اپنے افعال سے رجوع کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کرتے ہیں۔ اُشتر امیر المومنین عثمان کی خدمت میں تائب ہو کر حاضر ہوا آپ نے دریافت کیا کہاں جانا چاہتے ہو؟ عرض کیا عبدالرحمٰن بن خالد کے پاس! حکم ہوا اچھا جاؤ" چنانچہ اشتر اس گروہ کی طرف پھر واپس آیا، بعض کہتے ہیں کہ وہ گروہ پھر معاویہ کے پاس واپس آیا تھا معاویہ سے اور اس گروہ سے بحث و مباحثہ ہوا تھا، سخت کلامی ہوئی تھی۔ معاویہ نے ان کی شکایت لکھ بھیجی دارالخلافت سے حکم آیا۔ ان لوگوں کو سعید کے پاس واپس کر دو۔ سعید بھی جب ان کے طعن و تشنیع سے تنگ اور ان کے مرعوب کرنے سے عاجز رہے تو امیر المومنین عثمان سے شکایت کی آپ نے لکھ بھیجا کہ اُن کو عبدالرحمٰن کے پاس بھیج دو پس عبدالرحمٰن نے اُن کو زیر کیا جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آتے ہیں۔

بصرے کے واقعات

اسی زمانہ میں بصرے[1] میں بھی اسی قسم کے طعن و تشنیع کا بازار گرم ہوا عبداللہ بن سبا معروف بہ ابن السوداء (جس کا مختصر تذکرہ اوپر ہو چکا ہے اور جس نے بطمع مال و متاع یہودیت چھوڑ کر اسلام قبول کیا تھا) بصرے میں پہنچ کر حکیم بن جبلہ عبدی کے مکان پر مقیم ہوا اہل بیت کی محبت کے پردے میں امیر المومنین عثمان پر طعن و تشنیع کی تبلیغ شروع کی، جب حکیم بن جبلہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو اُس نے عبداللہ بن سبا کو اپنے مکان سے نکال دیا۔ عبداللہ بن سبا بصرے سے نکل کر کوفہ آیا۔ اہل کوفہ نے بھی نکال دیا، مصر کا راستہ لیا۔ مصر میں پہنچ کر اپنے احباب سے جو بصرہ و کوفہ میں تھے خط و کتابت کا سلسلہ شروع کیا اور اس طرح پوشیدہ پوشیدہ امراء و عمال امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ پر طعن و تشنیع کو عام کرنے لگا۔

حمران بن ابان کی مخالفت

حمران بن ابان بھی امیر المومنین عثمانؓ پر زبان طعن و تشنیع کرتا تھا۔ وجہ

---

[1] بصرے میں شیعیت کی ابتدا عبداللہ بن سبا کے آنے سے ہوئی ابن اثیر نے لکھا ہے کہ عبداللہ بن سبا عبداللہ بن عامر کی امارت کے تیسرے برس بصرہ آیا تھا۔

یہ تھی کہ حمران نے ایک عورت سے عدت میں نکاح کرلیا تھا امیرالمومنین عثمان نے اُس کے دُرے لگوائے اور بصرے کی طرف جلا، وطن کردیا حمران نے بصرے میں پہنچ کر ابن عامر کی صحبت اختیار کی ان دنوں بصرے میں عامر بن عبدقیس نامی ایک شخص زاہد تارک الدنیا رہتے تھے۔ حمران نے ابن عامر سے عامر زاہد کی شکایت کی لیکن کچھ بنتی نہ گئی۔ بعد چندے امیرالمومنین عثمان نے حمران کو مدینہ میں آنے کی اجازت دیدی۔ چنانچہ یہ ایک گروہ کو اپنے ہمراہ لے مدینہ پہنچا اور دربار خلافت میں خواہ مخواہ عامر بن عبدقیس کی شکایت کرنے لگا کہ وہ نکاح کرنے کو ناجائز کہتا ہے، گوشت نہیں کھاتا، جمعہ میں نہیں آتا، امیرالمومنین عثمان نے عامر زاہد کو معاویہ کے پاس شام بھیج دیا۔ معاویہ نے عامر کو اپنے پاس ٹھہرایا یہاں تک کہ انھیں عامر کے پختہ خیالات اور عقائد معلوم ہوگئے اور دین داری ظاہر ہوگئی معاویہ نے عامر کو بصرہ واپس جانے کی اجازت دی، عامر نے جانے سے انکار کرکے کہا لا ارجع الی بلدٍ استحل اھلہ منی ما استحلوا اس کے بعد عامر نے سواد شام میں قیام اختیار کیا اور وہیں زمانہ وفات تک عبادت و ذکر الٰہی میں مصروف رہے۔

عمال و امرا کی مدینہ سے روانگی جب چاروں طرف سے لوگوں نے امراء و عمال اور نیز امیرالمومنین عثمان پر طعن و تشنیع کی زبان درازی کی تو ۳۴ھ میں سعید بن العاص اپنے متعلقہ صوبے کا انتظام کرکے امیرالمومنین عثمانؓ کی خدمت میں حاضری کے قصد سے مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے روانگی سے پہلے اشعث بن قیس کو آذربائیجان کا، سعید بن قیس کو رے کا، نسیر عجلی کو ہمدان کا، سایب بن اقرع کو اصفہان کا، مالک بن حبیب کو ماہ کا، حکیم بن سلامہ کو موصل کا، جریر بن عبداللہ کو قرقیسا کا، سلمان بن ربیعہ کو باب کا اور عتبہ بن نہاش کو حلوان کا والی مقرر کیا۔ صیغہ جنگ کے اختیارات قعقاع بن عمرو کو مرحمت کئے اس انتظام کے بعد یہ لوگ تو اپنے اپنے صوبہ کی طرف روانہ ہوئے اور سعید بن العاص نے کوفہ میں عمرو بن حرث کو اپنا نائب مقرر کرکے مدینہ منورہ کا راستہ لیا۔

یزید بن قیس کا خروج جب کوفہ ان بزرگوں سے خالی ہوگیا۔ طعنہ زنوں اور حرف گیروں کی زبانِ طعن اور دراز ہوگئی۔ امیرالمومنین عثمان اور اُن کے گورنروں کو علانیہ سخت و سُست کلمات کہنے لگے۔ یزید بن قیس نے بقصد خلع خلافت امیرالمومنین عثمان خروج کیا اس کے ہمراہ ایک گروہ اُن لوگوں کا تھا جو ابن سبا کا مقلد تھا اور خفیہ اس سے خط و کتابت کرتا تھا۔ قعقاع نے جلدی پہنچ کر اُس اٹھتے ہوئے طوفان کو فرو کیا اور یزید کو گرفتار کرلیا۔ یزید نے معذرت کی، "میں نے کسی اور قصد سے خروج نہیں کیا نہ میرا اور کچھ مقصود ہے، مجھ کو اور میرے ہمراہیوں کو سعید سے کچھ شکایتیں پیدا ہوگئی ہیں۔" قعقاع نے یہ سُن کر چھوڑ دیا۔ اس کے بعد یزید نے اس گروہ کو خط و کتابت کرکے بلا بھیجا

جو حمص میں عبدالرحمٰن بن خالد کے پاس تھا۔

اشتر کی فتنہ انگیزی

چنانچہ اُشتر اُن لوگوں کے ساتھ حمص سے کوفہ روانہ ہوا۔ کوفہ کے قریب پہنچ کر اپنے ہمراہیوں سے بظاہر علیحدہ ہوگیا اور اُن سے پیشتر کوفہ میں داخل ہوکر جمعہ کے دن دروازۂ مسجد پر کھڑے ہوکر کہنے لگا "جئتکم من عند امیرالمومنین عثمان وترکت سعیداً یریدُ علیٰ نقصان نسائکم علیٰ مائۃ درھم وردا ولی البلاء منکم الی الفین یزعم ان فیئکم بستان قریش" حاضرین مسجد اشتر کے اس فعل سے برہم ہوگئے بے عزتی سے پیش آئے۔ مسجد میں جو ذوی ہوش اور صائب الرائے تھے انھوں نے اشتر کو تقریر کرنے سے روکا لیکن لاحاصل تھا۔ یزید نے باہر نکل کر پکار کر کہا "جس کا جی چاہے سعید کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کو یزید سے اتفاق کرے" اس آواز کو سنتے ہی عوام الناس کا ایک گروہ یزید کے ساتھ ہوگیا۔ سرداران کوفہ اور اہل الرائے نے ہرچند سمجھایا" وعظ و پند کیا۔ لیکن اُن میں سے ایک نے بھی سماعت نہ کی، سب کے سب یزید کے ہمراہ نکل کھڑے ہوئے عمرو بن حریث منبر پر چڑھ گئے۔ حمد و نعت کے بعد لوگوں کو واپس آنے اور امیر کی اطاعت کرنے کی ہدایت کی قعقاع نے کہا "تم سیلاب کو جوش کی حالت میں روکنا چاہتے ہو۔ صبر کرو یہ لوگ بغیر فساد کئے نہ رکیں گے" عمرو بن حریث یہ سُن کر اُتر آئے۔ بس اتنے عرصہ میں جامع مسجد لوگوں سے خالی ہوگئی۔ سوائے شرفاء و رؤسا کوفہ کے اور کوئی شخص عمرو بن حریث کے پاس نہ رہ گیا۔

واقعہ جرعہ

یزید بن قیس مع اپنے ہمراہیوں کے کوفہ سے روانہ ہوکر قادسیہ کے قریب مقام جرعہ میں سعید کو روکنے کی غرض سے آٹھہرا، سعید آ پہنچے یزید کے ہمراہیوں نے کہا "لوٹ جاؤ ہم کو تمھاری حاجت نہیں ہے" سعید نے جواب دیا "اس سخت کلامی کی کوئی ضرورت نہ تھی اس قدر کافی تھا کہ تم لوگ ایک آدمی امیرالمومنین عثمان کی خدمت میں اور ایک میرے پاس بھیج دیتے" سعید کا غلام بول اُٹھا "یہ ممکن نہیں ہے کہ سعید لوٹ جائیں" اشتر نے پاؤں پکڑ کر اونٹ پر سے اُس کو کھینچ لیا اور ایک وار سے اس کا کام تمام کر کے کہا جاؤ عثمانؓ سے کہدو کہ ابوموسیٰ کو بھیج دے" سعید اُلٹے پاؤں مدینہ منورہ واپس آئے۔ امیرالمومنین حضرت عثمان نے اسی وقت ابوموسیٰ اشعری کو کوفہ کا والی مقرر کر کے روانہ کیا اور اہل کوفہ کو لکھا "تم لوگ جس کو چاہتے تھے میں نے اُسی کو تمھارا امیر مقرر کیا ہے۔ تم لوگ سعید سے کشیدہ خاطر تھے اس کی امارت پسند نہیں کرتے تھے اس وجہ سے میں نے بجائے اس کے ابوموسیٰ اشعری کو روانہ کیا ہے واللہ میں اپنے فرائض کو نہایت خوبی سے ادا کروں گا تمھاری زیادتیوں کو برداشت کرتا ہوا تمھاری اصلاح کی بھی پوری کوشش کروں گا۔"

حضرت ابوموسیٰ رضی کا امارت کوفہ پر تقرر ابوموسیٰ نے کوفہ میں پہنچ کر جمعہ کے دن منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا جس میں مسلمانوں کو جماعت سے علیحدہ نہ ہونے اور امیرالمومنین عثمان کی اطاعت کی تاکید کی "لوگوں نے بسروچشم قبول کیا۔ کوفہ کے قرب وجوار کے امراء واپس بلائے گئے اور ابوموسیٰ اشعری امارت کوفہ پر قایم رہے۔ بعض نے بیان کیا ہے کہ اہل کوفہ نے بالاتفاق یہ رائے قایم کی تھی کہ کسی شخص کو امیرالمومنین عثمان کے پاس بھیج کر ان کے عمال کی زیادتیوں کو ظاہر کرنا چاہیے چنانچہ عامر بن عبداللہ تمیمی عنبری مدینہ منورہ روانہ کیا گیا۔ اس نے مسجد نبوی میں پہنچ کر امیرالمومنین عثمان کو مخاطب کرکے کہا۔ اے عثمان رض! لوگوں نے تمھارے افعال پر حرف گیری شروع کی ہے۔ تم نے بڑے ناجائز کام کیے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور توبہ کرو! امیرالمومنین حضرت عثمانؓ نے حاضرین کو مخاطب کرکے فرمایا "تم لوگ اس کی غیر مہذب باتیں سنتے ہو؟ لوگ اس کو مہذب اور متشرع سمجھتے ہیں اور یہ مجھ سے ایسی نالائق باتیں کہہ رہا ہے۔ واللہ یہ اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانتا؟ عامر بولا" میں اللہ تعالیٰ کو پہچانتا ہوں بے شک اللہ تعالیٰ ظالموں پر قابو پانے والا ہے۔

حضرت عثمانؓ کی عمال سے مشاورت اس واقعہ کے بعد امیرالمومنین عثمانؓ نے معاویہ، عبداللہ بن ابی سرح، سعید بن العاص، عبداللہ بن عامر، عمرو بن العاص کو مشورے کی غرض سے دارالخلافہ میں طلب کیا اور ان لوگوں سے مخاطب ہوکر فرمایا تم لوگ میرے وزیر، میرے ناصح اور میرے معتمد علیہ ہو تم پر مجھے اطمینان ہے کہ تم لوگ نیک نیتی سے رائے دو گے، تم دیکھتے ہو، لوگ طرح طرح کے الزامات مجھ پر قائم کرتے ہیں میرے گورنروں کی معزولی چاہتے ہیں اور جس امر کو وہ دوست رکھتے ہیں مجھے اس کا پابند اور اس پر مجبور کرتے ہیں۔ غور کرکے بتلاؤ کیا کیا جائے جس سے یہ یورش فرو ہوجائے" ابن عامر نے کہا میرے نزدیک ان لوگوں کو جہاد میں مصروف کر دیجئے، اگر یہ فارغ بیٹھیں گے تو طرح طرح کے خیالات پیدا کرکے آئے دن ایک نہ ایک فتنہ اٹھاتے رہیں گے، سعید بولے۔ مناسب یہ ہے ان کے سرداروں کی موقع بموقع معقول گرفت کی جائے جب اُن کے رؤسا متفرق ہوجائیں گے تو یہ لوگ بھی منتشر ہوجائیں گے۔ امیرالمومنین حضرت عثمان رض نے فرمایا یہ رائے ضرور مناسب ہے لیکن عمل درآمد مشکل ہے، معاویہ بولے امیرالمومنین! اس کام کو ہم لوگوں کے سپرد کیجئے میں شام کو ان لوگوں سے صاف کردوں گا، آپ مدینہ کو سبنھالئے اور امراء اپنے اپنے مفوضہ صوبہ کو صاف کریں عبداللہ نے کہا یہ لوگ طامع ہیں ان کو مال وزر دے کر اپنا بنا لیجئے اس سے زیادہ تالیف قلوب اور کسی صورت سے ممکن نہیں ہے۔

عمال کی واپسی امیرالمومنین حضرت عثمانؓ نے ان لوگوں سے رائے لینے کے بعد سب کو واپس جانے کا حکم

دیا اور ہدایت کی "لوگوں کو جہاد پر روانہ کرو تاکہ اس کی مصروفیت ان کو اور خیالات سے روک دے" غرض سعید کوفہ کی جانب روانہ ہوئے۔ اہل کوفہ ان کی آمد سن کر روکنے کی غرض سے مقام جرعہ میں آ ٹھہرے جب سعید اس مقام پر پہنچے تو اہل کوفہ نے ان کو مدینہ منورہ کی طرف واپس کر دیا جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔ پس امیر المومنین حضرت عثمانؓ نے ابوموسیٰ کو کوفہ کا والی مقرر کیا اور حذیفہ کو باب پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔

عبداللہ بن سبا کے مقلدین

اس اثنا میں عبداللہ بن سبا کے مقلدین کل ممالک اسلامیہ میں منتشر ہو گئے چاروں طرف علانیہ طعن و تشنیع کا بازار گرم ہو گیا۔ روزانہ اس کی خبریں مدینہ میں پہنچنے لگیں۔ مدینہ میں بھی سرگوشیاں شروع ہو گئیں امیر المومنین حضرت عثمان اور اُن کے عمال پر زبان طعن دراز ہو گئی صحابہ کرام سے زید بن ثابت، ابواسید ساعدی۔ کعب بن مالک اور حسان بن ثابت (رضی اللہ عنہم) لوگوں کو طعن و تشنیع سے روکتے تھے لیکن اس سے کوئی فائدہ نہ تھا۔

حضرت علی کی تقریر

واقعہ جرعہ کے بعد ۳۴ھ میں علی بن ابی طالبؓ مفسدہ پردازوں کے کہنے امیر المومنین عثمانؓ کے پاس گئے اور یہ تقریر کی:۔

الناس ورائی وقد کلمونی فیک والله ما ادری ما اقول لک ولا اعرف شیئاً تجهله ولا ادلک علی امر لا تعرفه انک لتعلم ما اعلم ما سبقناک الی شئی فنخبرک عنه ولا خلونا بشئی فنبلغکه وما خصصنا بامر دونک وقد رایت وصحبت رسول الله صلی الله علیه وسلم وسمعت منه ونلت صهره وما ابن قحافة باولی بالعمل منک بالحق ولا ابن الخطاب باولی بشئی من الخیر منک وانت اقرب الی رسول الله صلی الله علیه وسلم رحماً ولقد نلت من رسول الله

لوگ میرے پاس آئے ہیں اور تمھاری بابت انھوں نے مجھ سے گفتگو کی ہے۔ واللہ میں نہیں سمجھتا کہ تم سے کیا کہوں میں کسی ایسے امر کو نہیں جانتا جس کو تم نہ جانتے ہو اور نہ میں کسی ایسے امر کو تم کو ہدایت کر سکتا ہوں جس کو تم نہ سمجھتے ہو بے شک تم بھی جانتے ہو جو میں جانتا ہوں مجھ کو کسی امر میں تم سے سبقت حاصل نہیں ہوئی جس سے میں تم کو آگاہ کروں اور نہ کوئی چیز مجھ کو تنہا معلوم ہوئی ہے جس کو میں تم کو بتلاؤں اور نہ کوئی بات مجھ کو خاص طور پر بتلائی گئی ہے جو تم کو نہ بتلائی گئی ہو تم نے رسول اللہ صلعم کو دیکھا ہے اور تم کو ان کی صحبت نصیب ہوئی ہے اور تم نے اُن سے احادیث کی سماعت کی ہے اور تم کو اُن کی دامادی کی عزت حاصل ہوئی ہے، ابن قحافہ تم سے عملاً اولیٰ

صلی اللہ علیہ وسلم مالم ینالاہ وما سبقاک
الی شیئ فاللہ اللہ فی نفسک فانک
واللہ ما تبصر من عمی ولا تعلم من
جہالۃ وان الطریق لواضح بیّن وان
اعلام الدین لقائمۃ اعلم یا عثمان
ان افضل عباد اللہ امام عادل
ھدی وھدی فاقام سنۃ معلومۃ
وامات بدعۃ متروکۃ فواللہ
ان کلا لبیّن وان السنن
لقائمۃ لہا اعلام وان البدع
لقائمۃ لہا اعلام وان
شر الناس عند اللہ امام جائر
ضل واضل فامات سنۃ
معلومۃ واحیا بدعۃ متروکۃ
وانی احذرک اللہ وسطواتہ
ونقماتہ فان عذابہ شدید
الیم واحذرک ان یکون امام
ھذہ الامۃ الذی یقتل فیفتح
علیہا القتل والقتال الی
یوم القیامۃ ویلبس امور
ھا علیہا ویترکہا شیعًا
لا یبصرون الحق لعلو
الباطل یموجون فیہا
موجا ویمرجون فیہا مرجًا

نہ تھے اور ابن الخطاب بھی تم سے نیکی میں بہتر نہ تھے
اور تم از روئے قرابت رسول اللہ (صلعم) سے بہت
قریب ہو اور تم کو رسول اللہ (صلعم) کی جو رشتہ داری
نصیب ہوئی ہے وہ ان دونوں کو حاصل نہیں
ہوئی اور نہ وہ دونوں کسی امر میں تم سے سبقت لے گئے
ہیں اللہ کے واسطے تم اس معاملہ میں غور کرو واللہ تم بے بصیرت
نہیں ہو اور نہ نا سمجھ و نادان ہو اور بے شک راستہ واضح
ظاہر ہے اور بے شک دین کی نشانیاں قائم ہیں.
اے عثمان سمجھو! بے شک اللہ تعالیٰ کے بندوں میں
افضل امام عادل ہے جس نے خود ہدایت پائی
اور دوسروں کو ہدایت دی پس اس نے سنت معلومہ
کو قایم اور بدعت متروکہ کو مردہ کیا واللہ یہ دونوں
امر کھلے ہوئے ہیں اور بے شک سنتیں قایم ہیں ان کے
لئے نشانیاں ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ کے
نزدیک شریر آدمیوں سے امام ظالم ہے گمراہ ہوا
اور گمراہ کیا پس مردہ کیا اس نے سنت معلومہ کو اور
زندہ کیا بدعت متروکہ کو اور میں تم کو اللہ تعالیٰ کی سطوت
اور انتقام سے ڈراتا ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب
نہایت شدید و دردناک ہے اور میں تم کو اس سے
ڈراتا ہوں کہ تم اس امت کے امام مقتول ہو کہ
تمہارے قتل سے اس پر قتل و قتال کا دروازہ قیامت
تک کے لئے کھل جائے گا اور اس پر اس کے واقعات
ملتبس و مشتبہ ہو جائیں گے اور ایک گروہ چھوڑ
دیئے جائیں گے. جو حق کو بوجہ علو باطل نہ دیکھ ۲

۲ سکیں گے اور اس مباحث میں خلط و ملط بے حد ہو گا اضطراب و اختلاف اس میں پیدا ہوں گے۔

حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی گفتگو

امیر المومنین عثمانؓ نے جواب دیا میں جانتا ہوں بے شک وہ لوگ یہی کہتے ہوں گے جو تم کہتے ہو واللہ اگر تم میری جگہ پر ہوتے تو تم کو میں قرابت داروں کے پاس ولحاظ کرنے پر کچھ بھی نہ کہتا۔ میں تمہیں بالتفصیل بتلاتا ہوں "اے علی تم جانتے ہو کہ مغیرہ کو عمر بن الخطاب نے مامور کیا تھا جواب دیا ہاں! امیر المومنین حضرت عثمان بولے پھر تم مجھے ابن عامر کے مامور کرنے پر کیوں ملامت کرتے ہو علی ابن ابی طالب نے کہا بے شک تم حق بجانب ہو لیکن عمر ابن الخطاب اپنے عمال کے ساتھ بہت سختی کے ساتھ برتاؤ کرتے تھے ادنیٰ ادنیٰ غلطیوں پر سخت گوشمالی دیتے تھے اور تم نے اس قدر چشم پوشی کی کہ تمھارے کام وقت پر انجام پذیر نہیں ہوتے تم اپنے اعزا و اقارب کے ساتھ نرمی کرتے ہو۔ امیر المومنین حضرت عثمان نے کہا وہ لوگ میرے ہی عزیز و قریب نہیں ہیں تمہارے بھی عزیز ہیں۔ دیکھو معاویہ کو عمر بن الخطاب نے والی کیا تھا اگر میں نے اس کو بحال رکھا تو کیا جرم کیا؟ علی بن ابی طالب نے جواب دیا اللہ تعالیٰ تم کو بھلائے معاویہ عمر بن الخطاب سے اس قدر ڈرتا تھا کہ اُن کا غلام یرفا بھی اس قدر نہ ڈرتا تھا اور تمھارے ساتھ جو معاویہ کا برتاؤ ہے تم پر خوب روشن ہے امیر المومنین عثمان نے اس کو تسلیم کیا۔ پھر علی ابن ابی طالب بولے " معاویہ تمھاری بغیر اجازت جو چاہتا ہے کرتا ہے اور اس کو تمھاری طرف منسوب کر دیتا ہے اور تم سُن کر خاموش رہ جاتے ہو اس قدر گفتگو ہونے کے بعد امیر المومنین عثمان خاموش ہو رہے علی ابن ابی طالب اٹھکر چلے آئے۔ اس کے بعد ہی امیر المومنین عثمان باہر تشریف لائے اور لوگوں کو مسجد میں جمع کر کے منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا۔

(مترجم) میرے نزدیک اوپر کی طویل تقریر کے الفاظ جو علی بن ابی طالب کی طرف منسوب کیے گئے ہیں اُن کی زبان کے نہیں ہیں۔ ایسے ہی بعض فقرات اس تقریر کے ایسے ہیں جس سے یہ خیال ہوتا ہے کہ علی ابن طالب نے غالباً یہ نہیں فرمایا ہوگا ابن قحافہ کو علی ابن ابی طالب اور کل صحابہ کرام رسول اللہ (صلعم) کے بعد سب سے افضل سمجھتے تھے اور ابن الخطاب کی بھی عزت و توقیر سب لوگ کرتے تھے ان دونوں بزرگوں کو بوجہ عدم صحبت رسول اللہ (صلعم) مفضول علیہ ٹھہرانا اور یہ کہنا کہ وہ دونوں تم سے کسی بات میں نہیں بڑھے تھے ایک ایسا مضمون ہے کہ جس کو عقل سلیم علی ابن ابی طالب کی طرف ہرگز نہیں منسوب کر سکتی کوئی مسلمان علی و عثمان کی عزت یا افضلیت اس وجہ سے نہیں تسلیم کرتا کہ یہ دونوں رسول اللہ (صلعم) کے داماد تھے بلکہ سابق الاسلام ہونے اور اعمال خیر کرنے اور جملہ مشاہد خیر میں حاضر ہونے اور رسول اللہ (صلعم) کی بشارت جنت دینے کی وجہ سے

عزت کرتے ہیں میرے خیال میں ان کو رسول اللہ صلعم کے داماد ہونے کی وجہ سے افضل کہنا ان کی بے قدری اور کسر شان کرنا ہے۔)

حضرت علی کا مشورہ بلوائیوں کا ایک گروہ علی ابن ابی طالب کے پاس گیا۔ امیر المومنین عثمان کی شکایتیں کیں۔ علی ابن ابی طالب ان لوگوں کی درخواست پر امیر المومنین عثمانؓ کے پاس گئے اور اُن کے خیالات، شکایات اور اسباب مخالفت بیان کرتے ہوئے فاروق اعظم کے طرز عمل، سیاست ملکی اور عمّال کے ساتھ سخت گیری و نرمی کے برتاؤ کو بتلایا۔ اس شورش کے انجام اور آئندہ خطرات سے مطلع کیا امیر المومنین عثمان نے جواب دیا ”مغیرہ بن شعبہ کو فاروق اعظم نے والی بنایا تھا ہم نے بھی اُس کو والی بنایا اور معاویہ کو بھی فاروق اعظم نے مامور کیا تھا ہم نے بھی ان کو بحال رکھا۔ باقی رہا ابن عامر۔ اس کا حال عزیز داری و قرابت کا تم جانتے ہو“ علی ابن ابی طالب نے کہا بے شک فاروق اعظم نے ان لوگوں کو مامور کیا تھا لیکن فاروق اعظم جس کو مقرر کرتے تھے اس کی تنبیہ و تادیب پر ہر وقت آمادہ رہتے تھے ذرا ذرا سی لغزش پر نہایت سختی کا برتاؤ کرتے تھے اور تم نرمی کا برتاؤ کرتے ہو۔ فاروق اعظم کے عمّال ان سے اُن کے غلام یرفاسے زیادہ ڈرتے تھے اور معاویہ بلا تمھارے مشورہ و بلا اجازت جو چاہتا ہے کرتا ہے اور لطف یہ ہے کہ اُن کاموں کو تمھاری طرف منسوب کرتا ہے اور تم اُس کا کچھ خیال نہیں کرتے ہو“ تھوڑی دیر تک اسی قسم کی باتیں کر کے علی ابن ابی طالب اٹھ کر چلے آئے۔

حضرت عثمانؓ کا خطبہ اس کے بعد ہی امیر المومنین عثمان بن عفان مسجد میں تشریف لائے اور لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیا جس میں مخالفین کے طعن و تشنیع کے جوابات دیئے اور یہ بھی فرمایا کہ تم لوگ میری نرمی اور ملاطفت کی وجہ سے جری ہو گئے ہو ایسی جرأت تم کو ابن خطاب کے زمانہ خلافت میں نہیں ہوئی تھی تم کو مناسب ہے کہ تم لوگ اپنے خیالات تبدیل کر دو اور اپنی رائے سے رجوع کر لو اور اپنے کاموں کو اپنے سرداروں پر چھوڑ دو جن کو میں نے مامور کیا ہے۔

تحقیقاتی کمیشن جس وقت اطراف و جوانب ممالک میں امیر المومنین عثمان اور اُن کے عمال پر طعن و تشنیع کا بازار گرم ہوا اور اس سلسلے میں مخالفین باہم خط و کتابت کرنے لگے اور ان واقعات کی پیہم خبریں دارالخلافت میں پہنچنے لگیں اس وقت اہل مدینہ جمع ہو کر امیر المومنین عثمان کے پاس آئے اور ان واقعات سے ان کو مطلع کیا۔ لیکن ان کو اس سے ناواقف پایا۔ امیر المومنین عثمان نے کہا تم لوگ مسلمانوں کے رئیس اور ارباب شوریٰ ہو۔ تمھاری کیا رائے ہے؟ صحابہ نے کہا ”چند معتبر و معتمد آدمیوں کو ممالک محروسہ اسلامیہ کی طرف خبر لانے کے لئے روانہ کرو“ چنانچہ محمد بن مسلمہ۔ کوفہ کی طرف، اسامہ بن زید۔ بصرے کی طرف عبد اللہ بن

بن عمر شام کی طرف اور علاوہ ان کے اور لوگ بھی مختلف صوبوں کی طرف روانہ کئے گئے ان لوگوں نے واپس ہو کر بیان کیا کہ ہم نے نہ تو عمال و والیان ملک کی کوئی برائی دیکھی اور نہ عوام و خواص کو ان کی شکایت کرتے ہوئے پایا عمار بن یاسر جو مصر کی جانب روانہ کئے گئے تھے دیر میں واپس ہوئے ان کو ابن سبا اور اس کے ہمراہیوں خالد بن ملجم، سودان بن حمران، کنانہ بن بشر نے دم دے کر اپنی طرف مائل کر کے اپنا ہم صفیر بنا لیا تھا جیسا کہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں۔

اعلان عام

اس کے بعد امیر المومنین عثمان نے دو گشتی فرمان تمام ممالک محروسہ میں روانہ کئے ایک عام رعایا کے نام اس مضمون کا "مجھے یہ اطلاع پہنچی ہے کہ میرے عمال سے عام رعایا کو کچھ نقصان پہنچا ہے اس وجہ سے میں نے حکم دیا ہے کہ میرے کل عمال موسم حج میں آئیں پس جس شخص کو میرے عمال سے کچھ نقصان پہنچا ہو یا کسی کا کچھ حق کسی عامل پر ہو اس کو چاہیے کہ اس موقع پر آ کر اپنے حق کو مجھ سے یا میرے عمال سے لے۔ لیکن اس کی تصدیق کرائے، ثبوت دے فان اللہ یجزی المتصدقین" اس خط کے پڑھنے سے لوگ رو پڑے اور امیر المومنین عثمانؓ کے حق میں دعا کرنے لگے۔

عمال کی طلبی

دوسرا فرمان عمال کے نام تھا ان لوگوں کو موسم حج میں طلب کیا تھا چنانچہ آئندہ موسم میں عبداللہ بن عامر، عبداللہ بن ابی سرح، معاویہ بن ابی سفیان، سعید بن العاص اور عمرو بن العاص شریک حج ہوئے۔ امیر المومنین عثمان نے فرمایا افسوس ہے کہ تم لوگوں کی شکایتیں اور ایذا رسانی کی خبریں مجھ تک پہنچی ہیں واللہ مجھے اس امر کا خیال ہے کہ کہیں وہ لوگ سچے نہ نکل جائیں ان لوگوں نے عرض کی "کیا آپ نے لوگوں کو اس امر کے دریافت کرنے کو نہیں بھیجا تھا؟ کیا ان لوگوں نے آپ سے کچھ ظاہر نہیں کیا؟ کیا آپ کے خبر رسانوں نے یہ نہیں بتایا کہ ہم نے عمال کی کوئی برائی نہیں دیکھی ہم لوگوں کو اس شکایت کی اطلاع تک نہیں ہے اور نہ اس کی کچھ اصلیت ہے اور نہ آپ کو اس کا کچھ خیال کرنا چاہیے" حاضرین اس شر و فساد کے فرو کرنے کی بابت مشورہ کرنے لگے اور ایک دوسرے کی مخالفت کرنے لگا۔ امیر المومنین عثمان نے فرمایا یہ فتنہ ضرور ہونے والا ہے اور اس کا دروازہ عنقریب کھلا چاہتا ہے میں یہ نہیں چاہتا کہ مجھ پر کوئی الزام اس فتنے کی بابت باقی رہ جائے اللہ تعالیٰ اس کو خوب جانتا ہے کہ میں نے سوائے خیر کے لوگوں کے ساتھ کچھ نہیں کیا۔" حاضرین یہ سن کر خاموش رہے کسی نے ذرہ بھر بھی کسی کی شکایت نہ پیش کی۔

صحابہ کبار سے مشاورت

حج سے فارغ ہو کر مدینہ میں آئے علی طلحہ اور زبیر کو بلوایا معاویہ اس وقت موجود تھے معاویہ نے کھڑے ہو کر حمد و نعت کے بعد کہا "تم لوگ رسول اللہ

(صلعم) کے اصحاب اور ارباب حل وعقد ہو اور اس امت کے سرپرست ووالی ہو تم نے اپنے دوست (یعنی عثمان) کو بلا رو رعایت اس کام کے لئے منتخب کیا اور اب وہ بڈھا ہو گیا اور اس پر طرح طرح کے الزامات لگائے جاتے ہیں تم لوگوں نے اس کا اگر کچھ فیصلہ کیا ہے تو ظاہر کرو میں جواب دینے کے لئے موجود ہوں، باقی رہا یہ امر کہ اگر کوئی شخص خلافت وامارت کی طمع کرے تو واللہ تم لوگ سوائے پیٹھ پھیر کر بھاگنے کے اُس سے اور کچھ نہ دیکھو گے" اس فقرہ پر علی ابن ابی طالب نے معاویہ کو جھڑک دیا، امیر المومنین عثمان بولے "مجھ سے پیشتر جو دو بزرگ (یعنی ابوبکر و عمر) تھے ان لوگوں نے بہ نظر احتساب اپنے اعزہ واقارب کو نہ پوچھا۔ حالانکہ رسول اللہ (صلعم) اپنے قرابت دار کا لحاظ فرماتے اور اُن کو مدد دیتے تھے میرے اعزہ واقارب غریب اور کم مایہ ہیں میں نے اپنا ہاتھ ان کے لئے کھول دیا پس اگر اس میں تم لوگ میری غلطی دیکھتے ہو تو میں اس سے باز آؤں" کسی نے کہا تم نے عبداللہ بن خالد بن اسید کو پچاس ہزار اور مروان کو پندرہ ہزار دیدیئے! امیر المومنین عثمان نے جواب دیا "میں اُن دونوں آدمیوں سے یہ رقمیں واپس لینے والا ہوں" لوگ یہ سُن کر راضی ہو گئے اور بخوشی خاطر اٹھ کر چلے آئے۔

حضرت عثمانؓ کا شام جانے سے انکار

اصحاب کبار کے چلے جانے کے بعد معاویہ نے عرض کی "امیر المومنین! اس سے پہلے کہ آپ پر حملہ ہو جس کا آپ تحمل نہ کر سکیں مناسب ہوگا آپ میرے ساتھ شام چلے چلیں کیونکہ کل اہل شام میرے مطیع ہیں" امیر المومنین عثمان نے جواب دیا۔ "کسی قیمت پر رسول اللہ (صلعم) کا جوار میں نہیں چھوڑ سکتا" پھر معاویہ نے گذارش کی "اچھا میں ایک لشکر جرار آپ کی محافظت کو بھیجے دیتا ہوں جو آپ کے پاس ٹھہرا رہے" جواب دیا "میں رسول اللہ (صلعم) کے پڑوسیوں کو تنگ نہیں کروں گا۔ معاویہ بولے واللہ آپ دھوکا اٹھائیں گے یا نزع خلافت کریں گے" امیر المومنین عثمان حسبی اللہ ونعم الوکیل کہکر خاموش ہو گئے اور معاویہ آپ کی خدمت سے اٹھ کر علی، طلحہ اور زبیر کے پاس گئے اور ان لوگوں سے بوقت ضرورت امیر المومنین عثمان کی اعانت وامداد کرنے کو کہا اور رخصت ہو کر شام کا راستہ لیا۔

مفسدین کی ریشہ دوانیاں

مفسدوں اور بلوائیوں نے یہ عہد و پیمان کیا تھا کہ جس وقت امیر المومنین عثمان کے سرداران لشکر اور گورنران صوبجات چلے جائیں اس وقت امیر المومنین عثمان پر دفعۃً حملہ کیا جائے" لیکن اتفاق سے جب امراء اور عمّال کی روانگی کے بعد امیر المومنین عثمان پر حملہ نہ کر سکے تو دوبارہ نقض بیعت امیر المومنین عثمان کی ریشہ دوانی کرنے لگے اور مراسلات کے ذریعہ طے کیا کہ فلاں روز آئندہ موسم حج میں مدینہ منورہ میں آجانا چاہیئے چنانچہ سب کے پہلے مصر کے بلوائیوں کا سرگروہ

عبدالرحمن بن عدیس بلوی تھا مدینہ کی طرف خروج کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ بلوائیان مصر کی تعداد ایک ہزار تھی کنانہ بن بشر لیثی، سودان بن حمران سکونی اور میسرہ یا قتیبرہ بن فلاں سکونی بسر کردگی غافقی بن حرب عکی اس جماعت میں شریک تھا۔ بلوائیان کوفہ بھی ایک ہزار کی جمعیت سے زید بن صفوان عبدی، اشتر نخعی زیاد بن النضر حارثی، اور عبداللہ بن الاصم عامری کے ہمراہ آتے ہوئے تھے۔ بصرے کے بلوائیوں کی تعداد بھی ایک ہزار تھی حکیم بن جبلہ عبدی، ذریح بن عباد، البشیر بن شریح قیسی، ابن المحرش نے بسر کردگی حرقوص بن زہیر سعدی خروج کیا تھا۔

مفسدین کی مدینہ کو روانگی

یہ لوگ اپنے اپنے شہروں سے حج کا ارادہ ظاہر کر کے شوال میں مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے۔ جب مدینہ تین منزل باقی رہ گیا تو اہل بصرے کے چند لوگ آگے بڑھ کر ذوخشب میں آٹھہرے ان لوگوں کی طبیعتیں طلحہ کی طرف مایل تھیں اور کچھ لوگ بلوائیان کوفہ سے، اپنے گروہ سے نکل کر اعوص میں آکر مقیم ہوئے ان لوگوں کا رجحان زبیر بن العوام کی جانب تھا اسی گروہ کے ساتھ کچھ لوگ مصر کے بھی تھے اور عام بلوائی ذوالمروہ میں ٹھہرے رہے مصریوں کی طبیعت علی ابن ابی طالب کی جانب مائل تھی زیاد بن النضر اور عبداللہ بن الاصم نے بلوائیوں سے مخاطب ہو کر کہا "تم لوگ عجلت نہ کرو جب تک ہم مدینہ میں نہ داخل ہولیں۔ ہم کو یہ خبر پہنچی ہے کہ اہل مدینہ نے بھی لشکر آرائی کی ہے بخدائے لایزال اگر یہ خبر صحیح ہے تو ہم کچھ نہ کر سکیں گے" بلوائی یہ سن کر خاموش ہو گئے اور ان دونوں نے مدینہ کا راستہ لیا۔

حضرت علیؓ کی بلوائیوں کو سرزنش

زیاد و عبداللہ مدینہ پہنچ کر علی، طلحہ، زبیر اور امہات المومنین (رضی اللہ عنہم) سے ملے اور یہ ظاہر کیا کہ ہم لوگ بہ ارادہ حج آئے ہیں اور عثمانی گورنروں کی شکایت لائے ہیں، ان بزرگوں نے زیاد و عبداللہ کو اس ارادے سے روکا دونوں آدمی لوٹ کر اپنے گروہ میں آئے اور سرداران و بلوائیان کوفہ، بصرہ اور مصر کو جمع کر کے مشورہ کر کے یہ طے کیا کہ ہر فریق جدا جدا طلحہ، زبیر اور علی ابن ابی طالب کے پاس جائے اور ان کو جس طرح ممکن ہو اپنا ہم آہنگ بنائے۔ چنانچہ چند مصری بلوائی علی ابن ابی طالب کی خدمت میں حاضر ہوتے یہ اس وقت لشکر میں بمقام احجار الزیت رونق افروز تھے اور اپنے لڑکے حسنؓ کو بلوائیوں کو منتشر کرنے کی غرض سے امیر المومنین عثمان کے پاس بھیج دیا تھا مصریوں نے علی ابن ابی طالب سے کہا "ہم عثمان کی امارت سے بیزار ہیں آپ ہم سے بیعت لے لیجئے ابھی ہم لوگ واپس جاتے ہیں" علی ابن ابی طالب غصے سے کانپ اٹھے چلا کر فرمایا بے شک لشکر ذومروہ و ذوخشب و اعوص رسول اللہ (صلعم) کے ارشاد کے مطابق ملعون ہے اور اس حدیث کو صلحاء

مومنین جانتے ہیں تم لوگ میرے سامنے سے دور ہو آئندہ اس قسم کی گفتگو میرے روبرو نہ کرنا"۔ بصریوں اور کوفیوں کی جماعتیں جو طلحہ وزبیر کے پاس گئی ہوئی تھیں۔ اُن لوگوں نے طلحہ وزبیر سے بھی ایسا ہی کہا طلحہ وزبیر نے بھی ایسا ہی سختی کا جواب دیا جب اس کیادی وحیلہ سازی میں بھی ان کو کامیابی نہ ہوئی توان مقامات سے متفرق ہو کر اپنے اپنے لشکرگاہ میں چلے آئے۔

حضرت عثمانؓ کے مکان کا محاصرہ

اہل مدینہ بھی ان کی مراجعت سے اپنے اپنے گھروں میں لوٹ گئے۔ رات کے وقت کسی حادثہ کی اطلاع نہ ہوئی لیکن تکبیر کی آواز اطراف مدینہ میں گونج رہی تھی۔ صبح ہوئی تو امیرالمومنین عثمان کا مکان محاصرہ میں تھا، بلوائیوں نے چاروں طرف سے مکان کو گھیر لیا تھا اور منادی کرادی تھی کہ جو شخص مقابلہ پر نہ آئے گا اس کو امن دیا جائے گا۔ چند دنوں امیرالمومنین حضرت عثمان امامت کرتے رہے اہل مدینہ اپنے اپنے مکانوں میں خاموش بیٹھے رہے بلوائیوں نے بھی امیرالمومنین حضرت عثمان سے ملنے جلنے بات کرنے سے کسی کو نہیں روکا۔

محاصرے کی صبح کو علی ابن ابی طالب نے بلوائیوں سے فرمایا تم کو کس چیز نے چلے جانے کے بعد واپس بلایا؟ بلوائیوں نے کہا" ہم نے ایک خط ایک قاصد کے ہاتھ سے پایا ہے جس میں ہمارے قتل کا حکم تھا، اسی طرح بصریوں نے طلحہ سے اور کوفیوں نے زبیر سے کہا، بلوائیوں میں سے ہر شخص کہہ رہا تھا کہ ہم اپنے بھائیوں کی مدد کرنے کو آئے ہیں، علی ابن ابی طالب نے کہا تم کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ اہل مصر کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا ہے کیونکہ تم ان سے منزلوں کی مسافت پر تھے تم لوگ ایک ہی وقت معین پر کیسے واپس ہوئے واللہ یہ امر روز روشن سے زیادہ ظاہر ہے کہ تمہاری طبیعتیں صاف نہیں ہیں" بلوائیوں نے جواب دیا آپ جو چاہیں خیال کریں ہم کو اس شخص (یعنی عثمان) کے معزول کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے"۔

عمال کے نام فرامین

اس وقت تک بلوائیان، مصر، کوفہ اور بصرہ امیرالمومنین حضرت عثمان کے پیچھے نماز پڑھتے تھے لیکن اس واقعہ کے بعد انھوں نے لوگوں کو امیرالمومنین عثمان کے پاس جانے اور ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے روکنا شروع کیا۔ امیرالمومنین عثمان نے ممالک اسلامیہ کے گورنروں کے پاس فرامین بھیجے اُن کو اِن واقعات سے مطلع کیا۔ معاویہ نے حبیب بن مسلمہ فہری کو عبداللہ بن ابی سرح نے معاویہ بن خدیج کو روانہ کیا۔ کوفہ سے قعقاع بن عمرو روانہ ہوئے۔ کوفہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم سے عقبہ بن عامر، عبداللہ بن ابی اوفی، حنظلہ کاتب وحی اور تابعین سے مسروق، اسود، شریح عبداللہ بن حکیم، بصرے میں صحابہ سے عمران بن حصین، انس بن مالک، ہشام بن عامر اور تابعین سے کعب

بن سور، ہرم بن حیان۔ اسی طرح شام اور مصر میں بھی صحابہ اور تابعین مسلمانوں کو اہل مدینہ کی اعانت پر ابھارنے لگے۔

حضرت عثمانؓ پر حملہ

بلوائیوں کے آنے کے بعد جمعہ آیا اس میں امیر المومنین عثمان نے نماز پڑھائی خطبہ دینے کو منبر پر چڑھ کر فرمایا یاھولاء اللہ اللہ فواللہ ان اھل مدینۃ لیعلمون انکم ملعونون علی لسان محمد فامحوا الخطایا بالصواب " محمد بن سلمہ نے اٹھ کر کہا انا اشہد بذٰلک (میں اس کی گواہی دیتا ہوں) حکیم بن جبلہ نے ان کو بٹھالیا پھر زید بن ثابت اٹھے ان کو محمد بن ابی قتیرہ نے بٹھالیا۔ اس کے بعد بلوائیوں نے ہلہ کر کے منبر کا قصد کیا۔ لوگوں نے مار کر مسجد سے نکال دیا بلوائی بیرون مسجد سے امیر المومنین عثمانؓ پر پتھر مارنے لگے، آپ چوٹ سے بیہوش ہو کر گر پڑے۔ سعد بن ابی وقاص حسین بن علیؓ، زید بن ثابت اور ابوہریرہ (رضی اللہ عنہم) بلوائیوں سے لڑنے لگے امیر المومنین عثمانؓ کو گھر پر اٹھا لائے تھوڑی دیر کے بعد ہوش ہوا تو ان کو لڑائی سے روک کر واپس بلا بھیجا۔ علی، طلحہ اور زبیر عیادت کو آئے اس وقت چند بنی امیہ بیٹھے ہوئے تھے جن میں مروان بھی تھا۔ ان لوگوں نے علی ابن ابی طالب سے مخاطب ہو کر کہا "تم نے ہم کو ہلاک کر ڈالا، تمھاری ہی یہ ساری کارروائیاں ہیں واللہ اگر تم اپنے مقصد کو پہنچ گئے تو تم دنیا کو مطیع کر لو گے" علی ابن ابی طالب نے اُس کا کچھ جواب نہ دیا غصے میں اٹھ کر چلے آئے طلحہ اور زبیر بھی اپنے اپنے مکان واپس آئے۔

زمانہ محاصرہ میں امامت

محاصرے کی حالت میں تیس یوم تک امیر المومنین عثمان نماز پڑھاتے رہے بعد ازاں بلوائیوں نے مسجد میں آنے اور امامت کرنے سے روک دیا غافقی بن حرب عکی بلوائیوں کا سردار نماز پڑھانے لگا اہل مدینہ اپنے اپنے مکانات اور باغات میں مثل عزلت گزیں ہو گئے۔ یہ محاصرہ چالیس روز تک قائم رہا۔ بعض کہتے ہیں کہ زمانہ محاصرے میں امیر المومنین عثمان نے ابوایوب انصاری کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ چند روز تک انھوں نے نماز پڑھائی پھر ان کے بعد علی ابن ابی طالب پڑھاتے رہے۔ بعض کا بیان ہے کہ حالت محاصرہ میں علی ابن ابی طالب نے سہیل بن حنیف کو نماز پڑھانے پر مامور کیا تھا چنانچہ عشرہ ذی الحجہ تک امامت کرتے رہے پھر عید کی نماز پڑھائی اور چند نمازوں میں امامت کی یہاں تک کہ امیر المومنین عثمان شہید ہو گئے۔

لہ اللہ کی قسم ہے اہل مدینہ کو خوب معلوم ہے یہ لوگ حسب ارشاد رسول اللہ صلعم ملعون ہیں پس لوگوں کو مناسب ہے کہ نیکی سے لغزشوں کو فنا کر دیں۔

بلوائیوں کی روانگی کی اطلاع

بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ زمانہ محاصرہ امیر المومنین عثمان میں محمد بن ابی بکر اور محمد بن ابی حذیفہ، مصر میں لوگوں کو امیر المومنین عثمانؓ کے برخلاف اُبھار رہے تھے پس جب ماہ رجب میں بلوائیان مصر نے باظہار حج وبقصد قتل یا خلع خلافت عثمان بسر گروہی عبدالرحمٰن بن عدیس خروج کیا تو محمد بن ابی بکر بھی ان کے ہمراہ روانہ ہوئے ان کی روانگی کے بعد ہی عبداللہ بن سعد نے ایک قاصد دربار خلافت کی طرف بلوائیوں کی روانگی کی خبر کرنے کو روانہ کیا۔ باقی رہے محمد بن حذیفہ وہ مصر میں ٹھہرے رہے۔ پس جب عبداللہ بن سعد بقصد مدینہ رملہ پہنچے تو یہ خبر گوش گذار ہوئی کہ مصریوں نے واپس ہو کر امیر المومنین عثمانؓ کا محاصرہ کر لیا ہے اور محمد بن ابی حذیفہ مصر پر مسلط ہو گیا ہے اس خبر کے سنتے ہی عبداللہ بن سعد بن ابی سرح مصر کی طرف لوٹے فلسطین میں پہنچ کر قیام کیا اتنے میں امیر المومنین عثمان شہید ہو گئے۔

حضرت علیؓ اور مہاجرین وانصار کا وفد

یہ واقعات جملہ معترضہ تھے جس سے آپ کا ذہن منتشر ہو گیا ہو گا اب اصل واقعہ کی طرف ہم پھر رجوع کرتے ہیں۔ آپ کو یاد ہو گا کہ بلوائیان مصر نے مدینہ کے قریب پہنچ کر ذوخشب میں قیام کیا تھا طے یہ ہوا تھا کہ امیر المومنین عثمان خلافت چھوڑ دیں یا اپنے گورنروں کو یک قلم موقوف کر دیں اور اگر ان دونوں باتوں سے ایک کو بھی منظور نہ کریں تو قتل کر ڈالے جائیں' امیر المومنین عثمان کو اس سے آگاہی ہوئی' آپ علی ابن ابی طالب کے مکان پر تشریف لے گئے' اپنی قرابت اور حقوق کو ظاہر کر کے کہا کہ "تم بلوائیوں کے پاس جاؤ ان کو جس طرح ممکن ہو سمجھا بجھا کر واپس کر دو' علی ابن ابی طالب نے جواب دیا۔ "میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا لیکن تم نے میرا کہا نہ مانا اپنے ہم نشینوں (مروان، معاویہ، ابن عامر، ابن ابی سرح اور سعید) کے کہنے پر عمل کرتے رہے' اب میں کس طرح اور کس بنا پر ان کو واپس کروں' امیر المومنین عثمانؓ بولے" آپ تم جیسا کہو گے ویسا ہی کروں گا آئندہ سے ان لوگوں کے کہنے پر ہرگز عمل نہ کروں گا' چنانچہ علی ابن ابی طالب اور تیس مہاجرین وانصار سوار ہو کر بلوائیوں کے پاس گئے اس وفد میں سعید بن زید' ابوجہم عدوی' جبیر بن مطعم' حکیم بن حزام' مروان بن الحکم' سعید بن العاص' عبدالرحمٰن بن عتاب' ابواسید ساعدی' ابوحمید' زید بن ثابت' حسان بن ثابت' کعب بن مالک اور نیار بن مکرز وغیرہ رضی اللہ عنہم تھے۔

مفسدین مصر کی واپسی

علی ابن ابی طالب اور محمد بن مسلمہ نے بلوائیان مصر کو نشیب وفراز سمجھایا' بلوائیان مصر' مصر کی طرف لوٹے' ابن عدیس بلوی نے محمد بن مسلمہ سے کہا" میں تم سے کچھ کہنے کو واپس ہونا چاہتا ہوں' جواب دیا" اللہ سے ڈر! کیا تو اپنے اقرار سے منحرف ہونا چاہتا ہے؟ تو نے ابھی واپس نہ ہونے کا وعدہ کیا ہے۔ ابن عدیس یہ سن کر اپنے گروہ میں چلا گیا اور اہل مدینہ مدینہ واپس آئے علی

ابن ابی طالب نے امیر المومنین عثمانؓ کے پاس جا کر مصریوں کے واپس جانے کی اطلاع دی۔

حضرت عثمانؓ اور مروان

اس واقعہ کے دوسرے روز مروان نے حاضر ہو کر عرض کی "امیر المومنین! اس سے پہلے کہ بلا دقریبہ اور بعیدہ سے مسلمان آئیں اور ایسے واقعات آپ پر پیش آئیں جس کو آپ برداشت نہ کر سکیں آپ مسلمانوں کو جمع کر کے خطبہ دیں اس میں یہ بیان فرمائیں کہ اہل مصر واپس گئے اور ان کو جو خبریں پہنچی تھیں سب بے اصل تھیں" امیر المومنین عثمان مروان کے کہنے سے خطبہ دینے کو کھڑے ہوئے جوں ہی چند الفاظ زبان سے نکلے تھے کہ چاروں طرف سے آواز آنے لگی اتق اللّٰہ یا عثمان وتب الی اللّٰہ (اے عثمان! اللہ سے ڈر اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر) سب سے پہلے اس فقرے کو عمرو بن العاص نے کہا تھا پس امیر المومنین عثمان نے ہاتھ اٹھا کر کہا اللھم انی تائب (اے اللہ میں توبہ کرتا ہوں) اس کے بعد عمرو بن العاص فلسطین چلے گئے۔ اور اپنے محل میں مقیم رہے اس کے چند دنوں بعد امیر المومنین عثمان کے محاصرہ و شہادت کا واقعہ پیش آیا۔

حضرت عثمانؓ کا خطبہ

بعض نے لکھا ہے کہ حضرت علی نے مصریوں کے پاس سے واپس ہو کر امیر المومنین عثمان سے کہا تھا "تم باہر نکل کر لوگوں کو اپنے خیالات سے مطلع کر دو تاکہ تمھارے حالات ان کو معلوم ہو جائیں اور فتنہ انگیز اشرار کا گروہ دوسرے شہروں سے نہ آنے پائے" اس بنا پر امیر المومنین عثمان باہر آئے اور خطبہ دیا حمد و نعت کے بعد ارشاد کیا۔ انا اول من اتعظ استغفر اللّٰہ مما فعلت واتوب الیہ فلیات اشرافکم یرونی رأیہم فواللّٰہ ان ردنی الحق عبد لاستنن بسنۃ العبد ولاذلن ذل العبد وما عن اللّٰہ مذھب الا الیہ فواللّٰہ لاعطینکم الرضی ولا احتجب عنکم (یعنی میں پہلا شخص ہوں جس نے نصیحت قبول کی، میں اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتا ہوں اس سے جو میں نے کیا ہے اور اس کی طرف رجوع کرتا ہوں پس مناسب ہے کہ تمھارے شرفا آئیں اور مجھ کو مشورہ دیں واللہ اگر مجھے کوئی غلام بھی حق کی راہ نمائی کرے گا تو میں اُسی کا راستہ اختیار کروں گا اور غلاموں کی طرح اُس کی اطاعت کروں گا اور اللہ کے سوا اور کوئی حامی نہیں ہے اللہ کی قسم ہے میں تم کو راضی رکھوں گا اور تم سے کچھ پوشیدہ نہ رکھوں گا) یہ کہہ کر امیر المومنین عثمان خود بھی روئے اور حاضرین بھی رو پڑے۔

مروان کی تلخ کلامی

خطبہ دے کر مکان پر آئے تو چند بنی امیہ جو اس وقت حاضر نہ تھے حاضر ہوئے اور اس خطبہ کے دینے پر نصیحت کرنے لگے آپ کی بیوی نائلہ بنت الفرافصہ نے ان لوگوں کو جھڑکا لیکن انھوں نے نائلہ کے جھڑکنے پر خیال نہ کیا برابر امیر المومنین عثمان کو توبہ کرنے اور خطبہ دینے پر ملامت کرتے رہے اتنے میں دروازے پر کچھ لوگ جمع ہو گئے۔ امیر المومنین عثمانؓ نے مروان سے فرمایا تو جا، ان لوگوں سے ہم کلام ہو اور گفتگو کرنے میں درشتی سے کام لے چنانچہ مروان نے نکل کر کہا "تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے، تمھاری کیا حالت ہے؟ تم لوگ ہمارے قبضے سے ہمارے ملک کے چھیننے کو آتے ہو واللہ اگر تم نے کسی قسم کا قصد کیا تو ہم تم پر ایسا بوجھ

ڈال دیں گے کہ جس کو تم اٹھا نہ سکو گے، جاؤ اپنے اپنے مکانات کی طرف لوٹ جاؤ واللہ جو ہمارے قبضے میں ہے اُس میں ہم تم سے مغلوب نہیں ہیں" مروان کے اس کلام سے مجمع منتشر ہو گیا۔

حضرت علیؓ کا اظہار ناراضگی

علی ابن ابی طالب تک یہ خبر پہنچی آپ سخت ناراض ہوئے عبدالرحمٰن بن اسود بن یغوث سے مخاطب ہو کر فرمایا "کیا تم نے کل عثمان کا خطبہ اور آج مروان کا کلام سنا ہے میں جب گھر میں بیٹھ رہا تو عثمانؓ نے مجھ سے کہا کہ تم نے مجھے چھوڑ دیا تم نے میری قرابت وحق کا پاس نہ کیا اور جب میں نے دخل دیا اور لوگوں کو سمجھا بجھا کر واپس کیا تو مروان کے کہنے سے لڑکوں کے کھیل کی طرح اُس کو اُلٹ پلٹ دیا، افسوس ہے کہ عثمان باوجود سِن اور رسول اللہ صلعم کی صحبت سے مشرف ہونے کے مروان کے قبضے میں ہیں جس طرف وہ چاہتا ہے اس طرف پھیر دیتا ہے" علی ابن ابی طالب یہ کہہ کر طیش میں آ کر اٹھے امیرالمومنین عثمان کے پاس گئے۔ مروان کے کہنے پر عمل درآمد کرنے پر نصیحت کی اور یہ فرمایا کہ آج سے اب میں پھر تمہارے پاس نہ آؤں گا مروان تمہاری رائے پر مسلط ہو گیا ہے وہ تمہارا شرف زائل کرنا چاہتا ہے" علی ابن ابی طالب کے چلے جانے کے بعد نائلہ آئیں اور وہ یہ گفتگو سن رہی تھیں۔ انھوں نے بھی مروان کی موافقت پر نصیحت کی اور علی ابن ابی طالب سے صلاح و مشورہ لینے کی رائے دی۔ امیرالمومنین عثمان نے علی ابن ابی طالب کو بلوا بھیجا، وہ نہ آئے تو خود شب کے وقت علی ابن ابی طالب کے مکان پر گئے۔ علی ابن ابی طالب نے کہا بڑے افسوس کا مقام ہے کہ کل تم نے رسول اللہ (صلعم) کے منبر پر چڑھ کر کیا کہا تھا۔ اس کے بعد مروان نے تمہارے دروازے پر کھڑے ہو کر لوگوں کو سخت وسست کہا ایذا پہنچائی" امیرالمومنین عثمان نے معذرت کی، اقرار کیا کہ آئندہ میں تمہاری رائے پر عمل کروں گا واقعی میں اس وجہ سے خفیف ہوا اور لوگوں کو مجھ پر جرأت ہوئی، علی ابن طالبؓ بولے "واللہ میں لوگوں کو بہ نہایت آسانی سے دور کر دوں گا لیکن جب میں تم کو سمجھاتا ہوں تو اس پر عامل ہوتے ہو لیکن جب مروان آ جاتا ہے اور وہ مخالفت کرتا ہے تو تم اُس کے کہنے پر عمل کرنے لگتے ہو اور میری رائے کو بھول جاتے ہو" ان واقعات کے بعد بلوائیوں نے پانی بند کر دیا علی ابن ابی طالبؓ بہت برہم ہوئے امیرالمومنین عثمان کو پانی دیا۔

حضرت علیؓ سے امداد طلبی

بعض نے لکھا ہے کہ علی ابن ابی طالب وقت محاصرہ امیرالمومنین عثمان خیبر میں تھے مدینہ منورہ آئے تو لوگوں کو طلحہ کے پاس جمع پایا، امیرالمومنین عثمانؓ علی ابن ابی طالبؓ کے مکان پر گئے اور کہا "اے علی میرے حقوق تم پر بہت ہیں، بھائی ہونے کا حق ہے، قرابت داری کا حق ہے، ہم زلف ہونے کا حق ہے، بالفرض تقدیر اگر جاہلیت ہی کا زمانہ ہوتا تو بھی نبی عبد مناف کے لئے یہ امر باعث ننگ تھا کہ بنو تیم ان کے قبضے سے حکومت چھینیں"۔

علی ابن ابی طالبؓ یہ سن کر طلحہ کے پاس گئے" دریافت کیا ما ھذا (یہ کیا معاملہ ہے) جواب دیا

ابعد مامس[1] الخرام الطبیین یا اباحسن' علی ابن ابی طالب لوٹ کر بیت المال' آئے لوگوں کو جو کچھ مناسب تھا دیا لوگ طلحہ کے پاس سے اُٹھ کر چلے گئے صرف طلحہ رہ گئے امیر المومنین عثمانؓ کو اس سے مسرت ہوئی اس کے بعد طلحہ امیر المومنین عثمان کے پاس آئے ۔آپ نے فرمایا میں تائب نہیں ہوا بلکہ مغلوب ہوا ہوں اے طلحہ! اللہ تعالیٰ تم سے سمجھے!

مروان کا جعلی خط

بعض کا یہ بیان ہے کہ جس وقت بلوائیان مصر دوبارہ مدینہ منورہ کی طرف لوٹے محمد بن مسلمہ واپسی کا سبب دریافت کرنے آئے بلوائیوں نے خط دکھلا کر کہا" یہ خط عثمان کے غلام کے قبضہ سے مقام بویب میں برآمد ہوا ہے جو صدقہ کے اونٹ پر سوار جارہا تھا اس خط میں عبدالرحمٰن بن عدیس عمرو بن الحمق' عروہ بن البباع پر درے لگانے اور قید کرنے اور سر وڈاڑھیاں مونڈنے اور بعضوں کو سولی دینے کو لکھا ہے ۔بعض کہتے ہیں کہ یہ خط ابوالاعور سلمی کے پاس سے برآمد ہوا تھا۔ غرض اس خط کے ملتے ہی بلوائیاں مصر لوٹے اور ان کے ساتھ ہی کوفہ اور بصرہ کے بلوائی بھی واپس ہوئے ۔

مصریوں کی یورش

محمد بن مسلمہ نے اُن لوگوں سے واپسی کا سبب دریافت کیا انھوں نے کہا" ہم لوگوں نے علی ابن ابی طالب' سعد بن ابی وقاص اور سعید ابن زید سے اس معاملہ میں گفتگو کی ہے ان لوگوں نے ہم سے وعدہ کیا ہے کہ اس معاملہ کو باحسن وجوہ سلجھا دیں گے لہٰذا علیؓ ہمارے ساتھ عثمان کے پاس چلیں" اس قدر گفتگو کرنے کے بعد بلوائیاں مصر سے چند لوگ اُٹھے اور علی ابن ابی طالب و محمد بن مسلمہ کو ہمراہ لے امیر المومنین عثمان کے مکان پر گئے ان دونوں بزرگوں نے بلوائیوں کی شکایتیں پیش کیں امیر المومنین عثمان نے قسم کھا کر کہا "مجھے اس خط سے آگاہی نہیں ہے اور نہ میں نے لکھا ہے" محمد بن مسلمہ بولے بے شک یہ صحیح ہے' یہ کام مروان کا ہے' اس عرصہ میں مصر کے بلوائیوں کا ایک گروہ آگیا۔ ابن عدیس نے ابن ابی سرح کی شکایت شروع کی' مصر میں جو جو نئی باتیں ایجاد کی تھیں بیان کیا اور یہ بھی کہا کہ جب کبھی ابن ابی سرح پر کوئی اعتراض کیا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ امیر المومنین عثمان نے ایسا ہی لکھا ہے ہم لوگ درحقیقت تم کو قتل کرنے کے قصد سے آئے تھے علی ابن ابی طالب اور محمد بن مسلمہ نے سمجھا بجھا کر واپس کیا اور ہم سے وعدہ کیا کہ ان شکایتوں کو ہم رفع کرا دیں گے اتفاق سے تمہارا

---

[1] عرب کا یہ ایک محاورہ ہے جب کوئی کام حد سے متجاوز ہو جاتا ہے یا اُس کی نزاکت بڑھ جاتی ہے تو اس وقت اہل عرب استعارۃً یہ فقرہ بولتے ہیں' خرام' تنگ کو کہتے ہیں اور طبین اونٹنی یا گھوڑی کے حلمۃ الثدی (چھاتیوں کی بھٹنیوں) کو کہتے ہیں یہ ظاہر ہے کہ جب تنگ چھاتیوں تک پہنچ جائے گا تو زین یا چارجامہ اونٹنی یا گھوڑی کے پشت پر نہیں ٹھہر سکتا اور نہ سوار اس وقت تک ٹھہر سکتا ہے اُردو میں بجائے اس کے کہتے ہیں جب تو نیزے پانی چڑھ گیا تو کیا ہو سکتا ہے ۔

خط ہمارے ہاتھ لگ گیا جس میں تم نے ابن ابی سرح کو لکھا ہے کہ "ہم لوگوں کو دُرّے لگائے ہماری تشہیر کرائے ایک زمانہ دراز تک قید میں رکھے" یہ خط تمہارے غلام کے ہاتھ سے ملا ہے اس پر تمہاری مہر ہے امیر المومنین عثمان نے قسم کھا کر کہا "نہ میں نے اس خط کو لکھا ہے اور نہ مجھ کو اس کی اطلاع ہے۔ علی ابن ابی طالبؓ اور محمد بن مسلمہ نے اس کی تصدیق کی۔

خلافت سے دست برداری کا مطالبہ

بلوائی بولے "تعجب کا مقام ہے کہ اس قسم کے خطوط تمہاری مہر سے لکھے جائیں اور تمہارا غلام لے کر جائے اور تم کو اس کی اطلاع نہ ہو پس تم جھوٹے ہو یا سچے، بہر تقدیر تم کو معزول کرنا مناسب ہے کیونکہ جھوٹے کو مسلمانوں کا والی بنانا جائز نہیں ہے اور اگر سچے ہو تو تم اس قدر کمزور اور طبعاً ضعیف ہو گئے ہو کہ بلا اجازت و اطلاع جس کا جو جی چاہتا ہے کرتا ہے لہٰذا بہتر یہ ہے کہ تم خود خلافت چھوڑ دو" امیر المومنین عثمانؓ نے فرمایا "میں اس لباس کو نہیں اتارنا چاہتا جس کو اللہ تعالیٰ نے مجھے پہنایا ہے یعنی میں خود منصب خلافت ترک نہیں کروں گا ہاں یہ ہو گا کہ اگر مجھ سے غلطی ہو گی تو میں توبہ کروں گا اور اپنی غلط رائے سے رجوع کروں گا، ابن عدیس بولا "ہم بارہا دیکھ چکے ہیں کہ تم توبہ کرتے ہو اور پھر وہی کام کرتے ہو اب ہم پر فرض ہے کہ ہم تم سے خلافت چھین لیں یا تم کو قتل کر ڈالیں اور اگر تمہارے دوستوں میں سے کوئی مزاحمت کرے تو اُس سے بھی لڑیں جب تک ہم زندہ ہیں لڑے جائیں گے کامیاب ہوں گے یا مر جائیں گے" امیر المومنین عثمانؓ نے ارشاد کیا "تم مطمئن ہو کہ کوئی شخص تم سے مزاحم نہ ہو گا اگر مجھے اس کا خیال ہوتا تو میں ممالک اسلامیہ سے مسلمانوں کو طلب کر کے ایک لشکر مرتب کر لیتا اس فقرے کے تمام ہوتے ہی چاروں طرف سے شور و غل کی آواز آنے لگی جس کے جو جی میں آتا تھا کہہ رہا تھا علی ابن ابی طالبؓ اٹھے اور بلوائیوں کو امیر المومنین عثمان کے پاس سے نکال کر اپنے مکان پر چلے آئے علی ابن ابی طالب کے واپس ہوتے ہی مصریوں نے امیر المومنین عثمان کے مکان کا دوبارہ محاصرہ کر لیا۔

دوبارہ محاصرہ

دوبارہ محاصرہ کرنے کے بعد امیر المومنین عثمانؓ نے معاویہ اور ابن عامر کو امداد کے لئے لکھا زید بن اسد قشری اہل شام کا ایک گروہ لے کر روانہ ہوئے وادی القریٰ میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ امیر المومنین عثمان شہید ہو گئے یہ سنتے ہی زید بن اسد شام لوٹ گئے بعض کہتے ہیں کہ شام سے حبیب بن مسلمہ، بصرہ سے مجاشع بن مسعود روانہ ہوئے تھے اور مقام ربذہ میں پہنچ کر شہادت کا حال سن کر واپس گئے تھے۔

اقرار نامہ حضرت عثمانؓ

دوبارہ محاصرہ ہونے پر امیر المومنین عثمان کے مشیروں نے رائے دی کہ علی ابن ابی طالب کو بلوائیوں کے روک تھام کے لئے بھیجو کہ وہ ان کو سمجھا بجھا کر واپس کر دیں اور اُن سے وعدہ کر دیں کہ اُن کی مرضی کے موافق گورنروں کی بحالی اور معزولی کی جائے گی چنانچہ علی ابن ابی طالب بلوائیوں

کے پاس گئے اونچا نیچا سمجھایا، اُن کی درخواستوں کے موافق عمل درآمد کرنے کا وعدہ کیا، بلوائیوں نے کہا آپ ایک میعاد مقرر کیجئے" علی ابن ابی طالب لوٹ کر امیرالمومنین عثمان کے پاس آئے امیرالمومنین عثمان نے تین دن کی مدت مقرر فرمائی، علی ابن ابی طالب نے ایک اقرار نامہ لکھ کر بلوائیوں کو دیا جس میں تین یوم کے اندر اُن کی مرضی کے موافق عمال کی تقرری و معزولی اور اُن کی شکایات رفع کرنے کو لکھا تھا بلوائی اس اقرار نامہ کے مطابق تین یوم تک جنگ و جدال سے رکے رہے امیرالمومنین عثمان نے ان کی خواہش کے مطابق کوئی اصلاح نہ کی۔

حضرت عثمانؓ کا خطبہ

بعد انقضاء میعاد بلوائیان مصر ذی خشب سے مدینہ میں ایفاء وعدہ کی غرض سے آئے امیرالمومنین عثمان نے ایفاء وعدہ سے انکار کیا۔ بلوائیوں نے برہم ہو کر چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا محاصرے کے بعد امیرالمومنین عثمان نے علی، زبیر اور طلحہ کو بلوا بھیجا جب یہ لوگ اور اُن کے ہمراہ اہل مدینہ بھی آئے دروازہ پر ایک بہت بڑا ہجوم تھا عثمان نے گھر سے نکل کر کہا بیٹھ جاؤ، بلوائی اور غیر بلوائی سب بیٹھ گئے آپ نے اہل مدینہ سے مخاطب ہو کر کہا اے اہل مدینہ میں تم کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں اور اُس سے دعا کرتا ہوں کہ میرے بعد تم پر کسی اچھے کو خلیفہ بنائے یہ کہکر تھوڑی دیر تک خاموش رہے پھر سر اٹھا کر بولے:

انشدکم باللہ تعالیٰ هل تعلمون انکم دعوتم اللہ عند مصاب عمر ان یختار لکم و یجمعکم علی خیر کم اتقولون انہ لم یستجب لکم او تقولون ان اللہ لم یبتل من ولی هذا الدین ام تقولون ان الامة ولوا مکابرة و عن غیر مشورة فوکلھم الی امرھم اولم یعلم عاقبة امری ثم انشدکم اللہ هل تعلمون لی من السوابق ما یجب حقه فمهلاً فلا یحل الا قتل ثلاثة زانٍ بعد احصان و کافر بعد ایمان و قاتل بغیر حق ثم

میں تم کو اللہ تعالیٰ کی قسم دلاتا ہوں کیا تم کو یہ معلوم نہیں ہے کہ عمر کے زخمی ہونے کے وقت تم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ تمہاری امارت کے لئے کسی کو منتخب کردے اور کسی بہترین ہستی کو تمہارا امیر بنائے کیا تم یہ کہو گے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دعا نہیں قبول کی یا کہو گے کہ اللہ تعالیٰ نے جس کو اس دین کا والی بنایا ہے اُس کو آزمائش میں نہیں ڈالا یا کہو گے کہ امت نے دھاندلی سے یا بغیر مشورے کے والی مقرر کیا اور اُس نے اپنے کام کو بغیر انجام بینی کے اُس کے سپرد کیا ہے۔ پھر میں تم کو اللہ کی قسم دلاتا ہوں تم لوگ میرے سابق الاسلام ہونے کو جانتے ہو اس کے حق کو تم جانتے ہو۔ جانے دو درگزر کرو۔ کیونکہ تین آدمیوں کے سوا اور کسی کا قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ ایک زانی محصن کا دوسرے

اذا قتلتمونی وضعتم السیف علی رقابکم ثم لا یرفع اللہ عنکم الا ختلاف

مرتد کا تیسرے قاتل بغیر حق کا۔ پھر جب مجھے تم قتل کر ڈالو گے تو تلوار تم اپنی گردنوں پر رکھ لو گے پھر اللہ تعالیٰ تم سے اختلاف کو نہ اٹھائے گا۔

مفسدین کی دریدہ دہنی

بلوائیوں نے جواب دیا کہ تم نے جو فاروق اعظم کے بعد استخارے کی نسبت کہا ہے تو اصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ کیا اچھا کیا۔ لیکن درحقیقت اللہ تعالیٰ نے تم کو ایک فتنہ بنایا ہے جس میں اس نے اپنے بندوں کو مبتلا کیا ہے حقوق سابق الاسلام تمہارے ہیں اور تم ضرور اس کے مستحق تھے لیکن تم نے بہت سی باتیں ایسی کی ہیں جس سے تم کو ہم حق قائم کرنے کے لئے بھی نہیں چھوڑ سکتے اس خیال سے کہ مبادا سال آئندہ اور فتنہ فساد برپا نہ ہو، باقی رہا تمہارا یہ کہنا کہ تین ہی آدمیوں کو قتل کرنا جائز ہے۔ اس کی نسبت ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی کتاب میں سوائے اُن تینوں کے اور لوگوں کا قتل کرنا بھی جائز دیکھتے ہیں از انجملہ ان آدمیوں کا قتل کرنا روا ہے جو دنیا میں باعث فساد ہوں یا باغی ہوں یا حق وراستی کے کرنے کے مانع اور مخالف ہوں تم نے بے شک بغاوت کی اور ناحق کوشی کی اور جو لوگ فساد کے باعث ہیں اُن کے طرف دار ہوئے اور بلاشبہ تم نے امارت کا زور اور دباؤ ہم پر ڈالا اور بے شک جو لوگ ہم سے لڑے اور لڑنے کو آتے ہیں وہ تمہاری امارت کی وجہ سے لڑتے ہیں پس اگر تم خلافت چھوڑ دو تو وہ لوگ برسر مقابلہ نہ آئیں گے" امیر المومنین عثمان یہ سُن کر خاموش ہو کر اندر چلے گئے پھر اس کے بعد گھر سے نہ نکلے اہل مدینہ اور اصحاب کبار کو واپس جانے کی قسم دے کر واپس کیا، سوائے حسن بن علیؓ، محمد بن طلحہ، عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ عنہم) کے سب لوگ اپنے اپنے گھر لوٹ گئے۔

ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ سے نازیبا سلوک

بلوائیان مصر، کوفہ اور بصرہ چالیس روز تک محاصرہ کئے رہے اٹھارویں روز یہ خبر مشہور ہوتی کہ اسلامی فوجیں ممالک اسلامیہ سے آرہی ہیں، بلوائیوں نے محاصرے میں سختی شروع کی لوگوں کو امیر المومنین عثمان کے پاس جانے سے روک دیا، پانی، کھانا بند کر دیا امیر المومنین عثمان نے علی، طلحہ، زبیر اور امہات المومنین (رضی اللہ عنہم) کے پاس کہلا بھیجا کہ "بلوائیوں نے میرا پانی بند کر دیا ہے۔ اگر تم لوگ مجھ کو پانی پہنچا سکتے ہو تو مجھے پانی بھیج دو" علی ابن ابی طالب اس دردناک خبر کو سنتے ہی علی الصبح سوار ہو کر بلوائیوں کے پاس گئے اور فرمایا اے لوگو! تمہارا یہ فعل نہ مسلمانوں سے مشابہ ہے اور نہ کافروں سے۔ تم لوگ اُس شخص (یعنی عثمان) کا کھانا پانی بند نہ کرو، بلاشبہ رومی اور ایرانی بھی اپنے قیدیوں کو کھلاتے، پلاتے ہیں، بلوائیوں نے جواب دیا۔ نہیں! واللہ ایسا کبھی نہ ہوگا، علی ابن ابی طالب یہ سُن کر لوٹ آئے، اس کے بعد ام المومنین ام حبیبہؓ کچھ کھانے کی چیزیں لے کر اپنے خچر پر سوار ہو کر آئیں، بلوائیوں

نے روکا آپ نے ارشاد کیا میں اُس شخص (یعنی عثمان) کے پاس جاتی ہوں اس غرض سے کہ بنی امیہ کی امانتیں اُس کے پاس ہیں ایسا نہ ہو کہ بیوہ اور یتیموں کا مال ضائع ہو جائے" بلوائی بولے "تم کو عثمان کے پاس ہم نہیں جانے دیں گے" ام المومنین ام حبیبہؓ گرتے گرتے بچیں اہل مدینہ نے دوڑ کر پکڑ لیا اور آہستہ آہستہ آپ کو آپ کے گھر واپس لائے۔

حضرت ابن عباس کی بحیثیت امیر حج مکہ معظمہ کو روانگی

اس کے بعد امیر المومنین عثمان اپنے مکان کی چھت پر کھڑے ہوئے اپنے حقوق اور سابق الاسلام ہونے کا اظہار کیا۔ بعض نے کہا جانے دو اب عثمان سے درگذر کرو" اس اثناء میں اشتر آگیا لوگوں کو پھر جمع کر کے ورغلایا اور دوبارہ مخالفت پر اُبھارا بعد اس کے ام المومنین عائشہ صدیقہ نے حج کا قصد کیا اور اپنے بھائی محمد کو ہمراہ لے جانے کی غرض سے بلایا محمد بلوائیوں کے ہم نوالہ ہم پیالہ ہو رہے تھے ساتھ جانے سے انکار کیا حظلہ کاتب وحی بولے "تم کو ام المومنین اپنے ہمراہی کے لئے بلاتی ہیں تم ان کے ساتھ نہیں جاتے ہو۔ اور آبرو باختہ اوباشوں کی اتباع کرتے ہو جو تمہارے شایان شان نہیں ہے بفرض محال اگر اس کا آخری نتیجہ یہ ہوا کہ امیر المومنین عثمان مغلوب ہو گئے تو تم پر بنو عبد مناف متولی و مسلط ہو جائیں گے" محمد بن ابی بکر نے کچھ جواب نہ دیا، حظلہ کوفہ چلے گئے۔ طلحہ، زبیر اور تقریباً کل صحابائے کبار نے بلوائیوں کی زیادتیوں کی داستانیں سُن سُن کر اپنے اپنے دروانے

لہ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ایک روز امیر المومنین عثمان رضؓ نے بلوائیوں کو جمع کیا اور چھت پر چڑھ کر السلام علیکم کہا "بلوائیوں نے کچھ جواب نہ دیا امیر المومنین عثمان اُن لوگوں سے مخاطب ہو کر بولے "میں تم کو اللہ تعالیٰ کی قسم دلاتا ہوں سچ سچ کہنا کیا تم جانتے ہو کہ مدینہ میں صرف ایک کنواں رومہ نامی تھا جس کو میں نے خرید کر کے وقف کیا تاکہ مسلمانوں کو پانی کی تکلیف نہ ہو میں نے اُس کو اپنی ملک قرار نہیں دی مثل اور مسلمانوں کے میں بھی اس کا پانی پیتا رہا۔ بلوائیوں نے جواب دیا۔ ہاں یہ سچ ہے! امیر المومنین عثمان نے کہا پھر کیوں تم لوگ مجھے پانی نہیں دیتے بمجبوری تالاب کے پانی سے روزہ افطار کرتا ہوں" بلوائیوں نے اس کا بھی کچھ جواب نہ دیا پھر آپ نے فرمایا میں تم کو اللہ تعالیٰ کی قسم دلاتا ہوں کیا تم لوگ جانتے ہو کہ مسجد تنگ اور چھوٹی تھی لوگوں کی گنجایش نہیں ہوتی تھی میں نے زمین خرید کر کے صحن مسجد بڑھایا ہے" بلوائی بولے "ہاں یہ سچ ہے" آپ نے فرمایا کیا تم بتلا سکتے ہو مجھ سے پہلے کبھی کوئی اور شخص بھی اس میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا؛ بلوائیوں نے جواب دیا "نہیں" آپ نے ارشاد کیا "پھر تم مجھے مسجد میں نماز پڑھنے سے کیوں روکتے ہو؟" بلوائی خاموش رہے کچھ جواب نہ دیا پھر آپ نے کہا تم کو اللہ تعالیٰ کی قسم ہے سچ کہنا کیا رسول اللہ (صلعم) نے میرے حق میں ایسا ایسا نہیں فرمایا" بلوائیوں کے دل پر اس کلام سے ایک اثر پیدا ہوا جس سے وہ لوگ امیر المومنین عثمان کی ایذا رسانی کے خیال سے درگزر کرنے پر آمادہ ہوئے اس عرصہ میں اشتر آگیا اور اُس نے لوگوں کو دوبارہ امیر المومنین عثمان کے برخلاف اُبھار دیا

بند کر دیئے نہ کسی سے ملتے تھے اور نہ باہر آتے تھے۔ آل حرام تھوڑے دنوں تک خفیہ طور سے امیر المومنین عثمان کے گھر میں پانی پہنچاتے رہے۔ ابن عباس دروازے پر بلوائیوں کی مدافعت کی غرض سے بیٹھے ہوئے تھے امیر المومنین عثمان نے ان کو امیر حج مقرر کر کے مکہ معظمہ روانہ ہونے کا حکم دیا۔ ابن عباس بولے "مجھے ان بلوائیوں پر جہاد کرنا حج کرنے سے زیادہ محبوب ہے لیکن امیر المومنین عثمان نے ان کو قسم دے کر مجبور کیا چنانچہ ابن عباس امیر حج ہو کر مکہ معظمہ روانہ ہو گئے۔

بلوائیوں کی یورش بلوائیوں نے جب یہ دیکھا کہ حجاج، امیر المومنین عثمان ہی کی طرف مائل ہو رہے ہیں اور ان کے مقرر کئے ہوئے امیر کے ساتھ حج کو جاتے ہیں، اطراف و جوانب سے جو لوگ آتے ہیں وہ بھی انہیں کا دم بھرنے آتے ہیں تو سب کے سب امیر المومنین عثمان کے شہید کرنے پر تل گئے۔ اور ان کی شہادت کو اپنی گلو خلاصی کا ذریعہ سمجھ کر سب نے یورش کر کے دروازہ کھولنے کا قصد کیا حسن بن علی، ابن زبیر، محمد بن طلحہ، مروان، سعید بن العاص، اور جو صحابہ کبار کے لڑکے اُن کے ہمراہ تھے بلوائیوں کو دروازہ کھولنے سے روکا۔ لڑے اور لڑ کر ان کو پیچھے ہٹایا امیر المومنین عثمان کے کانوں تک یہ خبر پہنچی تو لوگوں کو لڑنے سے منع فرما دیا اور قسم دے کر جدال و قتال سے روک کر اندر چلے آنے کا حکم دیا بلوائیوں نے دروازے میں آگ لگا دی دروازہ جل گیا، اندر گھسے امیر المومنین عثمان اس وقت نماز پڑھ رہے تھے اور سورہ طٰہٰ شروع کی تھی چونکہ حاضرین مکان شریک نماز تھے کسی نے بھی بلوائیوں کو کسی فعل سے نہ روکا نماز سے فارغ ہوئے تو وہ لوگ چلے گئے اور امیر المومنین عثمان قرآن پڑھنے لگے جس وقت آیہ الذین قال لھم الناس ان الناس قد جمعوا لکم فاخشوھم فزادھم ایماناً و قالوا حسبنا اللہ و نعم الوکیل پر پہنچے حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا۔ رسول اللہ (صلعم) نے مجھ سے ایک اقرار لیا ہے اور میں اُس پر قائم ہوں یہ کہہ کر صحابہ کرام کے فرزندان کو لڑنے سے روکا۔ حسنؓ بن علیؓ سے کہا تم اپنے باپ کے پاس چلے جاؤ اس پر بھی حسن بن علیؓ بلوائیوں سے لڑے، مغیرہ بن الاخنس ابن شریق بھی چند لوگوں کو لے کر بلوائیوں کے مقابلہ پر آئے لڑائی ہوئی مغیرہ شہید ہو گئے پھر ابو ہریرہ یہ کہتے ہوئے آئے۔ یا قوم مالی ادعوکم الی النجاۃ و تدعوننی الی النار (اے لوگو! مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں تم کو نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم لوگ مجھے دوزخ کی طرف بلاتے ہو) اور لڑنے لگے۔

باب ۱۹

حضرت عثمانؓ کی شہادت

شہادت امیر المومنین عثمان نے ان کو بھی لڑائی سے روکا۔ اس کے بعد بلوائی مکان کے عقب سے جس جانب عمرو بن الحرام کا مکان تھا سیڑھی لگا کر گھس آئے اُن لوگوں کو اس کی اطلاع تک نہ ہوئی حفاظت کی غرض سے دروازے پر تھے۔ ایک بلوائی امیر المومنین عثمان کے پاس گیا اور خلع خلافت کی بابت بحث کرنے لگا، آپ نے انکار کیا یہ شخص واپس آیا دوسرا پھر تیسرا گیا اور ہر ایک خلع خلافت کی بابت گفتگو کرتا اور واپس آتا تھا اس اثنا میں عبداللہ ابن سلام آئے انھوں نے بلوائیوں کو سمجھانا شروع کیا بلوائی لڑنے اور مارنے پر آمادہ ہو گئے۔ اس کے بعد محمد بن ابی بکر امیر المومنین عثمان کے پاس گئے اور دیر تک گفتگو کرتے رہے جس کے ذکر کی حاجت نہیں ہے پھر شرما کر چلے آئے[1]۔ بعد ازاں کمینوں کا ایک گروہ پہنچا اُن میں سے ایک نے آپ پر تلوار چلائی۔ نائلہ بنت الفرافصہ (آپؓ کی بیوی نے) ہاتھ سے روکا اُنگلیاں کٹ

---

[1] ابن اثیر نے لکھا ہے کہ واپس آتے ہوئے بلوائیوں میں سے سب کے بعد محمد بن ابی بکر امیر المومنین عثمان کے مکان میں داخل ہوئے۔ امیر المومنین عثمان نے کہا۔ افسوس ہے تم اللہ تعالیٰ پر غصہ ظاہر کرتے ہو! کیا میں نے تمہارا کوئی حق لے لیا ہے؟ جو تم مجھ سے اس کے لینے کو آئے ہو؟ محمد بن ابی بکر نے کچھ جواب نہ دیا لپک کر ان کی ڈاڑھی پکڑ کر کہا "اے نعثل تجھے اللہ رسوا کرے" امیر المومنین عثمان بولے "میں نعثل نہیں ہوں بلکہ عثمان ہوں اور امیر المومنین ہوں" محمد نے کہا کیوں؟ "تم کو معاویہ اور فلاں فلاں شخصوں نے نہ بچایا۔ اس بڑھاپے میں بھی تم کو خلافت کی ہوس باقی ہے" امیر المومنین عثمان نے فرمایا "اگر تمہارے باپ ہوتے تو وہ میرے بڑھاپے کی قدر کرتے اور وہ اس ڈاڑھی کو نہ پکڑتے" محمد نے کہا بے شک اگر میرا باپ تم کو ایسے کام کرتے دیکھتا تو وہ ان کاموں کو پسند نہ کرتا اور مجھ سے زیادہ سختی سے تمہاری ڈاڑھی پکڑتا" امیر المومنین عثمان نے کہا میں اللہ تعالیٰ سے تمہارے مقابلے پر مدد چاہتا ہوں اور اسی سے اعانت کا خواستگار ہوں۔ محمد بن ابی بکر شرما گئے ڈاڑھی چھوڑ کر چلے آئے۔

گئیں، دوسرے نے وار کیا خون[1] کا قطرہ مصحف کریم پر گرا۔ آپ شہید ہو گئے۔

حضرت عثمان کی نعش کی بے حرمتی امیر المومنین حضرت عثمان کی شہادت کے بعد آپ کے غلاموں نے بلوائیوں سے مقابلہ کیا بلوائی اور چند غلام کام آئے۔ بلوائیوں نے گھر میں جو کچھ پایا لوٹ لیا عورتوں کے کپڑے اور زیورات تک چھین لیئے، بیت المال کی طرف گئے اور اس کو تاراج کیا۔ بلوائیوں میں سے ایک نے امیر المومنین کا سر اتارنے کا قصد کیا عورتوں نے شور مچایا ابن عدیس نے کہا جانے دو اس کے سر سے ہم کو کوئی سروکار نہیں ہے۔

بیان کیا جاتا[2] ہے کہ جس نے امیر المومنین عثمان کے قتل کا بیڑہ اٹھایا تھا وہ کنانہ بن بشیر تجیبی تھا اسی نے تلوار چلائی تھی عمرو بن حمق نے نیزہ کے چند زخم پہنچائے تھے، عمیر بن ضابی نے ٹھوکریں ماری تھیں جس سے چند پسلیاں ٹوٹ گئی تھیں۔ ٹھوکریں لگانے کے وقت یہ کہتا جاتا تھا کیوں تم ہی نے میرے باپ کو قید کیا تھا۔ جو بے چارہ قید ہی کی حالت میں مر گیا۔

تجہیز و تکفین امیر المومنین حضرت عثمان کی شہادت اٹھارویں ذی حجہ ۳۵ھ یوم جمعہ کو ہوئی تین دن تک بے گور و کفن پڑے رہے حکیم ابن حزام اور جبیر بن مطعم، علی ابن ابی طالب کے پاس گئے، آپ نے

---

[1] خون کا قطرہ مصحف کریم کے آیہ فسیکفیکھم اللّٰہ وھو السمیع العلیم پر گرا تھا۔ یہ قرآن مسجد نبوی (صلعم) کے کتب خانے میں تھا۔ اس کو مصحف امام سے تعبیر کرتے تھے سنتے ہیں کہ زمانہ جنگ عظیم یورپ میں لندن کے میوزم میں پہنچ گیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

[2] محمد بن ابی بکر کے واپس آنے کے بعد قتیرہ، سودان بن حمران اور غافقی، امیر المومنین عثمان کے پاس گئے۔ غافقی نے لوہے سے مارا قرآن شریف کو ایک لات ماری آپ کی گود سے گر گیا پھر سودان نے تلوار چلائی نائلہ نے ہاتھ سے روکا انگلیاں کٹ گئیں۔ اس کے بعد کنانہ نے وار کیا جس سے آپ شہید ہوئے اس کے بعد امیر المومنین عثمان کے چند غلام آئے ان میں سے ایک نے سودان پر حملہ کر کے قتل کر ڈالا قتیرہ نے اس غلام کو مار ڈالا جب گھر کی طرف واپس ہوئے تو دوسرے غلام نے قتیرہ کو مار ڈالا پھر بلوائیوں کا ہجوم ہو گیا مال و اسباب لوٹنے لگے۔ کلثوم تجیبی نے نائلہ زوجہ امیر المومنین عثمان کی چادر چھین لی۔ ایک غلام نے پہنچ کر کلثوم کو ایک وار سے شہید کر دیا۔ مال و اسباب لوٹ لینے کے بعد عمرو بن الحمق نے حضرت عثمان غنی کے سینہ پر نو نیزے مار کر کہا ان میں سے تین نیزے تو میں نے اللہ تعالیٰ کے واسطے مارے ہیں اور چھ اس وجہ سے مارے ہیں کہ میرے دل میں اس کی طرف سے غبار تھا پھر بلوائیوں میں سے کسی نے سر کاٹنے کا قصد کیا نائلہ اور ام البنین چلا کر لاش پر گر پڑیں ابن عدیس نے کہا جانے دو شریر کا لو اس کے سر سے ہم کو کوئی سروکار نہیں ہے۔

دفن کرنے کی اجازت دی، شب کے وقت مابین مغرب وعشا جنازہ لے کر نکلے۔ جنازے کے ساتھ زبیر، حسن، ابوجہم بن حذیفہ، مروان وغیرہ تھے جنت البقیع کے باہر حس کوکب میں دفن کیا، جبیر بن مطعم نے نماز پڑھائی لیکن بعض مورخوں کا قول ہے مروان نے اور بعض کہتے ہیں کہ حکیم نے پڑھائی تھی۔ روایت کی جاتی ہے کہ بلوائیوں سے چند لوگوں نے دفن کرنے اور نماز جنازہ پڑھنے سے بھی تعرض کیا تھا لیکن علی ابن ابی طالب نے ان کو جھڑکا اور سختی سے روکا۔ بعض کا یہ خیال ہے کہ علی، طلحہ، زید بن ثابت کعب بن مالک بھی شریک جنازہ تھے اور بغیر غسل کے انھیں کپڑوں کے ساتھ دفن کیا جو پہنے ہوئے تھے۔

عہد عثمانی کے عمال

بوقت شہادت ممالک اسلامیہ میں عُمّال اس تفصیل سے تھے۔ مکہ میں عبداللہ بن الحضرمی، طایف میں قاسم بن ربعیہ ثقفی، صنعاء میں یعلی بن منیہ، جند میں عبداللہ بن ربعیہ بصرے میں عبداللہ بن عامر، شام میں معاویہ بن ابی سفیان، حمص میں عبدالرحمن بن خالد قنسرین میں حبیب بن مسلمہ اردن میں ابوالاعور سلمی اور بحرین میں عبداللہ بن قیس فرازی عامل تھے، فلسطین صوبہ شام میں شامل تھا اس کی حکومت پر معاویہ کی جانب سے علقمہ بن حکیم کندی مامور تھا۔ عہدۂ قضا پر ابوالدرداؓ تھے کوفہ میں امامت ابوموسیٰ اشعری کرتے تھے میدان جنگ کی افسری قعقاع بن عمرو کے قبضہ میں تھی، سواد کے صیغہ مال پر جابر مزنی اور سماک انصاری مامور تھے، قرقیسا میں جریر بن عبداللہ، آذربائیجان میں اشعث بن قیس حلوان میں عتبہ بن نہاش، اصفہان میں سائب بن اقرع اور سبدان میں خنیس گورنر تھے۔ مدینہ منورہ میں بیت المال کے افسر عقبہ بن عمرو اور قضا پر زید بن ثابت تھے۔

عہد عثمانی کی فتوحات کا اجمالی جائزہ

(مترجم) امیرالمومنین عثمان بن عفان کا دور خلافت بارہ دن کم بارہ برس، بعض کہتے ہیں آٹھ دن کم بارہ برس رہا اس زمانہ میں جس قدر فتوحات حاصل ہوئیں وہ دو قسم کی ہیں ایک یہ ہے کہ شہادت کے بعد فاروق اعظم بعض بعض شہروں میں بغاوت پھوٹ نکلی تھی ذی النورین نے اُس کے فرو کرنے اور دوبارہ اُس کو مقبوضات اسلامیہ میں داخل کرنے کی کوشش کی جیسا کہ وفات کے بعد رسول اللہ علیہ التحیۃ والصلوٰت صدیق اکبر کے دور خلافت میں مرتدین کے ساتھ معرکہ آرائی ہوئی تھی۔

ہمدان نے بدعہدی کی جس کو دوبارہ مغیرہ بن شعبہ نے فتح کیا، اہل رے بغاوت پر کمربستہ ہوتے ابوموسیٰ اشعری اور براء بن عازب نے اُس بغاوت کو فرو کیا، اسکندریہ والوں نے علم بغاوت بلند کیا جس کو عمرو بن العاص کی کوششوں نے سرنگوں کیا۔ آذربائیجان کو ولید بن عقبہ نے دوبارہ زیر اور صلح کرنے پر مجبور کیا انھیں واقعات کے اثنا میں آذربائیجان کے قرب وجوار کے اور مقامات بھی فتح ہوئے، ولید بن عقبہ اور سلمان بن ربعیہ نے

بلاد ارمینیہ پر فوج کشی کی بے شمار مال غنیمت ہاتھ آیا، عثمان بن ابی العاص کو شہر کازرون پر حملہ کرنے کو روانہ کیا. عثمان بن ابی العاص نے شہر کو بصلح و امان فتح کیا اور اسی مقام سے انھوں نے ہرم بن حیان کو دژ سفید کی جانب بھیجا جو بہت جلد بآسانی تمام فتح ہو گیا۔ دوسری وہ فتوحات ملکی ہیں جو امیر المومنین عثمان کے زمانہ خلافت میں حاصل ہوئیں اس سے پیشتر وہ ممالک اسلامی حکومت کے دائرہ میں نہ تھے انہا نجملہ افریقہ ہے جو عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے ہاتھ سے فتح ہوا امیر المومنین عثمان نے اسی وجہ سے عبداللہ بن سعد کو مصر کا گورنر مقرر کیا تھا اور مال غنیمت کا خمس الخمس مرحمت فرمایا تھا اس زمانہ میں افریقہ کا حاکم، قیصر روم کی جانب سے جرجیر نامی ایک شخص تھا جس کی حکومت طرابلس سے حدود طنجہ تک پھیلی ہوئی تھی چالیس لڑائیوں کے بعد عبداللہ نے اس کو سر کیا۔ افریقہ کی فتح کے بعد عبداللہ بن نافع بن حصین اور عبداللہ بن نافع بن عبدالقیس کو مغرب کی طرف روانہ کیا۔ کفار سے لڑائی ہوئی بالآخر مسلمانوں کی فتح ہوئی اور امیر المومنین عثمان نے اندلس کی حکومت عبداللہ بن نافع بن الحصین کو مرحمت فرمائی اسی وقت سے سرزمین مغرب میں اسلام کا جھنڈا بلند ہوا۔ جزیرہ قبرص اور جزیرہ ذودوس انھیں کے عہد خلافت میں پچاس لڑائیوں کے بعد معاویہ بن سفیان کی حسن سعی سے فتح ہوا۔ فارس وخراسان کا زور انھیں کے زمانہ میں ٹوٹا، یزدگرد کی زندگی کا خاتمہ انھیں کے دور خلافت میں ہوا۔ کابل، زابلستان، ہرات، طالقان، فاریاب طبرستان کے میناروں پر انھیں کے زمانہ خلافت میں اسلامی پھریرا اڑایا گیا۔

ان کے ابتدار دور خلافت میں بعض ایسے خطرناک واقعات پیش آئے تھے جس سے ان کی ثابت قدمی اور انتظام کا کافی ثبوت ملتا ہے اور اُس کو ان کی حکمت عملی و تدبیر نے کامیابی کے ساتھ رفع دفع کر دیا انجملہ ایک واقعہ یہ ہے کہ ۲۳ھ خلافت میں امرار فارس کی تبدیلی سے ایرانیوں نے سازش کر کے مقام اصطخر میں فوج کثیر جمع کی اور عبیداللہ بن عامر گورنر کو قتل کر ڈالا تھا لشکر اسلام شکست پا کر میدان جنگ سے بھاگ آیا امیر المومنین عثمان نے عبداللہ بن عامر کو بسر کردگی لشکر بصرہ اور عمان روانہ کیا جنھوں نے کمال مردانگی سے ایرانیوں کو ایسا پامال کیا کہ پھر اُن کو سر اٹھانے کا حوصلہ نہ ہوا دوسرا واقعہ یہ ہے کہ جس وقت مسلمانوں نے افریقہ کو فتح کیا قسطنطین قیصر روم کی غیرت وحمیت جوش پر آگئی۔ لشکر عظیم ترتیب دے کر براہ دریا بقصد مقابلہ لشکر اسلام کوچ کیا، امیر المومنین عثمان نے معاویہ کو شام سے اور عبداللہ بن سعد کو مصر سے مقابلے پر روانہ کیا خطرناک اور سخت خوں ریز لڑائی کے بعد قسطنطین کو شکست ہوئی رومی لشکر کا زیادہ حصہ لڑائی میں کام آگیا۔ اس کے بعد رومیوں میں نزاع پیدا ہو گئی قسطنطین مار ڈالا گیا اور وعدہ ھلک قیصر فلا قیصر بعدہ کا ظہور پذیر ہوا۔

تذکرہ عثمان

امیر المومنین عثمان ذی النورین، قریش میں اعلیٰ درجہ کا نسب رکھتے تھے ماں اور باپ دونوں قرشی تھے۔ ان کے باپ کا نام عفان تھا۔ عفان لڑکا تھا ابوالعاص کا، ابوالعاص امیہ اکبر کا، امیہ اکبر عبد شمس کا اور عبد شمس، عبد مناف بن قصی کا، عبد مناف بن قصی، رسول اللہ صلعم کے دادا عبد المطلب کا دادا تھا ان کی ماں کا نام اروی بنت کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس بن عبد مناف تھا یہ لڑکی تھیں بیضا، ام حکیم بنت عبد المطلب (رسول اللہ صلعم کی حقیقی پھوپھی) کی۔ باپ کی طرف سے چوتھی پشت میں رسول اللہ صلعم سے مل جاتے ہیں اور برادر زادہ (بھتیجے) ہوتے ہیں اور ماں کی طرف سے دوسری پشت میں ملتے ہیں اور ہمشیر زادہ (بھانجے) ہوتے ہیں۔

زمانہ جاہلیت میں ان کی کینت ابو عمرو تھی جب اللہ جل شانہ نے ان کو مشرف بہ اسلام کیا اور رسول اللہ صلعم نے اپنی لڑکی رقیہ سے عقد کر دیا اور اُن کے بطن سے عبداللہ بن عثمان پیدا ہوئے تب انھوں نے اپنی کینت ابو عبداللہ کر دی۔ اسلام لانے کے بعد اکثر لوگ ان کو ابو عبداللہ کہا کرتے تھے اور ایسے لوگ کم تھے جو ان کو ابو عمرو کی کینت سے یاد کرتے رہے ہوں۔

قد نہ بہت طویل تھا اور نہ بہت چھوٹا، میانہ قامت، خوش رو، چہرے پر کسی قدر چیچک کے آثار۔ بازو چوڑے، پنڈلیاں گوشت سے بھری۔ ڈاڑھی بڑی، سر میں بال زیادہ، رنگ گندمی تھا۔ بالوں کو کبھی کبھی حنا سے رنگ لیتے تھے۔

حضرت عثمانؓ کے ابتدائی حالات

یوں تو ان کے زمانہ پیدائش میں مورخوں نے اختلاف کیا ہے لیکن صحیح روایت یہ ہے کہ عام الفیل کے چھٹے برس پیدا ہوئے سن شعور کو پہنچ کر اُس زمانے کی ضرورت کے مطابق پڑھنا لکھنا سیکھا، کچھ دنوں تک اونٹ چرانے کی بھی خدمت انجام دی۔ جو عرب کا قومی شعار سمجھا جاتا تھا۔ جب رسول اللہ صلعم مبعوث ہوئے تو ابوبکر صدیقؓ کی ترغیب سے خدمت اقدسؐ میں حاضر ہوئے۔ ایمان لاتے، سابقین اسلام سے ہیں ابو عبیدہ بن الجراح اور عبدالرحمٰن بن عوف سے ایک روز پہلے اور علی ابن ابی طالب و صدیق اکبر و ام المومنین خدیجہؓ کے بعد مسلمان ہوئے' ابن اثیر نے لکھا ہے کہ یہ قدیم الاسلام دار ارقم میں رسول اللہ صلعم کے جانے سے پیشتر اسلام لائے آپ خود اکثر فرمایا کرتے تھے" میں اسلام کا چوتھا شخص ہوں۔ میری ذات سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی چوتھی عدد پوری فرمائی۔

حضرت عثمانؓ کی ہجرت میں افضلیت

حضرت عثمانؓ نے دو ہجرتیں کیں ایک بجانب حبشہ، حضرت ابراہیم اور لوط علیہما السلام کے بعد یہی پہلے شخص ہیں

جنھوں نے مع اپنے اہل کے ہجرت کی، ریاض میں بروایت انس لکھا ہے۔

قال اول من هاجر الی الارض الحبشة عثمان وخرج معه بابنة رسول الله صلی الله علیه وسلم فابطاء علی رسول الله صلی الله علیه وسلم خبرهما فجعل یتوکف الخبر فقدمت امراة من قریش من ارض الحبشة فسالها فقالت رایتهما فقال علی ای حال رایتهما قالت رایتها وقد حملها علی حمار من هذه الدواب وهو یسوقها فقال النبی صلی الله علیه وسلم صحبهما الله ان کان عثمان لاول من هاجر الی الله عز و جل بعد لوط

حضرت انس نے کہا پہلے جس نے ارض حبشہ کی طرف ہجرت کی، وہ عثمان ہیں اور اُن کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لڑکی بھی تھیں ہجرت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی خبر کچھ عرصہ تک معلوم نہ ہوتی رسول اللہ صلعم انتظار فرما رہے تھے کہ قریش کی ایک عورت حبشہ سے آئی آپ نے اُس سے عثمان کو دریافت کیا، عورت نے کہا میں نے اُن دونوں کو دیکھا ہے فرمایا کس حالت میں تو نے اُن کو دیکھا ہے؟ جواب دیا میں نے دیکھا ہے کہ عثمان کی بیوی ایک جانور پر سوار تھیں اور عثمان اس کو ہانکتے جاتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ان دونوں کا ساتھی ہو عثمان پہلا شخص ہے جس نے لوط کے بعد اللہ عز و جل کے لئے ہجرت کی۔

حاکم نے بروایت عبد الرحمٰن بن اسحاق عن ابیه عن سعد نے اس قصہ کو یوں بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا یا ابابکر انهما لاول من هاجر بعد لوط وابراهیم (اے ابوبکر سب کے پہلے انھیں دو نے لوط و ابراہیمؑ کے بعد ہجرت کی ہے) اور دوسری ہجرت مدینہ منورہ کی جانب کی، جب رسول اللہ صلعم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے اُس کے بعد ہی ذی النورین بھی مدینہ میں ہجرت کر آئے۔

ذی النورین کا لقب ابن اثیر کا بیان ہے کہ امیر المومنین حضرت عثمان کو ذی النورین اس وجہ سے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم کی دو صاحبزادیاں رقیہ و کلثوم (رضی اللہ عنہما) یکے بعد دیگرے آپ کے عقد میں آئی تھیں۔

اخرج الحاکم عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم لقی

حاکم نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عثمانؓ سے رسول اللہ صلعم نے ملاقات

عثمان وھو مغموم فقال ما حالک یا عثمان فقال بابی انت وامی وھل دخل علی احد من الناس ما دخل علی توفیت بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانقطع الصھر ما بینی وبینک والی ابد فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واتقول ذالک یا عثمان و ھذا جبریل یا مرنی عن امر اللہ عزوجل ان ازوجک اختھا کلثوم علی مثل صداقھا وعلی مثل عدتھا فزوجہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم علیھا۔

کی اور عثمان مغموم تھے آپ نے فرمایا اے عثمان کیا حال ہے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں کیا کسی پر ایسا صدمہ اور بھی گزرا ہے جو مجھ پر گذرا ہے صاحبزادی رسول اللہ صلعم کی انتقال کر گئیں اور رشتہ سسرالی قرابت کا ہمیشہ کے لئے میرے اور آپ کے منقطع ہو گیا رسول اللہ صلعم نے فرمایا اے عثمان رضی اللہ عنہ تم یہ کیا کہتے ہو جبریل نے مجھکو اللہ تعالیٰ کا یہ پیام پہنچایا ہے کہ میں رقیہ کی بہن کلثوم کا نکاح اُسی مہر اور اُسی طرح تمھارے ساتھ کردوں پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد رقیہ کے کلثوم کا عقد عثمان سے کر دیا،

پھر جب کلثوم رضی اللہ عنہا کا بھی انتقال ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر میرے اور لڑکی ہوتی تو میں اس کا نکاح بھی عثمان سے کر دیتا۔ ریاض میں علی ابن ابی طالب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا تھا کہ اگر میرے چالیس لڑکیاں ہوتیں تو میں یکے بعد دیگرے عثمان سے عقد کرتا جاتا۔ یہاں تک کہ ان میں سے ایک بھی باقی نہ رہتی یہ ایک ایسی شرافت وعظمت ہے جو سوائے ان کے اور کسی کو نصیب نہیں ہوئی ازالۃ الخفاء میں بحوالہ ریاض لکھا ہے قیل فی وجہ التسمیہ بذی النورین کان لہ سخا ان سخاء قبل الاسلام وسخاء بعدہ۔ یعنی بیان کیا گیا ہے کہ عثمان کو ذی النورین اس وجہ سے کہتے ہیں کہ عثمان ذی النورین کی دو سخاوتیں تھیں ایک سخاوت قبل اسلام اور ایک سخاوت بعد از اسلام اس کو صاحب ازالہ نے قیل کر کے بیان کیا ہے جو ضعف قول پر دلالت کرتا ہے صحیح وہی ہے جو ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا سیرت وکردار قدرتی طور پر آپ کی فطرت سلیمہ ایسی واقع ہوئی تھی کہ جس کی وجہ سے قبل از اسلام آپ اکثر امور جاہلیت سے محترز رہے از انجملہ یہ ہے کہ آپ نے اسلام لانے سے پہلے اپنے اوپر شراب حرام کر لی تھی زنا کبھی نہیں کیا فی الاستیعاب فی ترجمہ ابی بکر رضی اللہ عنہ انہ کان قد حرم الخمر فی الجاھلیۃ ھو وعثمان لا استیعاب

میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کے حال میں لکھا ہے کہ بے شک زمانہ جاہلیت میں انھوں نے اور عثمان نے شراب حرام کرلی تھی، وفی الریاض عنہ انہ قال ما زنیت فی الجاھلیۃ والاسلام ولا سرقت (اور ریاض میں اُن سے روایت کی گئی ہے کہ بے شک انھوں نے کہا ہے کہ میں نے جاہلیت میں اور اسلام میں زنا نہیں کیا اور نہ چوری کی ہے) یہ امر قومی روایت سے بھی ثابت ہوگیا ہے کیونکہ زمانہ محاصرے میں امیر المومنین عثمان نے ایک تقریر کی تھی جس کا آخری فقرہ یہ تھا وما زنیت فی الجاھلیۃ والاسلام قط (اور نہ میں نے جاہلیت میں اور نہ اسلام میں کبھی زنا کیا ہے) اور راویوں میں سے بھی کسی نے اختلاف نہیں کیا تھا۔

سخاوت

زمانہ جاہلیت اور اسلام میں امیر المومنین عثمان کی ثروت قریش میں ایسی تھی کہ جس سے بلا امتیاز ہر صغیر و کبیر غنی و فقیر مستفیض ہوا۔ زمانہ جاہلیت کی ان کی فیاضیاں یا صدقات و خیرات کا لکھنا فضول ہے اور تجسس سے بہ دقت اس کا پتہ ملے گا لیکن اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ جو فیاضی اور سیر چشمی کی وہ ان کی سخاوت و ثروت و دریا دلی کی ایک بے مثل نظیر ہے۔ طبری نے لکھا ہے کہ عثمان ذی النورین اپنے زمانہ خلافت میں ہر سال حج کو جاتے تھے اور مقام منیٰ میں اپنا خیمہ نصب کراتے جب تک حجاج کو کھانا نہ کھلا لیتے تھے لوٹ کر اپنے خیمے میں نہ آتے تھے بیت المال سے اس کو کچھ تعلق نہ تھا اپنے جیب خاص سے خرچ کرتے تھے۔

اسلام کی خدمات

جیش العسرۃ میں (جو رسول اللہ صلعم کا آخری غزوہ ہے) امیر المومنین عثمانؓ نے بڑی اولوالعزمی اور دریا دلی سے کام لیا تھا تقریباً کل لشکر کے لئے سرو سامان مہیا کیا تھا اس کو خود ذی النورینؓ نے محاصرے کے زمانہ میں اپنے خطبہ میں بیان کیا تھا جس کو حاضرین نے تسلیم کیا تھا:۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نظر فی وجوہ القوم فقال من یجھز ھولاء غفر لہ یعنی جیش العسرۃ فجھزتھم حتی لم یفقدوا عقالا ولا خطاما قالوا نعم۔

رسول اللہ صلعم نے صحابہ کی طرف دیکھ کر فرمایا کون شخص ان مجاہدوں کا سرو سامان مہیا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کرے گا (یعنی جیش العسرۃ کا) پس میں نے کل سامان مہیا کر دیا ایک مہار اور مہار کی بھی ضرورت نہ ہوئی لوگوں نے کہا ہاں۔

عبد الرحمٰن بن خباب نے اس واقعے میں اس قدر اور بیان کیا ہے کہ "میں نے رسول اللہ صلعم کو

منبر سے اُترتے ہوئے دیکھا ہے فرما رہے تھے ما علی عثمان ما فعل بعد ھذہ ، ما علی عثمان ما فعل بعد ھذہ (اس کے بعد عثمان جو کریں گے وہ سب معاف ہے) ترمذیؒ نے اس کی روایت کی ہے اور عبدالرحمٰن بن سمرہ نے اس واقعہ میں بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا تھا، ما ضر عثمان ما عمل بعد الیوم مرتین (آج کے بعد عثمان کو کوئی عمل کچھ نقصان نہ پہنچائے گا) دو مرتبہ فرمایا تھا۔

غزوہ تبوک میں رسول اللہ صلعم اور صحابہ کبار سخت مخمصے میں مبتلا ہو گئے تھے ذی النورین نے اپنی عالی ہمتی اور بے مثل فیاضی سے اُس کو رفع کیا سالم بن عبداللہ بن عمر نے ایک طویل حدیث میں روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلعم غزوہ تبوک میں تشریف لے گئے تھے جو تنگی اور پانی و کھانے کی تکلیف اس میں ہوئی اس سے پیشتر اور کسی غزوہ میں نہیں ہوئی تھی ذی النورین کو جب یہ معلوم ہوا تو وہ اس قدر غلہ، روٹیاں اور اشیاء خوردنی خرید کر کے اونٹوں پر بار کر کے لائے جو مجاہدین غزوہ تبوک کو کافی ہو گیا رسول اللہ صلعم نے دور سے دیکھ کر فرمایا " ھذا اتی جاءکم بخیر۔ ذی النورین نے کھانا لا کر سامنے رکھا رسول اللہ صلعم اور صحابہ کبار نے آسودہ ہو کر تناول فرمایا اور آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر ارشاد کیا اللھم انی قد رضیت عن عثمان فارض عنہ ثلث مرات (اے اللہ میں عثمان سے خوش ہو گیا ہوں تو بھی اُس سے راضی ہو جا۔ تین مرتبہ فرمایا) پھر صحابہ کی طرف مخاطب ہو کر کہا ایھا الناس ادعوا لعثمان فدعا لہ الناس جمیعا مجتھدین وبینھم صلی اللہ علیہ وسلم۔

اہل بیت کی خدمات

ذی النورین کے منجملہ اوصاف حمیدہ کے یہ بھی تھا کہ جب کبھی اہل بیت رسالت کو کسی قسم کی ضرورت پیش آجاتی اور اس کی اطلاع ذی النورین کو ہو جاتی تو اس کے رفع کرنے میں سعی بلیغ کرتے تھے ایک مرتبہ چار دن تک اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانا میسر نہ آیا رسول اللہ صلعم تشریف لائے اور ام المومنین عائشہ صدیقہؓ سے دریافت فرمایا کہ تم کو کچھ کھانے کو ملا، ام المومنین عائشہؓ نے عرض کی "کہاں سے ملتا اللہ تعالیٰ آپ ہی کے ہاتھوں ہم کو مرحمت فرماتا ہے" رسول اللہ صلعم سن کر خاموش ہو گئے وضو کیا مسجد میں نفل پڑھنے لگے، آپ تھوڑی تھوڑی دیر بعد نماز کی جگہ تبدیل کرتے جاتے تھے اتنے میں عثمانؓ آگئے اور اجازت طلب کی عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے چاہا عثمانؓ کو آنے کی اجازت نہ دوں پھر خیال کیا کہ یہ مالداران صحابہ سے ہیں شاید اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ سے ہم تک نیکی پہنچانے کا قصد کیا ہو میں نے اجازت دیدی عثمانؓ

نے مجھ سے رسول اللہ صلعم کا حال دریافت کیا، میں نے جواب دیا اے صاحبزادے چار یوم سے اہل بیت رسالت نے کچھ نہیں کھایا۔ عثمان بن عفان نے روکر کہا تف ہے دنیا پر پھر کہا اے ام المومنینؓ تم کو یہ مناسب نہ تھا کہ تم پر ایسے حادثات گذریں اور تم نہ تو مجھ سے ذکر کرو اور نہ عبدالرحمٰن بن عوف اور نہ ثابت بن قیس جیسے مال داروں سے۔ ذی النورین یہ کہکر واپس گئے اور کئی اونٹ آٹا، گیہوں، کھجوریں اور ایک مُسلّم بکرا مع سو درہم کے لاکر پیش کیا پھر کہا یہ بہ دیر تیار ہوگا میں پکا ہوا کھانا لاتا ہوں چنانچہ روٹیاں اور بھنا ہوا گوشت لاتے اور کہا کھاؤ اور رسول اللہ صلعم کے لئے بھی رکھ دو پھر ام المومنین عائشہ کو قسم دی کہ آئندہ جب کبھی ایسا واقعہ پیش آئے تو مجھے ضرور مطلع کرنا، عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ عثمان کے چلے جانے کے بعد رسول اللہ صلعم تشریف لائے۔ دریافت فرمایا عائشہ ھل اصبتم بعدی شیئًا (اے عائشہ میرے بعد تم کو کچھ ملا؟) میں نے عرض کی اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کو گئے تھے اور آپ جانتے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کی دعا کبھی رد نہیں کرتا رسول اللہ صلعم نے استفسار کیا کیا ملا؟ میں نے عرض کی اس قدر آٹا اس قدر گیہوں اس قدر کھجوریں اونٹوں پر لدی ہوئیں اور تین سو درہم کی ایک تھیلی اور ایک مُسلّم بکرا اور روٹی اور بہت سا بھنا ہوا گوشت۔ آپ نے دریافت کیا، کس نے دیا؟ گذارش کی عثمان بن عفان نے! وہ مجھے قسم دلا گئے ہیں کہ آئندہ جب ایسا موقع پیش آئے تو مجھے اطلاع دینا۔ رسول اللہ صلعم یہ سن کر بیٹھے نہیں، مسجد چلے گئے اور ہاتھ اٹھا کر فرمایا اللھم انی قد رضیت عن عثمان فارض عنہ اللھم انی قد رضیت عن عثمان فارض عنہ (اے اللہ تعالیٰ میں عثمان سے راضی ہوگیا تو بھی راضی ہوجا)

علاوہ ان اوقات کے اور وقتوں میں بھی رسول اللہ صلعم نے عثمان کے حق میں بکثرت دعائیں کی ہیں ریاض میں بروایت ابو سعید خدری لکھا ہے کہ رسول اللہ صلعم اول شب سے تا طلوع فجر عثمان بن عفان کے حق میں دعا فرما رہے تھے اللھم انی رضیت عن عثمان فارض عنہ

جابر بن عطیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے ایک مرتبہ خطبہ میں فرمایا تھا۔

غفر اللہ لک یا عثمان ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما اخفیت وما ابدیت وما ھو کائن الی

اے عثمان اللہ نے تیرے گناہ بخش دیے جو تو نے پہلے کئے اور جو تو بعد کو کرے گا اور جو تو نے چھپا کر کیا اور جو تو نے ظاہر کیا اور جو تو نے چھپایا اور جو تو نے ظاہر کیا اور جو گناہ

یوم القیامۃ اخرجہ البغوی فی معجمہ قیامت تک ہونے والا ہے۔ بغوی نے اپنے معجم میں اس کی روایت کی ہے۔

مسجد نبوی کی توسیع

مسجد نبوی کے بڑھانے اور اُس کے مسقف کرنے والے بھی ذی النورین رضی ہیں، مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلعم کی تشریف آوری پر ایک چھوٹی سی مسجد بنائی گئی تھی جو تھوڑے ہی دنوں میں مسلمانوں کی کثرت سے ادائے نماز کے لئے ناکافی ہوتی رسول اللہ صلعم نے ایک روز خطبہ دیا بیان فرمایا۔ کہ جو شخص فلاں فلاں اشخاص کے مکانات خرید کر کے ہماری مسجد میں شامل کردے گا اللہ تعالیٰ اُس کے لئے جنت میں مکان بنائے گا اور اس کے گناہوں کو معاف کردے گا" ذی النورین رضی نے اجازت حاصل کر کے ان مکانات کو بیس ہزار یا پچیس ہزار اشرفی میں خرید کر کے مسجد میں شامل کر دیا۔

مسجد نبویؐ کی مرمت

رسول اللہ صلعم کے عہد مبارک سے فاروق اعظمؓ کے زمانہ خلافت تک مسجد نبویؐ کی چھت کھجور کے پتوں اور لکڑیوں سے بنی ہوئی تھی اور صحن خام تھا ایام بارش میں جب مدینہ میں پانی برستا تھا تو بارش موقوف ہو جانے پر مسجد نبویؐ میں دو ایک دن تک چھت سے پانی ٹپکتا رہتا تھا۔ نمازیوں کو سخت تکلیف ہوتی عہد خلافت فاروقی میں ذی النورین نے فاروق اعظم سے سقف و صحن مسجد کو پختہ کرنے کی تحریک کی فاروق اعظم نے جواب دیا بیت المال، مجاہدین اور غازیان اسلام کے خرچ کے لئے ہے نہ کہ مسجد کو مسقف کرنے اور صحن کو پختہ بنانے کے لئے۔ جس حالت میں مسجد نبویؐ رسول اللہ صلعم اور اُن کے بعد ابوبکر کے زمانہ میں تھی اسی حالت میں اس کو رکھوں گا اگر تم کو نمازیوں کی تکلیف کا زیادہ خیال ہے تو اپنے صرف سے بنادو۔ ذی النورین پاس ادب سے خاموش ہو رہے جب ان کا دور خلافت آیا تو اپنے خاص صرف سے مسجد نبوی کی چھت اور صحن اور دیواروں کو پختہ کرایا۔

بیئر رومہ کا وقف

رسول اللہ کے عہد فیض مہد میں مدینہ منورہ میں مسجد قبلتین کی جانب شمال میٹھے پانی کا صرف ایک کنواں تھا جس کو بیئر رومہ کہتے تھے ایک یہودی اس کا مالک تھا مسلمانوں کو پانی کی سخت تکلیف ہوتی تھی جو مستطیع تھے وہ میٹھا پانی استعمال کرتے تھے اور جو نادار صحابہؓ تھے ان کا گزران کھاری پانی پر ہوتا تھا رسول اللہ صلعم نے ایک روز خطبہ دیا ذی النورین نے پینتیس ہزار کو خرید کر کے وقف کر دیا۔

قال عثمان فی خطبتہ یوم الدار اذکرکم باللہ تعالیٰ ھل تعلمون ان رومۃ لم یکن یشرب منھا احد الا بثمن فابتعتھا فجعلتھا للغنی والفقیر وابن السبیل قالوا اللھم نعم وروی ذلک عنہ الاحنف قیس وابوسلمۃ وابوعبدالرحمٰن وغیرھم

عثمان نے یوم الدار (محاصرہ کے دن) اپنے خطبہ میں کہا میں تم کو اللہ تعالیٰ کی قسم دلاتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ رومہ سے کوئی شخص بلا قیمت پانی نہیں پی سکتا تھا میں نے اس کو خرید کر کے غنی، فقیر اور مسافروں کے لئے وقف کر دیا ان لوگوں نے کہا۔ ہاں اور روایت کی ہے اس کی ان سے احنف بن قیس اور ابوسلمہ وابو عبدالرحمٰن وغیرہ نے

صدقہ ان فیاضیوں اور سیر چشمیوں کے علاوہ جس کو ہم اوپر مشتے نمونہ از خروارے تحریر کر آئے ہیں صدقات میں بھی ذی النورینؓ کا ہاتھ کھلا ہوا تھا کتب سیر و رجال کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ذی النورینؓ کو جو مرتبہ عالیہ صدقہ میں حاصل ہوا تھا کسی کو کم نصیب ہوا ہوگا۔

عن ابن عباس قال قحط الناس فی زمان ابی بکر فقال ابوبکر لا تمسون حتی یفرج اللہ عنکم فلما کان من الغد جاء البشیر الیہ قال قدمت لعثمان الف راحلۃ برا وطعاما قال فغدا التجار علی عثمان فقرعوا الیہ الباب فخرج الیھم وعلیہ ملاءۃ وقد خالف بین طرفیھا علی عاتقیہ فقال لھم ما تریدون قالوا قد بلغنا انہ قدم لک الف راحلۃ برا وطعاما بعنا حتی نوسع بہ علی فقراء المدینۃ فقال لھم عثمان ادخلوا فدخلوا فاذا

ابن عباس سے روایت ہے انھوں نے کہا ہے کہ زمانہ ابوبکر میں قحط آیا ابوبکر نے کہا تم لوگ شام نہ کرنے پاؤ گے کہ اللہ تعالےٰ تمہاری تنگی دور کر دے گا۔ جب کل ہوا تو ایک قاصد آپ کے پاس آیا اس نے کہا عثمان کا ایک ہزار اونٹ گیہوں اور کھانا آیا ہے صبح کو غلے کے تاجر عثمانؓ کے پاس گئے اور دستک دی عثمانؓ ایک چادر اوڑھے ہوئے نکلے جس کے دونوں کنارے مونڈھوں پر پڑے ہوتے تھے تاجروں سے کہا تمہارا کیا ارادہ ہے تاجروں نے کہا ہم کو یہ خبر ملی ہے کہ ایک ہزار اونٹ گیہوں اور کھانا تمہارا آیا ہے تم اس کو ہمارے ہاتھ فروخت کرو تاکہ فقراء مدینہ کی تنگی رفع ہو عثمان نے ان لوگوں کو اندر بلایا جب وہ لوگ

الف وقر قد صب فی دار عثمان فقال لهم کم تربحونی علی شرائی من الشام فقالوا العشرة اثنی عشر قال زادونی قالوا العشرة اربعة عشر قال زادونی قالوا العشرة خمسة عشر قال زادونی قالوا من زادك ونحن تجار المدینة قال زادونی بکل درهم عشرة عندکم زیادة قالوا لا قال فاشهدکم معشر التجار انها صدقة علی فقراء المدینة۔

اندر گئے تو عثمانؓ کے مکان میں غلے کا بڑا ڈھیر رکھا ہوا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے کہا تم مجھ کو شام کی خریداری پر کس قدر نفع دو گے ان لوگوں نے کہا "دس کے بارہ" عثمانؓ نے کہا اور زیادہ دو۔ ان لوگوں نے کہا "دس کے چودہ" عثمانؓ نے کہا اور زیادہ دو ان لوگوں نے کہا "دس کے پندرہ" عثمانؓ نے کہا اور زیادہ دو" ان لوگوں نے کہا "ہم لوگ تجار مدینہ ہیں اس سے زیادہ کوئی تم کو نہ دے گا" عثمانؓ نے کہا "تم مجھ کو ایک درہم پر دس نفع کے دو گے"۔ ان لوگوں نے کہا "نہیں" عثمان نے کہا "اے گروہ تجار تم لوگ گواہ رہنا کہ میں نے فقراء مدینہ کو کل غلہ دے دیا"

عبداللہ بن عباس کا بیان ہے کہ اس شب میں نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلعم ایک گھوڑے پر سوار حلہ نوری پہنے ہوئے عجلت کے ساتھ تشریف لئے جا رہے ہیں میں نے بڑھ کر گزارش کی میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھے آپ کی زیارت کا بے حد اشتیاق تھا رسول اللہ صلعم نے فرمایا مجھے جانے کی عجلت ہے کیونکہ عثمان نے ایک ہزار اونٹ غلہ صدقہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو قبول فرما لیا ہے اس کے عوض میں اللہ تعالیٰ نے جنت میں ایک عروس کے ساتھ ان کا عقد کیا ہے میں عثمانؓ کے عقد میں جا رہا ہوں"۔ اللہ اکبر کیا شان تھی۔ اللہ تعالیٰ نے جیسا ذی النورین کو مال عطا فرمایا تھا ویسا ہی اُن کو فیاض، سیر چشم اور دریا دل بھی کیا تھا۔ قحط اور اس قدر فیاضی کہ تجار مدینہ دس کے پندرہ دیں اور ذی النورین اس نفع کو قبول نہ کریں اور فقراء مدینہ کو دیدیں۔

غلاموں کو آزادی

ذی النورین کی عتاق کی یہ کیفیت تھی کہ جب سے اسلام لائے تھے ہر جمعہ کو ایک غلام آزاد کیا کرتے تھے اور اگر اتفاق سے کسی جمعہ کو غلام آزاد کرنے کی نوبت نہ آتی تھی تو دوسرے جمعہ کو دو غلام آزاد کر دیتے تھے۔

فی الریاض عن عثمان قال ما اتت جمعة الا ولنا عتق

ریاض میں بروایت عثمانؓ آیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ جب سے میں مسلمان ہوا کوئی ایسا

رقبة منذ اسلمت الا ان لا احد تلك الجمعة فاجمعها فى الجمعة الثانية

جمعہ نہیں آیا کہ میں نے ایک غلام آزاد نہ کیا ہو اور اگر اس جمعہ میں اتفاق آزاد کرنے کا نہ ہوا تو میں دوسرے جمعہ میں دو غلام آزاد کرتا تھا۔

زمانۂ محاصرہ میں بھی ذی النورین نے بہت سے غلام آزاد کئے تھے جو شام سے آئے ہوئے تھے۔

سادگی و تواضع

ذی النورین کے مزاج میں باوجود ثروت و دولت کی سادگی تھی شرجیل بن مسلم کا بیان ہے کہ عثمان ذی النورین اپنے مہمانوں کو نفیس کھانا کھلایا کرتے تھے اور خود شہد اور زیتون کا تیل اکثر کھایا کرتے تھے کبھی کبھی محض بھنے ہوئے گوشت اور سرکے پر اکتفا کر لیا کرتے تھے۔ عبداللہ بن شداد کہتے ہیں کہ میں نے امیرالمومنین عثمان کو جمعہ کے دن خود ان کے زمانہ خلافت میں خطبہ پڑھتے ہوئے دیکھا ہے اور ان کا کپڑا چار درہم حد پانچ درہم کی قیمت کا تھا (درہم تقریباً ۳؍ کا ہوتا ہے)

ایک مرتبہ حسن بن علی سے کسی نے پوچھا کہ عثمانؓ کی چادر کیسی تھی؟ جواب دیا قطری تھی؟ استفسار کیا اس کی قیمت کیا تھی؟ بولے آٹھ درہم، پھر دریافت کیا قمیص کیسا تھا؟ فرمایا سہلانی! پھر کہا قیمت کیا تھی ارشاد کیا آٹھ درہم، پھر فرمایا ان کی جوتیاں وسط سے کٹی ہوئی باریک تسمہ دار تھیں ریاض میں بروایت حسنؓ لکھا ہے کہ امیرالمومنین عثمانؓ، مسجد نبوی میں، سرہانے ایک چادر رکھے ہوئے سو رہے تھے، لوگ یکے بعد دیگرے آتے تھے اور وہ اٹھ کر بیٹھ جاتے تھے جب وہ چلے جاتے تھے تو پھر لیٹ جاتے تھے جب پھر کوئی آجاتا تھا تو اٹھ کر بیٹھ جاتے تھے اور اس کو اپنے برابر بٹھا لیتے تھے ریاض ہی میں یہ روایت بھی آئی ہے کہ امیرالمومنین عثمان اپنے زمانۂ خلافت میں اکثر دوپہر کو کھانا کھا کر مسجد نبوی میں قیلولہ کیا کرتے تھے جب اٹھتے تھے تو شانے پر سنگریزے کے نشان نمایاں رہتے تھے۔ ابی الفرات کہتے ہیں کہ عثمان کا ایک غلام تھا اس سے آپ کہہ رہے تھے کہ میں نے ایک روز تیری گوشمالی کی تھی تو مجھ سے اس کا قصاص لے لے، غلام نے ذی النورین کے کہنے کے مطابق کان پکڑے پھر عثمان نے کہا اشدد یا حبذا قصاص فی الدنیا لا قصاص فی الاخرة (زور سے کان پکڑ۔ دنیا کا قصاص اچھا ہے نہ کہ قصاص آخرت کا)

مصحف صدیقی کی اشاعت

ذی النورین کے احیاء علوم کی اس سے بڑھ کر اور کیا شہادت ہو سکتی ہے کہ انہوں نے قرآن شریف کو جمع کر کے تمام ممالک اسلامیہ میں شائع اور امت محمدیہ صلعم کو ایک مصحف پر متفق کیا۔ قرآن شریف کے جمع کرنے کی

نسبت لوگوں کے خیالات مختلف ہیں کوئی کہتا ہے کہ دور خلافت اولی میں فاروق اعظم کی رائے سے جمع کیا گیا کوئی یہ کہتا ہے کہ فاروق اعظمؓ نے اپنے عہد خلافت میں جمع کرکے بعض بعض ممالک اسلامیہ میں بھجوایا لیکن صحیح یہ ہے کہ عثمان ذی النورین نے قرآن شریف کو رسول اللہ صلعم ہی کے زمانہ مبارک میں جمع اور حفظ کرلیا تھا۔ فی الریاض من حدیث ابی ثور الفھمی عن عثمان ولقد جمعت القرآن علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ریاض میں ابوثور فہمی کی حدیث میں بروایت عثمان لکھا ہے کہ بے شک میں نے قرآن کو رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں جمع کرلیا تھا) وہی قرآن دور خلافت اولی وثانیہ میں نقل ہو ہوکر اطراف وجوانب ممالک اسلامیہ میں بھیجا گیا۔ لیکن اس اہتمام وکثرت سے نہیں نقل کرایا گیا کہ دوسرے مصاحف کا وجود نہ رہ جاتا لوگوں کے پاس غیر مرتب قرآن بھی زمانہ خلافت فاروق اعظم تک باقی رہ گیا تھا جس کو اپنی سمجھ کے مطابق لوگوں نے باضافہ تفسیر وفوائد مرتب کر رکھا تھا۔ پھر جب ذی النورین کا دور خلافت آیا تو انھوں نے کمال سعی واہتمام سے قرآن کو نقل کراکے ترتیب دیا اور اُس کو اُم المومنین حفصؓ کے قرآن مجید سے مقابلہ کراکے تمام بلاد اسلامیہ میں بھجوایا تاکہ اُسی مجمع ومتفق علیہ قرآن پر مسلمانوں کا عمل درآمد ہو اور اس طریقہ سے امت مرحومہ کا تفرقہ جو آئندہ ہونے والا تھا زائل کردیا۔ اگر ذی النورین قرآن کے جمع کرنے کا ایسا اہتمام بلیغ نہ کرتے تو امم سابقہ کی طرح مسلمانوں میں بھی کتاب اللہ میں اختلاف پیدا ہوجاتا جو قیامت تک زائل نہ ہوسکتا۔ اسلام اور اسلامیوں پر ذی النورین کا یہ بہت بڑا احسان ہے جس کا اعتراف نہ کرنا اللہ تعالیٰ کی ناسپاسی کرنا ہے۔

اخرج البخاری عن انس بن مالک ان حذیفۃ بن الیمان قدم علی عثمان وکان یغازی اھل الشام فی فتح ارمینیہ واذربائیجان مع اھل العراق فافزع حذیفۃ اختلافھم فی القراٰۃ فقال حذیفۃ لعثمان یا امیر المومنین ادرک ھذہ الامۃ قبل ان یختلفوا

بخاری نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ حذیفہ بن الیمان عثمانؓ کے پاس آئے اور یہ اہل شام کے ساتھ فتح ارمینیہ اور آذربائیجان میں اہل عراق کے ساتھ جہاد کررہے تھے حذیفہ نے اختلاف قراءت سے پریشان ہوکر عثمان سے کہا اے امیرالمومنین اس امت کی خبر لیجئے قبل اس کے کہ مسلمان کتاب اللہ میں یہود اور نصاریٰ کی طرح اختلاف کریں پس عثمان رضی اللہ

فی الکتاب اختلاف الیہود و النصاریٰ فارسل عثمان رضی اللہ عنہ حذیفۃ الی حفصۃ ؓ ان ارسلی الینا بالمصحف ننسخھا فی المصاحف ثم نردھا الیک فارسلت بھا حفصۃ الی عثمان فامر زید بن ثابت و عبد اللہ بن الزبیر وسعید بن العاص و عبد الرحمٰن بن الحارث بن ھشام فنسخوھا فی المصاحف و قال عثمان لرھط القرشیین الثلثۃ اذا اختلفتم انتم و زید بن ثابت فی شئی من القرآن فاکتبوہ بلسان قریش فانما نزل بلسانھم ففعلوا حتیٰ اذا نسخوا المصحف فی المصاحف رد عثمان المصحف الی حفصۃ وارسل الی کل افق مما نسخوا و امر بسواہ من القرآن فی کل صحیفۃ او مصحف ان یحرق۔

عثمان نے حذیفہ کو ام المومنین حفصہ ؓ کے پاس بھیجا کہ تم مصحف ہمارے پاس بھیج دو ہم اس کی نقل کرا کے پھر تمہارے پاس واپس کر دیں گے پس حفصہ نے اپنا مصحف عثمان کے پاس بھیج دیا عثمان نے زید بن ثابت عبد اللہ بن الزبیر، سعید بن العاص اور عبد الرحمٰن بن الحارث بن ہشام کو نقل کرنے پر متعین کیا ان لوگوں نے اس کی نقل کی اور عثمان نے تینوں قریشیوں سے کہا تھا جب تم اور زید بن ثابت قرآن کی کسی قرات میں اختلاف کرنا تو اس کو محاورہ قریش کے مطابق لکھنا کیونکہ قرآن انہیں کے محاورے میں اُترا ہے پس ان لوگوں نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ قرآن کے متعدد نسخے لکھے اور نقل کیے گئے عثمان نے اُس مصحف کو حفصہ کے پاس واپس کر دیا اور مصحف منقول کو تمام ممالک اسلامیہ میں بھیج دیا اور سوائے اس نسخے کے اور صحیفہ اور مصحف کے جلا دینے کا حکم دے دیا۔

حضرت عثمان کی قرأت

اس کے علاوہ خود ذی النورین لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیتے تھے چنانچہ قرار تابعین کا ایک گروہ آپ سے فیض یاب ہوا جن کا سلسلہ قرات اس وقت تک باقی ہے نماز میں بڑی بڑی سورتیں اس وجہ سے پڑھا کرتے تھے کہ لوگوں کو قرآن کی قرأت کا صحیح اندازہ معلوم ہو جائے۔ مالک روایت کرتے ہیں کہ قرافصہ بن عمیر الحنفی کہتے ہیں کہ سورہ یوسف کی قرات میں نے عثمان بن عفان ؓ سے سیکھی ہے جس کو وہ اکثر صبح کی نماز میں پڑھتے تھے۔ عثمان ذی النورین ؓ ان لوگوں میں ہیں جو نزول قرآن کے وقت اس

کی کتابت پر مامور تھے۔ اس کے بعد جو شخص ہوا اُس نے ان پر اعتماد کیا۔ سوَر اور آیات قرآنی کے نزول اور اس کی تفسیر سے بھی آپ بخوبی واقف تھے۔

امور سیاسی میں مہارت

کتب سیر کے دیکھنے اور اوراق گردانی سے معلوم ہوتا ہے کہ ذی النورین کو امور سیاسی میں بھی ملکہ حاصل تھا لیکن چونکہ زمانہ ابتلاء میں مخالفوں کی نکتہ چینی اور زبان درازی شایع ہو گئی تھی اور ہر شخص بلالحاظ مراتب اعتراض کرنے کو مستعد تھا اسی وجہ سے ان کے انتظامات اور امور مصالح مستتر و مخفی رہ گئے۔

وظائف کی تقسیم

انھوں نے اپنے زمانہ خلافت میں روزینہ، کپڑے، گھی و شہد کے تقسیم کرنے کے دن مقرر کر رکھے تھے۔ حسن بن علیؓ کہتے ہیں کہ میں نے عثمان کے منادی کو دیکھا وہ کہہ رہا تھا اے لوگو! صبح کو اپنے اپنے وظائف لینے کو آنا پس صبح کو لوگ جوق جوق جاتے اور وظائف لاتے تھے پھر اُن کا منادی شام کے لئے بہ آواز بلند کہتا تھا تو شام کو گروہ کے گروہ جاتے اور پورے طور سے روزینے لاتے تھے پھر بے شک میں نے آپ کے منادی کو سُنا ہے وہ کہہ رہا تھا صبح کو کپڑے لینے کو آنا چنانچہ صبح ہوتے لوگ کپڑے لاتے تھے اسی طرح شہد اور گھی بھی دوسری صبح کو جا کر لاتے تھے۔

حضرت عبیداللہ بن عمر کا خوں بہا

پہلا حادثہ جو ان کے دور خلافت میں پیش آیا یہ تھا کہ عبیداللہ بن عمر نے ہرمزان اور جفینہ وغیرہ کو اس شبہہ سے قتل کر ڈالا کہ یہ لوگ فاروق اعظم کی شہادت میں شریک تھے ذی النورین کے سامنے جب یہ مقدمہ پیش ہوا تو ہر طرف سے بے دے شروع ہوئی تو آپ نے ایک رقم کثیر اپنے جیب خاص سے فاروق اعظم کے ورثا کی طرف سے بطور خوں بہا ہرمزان کے ورثاء کو عطا کیا اور اس خصومت و فتنے کو مسلمانوں سے رفع دفع کیا۔ عقل سلیم اس سے زیادہ بہتر اور کوئی فیصلہ نہیں کر سکتی۔

جب ذی النورین نے فتح افریقہ کا قصد کیا تو بہ نظر مصالح امور سیاسی عمرو بن العاص کو معزول کر کے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو مصر کا والی مقرر کیا مال غنیمت کا خمس الخمس دینے کا وعدہ کر کے افریقہ کی طرف روانہ کیا۔ لوگوں نے اس عزل و نصب کو محل بحث قرار دے کر نکتہ چینی کی ہے لیکن میرے نزدیک جب اس عزل و نصب سے افریقہ و اندلس فتح ہو گیا تو آپؓ کے رشد میں شبہ کرنا اور ذی النورینؓ کی سیاست پر حرف گیری کرنا اپنی سخافت رائے ظاہر کرتا ہے۔

اذان ثانی کی وجہ

منجملہ ذی النورین کے امور سیاسی و ملکی سے یہ تھا کہ روز جمعہ مع تکبیر اذان

ثانی مقرر کی، بیہقی نے سایب بن یزید سے روایت کی ہے کہ زمانہ رسول اللہ صلعم، ابوبکر اور عمرؓ میں جمعہ کے دن اذان اس وقت ہوتی تھی جس وقت امام منبر پر جاتا تھا، پس جب عثمانؓ کا دور خلافت آیا اور لوگوں کی کثرت ہوئی تو عثمان نے اس سے پہلے زورا پر ایک اور اذان دینے کا حکم دیا۔ چنانچہ اس وقت تک یہ اذان دی جاتی ہے۔

علامات حرم کی تجدید انھوں نے ہی کی۔ جدہ کو ساحل بحر مقرر کیا۔ امت محمدیہ کو ایک مصحف پر متفق کیا مسجد نبوی کو پختہ بنوایا غرض ذی النورینؓ نے سیاست ملکی و ملّی میں ایسے ایسے امور اختراع کئے کہ جس کی نظیر جس سے بھی بدقت ملے گی ان کے فتاوے اور احکام جو ان کے زمانہ خلافت میں صادر ہوا کئے ان کا بالتفصیل کیا بلکہ بالاجمال بھی لکھنا بوجہ طول کلام مشکل معلوم ہوتا ہے لہٰذا ہم اس سے قطع نظر کرتے ہیں۔

ازواج واولاد ذی النورینؓ نے زمانہ جاہلیت اور اسلام میں آٹھ بیویاں کیں ان میں سے دو رسول اللہ صلعم کی لڑکیاں تھیں ایک رقیہ دوسری ام کلثوم، تیسری بیوی کا نام فاختہ بنت غزوان تھا (ان کے بطن سے عبداللہ اصغر پیدا ہوئے لیکن عالم طفلی ہی میں وفات پاگئے)، چوتھی بی بی ام عمرو بنت جندب بن عمرو بن حممۃ الدوسیہ تھیں (ان کے بطن سے چار اولادیں خالد، ابان، عمرو، مریم، پیدا ہوئیں)، فاطمہ بنت الولید بن مغیرہ مخزومیہ پانچویں بی بی کا نام تھا (جس سے ولید، ام سعید اور سعید پیدا ہوئے) چھٹی بیوی ام البنین بنت عینیہ بن حصن الفزاریہ تھیں (ان سے عبدالملک پیدا ہوئے اور لڑکپن ہی میں ان کا انتقال ہو گیا) ساتواں عقد رملہ بنت شیبہ بن ربیعہ سے کیا (ان سے تین لڑکیاں عائشہ، ام ابان، ام عمرو پیدا ہوئیں)، نائلہ بنت الفرافصہ کلبیہ آٹھویں بیوی تھیں۔ بعض کا خیال ہے کہ مریم بنت عثمان انھیں کے بطن سے پیدا ہوئی تھیں وقت محاصرہ ان میں سے چار بیویاں رملہ، نائلہ، ام البنین، فاختہ موجود تھیں لیکن بعض مورخوں کا یہ بیان ہے کہ ام البنین کو زمانہ محاصرہ میں طلاق دے دی تھی۔ انتہٰی کلام المترجم۔

باب ۲۰

حضرت علی بن ابی طالبؓ ۳۵ھ تا ۴۰ھ

بیعت خلافت

بعد شہادت عثمان بن عفان، طلحہ، زبیر اور مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم کا ایک گروہ علی ابن ابی طالبؓ کے پاس بیعت کرنے کو گیا علی نے کہا اکون وزیرا لکم خیر من ان اکون امیرا و من اخترتم رضیتم (یعنی امیر ہونے سے میں وزیر ہونے کو بہتر سمجھتا ہوں تم جس کو منتخب کرو گے میں بھی اس کو منتخب کروں گا) ان لوگوں نے منت و سماجت سے کہا "ہم تم سے زیادہ کسی کو امارت کا مستحق نہیں پاتے اور نہ تمہارے سوا اور کسی کو منتخب کر سکتے ہیں۔"

حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کی مشروط بیعت

علی ابن ابی طالبؓ ان لوگوں کے اصرار سے مسجد میں تشریف لائے اور صحابہ کرام کے مواجہہ میں طلحہ اور زبیر سے کہا "میں تمہیں اختیار دیتا ہوں اگر تم پسند کرتے ہو تو میں تمہارے ہاتھ پر بیعت کروں اور تم راضی ہو تو میرے ہاتھ پر بیعت کرو" انھوں نے کہا نہیں! ہم تمہارے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔ یہ کہکر طلحہ نے اور پھر زبیر نے بیعت کی، بعض کا یہ خیال ہے کہ بیعت کے بعد طلحہ اور زبیر نے کہا تھا کہ ہم نے بخوف جان اور یہ خیال کر کے کہ علی ہمارے ہاتھ پر بیعت نہ کریں گے بیعت کی ہے اور چار مہینے کے بعد مکہ چلے گئے تھے۔

صحابہ کبار کا بیعت کرنے سے انکار

طلحہ اور زبیر کے بعد حاضرین جلسہ نے بیعت کی اس کے بعد سعد بن ابی وقاص لائے گئے اور بیعت کرنے کو کہا گیا" سعد نے جواب دیا اور لوگوں کو بیعت کر لینے دو تو میں بیعت کروں" علی نے کہا "رہنے دو" پھر ابن عمر لاتے گئے۔ ابن عمر نے بھی ایسا ہی کہا لوگوں نے کہا کوئی ضامن لاؤ ابن عمر بولے میں ضامن نہیں دے سکتا۔ اشتر نے کہا "مجھے اجازت دیجئے میں اس کو قتل کر ڈالوں" علی ابن ابی طالب نے فرمایا "چھوڑو میں اس کا ضامن ہوں" اس کے بعد انصار نے بیعت کی مگر چند لوگوں نے بیعت سے تخلف کیا انصار سے حسان بن ثابت، کعب بن مالک، مسلمہ بن مخلد، ابو سعید خدری

محمد بن مسلمہ، نعمان بن بشیر، زید بن ثابت، رافع بن خدیج، فضالہ بن عبید، کعب بن عجزہ اور سلمہ بن سلامہ بن وقش نے اور مہاجرین سے عبداللہ بن سلام، صہیب بن سنان، اسامہ بن زید، قدامہ بن مظعون اور مغیرہ بن شعبہ نے بیعت نہیں کی۔ نعمان بن بشیر نائلہ زوجہ عثمان کی انگلیاں اور حضرت عثمان کا قمیص خون آلودہ لے کر شام چلے گئے۔

انتخاب خلیفہ کا مسئلہ

بعض نے کہا ہے کہ شہادت عثمان ذی النورینؓ کے پانچ یوم تک غافقی بن حرب مدینہ منورہ کا امیر رہا بعد ازاں مصر کے بلوائی جمع ہو کر علی ابن ابی طالب کے پاس آئے۔ کوفہ والے زبیر کے پاس، بصرہ والے طلحہ کے پاس گئے اور متفق ہو کر سعد اور ابن عمر کو منصب خلافت پر متمکن کرنا چاہا انھوں نے بھی انکار کیا بلوائیوں کو سخت تردد دامن گیر ہوا کوئی شخص امارت و خلافت قبول نہ کرتا تھا۔

مفسدین اہل مدینہ کو دھمکی

پھر ان میں جو ذرا عقل و ہوش رکھتے تھے انھوں نے یہ خیال کر کے کہ ان عوام کالانعام کا بغیر نصب امام واپس جانا فتنہ و فساد برپا کرنا ہے اہل مدینہ کو جمع کیا اور یہ کہا کہ تم لوگ اہل شوریٰ ہو تمہارا حکم تمام امت محمدیہ پر جایز و نافذ ہے امام مقرر کرو ہم تمہارے مطیع ہیں اور اس کام کو انجام دو۔ دو دن کی مہلت ہم دیتے ہیں اگر مدت مقررہ میں تم نے امام نصب نہ کیا تو ہم فلاں[1] فلاں اشخاص کو مار ڈالیں گے" اہل مدینہ یہ سن کر علی ابن ابی طالب کے پاس گئے انھوں نے خلافت سے انکار کیا ان لوگوں نے کہا کہ اگر آپ خلافت کا عہدہ قبول نہیں کرتے ہیں تو فتنے کا دروازہ کھل جائے گا۔ علیؓ نے مجبور ہو کر اگلے دن کا وعدہ کیا صبح ہوتے وہ لوگ پھر آپہنچے حکیم بن جبلہ مصریوں کے ساتھ اشتر کوفیوں کے ہمراہ حاضر ہوا حکیم بن جبلہ نے زبیر کو، اشتر نے طلحہ کو جبر لا کر پیش کیا۔ ان لوگوں نے علی ابن ابی طالبؓ کے ہاتھ پر بیعت[2] کی۔

خطبۂ خلافت

علی ابن ابی طالب مسجد میں آئے اور منبر پر چڑھ کر فرمایا۔ اے لوگو! مجھ پر کسی کا کوئی حق سوائے اس کے نہیں ہے کہ مجھ کو تم نے امارت کے لئے منتخب کیا ہے کل تم لوگ میرے پاس پریشان ہو کر آئے تھے اور میں خلافت و امارت سے گریز کر رہا تھا لیکن تم لوگ اس پر مصر ہوئے کہ میں تمہارا امیر بنوں اور تمہاری قسمت کا فیصلہ میرے ہاتھ میں ہو۔ حاضرین نے کہا۔ ہاں ہم لوگ اب تک اپنے

---

[1] ابن اثیر نے بجائے فلاں فلاں کے علی، طلحہ، زبیر رضوان اللہ علیہم کے اسماء گرامی لکھے ہیں۔

[2] سب کے پہلے طلحہ نے بیعت کی اس شرط پر کہ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کے مطابق حکم دیں گے اور حدود شرعی کو قائم کریں گے یعنی قاتلین عثمانؓ سے قصاص لیں گے پھر زبیر نے اسی شرط سے بیعت کی۔

اسی خیال پر قائم ہیں"۔ علی ابن ابی طالب بولے اللھم اشھد (اے اللہ تو گواہ رہنا) اس کے بعد وہ لوگ لائے گئے جنھوں نے بیعت سے تخلف کیا تھا پس انھوں نے بھی کتاب اللہ و سنت رسول اللہ واقامۃ الحدود پر بیعت کی۔ پھر عوام کے بیعت کرنے کے بعد علی ابن ابی طالب نے خطبہ دیا۔ یہ واقعہ یوم جمعہ کا ہے جب کہ پانچ راتیں ذالحجہ ۳۵ھ کی باقی رہ گئی تھیں۔

قصاص کا مطالبہ

علی ابن ابی طالبؓ خطبہ دے کر اپنے مکان پر واپس آئے طلحہ اور زبیر آئے اور کہا چونکہ ہم نے بیعت اس شرط سے کی ہے کہ حدود و قصاص جاری و قایم کرو گے لہٰذا تم اس شخص (عثمان) کے قاتلوں سے قصاص لو، علی ابن ابی طالبؓ نے جواب دیا، جب تک لوگ راہ راست پر نہ آلیں اور کل امور منظم نہ ہو جائیں اس وقت تک میں تمھاری رائے پر عمل نہیں کر سکتا مجھ میں ایسی قدرت نہیں ہے۔ حالانکہ مجھ کو خود عثمانؓ کے حقوق اور قصاص کی فکر ہے" طلحہ اور زبیر یہ سن کر چلے آئے قاتلین عثمانؓ کے قصاص کی بابت سرگوشیاں ہونے لگیں۔

حضرت علیؓ کا قتل عثمانؓ سے برأت کا اظہار

علی ابن ابی طالبؓ کو اس کی خبر لگی مسجد نبوی صلعم میں گئے خطبہ دیا "عہدہ خلافت کی ذمہ داریوں اور موجودہ مزورتوں اور قتل عثمان سے اپنی برأت کا اظہار کیا" اس کے بعد مروان اور چند بنی امیہ شام روانہ ہو گئے، علی ابن ابی طالب روک نہ سکے، تیسرے دن عربوں کو واپس جانے کا حکم دیا ان لوگوں نے بھی تعمیل حکم سے انکار کیا ساتھ ہی اس کے فرقہ سبیہ نے فتنہ و فساد پر آمادگی ظاہر کی۔

حضرت مغیرہ کا مشورہ

اس اثنا میں طلحہ اور زبیر آگئے لوگوں سے تبادلہ خیالات کی غرض سے کوفہ اور بصرہ جانے کی اجازت حضرت علی سے طلب کی، ابن ابی طالب نے کسی مصلحت سے اجازت نہ دی۔ اس کے بعد مغیرہ آئے رائے دی کہ جب تک حکومت و خلافت کو استقلال حاصل نہ ہو اس وقت تک عمال عثمان کو برقرار رکھئے۔ استقلال و استقرار حکومت کے بعد جس کو چاہے گا معزول و تبدیل کر دیجئے گا جواب دیا "یہ مجھ سے نہ ہوگا" پھر دوسرے دن مغیرہ نے آکر کہا "جہاں تک جلد ممکن ہو عمال عثمان کو معزول و تبدیل کر دیں" ابن عباس نے یہ سنا بولے "مغیرہ نے کل تم کو نصیحت کی تھی اور آج تم کو دھوکا دیا۔ علی ابن ابی طالب بولے پھر کیا رائے ہے؟

ابن عباس: مناسب تو یہ تھا کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے وقت تم مکہ چلے جاتے۔ لیکن اب بہتر یہ ہے کہ عمال عثمان مثلاً معاویہ وغیرہ کو بحال رکھو یہاں تک کہ حکومت و خلافت کو استقلال حاصل ہو جائے ورنہ بنی امیہ لوگوں کو یہ دھوکا دیں گے کہ ہم قاتلین عثمان سے قصاص طلب کرتے ہیں جیسا کہ اہل مدینہ

کہہ رہے ہیں اور اس ذریعہ سے تمہاری خلافت کو درہم برہم کر دیں گے اور تم اُن کو روک نہ سکو گے"۔

حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ کی گفتگو

علی ابن طالب:۔ واللہ لا اعطیہ الا السیف (واللہ ہم معاویہ کو سوائے تلوار کے اور کچھ نہ دیں گے)

ابن عباس:۔ تم شجاع ضرور ہو لیکن لڑائی میں صاحب الرائے نہیں ہو کیا تم نے یہ نہیں سنا ہے کہ رسول اللہ (صلعم) فرماتے تھے۔ الحرب خدعۃ۔

علی ابن ابی طالب:۔ ہاں یہ سچ ہے۔

ابن عباس:۔ واللہ اگر تم میرے کہنے پر عمل کرو تو میں تم کو ایسے راستہ پر چلاؤں کہ وہ انجام کار پر غور ہی کرتے رہ جائیں اور پیش پا افتادہ امور بھی ان کو نہ سوجھیں اس میں نہ تمہارا کچھ نقصان ہے اور نہ کچھ گناہ ہے۔

علی:۔ مجھ میں نہ تمہاری خصلتیں ہیں اور نہ معاویہ کی۔

ابن عباس:۔ اچھا تم اپنا مال واسباب لے کر ینبوع چلے جاؤ اور اپنے اوپر اپنا دروازہ بند کر لو اس سے عرب خوب سرگردان و پریشان ہوں گے لیکن تمہارے سوا کسی کو لائق امارت نہ پائیں گے اور اگر تم ان لوگوں کے ساتھ اٹھو گے تو کل ہی تم پر خون عثمان کا الزام لگایا جائے گا۔

علی:۔ نہیں! میں جو کہوں تم اس پر عمل کرو۔

ابن عباس:۔ بے شک یہی مناسب ہے اور میرے حق میں یہی بہتر ہے۔

علی:۔ میں نے تم کو شام کا والی مقرر کیا تم سامان سفر درست کر کے شام روانہ ہو جاؤ۔

ابن عباس:۔ یہ رائے مناسب نہیں ہے معاویہ، عثمان کا ایک جدی بھائی اور ان کا عامل ہے اور مجھ کو تمہارے ساتھ تعلق قرابت ہے وہ مجھ کو وہاں پہنچنے کے ساتھ بعوض خون عثمان قتل کر ڈالے گا یا قید کر دے گا۔ بہتر یہ ہے کہ معاویہؓ سے خط وکتابت کرو اور اس سے کسی طرح بیعت لے لو"۔ علی ابن ابی طالبؓ نے انکاری جواب دیا، عبداللہ ابن عباس خاموش ہو گئے۔ مغیرہ بن شعبہ جو امیر المومنین علیؓ کے پاس گئے تھے اور عُمّال کے معزولی اور بحالی کی بابت کچھ عرض ومعروض کیا تھا جس کو امیر المومنین نے قبول نہ فرمایا اس بنا پر وہ ناراض ہو کر مکہ چلے گئے۔

عمال کی تقرری

امیر المومنین علیؓ نے اپنی خلافت کے پہلے سال اور ہجرت کے ۳۶ھ میں بصرے پر عثمان بن حنیف کو، کوفہ پر عمارہ بن شہاب کو، یمن پر عبیداللہ بن عباس کو، مصر پر قیس بن سعد کو اور شام پر سہیل بن حنیف کو والی مقرر کر کے روانہ کیا عثمان بن حنیف بصرہ پہنچے بعض لوگوں نے ان کی امارت تسلیم کر کے اطاعت قبول کی اور بعض نے کہا کہ بالفعل ہم سکوت کرتے ہیں آئندہ جو اہل مدینہ کریں گے

اس کی ہم اتباع کریں گے۔ کوفہ کی طرف عمارہ بن شہاب روانہ کئے گئے تھے۔ مقام زبالہ میں پہنچے تھے کہ طلیحہ بن خویلد سے ملاقات ہوگئی۔ صاحب سلامت ہونے کے بعد طلیحہ کو معلوم ہوا کہ یہ امیر کوفہ ہو کر جا رہے ہیں طلیحہ نے کہا "بہتر یہ ہے کہ تم واپس جاؤ کیونکہ اہل کوفہ اپنے امیر ابوموسیٰ کو تبدیل نہیں کیا چاہتے اور اگر تم میرا کہنا نہ مانو گے تو میں تمھاری گردن ابھی اڑا دوں گا" یہ سن کر عمارہ آگے نہ بڑھے واپس آئے، عبیداللہ بن عباس کے یمن میں داخل ہونے سے پیشتر یعلی بن منیہ مال و اسباب فراہم کر کے مکہ روانہ ہو گیا تھا اس وجہ سے عبداللہ بن عباس باطمینان تمام یمن میں داخل ہوئے۔

قیس بن سعد کی مصر کو روانگی قیس بن سعد مصر جا رہے تھے ایلہ میں سواروں کے ایک دستے سے ملاقات ہوئی جو مصر سے آ رہا تھا سواروں نے دریافت کیا۔ تم کون ہو؟ جواب دیا "میں قیس بن سعد ہوں عثمان کا ہوا خواہ ہوں میں اُس شخص کو ڈھونڈھتا ہوں جو فتنہ و حوادث کے زمانہ میں امن کے ساتھ پناہ گزیں ہو، میں اُس کی مدد کرنے پر تیار ہوں" قیس یہ کہہ کر آگے بڑھے رفتہ رفتہ مصر پہنچے امیر المومنین علی کا فرمان دکھلایا مصریوں کے چند گروہ ہو گئے بعض نے قیس کا ساتھ دیا، اطاعت قبول کی، اور چند لوگوں نے بہ انتظار قصاص قاتلین عثمان، سکوت اختیار کیا اور بعض نے یہ کہا کہ جب تک ہمارے بھائی مدینہ سے واپس نہ آئیں گے اس وقت تک ہم کچھ نہ کریں گے نہ کسی کی اطاعت قبول کریں گے اور نہ کسی کی امارت سے منکر ہوں گے۔

سہیل بن حنیف کی واپسی سہیل بن حنیف جو امیر شام ہو کر جا رہے تھے تبوک پہنچے، چند سواروں سے ملاقات ہوئی سواروں نے دریافت کیا تم کون ہو؟ سہیل نے جواب دیا "میں امیر شام ہوں" سواروں نے کہا تم کو اگر عثمان کے سوا اور کسی نے امیر مقرر کر کے روانہ کیا ہو تو لوٹ جاؤ" سہیل یہ سُن کر مدینہ کی جانب لوٹے، ان کے پہنچنے کے بعد ہی اور عمال کی بھی اسی قسم کی خبریں آئیں، امیر المومنین علیؓ نے طلحہ اور زبیر کو بلا کر کہا "افسوس! میں جس امر سے تم کو ڈراتا تھا وہی پیش آیا طلحہ اور زبیر نے یہ سُن کر مدینہ سے چلے جانے کی اجازت طلب کی پھر امیر المومنین علی نے ایک خط لکھ کر معبد اسلمی کی معرفت ابوموسیٰ کی طرف روانہ کیا۔ ابوموسیٰ نے جواب لکھا "اہل کوفہ نے میرے ہاتھ پر آپ کی بیعت کی ہے۔ اکثر نے بہ رضا و رغبت اور بعضوں نے باکراہ" اسی زمانہ میں دوسرا خط سبرہ جہنی کے ہاتھ معاویہ کے پاس بھیجا گیا معاویہ نے شہادت عثمانؓ کے بعد تین مہینے تک کچھ جواب نہ دیا بعد ازاں قبیصہ عبسی کو ایک خط سر بمہر دیا جس کا عنوان یہ تھا من معاویہ الی علی علاوہ اس کے کچھ زبانی پیام کہہ کر قاصد کے ہمراہ مدینہ روانہ کیا۔ سبرہ اور قبیصہ ربیع الاول ۳۶ھ میں داخل مدینہ ہوا اور جس طرح معاویہ نے کہا تھا۔

امیر معاویہ کا قاصد اسی طرح قبیصہ نے پیام ادا کر کے خط دیا مہر توڑی گئی لفافہ کھولا گیا تو اس میں سوائے

عنوان خط کے اور کچھ نہیں تحریر کیا تھا۔ امیر المومنین علیؓ تیوری چڑھا کر بولے" یہ کیا معاملہ ہے؟ قبیصہ نے عرض کی" میں قاصد ہوں مجھے امن ہے آپ نے فرمایا ہاں! قبیصہ نے گزارش کی میں شام میں ایسے لوگوں کو چھوڑ آیا ہوں جو کسی طرح آپ سے راضی نہ ہوں گے میں نے ساٹھ ہزار شیوخ کو دیکھا ہے کہ وہ لوگ عثمان کی قمیص خون آلودہ پر روتے ہیں اور یہ قمیص لوگوں میں جوش پیدا کرنے کی غرض سے جامع دمشق کے منبر پہ رکھا ہے"امیر المومنین علیؓ نے کہا" کیا وہ لوگ مجھ سے عثمان کے خون کا بدلہ طلب کرتے ہیں؟ اے اللہ میں خون عثمان سے بری ہوں قاتلین عثمان سے اللہ سمجھے" یہ کہکر قبیصہ کو معاویہ کی طرف واپس کیا فرقہ سبیہ نے چلّا کر کہا" اس کتے کو مارو! جو کتوں کی طرف سے آیا ہے" قبیصہ نے آواز بلند سے کہا۔ اے آل مضر! اے آل قیس! میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں اگر میرا بال بیکا ہوا تو میں چار ہزار آدمیوں کو میدان میں لاؤں گا اس وقت تم دیکھو گے کتنے پیادے اور کتنے سوار ہیں، دوڑو اور مدد کرو! چنانچہ آل مضر نے قاصد کو فرقہ سبیہ کی تکلیف و ایذا رسانی سے بچا لیا۔

حضرت علی کی شام پر فوج کشی اور امیر معاویہ سے جنگ کا فیصلہ

اس کے بعد اہل مدینہ نے زیاد بن حنظلہ تمیمی کو امیر المومنین علیؓ کی خدمت میں جنگ معاویہ کی بابت ان کے خیالات دریافت کرنے کو بھیجا۔ یہ ایک مدت سے آپ کے پاس نہیں گیا تھا امیر المومنین علیؓ نے تھوڑی دیر تک اُسے بٹھائے رکھا۔ پھر مخاطب ہو کر کہا" آمادہ ہو جاؤ" زیاد نے دریافت کیا کس کام کے لئے؟ ارشاد کیا شام کی لڑائی پر! عرض کی نرمی اور ملاطفت مناسب ہے کیا آپ نے اے امیر المومنینؓ یہ نہیں سنا؟

ومن لم یصانع فی امور کثیرۃ یضرس بانیاب ویوطا بمنسم

امیر المومنین علیؓ نے جواب دیا۔

متی یجمع القلب الذکی وصارما وانفاحمیا تجتنبک المظالم

زیاد سمجھ گیا کہ امیر المومنینؓ حضرت علی طرح دینے والے نہیں ہیں، معاویہ سے ضرور معرکہ آرائی کریں گے، اٹھ کر اہل مدینہ کے پاس آیا جناب موصوف کی رائے سے مطلع کیا۔

جنگ کی تیاریاں

اس کے بعد طلحہ اور زبیر، عمرہ کی اجازت لے کر مکہ روانہ ہو گئے، اور امیر المومنین علیؓ نے شام پر فوج کشی کا قصد مصمم کر کے اہل مدینہ کو جنگ شام کی ترغیب دی، سامان سفر جنگ مہیا کرنے کا حکم دیا، محمد بن حنفیہ کو سر لشکر مقرر کیا، میمنہ پر عبداللہ بن عباس کو، میسرہ پر عمرو بن ابی سلمہ کو، بعض کہتے ہیں عمرو بن سفیان بن عبدالاسد کو اور ابولیلی بن عمرو الجراح برادر امین الامۃ ابوعبیدہ کو مقدمۃ الجیش پر متعین کیا اس لشکر کے کسی حصے پر ان لوگوں کو سردار نہیں مقرر کیا جنھوں نے عثمان بن عفان پر خروج کیا تھا مدینہ کو قثم بن عباس کے سپرد فرمایا، قیس بن سعد کو مصر میں، عثمان بن حنیف کو بصرہ میں، ابوموسیٰ کو کوفہ

میں لشکر کے فراہم کرنے اور کمک بھیجنے کو لکھ بھیجا۔ ہنوز شام پر فوج کشی کی تیاری ہو رہی تھی کہ اہل مکہ کی مخالفت کی خبر گوش گذار ہوئی امیر المومنین علیؓ نے شام کی عزیمت فسخ کر دی۔

اہل مکہ کی مخالفت

جس وقت اہل مکہ کی خبر امیر المومنین کو پہنچی لوگوں کو جمع کر کے بیان کیا بے شک طلحہ، زبیر اور عائشہ بظاہر لوگوں کو اصلاح کی طرف بلاتے ہیں لیکن در پردہ میری خلافت کو درہم برہم کرنا چاہتے ہیں لیکن میں اس وقت برداشت کروں گا جب تک تمہاری جماعت پر مجھے کسی امر کا اندیشہ نہ ہوگا اور میں رُکا رہوں گا اگر وہ لوگ رُکے رہے۔ امیر المومنین حضرت علیؓ نے یہ کہہ کر مکہ کا قصد کیا، اہل مدینہ کو تیاری کا حکم دیا لیکن ان لوگوں کو یہ امر شاق گزرا، پھر آپ نے کمیل نخعی کے ذریعہ عبداللہ بن عمر کو بلا بھیجا، ہمراہ چلنے کو کہا عبداللہ بن عمر نے جواب دیا" ہم اہل مدینہ ہیں۔ جو اہل مدینہ کریں گے وہی ہم کریں گے" ابن عمر یہ کہہ کر واللہ ایسا نہ ہوگا اپنے گھر واپس آئے۔

حضرت عبداللہ بن عمر کی روانگی

اس کے بعد ام کلثوم بنت امیر المومنین علیؓ زوجہ فاروق اعظمؓ نے حاضر ہو کر اہل مدینہ کی جو خبریں ملتی تھیں گوش گزار کیں، اس کے دوسرے دن یہ غلط خبر مشہور ہوئی کہ ابن عمر شام کو روانہ ہو گئے، علی ابن ابی طالب نے ناکہ بندی کر لی، شام کے راستوں پر آدمیوں کو پھیلا دیا، اُم کلثوم یہ سُن کر حاضر ہوئیں اس وقت جناب موصوف بازار مدینہ میں کھڑے لوگوں کو ابن عمر کے گرفتاری پر روانہ کر رہے تھے۔ ام کلثوم نے کہا اے بزرگ باپ! ابن عمر۔ عُمرہ کی غرض سے مکہ جاتے ہیں نہ کہ تمہاری مخالفت کو! وہ تمہارے مطیع ہیں"۔ علی ابن ابی طالب کو یقین ہو گیا خیالات تبدیل ہو گئے پھر اہل مدینہ کو مخاطب کر کے اہل مکہ کی طرف انہیں خروج پر آمادہ کیا اہل مدینہ تیار و آمادہ ہو گئے سب سے پہلے جس نے مستعدی ظاہر کی وہ ابوالہیثم بن التیہان بدری اور خزیمہ بن ثابت تھے، زیاد بن حنظلہ نے یہ دیکھ کر کہ اہل مدینہ علی ابن ابی طالب کے ہمراہ بجبر روانہ ہو رہے ہیں خود آمادگی ظاہر کی اور بمواجہ عام بآواز بلند علی ابن ابی طالبؓ سے مخاطب ہو کر کہا جو شخص تمہارے ساتھ چلنے سے گریز کرے گا میں اُس سے سمجھ لوں گا اور تمہارے مخالفوں سے لڑوں گا۔

حضرت عائشہؓ کا قصاص عثمانؓ کا مطالبہ

ام المومنین عائشہ صدیقہؓ زمانہ محاصرۂ عثمانؓ ابن عفان میں بقصد حج مکہ گئی ہوئی تھیں اور بعد ادائے مناسک حج مدینہ کو واپس آ رہی تھیں اثناء راہ میں مقام سرف میں بنی لیث کے ایک شخص عبید اللہ بن ابی سلمہ نامی سے ملاقات ہو گئی دریافت کیا مدینہ کا کیا حال ہے؟ جواب دیا عثمانؓ شہید ہو گئے، مسلمانوں نے علیؓ کی خلافت کی بیعت کر لی' ام المومنین حضرت عائشہؓ نے ارشاد کیا " واللہ عثمانؓ مظلوم مارے گئے، میں ان کے خون کا بدلہ لوں گی

کسی نے کہا "آپ یہ کیا کہہ رہی ہیں اور اس سے پیشتر آپ کیا کہتی تھیں" جواب دیا بے شک ان لوگوں نے پہلے عثمانؓ سے توبہ کرائی پھر ان کو شہید کیا، غرض ام المومنین عائشہ صدیقہؓ اس مقام سے لوٹ کر مکہ واپس آئیں لوگوں کا ایک مجمع ہو گیا آپ نے فرمایا "افسوس ہے کہ اطراف وجوانب کے شہروں اور جنگلوں اور مدینہ کے غلاموں نے جمع ہو کر بلوہ کیا اور اس شخص مقتول (عثمان) سے مخالفت کی اس وجہ سے کہ اس نے نوعمروں کو عامل مقرر کیا تھا پس جب ان لوگوں نے اپنے دعوے پر کوئی دلیل نہ قائم کی تو اس کی عداوت پر کمربستہ ہو گئے۔ بدعہدی کی جس خون کو اللہ تعالےٰ نے حرام کیا تھا اس کو بہایا، جس شہر کو رسول اللہ صلعم نے ہجرت گاہ بنایا تھا وہاں پر خون ریزی کی جس مہینہ میں خوں ریزی ممنوع تھی اس میں کشت وخون کیا۔

جس مال کا لینا جائز نہ تھا اس کو لوٹ لیا واللہ عثمان کی ایک انگلی بلوائیوں جیسے تمام عالم سے افضل ہے اور بے شک جس وجہ سے عثمان کی عداوت پر کمربستہ ہوتے تھے اس سے عثمان پاک وصاف ہو گیا تھا جیسا کہ سونا کیٹ سے اور کپڑا میل سے صاف ہو جاتا ہے" عبداللہ بن حضرمی (عثمان کی طرف سے مکہ کے عامل تھے) بولے "سب کے پہلے خون عثمان کا بدلہ لینے والا میں ہوں" اس کلام کے تمام ہوتے ہی بنی امیہ نے جو شہادت عثمان کے بعد مکہ چلے آئے) سمعاً وطاعۃً آمادگی ظاہر کی از انجملہ سعید بن العاص، ولید بن عقبہ وغیرہ تھے۔

حضرت عائشہؓ کا بصرہ جانے کا فیصلہ

اس عرصہ میں عبداللہ بن عامر، بصرہ سے، یعلی بن منیہ یمن سے چھ سو اونٹ اور چھ لاکھ دینار لے کر مکہ آئے طلحہ وزبیر بھی مدینہ سے مکہ آ گئے۔ ام المومنین عائشہؓ نے دریافت کیا "تم لوگ کیسے آئے؟" جواب دیا "بلوائیوں کے خوف سے! وہ لوگ، اخیار اور شرفاء مدینہ پر مستولی ہو گئے ہیں حق کو باطل سے ممتاز نہیں کرتے" ام المومنین عائشہؓ نے کہا **انهضوا بنا اليهم** (ہمارے ساتھ اُن کی طرف خروج کرو) بعض نے شام جانے کی رائے دی ابن عامر بولے شام میں معاویہ ہیں وہ بلوائیوں کے روک تھام کو کافی ہیں بصرے کی طرف چلو میری بات وہاں بنی ہوئی ہے اور لوگوں کا رجحان طلحہ کی جانب ہے" حاضرین بولے "یہی مناسب ہے کیونکہ جس قدر ہمارے ہمراہی ہیں وہ ان لوگوں کا حملہ نہ برداشت کر سکیں گے جو مدینہ میں ہیں اور جب ہم بصرہ پر قبضہ کر لیں گے تو اہل بصرہ کو بھی قصاص عثمان پر آمادہ وتیار کر لیں گے جیسا کہ اہل مکہ کو آمادہ ومستعد کر لیا ہے اُس وقت بہ آسانی قاتلین عثمان سے ہم لڑ سکیں گے۔ سب نے اس رائے سے اتفاق کر کے عبداللہ بن عمر کو بلوایا اور قاتلین عثمان پر خروج کرنے کو کہا عبداللہ بن عمر نے انکار کیا اور یہ کہا کہ ہم مدینہ والوں کے ساتھ ہیں جو وہ کریں گے وہی ہم بھی کریں گے۔ امہات المومنین،

جو ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کے ہمراہ مکہ سے مدینہ جانے والی تھیں۔ بصرہ کا قصد سن کر ٹھہر گئیں' ام المومنین حفصہؓ نے ہمراہی کا قصد کیا لیکن اپنے بھائی عبداللہ بن عمر کے کہنے سے رک گئیں۔

حضرت عائشہؓ کی بصرہ کو روانگی

غرض ابن عامر اور یعلی بن منیہ نے اپنے مال و اسباب سے قافلہ کی روانگی کا سروسامان درست کیا اور یہ منادی کرائی کہ ام المومنین عائشہ' طلحہ اور زبیر (رضی اللہ عنہم) بصرہ جا رہے ہیں جس شخص کو اسلام سے ہمدردی اور خون عثمان کا بدلہ لینا منظور ہو اور اس کے پاس سواری نہ ہو وہ آئے اس کو سواری دی جائے گی۔ چنانچہ چھ سو آدمی چھ سو اونٹوں پر سوار ہو کر مکہ و مدینہ کے ایک ہزار آدمیوں کے ہمراہ بصرہ روانہ ہوئے آگے چل کر اطراف و جوانب کے اور آدمی آملے جس سے تین ہزار کی جمعیت ہو گئی۔ ام فضل بنت الحرث مادر عبداللہ بن عباس نے قبیلہ جہنیہ کے ظفر نامی ایک شخص کو اجرت دے کر ایک خط امیر المومنین علی کے پاس مدینہ روانہ کیا' مکہ سے نکلے نماز کا وقت آگیا' مروان نے اذان دی اور طلحہ و زبیر کے پاس جا کر کہا تم دونوں میں سے کون شخص امامت کرے گا' ابن زبیر نے کہا' میرا باپ" ابن طلحہ بولے "میرا باپ" ام المومنین عائشہ کے کانوں تک یہ آواز پہنچی مروان کے پاس کہلا بھیجا "کیا تم ہمارے کام کو درہم برہم کیا چاہتے ہو امامت میرا ابن اخت (بھانجا) عبداللہ زبیر کرے گا"۔

سعید بن العاص کا مطالبہ

دیگر امہات المومنینؓ' عائشہ صدیقہؓ کے ہمراہ ذات عراق تک آئیں اور اس مقام سے رو کر رخصت ہوئیں۔ اس کے بعد سعید بن العاص' مروان بن الحکم اور اس کے ہمراہی' ام المومنین عائشہ اور طلحہ و زبیر کے پاس گئے۔ خون عثمان کا بدلہ لینے کو کہا' ان لوگوں نے جواب دیا' "ہم نے اسی غرض سے خروج کیا ہے کہ قاتلین عثمان سے ہم قصاص لیں" پھر طلحہ و زبیر سے مخاطب ہو کر کہا لمن یجعلان الامر ان ظفرتما (اگر تم فتح مند ہو گئے تو خلیفہ کس کو بناؤ گے۔ جواب دیا ہم دونوں میں سے جس کو لوگ منتخب کریں گے۔ سعید نے کہا نہیں! عثمان کے لڑکے کو حکومت دینا کیونکہ تم لوگ خون عثمان کا معاوضہ لینے کو نکلے ہو" جواب دیا "یہ کہاں ممکن ہے کہ اکابر و شیوخ مہاجرین کو چھوڑ کر نوعمر لڑکوں کو حاکم بنائیں" سعید بولے "میں خیال کرتا ہوں کہ ایسی حالت میں میں کچھ کوشش نہ کر سکوں گا جب کہ تم بنی عبد مناف کو حکومت سے نکالنے کی کوشش کرو گے" طلحہ و زبیر نے کچھ جواب نہ دیا سعید واپس ہوئے۔

چشمۂ خواب کا واقعہ

ان کے لوٹتے ہی عبداللہ بن خالد بن اسید' مغیرہ بن شعبہ اور جو لوگ اس کے ہمراہ قبیلہ ثقیف کے تھے واپس ہو گئے۔ طلحہ اور زبیر مع باقی ماندہ لوگوں کے آگے بڑھے ان کے ہمراہ ابان اور ولید پسران عثمان بھی تھے۔ یعلی بن منیہ نے ام المومنین عائشہ کو ایک اونٹ پر سوار کرایا جس کا نام عسکر تھا اور جس کو انھوں نے سو دینار اور بعض کہتے ہیں کہ اسی دینار کو خرید کیا تھا۔ بعض کا یہ خیال ہے کہ

وہ اونٹ قبیلہ عرینہ میں سے ایک شخص کا تھا چار سو درہم اور ایک اونٹ دے کر اس سے خرید کیا تھا اور اُس شخص کو رہبری پر مقرر کیا تھا رفتہ رفتہ چشمہ خواب پر پہنچے اور کتوں نے بھونکنا شروع کیا دریافت سے معلوم ہوا کہ یہ چشمہ خواب ہے۔ ام المومنین عائشہؓ نے سنتے ہی ارشاد کیا "مجھ کو لوٹاؤ! لوٹاؤ! رسول اللہ (صلعم) فرما رہے تھے جس وقت آپ کے پاس آپ کی بیویاں بیٹھی ہوئی تھیں "کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ تم میں سے کس کو دیکھکر خواب کے کتے بھونکیں گے" یہ کہکر آپ نے اونٹ کی گردن پر ہاتھ مار کر بٹھا دیا اونٹ سے اتر پڑیں ایک شبانہ روز مع اہل قافلہ کے قیام پذیر رہیں اتنے میں یہ غل اٹھا النجاء النجاء قد ادرککم علی (جلدی کرو جلدی کرو بے شک علی پہنچ گئے) پس قافلے نے نہایت تیزی سے بصرے کا رُخ کیا جس وقت لقاح بصرے میں پہنچا۔

اہل بصرہ سے مراسلت

عمیر بن عبداللہ تمیمی نے کہا "اے ام المومنین! میں تم کو اللہ تعالیٰ کی قسم دلاتا ہوں کہ آپ ہرگز ایسی قوم میں نہ جاتے جس سے آپ نے کوئی مراسلت نہ کی ہو حالات دریافت کرنے کی غرض سے عبداللہ بن عامر کو بصرہ بھیجیے ان کے وہاں قدیمی تعلقات ہیں" ام المومنین عائشہ نے اس رائے کو پسند کیا اور عبداللہ بن عامر کو روانہ کیا ساتھ ہی اس کے رؤسائے بصرہ اور نیز احنف بن قیس اور صبرہ بن شیمان وغیرہ جیسے عمائدین شہر کے پاس خطوط روانہ کئے، خود جواب کے انتظار میں حفیر میں ٹھہری رہیں بصرہ سے عثمان بن حنیف نے عمران بن حصین کو جو ایک معمولی آدمی تھا اور ابوالاسود دولی کو جو معزز و ممتاز شخص تھا ام المومنین عائشہ کے پاس ان کے آنے کا سبب دریافت کرنے کو بھیجا۔

ام المومنین عائشہ نے فرمایا "بلوائیوں اور فتنہ پردازان قبائل نے ایسا ایسا کیا ہے پس میں مسلمانوں کو لے کر اس غرض سے نکلی ہوں کہ مسلمانوں کو اصلی واقعات سے مطلع کروں اور ان کی اصلاح کروں اس خروج سے میرا مقصود مسلمانوں کی اصلاح کرنا ہے" یہ کہہ کر آپ نے آیت قرآنی لا خیر فی کثیر من نجواھم تا آخر تلاوت کی پھر وہ دونوں آدمی طلحہ کے پاس آئے آنے کا سبب دریافت کیا، جواب دیا بغرض معاونت خون عثمان پھر انھوں نے کہا "کیا تم نے علی ابن ابی طالب کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی؟ جواب دیا۔ ہاں لیکن اس شرط اور اس حالت سے کہ قاتلین عثمان سے قصاص لیں گے اور تلوار ہمارے سر پر تھی (یعنی مجبوری و اکراہ ہم نے بیعت کی، لیکن علی نے قاتلین عثمان کا کچھ فیصلہ نہ کیا۔

عثمان بن حنیف کی مخالفت

ابوالاسود اور عمران زبیر کے پاس گئے انھوں نے بھی یہی جواب دیا۔ دونوں لوٹ کر عثمان بن حنیف کے پاس آئے عثمان نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر کہا۔ برب کعبہ اسلام کی چکی چلی، دیکھئے اس کا کیا نتیجہ ہوتا ہے پھر ان لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ تمھاری کیا رائے ہے؛ عمران بولے "خاموشی اختیار کرو" عثمان نے کہا نہیں! میں ان کو امیر المومنین علی کے

آنے تک روکوں گا، عمران یہ سن کر اٹھے اور اپنے مکان پر چلے آئے۔ اتنے میں ہشام بن عامر آگئے اور یہ رائے دی کہ نرمی و ملاطفت سے اس وقت تک چشم پوشی کیجئے۔ جب تک امیر المومنین علی کا کوئی حکم نہ آئے عثمان نے اس سے انکار کیا اور لوگوں کو مسلح ہونے اور لشکر مرتب کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ سب لوگ مسجد میں جمع ہوئے عثمان نے ایک شخص کو جو کوفہ کا رہنے والا قیس نامی تھا تقریر کرنے کو کھڑا کیا۔ اس شخص نے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا "اے لوگو! اگر طلحہ اور زبیر اور اُن کے ہمراہی مکہ سے جان کے خوف سے آئے ہیں تو یہ بات خلاف قیاس ہے کیونکہ مکہ ایسا مقام ہے کہ جہاں پر چڑیوں تک کو امن ہے کوئی ذرہ بھر کسی کو نہیں ستا سکتا اور خون عثمان کا بدلہ لینے کو آئے ہیں تو ہم لوگ عثمان کے قاتل نہیں ہیں بس تم لوگ میری بات سنو میرے کہنے پر عمل کرو ان لوگوں کو جہاں سے آئے ہیں فوراً اسی طرف لوٹا دو" اسود بن سریع سعدی نے جواب دیا "تمہارا یہ خیال ہے کہ وہ لوگ ہم کو قاتلین عثمان سمجھ کر آئے ہیں؟ نہیں! ان کا ایسا خیال نہیں ہے بلکہ ہم سے اور ہمارے سوا اور لوگوں سے قاتلین عثمان کے مقابلہ پر امداد لینے آئے ہیں" لوگوں نے قیس کو کنکریوں سے مارا جلسہ درہم برہم ہو گیا۔ عثمان کو اس خیال سے کہ طلحہ اور زبیر کے معاون اور ہمدرد بصرہ میں موجود ہیں بے حد صدمہ ہوا۔

حضرت عائشہؓ کا خطبہ اس کے بعد ام المومنین عائشہؓ مع ہمراہیوں کے مربد پہنچیں۔ عثمان نے بصرہ سے نکل کر صف آرائی کی۔ اہل بصرہ جو ام المومنین عائشہ کا ساتھ دینا چاہتے تھے وہ بھی شہر سے نکل کر اسی مقام پر آکر جمع ہوئے طلحہ میمنہ پر تھے میان صف سے نکل کر پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی بعد ازاں رسول اللہ صلعم پر درود پڑھ کر عثمانؓ بن عفان کے فضائل و مناقب بیان کئے اور ان کے خون کا بدلہ لینے کی لوگوں کو ترغیب دی طلحہ کے تقریر ختم ہونے پر زبیر نے میسرہ سے نکل کر ایسا ہی بیان کیا عثمان بن حنیف کے میمنہ نے طلحہ اور زبیر کی تصدیق کی اس پر میسرہ والے بولے۔ بایعتم علیاً ثم جئتم تقولون کذا وکذا (تم لوگوں نے علی کی بیعت کی پھر یہ کہنے آئے ہو) ان کی تقریروں کے بعد ام المومنین عائشہؓ نے اللہ تعالیٰ کی حمد کے بعد بیان فرمایا "ایہا الناس، عثمان بن عفان کو برا کہتے تھے، اُن کے مقرر کئے ہوئے عمال پر حرف گیری کرتے تھے۔ پھر ہمارے پاس مدینہ میں آتے تھے ہم ان کو جھوٹا، مکار، دغا باز پاتے تھے اور عثمان کو نیک پرہیزگار، عادل، وہ لوگ جو ان کے دل میں تھا اس کے خلاف ظاہر کرتے اس پر بھی اُن کو صبر نہ آیا اُن کے مکان کا محاصرہ کیا، ان کو نہایت تکلیف سے بے آب و دانہ شہید کیا، محرمات کو بلا کسی خیال کے حلال کیا تم کو اور سوا تمہارے کسی اور کو یہ جائز نہیں کہ عثمان کے قاتلوں سے بدلہ نہ لے اور کتاب اللہ پر عمل نہ کرے" ام المومنین عائشہ نے اس قدر کہہ کر الم تر الی الذین اوتوا نصیباً من الکتاب یدعون الی کتاب اللہ لیحکم بینہم آخر آیت تک پڑھی۔ عثمان بن حنیف کے ہمراہیوں میں اس تقریر سے پھوٹ پڑ گئی اکثر ام المومنین عائشہ کی طرف مائل ہو گئے پھر آپس میں ایک

دوسرے کو ڈھیلے اور پتھر مارنے لگے۔

حکیم بن جبلہ کا حملہ

ام المومنین حضرت عائشہؓ اپنے خیمہ میں واپس آئیں لشکر اور طلحہ و زبیر بھی مربد سے مقام وبانین چلے آئے مگر عثمان بن حنیف مقابلہ پر تلا کھڑا رہا تھے ہیں جاریہ بن قدامہ آیا اور عرض کرنے لگا "اے ام المومنین! واللہ عثمان کا قتل ہونا زیادہ پسندیدہ تھا، بہ نسبت اس کے کہ تم اس ملعون اونٹ پر سوار ہو کر لڑائی کے لئے مکان سے نکلیں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ نے پردہ و حرمت مقرر کیا تھا، تم نے پردہ کی ہتک کی اور حرمت کو مباح کیا اور بے شک جو شخص تم سے لڑنا چاہتا ہوا اس کا قتل کرنا مباح ہے پس اگر تم اپنی رضا مندی سے آئی ہو تو بہتر ہے کہ مدینہ منورہ واپس جاؤ اور اگر بجبر و اکراہ آئی ہو تو اللہ تعالیٰ سے استعانت چاہو اور لوگوں سے واپس چلنے کو کہو۔" ہنوز یہ تقریر تمام نہ ہونے پائی تھی کہ حکیم بن جبلہ، سواروں کا رسالہ لئے آپہنچا، پہنچتے ہی سر راہ لڑائی چھیڑ دی پہلے تو ہمراہیان ام المومنین عائشہؓ نے مدافعت کی غرض سے تیر اندازی شروع کی پھر یہ خیال کر کے کہ شاید تیر اندازی بند کر دینے سے حکیم بن جبلہ بھی حملے سے رک جائے گا تھوڑی دیر تک رکے رہے لیکن جب حکیم بن جبلہ نے اپنے رکاب کے سواروں کو حملہ کرنے سے نہ روکا تو مجبور ہو کر ہمراہیان ام المومنینؓ بھی حملے کا جواب دینے لگے، رات کی تاریکی نے فریقین کو لڑائی سے باز رکھا عثمان بن حنیف لوٹ کے قصر امارت میں آیا ام المومنین مع اپنے ہمراہیوں کے دار الرزق کی طرف واپس ہوئیں تمام رات امید و بیم میں گزری۔

دار الرزق کا معرکہ اور اقرار نامہ

فریقین میں سے جو جس کو پاتا تھا گرفتار کرلے جاتا۔ اللہ اللہ کر کے سپیدی صبح نمایاں ہوئی، فجر ہوتے دار الرزق کے میدان میں حکیم بن جبلہ صف آرائی کرتا نظر آیا، بنی عبد القیس میں سے ایک شخص نے تعرض[1] کیا حکیم نے اس کو مار ڈالا پھر اور ایک عورت کو اسی الزام میں قتل کیا۔ بعد ازاں لڑائی شروع ہو گئی دن ڈھلے تک بڑے زور و شور سے لڑائی جاری رہی عثمان بن حنیف کے ہمراہیوں میں بہت آدمی کام آئے۔ فریقین میں بہتیرے زخمی ہوئے۔ جب لڑائی نے دونوں حریفوں کو تھکا دیا تو مجبور ہو کر صلح کی طرف مائل ہوئے یہ طے پایا کہ ایک معتبر شخص جس پر فریقین کو اعتماد ہو مدینہ جائے اور اہل مدینہ سے دریافت کرے کہ طلحہ و زبیر نے بکراہت بیعت کی ہے یا برضا؟ اگر بکراہت بیعت کی ہے تو عثمان بن

---

[1] حکیم بن جبلہ صف آرائی کے وقت ایک نیزہ لئے ہوئے میان صف میں پھر رہا تھا اور ام المومنین کو سخت وسست کہتا جاتا تھا عبد القیس میں سے ایک شخص نے دریافت کیا۔ کس کو سخت وسست کہہ رہا ہے۔ جواب دیا۔ عائشہ صدیقہ کو! پھر اس شخص نے کہا اے ابن خبیثہ کیا۔ ام المومنین کو یہ کہہ رہا ہے؟ حکیم نے یہ سنتے ہی ایک نیزہ ملا جس سے وہ بیچارہ مر گیا یہی واقعہ بعینہٖ اس عورت کے ساتھ پیش آیا جس کو اس شخص کے بعد حکیم بن جبلہ نے قتل کیا ہے۔

حنیف بصرہ کو خالی کر دے۔ ورنہ طلحہ اور زبیر بصرہ سے لوٹ جائیں"۔

حضرت اسامہؓ بن زید پر حملہ

اقرار نامہ لکھے جانے کے بعد کعب بن سور قاضی، بصرہ سے مدینہ کو روانہ ہوئے جمعہ کے دن پہنچے لوگوں کو جمع کر کے دریافت کیا" کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔ اسامہ بن زید نے کھڑے ہو کر کہا بے شک طلحہ اور زبیر نے بہ کراہت بیعت کی ہے" اس فقرے کے تمام ہوتے ہی لوگ، اسامہ پر ٹوٹ پڑے اور اُن کو مارنے لگے۔ قریب تھا کہ وہ مار ڈالے جاتے، صہیب! ابو ایوب اور محمد بن مسلمہ نے اُن کی جان بچائی اپنے گھر اٹھا لائے کعب، بصرہ واپس ہوئے۔ اس واقعہ کی خبر امیر المومنین علی تک پہنچی آپ نے عثمان بن حنیف کو ملامتانہ خط لکھا کہ واللہ وہ دونوں (طلحہ اور زبیر) اگر ہم کو خلافت سے معزول کرنا چاہتے ہوں تو اُن کے لئے کسی حیلہ کی ضرورت نہیں ہے اور اگر کسی اور بات کے متمنی ہوں تو ہم اُن سے اور وہ ہم سے نپٹ لیں گے۔

عثمان بن حنیف کی گرفتاری

کعب کی واپسی پر طلحہ اور زبیر نے عثمان بن حنیف کو مصالحت کی گفتگو کرنے کو بلایا اور اقرار نامہ کی شرط کے مطابق بصرہ خالی کر دینے کا پیام دیا، عثمان بن حنیف نے امیر المومنین کا فرمان پاکر آنے اور بصرہ خالی کرنے سے انکار کر دیا طلحہ اور زبیر نے لوگوں کو جمع کیا اور نماز عشاء کے بعد مسجد کی طرف بڑھے، عبدالرحمٰن بن عتاب نے بڑھ کر حملہ کیا، تلواروں کی جھنکار سے مسجد گونج اٹھی تقریباً چالیس آدمی اُس وقت مسجد میں موجود تھے، لڑائی ہوئی، مارے گئے عثمان بن حنیف کو گھر میں گھس کر گرفتار کر لائے طلحہ اور زبیر کے روبرو پیش کیا۔ لوگوں نے عثمان کے چہرے کے تمام بال نوچ ڈالے تھے۔ طلحہ اور زبیر نے ام المومنین کو اس سے مطلع کیا آپ نے چھوڑ دینے کا حکم دیا، بعض کہتے ہیں کہ شہر بدر کرنے اور مارنے کا حکم دیا تھا بہر کیف جو شخص عثمان بن حنیف کو شہر بدر کرنے اور مارنے پر مامور ہوا تھا وہ مجاشع بن مسعود تھا، بعض نے لکھا ہے کہ فریقین میں اقرار نہیں ہوا تھا لڑائی سے تھک کر دونوں فریق نے امیر المومنین علی ابن ابی طالب کو لکھا تھا عثمان بن حنیف نماز پڑھا رہے تھے فریق مخالف نے حالت نماز میں حملہ کیا اور پکڑ لائے پھر اُن کو انصار ہونے کی وجہ سے مار پیٹ کر قید کر دیا۔

حضرت طلحہ و زبیر کا اہل بصرہ سے خطاب

بصرہ میں داخل ہو کر طلحہ و زبیر نے اہل بصرہ کو جمع کر کے خطبہ دیا" اے اہل بصرہ! توبہ گنہگار کی سپر ہے ہم چاہتے تھے کہ امیر المومنین عثمان کو بلوائیوں کے مطالبات پر غور کرنے پر راضی کر لیں اس اثناء میں کمینوں بلوائیوں نے بلوہ کر کے ان کو شہید کر ڈالا" حاضرین، طلحہ کو مخاطب کر کے بولے" ہمارے پاس تو تمہارے خطوط اس کے خلاف آتے تھے" زبیر نے جواب دیا ہم نے ہرگز ایسے خطوط نہیں لکھے، زبیر نے اس فقرے کو ختم کر کے عثمان ذی النورینؓ کی شہادت کا واقعہ بیان کیا

اور امیر المومنین علی پر ان کی شہادت کا الزام لگائے گئے۔ قبیلہ عبدالقیس سے ایک شخص نے اٹھ کر کہا: اے گروہ مہاجرین! تم لوگ وہ ہو جنھوں نے سب سے پہلے اسلام کی دعوت قبول کی اور اس سے تم کو فضیلت حاصل ہوئی بعدہ اور لوگ تمھاری طرح اسلام قبول کرتے گئے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلعم نے انتقال فرمایا تم نے یکے بعد دیگرے دو شخصوں کے ہاتھ پہ بیعت کی اور اُن کو خلیفہ بنایا ہم اس پر راضی ہو گئے اور اُن کو ہم نے اپنا امیر مان لیا۔ بعد ازاں تم نے اپنے مشورے سے تیسرے شخص کو امیر بنایا اور اسی طرح اس کو بغیر ہمارے مشورے کے مار ڈالا۔ پھر تم نے علی کے ہاتھ پر بیعت کی، تم نے اس میں بھی ہم سے مشورہ نہ کیا اور اب ان کی مخالفت پر ہم کو ابھارنے آئے ہو صاف صاف بتلاؤ تم کو کس چیز نے انتقام لینے پر آمادہ کیا ہے۔ جس کی وجہ سے ہم تمھارا ساتھ دے کر اس سے لڑیں، ابھی کل کا ذکر ہے کہ عثمان بن حنیف پر تم لوگوں نے حملہ کیا اور قریب قریب ستر آدمیوں کو مار ڈالا"!

حکیم بن جبلہ کا حملہ اور خاتمہ

جب عثمان بن حنیف کے ماجرے کی اطلاع حکیم بن جبلہ کو ہوئی تو وہ عثمان بن حنیف کی مدد پر اٹھ کھڑا ہوا عبدالقیس اور ربیعہ کو جمع کر کے دار الرزق کی طرف بڑھا اتفاقاً عبداللہ بن زبیر سے ملاقات ہو گئی، دریافت کیا کس قصد سے آئے ہو؟ حکیم نے جواب دیا عثمان بن حنیف کو چھوڑ دو اور امیر المومنین علی کی تشریف آوری تک اُس عہد پر قائم رہو جو ہم میں اور تم میں قرار پایا ہے بڑے افسوس کی بات ہے کہ جو خون حرام تھا اُس کو تم نے حلال کیا اس پر طرہ یہ ہے کہ تمھارا زعم یہ ہے کہ ہم عثمان بن عفان کے خون کا بدلہ لیتے ہیں۔ حالانکہ ان لوگوں نے اُن کو قتل نہیں کیا: قصہ مختصر باتوں باتوں میں لڑائی شروع ہو گئی۔ حکیم بن جبلہ نے چار سرداروں کو جنگ کا ذمہ دار بنایا خود طلحہ کے مقابلہ پر رہا۔ ذریح کو زبیر کے مقابلہ پر، ابن المحترش کو عبدالرحمٰن بن عتاب کے مقابلہ پر اور حرقوص بن زبیر کو عبدالرحمٰن بن الحرث بن ہشام کے مقابلہ پر متعین کیا لڑائی نہایت تیزی سے شروع ہوئی اور اسی سختی سے برابر جاری رہی اہل بصرہ کے بہت سے آدمی مارے گئے۔

حرقوص کا فرار

حکیم اور ذریح میدان جنگ میں کام آئے حرقوص چند آدمیوں کو لے کر اپنی قوم قبیلہ سعد میں چلا گیا، عبدالرحمٰن بن حرث نے تعاقب کیا لیکن بنی سعد کی سفارش سے حرقوص کی جان بچ گئی قبیلہ عبدالقیس اور بکر بن وائل کو اس فتح سے صدمہ ہوا، خاتمہ جنگ پر طلحہؓ اور زبیر نے اپنے ہمراہیوں کو بیت المال سے کچھ روپیہ دلوایا۔ قبیلہ عبدالقیس اور بکر بن وائل نے بیت المال کا قصد کیا۔ ہمراہیان طلحہ اور زبیر نے لڑ کر ان کو بے نیل و مرام واپس کیا۔ اس کے بعد ام المومنین عائشہؓ نے اہل کوفہ کو اس واقعہ سے آگاہ کیا۔ خون عثمانؓ کے معاوضہ لینے کو بلایا اور اسی مضمون کے خطوط اہل یمامہ و مدینہ کے پاس روانہ کئے۔ (یہ واقعہ ۲۵ ربیع الثانی کا ہے)۔

حضرت علیؓ کی بصرہ کو روانگی آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ جس وقت امیر المومنین علی ابن ابی طالب کو طلحہ و زبیر اور ام المومنین عائشہ (رضی اللہ عنہم) کے حالات سے آگاہی ہوئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ لوگ بصرہ جا رہے ہیں اُس وقت آپ نے اہل مدینہ سے امداد طلب کی، خطبہ دیا ابتداءً لوگوں کو طلحہ، زبیر اور ام المومنین عائشہ کے خلاف خروج کرنا شاق گزرا لیکن اولاً جب زیاد بن حنظلہ، ابو الہیثم[1] خزیمہ بن ثابت اور ابو قتادہ نے آمادگی ظاہر کی تو بقیہ اہل مدینہ بھی تیار و مستعد ہو گئے۔ ام المومنین ام سلمہ نے اپنے چچازاد بھائی کو امیر المومنین علیؓ کے ہمراہ بھیجا۔ لیکن یہ قبل روانگی لشکر، طلحہ اور زبیر کو واپس لانے کی غرض سے بصرہ روانہ ہو گئے تھے۔ اخیر ماہ ربیع الثانی ۳۶ھ میں امیر المومنین علی، مدینہ پر تمام ابن عباس کو اور بعض کہتے ہیں کہ سہیل بن حنیف کو، اور مکہ پر قثم بن عباس کو اپنا نائب مقرر کر کے بصرہ روانہ ہوئے کوفہ اور مصر کے نو سو آدمیوں نے بھی آپ کا ساتھ دیا۔

حضرت علی اور عبداللہ بن سلام اثناء راہ میں عبداللہ بن سلام مل گئے، گھوڑے کی عنان پکڑ کر بولے "اے امیر المومنین! آپ مدینہ سے تشریف نہ لے جایئے واللہ اگر آپ یہاں سے نکل جائیں گے تو مسلمانوں کا امیر یہاں پھر لوٹ کر نہ آئے گا"۔ لوگ عبداللہ بن سلام کی طرف گالیاں دیتے ہوئے دوڑ پڑے آپ نے فرمایا "اس سے درگذر کرو! (رسول اللہ صلعم) کا صحابی ہے اچھا آدمی ہے" اور آگے بڑھے، ربذہ پہنچے اس مقام پر یہ خبر لگی کہ طلحہ اور زبیر البصرہ پر قابض ہو گئے ہیں آپ نے اس مقام پر قیام کیا، متعدد اور مختلف احکام صادر فرمائے۔

امام حسنؓ کے حضرت علیؓ پر اعتراضات اس اثناء میں آپ کے لڑکے حسنؓ آ گئے، مدینہ سے بصرہ جانے اور ان کا مشورہ نہ ماننے کی بابت عرض و معروض کرنے لگے۔ امیر المومنین علیؓ نے جواب دیا تم نے کس امر کی بابت مجھے مشورہ دیا جو میں نے نہیں مانا۔ حسن بولے۔ میں نے آپ کو زمانہ محاصرہ عثمان میں یہ رائے دی تھی کہ مدینہ سے چلے جایئے۔ عثمانؓ کے قتل کے وقت مدینہ میں نہ رہتے اور قتل کے بعد میں نے گذارش کی کہ جب تک عرب کے وفود نہ آلیں اور حکمران بلاد اسلامیہ آپ کی خلافت کی بیعت نہ کریں اُس وقت تک اہل مدینہ سے بیعت نہ لیجئے پھر میں نے اس گروہ کے خروج کے وقت کہا تھا کہ آپ گھر میں خاموشی کے ساتھ بیٹھ رہئے یہاں تک کہ فتنہ و فساد فرو ہو جائے آپ نے ان میں سے ایک کا بھی خیال نہ فرمایا۔

---

[1] ابو الہیثم بدری ہیں اور خزیمہ ذو الشہادتین نہیں ہیں۔ شعبی کا بیان ہے کہ اس فتنہ میں چھ بدریوں کے سوا ساتواں کوئی شخص نہیں شریک ہوا واللہ اعلم۔

حضرت علیؓ کا امام حسنؓ کو جواب

امیر المومنین حضرت علیؓ نے جواب دیا: "اے صاحبزادے تم نے مدینہ سے خروج کی بابت جو کہا تو سوائے خروج کے مجھے کوئی چارہ نہ تھا اور بے شک اُن لوگوں نے مجھے بھی گھیر لیا جیسا کہ عثمان کو گھیر لیا تھا اور بیعت کا یہ جواب ہے کہ میں نے یہ خیال کیا کہ اگر میں بیعت نہیں لیتا ہوں تو اس سے خلافت اور اسلام کو سخت صدمہ پہنچتا ہے اور ارباب حل وعقد اہل مدینہ ہیں نہ کہ تمام عرب اور بلاد اسلامیہ۔ رسول اللہ صلعم کے انتقال پر ارباب حل وعقد نے ابوبکر کی بیعت کی میں نے بھی بیعت کر لی۔ پھر جب ابوبکرؓ نے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی طرف انتقال کیا تو لوگوں نے عمر کو خلیفہ بنایا میں نے ان کی اتباع کی۔ بعد ازاں عمرؓ بھی رحمت الٰہی سے جا ملے میں بھی ارباب شوریٰ سے تھا۔ لوگوں کے مشورے سے عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کی گئی۔ میں نے بھی بیعت کی۔ بعدہٗ عوام نے بلوہ کر کے عثمان کو شہید کر ڈالا اور بخوشی و رغبت میری بیعت کی پس میں اُس شخص سے ضرور لڑوں گا جو میری مخالفت کرے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کوئی فیصلہ صادر کرے وھو خیر الحاکمین اور تمہارا یہ کہنا کہ طلحہ و زبیر کی نسبت میں سکوت اختیار کروں، بیٹھ رہوں، خروج نہ کروں اس کا جواب یہ ہے کہ اگر میں اپنے فرائض نہ ادا کروں گا تو کون شخص اُس کو ادا کرے گا۔ حسنؓ یہ سُن کر خاموش ہو رہے۔ امیر المومنین حضرت علیؓ نے محمد بن ابی بکر اور محمد بن جعفر کو لوگوں کے جمع کرنے کو کوفہ روانہ کیا، خود ربذہ میں ٹھہرے ہوئے لوگوں کو جنگ کی ترغیب دیتے رہے۔ بعد چندے مدینہ سے اپنا گھوڑا اور ہتھیار منگوائے۔ آپ کے بعض ہمراہیوں نے کہا اُن لوگوں کی بابت ہم آپ کے قصد کو تاڑ گئے۔ آپ نے جواب دیا "میں اُن کی اصلاح کروں گا۔ اگر وہ قبول کریں گے، ورنہ ان کی بابت غور کروں گا اگر انھوں نے پیش قدمی کی تو میں ان کو روکوں گا۔

قبائل رسد و طے کی پیش کش

ربذہ سے ہنوز روانہ نہ ہوئے تھے کہ طے کی ایک جماعت ہمراہی کی غرض سے آئی آپ نے ان کی تعریف کی اور ساتھ لیا۔ ربذہ سے روانہ ہوئے مقدمۃ الجیش پر عمرو بن الجراح تھے۔ فید پہنچے، قبیلہ اسد اور طے نے حاضر ہو کر رکاب میں چلنے کی درخواست کی آپ نے فرمایا۔ "اپنے اقرار پر تم لوگ ثابت و قایم رہو مہاجرین کافی ہیں" اسی مقام پر ایک شخص شیبانی کوفہ سے آیا۔ آپ نے اس سے ابو موسیٰ کا حال دریافت فرمایا، جواب دیا۔ ان اردت الصلح فھو صاحبک وان اردت القتال فلیس بصاحبک (اگر تم صلح کا قصد رکھتے ہو تو وہ تمہارا ساتھی ہے اگر قصد جنگ ہے تو تمہارا وہ شریک نہیں ہے) آپ نے فرمایا واللہ صلح کے سوا ہمارا اور کوئی قصد نہیں ہے۔ بشرطیکہ ہم پر کوئی حادثہ نہ ہو" فید سے روانہ ہو کر ثعلبیہ و اباتین قیام کیا۔

عثمان بن حنیف کی حضرت علیؓ سے ملاقات

عثمان بن حنیف، حکیم بن جبلہ پر جو واقعات گذرے تھے گوش گزار

ہوئے۔ پھر یہاں سے کوچ کر کے ذیقار پہنچے عثمان بن حنیف آ کر ملے اپنے چہرے کو دکھا کر عرض کی "اے امیر المومنین! آپ نے مجھے ڈاڑھی کے ساتھ بھیجا تھا اور اب میں بے ڈاڑھی کے آیا ہوں" آپ نے فرمایا "تم کو اس کا اجر ملے گا مجھ سے پیشتر دو شخصوں کو لوگوں نے خلیفہ بنایا تھا۔ انھوں نے کتاب اللہ پر عمل کیا، پھر تیسرے کو متولی کیا اس کی نسبت لوگوں نے جو کچھ کہنا چاہا کہا اور اس کے ساتھ جس طرح پیش آئے وہ تم کو معلوم ہے پھر سب نے میرے ہاتھ پر بیعت کی انھیں بیعت کرنے والوں میں طلحہؓ و زبیرؓ بھی ہیں، انھوں نے بدعہدی کی اور میری مخالفت کرتے ہیں واللہ وہ لوگ جانتے ہیں کہ میں اُن سے جدا نہیں ہوں" یہ کہہ کر آپ طلحہ و زبیر کے حق میں بددعا کرنے لگے[۱] اُسی مقام پر قیام تھا کہ قبیلہ بکر بن وائل نے حاضر ہو کر گذارش کی "ہم لوگ جان نثاری کو تیار ہیں" آپ نے ان کو بھی وہی جواب دیا۔ جو قبائل طے اور اسد کو جواب دیا تھا اتنے میں یہ خبر آئی کہ قبیلہ عبدالقیس نے طلحہؓ اور زبیرؓ کا مقابلہ کیا ہے آپ نے ان کی تعریف و ثنا کی۔

حضرت ابو موسیٰؓ کا طرز عمل

محمد بن ابی بکر اور محمد بن جعفر جو کوفہ گئے ہوئے تھے انھوں نے کوفہ پہنچ کر ابو موسیٰ کو امیر المومنین علی کا خط دیا، اور اہل کوفہ کو ان کے حکم کے مطابق جنگ کی ترغیب دینے لگے، جب کسی نے آمادگی ظاہر نہ کی تو ابو موسیٰ سے امیر المومنین علیؓ کے ساتھ خروج کرنے کی بابت مشورہ کرنے لگے۔ ابو موسیٰؓ نے کہا لڑائی کے لئے نکلنا دنیا کی راہ ہے اور بیٹھ رہنا آخرت کی، لوگ یہ سن کر ٹھہر رہے۔ محمد بن ابی بکر اور محمد بن جعفر کو غصہ آ گیا۔ ابو موسیٰ سے بہ تشدد پیش آئے۔ ابو موسیٰ نے کہا واللہ عثمانؓ کی بیعت میری گردن میں ہے اور علیؓ کی گردن میں بھی ہے اگر لڑائی ضروری ہے تو عثمانؓ کے قاتلوں سے جہاں کہیں ہوں لڑنا چاہیے۔ دونوں یہ خبر لے کر ذی قار میں امیر المومنین علیؓ کے پاس آئے۔ امیر المومنین علیؓ نے اُشتر کی طرف مخاطب ہو کر کہا "تم ابو موسیٰ کے معاملہ میں میرے قائم مقام ہو ابن عباس کو لے کر جاؤ اور بگڑی ہوئی حالت کی اصلاح کرو" چنانچہ اُشتر اور ابن عباس، ابو موسیٰؓ کے پاس گئے ہر چند اُن سے فوجی مدد طلب کی لیکن وہ اخیر تک یہی جواب دیتے رہے کہ میں سکوت اختیار کروں گا۔ یہاں تک کہ فتنہ فرو ہو جائے، اور اختلاف لوگوں کا ختم ہو جائے اُشتر اور ابن عباس مجبور ہو کر لوٹ آئے۔

عمار بن یاسر کی حضرت ابو موسیٰؓ سے تلخ کلامی

اب امیر المومنین علیؓ نے اپنے لڑکے حسنؓ اور عمار بن یاسر کو بھیجا ابو موسیٰ ان لوگوں کے آنے کی خبر سن کر مسجد میں آئے حسنؓ بن علیؓ سے معانقہ کیا اور عمار بن یاسر سے مخاطب ہو کر کہا۔ اے ابوالیقظان تم نے امیر المومنین عثمانؓ کی مخالفت کی اور ان کے مخالفوں کے ساتھ ہو گئے اور فاجروں کی رفاقت کو جائز رکھا۔ عمار بولے میں نے ایسا نہیں کیا، حسن بن علیؓ نے قطع کلام کر کے کہا "لوگوں نے ہم سے کچھ اس معاملے میں مشورہ نہیں کیا اور صلاح

[۱] یہ حضرت علیؓ پر اتہام ہے انھوں نے کسی صحابی کو بددعا نہیں دی۔ (اقبال)

کے سوا ہمارا کوئی اور مقصود نہیں ہے اور امیر المومنین اصلاح امت کے معاملے میں کسی سے ڈرتے نہیں" ابو موسیٰ نے کہا "میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ نے سچ کہا" میں نے رسول اللہ صلعم سے سُنا ہے آپ فرماتے تھے عنقریب فتنہ ہونے والا ہے اس وقت بیٹھا ہوا شخص، کھڑے ہوئے سے بہتر ہوگا کھڑا ہوا شخص، پیادہ چلنے والے سے بہتر ہوگا، پیادہ چلنے والا، سوار سے بہتر ہوگا اور کل مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے بھائی ہیں ان کا خون اور مال حرام ہے" عمار کو اس تقریر سے ایسی برافروختگی ہوئی کہ ابو موسیٰ کو گالی دے بیٹھے۔ ابو موسیٰ تو سُن کے خاموش رہے، مگر حاضرین میں سے کسی شخص نے جواب ترکی بہ ترکی دیدیا۔ بات بڑھی۔ لوگ عمار پر ٹوٹ پڑے لیکن ابو موسیٰ نے بچالیا۔

حضرت ابو موسیٰ کا خطبہ

اس کے بعد زید بن صوحان ام المومنین عائشہ صدیقہ کا ایک خط[1] اپنے نام کا اور ایک بنام اہل کوفہ لئے ہوئے مسجد میں آئے اور علی سبیل الاَلکار پڑھنا شروع کیا، شبث بن ربعی گالی دے بیٹھے۔ حاضرین ضبط نہ کرسکے۔ علانیہ ام المومنین کی طرف داری کا اظہار کرنے لگے، ابو موسیٰ روکتے جاتے تھے اور فتنہ فرو ہونے تک مکان میں بیٹھ رہنے کا حکم دے رہے تھے اور کہتے جاتے تھے میری اطاعت کرو، عرب کے ٹیلوں میں سے ایک ٹیلہ بن جاؤ تاکہ مظلوم تمہارے سایہ میں آکر پناہ گزیں ہو، خائف تم میں آکر امن پائے، جب فتنہ و فساد اٹھ کھڑا ہوتا ہے تو حق و باطل مشتبہ ہوجاتا ہے اور جب فرو ہوجاتا ہے تو حق و باطل ظاہر ہوتا ہے۔ بے شک یہ فساد مثل بیماری کے اُٹھ کھڑا ہوا ہے۔ تم لوگ اپنی تلواروں کو نیام میں کرلو، اپنے نیزوں کی نوکوں کو نیچے کرلو، اپنے سواریوں کے تنگ کو کاٹ دو، اپنے گھروں میں بیٹھ رہو اگر قریش دار الہجرۃ (مدینہ) کو چھوڑ کر نکلنے اور اہل علم کی جدائی پر آمادہ ہو جائیں تو ان کا ساتھ نہ دو یہاں تک کہ آتش فتنہ فرو ہوجائے اور اصل واقعہ کا انکشاف ہوجائے" زید بن صوحان نے اٹھ کر کہا "اے عبداللہ بن قیس! فرات کو لوٹا دو جس طرف سے بڑھ کر آیا ہے اور امیر المومنین سید المسلمین علیؓ کی مدد کو چلو" قعقاع بن عمرو نے اس کی تائید کی اور کہا "امیر نے جو کچھ بیان کیا ہے۔ وہ سب درست و صحیح ہے۔ لیکن میں تم لوگوں کو نصیحتاً کہتا ہوں اور سوائے حق کے اور کچھ نہیں کہتا ہوں کہ امیر المومنین علی کی مدد کرو حق تک پہنچ جاؤ گے"۔

حضرت علیؓ کو اہل کوفہ کی امداد

عبد خیر نے بھی اسی قسم کی تقریر کی اور ابو موسیٰ سے مخاطب ہو کر کہا "تم جانتے ہو کہ طلحہ اور زبیر نے امیر المومنین علیؓ کی بیعت کی تھی

---

[1] ہر دو خطوط کا مضمون یہ تھا کہ اس زمانہ میں تم لوگ کسی کی مدد نہ کرو اپنے مکان میں بیٹھے رہو یا ہماری نصرت پر آمادہ ہو ہم خون عثمان کا بدلہ لینے کو آئے ہیں۔

جواب دیا ہاں! پھر دریافت کیا" کیا علیؓ نے کوئی ایسا کام کیا ہے جس سے اُن کی بیعت توڑ دی جائے؟ ابو موسیٰؓ بولے" میں اس معاملہ کو نہیں جانتا" عبد خیر نے سخت و تند لہجے میں کہا اگر تم یہ نہیں جانتے ہو تو ہم تم سے علیحدگی اختیار کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ تم جان جاؤ! اے لوگو! تم کو امیر المومنین نے بلایا ہے تاکہ جو معاملات ان میں اور اُن کے دونوں رفیقوں (طلحہ و زبیر) میں پیش آگئے ہیں ان کو دیکھو امیر المومنین علیؓ فقیہ و حلیم امت ہیں جو شخص ان کی مدد کو جائے گا میں اُس کے ہمراہ چلنے کو تیار ہوں" عمار بولے علیؓ نے تم لوگوں کو حق کے دیکھنے کو بلایا ہے چلو اور اُن کے ہمراہ ہو کر لڑو، حسنؓ ابن علیؓ نے کہا تم لوگ ہماری دعوت قبول کرو اور ہماری اطاعت کرو اور جس مصیبت میں تم اور ہم مبتلا ہو گئے ہیں اُس میں ہماری مدد کرو اور بے شک امیر المومنین کہتے ہیں کہ ہم اگر مظلوم ہیں تو ہماری مدد کرو اور اگر ہم ظالم ہیں تو ہمارا ساتھ نہ دو اور ہم سے لڑو واللہ طلحہ اور زبیر نے سب سے پہلے میری بیعت کی اور سب سے پہلے مجھ سے بدعہدی کی" لوگوں کے دلوں پر اس تقریر سے ایک قوی اثر پیدا ہوا سب نے آمادگی ظاہر کر دی، عدی بن حاتم اور حجر بن عدی نے اپنی اپنی قوم کو جنگ پر ابھارا چنانچہ حسن بن علیؓ کوفہ سے نو ہزار کی جمعیت سے کر روانہ ہوئے چھ ہزار تو خشکی کے راستے سے چلے اور باقی براہ دریا۔

حضرت ابو موسیٰ کا کوفہ سے اخراج

حسن اور عمار کی روانگی کے بعد امیر المومنین حضرت علیؓ نے اشتر کو بھی روانہ کیا تھا یہ اس وقت داخل کوفہ ہوا جس وقت حسن اور عمار، ابو موسیٰ سے مسجد میں ایک مجمع عام میں امیر المومنین کے ساتھ دینے پر بحث و مباحثہ کر رہے تھے۔ اُشتر جس قبیلہ پر ہو کر گزرتا تھا اُن کو قصر کی طرف بلاتا جاتا تھا۔ ایک گروہ کثیر لئے ہوئے قصر امارت تک پہنچا۔ ابو موسیٰ کھڑے ہوئے مسجد میں خطبہ دے رہے تھے لوگوں کو خانہ نشینی کی ہدایت کر رہے تھے۔ حسنؓ کہتے جاتے تھے۔ اعتزل عملنا واترك منبرنا (تم ہمارے مقرر کردہ عامل ہو ہمارے منبر کو چھوڑ دو) اشتر نے قصر میں داخل ہو کر ابو موسیٰ کے غلاموں کو نکالنے کا حکم دیا اتنے میں ابو موسیٰ آگئے اشتر نے چلا کر کہا لا ام لك اخرج الله نفسك (تیری ماں مرجائے خدا تجھ کو یہاں سے نکالے) اور شام تک نکل جانے کی میعاد مقرر کی لوگ ابو موسیٰ کے اسباب لوٹنے کو ٹوٹ پڑے اشتر نے کچھ سوچ کر منع کر دیا۔

اہل کوفہ کی حضرت علی سے ذی قار میں ملاقات

حسن بن علیؓ نے کوفیوں کو بطور فوج مرتب کیا اور کنانہ، اسد، تمیم، رباب اور مزنیہ پر معقل بن یسار ریاحی کو، قبائل قیس پر سعد بن مسعود ثقفی عم مختار کو، بکر، تغلب اور رعلۃ پر محذوج ذہلی کو مذحج اور اشعریین پر حجر بن عدی کو، بجیلہ، انمار، خشعم اور ازد پر مخنف بن سلیم کو سرداری عنایت کی اور خاص کوفہ والوں پر قعقاع

بن عمرو، سعد بن مالک، ہند بن مالک، ہند بن عمرو، ہشیم بن شہاب کو مقرر کیا۔ جنگ کے ترغیب دینے والے زید بن صوحان، اشتر، عدی بن حاتم، مسیب بن نجبہ اور یزید بن قیس جیسے لوگ تھے الغرض اہل کوفہ امیر المومنین حضرت علیؓ کی خدمت میں بہ مقام ذی قار حاضر ہوئے آپ نے استقبال کیا مرحبا کہا اور یہ ارشاد فرمایا "اے اہل کوفہ ہم نے تم کو اس غرض سے بلایا ہے کہ ہمارے ساتھ ہو کر اپنے بھائیوں (اہل بصرہ) سے مقابل ہو اگر وہ لوگ اپنی رائے سے رجوع کر لیں تو فہو المراد اور اگر اپنے خیال پر اصرار کریں تو ان کا علاج ہم نرمی کے ساتھ کریں گے تاکہ ہماری طرف سے ظلم کی ابتدا نہ ہو اور ہم کسی کام کو جس میں ذرہ برابر فساد ہوگا بغیر اصلاح کے نہ چھوڑیں گے انشاء اللہ تعالیٰ" اہل کوفہ نے امیر المومنین کے پاس ذی قار میں قیام کیا۔ قبیلہ عبدالقیس جن کی تعداد ہزاروں سے متجاوز تھی بصرہ اور امیر المومنین علی کے درمیانی میدان میں ٹھہرے اس کے دوسرے دن امیر المومنین علیؓ نے قعقاع بن عمرو کو طلحہ اور زبیر کے پاس سمجھانے کو بصرہ روانہ کیا۔

فریقین کی مصالحانہ کوشش

قعقاع کو رسول اللہ صلعم کی شرف صحبت نصیب ہوئی تھی روانگی کے وقت آپ نے اُن سے دریافت فرمایا "تم ایسی حالت میں کیا کرو گے جب وہ کوئی ایسا امر پیش کریں جس کی نسبت تم کو کوئی ہدایت نہیں کی گئی؟ عرض کی اگر وہ باتیں اُس قسم کی ہیں جن کی آپ نے ہدایت کی ہے تو ہم اُن کا وہی جواب دیں گے اور اگر اس کے سوا کوئی نئی بات پیش کریں گے تو ہم اپنی رائے سے اور اپنے اجتہاد سے جواب دیں گے جیسا کہ دیکھتے سنتے ہیں، امیر المومنین علیؓ نے فرمایا بے شک تم اس کے سزاوار ہو، غرض قعقاع بصرہ پہنچ کر ام المومنین عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے، عرض کی اے ام المومنین! آپ کو کس چیز نے خروج پر آمادہ کیا ہے؟ فرمایا "لوگوں کا اختلاف اور اُن کی اصلاح! قعقاع نے کہا طلحہ اور زبیر کو بلوائیے آپ کے روبرو اُن سے کچھ باتیں کرنی چاہتا ہوں ام المومنین عائشہؓ نے طلحہ اور زبیر کو بلوا بھیجا۔ وہ دونوں آئے اور باتیں ہونے لگیں۔

قعقاع :۔ میں نے ام المومنین عائشہ سے دریافت کیا تھا کہ آپ کو کس چیز نے خروج پر آمادہ کیا ہے؟

ام المومنین نے اس کے جواب میں فرمایا۔ اختلاف امتہ اور ان کی اصلاح! تم لوگ اس معاملہ میں کیا کہتے ہو؟ انھوں نے بھی یہی جواب دیا۔

قعقاع :۔ اس اصلاح کی وجہ کیا ہے اور تم کو اس کا کیا حق حاصل ہے؟

طلحہ و زبیر: قاتلین عثمان سے قصاص لینا! اگر وہ لوگ قصاص سے بری کر دیئے جائیں گے تو عمل بالقرآن ترک ہو جائے گا۔

قعقاع :۔ تم نے قاتلین عثمان کے شبہ میں اہل بصرہ کے چھ سو آدمیوں کو قتل کر ڈالا جس سے چھ ہزار آدمیوں کو برافروختگی ہوئی تم نے حرقوص بن زبیر کا تعاقب کیا لیکن اُن چھ ہزار نے اُس کو بچا لیا

پس اگر تم اُن لوگوں سے لڑو گے بہت بڑا فساد برپا ہوگا کل مضر اور ربیعہ تمہارے خلاف لڑائی پر متفق ہو جائیں گے ایسی صورت میں اصلاح کہاں رہ گئی۔

ام المومنین عائشہؓ:۔ (قعقاع سے مخاطب ہو کر) پھر تمہاری کیا رائے ہے؟

قعقاع:۔ اس امر کا علاج بالفعل فتنہ فرو کرنا ہے اور مصالحت سے کام لینا ہے اس کے بعد قصاص لینا تاکہ مسلمانوں کو عافیت حاصل ہو آپ لوگ خیر و برکت کی کلید ہیں، ہم کو بلا میں نہ ڈالیں ورنہ آپ بھی آزمائش میں پڑ جائیں گے اس سے ہم کو اور آپ کو بھی نقصان پہنچے گا" اس تقریر کا ام المومنین اور طلحہ و زبیر کے دل پر بہت بڑا اثر پڑا اور اُن لوگوں نے متفق ہو کر کہا "بے شک تمہاری رائے صائب ہے تم علیؓ کے پاس جاؤ وہ تمہاری رائے سے اتفاق کریں تو ابھی صلح ہوئی جاتی ہے۔ قعقاع لوٹ کر امیر المومنین کے پاس آئے اور کل حالات عرض کیے۔ امیر المومنین علیؓ کو اس سے تعجب اور خوشی ہوئی۔

فریقین کی مصالحت پر آمادگی

اس واقعہ کے قبل اہل بصرہ کے وفود امیر المومنین کی خدمت میں اہل کوفہ کی رائے معلوم کرنے کو آئے ہوئے تھے ان سب نے بھی صلح پر اتفاق رائے ظاہر کیا تھا۔ لیکن انھیں لوگوں میں بعض لوگ ایسے بھی تھے جن کو مصالحت ناگوار گذر رہی تھی۔ القصہ امیر المومنین نے لشکریوں کو جمع کر کے خطبہ دیا اور اگلے دن کوچ کرنے کا حکم صادر فرمایا، اور اُن لوگوں کی نسبت جو محاصرہ عثمانؓ میں شریک تھے یہ حکم دیا کہ وہ ہمارے گروہ سے نکل جائیں ہمارے ساتھ نہ چلیں۔

سبائیوں کی فتنہ انگیزی

اہل مصر کو یہ مصالحت ناگوار گذری ابن السوداء، خالد بن ملجم، اشتر مع اُن لوگوں کے جنھوں نے عثمان بن عفان کی مخالفت کا بیڑا اٹھایا تھا اور بغاوت کی تھی ایک مقام پر جمع ہوتے علباء بن الہیثم، عدی بن حاتم، سالم بن ثعلبہ اور شریح بن ادفی وغیرہ جو سرداران قبائل کے تھے شریک جلسہ تھے۔ آپس میں مشورہ کرنے لگے اس وقت تک طلحہ و زبیر کی رائے قصاص لینے کی تھی لیکن اب تو امیر المومنین کی بھی رائے قصاص لینے کی ہو گئی اور وہ کتاب اللہ سے خوب واقف ہیں امیر المومنین نے جو فرمایا ہے وہ تم جھکے ہو پس اگر مصالحت کریں گے اور باہم متفق ہو جائیں گے تو ہمارے ساتھ کیا کچھ نہ کریں گے" اشتر نے کہا "واللہ ان سب کی رائے ہماری بابت ایک ہی ہے اگر مصالحت کریں گے تو ہمارے خون پر مصالحت کریں گے پس ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ہم علیؓ و طلحہ پر حملہ کر کے انھیں بھی عثمانؓ کے پاس پہنچا دیں۔ اس کے بعد پھر خود بخود سکون ہو جائے گا" ابن السوداء نے جواب دیا کہ تم نے ذی قار میں ہزاروں کی جمعیت دیکھی ہے اور طلحہ کے ہمراہی بھی پانچ ہزار کے قریب ہیں۔ تم صرف ڈھائی ہزار کی جمعیت سے ہو تم اپنا خیال ہرگز پورا نہیں کر سکتے۔

فریقین پر حملہ کا منصوبہ

علیا بولا "بہتر یہ ہے کہ فریقین کو چھوڑ دو یہاں تک کہ کوئی ان میں سے تمہارا حاکم بن جاتے" ابن السوداء نے کہا یہ رائے صائب نہیں ہے اگر تم ان دونوں فریقوں سے علیحدہ ہو جاؤ گے تو تم کو یہ ایک ایک کرکے چن لیں گے عدی نے جواب دیا" ہم نہ اس صلح سے راضی ہیں نہ اس سے کشیدہ خاطر' اگر اتفاقاً جو واقع ہونے والا ہے وہ واقع ہو گیا۔ اور لوگ اس مقام پر آ ترپڑے (یعنی لڑائی ہو گئی)، تو ہمارے پاس سوار بھی ہیں، آلات حرب بھی ہیں، اگر ہماری طرف بڑھیں گے تو ہم بھی بڑھیں گے اور ہم پر حملہ کریں گے تو ہم بھی حملہ کریں گے۔ سالم اور شریح نے رائے دی کہ تاانفصال کہیں چلا جانا چاہیے ابن السوداء نے کہا اے بھائیو! تمھاری عزت اسی میں ہے کہ لوگوں میں مل جل کر انھیں لڑا دو' میرے نزدیک بہتر ہو گا کہ کل جب فریقین جمع ہوں تو جس طرح ممکن ہو کسی حکمت سے لڑائی چھیڑ دو۔ لڑائی شروع ہو جاتے پر تم سے وہ لوگ غافل ہو جائیں گے اور تم لوگ جس کو مکروہ جانتے ہو اس سے محفوظ رہو گے۔ الغرض حاضرین نے ابن السوداء کی رائے پسند کی اور اسی اتفاق پر علیحدہ ہوئے۔

حضرت علیؓ کی مراجعت

صبح ہوتے امیر المومنین علی نے کوچ کیا' قبیلہ عبد القیس کے فرودگاہ پر پہنچے' وہ بھی ساتھ ہو گئے' پھر یہاں سے روانہ ہو کر زاویہ میں قیام پذیر ہوئے۔ پھر زاویہ سے بصرہ روانہ ہوئے۔ طلحہ' زبیر اور ام المومنین عائشہ نے بھی فرضہ سے کوچ کیا۔ نصف جمادی الثانی ۳۶ھ کو مقام قصر عبید اللہ بن زیاد میں فریقین ملے۔ بکر بن وائل اور عبد القیس خط و کتابت کرکے امیر المومنین حضرت علی کے لشکر میں آ گئے۔ تین روز تک بلا جدال و قتال ٹھہرے رہے زبیرؓ کے بعض ہمراہیوں نے لڑائی چھیڑنے کی رائے دی لیکن انھوں نے معذرت کی کہ قعقاع کی معرفت صلح کی گفتگو ہو رہی ہے ہم سے غداری نہ ہو گی' ایسا ہی امیر المومنین سے بھی بعض لوگوں نے کہا تھا انھوں نے بھی یہی جواب دیا۔ پھر[1] آپ سے دریافت کیا گیا

---

[1] یہ سوال ابو سلامہ دولانی نے کیا تھا پورا واقعہ یہ ہے کہ جب فتنہ پردازوں نے طرفین کو ابھارنا شروع کیا تو امیر المومنین نے ایک روز خطبہ دیا اثنا خطبہ میں اعور بن بنان منقری نے کھڑے ہو کر بصرہ آنے کی وجہ دریافت کی آپ نے فرمایا بغرض اصلاح و اطفاء آتش فتنہ آیا ہوں شاید اللہ تعالیٰ میرے ذریعہ سے امت محمدیہ کو متفق کر دے اور ان سے لڑائی کو اٹھا دے۔ پھر اعور نے عرض کی" اگر وہ لوگ آپ کے کہنے پر عمل نہ کریں ارشاد ہوا ہم ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیں گے۔ اعور نے کہا اگر وہ ہم کو نہ چھوڑیں۔ جواب دیا ہم مدافعت کریں گے۔ اتنے میں ابو سلامہ دولانی بول اٹھا کیا آپ کے نزدیک ان کے پاس کوئی دلیل اس خون کے معاوضہ لینے کی ہے اگر وہ اللہ تعالیٰ کے لیے یہ فعل کرتے ہیں" آپ نے جواب دیا ہاں! پھر ابو سلامہ نے کہا کیا آپ کے پاس بھی کوئی دلیل خون کے (باقی حاشیہ صفحہ ۵۰۰ پر)

کہ اگر کل لڑائی ہو گئی تو فریقین کے مقتولوں کا کیا حال ہو گا؟ فرمایا "میں امید کرتا ہوں کہ ہمارا اور اُن کا کوئی شخص قتل نہ کیا جائے گا اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کے دلوں کو صاف کر دیا ہے اور اگر کوئی مقتول ہو گیا تو اللہ تعالیٰ اُس کو جنت میں داخل فرمائے گا" بعد ازاں اپنے لشکریوں کو لڑائی سے منع کر دیا اور حکم بن سلام مالک بن حبیب کو طلحہؓ، زبیرؓ کے پاس پیام دے کر بھیجا کہ اگر تم لوگ اس اقرار پر قائم ہو جس کی قعقاع نے خبر دی ہے تو لڑائی سے رکے رہو یہاں تک کہ کوئی امر طے پا جائے۔

احنف بن قیس کی کنارہ کشی

اس کے بعد احنف بن قیس، امیر المومنین حضرت علیؓ کے پاس آئے۔ یہ اُس گروہ سے علیحدہ و کنارہ کش ہو گئے تھے، شہادت کے بعد امیر المومنین عثمانؓ کے حج سے واپس ہو کر امیر المومنین علیؓ کی بیعت کی تھی۔ احنف کہتے ہیں کہ جس زمانے میں امیر المومنین عثمان محاصرے میں تھے، میں حج کو جا رہا تھا۔ میں نے طلحہ و زبیر اور ام المومنین عائشہؓ سے کہا تھا کہ عثمانؓ ضرور شہید کئے جائیں گے تو ان کے بعد کس کے ہاتھ پر بیعت کی جائے گی، ان لوگوں نے کہا تھا علی کے ہاتھ پر، جب میں حج کر کے واپس ہوا تو عثمان بن عفان شہید ہو چکے تھے میں نے علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اپنے اہل و عیال میں چلا آیا۔ اس کے بعد طلحہ، زبیر، ام المومنین بصرہ پہنچے اور مجھے امیر المومنین علی کی مخالفت کی غرض سے طلب کیا مجھے سخت تشویش ہوئی ایک طرف رسول اللہ صلعم کی زوجہ مطہرہ دوسری طرف رسول اللہ صلعم کا چچا زاد بھائی اور داماد۔ پھر کچھ سوچ سمجھ کر میں نے ان لوگوں سے کہا۔ کیا تم لوگوں نے مجھے بیعت کرنے کی اجازت نہ دی تھی؟ جواب دیا ہاں دی تھی! لیکن علی نے شرط بیعت پوری نہ کی۔ میں نے کہا واللہ نہ تو میں نقض بیعت کروں گا اور نہ ام المومنین سے لڑوں گا بلکہ سب سے علیحدہ ہو کر گوشہ نشین ہو جاؤں گا" اس گفتگو کے بعد احنف چھ ہزار آدمیوں کو لے کر بصرے سے تین کوس کے فاصلے پر مقام جلجا۔ میں مقیم ہو گئے پھر جب امیر المومنین علی آئے، احنف آپ کے پاس حاضر ہوئے آپ نے فرمایا تم کو اختیار ہے چاہو ہمارے ساتھ ہو کر لڑو اور چاہو سکوت اختیار کرو۔ احنف نے سکوت پسند کیا چنانچہ احنف قبیلہ تمیم اور بنو سعد کو لے کر دونوں فریق سے علیحدہ ہو گئے پھر جب امیر المومنین علیؓ کامیاب ہوئے تو احنف حاضر خدمت ہوئے اور پوری پوری اتباع کی۔

(بقیہ حاشیہ ص ۴۹۹) معاوضہ لینے میں تاخیر کرنے کی ہے ہم ارشاد ہوا ہاں بے شک جب کوئی امر مشتبہ ہو جائے اور اس کا دریافت کرنا دشوار ہو تو اس میں نہایت احتیاط سے فیصلہ کرنا چاہیے۔ جلدی سے نقصان ہوتا ہے اس پر ابو سلامہ نے کہا اگر کل تم مڈبھیڑ ہو گئی تو ہمارا اور ان کا کیا حال ہو گا آپ نے فرمایا ہمارے اور اُن کے مقتول جنت میں ہوں گے۔

حضرت زبیر کی علیحدگی

جس وقت دونوں حریف مقابل ہوئے طلحہ اور زبیر صف لشکر سے نکلے امیر المومنین علی بھی اپنے لشکر سے باہر آئے دونوں فریق اس قدر قریب ہو گئے ان لوگوں کی سواریوں کی گردنیں پھر گئیں (یعنی بالکل ایک دوسرے سے مل گئے) امیر المومنین نے کہا "تم لوگوں نے آلات حرب، سواروں پیادوں کو جمع کر کے میرے ساتھ عداوت کی کیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس عداوت کی کوئی وجہ ہے؟ کیا میں تمہارا دینی بھائی نہیں ہوں؟ تم پر میرا خون اور تمہارا خون مجھ پر حرام نہیں ہے؟ کیا کوئی ایسا امر بتا سکو گے جس سے میرا خون تم کو مباح ہو؟" طلحہ نے جواب دیا "کیا تم نے عثمان کے قتل میں سازش نہیں کی؟" بولے "اللہ تعالیٰ اپنے دین کو پورا کرے گا اور قاتلین عثمان پر لعنت بھیجے گا اے طلحہ کیا تم نے میری بیعت نہیں کی؟" جواب دیا "ہاں لیکن میری گردن پر تلوار تھی (یعنی بہ مجبوری بیعت کی تھی) اس کے بعد امیر المومنین نے زبیر کی طرف مخاطب ہو کر کہا کیا تم کو وہ دن یاد ہے جب کہ رسول اللہ صلعم نے تم سے فرمایا تھا کہ بے شک تم ایسے ایک شخص سے لڑو گے جس پر تم ہی ظلم کرنے والے ہو گے؟ جواب دیا "ہاں۔ مجھے یاد آ گیا۔ اگر تم میری روانگی سے پیشتر مجھے اس بات کو یاد دلا دیتے تو میں ہرگز نہ خروج نہ کرتا اور اب واللہ میں تم سے ہرگز نہ لڑوں گا" اس قدر گفتگو کے بعد ایک دوسرے سے جدا ہو گیا۔ امیر المومنین علی نے اپنے لشکر میں واپس ہو کر ہمراہیوں سے فرمایا "زبیر تو اب ہم سے نہ لڑیں گے۔

زبیرؓ ام المومنینؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کی جب سے میں نے ہوش سنبھالا سوائے آج کے اس موقع کے ہمیشہ اپنا انجام کار جانتا تھا ام المومنین نے کہا "تمہارا کیا قصد ہے تم کیا چاہتے ہو؟" جواب دیا میرا یہ قصد ہے کہ میں ان سب کو چھوڑ کر چلا جاؤں" ام المومنین جواب نہ دینے پائی تھیں کہ عبداللہ بن زبیر بول اُٹھے "ہاں جب دونوں کو صف آرا کر لیا اور ایک کو دوسری کی عداوت پر ابھار دیا تو اب چلے جانے کا قصد کرتے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ آپ ابن ابی طالب کے پھریروں سے ڈر گئے اور آپ نے یہ سمجھ لیا ہے کہ اس کے اٹھانے والے جواں مرد جنگجو ہیں اور اس کے نیچے چمکتی ہوئی تلواریں ہیں اس سے آپ میں بزدلی آ گئی ہے" زبیر نے کہا "میں نے قسم کھائی ہے۔ جواب دیا اپنی قسم کا کفارہ دیں اپنے غلام مکحول کو آزاد کر دیں"۔ بعض کا بیان ہے کہ زبیر نے اسی وقت واپسی کا قصد کیا تھا جب کہ عمار بن یاسر کو علی ابن ابی طالب کے ہمراہ دیکھا تھا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا "عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا"۔

اہل بصرہ کے تین گروہ

اہل بصرہ تین گروہ ہو گئے تھے کچھ لوگ طلحہ و زبیر کے ہمراہ تھے اور کچھ لوگ امیر المومنین علی کے ساتھ دینے پر تلے ہوئے تھے اور تیسرا گروہ وہ تھا جو سکوت میں تھا نہ ان کے ہمراہ تھا اور نہ ان کا ساتھ دیتا تھا احنف بن قیس اور عمر بن حصین وغیرہ اسی گروہ میں تھے۔

فریقین میں مصالحت

امیر المومنینؓ نے ازد میں قیام فرمایا ان دنوں ان کا سردار صبرۃ بن شیمان تھا کعب بن سور نے سکوت کرنے کو کہا۔ لیکن اس نے انکار کیا۔ اس کے ہمراہ قبائل مضر، رباب بسرکردگی من جانب بن راشد، بنو عمرو بن تمیم بسرداری ابو الحرباء، بنو حنظلہ بسرکردگی ہلال بن وکیع، سلیم بسرکردگی مجاشع بن مسعود، بنو عامر، غطفان بسرکردگی زفر بن الحرث، ازد بسرکردگی صبرۃ بن شیمان بکر بسرکردگی مالک بن مشمع اور بنو ناجیہ بسرداری حریث بن راشد تھے۔ ان سب کی مجموعی تعداد تیس ہزار کے قریب تھی۔ امیر المومنین علی کے ہمراہ بیس ہزار آدمی تھے اور یہ سب ایک دوسرے کے مقابل اترے ہوئے تھے مضر، مضر کے مقابلہ پر، ربیعہ، ربیعہ کے رو در رو تھے، دونوں فریق کے آدمیوں میں میل جول تھا صلح کے سوا کوئی اور گفتگو نہ کرتے تھے حکیم و مالک جو طلحہ و زبیر کے پاس گئے تھے۔ یہ خبر لے کر واپس ہوئے کہ ہم لوگ اسی عہد و اقرار پر ہیں جس پر قعقاع ہمیں چھوڑ کر گئے ہیں۔ پھر شام کے وقت ابن عباس، طلحہ و زبیر کے پاس اور محمد بن طلحہ امیر المومنین علی کی خدمت میں صلح کی گفتگو کرنے آئے۔ شرائط طے ہو گئیں۔ صبح کے وقت صلح نامہ اور معاہدہ لکھے جانے کی رائے قرار پا گئی۔

مخالفین صلح کا اچانک حملہ

اس سے ان لوگوں کی پریشانی بڑھ گئی جنھوں نے امیر المومنین عثمان کے خلاف بلوہ اور ان پر خروج کیا تھا، تمام رات مشورہ کرتے رہے کہ صبح ہوتے جس طرح ممکن ہو لڑائی چھیڑ دی جائے۔ جہاں تک ممکن ہو صلح نہ ہونے پائے، چنانچہ علی الصباح فریقین کی لاعلمی میں فتنہ پردازوں نے لڑائی کا رنگ جما دیا۔ بلوائیان مضر نے مضر پر فتنہ پردازان ربیعہ نے ربیعہ پر، باغیان یمن نے یمن پر اہل بصرہ نے اہل بصرہ پر، غرض ہر قبیلہ اپنے اپنے قبیلے پر حملہ آور ہوا۔ ادھر طلحہ اور زبیر نے لڑائی کا شور و غل سن کر عبد الرحمٰن بن حرث کو میمنہ پر، عبد الرحمٰن بن عتاب کو میسرہ پر متعین کیا، خود قلب لشکر میں رہے لوگوں نے لڑائی چھڑنے اور شور و غوغا کی وجہ دریافت کی، معلوم ہوا کہ اہل کوفہ نے پو پھٹتے ہی تیر اندازی شروع کی طلحہ و زبیر نے کہا افسوس! علی خوں ریزی کئے بغیر نہ مانیں گے" یہ کہہ کر حملہ آور گروہ کی مدافعت کرنے لگے۔ ادھر امیر المومنین علی شور و غل سن کر خیمے سے باہر تشریف لائے، حال دریافت فرمایا فرقہ سبیہ کے ایک شخص نے جس کو فتنہ پردازوں نے پہلے ہی سکھا رکھا تھا۔ جواب دیا۔ ہم کو سوائے اس کے کچھ معلوم نہیں ہے کہ ہم رات کو بے خوف ہو کر سوئے تھے صبح نہ ہونے پائی تھی کہ اہل بصرہ نے حملہ کر دیا۔ ٹڈی دل گروہ تیر برساتا ہوا اٹھ آیا۔ لہذا ہمارے ہمراہی بھی سوار ہو گئے اور لوگوں نے لڑائی چھیڑ دی امیر المومنین علی یہ سن کر سوار ہوئے۔ افسران لشکر کو میمنہ و میسرہ پر مامور کر کے افسوس کرتے ہوئے فرمایا بے شک طلحہ و زبیر بغیر خوں ریزی کئے ہوئے نہ مانیں گے مختصر دونوں فریق کو غلط فہمی ہوئی ایک نے دوسرے کو مجرم سمجھا اور اصل حال کسی پر منکشف نہ ہوا۔

جنگ جمل

امیر المومنین علی اور طلحہ و زبیر نے اپنے اپنے لشکروں میں منادی کرادی کہ کوئی شخص اس معرکہ سے بھاگنے والے کا تعاقب نہ کرے اور اُس سے نہ لڑے، نہ کسی زخمی پر حملہ کرے اور نہ کسی کا مال و اسباب چھینے۔ لڑائی شروع ہونے پر کعب بن سور ام المومنین کے پاس آئے، عرض کی "اے ام المومنینؓ! لوگوں نے لڑائی شروع کردی، آپ موقع جنگ پر تشریف لے چلتے شاید اللہ تعالیٰ آپ کی وجہ سے مصالحت کرا دے۔" ام المومنین چلنے پر آمادہ ہوئیں لوگوں نے آپ کو اونٹ پر سوار کرایا اور ہودج (عماری) کو زرہیں پہنائیں اور اونٹ کو ایسے موقع پر لاکر کھڑا کیا جہاں سے لڑائی کا منظر بخوبی دکھلائی دیتا تھا۔ تھوڑی دیر تک لڑائی جاری رہنے کے بعد اصحاب جمل کے پاؤں میدان جنگ سے اکھڑ گئے۔

حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کی شہادت

طلحہؓ کے پاؤں میں ایک تیر لگا جس کے صدمۂ زخم سے مجبور ہوکر بصرہ چلے گئے۔ خون کسی طرح نہ رکا اور اسی حالت میں وفات پا گئے۔ زبیرؓ[1] وادی السباع کی جانب چلے گئے کیونکہ امیر المومنین علیؓ نے اُن سے رسول اللہ صلعم کی حدیث بیان کی تھی۔ راستہ میں احنف کا لشکر مل گیا۔ عمرو بن الجرموز نے لشکر سے نکل کر تعاقب کیا۔ قریب پہنچ کر مسئلہ پوچھنے لگا جب نماز کا وقت آیا اور زبیر نماز پڑھنے لگے تو عمرو بن الجرموز نے اُن کو شہید کر ڈالا اور گھوڑا، ہتھیار، انگوٹھی لے کر احنف کے پاس آیا احنف نے کہا "واللہ میں نہیں جانتا کہ تو نے یہ کام اچھا کیا یا برا؟" ابن جرموز یہ سُن کر امیر المومنین علیؓ کے خیمے کی طرف آیا اور بان سے کہا "امیر المومنین سے کہدو کہ قاتل زبیر حاضری کی اجازت طلب کرتا ہے" آپ نے فرمایا اجازت دے دو اور جہنم میں جانے کی بشارت دے دو۔

حضرت کعبؓ کی شہادت

اس وقت لڑائی تقریباً ختم ہو چکی تھی منہزم گروہ بصرے کے قریب پہنچ گیا تھا چونکہ امیر المومنین کے لشکر کے سواروں نے ام المومنین کے ناقہ کو چاروں طرف

---

[1] طلحہ کے پاؤں میں تیر لگنے پر قعقاع بن عمرو نے کہا کہ "اے ابو محمد اب تم اپنے مقصد کے حاصل کرنے سے معذور ہو موقع جنگ سے بصرہ جاکر کسی مکان میں قیام کرو" طلحہ نے اس رائے کو پسند کیا بصرہ چلے گئے خون اس کثرت سے جاری تھا کہ موزہ خون سے بھر گیا بصرہ پہنچ کر اُن کے غلام نے دار خربہ میں اُتارا بیہوش تھے تھوڑی دیر کے بعد انتقال کر گئے اور وہیں مدفون ہوئے۔

[2] زبیر لڑائی شروع ہوتے ہی موقع جنگ سے نکل کھڑے ہوئے تھے ابن اثیر نے لکھا ہے کہ ان پر عمار بن یاسر نیزہ سے وار کرتے جاتے تھے اور زبیر صرف حملہ کو روک رہے تھے حملہ نہ کرتے تھے اس وجہ سے کہ اُن کو رسول اللہ صلعم کی حدیث تقتل عمار الفئة الباغیة "یاد دلائی گئی تھی ورنہ زبیر عمار کے لئے کافی تھے غرض زبیر لڑائی سے کسی طرح اپنی جان بچا کر بھاگے ابن جرموز نے تعاقب کیا وادی السباع میں پہنچ کر نماز میں شہید کیا آپ کے غلام عطیہ نے وہیں دفن کیا۔

سے گھیر لیا تھا اس سے اصحاب جمل ام المومنینؓ کے بچانے کو جوش میں آکر پھر لوٹے اور لڑائی اُسی زور شور سے پھر شروع ہو گئی جیسا کہ اس سے پیشتر تیزی کے ساتھ ہو رہی تھی ام المومنین نے لڑائی روکنے کی غرض سے کعب بن سور سے فرمایا "تم ناقہ کو چھوڑ دو اور قرآن لے کر صف لشکر سے نکل کر میدان میں جاؤ اور اس کے محاکمہ کی طرف لوگوں کو بلاؤ" چنانچہ کعب قرآن شریف لے کر صف لشکر سے نکلے، امیر المومنین علی کا لشکر آگے بڑھا فرقہ سبیہ نے جو سب کے آگے تھا کعب پر تیر برسائے، کعب شہید ہو گئے۔

حضرت عائشہؓ کی عماری پر تیروں کی بوچھاڑ

ان لوگوں نے ام المومنینؓ کے عماری پر تیر برسانے شروع کیے "ام المومنینؓ نے بلند آواز سے اپنے ہمراہیوں کو امداد کے لیے بلایا۔ پھر قاتلین عثمان کے حق میں بددعا کرنے لگیں اہل لشکر بھی آپ کے ہمراہ بددعا کر رہے تھے ایک طرف لڑائی کا شور برپا تھا: نیزہ اور تلواروں کی آوازوں سے کانوں کے پردے پھٹے جاتے تھے دوسری طرف سے بددعا کی آواز آتی تھی جس سے میدان جنگ گونج رہا تھا امیر المومنین علی نے اس شور کو سن کر دریافت کیا۔ معلوم ہوا کہ ام المومنین عائشہ قاتلین عثمان کو دعائے بد دے رہی ہیں آپ نے فرمایا اللھم العن قتلة عثمان (اے خدا قاتلین عثمان پر لعنت بھیج)

ناقہ ام المومنینؓ پر یورش

جب اس تدبیر سے لڑائی نہ رکی تو ام المومنین نے سرداران میمنہ و میسرہ (عبدالرحمن بن عتاب اور عبدالرحمن بن حرث بن ہشام) کے پاس کہلا بھیجا "تم لوگ نہایت ثابت قدمی سے لڑتے رہو میں تمھاری مدد کو آدمی بھیجتی ہوں" پھر اپنے لشکریوں کو ایک پُرجوش تقریر سے لڑائی پر اُبھارا اور وہ لوگ بھی یہ دیکھ کر کہ فریق ثانی چاروں طرف سے سمٹ کر ناقہ ہی پر حملہ کر رہے ہیں ایک تازہ جوش سے حملہ کرنے لگے۔ کوفہ و بصرہ کے قبیلہ مضر نے ہٹ کر ناقہ کے آگے کا میدان حملہ آور حریف سے خالی کر کے تیراندازی شروع کر دی۔ فریقین ایک دوسرے کے حملے کا جواب تیروں سے دے رہے تھے زید بن صوحان اور اُن کے بھائی سیحان مارے گئے، لڑائی کا عنوان تھوڑی دیر کے لیے پھر خطرناک ہو گیا۔ دونوں حریف جوش مردانگی میں آکر ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے۔ کوفہ، یمن اور ربیعہ کا گروہ لڑائی میں ابتداءً پیچھے تھا لیکن پھر مستعد ہو کر لڑنے لگا ان کے علم کے نیچے دس آدمی مارے گئے، پھر اس کو یزید بن قیس نے سنبھالا اور ربیعہ کے علم کے نیچے زید، عبداللہ بن رقیہ اور ابوعبیدہ بن راشد بن سلمی کام آئے۔ لڑائی لحظہ بہ لحظہ تیز ہوتی جاتی تھی۔ صف کی ترتیب جاتی رہی تھی کوفیوں کا گروہ جو میمنہ میں تھا اپنے قلب سے اور اہل بصرہ کا میسرہ اپنے قلب سے مل جل گیا۔ اس فریق کے میمنہ نے اُس فریق کے میسرہ کا اور اُس کے میسرہ نے اس کے میمنہ کا راستہ روکا سو لاوران مضر جانبین سے رجز پڑھ پڑھ کر حملہ کرنے لگے زیادہ تر فریقین کے جنگ

اپنے مدمقابل کے ہاتھ پاؤں پر حملہ کرتے اور انہیں بیکار کردیتے تھے۔ چنانچہ عبدالرحمٰن بن عتاب کا ہاتھ شہید ہونے سے قبل کٹ گیا تھا۔ ام المومنین کے ناقہ کے پاس ازد پھر بنو ضبہ پھر بنو عبد مناۃ نے اپنے اپنے حریف کا مقابلہ کیا اور اس سے ہم نبرد ہوئے کثرت سے لوگ مارے گئے ہزاروں کے ہاتھ پاؤں کٹ گئے۔ میمنہ و میسرہ کا امتیاز باقی نہ رہا۔ قلب لشکر سے آکر مل گیا گروہ کے گروہ حملہ کرکے ناقہ پر آتے تھے اور وہیں لڑکر مارتے اور مر جاتے تھے۔ یہاں تک کہ ناقہ کی مہار پر چالیس یا ستر آدمی کام آئے اور یہ سب قبیلہ قریش کے تھے۔ عبداللہ بن زبیر زخمی ہوئے۔ عبدالرحمٰن بن عتاب، جندب زہیر عامری اور عبداللہ بن حکیم بن حرام مارے گئے ان کے ساتھ قریش کا علم تھا ان کو اشتر نے مارا اور مارنے میں عدی بن حاتم نے مدد دی۔ اسود بن ابی البختری بھی مارے گئے یہ ناقہ کی مہار پکڑے ہوئے تھے۔ ان کے بعد عمرو بن الاشرف ازدی اور ان کے تیرہ آدمی کام آئے مروان بن الحکم اور عبداللہ بن زبیر کے بدن پر بہتر زخم تیر و نیزہ کے لگے۔

ناقہ پر حملہ

اس پر بھی ہمراہیان ام المومنینؓ کا جوش فرو نہ ہوتا تھا تب امیر المومنین علی نے بلند آواز سے پکار کر کہا ناقے پر حملہ کرو یہ لوگ آپ ہی متفرق و منتشر ہو جائیں گے۔ چنانچہ ایک شخص نے بڑھ کر ناقے کو مارا ناقہ چلا کر گر پڑا۔ کوفیان ازد کا علم مخنف بن سلیم کے ہاتھ میں تھا ان کے مارے جانے پر ان کے بھائی صقعب نے لیا جب یہ بھی مارے گئے تب ان کے بھائی عبداللہ نے سنبھالا ان کے ساتھ بھی یہی واقعہ پیش آیا تو علاء بن عروہ نے علم لیا علم انہیں کے ہاتھ میں تھا کہ فتح حاصل ہوگئی، کوفیان عبدالقیس کا علم، قاسم بن سلم لئے ہوئے تھے جب یہ مع زید و سیحان پسران صوحان مارے گئے تو اور چند لوگوں نے علم کو سنبھالا پس ان لوگوں میں سے عبداللہ بن رقیہ پھر منقذ بن نعمان نے علم لیا جب یہ بھی کام آئے تو ان کے لڑکے مرہ نے دوڑ کر علم سنبھالا علم انہیں کے ہاتھ میں تھا کہ فتح کا ڈنکا بجا۔ بکر بن وائل کا علم بنی ذہل میں حرث بن حسان کے ہاتھ میں تھا یہ مع پانچ آدمیوں کے جو ان کے خاندان سے تھے اور تیس آدمی بنی مخدوج اور بنی ذہل کے کام آئے تھے کہ کامیابی کا غل ہوا۔

اختتام جنگ

بعض نے ناقے کے مارے جانے کا واقعہ یوں بیان کیا ہے کہ قعقاع نے اُشتر سے واپسی کی وجہ دریافت کی جب کہ وہ ناقے کے پاس سے لڑ کر آ رہا تھا اُس نے کچھ جواب نہ دیا قعقاع نے بڑھ کر حملہ کیا اُس وقت ناقہ کا مہار زفر بن الحرث کے ہاتھ میں تھا، چند شیوخ بنی عامر کے مارے گئے قعقاع نے بجیر بن دلجہ (بنی ضبہ) سے کہا (یہ امیر المومنین علی کے ہمراہیوں سے تھا) تم اپنی قوم سے سازش کرکے ناقے کو مار کر گرا دو قبل اس کے کہ امیر المومنین علی یا ام المومنین کو کوئی صدمہ پہنچے۔ چنانچہ بجیر اپنی قوم سے امن طلب کرکے ناقے کے پاس گیا اور اُس کے پاؤں پر ایک تلوار ماری اور دوسرے پاؤں پر خود گر پڑا، قعقاع نے جو

شخص اُن کے نزدیک کھڑا تھا اسے امن دے کر زفر کے ساتھ عماری کی رسیاں کاٹ دیں اور عماری اُتار لی اُمحاً جمل ناقے کے گرتے ہی بھاگ کھڑے ہوئے آتش جنگ فرو ہو گئی امیر المومنین علیؓ نے منادی کرا دی کہ کوئی شخص کسی مفرور کا تعاقب نہ کرے، کسی زخمی کا اسباب نہ چھینا جائے کسی کے گھر میں کوئی نہ گھسے محمد بن ابی بکر کو حکم دیا کہ مقتولوں کے درمیان سے عماری علیحدہ کرو اور پردہ کی وجہ سے اس پر قبہ بنا دیا۔ اس کے بعد امیر المومنین علیؓ نے محمد بن ابی بکر کے ذریعہ سے ام المومنین عائشہؓ کی خیریت دریافت کرائی۔

حضرت عائشہؓ اور حضرت علیؓ کی ملاقات

بعض نے کہا ہے کہ جس وقت ناقہ گرا تھا محمد بن ابی بکر مع عمار بن یاسر ناقہ کے پاس گئے اور عماری کو اٹھا کر ایسے مقام پر لے جا کر رکھا جہاں پر کوئی شخص نہ تھا امیر المومنین علی عماری کے قریب تشریف لے گئے۔ دریافت کیا کیف انت یا امہ (اے ماں تم کیسی ہو) جواب دیا الحمد للہ خیریت سے ہوں پھر امیر المومنین نے کہا یغفر اللہ لک۔ (اللہ تعالیٰ تم سے درگزر کرے) ارشاد کیا ولک ایضاً (اور تم سے بھی اللہ تعالیٰ درگزر کرے) اس کے سرداران لشکر اور روساء شہر ام المومنینؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے ازانجملہ قعقاع بھی تھے۔ قعقاع نے سلام کیا ام المومنین نے جواب دینے کے بعد فرمایا مجھے یہ منظور و محبوب تھا کہ میں آج کے واقعہ سے بیس برس پہلے مر جاتی" قعقاع نے واپس ہو کر امیر المومنین علی سے اس قول کو بیان کیا امیر المومنین علی نے بھی ایسا ہی فرمایا۔

صحابہ کبار کی شہادت

پس جب رات نے اپنے سیاہ دامن سے آفتاب کے رخِ روشن کو چھپا لیا تو ام المومنین کے بھائی محمد بن ابی بکر نے ام المومنین کو بصرے میں لے جا کر عبداللہ بن خلف خزاعی کے مکان میں صفیہ بنت الحرث بن ابی طلحہ (عبدالداری) مادر طلحۃ الطلحات بن عبداللہ کے پاس ٹھہرایا اور فریقین کے زخمی مقتولوں سے علیحدہ کر کے شہر میں لائے گئے مقتولوں کے ملاحظہ کو خود امیر المومنین میدان جنگ میں تشریف لے گئے، کعبؓ بن سور، عبدالرحمٰن بن عتاب اور طلحہ بن عبیداللہ کی لاشوں کو دیکھ کر فرمایا۔ افسوس! لوگ یہ سمجھتے تھے کہ ہم پر فقط عوام الناس نے خروج کیا۔ حالانکہ ان میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں"۔ پھر آپ نے دونوں فریق کے مقتولوں کو جمع کر کے نماز پڑھی، دفن کرایا اور ہاتھوں کو یکجا کر کے ایک دوسری بڑی قبر میں مدفون کئے جانے کا حکم دیا۔ لشکرگاہ میں جو کچھ مال و اسباب تھا جمع کر کے جامع مسجد میں لائے اور یہ منادی کرائی کہ جو شخص چاہے اپنے مال و اسباب کی شناخت کر کے لے جائے بجز وہ آلات حرب بیت المال میں رکھ لئے جائیں گے۔ جن پر نشان حکومت بنا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے۔ اس معرکے میں دونوں فریق کے دس ہزار آدمی کام آئے۔ ازانجملہ ایک ہزار صرف بنوضبہ تھے۔

احنف بن قیس کا اظہار اطاعت

اختتام جنگ کے بعد احنف بن قیس، بنی سعد کو لے کر حاضر ہوئے

امیر المومنین علیؓ نے فرمایا: "تم انتظار کر چکے"؟ عرض کی میں نے اسی میں بھلائی دیکھی تھی۔ آپ ہی کے حکم سے ہوا جو کچھ ہوا نرمی اختیار کیجئے' آپ نے جو راستہ اختیار کیا ہے وہ بعید و دراز ہے اور آپ کو بہ نسبت کل کے آج ہماری زیادہ ضرورت ہے' آپ مجھ ایسے شخص سے ایسی باتیں نہ کریں' کیونکہ میں آپ کا ہمیشہ ہمدرد و ناصح رہوں گا" دوشنبہ کے دن امیر المومنین شہر بصرہ میں داخل ہوئے۔ لوگوں نے ان کے علموں کے نیچے بیعت کی۔ یہاں تک کہ زخمی اور مستامن بھی شریک بیعت ہوئے۔ جس وقت بیعت کے لئے عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ پیش کئے گئے اور انھوں نے بھی بیعت کی آپ نے ان سے دریافت کیا "تمھارے چچا زیاد کا کیا حال ہے۔ اس کا زمانہ انتظار تمام ہوا یا نہیں"؟ عرض کی واللہ وہ بیمار ہے ورنہ ضرور حاضر ہوتا۔ امیر المومنین یہ سنتے ہی عبدالرحمٰن کو لے کر زیاد کے پاس گئے۔ بیمار پایا' ان کی معذرت قبول کی' اور ان سے حکومت بصرہ قبول کرنے کو کہا۔ زیاد نے انکار کر کے کہا بہتر ہوگا کہ آپ اپنے خاندان میں سے کسی شخص کو مقرر فرمایئے میں وقتاً فوقتاً نیک مشورہ دیتا رہوں گا"۔

حضرت ابن عباسؓ کا بصرہ کی امارت پر تقرر

چنانچہ امیر المومنین نے ابن عباس کو حاکم بصرہ اور زیاد کو خراج اور بیت المال پر مامور کیا اور ابن عباس کو زیاد سے ہر کام میں مشورہ لینے اور اس کی اتفاق رائے سے کام کرنے کی ہدایت کی۔ پھر امیر المومنین علیؓ ام المومنین کے پاس ابن خلف کے مکان پر گئے' چونکہ اس واقعہ میں عبداللہ بن خلف کام آ گئے تھے ان کی ماں اور نیز بعض اور عورتوں نے امیر المومنین علیؓ کو سخت وسست کہا آپ نے کچھ توجہ نہ کی۔ بعض ہمراہیوں نے آپ کو ابھارنا چاہا آپ نے فرمایا عورتیں ناقص العقل ضعیف البنیان ہوتی ہیں قابل التفات نہیں ہیں' ہم تو مشرکہ عورتوں سے تعرض کرنے کو منع کرتے ہیں چہ جائیکہ مسلمان عورتوں سے متعرض ہوں۔ امیر المومنین حضرت علیؓ ام المومنینؓ کے پاس سے باہر آئے تو معلوم ہوا کہ بعض عوام اور بلوائی' ام المومنینؓ کو سخت و ناملائم الفاظ سے یاد کرتے ہیں' آپ نے ان میں سے بعض لوگوں کو گرفتار کرا کے دُرّے لگوائے۔

حضرت عائشہؓ کی مکہ معظمہ کو روانگی

غرہ رجب ۳۶ھ کو امیر المومنین علی نے سامان سفر درست کر کے ام المومنین عائشہ صدیقہ کو رؤسائے بصرہ کی چالیس عورتوں اور محمد بن ابی بکر کے ہمراہ بصرے سے روانہ کیا' مشایعت کی غرض سے چند میل خود آئے اور آپ کے بڑے لڑکے حسن ابن علی ایک دن کی مسافت تک پہنچانے کو گئے۔ ام المومنین عائشہ پہلے مکہ تشریف لے گئیں حج ادا کیا' واپس ہو کر مدینہ منورہ گئیں۔ بنو امیہ کا وہ گروہ جو معرکہ جنگ سے بچ گیا تھا شام چلا گیا' عتبہ بن ابی سفیان' عبدالرحمٰن' یحییٰ برادران مروان نے عصمہ بن زبیر تیمی کے پاس پناہ لی جب زخم اچھا ہو گیا تو

عصمۃ بن زبیر تمیمی نے ان کو شام بھیج دیا، عبداللہ بن عامر بنی حرقوص کے امن میں اور مروان بن الحکم مالک بن مسمع کے امن میں شام روانہ ہوا۔ بعض نے لکھا ہے کہ ابن عامر ام المومنین عائشہ کی رکاب میں تھا۔ پس جب آپ مکہ روانہ ہوئیں تو ابن عامر اُن سے علیحدہ ہو کر شام چلا گیا۔ ابن زبیر ایک شخص ازدی کے مکان میں جاکر روپوش ہوا تھا ام المومنین کو اطلاع دی آپ نے اپنے بھائی محمد کو بھیج کر بلوا لیا۔

ام المومنین کی روانگی کے بعد امیر المومنین علی نے بیت المال کو کھولا چھ ہزار سے زاید نقد موجود تھا آپ نے شرکائے جنگ پر تقسیم کر دیا ہر شخص کو پانچ پانچ سو ملے۔ وقت تقسیم آپ نے حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا اگر تم لوگ ملک شام پر فتح یاب ہو گئے تو وظائف مقررہ کے علاوہ اسی قدر اور دیا جائے گا۔

فرقہ سبیہ نے آپ پر بھی در پردہ طعن و تشنیع کی زبان کھولی اور اس سے پیشتر بھی جب آپ نے مال و اسباب کو لوٹنے سے منع فرمایا تھا، لوگوں نے زبان طعن دراز کی تھی پھر فرقہ سبیہ نے عجلت کے ساتھ بصرہ سے کوچ کیا۔ امیر المومنین علیؓ بھی ان کے بعد ہی روانہ ہوئے۔ غرض یہ تھی کہ اگر وہ لوگ کسی امر کا قصد رکھتے ہوں تو اس کی روک تھام کی جائے۔

واقعہ جمل کی دوسری روایت

بعض نے واقعہ جمل کو یوں بھی بیان کیا ہے کہ جس وقت امیر المومنین علیؓ نے محمد بن ابی بکر کو ابو موسیٰ کے پاس اس غرض سے روانہ کیا کہ کوفہ سے فوج جمع و مرتب کر کے لائیں اور محمد بن ابی بکر اس فعل سے روکے گئے، ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص نے ربذہ میں امیر المومنین علی کی خدمت میں حاضر ہو کر اس واقعے سے مطلع کیا۔ آپ نے انھیں کی معرفت ابو موسیٰ کو یہ پیام بھیجا کہ میں نے تم کو گورنری اس غرض سے دی ہے کہ تم حق باتوں میں میرے مددگار و معاون ہو۔ ابو موسیٰ نے اس پر بھی توجہ نہ کی تب ہاشم نے محل بن خلیفہ طائی کو ایک خط دے کر امیر المومنین کے پاس روانہ کیا۔ امیر المومنین نے اپنے لڑکے حسن اور عمار بن یاسر کو فوجیں فراہم کرنے کی غرض سے کوفہ روانہ کیا۔ جیسا کہ اس سے پیشتر لکھا گیا اور قرظہ بن کعب انصاری کو امیر کوفہ مقرر کر کے بھیجا اور یہ لکھا کہ میں نے حسن اور عمار بن یاسر کو لوگوں کو جنگ پر آمادہ کرنے کو روانہ کیا ہے اور قرظہ بن کعب انصاری کو کوفہ کا امیر بنایا ہے۔ پس تم کوفہ کو خواری و ذلت کے ساتھ چھوڑ دو اور اگر ایسا تم نہ کرو گے تو میں نے قرظہ بن کعب کو حکم دیا ہے کہ تم سے وہ نپٹ لے گا اور اگر تم زیر ہو گئے تو تم کو سخت سزا دی جائے گی، اُدھر یہ خط کوفہ روانہ کیا گیا اور ادھر فریقین لڑائی پر تُل گئے۔ امیر المومنین علیؓ نے کہا کہ قرآن مجید میدان جنگ میں لے جاؤ اور اس کے فیصلہ کی طرف بلاؤ اگر اس سے انکار کریں گے تو صف آرائی کی جائے گی چنانچہ ایک شخص قرآن مجید لے کر گیا اُدھر میمنہ نے ان کے میسرہ پر حملہ کر دیا لڑائی تیزی سے چھڑ گئی ام المومنین عائشہؓ کے تلتے کو بچانے کے لئے لشکری دوڑ

پڑے جو زیادہ ترضبہ اور اُزد تھے تقریباً عصر کے وقت اصحاب جمل یعنی ہمراہیان ام المومنین عائشہؓ کو شکست ہوئی، ازد میں قتل کا بازار گرم ہو گیا عمارؓ زبیر پر حملہ کر رہے تھے زبیر طرح دے رہے تھے یہاں تک کہ عمارؓ نے حملے سے ہاتھ روک لیا عبداللہ بن زبیر زخمی ہو کر گرے ادھر ناقہ عائشہ کا پاؤں کٹ گیا ام المومنینؓ کی عماری گر پڑی محمد بن ابی بکر نے دوڑ کر سنبھالا اور آپ پر ایک چادر تان دی امیر المومنین علی آئے حال دریافت کیا ام المومنین نے کہا مجھ سے غلطی ہوئی معاف کیجئے امیر المومنین نے جواب دیا ہاں تمہاری قوم نے تم کو آزمائش میں ڈال دیا جیسا کہ میرے ساتھ میری قوم نے کیا" بعد ازاں چند عورتوں اور مردوں کے ساتھ سامان سفر مہیا کر کے ام المومنین کو مدینہ کی جانب روانہ کیا۔ هذا امر الجمل ملخص من کتاب ابی جعفر الطبری اعتمد ناہ للوثوق به والسلامة من الاهواء الموجودة فی کتب ابن قتیبة وغیرہ من المورخین۔ (یہ واقعات جنگ جمل کے ہیں جس کو ہم نے کتاب ابوجعفر طبری سے خلاصہ کر کے لکھا ہے ہم کو اس کتاب کے معتبر ہونے پر اعتماد ہے اور یہ کتاب ان افتراؤں سے مبرا ہے۔ جو اور موجودہ کتب تواریخ ابن قتیبہ وغیرہ میں پائے جاتے ہیں)

شہدائے جنگ جمل واقعہ جمل میں مشاہیر ہمراہیان ام المومنینؓ سے عبدالرحمٰن برادر طلحہ (صحابی تھے) محرز بن حارثا لعبشمی (ان کو فاروق اعظم نے امیر مکہ مقرر کیا تھا) مجاشع اور مجالد پسران مسعود اور امیر المومنین علیؓ کے مشہور ہمراہیوں سے عبداللہ بن حکیم بن حزام، ہند بن ابی ہالہ (یہ ام المومنین خدیجہ کے لڑکے تھے) کام آئے۔

جبلہ و عمران کا خروج اس جنگ سے فراغت پائے زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ جبلہ بن عتاب حبطی اور عمران بن الفضل البرجمی نے عرب کے عوام الناس کا ایک گروہ جمع کر کے بحستان کا قصد کیا، امیر المومنین علیؓ نے عبدالرحمٰن بن جرو الطائی کو روک تھام کی غرض سے روانہ کیا۔ باغیوں نے ان کو قتل کر ڈالا تب امیر المومنین علی نے عبداللہ بن عباس کو لکھ بھیجا کہ کسی کو بحستان کا والی مقرر کر کے روانہ کرو چنانچہ ربعی بن کاس عنبری کو چار ہزار کی جمعیت سے روانہ کیا گیا ان کے ہمراہ حسین بن ابی الحر بھی تھے۔ پس جبلہ عین معرکے میں ان کے ہاتھ سے مارا گیا اس کے ہمراہی بھاگ گئے ربعی نے بحستان پر قبضہ کر لیا۔

باب ۲۱

جنگ صفین

محمد بن ابی خذیفہ

جنگ یمامہ میں ابو حذیفہ کی شہادت کے بعد ان کا لڑکا محمد، امیر المومنین حضرت عثمانؓ کے سایہ عاطفت میں پرورش پانے لگا یہاں تک کہ سنِ شعور کو پہنچا اتفاق سے ایک دن اس نے شراب پی، امیر المومنین عثمانؓ نے دُرّے لگوائے "اس نے توبہ کی۔ ورع تقویٰ اور عبادت کی طرف مائل ہوا اور امیر المومنین عثمان سے کسی شہر کی حکومت کی درخواست کی، امیر المومنین عثمانؓ نے نا اہل سمجھ کر امارت نہ دی اس وقت اس نے براہ دریا جہاد کرنے کی غرض سے مصر جانے کی اجازت طلب کی، امیر المومنین عثمان نے سامان سفر درست کر کے روانہ کیا۔ عوام الناس اس کی عبادت و تقویٰ دیکھ کر بہ تعظیم پیش آنے لگے پھر اس نے بہمراہی ابن ابی سرح غزوہ صواری میں جہاد کیا جیسا کہ بیان کیا گیا۔

محمد بن ابی حذیفہ کی مخالفت

بوجوہات مذکورہ محمد بن ابی حذیفہ" ابن ابی سرح اور امیر المومنین عثمانؓ پر طعن و تشنیع کیا کرتا اور محمد بن ابی بکر اس معاملے میں اس کا ساتھ دیتے تھے ابن ابی سرح نے امیر المومنین عثمان کو ان کی شکایت لکھی امیر المومنین نے لکھا کہ محمد بن ابی بکر ام المومنین عائشہؓ کا بھائی ہے اور محمد بن ابی حذیفہ کی میں نے پرورش کی ہے تم ان دونوں کی حرکات سے چشم پوشی کرو۔ امیر المومنین عثمانؓ نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ تالیف قلوب کے خیال سے تیس ہزار درہم اور ایک گراں بہا خلعت روانہ کیا۔ محمد بن ابو حذیفہ نے اس عطیہ کو مسجد میں رکھ کر کہا "اے گروہ مسلمانان تم لوگ دیکھتے ہو عثمانؓ مجھے حیلہ دفریب میں پھنسایا چاہتے ہیں میں کیسے رشوت لوں" اس سے مصریوں کا میلان خاطر اس کی طرف اور بڑھ گیاؒ اس کے ہاتھ پر بیعت کی اور اس کے ساتھ ہو کر حضرت عثمانؓ پر طعن و تشنیع کرنے لگے امیر المومنین حضرت عثمانؓ نے محمد بن ابی حذیفہ کو خط لکھا جس میں اپنے حقوق واحسانات تحریر کیے۔

محمد بن ابی خذیفہ کا مصر پر قبضہ

محمد بن ابی خذیفہ نے کچھ جواب نہ دیا برابر لوگوں کو امیر المومنین عثمانؓ کے

خلاف اُبھارتا رہا یہاں تک کہ مصریوں نے امیر المومنین عثمان کی مخالفت پر کمر باندھلی اور علم بغاوت بلند کر دیا اور محاصرہ کی غرض سے نکل کھڑے ہوئے (محمد بن ابی حذیفہ) مصر میں ٹھہرا رہا جب مصریوں کی روانگی کے بعد ابن ابی سرح بھی امیر المومنین عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہونے کو مدینہ منورہ روانہ ہوئے تو ابن ابی حذیفہ نے مصر پر قبضہ کر لیا یہاں تک کہ امیر المومنین عثمانؓ شہید ہو گئے اور امیر المومنین علیؓ کی بیعت لی گئی۔

محمد بن ابی حذیفہ کا قتل

عمرو بن العاص، معاویہ کی امارت کی بیعت لینے قیس بن سعد کے پہنچنے سے پہلے مصر پہنچا محمد بن ابی حذیفہ نے مزاحمت کی عمرو بن العاص نے محمد بن ابی حذیفہ کو بحکمت عملی مصر سے عریش بلایا محمد بن ابی حذیفہ ایک ہزار آدمی لے کر عریش آیا عمرو بن العاص نے گھیر لیا اور محمد کو حکمت عملی سے گرفتار کر کے قتل کر ڈالا۔ میرے نزدیک اس روایت میں صحت کا ذرہ بھر وجود نہیں ہے صحیح یہ ہے کہ عمرو بن العاص نے مصر پر صفین کے واقعہ کے بعد قبضہ حاصل کیا تھا اور امیر المومنین علی نے قیس کو بیعت خلافت لیتے ہی مصر کا والی مقرر کر کے قبل واقعہ صفین مصر بھیجا تھا۔

بعض نے بیان کیا ہے کہ جس وقت امیر المومنین عثمان کا مدینہ منورہ میں مصریوں نے محاصرہ کیا تو ابن ابی حذیفہ نے ابن ابی سرح کو مصر سے بے دخل کر کے مصر پر باسانی قبضہ کر لیا اور ابن ابی سرح فلسطین جا کر ٹھہر گئے یہاں تک کہ امیر المومنین عثمان کی شہادت اور امیر المومنین علیؓ کی بیعت اور قیس بن سعد کے والی مصر ہونے کی خبر آئی۔ پس ابن ابی سرح نے معاویہ کے پاس جا کر قیام کیا۔ بعض نے روایت کی ہے کہ عمرو بن العاص نے صفین کے واقعہ کے بعد مصر پر چڑھائی کی تھی اور ابن ابی حذیفہ مقابلے پر لشکر لے کر نکلا تھا۔ عمرو بن العاص نے کہلا بھیجا کہ میں امیر المومنین علیؓ کی بیعت کرنے پر تیار ہوں، میں معاویہ سے بعض وجوہ سے ناراض ہوں تم تن تنہا عریش میں فلاں روز آجاؤ محمد ابن ابی حذیفہ اس فریب میں آگیا اور اس کو منظور کر لیا۔ عمرو بن العاص وقت مقررہ پر عریش میں آئے موقع سے لشکر چھپا دیا ابن ابی حذیفہ کو عریش میں پہنچنے کے بعد اس کا پتہ چلا۔ مجبور ہو کر قصر عریش میں قلعہ بند ہو گیا عمرو بن العاص نے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ عمرو بن العاص کے کہنے سے قصر سے نکلا۔ عمرو بن العاص نے گرفتار کر کے معاویہ کے پاس بھیج دیا۔ معاویہ نے قید کر دیا۔ بعد چندے قید خانے سے بھاگ نکلا اثنائے راہ میں مارا گیا۔ بعض مورخین نے یہ لکھا ہے کہ عمرو بن العاص نے محمد ابن ابی حذیفہ کو وقت قتل محمد بن ابی بکر گرفتار کر کے معاویہ کے پاس بھیجا تھا۔ حالانکہ اس سے پہلے عمرو بن العاص نے اس کو امن دیا تھا اور جب وہ امن حاصل کر کے آگیا تو اس کو گرفتار کر کے معاویہ کے پاس بھیج دیا چنانچہ معاویہ نے فلسطین میں قید کر دیا۔

قیس بن سعد کا مصر کی امارت پر تقرر

ماہ صفر ۳۶ھ میں بیعت خلافت کے لیتے ہی امیر المومنین علیؓ نے قیس بن سعد کو امیر مصر مقرر کر کے روانہ کیا تھا اور لشکر کو ہمراہ لے جانے

کی اجازت دی تھی۔ فرمایا تم اپنے ہمراہی کے لئے جس پر تم کو اعتماد ہو اُس کو منتخب کرو اور مدینہ سے لشکر مرتب کر کے لے جاؤ۔ قیس نے گذارش کی کہ اگر بغیر اس لشکر کے جس کو میں مدینہ سے مرتب کر کے لے جاؤں گا، میرا داخلہ ناممکن ہے تو یہ یاد رکھئے کہ مصر میں میرا داخلہ محال ہو گا میں اس لشکر کو آپ ہی کے لئے چھوڑتا ہوں اور صرف سات آدمیوں کو لے کر مصر جاتا ہوں چنانچہ قیس سات آدمیوں کی ایک جماعت اپنے ہمراہ لے مصر میں داخل ہوئے اور مصریوں کو امیر المومنین علیؓ کا فرمان پڑھ کر سنایا، ان کی بیعت امارت اور واجب الاطاعت ہونے کا اعلان کیا پھر منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا جس میں حمد کے بعد بیان کیا کہ اے لوگو! ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اُس کی بیعت کی ہے جس کو ہم افضل جانتے تھے۔ پس اے لوگو! تم بھی اس کتاب اللہ و سنت رسول اللہ پر بیعت کرو۔ حاضرین نے اس فقرے کے تمام ہوتے ہی بیعت کر لی اور اس صورت سے پورے مصر پر قیس کا قبضہ ہو گیا۔

قیس نے بیعت لینے کے بعد مصر کے تمام نواح میں اپنے عمال روانہ کئے صرف اُن مقامات کو چھوڑ دیا جہاں وہ گروہ تھا جو خون عثمانؓ کا بدلہ طلب کر رہا تھا مثلاً یزید بن الحرث، مسلمہ بن مخلد وغیرہ۔ ان لوگوں سے ایک میعادی مصالحت کر لی گئی کسی نے کسی سے کچھ تعرض نہ کیا یہاں تک کہ جنگ جمل ختم ہو گئی اور وہ مصر ہی میں تھے۔

امیر معاویہؓ کی قیس بن سعد کو پیش کش

قیس کی گورنری مصر اور واقعہ جمل میں امیر المومنین علیؓ کی کامیابی سے معاویہ کو یہ خطرہ و خیال دامن گیر ہوا کہ مبادا ایک طرف سے علیؓ اہل عراق کو لے کر اور دوسری طرف سے قیس اہل مصر کے ساتھ شام پر حملہ کردیں، معاویہ کا یہ خیال ایک حد تک صحیح بھی تھا پس معاویہ نے بنظر حفظ ماتقدم قیس کو ایک خط لکھا جس میں امیر المومنین عثمان کی شہادت کی اہمیت اور امیر المومنین حضرت علیؓ کی شرکت کا اظہار کر کے اپنی متابعت کی ترغیب دی تھی اور یہ لالچ دیا تھا کہ فتح یابی کی صورت میں تم کو عراقین کی حکومت دی جائے گی اور تمہارے خاندان میں سے جس کو تم پسند کرو گے اس کو حجاز کی ولایت سپرد کی جائے گی علاوہ اس کے جو مزید چاہو گے وہ دیا جائے گا" قیس نے اپنے خاندان والوں سے معاویہ کی موافقت اور مخالفت کی بابت مشورہ کر کے جواب دیا۔ حمد و نعت کے بعد واضح ہو کہ جو تم نے عثمانؓ کی شہادت کے بارے میں لکھا ہے اس سے مجھے آگاہی ہوئی لیکن یہ ایک ایسا واقعہ ہے جس سے مجھ کو تعلق نہ تھا اور نہ مجھ کو اپنے دوست علی کی شرکت اس میں محسوس ہوتی ہے، تمہاری متابعت اور موافقت کی بابت غور کرتا ہوں یہ کام عجلت کا نہیں ہے۔ حالانکہ میں تمہارے لئے کافی ہوں تاہم میری طرف سے انشاء اللہ تعالیٰ بلا سمجھے ہوئے ایسا کوئی امر واقع نہ ہو گا جو تمہیں ناگوار و شاق گزرے۔"

قیس بن سعد کا انکار

معاویہ نے جواب میں لکھا میں نے تمہارا خط پڑھا۔ اس میں کوئی امر صاف

اور واضح نہیں ہے۔ میں تم کو صلح و مصالحت کے لئے بلاتا ہوں تم اس سے دور نہ بھاگو میں لڑائی سے تمہیں بچاتا ہوں میرا ایسا شخص فریب و مکر میں نہیں آسکتا اور نہ کسی حیلے میں گرفتار ہو سکتا ہے اس وقت میرے پاس پیادوں اور سواروں کی ایک تعداد کثیر موجود ہے والسلام۔

قیس نے اس سے سمجھ لیا کہ اب حیلہ وحوالہ سے کام نہ چلے گا۔ اور نہ یہ مدافعت کچھ کام دے گی اس وجہ سے جو ان کے دل میں تھا اس کو نہایت صفائی سے ظاہر کر دیا اور کمال سختی، طعن اور تشنیع سے لبریز خط معاویہ کے خط کے جواب میں لکھا جس میں بالتصریح امیر المومنین علی کی افضلیت پر اصرار کیا اور معاویہ کو لڑائی کی دھمکی دی تھی۔

جواب کا خلاصہ نفس ترجمہ میں آپ پڑھ آئے ہیں۔ لیکن بہ نظر دلچسپی اس موقع پر ہم اصل جواب کو تاریخ کامل ابن اثیر سے نقل کرتے ہیں وھوہذا۔

اما بعد فالعجب من اغترارک بی وطمعک فی واستسقاطک ایای تسومنی الخروج عن طاعة اولی الناس بالامارة واقولھم بالحق واھدا ھم سبیلا واقربھم من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسیلة وتامرنی بالدخول فی طاعتک طاعة ابعد الناس من ھذا الامر واقولھم بالزور واضلھم سبیلا وابعد ھم من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسیلة ولد ضالین مضلین طاغوت من طواغیت ابلیس واما قولک انی مالی علیک مصر خیلا ورجالا فواللہ ان لم اشغلک بنفسک حتیٰ تکون اھم الیک لذو جد والسلام۔ یعنی مجھے تعجب ہے کہ تو مجھے فریب دینا چاہتا ہے اور تو مجھ سے یہ امید رکھتا ہے کہ میں تیرے دام تزویر میں آجاؤں گا اور تو مجھے اپنی کوششوں سے شکست دیدے گا کیا تو مجھ سے امید رکھتا ہے کہ میں اس شخص کی طاعت سے نکل جاؤں گا جو امارت کے لئے بہترین آدمیوں سے ہے اور زیادہ سچ کہنے والا ہے اور راہ حق کا بہت بڑا ہادی ہے اور از روئے تعلق کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قریب ہے اور مجھ کو اپنی طاعت میں داخل ہونے کا حکم دیتا ہے کس کی طاعت؟ جو اس امر میں لوگوں سے بعید تر ہے اور بہت بڑا مکار اور بہت بڑا گمراہ ہے اور رسول اللہ صلعم سے از روئے قرابت وتعلق کے بہت بعید ہے۔ گمراہ اور گمراہ کرنے والے کا لڑکا ایک طاغوت طواغیت ابلیس سے ہے اور تیرا یہ کہنا کہ میں تیری امداد پر مصر کو پیادوں سواروں سے بھرنے والا ہوں پس واللہ اگر میں نے تجھے ایسا مصروف نہ کر دیا

کر تجھے جان کے لالے پڑ جائیں تو یہ سمجھنا کہ تو بڑا خوش نصیب ہے والسلام۔

امیر معاویہؓ کی حکمت عملی

معاویہ کو اس خط سے ناامیدی ہو گئی اور انھوں نے قیس کو امیر المومنین علیؓ کا ہم درد و مطیع سمجھ لیا مگر اس موقع پر اس امر کا اظہار نامناسب خیال کر کے یہ کہنا شروع کیا کہ قیس ہمارے ساتھی ہیں ان کے خطوط اور قاصد ہمارے پاس آتے ہیں وقتاً فوقتاً اہم امور میں اپنی رائے لکھ بھیجتے ہیں تم لوگ یہ خیال نہیں کرتے کہ ہم تمھارے ان بھائیوں کے ساتھ جو خون عثمان کے طالب ہیں کیا برتاؤ کرتے ہیں ان کو وظائف اور ان کو تنخواہیں برابر دیے جاتے ہیں۔ اور عزت سے رکھتے ہیں۔

قیسؓ بن سعد کی معزولی

محمد بن ابی بکرؓ، محمد بن جعفر اور ان لوگوں نے جو مخبری کی غرض سے شام میں تھے واپس ہو کر امیر المومنین علیؓ کو مطلع کیا، آپ نے اپنے دونوں بیٹوں حسنؓ اور حسینؓ اور عبداللہ بن جعفر کو ان حالات سے مطلع کیا عبداللہ بن جعفر نے کہا "اے امیر المومنین جو امر آپ کو پریشانی میں ڈالتا ہو اس کو چھوڑ دیجیے اور جس میں آپ کو اطمینان ہو اُس پر عمل کیجیے، مصلحت یہ ہے کہ قیس بن سعد کو حکومت مصر سے معزول کر دیجیے" امیر المومنین علی نے جواب دیا "مجھ کو قیس کی صداقت پر شبہ ہے" عبداللہ بن جعفر بولے آپ اس کو معزول کر دیجیے "اگر یہ واقعہ صحیح ہو گا تو وہ آپ ہی پشیمان ہو گا" یہ مشورہ ہو ہی رہا تھا کہ قیس کی عرض داشت آ پہنچی جس میں غیر جانب دار اور آزاد رہنے والوں کے حالات لکھے تھے اور اُن سے جنگ نہ کرنے کا مشورہ دیا تھا" ابن جعفر نے کہا آپ اُس کو ان سے لڑنے کا حکم دیجیے مجھے اندیشہ ہے کہ مبادا یہ لوگ خطرناک ہو جائیں" چنانچہ امیر المومنین علی نے قیس کو غیر جانب دار اور آزاد رہنے والوں سے جنگ کرنے کو لکھ بھیجا "قیس بن سعد نے اس سے مخالفت کی، جواب میں لکھا کہ فی الحال وہ لوگ غیر جانب دار ہیں۔ لیکن اگر ہم اُن سے اعلان جنگ کر دیں گے تو وہ آپ کے دشمنوں کے ساتھ ہو کر مقابلہ کریں گے مناسب یہ ہے کہ وہ لوگ اپنے حال پر چھوڑ دیے جائیں" ابن جعفر نے خط پڑھ کر کہا "آپ قیس کو معزول کرنے میں تاخیر نہ کیجیے محمد بن ابی بکر کو والی مصر مقرر کر کے فوراً روانہ فرمایئے" (محمد بن ابی بکر، عبداللہ بن جعفر کے اخیافی بھائی تھے)، چنانچہ امیر المومنین علی نے محمد بن ابی بکر کو والی مصر مقرر کر کے روانہ کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کی روانگی کے پیشتر اُشتر نخعی کو امیر مصر مقرر کر کے بھیجا تھا جب اثناء راہ میں اُشتر نخعی مر گیا تو محمد بن ابی بکر کو روانہ کیا۔

قیس بن سعد کی کوفہ کو روانگی

محمد نے مصر میں پہنچ کر امیر المومنین علی کا فرمان قیس بن سعد کو دکھلایا۔ قیس بن سعد ملول خاطر مصر سے مدینہ روانہ ہو گئے۔ مدینہ میں مروان بن الحکم تھا اس نے قیس کو دھمکایا۔ قیس اور سہیل بن حنیف، مدینہ سے امیر المومنین علیؓ کی خدمت میں کوفہ

چلے آئے۔ معاویہ نے مروان بن الحکم کو عتاب آموز خط لکھا۔ جس کا ایک فقرہ یہ تھا لو امد دت علیا بمائة الف مقاتل کان ایسر علی من قیس بن سعد (یعنی اگر تو علی کی مدد ایک لاکھ جنگ آوروں سے کرتا تو مجھے گوارا تھا اس سے کہ قیس بن سعدؓ علی کے پاس چلے گئے) الغرض قیس نے امیر المومنین علی کے پاس پہنچ کر کل واقعات بیان کئے امیر المومنین علی نے ان کے عذرات اور دلائل غور سے سنے اور آئندہ ہر کام میں اُن سے مشورہ لینے لگے۔

محمد بن ابی بکر کا مصر کی امارت پر تقرر

محمد بن ابی بکر نے امیر المومنین علی کا خط مصریوں کو پڑھ کر سُنایا رؤسا شہر کو جمع کر کے خطبہ دیا۔ بعد ازاں اُس گروہ سے کہلا بھیجا (جو بیعت کی بابت سکوت اختیار کئے ہوئے تھا اور جن کو قیس نے مہلت دے رکھی تھی) کہ تم لوگ ہماری اطاعت قبول کرو اور امیر المومنین علی کی بیعت میں داخل ہو یا ہمارا ملک چھوڑ دو"۔ اُن لوگوں نے جواب دیا کہ ہمارے ساتھ جنگ کرنے میں عجلت نہ کرو بالفعل ہم کو چند دنوں کی مہلت دو ہم انجام کار پر غور کر لیں تو تمھاری اطاعت قبول کریں" محمد بن ابی بکر نے اُن کو مہلت نہ دی ان لوگوں نے بھی اپنی حفاظت کا انتظام معقول کر لیا۔ پس جب واقعہ صفین ختم ہو گیا اور فریقین کی طرف سے ثالث مقرر کئے گئے تو اُن لوگوں نے علم بغاوت بلند کیا اور محمد بن ابی بکر کی طرف بڑھے۔ محمد بن ابی بکر نے ایک لشکر بسرداری حرث بن جمہان ان کے مقابلہ پر روانہ کیا۔ یزید بن الحرث کنانی نے (فریق ثانی کا سردار تھا) حرث کو شکست دی اثنائے دار و گیر میں حرث مارا گیا۔ محمد بن ابی بکر نے دوسرا لشکر بسر کردگی ابن مضاہم کلبی روانہ کیا اُن لوگوں نے ابن مضاہم کو بھی قتل کر ڈالا اور لشکر مصر میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔

امیر معاویہؓ اور عمرو بن العاصؓ

چونکہ عمرو بن العاص کو بلوائیان مصر کی کامیابی اور امیر المومنین عثمانؓ کی شہادت کا یقین ہو گیا تھا اس وجہ سے مع اپنے دونوں لڑکوں عبداللہ اور محمد کے مدینہ سے فلسطین چلے گئے۔ پس جب امیر المومنین عثمان شہید ہو گئے۔ بحال پریشان روتے عورتوں کی طرح بین کرتے دمشق پہنچے۔ امیر المومنین حضرت علیؓ کی بیعت کا حال سنا۔ اور زیادہ رنجیدہ ہوتے۔ تھوڑے دنوں تک اس انتظار میں رہے کہ عوام الناس کیا کرتے ہیں۔ پھر ام المومنین عائشہ اور طلحہ و زبیر (رضی اللہ عنہم) کی روانگی سے مطلع ہوتے۔ اس سے ایک گونہ طبیعت کو شگفتگی پیدا ہوئی اس کے بعد ہی واقعہ جمل کی خبر سنائی دی اس سے ان کے حالات میں تذبذب واقع ہوا اتنے میں یہ سُنا گیا کہ معاویہ گورنر شام امیر المومنین علی کی بیعت کے مخالف ہیں اور اُن کو امیر المومنین عثمان کا شہید ہونا شاق گزرا ہے۔ عمرو بن العاص یہ سُن کر اُچھل پڑے۔ لڑکوں سے معاویہ کے پاس جانے کا مشورہ کیا۔ عبداللہ بولا "رسول اللہ صلعم نے انتقال

فرمایا اور ان کے بعد شیخین نے دنیا سے کوچ کیا، اور یہ سب تم سے راضی وخوش گئے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تم اپنا دامن بچائے ہوئے گھر میں بیٹھے رہو یہاں تک کہ مسلمانوں کا کسی شخص پر اتفاق واجتماع ہو" محمد بولا" تم عرب کے ممتاز اور عمائدین سے ہو یہ امر کیسے متفق علیہ ہوسکتا ہے جب تک تم اس میں دخل نہ دو گے" عمرو بن العاص نے اپنے دونوں لڑکوں کی تقریریں سن کر کہا۔ اے عبداللہ تم نے مجھے ایسے امر کی ہدایت کی ہے جس سے میرے دین کی بھلائی ہے اور اے محمدؐ تم نے وہ رائے دی ہے جس سے دنیا کی بہتری اور آخرت کی برائی ہے" یہ کہکر مع اپنے دونوں لڑکوں کے معاویہ کے پاس چلے گئے۔
اہل شام اور معاویہ خون عثمان کا بدلہ لینے پر تلے ہوئے تھے۔ عمرو بن العاص دل ہی دل میں خوش ہوئے اور معاویہ کو مخاطب کرکے بولا "تم لوگ حق پر ہو خلیفہ مظلوم کے خون کا بدلہ لینا فرض ہے" معاویہ نے مصلحتاً چند دنوں تک عمرو بن العاص سے ربط ضبط نہ بڑھایا پھر غور وفکر کرکے مل جل گئے اور اپنی حکومت کا ایک رکن بنالیا۔

جریر کی سفارت

امیر المومنین حضرت علی جنگ جمل سے فارغ ہوکر بقصد شام کوفہ واپس آئے جریر بن عبداللہ البجلی گورنر ہمدان اور اشعث بن قیس گورنر آذربائیجان کو (یہ دونوں امیر المومنین حضرت عثمانؓ کے مقرر کیے ہوئے تھے) لکھا تم مسلمانوں سے ہماری امارت کی بیعت لے کر ہمارے پاس چلے آؤ" پس جب جریر اور اشعث حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے جریر کو ایک خط لے کر معاویہ کے پاس بھیجا جس میں اپنی خلافت اور طلحہؓ وزبیرؓ کی عہد شکنی کا حال لکھا تھا اور معاویہ کو بیعت خلافت کرنے کا حکم دیا تھا، جریر یہ خط لے کر معاویہ کے پاس پہنچے، معاویہ نے جواب دینے میں تاخیر کی، ایک مدت تک کچھ جواب نہ دیا مقصود یہ تھا کہ جریر اپنی آنکھوں سے اہل شام کی مستعدی، خون عثمان کے معاوضہ لینے کا جوش دیکھیں اور اپنے کانوں سے خون عثمان کا اتہام علیؓ پر اہل شام کی زبانوں سے سنیں۔

حضرت علی کے خلاف پروپیگنڈا

اہل شام کی یہ کیفیت تھی کہ جس وقت نعمان بن بشیر امیر المومنین عثمانؓ کا خون آلودہ قمیص اور ان کی بیوی نائلہ کی انگلیاں لے کر ملک شام پہنچے اور معاویہ نے لوگوں کو ابھارنے کی غرض سے قمیص کو منبر پر رکھا اور اس کے اوپر انگلیاں رکھیں مسلمانان شام یہ دیکھ کر رو پڑے اور انھوں نے متفق ہوکر قسمیں کھائیں کہ جب تک خون عثمان کا معاوضہ نہ لیں گے اس وقت تک ٹھنڈا پانی نہ پئیں گے سوائے غسل جنابت کے پانی کو ہاتھ نہ لگائیں گے، نرم بچھونے پر نہ سوئیں گے اور جو شخص اس معاوضہ لینے میں سد راہ ہوگا اس کو قتل کریں گے۔

جریر کی واپسی

جریر یہ ماجرا دیکھکر واپس ہوتے امیر المومنین علی سے کل حالات بیان کیے

اُشترؒ نے امیر المومنین علی کو جریر کے بھیجنے پر نصیحت کی اور یہ کہا کہ جریر نے زیادہ دنوں تک شام میں اس غرض سے قیام کیا کہ اہل شام اپنا انتظام کرلیں جریر اس تقریر سے کشیدہ خاطر ہوکر قرقیسا اور وہاں سے معاویہ کی طلبی پر شام کو چلے گئے۔ بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ شرجیل بن السمط الکندی کی تحریک سے معاویہ نے جریر کو طلب کیا تھا عہد خلافت فاروق اعظمؓ سے ان دونوں میں اتحاد کے مراسم تھے۔

امیر معاویہؓ کا قصاص عثمانؓ پر اصرار

عہد خلافت فاروقی میں شرجیل عراق میں سعد کے پاس بھیجے گئے، سعد نے اُن کی خاطر و مدارات کی اور اپنا ہم نشین و مقرب بنا لیا اشعث بن قیس کو شرجیل کا رسوخ ناگوار گذرا، کشیدگی پیدا ہوتی جب جریر عراق سے مدینہ آنے لگے تو اشعث نے جریر سے شرجیل کی شکایت کرنے کی ہدایت کی۔ لیکن انھوں نے بوجہ مراسم اتحاد شرجیل کی شکایت نہ کی۔ پس جب جریر امیر المومنین علی کا خط لے کر معاویہ کے پاس آگئے تو شرجیل کی رائے سے معاویہ نے جواب تحریر کرنے میں تاخیر کی اور خون عثمانؓ کے معاوضہ لینے کا انتظام کرنے لگے، بعد چندے جب پھر مدینہ سے جریر کے قرقیسا آنے کی خبر معلوم ہوتی تو شرجیل کی تحریک سے معاویہ نے جریر کو اپنے پاس بلا لیا۔

جنگ صفین کی تیاریاں

امیر المومنین علی کوفہ میں ابو مسعود انصاری کو بجائے اپنے مقرر کرکے نخیلہ تشریف لے گئے اور ترتیب لشکر میں مصروف ہوئے عبداللہ بن عباس اہل بصرہ کو لے کر حاضر خدمت ہوئے معاویہ کو اس کی خبر لگی وہ بھی آراستگی لشکر کی طرف متوجہ ہوئے۔ عمرو بن العاص نے معاویہ کو خط لکھا کہ اہل عراق میں اختلاف پیدا ہوگیا ہے اُن کی اجتماعی صورت باقی نہیں ہے۔ چونکہ واقعہ جمل میں اہل بصرہ کے نامی گرامی سردار مارے گئے ہیں اس وجہ سے حضرت علی کی مخالفت پر تل گئے ہیں علی ایک قلیل گروہ لے کر نکلے ہیں" معاویہ نے ایک عَلَم عمرو بن العاص

ؒ اُشتر نے جریر کی روانگی کے وقت کہا تھا "مجھے بھیجئے" جریر آپ کا ہوا خواہ نہیں ہے لیکن امیر المومنین حضرت علیؓ نے کچھ خیال نہ کیا پس جب جریر شام سے واپس آیا تو اُشتر نے کہا اگر آپ مجھے بھیجتے تو میں معاویہ کو راضی کرکے بیعت لے لیتا۔ میں نے پہلے ہی منع کیا تھا کہ جریر کو نہ بھیجئے یہ مل جائے گا اس کے جانے سے ایسا دروازہ کھل گیا جس کے کھلنے کی اُمید نہ تھی۔ جریر نے جواب دیا اگر تم جاتے تو تم کو معاویہ قتل کرڈالتے کیونکہ تم کو وہ قاتلین عثمان میں شمار کرتے ہیں اُشتر بولا اگر مجھے امیر المومنین اجازت دیتے تو میں تم جیسے آدمیوں کو قید کردیتا یہاں تک کہ یہ معاملہ طے ہوجاتا۔ جریر اس تقریر سے رنجیدہ ہوکر قرقیسا چلے گئے اور معاویہ کو کل حالات لکھ بھیجے معاویہ نے ان کو اپنے پاس بلا لیا۔

کے ستے اور ایک ایک اُن کے لڑکوں عبداللہ اور محمد اور ان کے غلام وردان کے لئے روانہ کیا۔ اور سامان جنگ کے جہیا کرنے میں مصروف ہوئے۔

حضرت علی کی بغرض جنگ روانگی

امیرالمومنین حضرت علیؓ نے آٹھ ہزار کی جمعیت سے زیاد بن نضر حارثی کو بطور مقدمۃ الجیش معاویہ کی طرف بڑھنے کا حکم دیا اس کے بعد چار ہزار کی جمعیت سے شریح بن ہانی کو بھیجا اور خود نخیلہ سے کوچ کر کے مداین آئے یہاں سعد بن مسعود ثقفی (عم مختار) کو اپنا نایب مقرر کیا اور معقل بن قیس کو لبسر کردگی تین ہزار لشکر آگے بڑھنے کا حکم دے کر یہ ہدایت کی کہ موصل ہوتے ہوئے رقہ میں مجھ سے مل جانا۔ ان لوگوں کی روانگی کے بعد امیرالمومنین علیؓ مداین سے روانہ ہو کر رقہ پہنچے اہل رقہ نے پُل بنا دیا۔ آپ مع لشکر عبور فرما گئے۔ فرات پر پہنچے تو زیاد اور شریح ملے ان کے پیچھے رہ جانے کا یہ سبب ہوا کہ انھوں نے معاویہ کی روانگی کی خبر سن کر اس خیال سے کہ معاویہ سے ایسی حالت میں مقابلہ نہ ہو جائے کہ معاویہ اور علی میں دریا حایل ہو، ہیت کی طرف لوٹ گئے اور وہاں سے دریائے فرات عبور کر کے امیرالمومنین علیؓ سے آکر ملے۔ امیرالمومنین حضرت علیؓ نے اُن کو پھر آگے بڑھنے کا حکم دیا جب یہ لوگ حدود روم میں پہنچے ابوالاعور السلمی امیر لشکر شام ملا زیاد اور شریح نے امیرالمومنین علیؓ کو مطلع کیا آپ نے اُشتر کو روانگی کا حکم دیا اور یہ فرمایا کہ جس وقت تم زیاد اور شریح کے پاس پہنچ جاؤ۔ تو زیاد و شریح کو میمنہ و میسرہ پر مامور کرنا اور تم خود پورے لشکر کی افسری کرنا لیکن خبردار جنگ کرنے میں تم پیش دستی نہ کرنا جب تک فریق مقابل حملہ نہ کرے ہرگز نہ لڑنا" اشتر کے پہنچنے پر زیاد و شریح اُشتر کے حکم سے میمنہ و میسرہ کے سردار ہوئے۔

واقعات جنگ

دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل پڑا رہا دن بھر کسی نے چھیڑ چھاڑ نہ کی شام کے وقت ابوالاعور نے حملہ کر دیا تھوڑی دیر تک لڑائی لڑ کر علیحدہ ہو گئے دوسرے دن صبح ہوتے اُشتر کی جانب سے ہاشم بن عتبہ الرقال اور لشکر شام سے ابوالاعور میدان میں آئے تمام دن لڑائی ہوتی رہی شام کے قریب فریقین واپس ہو رہے تھے کہ اُشتر نے پھر حملہ کیا ابوالاعور نے بھی مراجعت کر کے جنگ کا بازار گرم کر دیا۔ اُشتر نے سنان بن مالک نخعی کو ابوالاعور کے پاس بھیجا اگر تم کو دعوائے مردانگی ہو تو قلب لشکر سے نکل کر میدان میں ہمارے مقابلہ پر آؤ۔ ابوالاعور نے جواب نہ دیا لڑائی جس صورت سے جاری ہوئی تھی اُسی کیفیت سے جاری رہی۔ رات ہو گئی دونوں حریف کشت و خون سے رُک گئے۔ اگلے دن امیرالمومنین حضرت علیؓ بھی آگئے اور اُشتر کو معاویہ کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔ لیکن ان کے پہنچنے سے پہلے دریائے فرات پر معاویہ پہنچ گئے تھے اور قبضہ کر لیا تھا۔

امیر المومنین حضرت علی کے لشکریوں نے پانی کی شکایت کی آپ نے صعصعہ بن صوحان کی معرفت معاویہ سے کہلا بھیجا کہ ہم تم سے اس وقت تک نہ لڑتے جب تک تمھارے عذرات نہ سُن لیتے مگر تمھارے لشکولوں نے پہنچتے ہی لڑائی چھیڑ دی۔ پھر بھی ہم مناسب یہ سمجھتے ہیں کہ ہم تم کو راہ حق کی دعوت دیں اور جب تک قطع حجت نہ کرلیں ہرگز لڑائی شروع نہ کریں تم نے فرات پر قبضہ کر کے پانی روک دیا ہے لوگوں کا پیاس سے بُرا حال ہو رہا ہے تم اپنے ہمراہیوں کو حکم دیدو کہ جب تک امور متنازعہ کا فیصلہ نہ ہو اس وقت تک پانی لینے سے ہم کو نہ روکیں اور اگر تمھارا یہ مطلب ہو کہ جس غرض سے ہم آئے ہیں اُس کو چھوڑ کر پانی ہی پر لڑیں اور جو شخص غالب ہو وہ پانی اپنے صرف میں لائے تو ہم اس پر بھی تیار ہیں۔" معاویہ نے اپنے رفیقوں سے رائے طلب کی عمرو بن العاص نے پانی سے قبضہ اٹھا لینے کی رائے دی، ابن ابی سرح اور ولید بن عقبہ بولے۔ "پانی سے قبضہ نہ اٹھایا جائے اور ان کو پانی نہ دیا جائے جس طرح ان لوگوں نے امیر المومنین عثمانؓ کو پانی نہیں دیا اور حالت تشنگی میں شہید کیا ہے ویسا ہی ان لوگوں کو بھی پیاسا مارنا چاہیے" صعصعہ اور ولید وابن ابی سرح میں سختی کے ساتھ گفتگو ہونے لگی۔ رفتہ رفتہ سب و شتم کی نوبت آگئی۔ بالآخر صعصعہ نے واپس ہو کر اشتر سے کل ماجرا بیان کیا اور امیر المومنین علی کو اس سے مطلع کیا۔ اُدھر معاویہؓ نے ابوالاعور السلمی کو حکم دیا کہ امیر المومنین حضرت علیؓ کی فوج پانی نہ لینے پائے۔"

حضرت علی کا فرات پر قبضہ

اشعث بن قیس چند سواروں کو لے کر پانی لینے گئے۔ لڑائی ہونے لگی معاویہ نے ابوالاعور کی مدد پر یزید بن اسد قسری (جد خالد بن عبداللہ) کو اور ان کے بعد عمرو بن العاص کو روانہ کیا امیر المومنین علی نے اشعث کی کمک پر شیث بن ربعی کو بعدہٗ اُشتر کو بھیجا، فریقین میں لڑائی ہونے لگی تھوڑی دیر تک دونوں طرف سے تیراندازی ہوتی رہی جب ترکش تیر سے خالی ہو چلے تو جنگ آوروں نے جھپٹ جھپٹ کر نیزے کے وار شروع کر دیئے جب نیزوں نے بھی جواب دیدیا تو فریقین ایک دوسرے سے گتھ گئے تلواریں چلنے لگیں ہمراہیان امیر المومنین نے اس تیزی سے حملے شروع کیے کہ لشکر شام کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ دریائے فرات سے ان کا قبضہ اُٹھ گیا اُشتر اور اُن کے ہمراہی پانی پر قابض ہو گئے ان لوگوں کا بھی قصد ہوا کہ ہمراہیان معاویہ کو پانی نہ دیں۔ لیکن امیر المومنین حضرت علی نے اس فعل سے باز رکھا

امیر معاویہؓ کو بیعت کی دعوت

دو دن تک بلا جدال و قتال فریقین ایک دوسرے کے مقابلے پر پڑے رہے۔ تیسرے روز دہم ذی الحجہ ۳۶ھ کو امیر المومنین حضرت علیؓ نے ابو عمر بشیر بن عمرو بن محصن انصاری، سعید بن قیس ہمدانی اور شبث بن ربعی تمیمی کو معاویہ کے پاس بیعت و اطاعت کا پیام دے کر بھیجا۔ بشیر بن عمر نے بعد حمد و ثنا کے نصیحتیں کیں اور خدا کی قسم دلا کر کہا کہ تفرقہ

جماعت نہ کرو خوں ریزی سے باز آؤ، معاویہ نے قطع کلام کرکے کہا ہلا وصیت بنل لش صاحبٹ رکیا تم نے اپنے دوست (امیرالمومنین علیؓ) کو بھی اس کی ہدایت کی ہے،

بشیر:۔ وہ تمہاری طرح نہیں ہے وہ بوجہ سابق الاسلام اور رسول اللہ صلعم سے قریب ہونے کے امارت کا حق دار ہے۔

معاویہ:۔ پھر تمہاری کیا رائے ہے۔

بشیر:۔ جس راہ حق کی طرف تم کو وہ بلاتے ہیں اُس کو قبول کرو۔

معاویہ: اور کیا ہم خون عثمانؓ کا مطالبہ نہ کریں؟ واللہ ایسا ہرگز نہ ہوگا۔

شبث:۔ اے معاویہ! تم خون عثمان کو چند کمینوں، اوباش طبیعتوں کے ذریعہ سے طلب کرتے ہو ہم تمہارے مطلب کو خوب سمجھتے ہیں۔ ہم کو معلوم ہے تم نے عثمانؓ کی امداد میں اسی امر کے حاصل کرنے کے خیال سے تاخیر کی تھی۔ اللہ کا خوف کرو۔ جس خیال کا تمہارا دل پابند ہے اُس کو چھوڑ دو اور اس شخص سے جو امارت کا مستحق ہے جھگڑا نہ کرو۔

معاویہ:۔ ہم کو تیری شرافت کا حال معلوم ہے اے عرب کے کمینے۔ ہمارے پاس سے ابھی چلا جا ہمارے اور تیرے درمیان تلوار ہے۔

شبث:۔ کیا تو ہم کو تلوار سے ڈراتا ہے۔ اللہ کی قسم! ہم بہت جلد تمہارے بدبخت سروں پر چمکتی ہوئی تلواریں برسادیں گے۔

دوبارہ آغاز جنگ

معاویہ اس کا کچھ جواب نہ دینے پاتے تھے کہ شبث مع اپنے ہمراہیوں کے اُٹھ کر چلے آئے اور امیرالمومنین علی کو کل حالات سے آگاہ کیا۔ فریقین میں پھر لڑائی چھڑ گئی۔ ذی الحجہ کا پورا مہینہ لڑائیوں میں صرف ہوگیا ایک ایک دستہ فوج دونوں لشکروں سے نکل کر لڑتا تھا جنگ مغلوبہ کسی طرف سے شروع نہیں ہوتی خیال یہ تھا کہ اگر کل اہل عراق۔ اہل شام کے پورے لشکر سے لڑیں گے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ دونوں فوجوں کا تقریباً کل حصہ تلف ہوجائے گا۔ ماہ محرم ۳۷ھ کے آجانے سے بہ امید صلح لڑائی بند ہوگئی مگر یہ زمانہ بھی منقضی ہوگیا اور صلح نہ ہوئی۔

مصالحت کی کوشش

امیرالمومنین علی نے دوبارہ عدی بن حاتم زید بن قیس الارحبی، شبث بن ربعی زیاد ابن حفصہ کو معاویہ کے پاس بھیجا۔ عدی نے بعد حمد وثنا کے کہا اے معاویہ امیرالمومنین علیؓ کی اطاعت قبول کرلو شاید اللہ تعالیٰ تمہاری بیعت کرنے سے مسلمانوں میں اتفاق پیدا کردے اور واقعی تمہارے سوا کسی اور شخص نے بیعت سے انکار نہیں کیا۔ اے معاویہ ایسا نہ ہو کہ تمہارے

سامنے وہی واقعہ پیش آئے جو اصحاب جمل کے آگے آیا تھا" معاویہ نے قطع کلام کر کے غصے کے لہجے میں کہا "اے عدی تو ایسی باتیں کرتا ہے کہ گویا لڑنے کو آیا ہے نہ کہ صلح کو۔ اے عدی تو نہیں جانتا میں حرب کا بیٹا اور صخر کا پوتا ہوں واللہ مجھے لڑائی سے مطلق ہراس نہیں اور میں جانتا ہوں کہ تو عثمانؓ کے قاتلوں میں سے ہے مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے عوض میں تجھے بھی قتل کرائے گا"

یزید بن قیس :۔ ہم لوگ سفیر ہو کر آئے ہیں سوائے اس کے ہم کو اور کچھ حق حاصل نہیں ہے کہ جو پیام ہم لے کر آئے ہیں تم سے کہہ دیں اور جو تم جواب دو اس کو امیر المومنین علیؓ تک پہنچا دیں۔ ہم تم سے بحث ومباحثہ نہیں کرنے آئے۔ لیکن اس امر کی ضرور کوشش کریں گے کہ تفریق جماعت نہ ہونے پائے۔ آپس میں ربط واتحاد بڑھے (اس قدر کہہ کر) امیر المومنین علی کی فضیلت، تقویٰ اور زہد کی وجہ سے خلافت کا مستحق ہونا بیان کیا۔

معاویہ :۔ (حمد وثنا کے بعد) جماعت کی بابت تم کیا کہتے ہو اور تم ہم کو اس کی طرف کیا بلاتے ہو جماعت ہمارے ساتھ بھی ہے۔ باقی رہا تمہارا یہ کہنا کہ ہم تمہارے دوست کی اطاعت قبول کر لیں" اس کا جواب یہ ہے کہ ہم ان کو اس کا مستحق نہیں سمجھتے کیونکہ انہوں نے ہمارے خلیفہ کو قتل کیا اور اُس کے قاتلوں کو پناہ دی باوجود اس کے تم ہم کو ان کی اطاعت اور جماعت کی طرف بلاتے ہو، صلح اُس وقت ہو سکتی ہے جب کہ وہ عثمانؓ کے قاتلوں کو ہمارے حوالے کر دیں۔

شبث بن ربعی :۔ معاویہ! اللہ تجھے ہدایت دے کیا تو عمار کو قتل کرے گا؟

معاویہ :۔ مجھ کو کون چیز اُس کے قتل سے منع کرے گی واللہ اگر مجھے موقع ملا تو میں عثمانؓ کے غلاموں کے بدلے اُس کو مار ڈالوں گا۔

شبث :۔ قسم ہے اُس اللہ کی جس کے قبضے میں میری جان ہے تو اس امر پر اس وقت تک قادر نہ ہوگا جب تک زمین تجھ پر تنگ نہ ہوگی۔

معاویہ :۔ اگر ایسا موقع آیا تو اللہ تعالیٰ تجھ کو اُس میں ضرور مبتلا کرے گا۔ شبث اور اس کے ہمراہی اس خشونت آمیز تقریر سے برانگیختہ ہو کر اُٹھ کر چلے آئے۔

امیر معاویہ کی زیاد بن حفصہ کو پیش کش

اس کے بعد معاویہ نے زیاد بن حفصہ کو تنہائی میں لے جا کر امیر المومنین علی کی شکایت کی اور اُن کے قبیلے سے مدد طلب کی اور یہ کہا کہ کوفہ اور بصرہ دونوں شہروں میں جس کو پسند کرو گے میں اُس کا تم کو والی مقرر کر دوں گا۔ زیاد نے کہا "میں موید من اللہ ہوں، میں گنہگاروں کا معین نہیں ہو سکتا اور نہ مجھے حکومت کی پروا ہے" اور

اُٹھ کر چلے آئے۔ معاویہ نے عمرو بن العاص سے کہا " میں حضرت علیؓ کے ہمراہیوں میں سے جس سے کچھ بات کہتا ہوں وہ ایک ہی جواب دیتا ہے گویا ان سب کا دل ایک ہی ہے۔

امیر معاویہ کی سفارت پھر معاویہؓ نے حبیب بن مسلمہ، شرجیل بن السمط، معن بن یزید بن الاخنس کو امیر المومنین حضرت علیؓ کے پاس بھیجا۔ حبیب نے حمد و ثنا کے بعد بیان کیا کہ عثمانؓ، خلیفہ برحق تھے کتاب اللہ پر عمل کرتے تھے اور اُس کے موافق حکم دیتے تھے اُن کی زندگی تم کو ناگوار گزری اور اُس کی موت کو تم نے جلد بلالیا پس تم نے اس کو قتل کر ڈالا اگر تمھارا یہ دعویٰ ہے کہ تم نے اس کو قتل نہیں کیا ہے تو اُس کے قاتلوں کو ہمارے حوالے کر دو اور مسلمانوں کی امارت چھوڑ دو وہ جس کو چاہیں گے متفق ہو کر امیر بنالیں گے " امیر المومنین حضرت علیؓ نے برہم ہو کر جواب دیا تو کون ہے؟ اور تجھ کو امارت کی بابت ایسے کلام کرنے کا کیا حق ہے؛ خاموش ہو جا! تو ایسی تقریر کرنے کا مستحق نہیں ہے " جواب دیا۔ " واللہ مجھے تم عنقریب ایسی حالت میں دیکھو گے جو تم کو ناگوار گذرے گا " امیر المومنین حضرت علیؓ نے ارشاد کیا اللہ اللہ تیرا یہ دماغ؛ اللہ تجھے اس دن کے لئے زندہ نہ رکھے۔ جا! جو تیرے امکان میں ہو کر گزر۔

حضرت علیؓ کا خطبہ امیر المومنین حضرت علیؓ نے منبر پر چڑھ کر حمد و ثنا کے بعد رسول اللہ صلعم کے مبعوث ہونے اور خلافت شیخین اور اُن کے خصایل پسندیدہ کو بیان کرکے فرمایا چونکہ ہم نے اُن دونوں (یعنی ابوبکر و عمر) کو خلافت کے فرایض منصبی عمدگی سے ادا کرتے ہوئے دیکھا اگرچہ ہم اُن کی بہ نسبت رسول اللہ صلعم سے قریب تر تھے۔ لیکن ہم نے اُن کی امارت میں کچھ دست اندازی نہ کی۔ پھر لوگوں نے ان دونوں کے بعد عثمان کو خلیفہ کیا عوام الناس کو ان سے کشیدگی پیدا ہوئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عوام نے بلوہ کرکے قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد لوگوں نے بہ خیال تفرقہ میرے ہاتھ پر بیعت کی درخواست کی میں نے قبول کر لیا۔ بیعت کے بعد دو شخصوں (طلحہ و زبیرؓ) نے عہد شکنی کی اور تمھارے رفیق (معاویہؓ) نے میری مخالفت کی حالانکہ اُس کو میری طرح اسلام کی سبقت نصیب نہیں ہوئی مجھے تعجب ہے کہ تم لوگ مجھے چھوڑ کر اس کے کیسے مطیع ہو گئے۔ تم کو یہ سزاوار نہ تھا میں تم کو کتاب و سنت اور ارکان دین اور باطل کو دبانے اور حق کو زندہ کرنے کی طرف بلاتا ہوں " معاویہؓ کے سفیروں نے کہا " کیا تم اُس کی شہادت دیتے ہو کہ عثمانؓ مظلوم نہیں مارے گئے؟ امیر المومنین حضرت علیؓ نے جواب دیا " میں نہ ان کو مظلوم کہتا ہوں اور نہ ظالم "۔ اس پر وہ لوگ یہ کہکر کہ جو شخص عثمانؓ کو مظلوم نہیں کہتا ہم اُس سے بیزار ہیں " اُٹھے اور اپنے لشکر گاہ میں واپس آئے امیر المومنین حضرت علیؓ نے اُن کے واپس ہونے پر آیہ کریمہ انک لا تسمع الموتیٰ فھم مسلمون تک پڑھ کر اپنے ہمراہیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا یہ لوگ گمراہی میں اُسی قدر برابر کوشش کرتے رہیں گے

جس قدر تم لوگ طلب حق اور اطاعت رب میں سعی کرو گے۔

عدی بن حاتم کی طے اور بنو حرمز کی سرداری عدی بن حاتم قبیلہ طے کے ساتھ اور عامر بن قیس حرمزی بنو حرمز کے ساتھ امیر المومنین حضرت علی کے ہمراہ صفین میں تھے۔ عدی اور عامر میں سرداری کی بابت جھگڑا ہو گیا۔ بنو حرمز نسبتاً قبیلہ طے سے زیادہ تھے عبد اللہ بن خلیفہ نے کہا کہ "حقیقت یہ ہے کہ ہم لوگوں میں کوئی شخص نہ عدی سے افضل ہے اور نہ اس کے باپ حاتم سے عدی رسول اللہ صلعم کی خدمت میں وفد کے ساتھ گیا تھا۔ نخیلہ قادسیہ۔ مداین۔ جلولا۔ نہاوند اور تستر میں اہل طے کا سردار تھا" امیر المومنین حضرت علیؓ نے یہ سُن کر لوگوں سے دریافت کیا لوگوں نے عدی کے قول کی تصدیق کی پس جناب موصوف نے طے اور حرمز کی سرداری عدی بن حاتم کو مرحمت فرمائی۔

حضرت علیؓ کی ہدایات ماہ محرم ۳۷ھ کے ختم ہونے پر امیر المومنین حضرت علیؓ نے اعلان جنگ کیا، سپاہیوں کو تیاری کا حکم دیا، عام طور سے ہدایت کی کہ جب تک حریف تم سے نہ لڑے تم لوگ ہرگز حملہ نہ کرنا اور جب ان کو شکست ہو تو بھاگنے والوں کا تعاقب اور قتل نہ کرنا، زخمیوں کا اسباب نہ چھیننا کسی کا ستر نہ کھولنا اور نہ مُثلہ کرنا اور نہ کسی کے مال و اسباب کو لوٹنا اور نہ کسی عورت پر دست درازی کرنا اگرچہ وہ تم کو گالیاں دیں کیونکہ وہ ضیف النفس والقویٰ ہیں۔ اس کے بعد لشکریوں کو جنگ کی ترغیب دی ان کے حق میں فتح یابی کی دعا کی، اشتر کو سواران کوفہ پر، سہیل بن حنیف کو سواران بصرہ پر، قیس بن سعد کو پیادہ فوج بصرہ پر، عمار بن یاسر کو پیادہ فوج کوفہ پر متعین فرمایا، ہاشم بن عتبہ کو پورے لشکر کا علم دیا اور مسعر بن فدکی کو قاریوں پر مامور کیا۔ معاویہ نے بھی اپنے لشکر کو مرتب کیا۔ میمنہ پر ذوالکلاع حمیری کو، میسرہ پر حبیب بن مسلمہ کو مقدمہ پر ابوالاعور کو، سواران دمشق پر عمرو بن العاص کو، پیدل فوج پر مسلم بن عقبۃ المری کو مامور کیا اور پورے لشکر کی افسری ضحاک بن قیس کو دی۔ لشکر شام کے سپاہیوں نے مر جانے اور نہ بھاگنے پر بیعت کی اور اپنے کو عماموں سے باندھ کر جنگ کرنے کو نکلے ان کی پانچ صفیں تھیں۔

واقعاتِ جنگ یکم صفر ۳۷ھ سے لڑائی شروع ہوئی اس لڑائی میں لشکر کوفہ کی سرداری کا علم اُشتر کے ہاتھ میں تھا اور اہل شام، حبیب بن مسلمہ کے علم کے نیچے تھے تمام دن لڑائی ہوتی رہی کوئی نتیجہ خیز فیصلہ نہ ہوا دوسرے دن ہاشم بن عتبہ سواروں اور پیادوں کو لے کر نکلا اہل شام کی طرف سے ابوالاعور السلمی نے صف لشکر سے نکل کر مقابلہ کیا۔ تمام دن کشت و خون کا بازار گرم رہا۔ عصر کے قریب دونوں فریق میدان سے واپس ہوئے تیسرے روز عمار بن یاسر کا اور عمرو بن العاص کا مقابلہ ہوا یہ لڑائی بہ نسبت جنگ ہائے سابقہ نہایت سخت و خوں ریز تھی آخر میں عمار نے ایسا سخت حملہ کیا کہ عمرو بن العاص کو مجبوراً

پیچھے ہٹنا پڑا چوتھی لڑائی میں محمد بن الحنیفہ اور عبید اللہ بن فاروق اعظم کا سامنا ہوا دونوں حریف کے جنگ آور جی توڑ توڑ کر لڑ رہے تھے شام ہوتے ہوتے عبید اللہ بن عمر نے صف لشکر سے نکل کر محمد بن الحنیفہ کو للکارا "مردانگی کا دعویٰ ہو تو مقابلہ میں آؤ" محمد بن الحنیفہ جوش میں آ کر نکلے لیکن امیر المومنین حضرت علیؓ نے گھوڑا دوڑا کر واپس بلا لیا ان کے واپس ہوتے ہی عبید اللہ بن عمر بھی لشکر شام لے کر لوٹ گئے۔

علوی لشکر کی شب بیداری

پانچویں روز عبد اللہ بن عباس اور ولید بن عقبہ سے لڑائی ٹھنی تمام دن سختی سے لڑائی جاری رہی آفتاب غروب ہونے کے قریب فریقین اپنے اپنے لشکر گاہ کو واپس گئے، چھٹے روز اُشتر اور حبیب اپنے اپنے رکاب کی فوج لے کر میدان جنگ میں آئے شام تک لڑتے رہے آخر کار رات نے دونوں فریق کو جنگ سے روک کر ہر ایک کو اُن کے لشکر گاہ کی طرف واپس کر دیا۔ اسی شب میں امیر المومنین حضرت علیؓ نے تمام لشکر کو جمع کر کے خطبہ دیا، صبح ہوتے مجموعی قوت سے حملہ کرنے اور تمام رات اللہ جل شانہ کی عبادت اور دعا کرنے اور قرآن شریف پڑھنے کی ہدایت کی، تمام رات لشکر میں تلاوت و عبادت و دعا ہوتی رہی۔ نماز فجر کی پڑھ کر لشکریوں نے آلات حرب سنبھالے۔ زرہ، خود جس کے پاس جو سامان تھا زیب بدن کیا امیر المومنین حضرت علیؓ نے بعد ترتیب لشکر ہر قبیلہ کو حکم دیا کہ وہ اہل شام کے لشکر کے اسی دستہ فوج پر حملہ کرے جس میں اس کے قبیلے والے ہوں اور اگر اتفاق سے اس کے قبیلے والے لشکر شام میں نہ ہوں تو وہ عراقیوں پر (جو اس کے مقابل ہوں) حملہ آور ہو مثلاً نجیلہ کو لخم پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔

امیر معاویہؓ کا حملہ

چہار شنبہ کو صبح ہوتے معاویہؓ نے لشکر شام لے کر حملہ کیا تمام دن لڑائی ہوتی رہی تمام ہونے کے بعد فریقین اپنے اپنے کیمپ میں واپس آئے۔ پنج شنبہ کو اول وقت نماز فجر پڑھ کر امیر المومنین علیؓ نے لشکر مرتب کر کے لشکر شام پر حملہ کیا۔ میمنہ پر عبد اللہ بن بدیل ابن ورقا خزاعی میسرہ پر عبد اللہ بن عباس مامور تھے، قاریوں کا گروہ۔ عمار، قیس بن سعد اور عبد اللہ بن یزید کے ہمراہ تھا۔ ہر قبیلہ کا لشکر اپنے اپنے پرچموں اور مورچوں پر مستعدی کے ساتھ موجود تھا، امیر المومنین حضرت علیؓ قلب لشکر میں مع سرداران کوفہ، بصرہ اور مدینہ رونق افروز تھے مدنی فوج میں اکثر انصار اور کچھ لوگ خزاعہ و کنانہ کے بھی تھے۔

معاویہؓ نے ایک پُرتکلف خیمہ استادہ کرایا تھا اور اُس میں بیٹھ کر لوگوں سے مر جانے پر بیعت لے رہے تھے۔ امیر المومنین حضرت علی کی طرف سے عبد اللہ بن بدیل نے اپنے رکاب کی فوج کو بڑھا کر حبیب بن مسلمہ پر جو لشکر شام کے میسرہ کے افسر تھے حملہ کیا۔ دوپہر تک نہایت سرگرمی سے لڑتے رہے۔ بعد ظہر عبد اللہ بن بدیل نے اپنے ہمراہیوں کو جنگ پر اُبھار کر مجموعی قوت سے حملہ کیا، حبیب بن مسلمہ کے پاؤں اُکھڑ گئے،

مجبور ہو کر معاویہ کے خیمہ کی طرف پسپا ہو کر لوٹے۔ معاویہ نے اُن لوگوں کو حبیب بن مسلمہ کی کمک پر روانہ کیا جنھوں نے موت پر بیعت کی تھی۔ پس اس گروہ نے حبیب کے ساتھ ہو کر اس شدت کا حملہ کیا کہ میمنہ اہل عراق (ہمراہیان عبداللہ بن بدیل) کی ترتیب جاتی رہی۔ عبداللہ بن بدیل کے رکاب میں صرف دو سَو (۲۰۰) یا تین سَو سپاہی باقی رہ گئے۔ باقی شکست کھا کر امیر المومنین حضرت علیؓ کے پاس جا پہنچے۔ آپ نے سہیل بن حنیف کو اہل مدینہ کا سرگروہ مقرر فرما کر عبداللہ بن بدیل کی مدد کو بھیجا۔ اہل شام کی لشکر سے ایک جم غفیر نے صف لشکر سے نکل کر سہیل بن حنیف کا راستہ روکا اور اُن کو عبداللہ تک نہ پہنچنے دیا۔ لڑائی کا عنوان فریقین کے لئے خطرناک نظر آرہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد مضر کو جو امیر المومنین کے لشکر کے میسرہ میں تھے شکست ہوئی۔

احمر و کیسان کا مقابلہ

ربیعہ کمال استقلال سے لڑتے رہے حسنؓ، حسینؓ اور محمد پسر امیر المومنین حضرت علیؓ اپنے بزرگ باپ کے ہمراہ تھے۔ آپ نے میسرہ کی کمک کے خیال سے قدم بڑھایا احمر (خادم ابو سفیان)، آپ کو تنہا بڑھتے ہوئے دیکھ کر تیزی سے جھپٹا۔ لیکن کیسان نے (امیر المومنین حضرت علی کا خادم) بڑھ کر اُس پر وار کیا۔ دونوں میں تلواریں چلنے لگیں احمر نے کیسان کا کام تمام کر دیا امیر المومنین حضرت علیؓ نے لپک کر احمر کی زرہ پکڑلی اور سر سے بلند کر کے زمین پر اس زور سے پٹکا کہ ہاتھ اور بازو بیکار ہو گئے لشکر شام نے امیر المومنین حضرت علیؓ کو مصروف جنگ دیکھ کر تیزی سے حرکت کی لیکن قبیلہ ربیعہ نے بڑھ کر روک لیا۔ اس دارو گیر میں میدان جنگ سے اس قدر غبار اٹھا کہ کسی کا علم پہچانا نہیں جاتا تھا۔ امیر المومنین حضرت علیؓ نے دریافت فرمایا کہ کون قبیلہ لڑ رہا ہے اور کس کا عَلَم ہے؟ کسی نے جواب دیا ربیعہ کا علم ہے! آپ نے فرمایا "نہیں بلکہ اُن کا علم ہے جن کا آج اللہ تعالیٰ حافظ و ناصر ہے" پھر آپ نے لشکریوں کو مخاطب کر کے استقلال اور جوانمردی سے لڑنے کی ہدایت کی۔ سردار قبیلہ ربیعہ نے للکار کر کہا "دیکھنا دشمنوں کا زور زیادہ ہے اگر امیر المومنین علی کو کوئی صدمہ پہنچ گیا اور تم میں سے ایک شخص بھی زندہ رہا تو تم سے زیادہ عرب میں کوئی بے عزت نہ ہو گا۔ لڑو! لڑو!! آگے بڑھو قدم پیچھے نہ پڑیں" اتنے میں اشتر، اہل میمنہ کی شکست سے برداشتہ خاطر آہستہ آہستہ دکھائی دیا۔

اشتر کا حملہ

امیر المومنین حضرت علیؓ نے بلا کر کہا "جاؤ منہزم گروہ سے میرا یہ پیام کہو کہ تم لوگ اس موت سے کہاں بھاگے جاتے ہو جس کو تم حیات کے ذریعہ سے مجبور و عاجز نہ کر سکو گے اور یہ حیات تمھاری ہمیشہ باقی نہ رہے گی" اُشتر نے یہ پیام بہ آواز بلند ادا کیا اور جوش میں آ کر چلا اٹھا۔ انا الاشتر انا الاشتر فاقبلوا الیّ (میں اُشتر ہوں میں اُشتر ہوں میرے پاس آجاؤ) چنانچہ بعض سپاہی اُشتر کے پاس لوٹ آئے پھر اُشتر نے مذحج کو جنگ کے لئے پکارا مذحج نے بڑھ کر لشکر شام کے سب سے بڑے گروہ

پر حملہ کیا، ہمدان کے نو سو جوان جو میمنہ میں تھے اور جس کے ایک سو آٹھ آدمی اور گیارہ نامی گرامی سردار معرکہ میں کام آ گئے تھے میمنہ کی شکست سے برداشتہ خاطر ہو کر میدان جنگ سے یہ کہتے ہوئے واپس جا رہے تھے "کاش! عرب میں ہمارا کوئی ایسا ساتھی ہوتا جو موت پر بیعت کرتا اور مر کر یا فتح یاب ہو کر میدانِ جنگ سے واپس ہونے کا حلف لیتا، اُشتر نے جواب دیا تم لوگ برداشتہ خاطر نہ ہو ہم حلف اٹھاتے ہیں کہ جب تک فتح نہ حاصل کر لیں گے میدان جنگ سے نہ لوٹیں گے" اہل ہمدان اُشتر کے ہمراہ ہو لئے، اُشتر نے میمنہ اہل شام پر حملہ کیا اُشتر کے حملہ کرتے ہی اور لوگوں نے بھی حملے شروع کر دیئے لڑائی کا زور جو چند لمحے کے لئے سرد ہو گیا تھا از سرِ نو پہلے سے زیادہ گرم ہو گیا مابین عصر و مغرب لشکر شام غیر مرتب ہو کر میدان سے بھاگ نکلا اُشتر نے شکست یافتوں کو مار دھاڑ کرتے معاویہ تک پہنچا دیا اور ابن بدیل کے پاس لڑتے بھڑتے جا پہنچے جو مع دو تین سو سپاہیوں کے اہل شام کے محاصرے میں تھے۔

شامیوں کی پسپائی

جس وقت لشکر شام سامنے سے ہٹ گیا اور ان لوگوں نے اپنے بھائیوں کو دیکھا تو فرطِ مسرت سے تکبیر کہہ اٹھے، امیر المومنین حضرت علیؓ کو دریافت کیا۔ جواب دیا گیا کہ اس وقت میسرہ میں ہیں اور جنگ کر رہے ہیں۔ ابن بدیل نے آگے بڑھنے کا قصد کیا اُشتر نے مخالفت کی۔ لیکن ابن بدیل، اُشتر کی مخالفت کا کچھ خیال نہ کر کے اپنے ہمراہیوں کو لئے لڑتے بھڑتے معاویہ کی طرف بڑھے لشکر شام راستہ روکنے کو بڑھا۔ ابن بدیل ان کو مارتے اور ان کے صفوں کو پھاڑتے معاویہ کے قریب پہنچ گئے شامیوں نے چاروں طرف سے گھیر کر ابن بدیل اور اُن کے ہمراہیوں میں سے اکثر آدمیوں کو مار ڈالا باقی زخمی ہو کر لوٹے، اہل شام نے تعاقب کیا اُشتر نے ان کو بچانے اور بحفاظت امیر المومنین حضرت علیؓ کے لشکر میں لانے کی غرض سے حرث بن جمہان جعفی کو بھیجا۔ چنانچہ بقیۃ السیف بحفاظت تمام امیر المومنین حضرت علیؓ کے لشکر میں آ گئے۔ اس کے بعد اُشتر نے قبیلہ ہمدان اور دوسرے قبائل سے منتخب سپاہیوں کو لے کر اہل شام پر اس شدت کا حملہ کیا کہ اہل شام مجبور ہو کر پیچھے ہٹ گئے یہاں تک کہ اُن کی اس جماعت سے مل گئے جنہوں نے موت پر بیعت کی تھی اور عماموں سے معاویہ کے اردگرد اپنے کو باندھ رکھا تھا، اُشتر نے دوبارہ حملہ کر کے ان میں کی چار صفیں کاٹ ڈالیں۔

معاویہ نے گھبرا کر اپنا گھوڑا منگوایا سوار ہوئے عبداللہ بن ابی الحصین ازدی (جو عمار بن یاسر کے ہمراہیوں میں سے تھے) صف لشکر سے نکل کر رجز پڑھتے ہوئے میدان جنگ میں آئے۔ عقبہ بن حدید نمیری نے مع اپنے بھائیوں کے آگے بڑھ کر مقابلہ کیا۔ تھوڑی دیر تک لڑائی ہوتی رہی۔ جب یہ سب مارے گئے تو شمر بن ذی الجوشن شیر کی طرح دھاڑتا ہوا میدان جنگ میں آیا۔ ادہم بن محرز باہلی نے تلوار چلائی شمر بن ذی الجوشن

نے وار خالی دے کر اوہیم پر ایسا ہاتھ مارا کہ وہ اس سے جاں بر نہ ہوا۔ قیس بن مکشوح کے ہاتھ میں بجیلہ کا علم تھا جب لڑتے لڑتے یہ بھی کام آ گئے تو عبداللہ بن قلع احمسی نے علم سنبھالا اور لڑتے لڑتے یہ بھی مارے گئے تب عفیف بن ایاس نے علم اپنے ہاتھ میں لیا اور اختتام جنگ تک علم انھیں کے ہاتھ میں رہا۔ امیر المومنین علیؓ نے یہ دیکھ کر کہ اہل میمنہ لڑتے بھڑتے پھر اپنے مورچہ پر آ گئے اور اپنے مقابلے سے دشمنوں کو پسپا کر دیا اُن کی طرف تشریف لائے اور ان لوگوں کو مخاطب کر کے پہلے بھاگنے پر ملامت ونصیحت کی اور پھر لوٹ کر کمال مردانگی سے مقابلہ کرنے پر تعریف وتوصیف فرمائی اور دوبارہ کمر ہمت باندھ کر جنگ کرنے کی ترغیب دی۔ لڑائی کا زور جو تھوڑی دیر کے لئے سرد ہو گیا تھا اور میدان کارزار میں چاروں طرف خموشی کا عالم چھایا ہوا تھا پھر گرم ہو گیا تلواروں اور نیزوں کی آوازوں اور بار بار تکبیر کی دل ہلا دینے والی صداؤں سے میدان جنگ گونجنے لگا فریقین سے دلاوران نبرد آزما شوق جنگ میں بڑھ بڑھ کر حملے کرنے لگے۔

حضرت عبیداللہ ؓ بن عمر کی شہادت

قبیلہ طے اور نخع امیر المومنین حضرت علی کے لشکر سے نکل کر شامیوں کی طرف بڑھا۔ اہل شام کے میمنہ سے حمیر نے جن کا سردار ذوالکلاع تھا اور جس میں عبیداللہ بن عمر بن خطاب بھی تھے ربیعہ پر جو میسرہ اہل عراق میں بسرگروہی ابن عباس تھے حملہ کیا ربیعہ نے ایسی مردانگی سے مقابلہ کیا کہ لشکر شام کو مجبوراً پیچھے ہٹنا پڑا عبیداللہ بن عمر نے للکارا۔ "اے اہل شام انھیں لوگوں نے امیر المومنین حضرت عثمانؓ کو قتل کیا ہے ذرا اللہ کا خیال کرو اس مردانگی پر امیر المومنین حضرت عثمانؓ کے خون کا بدلہ لینے آئے تھے" لشکر شام کا دل ان پرجوش فقروں سے بھر آیا اور انھوں نے مجموعی قوت سے حملہ کیا۔ خالد بن معمر مع چند لوگوں کے بھاگ نکلا لیکن ربیعہ کا علم بردار اور حفاظ نہایت استقلال سے لڑتے رہے پھر منہزموں کو ربیعہ کے کسی شخص نے للکارا اور جنگ کی ترغیب دے کر میدان کی طرف واپس کیا اس عرصہ میں قبیلہ عبدالقیس نے پہنچ کر قبیلہ ربیعہ کی گئی ہوئی قوت کو سنبھال دیا عنوان جنگ جو اس سے پیشتر ان کے حق میں نقصان رساں محسوس ہو رہا تھا موافق ہو گیا قبیلہ حمیر کو جان کے لالے پڑ گئے۔ ذوالکلاع اور عبیداللہ بن عمر عین معرکہ میں محرز بن الصحصح کے ہاتھوں مارے گئے۔ محرز نے ذوالکلاع کی تلوار ذوالوشاح لے لی تھی جو فاروق اعظمؓ کی دی ہوئی تھی پھر جب معاویہ کو عراق کی حکومت بھی مسلم ہو گئی تو اس تلوار کو محرز سے لے لیا۔

حضرت عمار بن یاسر کی جاں نثاری

اس جنگ کے بعد عمار بن یاسرؓ صف لشکر سے یہ کہتے ہوئے نکلے "اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ تیری مرضی اس میں ہے کہ میں اپنے کو دریا میں پھینک دوں تو میں بے شک ایسا ہی کرتا۔ اے اللہ! تجھے یہ معلوم ہے کہ اگر میں جانتا کہ تیری خوشنودی اس میں ہے کہ تلوار کی دھار اپنے پیٹ پر رکھ لوں اور اس کو اس زور سے دباؤں کہ پشت

سے نکل آئے تو میں بلاشبہ ایسا ہی کرتا۔ اے اللہ! آج میں ایسا کام کرنا چاہتا ہوں کہ تو ان فاسقوں کی جنگ سے زیادہ اس سے راضی ہوگا۔" پھر لوگوں سے مخاطب ہو کر آواز بلند سے کہا "کوئی شخص ایسا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہو اور جو شخص اس کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرے اس کو چاہیے کہ وہ مال و اولاد کی طرف واپس جانے کی امید نہ رکھے" عمار کی زبان سے یہ فقرے تمام ہونے ہی کو تھے کہ ایک گروہ نے سینہ سپر ہو کر کہا اقصد وبناھولاء الذین یطلبون بدم عثمان یخادعون بذلک عمانی نفوسھم من الباطل (ہمارے ساتھ ہو کر ان لوگوں پر حملہ کرو جو خون عثمان کے طالب ہیں اور اس ذریعہ سے اپنے دلی خواہشات باطلہ کے مکر کو پھیلاتے ہیں) چنانچہ عمار اس گروہ کو لے کر لشکر شام کی طرف چلے۔ صفین کی وادیوں میں سے جس وادی پر گزرتے تھے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ ہو جاتے تھے، رفتہ رفتہ ہاشم بن عتبہ تک پہنچے (جن کے ہاتھ میں امیر المومنین علی کے لشکر کا علم تھا) ان کو بھی ترغیب جنگ دی وہ مستعد ہو گئے اور عمار کے ہمراہ ہو کر لشکر شام پر حملہ کرتے ہوئے عمرو بن العاص تک پہنچ گئے۔

حضرت عمارؓ کی شہادت

عمار نے پکار کر کہا۔ "اے عمرو! تف ہو تجھ پر تو نے اپنے دین کو مصر کے عوض فروخت کر ڈالا"۔ عمرو بن العاص نے جواب دیا، "نہیں! بلکہ میں خون عثمانؓ کا معاوضہ طلب کرتا ہوں" عمار بولے "میں اپنے علم و یقین سے شہادت دیتا ہوں کہ تو اپنے ان فعلوں سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی نہیں چاہتا ہے۔ مرنے کے بعد تجھ کو اس کا حال ظاہر ہوگا تو نے آج ہی اس لشکر کے علم بردار سے نبرد آزمائی نہیں کی تین بار رسول اللہ صلعم کے ساتھ اس علم بردار سے لڑ چکا ہے اور آج یہ چوتھا واقعہ ہے کیا تجھے یہ یاد نہیں ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے "عمار کو گروہ باغی مارے گا" عمرو بن العاص نے کچھ جواب نہ دیا۔ عمار لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ امیر المومنین علی اور ان کے ساتھ قبائل ربیعہ، مضر اور ہمدان نے متفق ہو کر حملہ کیا جس سے لشکر شام کی صف کی صف الٹ گئی۔ کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ امیر المومنین حضرت علیؓ لشکر شام کو قتل کرتے اور ان کی جماعت کو منتشر کرتے۔ معاویہؓ کے قریب پہنچ گئے اور جوش میں آ کر للکارا ٹھے۔ "اے معاویہ ناحق لوگوں کی خوں ریزی سے کوئی فائدہ نہیں ہے آؤ ہم تم نپٹ لیں جو اپنے مقابل کو مارے وہی صاحب الامر (یعنی امیر) ہو" عمرو بن العاص نے معاویہ سے خطاب کر کے کہا یہ فیصلہ تو اچھا ہے، معاویہؓ نے جواب دیا "تم کیوں اس فیصلہ کو اپنے لئے ناپسند کرتے ہو، کیا تم کو یہ معلوم نہیں ہے کہ علی کے مقابلہ پر جو جاتا ہے وہ جاں بر نہیں ہوتا۔ دوران جنگ میں امیر المومنین علی کے لشکر کا ایک گروہ گرفتار ہو گیا معاویہ نے ان کو رہا کر دیا۔ ایسا ہی امیر المومنین حضرت علیؓ نے معاویہؓ کے قیدیوں کے ساتھ معاملہ کیا۔

حضرت عبداللہ بن کعبؓ کی شہادت

امیر المومنین علی لڑتے لڑتے اہل شام کے ایک رسالے کی طرف گزرے دیکھا کہ وہ نہایت مردانگی اور ثابت قدمی سے لڑ رہا ہے آپ نے بلند آواز سے ارشاد کیا "کہاں ہیں مردان خدا جو آخرت کی خواہش میں اپنی جانوں کا خیال نہیں کرتے" مسلمانوں کا ایک گروہ لبیک کہکر حاضر ہو گیا۔ آپ نے اپنے لڑکے محمد بن الحنفیہ کو اُن پر افسر مقرر کر کے روانہ کیا۔ محمد بن الحنفیہ نے لڑ کر رسالہ کو پیچھے ہٹا دیا اور مورچے پر قابض ہو گئے۔ اس واقعہ میں بہت سے آدمی فریقین کے کام آگئے۔ ازانجملہ عبداللہ بن کعب مرادی تھے۔ اتفاق سے اسود بن قیس ان کی طرف ہو کر گزرا دیکھا کہ عبداللہ بن کعب خاک و خون پر لوٹ رہے ہیں گھوڑے سے اتر کر پاس آیا، عبداللہ نے آنکھیں کھولیں، صاحب سلامت ہوئی دریافت کیا "امیر المومنین علی کہاں ہیں؟" اسود نے جواب دیا لڑ رہے ہیں! عبداللہ نے کہا "میں تم کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور امیر المومنین کے ہمراہ ہو کر لڑنے کی وصیت کرتا ہوں یہ کہکر بیہوش ہو گئے تھوڑی دیر کے بعد ہوش آیا تو بولے "امیر المومنین علی کو میرا سلام پہنچانا اور میری طرف سے کہدینا قاتل علی المعرکۃ حتی تجعلہا خلف ظہرک فانہ من اصبح غدا والمعرکۃ خلف ظہرکا فانہ العالی (یعنی میدان جنگ میں اس قدر لڑو کہ میدان جنگ پس پشت ہو جائے۔ پس بے شک جس شخص کی صبح اس حال سے ہوئی کہ میدان جنگ اس کے پس پشت رہا تو وہی فتح مند ہوگا) عبداللہ یہ کہہ کر انتقال کر گئے۔

لیلۃ الہریر کا معرکہ

اسود نے یہ پیام امیر المومنین علیؓ تک پہنچایا آپ نے سن کر ارشاد کیا اللہ تعالیٰ اُس پر رحم کرے زندگی میں ہمارے مخالفین سے لڑتا رہا اور مرنے کے بعد وصیت کر گیا۔ غرض تمام رات لڑائی ہوتی رہی۔ یہ رات جمعہ کی تھی۔ اس کو لیلۃ الہریر کہتے ہیں تمام شب امیر المومنین علی صفوف لشکر میں چکر لگاتے اور سواروں و پیادوں کو آگے بڑھنے کی ترغیب دیتے رہے۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی اور لڑائی جس عنوان سے جاری ہوئی تھی اسی طرح جاری رہی۔ اُشتر بدستور میمنہ میں اور ابن عباس میسرہ میں تھے اور پورا لشکر چاروں طرف سے سمٹ کر مجموعی قوت سے جنگ کر رہا تھا اور یہ دن جمعہ کا تھا۔ دوپہر ڈھلے اُشتر نے علم حیان بن ہوذہ نخعی کو سپرد کیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر سواروں کی طرف گیا۔ اہل شام پر حملہ کرنے کی ترغیب دی، ایک گروہ کثیر جان دینے اور لینے پر مستعد ہو گیا۔ چنانچہ اُشتر ان کو لئے ہوئے اپنے مورچے پر آیا اور نعرہ تکبیر مار کر ایک قوی حملہ کیا جس سے لشکر شام کے پاؤں اُکھڑ گئے اُشتر مع اپنی رکاب کی فوج کے لڑتا ہوا شامیوں کی لشکر گاہ تک پہنچ گیا ان کے علم بردار کو مار ڈالا۔ امیر المومنین علیؓ نے اُشتر کو فتح یاب ہوتے ہوئے دیکھکر پیہم مدد بھیجنا شروع کیا۔

عمرو بن العاصؓ کی حکمت عملی

عمرو بن العاص کو اشتر کے حملے سے اضطراب پیدا ہوا اور اپنے ہمراہیوں کے کشت و خون سے ڈر کر معاویہ سے کہا "کیا دیکھتے ہو تمہارے ہاتھ میدان نہ آئے گا لوگوں کو حکم دو کہ قرآن شریف کو نیزوں پر اٹھائیں اور بلند آواز سے کہیں ھذٰا کتاب اللہ بیننا و بینکم (ہمارے تمہارے درمیان میں یہ قرآن شریف ہے) اگر اس کو وہ لوگ منظور کریں گے تو سردست لڑائی بند ہو جائے گی۔ کشت و خون سے نجات مل جائے گی۔ اور اگر اس سے اختلاف کیا تو ان کے اختلاف سے بھی ہم کو فائدہ پہنچے گا۔ چنانچہ مصاحف نیزوں پر اٹھائے گئے۔ امیر المومنین کے ہمراہی بولے ہم کتاب اللہ کے فیصلہ کو منظور کرتے ہیں۔

حضرت علیؓ کا جنگ جاری رکھنے پر اصرار

امیر المومنین حضرت علیؓ نے للکارا "اے اللہ کے بندو! اپنے حق کے حاصل کرنے کو بڑھو اور دشمنوں سے جنگ کرنے میں تامل نہ کرو کیونکہ معاویہ، ابن ابی معیط حبیب، ابن ابی سرح اور ضحاک، نہ دین دار ہیں اور نہ عامل بالقرآن اور نہ صاحب ایمان، ہم ان کی حالت سے بخوبی واقف ہیں ہم اور یہ لڑکپن سے بڑے ہونے کے بعد تک ایک ہی صحبت میں رہے ہیں۔ لڑکپن میں یہ لوگ نہایت شریر لڑکوں سے تھے اور سن شعور پر پہنچ کر بھی بے حد شریر آدمیوں سے ہوئے، افسوس ہے لوگ اس کو کیوں نہیں سمجھتے کہ یہ لوگ قرآن شریف کو براہ مکر و فریب درمیان میں لاتے ہیں۔ لوگوں نے کہا "یہ ناممکن ہے کہ ہم کتاب اللہ کی طرف بلائے جائیں اور اس کو منظور نہ کریں" امیر المومنین علی نے ارشاد کیا "ہم ان لوگوں سے اسی لئے لڑتے ہیں کہ کتاب اللہ پر عمل کریں کیونکہ انھوں نے اس کو پس پشت ڈال دیا ہے"۔

علوی فوج میں اختلاف

مسعر بن فدک تمیمی اور زید بن حصین الطائی مع ان لوگوں کے جو بعد کو فرقہ خارجی میں داخل ہو گیا تھا بولا "اے علیؓ! کتاب اللہ کو قبول و منظور کرو ورنہ ہم تم کو چھوڑ دیں گے اور تمہارے ساتھ وہی برتاؤ کریں گے جو ابن عفان کے ساتھ ہم نے کیا تھا" امیر المومنین علیؓ نے فرمایا "اگر تم میرے مطیع ہو تو برابر لڑتے رہو اور اگر باغی ہوا چاہتے ہو تو جو تمہاری سمجھ میں آئے کرو" مسعر وغیرہ نے جواب دیا "آپ اشتر کو بلوایئے اور اس کو لڑائی سے روک دیجئے" امیر المومنین علیؓ نے یزید بن ہانی کو اشتر کے بلانے کو بھیجا اشتر نے کہلا بھیجا "یہ وقت میری طلبی کا نہیں ہے اور نہ یہ مناسب ہے کہ مجھ کو اس موقع جنگ سے ہٹایا جاؤں مجھے قوی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے فتح و نصرت عنایت فرمائے گا"۔ یزید نے جوں ہی یہ پیام پہنچایا مسعر کے ہمراہیوں نے شور و غل مچانا شروع کیا اور کہنے لگے کہ بے شک تم ہی نے اشتر کو جنگ کا حکم دیا ہے بہتر ہے کہ اس کو جلد واپس بلاؤ ورنہ ہم تم کو معزول کر دیں گے"۔

اشتر کی میدان جنگ سے واپسی

امیر المومنین حضرت علیؓ نے یزید کو جھڑک کر کہا "جا اشتر سے کہہ دے کہ جہاں تک جلد ممکن ہو میرے پاس آ جائے کیونکہ فساد کا دروازہ کھلا چاہتا ہے۔" اشتر نے دریافت کیا، کیا قرآن شریف کے اٹھانے سے؟ یزید نے جواب دیا۔ ہاں۔ اشتر بولا "مجھے اس کا خیال پہلے ہی ہوا تھا کہ لوگوں میں اختلاف پڑ جائے گا اور اتفاق و اتحاد کا خاتمہ ہو جائے گا میں کس طرح جنگ چھوڑ کر واپس چلوں اللہ تعالیٰ کی عنایت سے فتح حاصل ہوا چاہتی ہے۔" یزید نے کہا "کیا تم یہ دوست رکھتے ہو کہ تم تو فتح یاب ہو اور امیر المومنین علیؓ دشمنوں کے حوالے ہو جائیں یا شہید کر ڈالے جائیں اشتر یہ سنتے ہی مسعر وغیرہ کے پاس چلے آئے اور ان سے مخاطب ہو کر کہا "اے اہل عراق! بڑے افسوس کا مقام ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے تم کو ان لوگوں پر غالب کیا اس وقت تم لوگ اہل شام کے فریب میں آ گئے تم لوگ مجھے دو چار گھنٹوں کی مہلت دو، مجھے اپنی کامیابی کا یقین کامل ہے، ان لوگوں نے مہلت نہ دی۔ اشتر نے دوبارہ مہلت طلب کی اس پر ان لوگوں نے جھلا کر کہا "اے اشتر کیا تو ہم کو اپنے ساتھ جنگ کرنے کو بلاتا ہے؟" اشتر نے جواب دیا "افسوس تم کو ان لوگوں نے فریب دیا اور تم ان کے دام مکر میں آ گئے"، اس فقرے سے لوگوں میں ایک شورش پیدا ہو گئی ایک دوسرے کو سخت و سست کلمات کہنے لگا۔ رفتہ رفتہ سب و شتم کی نوبت آ گئی، عجب نہ تھا کہ باہم جنگ چھڑ جاتی لیکن امیر المومنین کے ڈانٹنے سے شور و غل فرو ہو گیا۔

تحکیم کی تجویز

اب اس وقت لڑائی بند ہو گئی تھی چاروں طرف سکوت کا عالم چھایا ہوا تھا سوائے آہ زاری کے نہ تو ہتھیاروں کے چلنے کی آواز آتی تھی اور نہ للکارنے اور رجز کی صدا کانوں تک پہنچتی تھی۔ اتنے میں اشعث بن قیس نے بڑھ کر عرض کی "امیر المومنین! لوگ اس امر پر راضی ہو گئے جس کی طرف بلائے گئے (یعنی قرآن کو انھوں نے حکم مان لیا) اگر آپ اجازت دیجئے تو میں معاویہ کے پاس جاؤں اور ان سے ان کے منشا دلی کو دریافت کروں" آپ نے اجازت دی۔ اشعث معاویہ کے پاس پہنچے دریافت کیا۔ تم نے کس غرض سے قرآن شریف کو اٹھایا؟ معاویہؓ نے جواب دیا تاکہ ہم اور تم اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف رجوع کریں۔ تم اپنی طرف سے ایک شخص کو منتخب کرو اور ہم اپنی طرف سے۔ اور ان دونوں آدمیوں سے حلف لیا جائے کہ کتاب اللہ کے موافق وہ فیصلہ کریں گے۔ بعد ازاں جو وہ فیصلہ کریں اس پر ہم اور تم دونوں راضی ہو جائیں۔ اشعث معاویہ کے پاس سے اٹھے۔

حکم کے انتخاب میں خارجیوں کا اختلاف

امیر المومنین علیؓ کی خدمت میں آئے۔ اور معاویہ کا پیام پہنچایا۔ حاضرین نے کہا ہم بھی اس امر پر راضی ہیں اور اس فیصلے کو قبول کرتے ہیں۔

اہل شام نے اپنی طرف سے عمرو بن العاص کو منتخب کیا، اشعث اور ان لوگوں نے جو بعد کو خارجی ہو گئے تھے ابو موسیٰ اشعری

کو انتخاب کیا۔ امیر المومنین علیؓ نے ارشاد کیا "میں اس انتخاب سے راضی نہیں ہوں اشعث یزید بن الحصین مسعر بن فدک متفق الکلمہ ہو کر بولے" ہم تو انھیں کو انتخاب کرتے ہیں دوسرے کو اپنی طرف سے ہم حکم نہ بنائیں گے۔ امیر المومنین علی نے جواب دیا میں اس کو ثقہ نہیں سمجھتا اُس نے میری رفاقت ترک کر دی، لوگوں کو میرے ساتھ واقعہ جمل میں جانے سے روکا مجھ سے متنفر ہو کر بھاگا۔ پھر بھی میں نے ایک ماہ کے بعد اُسے امن دی۔ میں اس کو حکم ہرگز نہ بناؤں گا۔ البتہ ابن عباس کو میں اپنی طرف سے منتخب کر سکتا ہوں۔ اشعث اور اس کے ہمراہی کہنے لگے ابن عباس تمھارے عزیز ہیں ہم ان کو حکم نہ بنائیں گے۔ ہم ایسے شخص کو حکم مقرر کرنا چاہتے ہیں۔ جس کا تعلق تمھارے اور معاویہ کے ساتھ یکساں ہو۔ امیر المومنین بولے اچھا اشتر تو میرا عزیز نہیں ہے۔ اشعث نے کہا۔ کیا اشتر کے سوا روئے زمین پر اور کوئی شخص نہیں ملتا۔ امیر المومنین نے جواب دیا۔ پھر کیا سوائے ابو موسیٰ کے اور کسی کو حکم نہ بناؤ گے۔ اشعث اور ان کے ہمراہی کہنے لگے نہیں! اس کو رسول اللہ صلعم کی صحبت نصیب ہوئی ہے اور اشتر اس سے محروم ہے۔

حکم کا انتخاب

امیر المومنین علی ان مباحث سے تنگ ہو گئے۔ مجبور ہو کر ارشاد کیا۔ اچھا جو چاہو اور جو تمھاری سمجھ میں آئے کرو الغرض حاضرین نے ابو موسیٰ کو بلوایا ابو موسیٰ نے اس وقت لڑائی موقوف کر دی تھی۔ لوگوں نے اُن سے کہا کہ فریقین میں مصالحت ہو گئی۔ ابو موسیٰ بولے الحمد للہ پھر کہا گیا کہ تم حکم مقرر کیے گئے۔ اس پر ابو موسیٰ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور لشکر کی طرف آئے احنف بن قیس نے امیر المومنین سے یہ خواہش ظاہر کی کہ مجھ کو بھی ابو موسیٰ کے ساتھ حکم بنائیے۔ لیکن لوگوں نے اس سے مخالفت کی۔

تحکیم کا عہد نامہ

امیر المومنین علی ابن ابی طالبؓ کے لشکر میں یہ قصہ پیش تھا کہ عمرو بن العاص امیر المومنین حضرت علیؓ کے پاس اقرار نامہ لکھنے کو حاضر ہوئے۔ کاتب نے بسم اللہ کے بعد لکھا۔ ھذا ما تقاضیٰ علیہ امیر المومنین۔ عمرو بن العاص نے جھٹ قلم پکڑ لیا۔ کہنے لگا یہ ہمارے امیر نہیں ہیں تمھارے امیر ہوں تو ہوں۔

احنف:۔ اس لفظ کو محو نہ کرو مجھے اس کے محو کرنے سے بدفالی کا خیال ہوتا ہے۔

اشعث:۔ امیر المومنین کا لفظ ضرور محو کر دو۔

امیر المومنین:۔ اللہ اکبر صلح حدیبیہ میں بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا تھا۔ کفار نے رسول اللہ صلعم کے اسم مبارک کے ساتھ رسول اللہ کو نہیں لکھنے دیا تھا۔ کیوں عمرو بن العاص اس واقعہ میں تم بھی ایسا ہی چاہتے ہو۔

عمرو بن العاص:۔ سبحان اللہ آپ کفار سے ہماری تشبیہ دیتے ہیں حالانکہ ہم لوگ مومن ہیں۔

امیرالمومنین:۔ اے ابن النابغہ تو کب فاسقین کا ولی اور مومنین کا دشمن نہ تھا۔

عمرو بن العاص:۔ خدا کرے آج کے بعد پھر تمہاری صورت دیکھنے کی نوبت نہ آئے۔

امیرالمومنین:۔ میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری مجلس تجھ سے اور تجھ ایسے لوگوں سے ہمیشہ پاک رکھے۔ عمرو بن العاص یہ سن کر خاموش ہو گئے اور کاتب نے لکھنا شروع کیا۔

هذا ما تقاضی علی ابن ابی طالب و معاویة بن ابی سفیان - قاضی علی علیٰ اهل الکوفة ومن معهم و معاویة علیٰ اهل شام ومن معهم انا ننزل عند حکم الله وکتابه وان لا یجمع بیننا غیره وان کتاب الله بیننا من فاتحته الی خاتمته نحیی ما احیا ونمیت ما امات فما وجد الحکمان فی کتاب الله وهما ابوموسیٰ عبدالله قیس وعمرو بن العاص عملا به وما لم یجدا ه فی کتاب الله فالسنة العادلة الجامعة غیر المفرقة۔

یہ وہ تحریر ہے جس کو علی ابن ابی طالب اور معاویہ بن ابی سفیان نے باہم بطور اقرار نامہ کے لکھا ہے علی نے اہل کوفہ اور ان لوگوں کی طرف سے جو اُن کے ہمراہ تھے حکم مقرر کیا اور معاویہ نے اہلِ شام اور ان لوگوں کی جانب سے جو اُن کے ہمراہ ہیں حکم مقرر کیا بے شک ہم لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی کتاب کو منحصر علیہ قرار دیتے ہیں اور اس امر کا اقرار کرتے ہیں کہ سوائے اس کے دوسرے کو کوئی دخل نہ ہوگا اور قرآن مجید شروع سے اخیر تک ہمارے درمیان میں ہے۔ ہم زندہ کریں گے اس کو جس کو اُس نے زندہ کیا اور ماریں گے اس کو جس کو اس نے مارا ہے پس جو کچھ حکمتیں کتاب اللہ میں پائیں اس پر عمل کریں اور وہ حکم ابوموسیٰ عبداللہ بن قیس اور عمرو بن العاص ہیں اور جو کتاب اللہ میں نہ پائیں تو سنت عادلہ جامعہ غیر مختلف فیہا پر عمل کریں۔

معاہدہ پر دستخط حکمین نے بعد تحریر اقرار نامہ امیرالمومنین علی، امیر معاویہ بن ابی سفیان اور اُن کے لشکریوں سے اس امر کا عہد و پیمان لیا کہ حکمین کو ان کی جانوں اور اہل و عیال کو امن دیا جائے اور امت مرحومہ پر یہ فرض ہے کہ جو فیصلہ کریں اس کے نفاذ پر اعانت و مدد کرے اور حکمین پر یہ واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر سمجھ کر صحیح کتاب اللہ کے موجب فیصلہ کریں اور امتِ مرحومہ کو لڑائی و فساد اور تفرقہ میں نہ ڈالیں اگرچہ میعاد فیصلہ کی رمضان تک ہے۔ لیکن حکمین کو اختیار ہے کہ اس کے بعد جب چاہیں فیصلہ کریں اور مقام فیصلہ ایسا ہو جو کہ مابین اہل کوفہ و اہل شام کے نصف پر واقع ہو۔

ان شرائط کے طے ہو جانے پر اہل عراق اور اہل شام کے سربرآوردہ لوگوں سے

دستخط[1] کیے۔ لیکن اشتر نے دستخط کرنے سے انکار کیا۔ اشعث مصر ہوئے۔ اشتر نے سختی سے جواب دینا شروع کیا دونوں آدمیوں میں سخت وسست گفتگو ہونے لگی۔ یہ وثیقہ تیرہ صفر ۳۷ھ کو لکھا گیا اور یہ رائے قرار پائی۔ کہ امیر المومنین علی مقام دومتہ الجندل یا اذرح میں حکمین کے پاس وقت فیصلہ ماہ رمضان میں موجود رہیں۔

حضرت علیؓ کی مراجعت

اس وثیقہ کی تحریر کے بعد چند لوگ امیر المومنین علیؓ کے پاس آئے اور ان کو جنگ کرنے کی رائے دی، آپ نے فرمایا صلح کے بعد جنگ کرنا اور اقرار کرنے کے بعد پھر جانا مناسب نہیں ہے۔ لوگ یہ جواب سُن کر خاموش ہو گئے۔ فریقین صفین سے واپسی کی تیاریاں کرنے لگے امیر المومنین علیؓ صفین سے مع اپنے لشکر کے کوفہ کو روانہ ہوئے حروریہ نے واپسی سے اختلاف کیا۔ تقرر حکمین سے بیزاری ظاہر کی اور امیر المومنین علیؓ سے علیحدہ ہو کر دوسری راہ کو اختیار کیا۔ اثنار راہ میں امیر المومنین علیؓ کی خباب بن الارت کی قبر پر نظر پڑی آپ نے دریافت فرمایا یہ کس کی قبر ہے؟ کسی نے جواب دیا خباب بن الارت کی قبر ہے جن کا آپ کی روانگی کے بعد انتقال ہوا۔ امیر المومنین علیؓ یہ سُن کر ٹھہر گئے اور ان کے حق میں دعا کی۔ بعد ازاں روانہ ہو کر کوفہ میں داخل ہوئے۔ ایک مکان سے رونے کی آواز سنائی دی۔ استفسار سے معلوم ہوا کہ مقتولین کے ورثار رو رہے ہیں آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اُن لوگوں پر رحم کرے۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ جو لوگ میرے ساتھ کے صفین میں کام آئے۔ شہید ہوئے ہیں غرض لوگوں کو تسلی وتشفی دیتے ہوئے قصر خلافت میں داخل ہوئے۔

خوارج کی علیحدگی

خوارج آپ سے علیحدہ ہو کر حرورا کی طرف آئے جیسا کہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں اور وہیں بارہ ہزار کی جمعیت سے قیام کیا۔ امیر جنگ شبث بن ربعی التمیمی اور عبداللہ بن الکوا الیشکری کو امام نماز مقرر کیا گیا۔ پھر منادی نے ندا کی کہ بیعت اللہ عزوجل کی ہے نیک کاموں کا حکم کرنا بُرے کاموں سے بچانا ہمارا فرض ہے۔ فتح کے بعد شوریٰ سے کل کام انجام دیا جائے گا۔ شیعان امیر المومنین علیؓ نے کہا کہ ہماری گردنوں میں امیر المومنین حضرت علیؓ کی بیعت ہے جس کے وہ دوست ہوں گے ہم بھی اُس کے دوست ہیں جس کے وہ مخالف ہوں گے ہم بھی اس کی مخالفت کریں گے۔ خوارج بولے۔ کیا خوب! تم لوگوں نے علیؓ کی بیعت کی جس سے تم پر فرض ہو گیا کہ جس کے وہ دوست ہوں تم بھی اس کے دوست ہو اور جس کے وہ

---

[1] امیر المومنین علیؓ کی طرف سے اشعث بن قیس، سعد بن قیس ہمدانی، ورقاء بن سمی البجلی، عبداللہ ابن فحل العجلی، حجر بن عدی کندی، عبداللہ بن الطفیل عامری، عقبہ بن زیاد حضرمی، یزید بن حجیہ تمیمی، مالک بن کعب ہمدانی، اور معاویہ کی طرف سے ابو الاعور، حبیب بن سلمہ، زمل ابن عمرو عذری، حمزہ بن مالک ہمدانی، عبد الرحمٰن بن خالد مخزومی، سبیع بن یزید انصاری، عتبہ بن ابی سفیان اور یزید بن الحر عبسی نے اقرار نامہ پر دستخط کیے تھے۔

دشمن ہوں تم بھی اس کی دشمنی کرو۔ اور اہل شام نے جس کو دوست رکھا اس کی بیعت کی اور علیؓ کی بیعت کو مکروہ جانا۔ پس ہمارے نزدیک تم دونوں حق سے منزلوں دور ہو۔ زیاد بن النصر نے جواب دیا واللہ ہم نے علی کی بیعت کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلعم پر کی ہے۔ لیکن جب تم لوگوں نے ان کی مخالفت کی تو شیعیان امیر المومنین علی نے کہنا شروع کیا۔ جس کے وہ دوست ہیں ہم بھی اس کے دوست ہیں اور جس کے وہ مخالف ہیں ہم بھی اس کے مخالف ہیں اور درحقیقت ہمارا اعتقاد یہی ہے اور یہ حق و راست ہے اور جو اس کا مخالف ہے وہ خود گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے۔

خوارج کو اتحاد کی دعوت

اس کے بعد امیر المومنین علیؓ نے عبداللہ بن عباس کو خوارج کے پاس بھیجا اور یہ ہدایت کر دی کہ جب تک میں نہ آؤں اُس وقت تک اعتراضات کے جوابات دینے میں عجلت نہ کرنا۔ لیکن عبداللہ بن عباس جس وقت خوارج کے پاس پہنچے اور خوارج نے اپنے خیالات ظاہر کرنا شروع کئے۔ عبداللہ بن عباس سے صبر نہ ہو سکا بول پڑے تم لوگ تقرر حکم پر کیوں حرف گیری کرتے ہو اللہ جل شانہ نے جب کہ تقرر حکم کا زوجین (میاں اور بیوی) میں بحالت منازعت حکم دیا ہے تو امت مرحومہ کے نزاعات میں حکم مقرر کرنا بہت زیادہ مناسب ہے۔ خوارج نے جواب دیا جس چیز میں اللہ جل شانہ نے اپنے بندوں کو اختیار دیا ہے اس میں وہ مختار ہیں اور جس کا حکم اس نے خود صادر فرمایا ہے اس میں بندوں کو چون وچرا کرنے کا مطلق اختیار نہیں ہے اور نہ اس میں قیاس ورائے کو کچھ دخل ہے۔ مسئلہ مبحوث عنہ میں رائے وقیاس کو کچھ دخل نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ جل شانہ نے حکم دے دیا ہے جیسا کہ زانی اور چور کی سزائیں مقرر کر دی ہیں اس میں کسی کو کمی بیشی کا اختیار نہیں ہے۔ ابن عباس بولے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یحکم بہ ذوا عدل منکم تم میں سے جو صاحب عدل ہوں وہ حکم بنائے جائیں خوارج نے جواباً کہا کیا خوب! یہ حکم تو صید و زوجین کا ہے مسلمانوں کا خون اس میں داخل نہیں ہے ابھی کل کا ذکر ہے کہ عمرو بن العاص سے ہم لوگ لڑ رہے تھے۔ پس اگر وہ گروہ عادل ہے تو اس سے لڑائی کیوں کی گئی اور اگر عادل نہیں ہے تو اس کا حکم بنانا کیا معنی اور اس کا فیصلہ کیسے حق پر مبنی ہو سکتا ہے۔ تم نے معاویہ اور ان کے ہمراہیوں کی بابتہ آدمیوں کو حکم مقرر کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی بابت حکم صادر فرمایا ہے کہ اس سے لڑو یہاں تک کہ وہ اپنی رائے سے رجوع کرے تم نے اس سے عہد و پیمان کر لیا اور لطف یہ ہے کہ لکھا پڑھی بھی ہو گئی اور اللہ جل شانہ نے مسلمانوں اور اہل حرب سے بعد نزول سورۂ برأت اس سلسلے کو منقطع کر دیا ہے۔ یہ باتیں ہنوز تمام نہ ہوتی تھیں کہ امیر المومنین علی نے یہ معلوم کر کے کہ خوارج پر یزید بن قیس کا زیادہ اثر ہے اس کے خیمے میں آئے، دو رکعت نماز پڑھی۔ بعد ازاں یزید بن

قیس کو اصفہان و رے کی حکومت سپرد کر کے اس جلسہ کی طرف تشریف لائے۔ جہاں پر خوارج اور ابن عباس سے بحث و مناظرہ ہو رہا تھا۔

خوارج کی اطاعت

آپ نے خوارج سے خطاب کر کے ارشاد کیا۔ تمہارا مشیر اور سردار کون ہے خوارج نے جواب دیا۔ ابن الکوار۔ آپ نے فرمایا بیعت کر کے پھر اس سے خروج کرنے کا کیا سبب ہے خوارج نے کہا۔ جنگ میں تمہارے بے جا تحکم کی وجہ سے۔ آپ نے کہا کہ میں تم کو اللہ تعالیٰ کی قسم دلا کر کہتا ہوں کیا تم نہیں جانتے کہ وہ میری رائے نہ تھی بلکہ تمہاری رائے تھی۔ بایں ہمہ میں نے حَکَمین سے یہ عہد لے لیا ہے کہ قرآن شریف کے مطابق فیصلہ کریں گے۔ پس اگر ان لوگوں نے ایسا ہی کیا تو کوئی نقصان نہیں ہے اور اگر مخالفت کی تو ہم اس کے پابند نہ ہوں گے اور ہم ان کے فیصلے سے بری اور بیزار ہیں خوارج بولے کیوں صاحب مسلمانوں کی خونریزی میں حکم مقرر کرنے کے کیا معنی اور اس میں حکم مقرر کرنا عدل ہے امیر المومنین نے جواب دیا ہم نے آدمیوں کو حکم نہیں بنایا بلکہ قرآن شریف کو حکم بنایا ہے مگر یہ کہ وہ بولتا نہیں ہے۔ بولنے والے آدمی ہی ہیں۔ اس پر خوارج نے مدت مقرر کرنے کا اعتراض پیش کیا۔ امیر المومنین نے ارشاد کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ شاید اللہ تعالیٰ زمانہ صلح میں امت مرحومہ کا اختلاف باہمی دفع کر دے۔ خوارج کے دل کو اس تقریر سے ایک گونہ تسکین ہو گئی اور انھوں نے امیر المومنین علی کی رائے سردست پسند کر لی۔ آپ نے پھر اُن سے مخاطب ہو کر فرمایا چلو شہر میں قیام کرو۔ چھ مہینہ تک ٹھہرے رہنا۔ جب مال و اسباب جمع ہو جائے گا تو پھر اپنے دشمنوں کی طرف خروج کریں گے۔ چنانچہ سب کے سب امیر المومنین علی کے ساتھ شہر میں داخل ہو گئے۔

حضرت علی کا حضرت عمرو بن العاص کو پیغام

جس وقت میعاد مقررہ قریب اختتام کو پہنچی اور حکمین کے جمع ہونے کا زمانہ آیا تو امیر المومنین علیؓ نے ابو موسیٰ اشعری کو چار سو آدمیوں کے ہمراہ روانہ کیا۔ شریح بن ہانی الحارثی کو ان کی سرداری پر اور عبداللہ بن عباس کو امامت پر مامور فرمایا۔ روانگی کے وقت شریح بن ہانی سے ارشاد کیا کہ عمرو بن العاص سے میری طرف سے کہہ دینا کہ راستی اختیار کرو ایک دن تم کو مرنا ہے اور احکم الحاکمین کے روبرو جانا ہے پس جب شریح نے عمرو بن العاص کو امیر المومنین کا پیام پہنچایا تو عمرو بن العاص غصہ سے سُرخ ہو کر بولے تم کو مجھے مشورہ دینے کا کیا حق ہے۔ شریح نے جواب دیا تجھ کو کون امر سید المسلمین امیر المومنین کی نصیحت قبول کرنے سے روک رہا ہے عمرو بن العاص نے اس کا جواب درشتی سے دیا اور ان کی نصیحتوں پر مطلق توجہ نہ کی اور اپنی رائے پر عمل کیا۔ معاویہ نے چار سو شامیوں کی جمعیت سے عمرو بن العاص کو روانہ کیا تھا۔

حکمین کا اجتماع حکمین نے مع اپنے ہمراہیوں کے مقام اذرح (مضافات دومۃ الجندل) میں قیام اختیار کیا۔ عمرو بن العاص کے ہمراہی، ہمراہیان ابن عباس سے زیادہ مطیع اور فرماں بردار تھے۔ جب کبھی معاویہ کا کوئی خط آتا تھا تو عمرو بن العاص سے اس کے مضامین کو دریافت نہ کرتے تھے۔ لیکن اہل عراق ابن عباس سے امیر المومنین علی کے خطوط کے مضامین کو پوچھتے اور بایں ہمہ ان کو اخفائے مضامین کے ساتھ متہم بھی کرتے تھے حکمین کے ساتھ مجلس حکم میں عبداللہ بن عمرؓ عبدالرحمٰن بن ابی بکر، عبداللہ بن زبیر، عبدالرحمٰن بن الحرث بن ہشام عبدالرحمٰن بن عبدیغوث زہری، ابو جہم بن حذیفہ عدوی۔ مغیرہ بن شعبہ سعد بن ابی وقاصؓ[1] موجود تھے۔

حکمین کی گفتگو عمرو بن العاص نے کہا اے ابوموسیٰ تم جانتے ہو کہ عثمانؓ ظلماً شہید کئے گئے ہیں اور معاویہ ان کے یک جدی ولی اور وارث ہیں۔ ابوموسیٰ نے کہا ہاں پھر عمرو بن العاص بولے۔ پس کون امر تم کو اُن کی خلافت سے روکتا ہے حالانکہ وہ قبیلہ قریش سے ہیں جیسا کہ تم جانتے ہو اگرچہ سابق الاسلام نہیں ہیں لیکن ان میں سیاست اور ملک داری کا مادہ بہت زیادہ ہے اور وہ ام المومنین ام حبیبہؓ زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی ہیں اس سے زیادہ قریب قرابت اور کیا ہو سکتی ہے اور مدتوں رسول اللہ صلعم کے کاتب رہے ہیں اور شرف صحبت سے بھی ممتاز ہوئے ہیں۔ سلسلۂ گفتگو میں کہا اگر تم میری رائے سے موافقت کرو گے اور معاویہؓ کو امارت کی کرسی پر متمکن کرو گے تو جس شہر کی حکومت تم پسند کرو گے فوراً دی جائے گی۔

ابوموسیٰ اے عمرو! اللہ سے ڈرو اور یہ جان رکھو کہ امارت وخلافت، سیاست وملک داری کی وجہ سے نہیں دی جاتی۔ اگر ایسا ہوتا تو آل ابرہہ بن الصباح زیادہ اس کے مستحق تھے بلکہ دین داری، تقویٰ وایمان داری کے لحاظ سے امیر وخلیفہ مقرر کیا جاتا ہے اور اگر شرافت قریش کا پاس کیا جائے تو بھی علی ابن ابی طالب اس کے زیادہ مستحق ہیں باقی رہا تمہارا یہ کہنا کہ چونکہ معاویہ خون عثمانؓ کے طالب ہیں اس وجہ سے ان کو امارت دی جائے تو میں اس کو بھی نہیں پسند کرتا کہ مہاجرین سابقین اسلام کو چھوڑ کر امارت معاویہ کو دی جائے اور تمہارا یہ کہنا کہ اگر معاویہ کو امیر بناؤ گے تو تم کو حکومت دی جائے گی تو اس کی نسبت میں یہ کہتا ہوں کہ واللہ اگر معاویہ مجھ کو اپنی کل حکومت وسلطنت دینے کو کہیں تو بھی میں ہرگز اس کو امیر وخلیفہ نہ بناؤں گا اور میں اللہ

---

[1] مورخین نے سعد بن ابی وقاص کی حاضری میں اختلاف کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاص مجلس حکم میں آئے تھے اور یہیں سے احرام باندھ کر چلے گئے تھے۔ منہ رحمۃ اللہ علیہ۔

تعالیٰ کے کاموں میں رشوت نہیں لیتا۔ بہتر ہوگا کہ عبداللہ بن عمر کو حاکم بناؤ۔

عمرو بن العاص:۔ تم کو میرے لڑکے کے والی مقرر کرنے میں کیا عذر ہے؟ تم اس کی حالت وصلاحیت وفضیلت سے بخوبی واقف ہو۔

ابوموسیٰ:۔ "تمہارا لڑکا ضرور نیک اور سچا تھا۔ لیکن تم نے اس کو بھی تو اس فتنہ میں مبتلا کر رکھا ہے۔

عمرو بن العاص:۔ یہ کام تو ایسے شخص کو سپرد کرنا چاہیے کہ جس کے دانت نہ ہوں جس سے وہ کھاتا پیتا ہو۔

ابوموسیٰ اور عمرو بن العاص میں اسی قسم کی گفتگو ہو رہی تھی، عبداللہ بن عمر خاموش، سکوت کے عالم میں آنکھیں بند کئے بیٹھے تھے۔ عبداللہ ابن الزبیر ان کے سامنے بیٹھے تھے' ابن الزبیر منشاء گفتگو سمجھ گئے عبداللہ بن عمر کو ذرا چونکا دیا' ابن عمر چلا اٹھے واللہ میں اس معاملے میں رشوت ہرگز نہ لوں گا" ابوموسیٰ نے کہا "اے ابن العاص! عرب نے بعد جدال وقتال اپنی قسمت کا فیصلہ تمہارے ہاتھ میں دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے اس کو پھر فتنے میں نہ ڈالو۔

عمرو بن العاص:۔ تم پہلے اپنی رائے ظاہر کرو تمہارا کیا مقصد ہے؟

فیصلہ کا اعلان

ابوموسیٰ:۔ میرے نزدیک مناسب یہ ہے کہ ان دونوں شخصوں کو ہم لوگ معزول کر دیں اور اس کام کو عام مسلمانوں کے سپرد کر دیں جس کو وہ چاہیں مشورہ کرکے امیر مقرر کریں۔

حضرت عمرو بن العاص

عمرو بن العاص یہ سن کر اچھل پڑے، بہت خوشی سے اس رائے کو پسند کیا دونوں آدمی ایک ساتھ باہر آئے ایک جم غفیر فیصلہ سننے کو موجود تھا عمرو بن العاص نے ابوموسیٰ سے کہا چونکہ آپ کو رسول اللہ صلعم کی صحبت نصیب ہوتی ہے اور مجھ سے آپ سن رسیدہ ہیں مناسب ہوگا کہ آپ پہلے کھڑے ہو کر اس امر کو بیان فرما دیجئے جس پر ہم نے اور آپ نے اتفاق کیا ہے: ابوموسیٰ بیچارے دنیا کے داؤ پیچ سے واقف نہ تھے سادگی کے ساتھ اٹھے اور لوگوں کو مخاطب کرکے کہا "ہم لوگ ایسے امر پر متفق ہوئے ہیں عجب نہیں کہ اللہ جل شانہ اس کے ذریعہ سے امت مرحومہ میں صلح کرا دے' ابوموسیٰ اس قدر کہنے پائے تھے کہ ابن عباس نے قطع کلام کرکے کہا "واللہ مجھے شبہ ہوتا ہے کہ تمہیں دھوکا دیا جائے گا اگر فی الواقع تم لوگوں نے کسی امر پر اتفاق کر لیا ہے تو اسی کو (یعنی عمرو بن العاص کو) پہلے تقریر کرنے دو" ابوموسیٰ نے کچھ توجہ نہ کی' ابن عباس خاموش ہو گئے۔ پھر ابوموسیٰ بولے "اے لوگو! ہم لوگوں نے بہت کچھ غور وخوض کیا لیکن سوائے اس کے جس پر ہم نے اتفاق کیا ہے۔ اور کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ ہم اور عمرو بن العاص دونوں علی اور معاویہ کو معزول کر دیں اور مسلمانوں کو اختیار دیں کہ جس کو وہ چاہیں متفق ہو کر خلیفہ بنائیں چنانچہ میں نے علی اور معاویہ کو معزول کر دیا۔ پس تم جس کو لائق سمجھو اس کو خلیفہ بناؤ" اس تقریر کے ختم ہوتے ہی عمرو بن العاص

نے کھڑے ہو کر کہا "حاضرین جلسہ تم لوگ گواہ رہنا (ابوموسیٰ کی طرف اشارہ کر کے) کہ اس شخص نے اپنے رفیق (علیؓ) کو معزول کر دیا ہے اور بے شک میں بھی اس کو معزول کرتا ہوں جیسا کہ اس نے معزول کیا ہے اور معاویہ کو معزول نہیں کرتا اور اسی کو امیر المسلمین تسلیم کرتا ہوں کیونکہ وہ عثمان ابن عفان مظلوم کا ولی ہے اور وہ اس کا قائم مقام ہونے کا مستحق ہے"۔

حکمین میں تلخ کلامی

ابن عباس اور سعد ابوموسیٰ کو ملامت کرنے لگے ابوموسیٰ نے معذرت کی "میں کیا کروں مجھے عمرو بن العاص نے دھوکا دیا! اقرار کر کے مکر گیا"۔ پھر عمرو بن العاص سے مخاطب ہو کر کہا "اللہ تجھے ہدایت دے تو نے مجھ سے اقرار کر کے بدعہدی کی تیری مثال بعینہ اس کتے کی ہے جو ایک بار کسی چیز کو پکڑ لیتا ہے پھر دوبارہ اُس کو چھوڑ دیتا ہے"۔ عمرو بن العاص نے جواب دیا "تو مثل گدھے کے ہے جو باربرداری کرتا ہے"۔ شریح بن ہانی نے عمرو بن العاص پر تلوار چلائی عمرو بن العاص نے جواب ترکی بترکی دیا لوگ درمیان میں پڑ گئے۔ قصہ طول نہ کھینچنے پایا رفع دفع ہو گیا۔

سب و شتم کا آغاز

ابوموسیٰ مجلس حکم سے نکل کر مکہ چلے گئے اور عمرو بن العاص مع اہل شام، شام کی طرف واپس ہوئے معاویہ سے کل ماجرا بیان کر کے خلافت سپرد کر دی ابن عباس اور شریح امیر المومنین علی کی خدمت میں آئے اور کل واقعہ بیان کیا امیر المومنین علیؓ نماز میں قنوت پڑھنے اور بددعا[1] کرنے لگے۔ اللھم العن معاویۃ وعمرواً وحبیباً وعبد الرحمٰن ابن مخلد والضحاک بن قیس والولید وابا الاعور۔ معاویہ کو جب اس کی خبر لگی تو وہ بھی حضرت علیؓ وابن عباس وحسن وحسین واشتر پر لعن کرنے لگے۔

---

[1] ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں اس واقعہ کی تردید کی ہے اور صاف صاف لکھا ہے۔ ان ھذا لم یصح اور علامہ نصر نے لکھا ہے کہ اگر یہ دعا ایک حد تک صحیح مان بھی لی جائے تو غالباً بغیر لعن کی تھی حقیقت میں یہ امر خلاف شان جناب امیر علیہ السلام معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کی طرح سے بیٹھے ہوئے حریف کو کوسا کریں۔ کہیں ارفع ہے۔ میرے خیال میں جہاں تک مجھے تفحص سے معلوم ہوا ہے یہ ہے کہ نہ تو امیر المومنین علیؓ نے معاویہ پر لعن کیا اور نہ معاویہ نے جناب موصوف پر، یہ لوگوں کا حاشیہ ہے۔ واللہ اعلم۔

باب ۲۲

خوارج اور جنگ نہروان

خوارج کا گستاخانہ رویہ امیر المومنین علیؓ جس وقت ابوموسیٰ کو حکم بنا کر روانہ کرنے لگے زرعہ ابن البرح الطائی اور حرقوص بن زہیر سعدی، خوارج کی طرف سے آپ کی خدمت میں آئے اور کہا اے علیؓ! تم اپنے گناہ سے توبہ کرو اور اپنے قول و اقرار سے، جو تم نے معاویہؓ کے ساتھ کیا ہے پھر جاؤ اور ہمارے ساتھ ہمارے دشمنوں کی طرف لڑنے کو چلو، جب تک ہماری جان باقی ہے ہم اُن سے جنگ کریں گے۔"

امیر المومنین:۔ میرا یہی قصد تھا لیکن تم نے اس کی مخالفت کی اور اب تو ہم اقرار نامہ لکھ چکے ہیں اس کے خلاف نہیں کر سکتے۔

حرقوص:۔ یہی تو گناہ ہے جس کی بابت ہم توبہ کرنے کو کہتے ہیں۔

امیر المومنین:۔ یہ گناہ نہیں ہے۔ یہ رائے کی لغزش ہے۔

زرعہ:۔ اے علیؓ۔ اگر تم آدمیوں کے حکم کو نہ چھوڑو گے اور توبہ نہ کرو گے تو ہم تم سے محض اللہ کی مرضی حاصل کرنے کو لڑیں گے۔

امیر المومنین:۔ تف ہے تجھ پر۔ کیا تو نے مجھے مردہ سمجھ لیا ہے کہ مجھ پر تو جس قدر چاہے گا دباؤ ڈالے گا، جا میں اپنے قول سے نہیں پھر سکتا اگرچہ ایسا ہی ہو۔" حرقوص اور زرعہ اُٹھے اور لاحکم الا اللہ لاحکم الا اللہ۔ چلاتے ہوئے اپنے فرودگاہ پر چلے آئے۔

اس واقعہ کے بعد ایک روز امیر المومنین علی، مسجد میں خطبہ پڑھ رہے تھے خوارج نے مسجد کے ایک گوشہ سے چلا کر کہا لاحکم الا للہ۔ آپ نے فرمایا اللہ اکبر کلمہ حق سے اظہار باطل کا کرتے ہیں پھر دوبارہ خطبہ دینے لگے تو خوارج نے پھر ایسا ہی کہا آپ نے فرمایا یہ تیسرا موقع ہے، تم ہمارے ساتھ ہی

برتاؤ کر رہے ہو، نہ ہم تم کو مساجد میں آنے سے روکتے ہیں کہ وہاں آکر اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کرو اور نہ ہم نے تم کو مالِ غنیمت سے روکا جب تک ہمارے ساتھ تھے برابر دیتے رہے اور نہ اب تم سے اس وقت تک ہم لڑیں گے جب تک تم ہم سے مخالفت نہ کرو گے اور تمہارے معاملہ میں اللہ تعالیٰ کے حکم کو دیکھیں گے کہ کیا فیصلہ کرتا ہے۔

خوارج کی سرکشی

امیر المومنین علی یہ کہہ کر قصر امارت میں چلے آئے اور خوارج مسجد سے نکل کر عبداللہ بن وہب راسبی کے خیمہ میں گئے اس نے ان کو سمجھایا بجھایا اور بعض پہاڑیوں کی طرف نکل جانے کی رائے دی اس سبب سے کہ امیر المومنین علیؓ ان شہروں کے حاکم تھے۔ حرقوص بن زہیر نے اس سے اتفاق کیا۔ حمزہ بن سنان اسدی نے کہا "تمہاری جو رائے ہے وہ نہایت موزوں ہے لیکن یہ ضروری امر ہے کہ کسی کو تم اپنا امیر بنالو اور اس کے ہاتھ میں اپنا علم دو" خوارج نے زید بن حصین الطائی کو پھر حرقوص زہیر اور شریح بن اوفی عبسی کو یکے بعد دیگرے امارت کے لئے نامزد کیا۔ لیکن ان لوگوں نے انکار کیا تب عبداللہ بن وہب سے کہا گیا اس نے قبول کر لیا۔ چنانچہ ۱۰ر شوال ۳۸ھ کو خوارج نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ بعد ازاں شریح کے پاس مشورے کی غرض سے جمع ہوئے۔ عبداللہ بن وہب نے کہا تم لوگ ہمارے ساتھ ایسے شہر میں چلو جہاں پر ہم اللہ کے حکم کو جاری کر سکیں کیونکہ ہم لوگ اہل حق ہیں شریح بولا "مداین چلو ہم اس پر بآسانی قبضہ کر لیں گے اور وہاں کے رہنے والوں کو دم بھر میں نکال دیں گے اور وہاں سے اپنے بھائیوں کو خط و کتابت کر کے بلا لیں گے جو بصرے میں ہیں۔ زید بن حصین نے رائے دی کہ اگر تم لوگ جمع ہو کر نکلو گے تو عجب نہیں ہے کہ تمہارا تعاقب کیا جائے۔ مناسب ہے کہ متفرق طور پر نکلو اور مداین نہ جاؤ بلکہ نہروان کے پل کی جانب چلو اور وہاں سے اپنے بھائیوں کو خط کے ذریعہ سے بلا لو۔ عبداللہ بن وہب نے اس رائے سے اتفاق کیا اور اسی پر عمل درآمد ہوا۔

خوارج کی روانگی

اس کارروائی کے بعد خوارج نے روانگی کا عزم کیا شب جمعہ اور جمعہ کو پورے دن عبادت میں مصروف رہے۔ شنبہ کے روز ایک ایک، دو دو، پانچ پانچ، دس دس بیس بیس روانہ ہوئے۔ انہیں لوگوں کے ہمراہ طرفہ بن عدی بن حاتم بھی روانہ ہوا اس کا بیچارہ بڈھا باپ عدی بن حاتم مداین تک پیچھا کرتا گیا لیکن واپس نہ لا سکا واپسی کے وقت عبداللہ بن وہب مقام ساباط میں بیس سواروں کی جمعیت سے ملا اور عدی غریب کے قتل کا قصد کیا۔ قبیلہ طے کے بعض آدمیوں نے جو اس کے ہمراہ تھے اس فعل سے باز رکھا۔

کرخ کی لڑائی

خوارج کی روانگی کے بعد امیر المومنین علی نے سعد بن مسعود گورنر مداین کو ان کے روک تھام

کو لکھا چنانچہ سعد بن مسعود نے اپنے برادر زادہ کو اپنا نائب مقرر کر کے پانچ سو سواروں سے خوارج کا راستہ روکا خوارج نے اس راستہ کو چھوڑ کر بغداد کا رُخ کیا۔ سعد بن مسعود یہ سُن کر ان کے تعاقب میں روانہ ہوئے اور نہایت تیزی سے طے مسافت کر کے شام کے وقت مقام کرخ میں خوارج کو پکڑ لیا' اتنے میں عبداللہ بن وہب مع سواروں کی جمعیت سے پہنچ گیا۔ لڑائی شروع ہو گئی۔ سعد بن مسعود کے ہمراہیوں نے کہا کہ جب تک امیرالمومنین علیؓ کا کوئی حکم جنگ کی بابت نہ آئے جنگ نہ کرنا۔ سعد نے اس پر توجہ نہ کی برابر لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ رات ہو گئی فریقین نے مجبور ہو کر لڑائی بند کر دی۔ عبداللہ بن وہب دریائے دجلہ عبور کر کے اپنے رفیقوں سے جا ملا اور ان کے ہمراہ نہروان کی طرف روانہ ہوا۔

خوارج کا بصرہ سے خروج

خوارج بصرہ نے پانچ سو کی جمعیت سے بسر کردگی مشعر بن فدکی تمیمی' بصرہ سے خروج کیا' ابن عباس کے حکم سے ابوالاسود الدولی نے تعاقب کیا دجلہ کے بڑے پل پر مقابلہ ہوا عصر کے بعد سے عشا کے وقت تک لڑائی ہوتی رہی جب رات کی تاریکی نے حملہ آوروں کی نظر سے ایک دوسرے کو چھپا دیا تو لڑائی خود بخود بند ہو گئی اور مشعر بن فدکی مع اپنے ہمراہیوں کے دجلہ عبور کر کے نہروان میں عبداللہ بن وہب سے جا ملا۔

حضرت علیؓ کا شام پر فوج کشی کا فیصلہ

امیرالمومنین حضرت علی کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اپنے لشکریوں سے خوارج کی جنگ پر دوبارہ بیعت لی۔ پھر حکمین کے فیصلے کا خیال آ گیا جو شاق و ناگوار گذر رہا تھا۔ آپ نے ایک خطبہ دیا جس میں بعد حمد و درود اور نصائح و پند کے بیان فرمایا "اے لوگو! آگاہ ہو کہ حکمین نے قرآن کے حکم کو چھوڑ کر اپنی خواہش کی اتباع کی اور دونوں نے فیصلہ کرنے میں اختلاف کیا اور دونوں راہ راست سے علیحدہ رہے۔ پس اس حکم و فیصلے سے اللہ اور اس کا رسول ؐ اور صلحاء امت بری ہیں لہٰذا تم لوگ شام پر حملہ کرنے کی تیاری کرو"۔

خوارج کو دعوت اتحاد

خطبہ دینے کے بعد خوارج کے پاس نہروان میں ایک فرمان بھیجا جس میں اس خطبہ کا مضمون تھا اور ان کو اہل شام پر حملہ کرنے کو ابھارا تھا اور صاف الفاظ میں یہ لکھ دیا تھا نحن علی الامر الاول الذی کنا علیه (ہم اسی پہلی رائے پر ہیں جس پر اس سے پیشتر تھے یعنی اہل شام سے جنگ کریں گے) خوارج نے جواب لکھا "تم نے بوقت تقرر حکمین اللہ تعالیٰ کا پاس نہ کیا اور اب اپنے نفس کی اتباع سے لڑنے کو کہتے ہو' پس اگر تم اپنے کافر ہونے کا اقرار کرو اور توبہ کرو تو ہم تمہارے ساتھ ہیں ورنہ ہم تم سے لڑنے کو تیار ہیں"۔

شام پر حملہ کی تیاری

امیرالمومنین علی کو اس خط کے پڑھنے سے ناامیدی ہو گئی۔ لیکن اُن کو زیادہ

خطرناک تصور نہ کر کے شام پر حملہ کرنے کا قصد کیا، لوگوں کو برابر جنگ کی ترغیب دیتے رہے، ابن عباس کو لشکرگاہ بجیلہ سے فوج مرتب و مہیا کرنے کو لکھا۔ انھوں نے ایک ہزار پانچ سو جنگ آور بسرگروہی احنف بن قیس جمع و مرتب کیا پھر دوبارہ ابن عباس نے لوگوں کو جمع کر کے امیرالمومنین علیؓ کا فرمان پڑھا اور یہ بیان کیا کہ بڑے افسوس کا مقام ہے کہ تم لوگ ساٹھ ہزار ہو جس میں صرف ایک ہزار پانچ سو نے جنگ پر آمادگی ظاہر کی ہے۔ اس قلیل تعداد کو میں کیا بھیجوں" اس فقرے کے تمام ہوتے ہی ایک ہزار چھ سو آدمیوں نے سینہ سپر ہو کر کہا ہم جنگ پر جانے کو تیار ہیں۔ پس ابن عباس نے ان کو حارثہ بن قدامہ سعدی کے ساتھ روانہ کیا چنانچہ احنف و حارثہ تین ہزار ایک سو کی جمعیت سے امیرالمومنین علی کی خدمت میں حاضر ہوئے امیرالمومنین علی نے اہل کوفہ کو جمع کر کے خطبہ دیا جس میں اہل بصرہ کی امداد کا حال بیان کیا بعدازاں نہایت نرم الفاظ میں پند و نصیحت کر کے ارشاد کیا "تم لوگ میرے معاون و مددگار رہو مناسب ہے کہ ہر سردار اپنے گروہ اور قبیلہ کی ایک فہرست تیار کر کے پیش کرے کہ ان میں کس قدر جنگ آور ہیں" سعد بن قیس ہمدانی، معقل بن قیس، عدی بن حاتم، زیاد بن حفصہ، حجر بن عدی، اور بڑے بڑے سرداروں، رئیسوں نے بسر و چشم اس حکم کی تعمیل کی اور کسی متنفس کو جو قابل جنگ تھا باقی نہ چھوڑا۔ فہرست تیار ہونے پر معلوم ہوا کہ چالیس ہزار نبرد آزما تجربہ کار، سترہ ہزار نو عمر، آٹھ ہزار غلام میدان جنگ میں جا سکتے ہیں۔ علاوہ ان کے تین ہزار ایک سو سپاہی بصرے کے تھے۔

حضرت عبداللہؓ بن خباب کی شہادت

اس کے بعد امیرالمومنین علی نے یہ خبر پا کر کہ لوگ جنگ خوارج کو مقدم سمجھتے ہیں ارشاد کیا "اہل شام پر فوج کشی زیادہ ضروری ہے کیونکہ انھوں نے تم سے مقابلہ کیا۔ برابر لڑتے رہے اور ان کا مقصود یہ ہے کہ وہ بزور و جبر بادشاہ بن جائیں اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اپنا غلام بنائیں" لوگوں نے اس رائے کو پسند کیا اور متفق ہو کر بولے "ہم آپ کے ہمراہ ہیں جہاں اور جس طرف مناسب سمجھئے رخ کیجئے" ہنوز امیرالمومنین علی اہل شام کی طرف روانہ نہ ہوئے تھے کہ یہ خبر پہنچی کہ خوارج بصرہ اور عبداللہ بن خباب صحابی سے نہروان کے قریب اتفاقاً ملاقات ہو گئی۔ صاحب سلامت کے بعد جب خوارج کو معلوم ہوا کہ یہ بزرگ عبداللہ بن خباب ہیں تو انھوں نے ابوبکر و عمر کی نسبت سوال کیا "کیسے تھے"؟ عبداللہ بن خباب نے کہا "وہ دونوں بہت اچھے تھے پھر اول اور آخر زمانہ خلافت عثمان بن عفان کی بابت دریافت کیا۔ جواب دیا از اول تا آخر حق جو، حق پسند تھے۔ پھر علیؓ کی بابت حکم مقرر کرنے کے قبل اور بعد دریافت کیا۔ جواب دیا وہ تم لوگوں سے زیادہ اللہ کے حکم کو سمجھنے اور جاننے والے اور دین حق پر چلنے والے ہیں، خوارج جھلا کر بولے "تم شخصیت کی پرستش کرتے ہو اور ان کے کارناموں کی وجہ سے ان کو اچھا کہتے ہو" یہ کہہ کر ان کو ذبح کر ڈالا، ان کی بیوی اور تین عورتوں کا جو قبیلہ طے کی تھیں پیٹ پھاڑ ڈالا

امیر المومنین علی کو اس سے سخت صدمہ ہوا۔ آپ نے اُسی وقت بغرض تحقیق حال حرث بن مرۃ العبدی کو روانہ کیا خوارج نے ان کو بھی مار ڈالا اب لشکریوں نے متفق ہو کر گذارش کی، ہم کیسے ان خوارج کو چھوڑ کر اہل شام کی طرف بڑھیں اور ان کے مکر و فریب سے اپنے مال و اسباب اور اہل و عیال سے کیسے بے خوف و بے فکر ہو جائیں ان کی لڑائی کو ہم اہل شام کی لڑائی پر مقدم کرنا چاہتے ہیں" اشعث بن قیس نے اس قول کی تائید کی۔

خوارج سے اتمام حجت

پس امیر المومنین حضرت علی نے اس رائے کو پسند فرمایا اور جنگ شام ملتوی کر کے خوارج کی طرف بڑھے۔ خوارج کے لشکر کے قریب پہنچ کر کہلا بھیجا کہ ہمارے بھائیوں کے قاتلوں کو ہمارے حوالے کر دو۔ ہم قصاص لے کر اور تم کو چھوڑ کر اہل مغرب (شام) پر حملہ آور ہوں گے اور تم سے اس وقت تک جنگ نہ کریں گے جب تک ہم شام کی جنگ سے واپس نہ آئیں گے۔ شاید اللہ تعالیٰ اس اثناء میں تم کو راہ راست کی ہدایت کر دے" خوارج نے جواب دیا" ہم سب نے مل کر ان کو مارا ہے اور ہم سب تمہارے خون اور ان کے خون کو مباح سمجھتے ہیں"۔ اس کے بعد قیس بن سعد بن عبادہ اور ابو ایوب انصاری نے یکے بعد دیگرے ان لوگوں کو وعظ و پند کیا۔ پھر خود امیر المومنین علیؓ نے خشونت آمیز الفاظ میں ان لوگوں کو سمجھایا ان کی رائے کی غلطی ظاہر کی اور حکمین کی نسبت فرمایا کہ چونکہ انھوں نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلعم کے خلاف حکم دیا ہے اس وجہ سے ہم نے ان کے فیصلہ کو منظور نہیں کیا اور ہم اپنے اُسی خیال پر ہیں جو اس سے پیشتر تھا علاوہ بریں حکمین کے مقرر کرنے پر تو تم ہی لوگوں نے زیادہ زور دیا تھا خیر جو کچھ ہوا سو ہوا اب تم لوگ ہمارے ساتھ چلو اور دشمنوں سے لڑو" خوارج نے کہا بے شک ہم لوگوں نے حکم کے مقرر کرنے میں غلطی کی اللہ و رسول کے حکم کے خلاف کیا۔ کافر ہوئے لیکن توبہ کر کے پھر مسلمان ہو گئے۔ پس اگر تم بھی توبہ کرو تو ہم تمہارے ساتھ ہیں اور اگر اس سے انکار کرو گے تو ہم تمہاری مخالفت کریں گے۔ امیر المومنین حضرت علیؓ نے ارشاد کیا میں کیسے اپنے کو کافر کہوں، حالانکہ میں مومن ہوں، ہجرت کی، خدا کی راہ میں جہاد کیا۔ خوارج نے جب اس کا کچھ جواب نہ دیا تو امیر المومنین حضرت علیؓ واپس آئے۔

جنگ نہروان

بعض کہتے ہیں کہ جب امیر المومنین علیؓ نے خوارج کو خشونت آمیز لہجے میں سمجھایا ان کو اُن غریبوں کے قتل کرنے پر ملامت کی تو خوارج نے چلا کر اپنی جماعت سے کہا اس سے (علی سے) باتیں نہ کرو اللہ سے ملنے کو دوڑو (یعنی جنگ کرو) امیر المومنین علیؓ یہ سُن کر واپس آئے۔ پھر خوارج نے پل عبور کرنے کا قصد کیا۔ امیر المومنین حضرت علیؓ آپہنچے، میمنہ پر حجر بن عدی، میسرہ پر شبث بن ربعی، سواروں پر معقل بن قیس، پیادوں پر ابو ایوب، اور اہل مدینہ پر ابو قتادہ تھے جن کی تعداد سات سو یا آٹھ سو تھی قیس بن سعد بن عبادہ بھی اسی جماعت میں تھے خوارج کے لشکر پر اس تفصیل سے سردار تھے۔ میمنہ پر زید بن حصین الطائی

میسرہ پر شریح بن اوفی العبسی، سواروں پر حمزہ بن سنان اسدی پیادوں پر حرقوص بن زہیر، امیرالمومنین علیؓ نے امان کا علم ابوایوب کو مرحمت فرمایا ابوایوب نے آپ کے ارشاد کے مطابق پکار کر کہا جو شخص بلا جنگ کئے آئے گا۔ اُس کو امان دی جائے گی اور جو شخص معترض نہ ہوگا اُس کو بھی امان دی جائے گی اور جو شخص کوفہ یا مدائن کی طرف لوٹ جائے گا وہ بھی مامون ہوگا فروۃ بن نوفل اشجعی یہ سنتے ہی پانچ سو سواروں کو لے کر خوارج سے علیحدہ ہوگیا دسکرہ میں جاکر قیام پذیر ہوا اور کچھ لوگ کوفہ چلے گئے اور کچھ لوگ امیرالمومنین علیؓ کے لشکر میں آ گئے۔ ان سب کی تعداد تقریباً چار ہزار تھی ان لوگوں کے علیحدہ ہونے سے خوارج کے گروہ میں صرف ایک ہزار آٹھ سو آدمی باقی رہ گئے۔

خوارج کی شکست

امیرالمومنین علیؓ نے اُن پر حملہ کیا اُن کی جماعت منتشر ہوگئی میمنہ اور میسرہ کی ترتیب جاتی رہی پریشان ہو کر ادھر اُدھر بھاگنے لگے تیراندازوں نے تیرباری شروع کردی سواروں نے دونوں جانب میمنہ و میسرہ سے گھیر کر بھاگنے نہ دیا پیادوں نے تلواریں نیام سے کھینچ لیں اور ایک ساعت میں سب کو ڈھیر کردیا اس طرح پر کہ گویا اُن سے کہہ دیا کہ تم لوگ مرجاؤ اور وہ مر گئے۔ عبداللہ بن وہب، زید بن حصین، حرقوص بن زہیر عبداللہ بن شجرہ، شریح بن اوفی نامی گرامی سردار مارے گئے، مال اسباب سامان جنگ اور مویشیاں لوٹ لئے گئے اور مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے گئے، البتہ خوارج کے غلاموں اور عورتوں کو واپس کر دیا۔ عدی بن حاتم نے اپنے لڑکے طرفہ اور چند آدمیوں کو دفن کرنے کا قصد کیا۔ امیرالمومنین علیؓ نے منع فرمایا اور کامیابی کے بعد اس مقام سے کوچ کر گئے، آپؓ کے ہمراہیوں میں سے صرف سات آدمی کام آئے۔

حضرت علیؓ کی کوفہ کو مراجعت

جنگ نہروان سے فارغ ہونے کے بعد امیرالمومنین علی نے جنگ شام کی تیاری شروع کی اشعث بن قیس نے حاضر ہو کر گذارش کی "فوج تھک جانے اور زخموں کی وجہ سے کوفہ واپس چلنے کی درخواست کرتی ہے تاکہ تھوڑے دنوں آرام کر کے کمال مردانگی و مستعدی سے دشمنوں پر حملہ کریں اور شاید اس اثناء میں ہماری تعداد بھی بڑھ جائے، امیرالمومنین علیؓ نے یہ درخواست منظور نہ کی لیکن شام کی طرف بھی نہ روانہ ہوئے بلکہ کوفہ کی طرف مراجعت کی مقام نخیلہ میں پہنچ کر قیام کیا اور حکم صادر فرمایا کہ کوئی شخص اپنے مکان پر نہ جائے جب تک دشمنوں کی طرف خروج کر کے فتحیاب نہ ہو جائے، اس حکم کی تعمیل پورے طور سے نہ کی گئی بہتیرے لشکرگاہ چھوڑ کر اپنے مکان چلے گئے امیرالمومنین علیؓ ان لوگوں کے پاس کوفہ آئے دوبارہ لڑائی کی ترغیب دی۔ بمعدودے چند آدمیوں نے مستعدی ظاہر کی پھر چند روز ٹھہر کر ان کے سرداروں اور رئیسوں کو طلب کر کے ان کی رائے دریافت کی اور تاخیر کرنے کی وجہ استفسار کی۔ اُن لوگوں میں سے نہایت کم آدمیوں نے شام پر فوج کشی پر آمادگی ظاہر کی، امیرالمومنین علیؓ کا چہرہ اس سے سُرخ ہوگیا ملول خاطر اٹھے خطبہ دیا پُرزور تقریر کی۔ اُن کے فرائض سے اُن کو مطلع کیا فضیحت فضیحت بہت کچھ کی لیکن کسی کے کان پر جوں تک نہ رینگی، بت کی طرح خاموش بیٹھے رہے۔

مصر پر عمرو بن العاصؓ کا قبضہ اشتر کی وفات

اس سے پیشتر ہم لکھ آئے ہیں کہ اطراف مصر میں ہوا خواہانِ امیر المومنین عثمانؓ بن عفان، معاویہ بن خدیج سکونی کے پاس جمع ہو گئے تھے محمد بن ابی بکر گورنر مصر نے فسطاط سے ایک لشکر بسر کردگی ابن مضاہم مجمع منتشر کرنے کو روانہ کیا۔ معاویہ بن خدیج نے شکست دی اور اُس کے سردار ابن مضاہم کو مار ڈالا اس چھیڑ چھاڑ سے مصر میں شورش پیدا ہو گئی۔ لوگ چاروں طرف سے محمد بن ابی بکر پر ٹوٹ پڑے امیر المومنین علی کو یہ خبر معلوم ہوئی۔ آپ نے صفین کے واقعہ کے بعد اُشتر کو لکھ بھیجا کہ جزیرہ میں کسی کو اپنا نائب مقرر کر کے مصر فوراً چلے جاؤ، تمہارے سوا کوئی شخص مصر کی اصلاح کی قابلیت نہیں رکھتا۔ معاویہ کو اس خبر سے مصر کے قبضے سے نا اُمیدی ہو گئی کیونکہ اشتر کی سیاسی چالوں سے معاویہ کو واقفیت تھی اتفاق پیش آیا کہ اشتر کوچ اور قیام کرتا جو نہی قلزم کے افسر مال کے پاس پہنچا اشتر کا انتقال ہو گیا۔ کہا جاتا ہے کہ معاویہ کی سازش سے حاکم خراج قلزم نے اُشتر کو زہر دیا تھا۔ طمع یہ دلائی گئی تھی کہ خراج معاف کر دیا جائے گا لیکن یہ دور از قیاس اور خلاف واقعہ روایت ہے۔

محمد بن بکر کا اظہار طاعت

محمد بن ابی بکر کو بھی اشتر کا حاکم مصر ہو کر آنا شاق تھا اور اس وجہ سے دل کشیدہ ہو گئے تھے۔ جب اُشتر کے انتقال کی خبر امیر المومنین علیؓ کو پہنچی تو آپ نے انا للہ پڑھ کر اُس کے حق میں دعائے مغفرت کی اور محمد بن ابی بکر کو معذرت کا خط لکھا کہ میں نے اشتر کو حاکم مصر اس وجہ سے نہیں مقرر کیا تھا کہ تمہاری طرف سے مجھے کچھ بدظنی تھی بلکہ اس کی سیاست دانی اور کار آزمودہ ہونے کی وجہ سے میں نے مصر کی گورنری دی تھی۔ لیکن اتفاق سے اس نے سفر آخرت اختیار کیا۔ ہم اس سے بے حد خوش تھے اللہ تعالیٰ بھی اس سے راضی ہو اور اس کو ثواب دو چند عطا کرے۔ تم کو لازم ہے کہ تم دشمنوں کے مقابلہ پر صبر و تحمل سے کام لو اور ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف حکمت اور نصیحت نیک سے بلاؤ اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرو اور اُس سے مدد کے خواہاں رہو وہ تمہارے اہم امور میں مددگار اور جس کا ہم نے تم کو والی بنایا ہے اُس کا معین ہو گا" محمد بن ابی بکر نے جواب لکھا کہ میں آپ کے حکم کا مطیع اور آپ کی رائے کا پابند ہوں اور جو شخص آپ کا مخالف ہو گا اُس سے جنگ کرنے کو تیار ہوں۔

مصر فتح کرنے کا منصوبہ

قصہ مختصر جب حکمین نے فیصلہ کر دیا، اہل عراق امیر المومنین حضرت علی کے مخالف ہو گئے اور اہل شام نے خلافت معاویہ کی بیعت کر لی تو معاویہ نے مصر کو اس کی زرخیزی اور سرسبزی کی وجہ سے اپنے ممالک محروسہ میں داخل کرنے کا قصد کیا مشورہ کی غرض سے ابو الاعور السلمی، حبیب بن سلمہ، بشر ابن ارطاۃ، ضحاک بن قیس، عبدالرحمٰن بن خالد بن الولید اور شرجیل بن السمط، کو بلایا عمرو بن العاص نے کہا کہ کسی کار آزمودہ شخص کو مصر پر فوج کشی کا حکم دے دو۔ معاویہ بولے "مناسب یہ ہے کہ فوج کشی سے پہلے ہم ہوا خواہان عثمانؓ بن عفان سے خط و کتابت کر کے اپنا ہم آہنگ بنائیں اور دشمنوں سے صلح کا نامہ و پیام کر کے لڑائی سے ڈرائیں۔ بعد ازاں میدان کارزار میں برسر جنگ آئیں"

پھر عمرو بن العاص سے مخاطب ہو کر کہا اے ابن العاص! تمہاری عجلت میں اللہ تعالیٰ برکت دیتا ہے بہتر ہوگا کہ تم مصر کا رخ کرو، عمرو بن العاص نے جواب دیا "تمہارے نزدیک جو مناسب ہو کرو لیکن میرا خیال یہ ہے کہ مصر پر بغیر جنگ قبضہ نہ حاصل ہوگا۔

عمرو بن العاصؓ کی روانگی

جلسہ برخاست ہونے کے بعد معاویہ نے معاویہ بن خدیج اور مسلمہ بن مخلد کو خط لکھا۔ امیر المومنین علیؓ کی مخالفت کرنے پر شکر گزاری ظاہر کی، ان کو امیر المومنین کی مخالفت پر ابھارا اور امیر المومنین عثمان بن عفان کے معاوضہ خون طلب کرنے پر قایم رہنے کی تاکید کی، معاویہ اور مسلمہ خط پا کر بہت خوش ہوئے، معاویہ سے مدد طلب کی، معاویہ نے اپنے ارباب شوریٰ کو جمع کیا لوگوں نے عمرو بن العاص کی طرف اشارہ کیا چنانچہ معاویہ نے عمرو بن العاص کو چھ ہزار کی جمعیت سے مصر روانہ کیا اور روانگی کے وقت ترک عجلت اور آسانی اختیار کرنے کی ہدایت کی۔

جنگ کا آغاز

عمرو بن العاص لشکر شام لئے مصر کے قریب پہنچ کر ایک میدان میں مقیم ہوئے ہوا خواہان عثمانؓ آکر جمع ہو گئے، عمرو بن العاص نے اپنا خط معاویہ کے خط کے ساتھ محمد بن ابی بکر کے پاس بھیجا اپنے آنے اور سخت جنگ کی دھمکی دی، محمد بن ابی بکر نے ایک عرض داشت کے ساتھ ان دونوں خطوں کو دربار خلافت میں بھیج دیا امیر المومنین علیؓ نے لشکر و امداد بھیجنے کا وعدہ کیا اور نہایت استقلال و صبر سے لڑائی شروع کرنے کا حکم دیا چنانچہ محمد بن ابی بکر نے میدان لیا دو ہزار کی جمعیت سے کنانہ بن بشر کو حملہ کرنے کا حکم دیا، معاویہ بن خدیج نے عمرو بن خدیج کو بسر افسری سواران شام کنانہ کے روک تھام کو بھیجا۔

کنانہ اور محمد بن ابی بکر کا انجام

سواران شام نے کنانہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا جنگ شروع ہو گئی کنانہ گھبرا کر پیادہ پا ہو کر لڑنے لگا اور لڑتے لڑتے کام آ گیا یہ خبر محمد بن ابی بکر تک پہنچی ان کے ہمراہی لشکر شام کے خوف سے علیحدہ ہو گئے محمد بن ابی بکر میدان جنگ سے بھاگ کر ایک ویران کھنڈر میں جا چھپے ابن خدیج نے پہنچ کر گرفتار کر لیا اور پابہ زنجیر فسطاط لائے۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکر نے اپنے بھائی کی سفارش کی لیکن عمرو بن العاص نے سماعت نہ کی۔ محمد بن ابی بکر نے پانی مانگا ابن خدیج نے اس بدلے میں کہ امیر المومنین عثمانؓ کو محمد اور ان کے ہمراہیوں نے پانی نہیں دیا تھا ان کو بھی پانی نہ دیا اور ایک مردار گدھے کی کھال میں بھر کر جلا دیا۔ بعض کا بیان ہے کہ جس وقت محمد بن ابی بکر کو شکست ہوئی اور جبلہ بن مسروق کے مکان پر جا کر چھپے۔ معاویہ بن خدیج نے مع اپنے ہمراہیوں کے پہنچ کر محاصرہ کیا۔ محمد بن ابی بکر جوش مردانگی میں مکان سے نکل کر میدان میں آئے اور لڑ کر راہ آخرت اختیار کی۔

مالک بن کعب کی شام کو روانگی اور واپسی

آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ امیر المومنین علیؓ نے محمد بن ابی بکر کو جنگ کرنے کو لکھا تھا اور امداد بھیجنے کا وعدہ کیا تھا چنانچہ جناب موصوف

نے لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیا، لوگوں کو اہل شام کی جنگ پر اُبھارا اور یہ ارشاد کیا کہ ہم کل صبح جرعہ کی طرف روانہ ہوں گے تم لوگ بھی وہیں آجانا چنانچہ آپ کوفہ سے صبح کو جرعہ روانہ ہوئے دوپہر کے وقت پہنچے قیام کیا شام تک انتظار کرتے رہے مگر ایک شخص بھی نہ آیا۔ بعد غروب آفتاب واپس آئے شرفا۔ کو جمع کر کے نصیحت و فضیحت کی معاویہ کی لڑائی پر دوبارہ اُبھارا۔ مالک بن کعب الارحبی نے دو ہزار آدمیوں کو تیار کر کے کہا "ہم آپ کے دشمنوں سے لڑنے کو تیار ہیں" امیر المومنین علی نے فرمایا اچھا جاؤ۔ لیکن مجھے یہ امید نہیں ہے کہ تم محمد بن ابی بکر کی مدد پر پہنچ سکو گے مالک بن کعب نے تھوڑا ہی راستہ طے کیا ہوگا کہ حجاج بن عرفہ انصاری سے ملاقات ہوگئی (یہ مصر سے آرہے تھے) انھوں نے محمد کے مارے جانے کا واقعہ بتلایا اس کے بعد عبدالرحمٰن ابن شبیب فزاری جناب امیر کی خدمت میں حاضر ہوئے جو شام میں مخبری کی خدمت پر مامور تھے انھوں نے محمد کے قتل اور عمرو بن العاص کے مصر پر قبضہ کرنے کے مفصل واقعات بتلائے۔ امیر المومنین علیؑ کو سخت صدمہ ہوا اور آپ نے اُسی وقت مالک بن کعب کو مع لشکر جو مصر کو جا رہا تھا واپس بلا لیا بعد ازاں لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیا، مصر کی سرگذشت بیان کی اور ان کو سستی، غفلت پر ملامت کرتے ہوئے ارشاد کیا کہ یہ تمہاری غفلت و کاہلی کا نتیجہ تھا کہ مصر ہاتھ سے جاتا رہا۔ (یہ واقعہ ۳۸ھ کا ہے)

ابن حضرمی کی بصرہ میں آمد

فتح مصر کے بعد معاویہ نے عبداللہ بن الحضرمی کو بصرہ روانہ کیا اور یہ ہدایت کی کہ ازد کی تالیف قلوب کرنا ربیعہ سے علیحدہ رہنا اس وجہ سے کہ وہ علی ابن ابی طالب کے طرف دار و ہوا خواہ ہیں اہل بصرہ بوجہ واقعہ جمل امیر المومنین علی سے کشیدہ خاطر تھے اور وہ بھی معاویہ کی طرح، عثمانؓ بن عفان کے خون کا معاوضہ طلب کر رہے تھے۔ ابن حضرمی، معاویہ سے رخصت ہو کر بصرہ پہنچے بنی تمیم میں فروکش ہوئے ان دنوں ابن عباس، بصرے کی گورنری پر تھے۔ لیکن زیاد کو اپنا نائب بنا کر کسی ضرورت سے امیر المومنین علیؓ کے پاس چلے گئے تھے۔ ابن حضرمی کے آنے کی خبر سن کر کل ہوا خواہان عثمان بن عفان آکر جمع ہو گئے ابن حضرمی بعد حمد و نعت کے لوگوں کو خون عثمان کے معاوضہ طلب کرنے پر ابھارنے لگے ضحاک بن قیس ہلالی نے قطع کلام کر کے کہا "اللہ تجھے سمجھے! تو یہ کیا کہہ رہا ہے کیا تو ہم کو اتفاق کے بعد تفریق جماعت اور موت کی طرف بلاتا ہے تاکہ معاویہ امیر ہو" عبداللہ بن حازم اسلمی نے ترش رو ہو کر ضحاک سے کہا چپ ہو جا! تو اس کے کہنے کے لائق نہیں ہے، پھر ابن الحضرمی سے مخاطب ہو کر کہا "ہم تمہارے معین و مددگار ہیں تمہارا قول قابل قبول و عمل ہے تم بے خوف معاویہ کا خط پڑھو" اس پر ابن الحضرمی نے معاویہ کا خط نکال کر پڑھنا شروع کیا جس میں عثمان بن عفان کے فضائل اور اُن کے انتظامات کی خوبیاں لکھی تھیں اور اہل بصرہ کو خون عثمان کے معاوضہ طلب کرنے پر اُبھارا تھا اور ان کو وظایف بڑھانے کا لالچ دی تھی "ابن الحضرمی جب خط پڑھ چکے تو احنف بن قیس نے کھڑے ہو کر کہا "میں اس رائے سے اختلاف کرتا ہوں" عمر بن مرحوم چلا اٹھے "اے لوگو جماعت سے علیحدہ نہ ہو امیر المومنین علیؓ کی بیعت نہ توڑو" عباس بن حجر بولے "میں ابن الحضرمی

کا معین و مددگار ہوں ثمنی بن مخزمہ نے ابن الحضرمی کو مخاطب کر کے کہا تم ابن حجر کی پشت پناہی پر نازاں نہ ہو، بہتر ہے کہ جہاں سے آئے ہو واپس جاؤ، ابن الحضرمی نے صبرہ بن ازدی سے خطاب کر کے کہا کیا تم میری مدد نہ کرو گے؟ جواب دیا اگر تم میرے یہاں آ جاؤ گے تو میں ضرور مدد کروں گا۔

ابن حضرمی کا انجام

زیادؓ نے جو ابن عباس کی نیابت میں امیر بصرہ تھا، یہ رنگ ڈھنگ دیکھ کر فتنہ ہونے سے ڈرا یا حصین بن المنذر، مالک بن مسمع اور سرداران بکر بن وائل کو بلا کر ابن الحضرمی کے آنے اور جلسہ عام کرنے کا ماجرا بیان کیا اور ابن الحضرمی کو تا صدور حکم امیر المومنین علی اس فعل سے باز رکھنے کو کہا حصین نے اس امر کو منظور کر لیا لیکن مالک بن مسمع نے حیلہ وحوالہ سے ٹالنا چاہا اس وجہ سے کہ اس کا میلان طبع بنی امیہ کی طرف تھا زیاد نے گھبرا کر صبرہ بن شیمان کے پاس کہلا بھیجا کہ مجھ کو اور بیت المال کو اپنے امان میں لے لو صبرہ نے کہا "بہتر! بشرطیکہ تم اس کو میرے گھر اٹھا لاؤ" زیاد نے بیت المال اور منبر صبرہ کے گھر پر لے جا کر رکھا اور اسی کی قوم کی مسجد میں جمعہ پڑھنے لگے اور تالیف قلوب کر کے انھیں لوگوں سے ایک لشکر مرتب کر لیا بعد اس کی اطلاع امیر المومنین علیؓ کو بھیج دی، آپ نے اعین بن صبیعہ کو یہ ہدایت کر کے روانہ کیا کہ جس طرح ممکن ہو تمیم اور ابن الحضرمی میں نفاق ڈال دو اور جو شخص اس کی مخالفت کرے اس سے بے تامل لڑو غرض اعین بن صبیعہ نے بصرہ پہنچ کر تمیم کو ابن الحضرمی سے علیحدہ کرنے کی کوشش کی ابن الحضرمی کے ہمراہی مخالف ہو گئے۔ ایک دن یا دو دن لڑائی ہوتی رہی، ابن الحضرمی کو شکست ہوئی بعض لوگوں نے مکر و فریب سے بلا کر مار ڈالا بیان کیا جاتا ہے کہ ابن الحضرمی کو خوارج نے قتل کیا تھا۔

زیاد کا فارس کی امارت پر تقرر

جس وقت ابن الحضرمی بصرہ میں مارے گئے اور امیر المومنین کی بابت لوگوں میں اختلاف بدستور قائم رہا تو اہل عجم نے (۳۹ھ میں) اپنے گورنر سہیل بن حنیف کو نکال دیا امیر المومنین علی نے لوگوں سے مشورہ کیا جاریہ بن قدامہ نے گزارش کی "زیاد کو فارس کا عامل بنا کر بھیجیے" آپ نے اس سے اتفاق کر کے ابن عباس کو حکم دیا کہ بسرکردگی ایک لشکر عظیم زیاد کو فارس کی طرف روانہ کرو چنانچہ زیاد ایک لشکر جرار لے کر فارس کی طرف بڑھا ایرانیوں میں سے بعض نے مقابلہ کیا کچھ لوگ مارے گئے کچھ بھاگ گئے جو باقی رہے انھوں نے اطاعت قبول کر لی بعد ازاں زیاد نے کرمان کا قصد کیا اور اس کو بھی بزور تیغ مطیع کیا اور ایرانیوں کے جوش کو جو دودھ کے ابال کی طرح اٹھا تھا اپنی آب دار تیغ سے بجھا کر اصطخر میں آ کر قلعہ موسومہ زیاد میں قیام پذیر ہوا۔

حضرت علیؓ سے حضرت ابن عباس کی علیحدگی

۴۰ھ میں عبداللہ بن عباس، امیر المومنین علی سے ناراض ہو گئے علیحدہ ہو کر مکہ چلے گئے یہ ناگوار واقعہ اس طرح پیش آیا کہ ایک روز عبداللہ بن عباس ابوالاسود کی طرف ہو کر گذرے اور کسی امر پر ناراض ہو کر جھڑک دیا ابوالاسود نے امیر المومنین علیؓ کو شکایت لکھی کہ عبداللہ بن عباس نے جو مال ان کے قبضہ میں تھا بلا اطلاع و اجازت دربار خلافت صرف کر ڈالا ہے۔ امیر المومنین علی نے ابوالاسود کو شکریہ کا خط لکھا اور ابن عباس کو لکھا "مجھ سے شکایت کی گئی ہے کہ تم نے بیت المال کا روپیہ خرچ کر ڈالا ہے۔ میں نے

شکایت کنندہ کا نام بخوف فتنہ ابھی ظاہر نہیں کیا، تم یہ لکھو کہ یہ واقعہ کہاں تک صحیح ہے"۔ ابن عباس نے جواب لکھا کہ "جو خبر آپ کو پہنچی ہے وہ محض غلط اور بے بنیاد ہے میں نے جس مال کو صرف کیا ہے اس کا میں مالک و محافظ ہوں"۔ امیر المومنین علیؓ نے دوبارہ لکھا کہ اچھا تم یہ بتاؤ کہ تم نے کیا پایا اور کیسے پایا اور کہاں سے پایا ہے اور کہاں رکھا ہے"۔ ابن عباس نے جواب بھیجا "میں آپ کے مطلب کو سمجھ گیا میں ایسی گورنری نہیں کرنا چاہتا جس کو آپ مناسب سمجھئے بھیج دیجئے اور یہ مال جو میں نے صرف کیا ہے وہ میرا ہے اور مجھے اس کے خرچ کرنے کا حق حاصل ہے" ابن عباس یہ جواب لکھ کر مع مال و اسباب مکہ روانہ ہو گئے۔ اہل بصرہ نے مال چھیننے کی غرض سے تعاقب کیا، قیس نے للکار کر کہا "ابن عباس تک کوئی نہ پہنچ سکے گا جب تک ہم میں ایک آنکھ بھی دیکھنے والی باقی رہے گی"۔ صبرہ بن شیمان نے اپنی قوم سے کہا کہ قیس ہمارے بھائی ہیں اور ان کا پاس و لحاظ، مال کے لینے سے بہتر ہے آؤ ہم لوگ بصرہ لوٹ چلیں۔ صبرہ بن شیمان کے واپس ہوتے ہی بکر اور عبد القیس بھی واپس ہوتے۔ بنو تمیم کے چند لوگوں نے تعرض کیا، دو دو چار چار ہاتھ چلے لیکن احنف نے درمیان میں پڑ کر لڑائی بند کرا دی اور ان کو اپنے ہمراہ بصرہ واپس لایا۔

حضرت علیؓ کی شہادت

۴۰ھ میں ۱۷ یا ۱۱ رمضان المبارک یا ربیع الثانی میں امیر المومنین علیؓ شہید کیے گئے۔ روایت اول بہ نسبت پچھلی روایتوں کے صحیح ہے۔ امیر المومنین حضرت علیؓ کے شہید کیے جانے کا یہ سبب ہوا کہ جنگ نہروان کے البقیۃ السیف خوارج عبداللہ بن ملجم مرادی، برک بن عبداللہ تمیمی (اس کو حجاج بھی کہتے تھے) اور عمرو بن بکر تمیمی سعدی حجاز میں ایک مقام پر اکٹھا ہو کر علماء اور امراء اسلام کے معایب بیان کرنے لگے۔ نہروان کے مقتولوں پر افسوس ظاہر کیا بہت دیر تک خاموش اور مغموم بیٹھے رہے پھر ان میں سے ایک نے مہر سکوت توڑ کر کہا "کاش ہم لوگ اپنی جانوں پر کھیل کر ائمۃ الضلال (سرداران گمراہی) کو مار ڈالتے تو بہت اچھا ہوتا مسلمان ان کے ظلم کے ہاتھوں نجات پا جاتے" ابن ملجم (یہ مصر کا رہنے والا تھا) بولا "میں علی کے لئے کافی ہوں" برک نے کہا "میں معاویہ کا کام تمام کر دوں گا" عمرو بن بکر تمیمی نے عمرو بن العاص کے قتل کا بیڑا اٹھایا۔ اس کے بعد سب نے یہ عہد و پیمان کیا کہ جب تک ہر شخص ائمۃ الضلال کو نہ مارے واپس نہ آئے یا وہیں مر جائے اور یہ کام ۱۷ تاریخ رمضان المبارک کو نماز فجر کے وقت انجام دیا جائے۔

ابن ملجم اور شبیب بن شجرہ

چنانچہ اس اقرار و عہد کے مطابق ابن ملجم کوفہ آیا اپنے دوستوں سے ملا لیکن اپنے راز کو کسی پر ظاہر نہ کیا پھر شبیب بن شجرہ اشجعی کے پاس گیا، اپنے قصد سے واقف کیا۔ اعانت کی درخواست کی۔ شبیب نے کہا "تیری ماں مر جائے! تو کیسے ان کو شہید کرنے پر قادر ہو گا"۔ ابن ملجم نے جواب دیا "نماز فجر کے قبل مسجد میں چھپ کر بیٹھ جاؤں گا جس وقت وہ (امیر المومنین علیؓ) مسجد میں آئیں گے میں فوراً حملہ کر دوں گا پس اگر میں نے ان کو مار ڈالا اور بچ کر نکل گیا تو فبہا ورنہ شہادت نصیب ہو گی۔ لوگ ان کے ظلم کے ہاتھ سے نجات پا جائیں گے"۔ شبیب نے کہا "تف ہو تجھ پر! تو ایسے شخص کو مارنے آیا ہے جو سابق الاسلام اور سب لوگوں سے افضل ہے"۔ ابن ملجم نے جواب دیا

کیا خوب! کیا انھوں نے جنگ نہروان میں نیک بندوں کو قتل نہیں کیا؟ شبیب نے کہا "ہاں" پھر ابن ملجم نے کہا "ہم اس کو انھیں مقتولوں کے عوض قتل کیا چاہتے ہیں" شبیب ان فقروں میں آگیا اور اس کا ہم آہنگ بن گیا۔

اس واقعہ کے بعد ابن ملجم کی نظر ایک حسین عورت پر پڑی۔ جو قبیلہ تمیم رباب کی تھی جس کے باپ، بھائی جنگ نہروان میں مارے گئے تھے ابن ملجم اس کو دیکھکر فریفتہ ہوگیا نکاح کا پیام دیا عورت نے اس شرط سے منظور کیا کہ ایک غلام اور ایک لونڈی مہر میں دو اور امیر المومنین علی کو شہید کر ڈالو۔ ابن ملجم نے کہا "علی کا قتل کرنا تو کچھ مشکل نہیں ہے میں اسی غرض سے آیا ہوں، البتہ پہلی دو شرطوں میں مجھے کلام ہے اور وہ شاید مجھ سے ادا نہ ہوسکیں، عورت نے کہا بہتر! تم اسی پچھلی شرط کو پورا کرو اگر تم اس میں کامیاب ہوگئے تو کافی ہے اور میں تمھارے ساتھ ایسے شخص کو مقرر کرتی ہوں جو تمھاری مدد کرے گا، یہ کہکر اس نے اپنے قبیلہ سے ایک شخص وردان نامی کو ابن ملجم کے ہمراہ متعین کیا جب وہ شب آئی جس میں ابن ملجم نے اپنے ہمراہیوں سے امیر المومنین علی کے شہید کرنے کا اقرار کیا تھا اور یہ رات جمعے کی تھی تو ابن ملجم مع شبیب اور وردان مسجد میں آیا دروازے کے قریب چھپ کر بیٹھا جس طرف سے امیر المومنین علیؓ، مسجد میں آتے تھے۔

حضرت علی پر حملہ

تھوڑی دیر کے بعد امیر المومنین علیؓ تشریف لائے بلند آواز سے فرمایا ایہاالناس الصلوٰۃ الصلوٰۃ شبیب نے لپک کر تلوار چلائی آپ آگے بڑھ گئے تھے دروازے پر پڑی۔ ابن ملجم نے بڑھ کر پیشانی پر تلوار کا وار کیا اور چلا کر کہا الحکم للہ لا لک یا علی ولا صحابک وردان بھاگ کر اپنے مکان آیا اور اپنے بعض احباب سے اس واقعہ کو بیان کیا انھوں نے اس کو مار ڈالا۔ شبیب اسی تاریکی میں بھاگا ہوا چلا جاتا تھا لوگوں نے دوڑو پکڑو چلانا شروع کیا ایک حضرمی شخص نے پہنچ کر شبیب کی تلوار چھین لی اور اس کو گرفتار کرلیا۔ پھر لوگوں کو آتے ہوئے دیکھکر اس خوف سے کہ مجھ ہی کو قاتل نہ سمجھ لیں چھوڑ دیا شبیب موقع پاکر بھاگ گیا اور لوگوں نے ابن ملجم کو گرفتار کرلیا۔

حضرت علی کی وصیت

امیر المومنین علی نے زخمی ہونے کے بعد جعدہ بن ہبیرہ (اپنی ہمشیرہ ام ہانی کے لڑکے) کو نماز پڑھانے پر مامور کیا۔ جعدہ نے نماز پڑھائی۔ آپؓ کو گھر اٹھا لائے۔ اب اس وقت آفتاب نکل آیا تھا ابن ملجم مشکیں بندھی ہوئی پیش کیا گیا آپ نے ارشاد کیا "اے اللہ کے دشمن! تجھ کو کس چیز نے میرے قتل پر آمادہ کیا؟ ابن ملجم نے عرض کی "میں نے اس تلوار کو چالیس روز تک تیز کیا تھا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ اس سے وہ شخص مارا جائے جو شر خلق ہے"۔ آپ نے فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ تو بھی اسی سے مارا جائے گا پھر حاضرین سے مخاطب ہوکر کہا اگر میں اس زخم سے مرجاؤں تو تم بھی اس کو مار ڈالنا جیسا کہ اس نے مجھے مارا ہے۔ اور اگر میں بچ گیا تو میں جیسا مناسب سمجھوں گا کروں گا۔ اے بنی عبد المطلب! مسلمانوں کی خونریزی کی ترغیب

لوگوں کو نہ دینا اور یہ حملہ نہ اٹھانا کہ امیر المومنین مارے گئے ہیں بلکہ سوائے میرے قاتل کے اور کسی کو نہ مارنا۔ اے حسنؓ! اگر میں اس زخم سے مر جاؤں تو تم بھی اسی کی تلوار سے ایسا ہی ایک وار مارنا، مُثلہ ہرگز نہ کرنا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے "ایاکم والمثلۃ" ام کلثوم بنت امیر المومنین حضرت علی نے ابن ملجم سے خطاب کر کے کہا "اے عدو اللہ! میرے باپ کو تو نے شہید کیا ہے ان کا کوئی نقصان نہیں ہے اللہ تعالیٰ تجھے قیامت میں رسوا کرے گا" ابن ملجم نے جواب دیا "پھر کیوں روتی ہو واللہ میں نے یہ تلوار ایک ہزار میں خریدی کی تھی اور چالیس روز تک برابر سان رکھتا رہا ہوں اگر اہل شہر پر یہ وار پڑ جاتا تو ان میں سے ایک بھی باقی نہ رہتا۔"

حضرت امام حسنؓ کی خلافت کا مسئلہ

اس عرصہ میں جندب بن عبداللہ آگئے اور انھوں نے امیر المومنین علیؓ سے دریافت کیا "اگر آپ ہم سے جدا ہو جائیں تو ہم کیا حسنؓ کی بیعت کر لیں؟" ارشاد کیا "نہ میں یہ حکم دیتا ہوں اور نہ اس کو منع کرتا ہوں تم خود سمجھ دار ہو" پھر حسن و حسینؓ کو طلب کر کے فرمایا "میں تم کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں تم لوگ دنیا میں مبتلا نہ ہونا، گو وہ تم کو مبتلا کرنا چاہے اور دنیا کی کسی چیز کے حاصل نہ ہونے پر افسوس نہ کرنا، ہمیشہ حق کہنا، یتیم پر رحم کرنا، بیکسوں کی مدد کرنا، ظالم کے دشمن رہنا اور مظلوم کے معین و مددگار، کتاب اللہ پر عمل کرنا، اللہ تعالیٰ کے حکموں میں ملامت کرنے والوں کی ملامت سے نہ ڈرنا" پھر محمد بن الحنیفہ سے مخاطب ہوئے "میں تم کو بھی انھیں باتوں کی وصیت کرتا ہوں اور ان دونوں بھائیوں کی تعظیم کرنے کی ہدایت کرتا ہوں ان کا حق تم پر زیادہ ہے کوئی امر ان کے خلاف مرضی نہ کرنا" اس کے بعد حسنؓ و حسینؓ کو ابن الحنیفہ کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کی پھر حسن کو تھوڑی دیر تک سمجھاتے رہے۔ جب وقت وفات قریب آیا تو ایک عام وصیت تحریر کی اور پھر سوائے لا الٰہ الا اللہ کے دوسرا کلمہ زبان سے نہ نکلا یہاں تک کہ انتقال فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

ابن ملجم کا قتل

امیر المومنین حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد ابن ملجم حسنؓ ابن علیؓ کے روبرو پیش کیا گیا، عرض کی آپ کا کوئی ہرج ہے اگر مجھے تھوڑے دنوں تک زندہ رکھیں؟ میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ معاویہ اور علی کو مار ڈالوں گا چنانچہ علی کا کام میں نے تمام کر دیا اب معاویہ باقی رہ گیا ہے تم مجھے اتنی مہلت دو کہ میں اپنا وعدہ پورا کر لوں پس اگر میں نے اس کو مار ڈالا اور زندہ بچ گیا تو میں اللہ تعالیٰ کو شاہد کر کے کہتا ہوں کہ تمھارے پاس چلا آؤں گا، حسن نے کہا نہیں! واللہ تو اب دوزخ کی سیر کرے گا یہ کہہ کر آپ نے اس کو آگے بڑھایا اور ایک ہی وار سے کام تمام کر دیا۔

امیر معاویہؓ پر حملہ

ابن ملجم کا دوسرا ساتھی برک بن عبداللہ تھا جو معاویہ کے قتل کا بیڑہ اٹھا کر شام گیا تھا۔ اس نے اسی شب کو فجر کے وقت معاویہ پر حملہ کیا لیکن اتفاق سے زخم کاری نہ پڑا، سُرین جسم

پر معمولی سا زخم آیا پلٹ کر برک کو گرفتار کر لیا برک نے خوف زدہ ہو کر کہا میں تم کو ایک خوش خبری سنانا چاہتا ہوں اگر تم اُس کے عوض مجھ کو کچھ فائدہ پہنچاؤ (مطلب یہ تھا کہ رہا کر دو) اور وہ یہ ہے کہ آج ہی شب کو میرے ایک بھائی نے " علیؓ کو مار ڈالا " معاویہؓ نے متعجب ہو کر کہا شاید وہ اس امر پر قادر نہ ہوا ہوگا۔ برک نے جواب دیا " یہ غیر ممکن ہے، علیؓ کے ساتھ کوئی محافظ نہیں رہتا۔

برک بن عبداللہ کا انجام

اس سلسلہ کلام کے تمام ہوتے ہی معاویہ کے حکم سے برک قتل کر دیا گیا۔ بعض کا یہ بیان ہے کہ معاویہ نے برک کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے تھے اور یہ زیاد کے زمانے تک زندہ رہا تھا اور زیاد نے اُس کو بصرے میں قتل کیا ہے۔ غرض معالجے کے لئے طبیب حاضر ہوا۔ اس نے زخم کی صورت دیکھ کر کہا " اس کا علاج دو ہی صورت سے ہو سکتا ہے یا تو داغ دیا جائے یا دوا پینا اختیار کیجئے مگر آئندہ اس سے سلسلہ توالد و تناسل منقطع ہو جائے گا" معاویہ نے کہا " میری آنکھیں یزید اور عبداللہ کو دیکھ کر ٹھنڈی ہو جائیں گی۔ لیکن آگ کا داغ نہ برداشت ہو گا تم مجھے دوا دو" اس واقعہ کے بعد معاویہ نے دربان رکھے۔ باڈی گارڈ مقرر کیا، پولیس کا پہرہ نماز کی حالت میں رہنے لگا۔ یوں بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ایک یمانی شخص نے کسی وجہ سے مروان بن الحکم کو نیزہ مارا تھا اس وجہ سے سب سے پہلے مروان بن الحکم نے سنہ [illegible]ھ میں دربان اور باڈی گارڈ متعین کیا تھا۔

عمرو بن بکر کا قتل

تیسرا رفیق ابن ملجم کا عمرو بن بکر تھا اسی شب میں یہ بھی عمرو بن العاص کے قتل کرنے کو چھپ کر بیٹھا، اتفاق یہ کہ اس رات کو علالت کی وجہ سے عمرو بن العاص نماز پڑھنے مسجد میں نہ آئے اپنے ایک فوجی افسر خارجہ بن ابی حبیبہ بن عامر بن لوی کو نماز پڑھانے کے لئے بھیج دیا عمرو بن بکر نے اس غریب پر عمرو بن العاص کے شبہ میں تلوار چلائی اور ایک ہی وار میں کام تمام کر دیا لوگ اُس کو عمرو بن العاص کے پاس گرفتار کر لائے دریافت کیا کون مارا گیا؟ لوگوں نے کہا " خارجہ! اس پر عمرو بن بکر چونک کر بولا " افسوس! میں نے تمہارے شبہ میں اُس کو مارا، عمرو بن العاص نے کہا " تو نے عمرو کے مارنے کا قصد کیا اور اللہ تعالیٰ نے خارجہ کے قتل کا۔ یہ کہہ کر اُس کے قتل کا حکم دے دیا۔

عمال

امیر المومنین علی کی شہادت کے وقت آپ کے عمال اس تفصیل سے تھے بصرے میں عبداللہ بن عباس (ان کی علیحدگی کے بعد دوسرے کی تقرری کی نوبت نہیں آئی تھی) اور یہاں کے عہدہ قضا پر ابو الاسود الدولی، فارس میں زیاد بن سمیہ، یمن میں عبیداللہ بن عباس (جب تک بسر بن ارطاۃ کا واقعہ نہیں پیش آیا) مکہ اور طائف میں قثم بن عباس، مدینہ میں ابو ایوب انصاری یا سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہم

تذکرہ حضرت علیؓ

حلیہ و نسب: گندمی رنگ، چھوٹا قد، آنکھیں بڑی، ہنس مکھ، خوبصورت تھے، سینہ پر بکثرت بال، گھنی ڈاڑھی، بازو اور پنڈلیاں پُر گوشت۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علی مرتضیٰ نسباً نہایت قریب تھے ان سے زیادہ خلفاء راشدین میں سے کوئی شخص قریب نہیں تھا دوسری ہی پشت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتے ہیں۔ یہ بیٹے ہیں ابوطالب کے جن کا نام عبد مناف تھا اور عبد مناف، عبد المطلب بن ہاشم کے لڑکے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا تھے جیسا کہ علی مرتضیٰ باپ کی جانب سے ہاشمی تھے ویسا ہی ماں کی طرف سے بھی، ان کا نام فاطمہ تھا، یہ بیٹی تھیں اسد بن ہاشم کی۔ یہ پہلے خلیفہ ہیں کہ جن کے ماں اور باپ دونوں ہاشمی تھے۔ آپ سابق اسلام سے ہیں جیسا بوڑھوں میں سب سے پہلے ابوبکر صدیقؓ ایمان لائے، عورتوں میں ام المومنین خدیجہؓ ویسا ہی نو عمروں میں آپ، شب ہجرت میں آپ ہی خواب گاہِ نبوی میں بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوئے تھے مشرکین مکہ کو سورہ برأت کے سنانے پر آپ ہی مامور ہوئے تھے۔ زیور علم سے آراستہ تھے اور لباس تقویٰ سے پیراستہ، سخاوت و شجاعت کا مادہ گھٹی میں پڑا ہوا تھا اگر اندرونی مخمصات نہ پیش آجاتے تو آپ ایک عالم کو علیٰ منہاج النبوت چلاتے۔

عہد خلافت

مورخوں کا بیان ہے کہ امیر المومنین علی کا زمانہ خلافت تین مہینے کم پانچ برس رہا اور یہ کل زمانہ خانہ جنگیوں اور اندرونی نزاعات اور فسادات کے رفع دفع کرنے میں صرف ہو گیا تریسٹھ برس کی عمر پائی، بعض کا قول ہے کہ آپ نے انسٹھ مراحل عمر کے طے فرمائے، کوئی کہتا ہے کہ اٹھاون برس کی عمر میں آپ شہید کئے گئے علاوہ اس کے لوگوں نے مختلف روایتیں کی ہیں۔ لیکن روایت اول صحیح ہے۔ شہید ہونے کے بعد حسن، حسینؓ اور عبداللہ بن جعفر علیہم السلام نے نہلایا، تین کپڑوں میں کفنایا اور آپ کے خلف اکبر امام حسنؓ نے نماز پڑھائی، مسجد کے قریب دفن کئے گئے اور بعض کا بیان ہے[۱] کہ قصر میں مدفون کئے گئے۔

ازواج و اولاد

سب سے پہلے جس سے آپ نے نکاح کیا وہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھیں ان کے بطن سے چار اولادیں ہوئیں، دو لڑکے حسنؓ و حسینؓ اور دو لڑکیاں زینب کبریٰ اور ام کلثوم، فاطمہؓ زہرا کی وفات کے بعد ام البنین بنت حرام کلابیہ سے عقد کیا جس سے چار لڑکے، عباس، جعفر، عبداللہ اور عثمان پیدا ہوئے، جو معرکہ کربلا میں اپنے بھائی حسینؓ کے ساتھ شہید ہوئے۔ تیسری بیوی آپ کی لیلیٰ بنت مسعود بن خالد نہشلیہ تمیمیہ تھیں، دو لڑکے عبید اللہ اور ابوبکر ان کے بطن سے پیدا ہوئے تھے انھوں نے بھی معرکہ کربلا میں اپنے بھائی حسینؓ کے ساتھ شربت شہادت نوش کیا، چوتھی شادی آپ نے اسماء بنت

---

[۱] از تاریخ کامل ابن اثیر صفحہ ۲۰۱ جلد سوم مطبوعہ مصر

عمیس خثعمیہ سے کی جس سے محمد ان الاصغر اور یحییٰ وجود میں آئے اور معرکہ کربلا میں شہید ہوئے بعض نے کہا ہے کہ انھیں کے بطن سے آپ کے لڑکے عون بھی پیدا ہوئے واللہ اعلم۔ پانچواں عقد اُمامہ بنت ابی العاص بن الربیع بن عبد العزیٰ بن عبد شمس سے کیا۔ ان کی ماں زینب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر تھیں ان سے محمد ان الاوسط پیدا ہوئے اور محمد ان الاکبر بن علی جن کو ابن الحنیفہ کہتے ہیں ان کی ماں کا نام خولہ بنت جعفریہ قبیلہ حنیفہ سے تھیں اور صہبا بنت ربیعہ تغلبیہ سے حضرت علی کے فرزند عمر اور دختر رقیہ پیدا ہوئیں۔ آپ کی آٹھویں بیوی کا نام سعد بنت عروہ بن مسعود ثقفیہ ہے جس سے ام الحسن، رملۃ الکبریٰ اور ام کلثوم صغریٰ پیدا ہوئیں۔ نواں عقد آپ کا مخبیہ بنت امرأ القیس بن عدی کلبیہ سے ہوا ان کے بطن سے صرف ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا لڑکپن میں انتقال ہو گیا تھا علاوہ ان لڑکیوں کے اور بھی لڑکیاں تھیں جن کا نام نہیں بیان کیا گیا۔ غرض آپ کے کل چودہ لڑکے اور سترہ لڑکیاں پیدا ہوئیں لیکن نسلی سلسلہ میں صرف حسن، حسین، محمد بن الحنیفہ، عباس بن کلابیہ اور عمر بن التغلبیہ سے چلا، باقی کے اعقاب باقی نہ رہے یعنی اُن سے سلسلہ نسل نہیں چلا۔

خلافت حسنؓ ابن علیؓ

امام حسنؓ کی بیعت

امیر المومنین علیؓ کی شہادت کے بعد آپ کے ہوا خواہوں نے بالاتفاق حضرت حسنؓ ابن علی کے ہاتھ پر بیعت[1] کی۔ سب سے پہلے قیس ابن سعد نے بیعت کے لئے ہاتھ بڑھا کر کہا ابسط یدک علی کتاب اللہ وسنۃ رسولہ وقتال الملحدین حسن ابن علی نے جواب دیا علی کتاب اللہ وسنۃ رسولہ وباتیان علی کل شرط اس کے بعد اور لوگ بیعت کرنے لگے آپ فرماتے جاتے تھے تم لوگ میرے کہنے کو سنتے رہنا میری اطاعت کرنا جس سے میں صلح کروں اس سے تم بھی صلح کرو اور جس سے میں جنگ کروں تم بھی اُس سے لڑنا۔ ان فقروں سے لوگوں کو شبہ پیدا ہو گیا سرگوشیاں کرنے اور کہنے لگے یہ تمہارا امیر نہیں ہے اور نہ یہ جنگ کا قصد رکھتا ہے۔"

امیر المومنین علیؓ کی شہادت کا حال امیر معاویہؓ کو معلوم ہوا تو انھوں نے اپنی خلافت کی بیعت اہل شام سے لی اور اسی روز امیر المومنین کا خطاب اختیار کیا لیکن صحیح یہ ہے کہ معاویہ نے بعد فیصلہ حکمین، اپنی خلافت کی بیعت لی تھی شہادت کے چالیسویں روز اشعث بن قیس کندی بھی جو امیر المومنین علی کے رفیق تھے انتقال کر گئے اور اُن کے بعد ہمراہیان معاویہ سے شرجیل بن السمط الکندی نے بھی وفات پائی۔

عراقی فوج کی غداری

شہادت سے چند روز پیشتر امیر المومنین علی نے بقصد شام ایک لشکر مسلمانوں کا مرتب کیا تھا اور چالیس ہزار آدمیوں سے جنگ و موت کی بیعت لی تھی لیکن اتفاقی واقعہ سے لشکر کشی کی نوبت

---

[1] امام حسن مسند خلافت پر ۴۰ھ میں متمکن ہوئے تھے۔ از ابن اثیر

نہ آئی تھی کہ شہید ہو گئے پس جب لوگوں نے حسن ابن علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تو امیر معاویہ اہلِ شام کو لے کر کوفے کی طرف بڑھے امام حسنؓ بھی بقصد جلوگری کوفے سے نکلے ان کے مقدمۃ الجیش پر بارہ ہزار کی جمعیت سے قیس بن سعد اور بقول بعض مورخین عبداللہ بن عباس تھے اور ساقہ پر قیس، مدائن پہنچنے اور قیام کرنے کے ساتھ ہی یہ مشہور ہو گیا کہ قیس بن سعد مارے گئے[1] اس خبر کا مشہور ہونا تھا کہ لشکر میں ہیجانی کیفیت پیدا ہو گئی ایک دوسرے سے اُلجھ گیا چند لوگ امام حسن کے خیمے کی طرف جھپٹے جو کچھ پایا لوٹ لیا اندر گھسے تو اُس بساط (بچھونا) اور چادر کو بھی چھین لیا جس پر آپ بیٹھے اور جس کو آپ اوڑھے ہوئے تھے بعض نے نا عاقبت اندیشی سے آپ کی ران میں نیزہ بھی مار دیا ربیعہ اور ہمدان آپ کی حمایت پر اٹھے اوباشوں کا مجمع منتشر ہو گیا آپ کو ایک تخت پر اٹھا کر مدائن لائے قصر ابیض میں قیام کیا۔

خلافت سے دست برداری

شوروغل فرو ہونے کے بعد امام حسنؓ نے لوگوں کی خود رائی اور نفاق کی وجہ سے امیر معاویہ کو لکھ بھیجا کہ میں خلافت و حکومت سے دست کش ہونا چاہتا ہوں بشرطیکہ مجھ کو جو کچھ کوفے کے بیت المال میں ہے دیدو (اس وقت بیت المال میں پانچ لاکھ دینار موجود تھے) اور دارا بجرد (مضافات فارس) کا خراج مجھے دیا جائے اور میرے پدر بزرگ کو میرے سامنے سخت و ناملایم کلمات سے نہ یاد کیا جائے۔ خط روانہ کرنے کے بعد اپنے بھائی حسین اور عبداللہ بن جعفر سے اس کا تذکرہ کیا ان لوگوں نے سمجھایا بجھایا لیکن حسنؓ اپنی رائے پر قائم رہے اس خط کے پہنچنے سے چند دن پیشتر معاویہ ایک سادہ کاغذ پر دستخط و مہر کر کے عبداللہ بن عامر اور عبداللہ بن سمرہ کی معرفت امام حسنؓ کی خدمت میں بھیج چکے تھے اور علیحدہ یہ تحریر کیا تھا کہ آپ کو جو شرط منظور ہو اس سادہ کاغذ پر لکھ دیجئے ہم اس کو منظور کر لیں گے۔ امام حسن نے اس سادہ کاغذ پر جس کے نیچے امیر معاویہ کے دستخط اور مہر تھی پہلی شرطوں سے دو چند شرائط لکھے پس جب امام حسن بعد تفویض امارت ان پچھلی شرایط کے ایفاء کے خواستگار ہوئے تو امیر معاویہ نے پہلے خط کی شرایط پر عمل کیا اور کہا کہ یہ وہی ہے جو تم طلب کرتے تھے۔

امیر معاویہؓ کی بیعت خلافت

بعد تفویض امارت، اہل بصرہ نے خراج دارا بجرد امام حسن کو دینے سے انکار کر دیا اور یہ عذر پیش کیا کہ وہ تو ہمارا مالِ غنیمت ہے ہم اس کو نہیں دے سکتے۔ آپ نے اہل عراق کو جمع کر کے خطبہ دیا۔ بعد حمد و ثنا کے بیان فرمایا۔ یا اھل[2] العراق سخی انفسی عنکم ثلاث قتل ابی وطعنی وانتھاب بیتی پھر فرمایا۔ الا[3] وقد اصبحتم بین قتیلین قتیل بصفین تبکون لہ وقتیل بالنھروان تطلبون

۱؎ یہ واقعہ سنہ ۴۱ھ کا ہے۔ ابن اثیر۔

۲؎ اے اہل عراق میں نے تین بار تم سے درگذر کیا۔ تم نے میرے باپ کو مارا مجھے نیزہ مارا، میرا گھر لوٹا۔

۳؎ آگاہ رہو کہ تم نے دو مقتولوں کے درمیان صبح کی ایک مقتول صفین کے جس کے لئے تم رو رہے ہو اور ایک مقتول نہروان کے جس کا معاوضہ طلب کر رہے ہو۔ اور جو باقی ہیں وہ خاذل ہے اور رونے والے بدلہ لینے والے ہیں (باقی حاشیہ صفحہ ۵۵۷ پر)

بثائرہ واما الباقی فخاذل واما الباکی فثائر وان معاویۃ دعانا الی امر لیس فیہ عز ولا نصفۃ فان اردتم الموت رددناہ علیہ وحاکمناہ الی اللہ بظبا السیوف وان اردتم الحیوٰۃ قبلنا واخذنا لکم الرضیٰ" لوگوں نے ہر طرف سے چلا کر کہا صلح قایم رکھیے صلح قایم رکھیے، چنانچہ امام حسنؓ نے اپنی خلافت کے چھٹے مہینے امیر معاویہ کی بیعت کی اس کے بعد امیر معاویہ کوفہ آئے اور لوگ بھی شریک بیعت ہوئے۔ امام حسن نے قیس بن سعد کو (جو مقدمۃ الجیش کے افسر تھے) امیر معاویہ کی اطاعت قبول کرنے اور ان کی بیعت کرنے کو لکھ بھیجا قیس نے اپنے ہمراہیوں کو جمع کر کے اس خط کو پڑھا اور بہ طلب مشورہ اُن کو مخاطب کر کے کہا "ہم لوگوں کا بغیر امام کے لڑنا مناسب ہے یا کہ امام گمراہ کی اطاعت کرنا، جواب ملا" امام گمراہ کی اطاعت" قیس بن سعد یہ سن کر واپس آئے۔ اخذ بیعت کے بعد عمرو ابن العاص کے کہنے سے امیر معاویہ نے امام حسنؓ کو خطبہ دینے کے لئے کھڑا کیا تاکہ لوگوں پر وہ اپنی معذوری ظاہر کریں۔

امام حسنؓ کا خطبہ

امام حسن نے کھڑے ہو کر بعد حمد و درود کے کہا ایھا الناس ان اللہ ھدٰکم باولنا وحقن دماءکم باخرنا وان لھذا الامر مدۃ والدنیا دول واللہ عزوجل یقول لنبیہ وان ادری لعلہ فتنۃ لکم ومتاع الی حین جب اس فقرے پر پہنچے تو امیر معاویہ نے آپ کو بٹھا لیا کیونکہ انھوں نے اُن کے خلاف اظہار خیال فرمایا تھا۔

امام حسنؓ کی مدینہ کو روانگی

اس واقعہ کے بعد امام حسن مع اپنے اہل بیت اور جملہ متعلقین کے مدینہ منورہ روانہ ہوئے اہل کوفہ تھوڑی دور تک روتے ہوئے پہنچانے آئے۔ جناب موصوفؓ تا حیات مدینہ ہی میں مقیم رہے حتیٰ کہ ۴۹ھ میں اور بروایت ابوالفرج اصفہانی ۵۱ھ میں انتقال فرما گئے۔ اور جو یہ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کی بیوی جعدہ بنت الاشعث نے بہ سازش امیر معاویہ زہر دیدیا تھا، یہ شیعوں کی روایت ہے جس کی کوئی اصلیت کہیں سے نہیں پائی جاتی، امیر معاویہ ان افتراؤں سے بالکل بری ہیں۔

قیس بن سعد کی مشروط بیعت

قیس بن سعد چند دنوں امیر معاویہ کی بیعت سے رکے رہے اور عبید اللہ بن عباس بھی اس رائے سے متفق تھے لیکن جب امیر معاویہ نے عبداللہ بن عامر کو لشکر گراں کے ساتھ عبید اللہ بن عباس کی طرف روانہ کیا تو عبید اللہ بن عباس نے خط و کتابت کر کے امان حاصل کر لی شب کے وقت تن تنہا اپنے لشکر سے نکل کر عبد اللہ بن عامر کے خیمہ میں آئے اور اُن کے ہمراہ امیر معاویہ کے پاس چلے گئے۔ عبداللہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۵۶) اور معاویہ نے ایک امر پیش کیا ہے جس میں نہ تو عزت ہے اور نہ انصاف۔ پس اگر تم موت پر راضی ہو تو ہم اس امر کو قبول نہ کریں اور ان سے اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر تلواروں سے فیصلہ کریں اور اگر زندگی کو دوست رکھتے ہو تو ہم اس کو قبول کر لیں اور تمھاری خوشنودی حاصل کریں۔

بن عباسؓ کی روانگی کے بعد قیس بن سعد امیر لشکر ہوئے۔ قیس بن سعد نے کل لشکر کو جمع کر کے کہا کہ جب تک امیر معاویہؓ امیر المومنین علیؓ کے گروہ کو ان کے جان و مال کا امن نہ دیں اور جنگ ہائے گذشتہ میں جو کچھ ان سے سرزد ہوا ہے اُس سے درگزر نہ کریں اس وقت تک تم لوگ میرے ساتھ ہو کر معاویہ کے مقابلہ میں صف آرا ہونا، لشکریوں نے بسر و چشم اس شرط کو قبول کیا اور جنگ معاویہ پر بشرط مذکور بیعت کی۔ رفتہ رفتہ امیر معاویہ تک یہ خبر پہنچی عمرو بن العاص نے جنگ کرنے کی رائے دی امیر معاویہ نے کہا اس میں بہتری نہیں ہے جنگ کرنے میں انھیں لوگوں کے برابر اہل شام بھی کام آئیں گے پھر ایک قاصد کو بلا کر سادہ کاغذ پر مہر و دستخط کر کے قیس بن سعد کے پاس بھیجا کہ جو شرط تم کو منظور ہو لکھ دو۔ قیس نے اپنے اور اپنے کل ہمراہیوں کے لئے امان طلب کی، مال وغیرہ کچھ نہیں مانگا۔ امیر معاویہ نے ان کو امان دی چنانچہ قیس نے مع اپنے کل ہمراہیوں کے بیعت کر لی۔

سنہ عام الجماعت اس کے بعد سعد بن ابی وقاص آئے اور انھوں نے بھی بیعت کی غرض اس صورت سے امیر معاویہؓ کی حکومت کامل و مستقل ہو گئی اور کافہ مسلمین نے اُن کی خلافت پر بیعت کی یہ واقعہ نصف ۴۱ھ کا ہے اسی وجہ سے یہ سنہ عام الجماعت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اس کے بعد خوارج نے چاروں طرف سے خروج کیا امیر معاویہ نے اُن سے صف آرائی کی۔ زیر و زبر کیا جس کو ہم آئندہ ان کے حالات کے سلسلہ میں بیان کریں گے کیونکہ ہم نے اپنی کتاب میں یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ ہر گروہ اور خاندان حکومت کے حالات علیحدہ علیحدہ لکھیں گے۔

خلافت اسلامیہ کے عہد میں جو کچھ فتوحات اور لڑائیاں ہوئی تھیں اور پھر اتفاق اور اجماع ہوا تھا اُس کا یہ آخری کلام ہے میں نے جو کلی و جزئی حالات لکھے ہیں وہ اکثر تاریخ کبیر تالیف محمد بن جریر طبری کا خلاصہ ہے کیونکہ فن تاریخ میں جس قدر کتابیں میں نے دیکھی ہیں ان سے اسی کو قابل اعتماد پایا ہے اور کبار و اخبارات عدول صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین کے مطاعن سے اس کو دور دیکھتا ہوں۔ اکثر مورخوں کے کلام میں ایسے واقعات دیکھے جاتے ہیں جس سے ہوا پرستوں کو ان بزرگوں کے حق میں شبہ و بدظنی پیدا ہوتی ہے اس وجہ سے وہ اس قابل نہیں ہیں کہ کتابوں میں ان کی روایات نقل کی جائیں میں نے بعض جزئی حالات کو طبری کے علاوہ اور لوگوں کی کتابوں سے بھی حتی الامکان صحیح کر کے اخذ کیا ہے اور جب میں نے کسی کا قول نقل کیا ہے تو اس کو اس کے قائل کی طرف منسوب کر دیا ہے۔

امیر معاویہؓ کی خلافت مناسب تو یہ تھا کہ امیر معاویہؓ کے حالات بھی خلفاء سابقین کے حالات کے ساتھ ہی بیان کر دیئے جاتے کیونکہ فضیلت، عدالت اور صحبت میں اُن کے تابع تھے اور حدیث الخلافۃ بعدی ثلاثون سنۃ کی طرف توجہ نہ کرنا چاہئے کیونکہ اس کی صحت پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچی اور حق یہ ہے کہ معاویہ کا شمار خلفاء میں ہے اور مورخوں نے اپنے تالیفات میں دو وجہ سے علیحدہ کر کے لکھا ہے اوّل یہ کہ خلافت زمانہ معاویہ میں بوجہ غلبہ اور عصبیت قائم ہوئی تھی جو اتفاق سے

اُس زمانہ میں پیدا ہوگئی تھی اور اس کے پیشتر انتخاب اجتماع سے خلافت قایم کی جاتی تھی پس مورخوں نے دونوں حالتوں کو ایک دوسرے سے ممتاز کیا۔

معاویہ پہلے خلیفہ ہیں جو بزور غلبہ اور عصبیت مسند خلافت پر متمکن ہوئے جن کو ہوا پرست ملوک سے تعبیر کرتے ہیں اور بعض کو بعض سے تشبیہ دیتے ہیں حاشا اللہ معاویہؓ اپنے بعد کے خلفا سے تشبیہ نہیں دیئے جا سکتے۔ یہ خلفاء راشدین سے ہیں ان کو اُن خلفاء مروانیہ سے تشبیہ دینا جو ان کے بعد ہوئے ہیں اور ان سے مرتبہ اور دین میں کم ہیں نہایت غلطی ہے اور ایسا ہی خلفاء بنی عباس جو ان کے بعد ہوئے ہیں ان سے تشبیہ دینا غیر مناسب ہے اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ بادشاہت رتبہ میں خلافت سے کم ہے۔ پس کیسے خلیفہ بادشاہ ہو سکتا ہے سمجھ رکھو کہ جو بادشاہت مخالف بلکہ منافی خلافت کی ہے وہ جبروتیت ہے جو کسرویہ سے تعبیر کی جاتی ہے جس سے عمر فاروقؓ نے معاویہ کا ظاہری حال دیکھ کر نفرت ظاہر کی تھی باقی رہی وہ بادشاہت جو غلبہ عصبیت اور شوکت سے حاصل ہوتی ہے وہ خلافت اور نبوت کی منافی نہیں ہے سلیمان اور داؤد علیہما السلام دونوں نبی بھی تھے اور بادشاہ بھی تھے اور نہایت درجہ دنیا کے کاموں میں چست اور اطاعت الٰہی کے پابند تھے معاویہؓ نے طمع دنیا و دولت کی وجہ سے حکومت کی خواہش نہیں کی بلکہ ان کو اس امر پر ایک فطری اور طبعی خیال نے اُبھارا تھا جبکہ مسلمانوں نے کل سلطنتوں پر طمع حاصل کر لی تھی اور یہ اُن کے خلیفہ تھے پس انھوں نے اُن کو اپنی طرف مائل کر لیا جیسا کہ بادشاہ اپنی قوم کو طبعاً بوجہ عصبیت اپنی جانب مائل کر لیتا ہے اور ایسا ہی حال ان خلفاء دین کا ہے جو ان کے بعد ہوئے ہیں کہ جس وقت استقلال حکومت اور نفاذ احکام کی ضرورت داعی ہوئی، اس وقت انھوں نے گروہ بندی کے لحاظ سے بزور جبر حکومت قائم کر لی اور قاعدہ کلیہ خلیفہ اور بادشاہ جبروتیہ کے شناخت کا یہ ہے کہ اُن کے افعال کو صحیح طور سے دیکھو واہیات خرافات کے پیچھے نہ پڑو پس جن کے افعال مطابق کتاب و سنت کے ہوں تو وہ خلیفہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور جن کے افعال اس مقیاس سے خارج ہوں وہ ملوک دنیا ہیں اور خلیفہ ان کو مجازاً کہا جائے گا۔

دوسرا سبب معاویہؓ کے خلفاء بنی امیہ کے ساتھ ذکر کرنے اور خلفاء اربعہ سے علیحدہ کرنے کا یہ ہے کہ خلفاء بنی امیہ ایک ہی نسب اور ایک ہی خاندان کے تھے اور ان میں سے معاویہؓ عظیم الشان تھے پس یہ اپنے خاندان والوں کے ساتھ ذکر کئے گئے اور خلفاء سابقین مختلف خاندان کے تھے اُن کو ایک ساتھ بیان کیا، عثمان بن عفانؓ باوجودیکہ اموی تھے ان کے ساتھ اس وجہ سے ملحق کر دیئے گئے کہ فضیلت و دین میں اُن سے قریب تھے۔ واللہ یحشرنا فی زمرتہم و یرحمنا با قتد ائہم۔